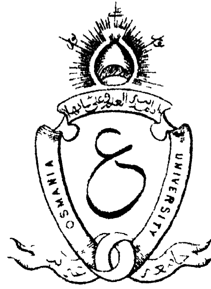
Total Damage and Drinched Book



نصابِ سلسلۂ تعلیم جامعہ عثمانیہ

تاریخ یونانِ قدیم

(جلد اوّل اردو)

تالیف

پروفیسر اڈولف ہولم

(جلد اوّل انگریزی کے کل اور جلد دوم کے ۱۰ ابواب)

ترجمہ

مولوی محمد ہارون خاں شروانی صاحب ایم۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

سینیر پروفیسر جائزہ دار شعبۂ تاریخ کلیۂ جامعہ عثمانیہ

رکن مجالس شعبۂ فنون و مجالس نصاب تاریخ و معاشیات جامعہ عثمانیہ

رفیق (فیلو) جامعہ عثمانیہ

ممتحن سیاسیات علیگڈھ مسلم یونیورسٹی

سنہ ۱۳۴۶ھ — سنہ ۱۳۳۷ف — سنہ ۱۹۲۷ء

مطبع جامعہ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب میکملین کمپنی کی اجازت سے جن کو حق اشاعت
حاصل ہے اردو میں ترجمہ کر کے
طبع و شائع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین تاریخ یونان قدیم

(جلد اول)

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اڈولف ہولم

تاریخ یونانِ قدیم

جلد اول

دیباچہ

میری تصانیف کے شائع کرنے والے جنھوں نے ازمنۂ قدیم کے حالات کے مطالعے اور تحقیقات کے لیے بہت کچھ کیا ہے مجھ سے فرمائش کی کہ میں تاریخ یونان پر ایک مختصر سی کتاب لکھوں، لیکن اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ ایک نئی تاریخ ان لوگوں کے لیے کارآمد ہوگی جنھیں اس مضمون سے دلچسپی ہے تو میں ہرگز اس موضوع پر قلم نہ اٹھاتا۔ مجھے اپنی قابلیت کی کمی اور اُس کی بساط کا پورے طور پر احساس تھا اور یہ معلوم تھا کہ نہ تو میں اس باریک بینی اور نکتہ رسی پر قادر ہوں جو گروٹ اور ڈنکر کی تصانیف میں پائی جاتی ہیں اور نہ میری عبارت میں وہ سلاست اور شیرینی ہے جس کا کرتیوس مسلّمہ اُستاد ہے۔ ساتھ ہی میں نے یہ محسوس کیا کہ ایک خاص موضوع کی بہت کم تحقیقات کی گئی ہے اور اگر میں اسی کو اپنا مقصدِ تصنیف بنالوں تو یہ سودمند ہوگا؛ وہ یہ کہ اہم ترین امور کو نسبتاً مختصر طور پر بیان کیا جائے اور یہ بھی واضح کردیا جائے کہ وہ کونسے امور ہیں جو پایۂ ثبوت کو پہنچ گئے ہیں اور کونسے ہنوز معرضِ بحث میں ہیں۔ یہی میں نے اس کتاب کے ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

مورخ کا کام یہ ہے کہ اہم ترین واقعات کو غیر اہم سے ممیّز کرے اور اس طرح گویا

دیباچہ

ازمنۂ ماضیہ کا ایک مرقع تیار کر دے۔ میں نے اس کتاب کی تصنیف کے آخری زمانے میں اُس کے متن میں بہت سے نئے فقروں کا اضافہ کیا ہے اور بہت سے ایسے فقروں پر قلم پھیر دیا ہے جو ابتدا میں لکھے جا چکے تھے۔ اگر ہم تاریخ نویسی کے اُصول پر غور کریں تو یہ عیاں ہو جائیگا کہ نہ تو تسلسل واقعات اور نہ تفصیلی حالات کے بعض خصوصیات نظر انداز کئے جا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے تفصیلات کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا جا سکتا اور اُن واقعات کو بھی پیش نظر رکھنا پڑتا ہے جن میں صدق و کذب دونوں کا شائبہ ہونے کا ہمیں یقین ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ کے خام خاکے پر بھی زور دینا نہایت ضروری ہے اور میں نے اس پر کافی توجہ کی ہے۔ چونکہ اس ضمن میں امور زیر بحث کی صحیح تقسیم پر بہت کچھ مدار ہوتا ہے اس لئے میرے ابواب ذرا چھوٹے چھوٹے ہیں، انہیں سے ہر ایک کا طرز بیان جداگانہ ہے، ہر ایک فی حد ذاتہ مکمل ہے اور ہر ایک کے مضمون کے مطابق مخصوص براہین و دلائل پیش کئے گئے ہیں۔

یہاں ایک خاص امر نظر انداز نہ ہونا چاہیئے۔ کوئی مورخ اُس وقت تک کسی اہم قوم کی تاریخ نہیں لکھ سکتا جب تک اُسے اُس قوم کی خصوصیات و خصائل کا اندازہ نہ ہو جائے، اس سے نہ صرف اُس کی رائے پر عظیم الشان اثر پڑتا ہے بلکہ اُس کی مدد سے وہ مختلف واقعات کے انتخاب پر قادر بھی ہو جاتا ہے۔ میں نے قدیم یونانیوں کی خصوصیات کا جو اندازہ کیا ہے وہ میری کتاب کی پہلی جلد سے اچھی طرح واضح ہو جائیگا۔ اگر مجھے اُن کی خصائص ایک خاص زاویۂ نگاہ سے دیکھنے کی اجازت دیجائے تو میں بلا خوف ردکہوں گا کہ میں یہ تو ہرگز نہیں سمجھتا کہ جو کچھ اس قوم کے افراد نے کیا اُس کے نتائج تمام تر بہترین ہی ثابت ہوئے؛ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ میں اسے بنی نوع انسان کی ایک ممتاز قوم سمجھتا ہوں جس کے افراد نے زندگی کے اہم ترین شعبوں میں کمال پیدا کرنے کی کوشش کی، جن میں وہ تمام اوصاف موجود تھے جو ایک جفاکش محقق کے لئے ضروری ہیں اور اسی قسم کا جذبہ سرایت کئے ہوئے تھا جس کا لیسنگ کی تصانیف میں پتہ لگتا ہے۔ جب کبھی انھیں موقع ملا انھوں نے جدید انکشافات کئے؛ حالانکہ محض ایک یا دو شعبوں میں بھی زندگی کی کوئی نئی بات دریافت کرنا بہت بڑی کامیابی ہے۔

تمہید

یونانیوں کی طبیعت میں خیال اور عمل دونوں کا جو تطابق پایا جاتا ہے اُسکی وجہ سے اس قوم میں متعدد افراد ایسے پیدا ہوگئے جن کی مخصوص خصائل اور نمایاں اور ممتاز عادتوں کا مطالعہ ہر ایک دور میں کیا جاتا ہے جس طرح یونان کی مختلف نسلوں، مملکتوں اور گروہوں کو ایک خاص وقعت حاصل ہے اسی طرح وہاں کے سربرآوردہ اور ممتاز افراد نے بھی اپنی وقعت تاریخ عالم پر ثبت کردی ہے، اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ان میں سے ہر ایک شخصیت کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کریں۔ اگر آج کل کا کوئی مورخ ازمنۂ قدیمہ کے کسی فرد کی جانبداری کرے تو خواہ وہ اخلاقی یا سیاسی اصول پر ہی کیوں نہ مبنی ہو اور اُس کا جذبہ کتنا ہی فطری یا قدرتی کیوں نہ قرار دیا جائے پھر بھی اس سے اکثر بے انصافی سرزد ہوجانے کا احتمال ہے۔ یونان قدیم کے ممتاز افراد کو صرف خصوصیات انسانی کے مختلف الاقسام نمونے سمجھنا چاہیے اور اُن پر غور کرنے میں محض اسی کا لحاظ کرنا چاہیے ؂

اس بیان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یونان کی تاریخ مرتب کرنے والے کو وہاں کی سیاسی ترقی کا بیان ذہنی اور فنی ترقی کے ذکر سے علٰحدہ نہیں کرنا چاہیے۔ وہ تاریخ جس میں ان مرکزی اصولوں پر جو یونان کی حیات و ممات کی گویا بنیاد تھے بحث نہ کی جائے بلکہ اس میں سیاسی ارتقا کا ہی تذکرہ ہو، ہرگز مکمل نہیں کہی جاسکتی۔ اگر ہم سے تاریخ یونان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے لئے کہا جائے تو ہم پہلے حصے میں اس اثر کو بیان کریں گے جو اصول انفرادیت نے (جو اُن کے جملہ افعال کی گویا جان تھا) یونانیوں پر ڈالا تھا، اور دوسرے میں اُن کے فنی ارتقا کا ذکر کریں گے، لیکن

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ بحث و مباحثے کا ہے اور یہ اُس طریقے سے بالکل متغائر ہے جو آجکل مروّج ہے اور جو ایک حد تک محض عقیدہ پرستی پر مبنی ہے۔ یونانی فنون لطیفہ میں ابتدا ہی سے بحث و مباحثے کا طرز جاری ہے؛ اور گو سیاسیات کے میدان میں جو کچھ یونانیوں نے حاصل کیا وہ ہمارے لئے کسی طرح نمونہ نہیں بن سکتا لیکن یہاں بھی ہمیں اُن کی داد دینی چاہئیے کہ اُنھوں نے ہمیشہ اپنی سیاسی ادارات کی مکمل صورت پیدا کرنے کی کوشش کی، یونانیوں کے حب تناسب کے لئے پولی بیس ۵، ۹ کا مطالعہ کیا جائے۔

تمہید

تاریخ یونان کی تکمیل ان دونوں کو یک جا کرنے سے ہی عمل میں آئیگی۔

یونانیوں کے نزدیک شہری آزادی کا ارتقا اور فنّی نصب العین کی جستجو دونوں کی رفتار دوش بدوش تھی۔ اُن کی سیاسی آزادی اور میدان فنون میں ترقی دونوں ایک ہی مدّت تک جاری رہی، ایک ہی زمانے میں معراج کمال کو پہنچی اور بہ یک وقت دونوں کا زوال شروع ہوگیا؛ اس لیے کہ گو ایک زمانہ ایسا بھی آیا جب معاملات خارجہ میں اُن کی شوکت باقی نہیں رہی تھی لیکن اُس وقت بھی انھیں اندرونی آزادی برابر حاصل تھی۔ غرض یہ ہے کہ یونانی تمدّن اور سیاسیات سمجھنے کا صرف ایک طریقہ ہے، وہ یہ کہ ان دونوں کا ساتھ ساتھ مطالعہ کیا جائے۔

ان امور پر بحث کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تاریخ یونان کے مکانی و زمانی حدود کیا ہیں۔ اگر یونان کی آزادی کا خاتمہ جنگ خیرونیہ پر ہی تسلیم کرلیا جائے تو پھر اس کے بعد کے واقعات پر قلم اٹھانا بیکار ہے، لیکن یہ طرز عمل صحیح نہوگا۔ بلا شبہ جو رتبہ اس لڑائی سے پیشتر یونانیوں کو حاصل تھا وہ اسکے بعد زائل ہوگیا، لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ اس کی اندرونی خودمختاری کا ایک جزو باقی رہ گیا اور بہت سی یونانی مملکتیں پہلے ہی کی طرح خودمختار رہیں۔ بہرحال یہ ہرگز مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ اسپارٹیوں کی کوشش کہ وہ اپنی قوم میں از سرِ نو روح پھونک دیں، اور اکائیائیوں اور اٹولیوں کے وفاقی اصول حکومت کی تخلیق، ان دونوں ممتاز واقعات کو ہم اپنے دائرۂ عمل سے خارج کردیں؛ اسی لیئے ہمیں کورنتھ کی بربادی کے واقعات تک جانا پڑیگا۔ اب رہے جغرافی حدود، سو وہ ہر عہد میں برابر گھٹتے بڑھتے رہے ہیں اور جہاں کہیں یونانی معیار کے مطابق زندگی بسر ہوتی ہے وہی مقام تاریخ یونان کے لیئے گویا ایک میدان بن جاتا ہے؛ مثلاً جب نوکراتیس، پانتی کاپیوم اور مسالیہ کا ذکر آتا ہے تو فوراً ہمیں مصر، کریمیہ اور غالیہ پر بحث کرنی پڑتی ہے۔ چونکہ دیار یونان کا کوئی مستقل مرکز نہیں اس لیئے ہماری مشکلات اور بھی بڑھ جاتی ہیں، لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ مرکزیت کا بالکل ہی فقدان ہے بلکہ کبھی ایک اور کبھی دوسری مملکت دیار یونان کی رہبری کے

تمہید

اس طرح کہ بجائے متعدد انفرادی شخصیات کے ایک واحد سلطنت قائم ہوگئی تھی پھر بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں ایک حد تک ذہنی اور سیاسی آزادی کا مادہ موجود تھا، اور اگر ہم یونانی ذہن و عقل کی انتہائی علوی کیفیت کو معیار قرار دیں؛ تو یہ تعریف بالکل ہی نامکمل رہ جاتی ہے۔

یونانیوں کے تشخص کی تکمیل کے لیئے ابھی ایک جزو باقی ہے اور وہ اُن کی مخصوص حسِ "حسن وجمال" ("توکالون") ہے۔ انھوں نے ادبیات اور فنون لطیفہ کے بہترین نمونے تیار کیے اور علی العموم ایسی مثالیں پیدا کیں جو باستثنائے چندے اس وقت تک ادیبوں اور نقاشوں کے لیے مایۂ ناز ہیں۔ یہ بہ آسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ (برخلاف اقوام مشرقی اور ازمنۂ جدیدہ کے) مفصلۂ بالا خصائص اُن کی فنی قابلیت کے ممد و معاون ہوئے ہوں گے جس قسم کے علم ادب اور فنون لطیفہ نے یونان میں نشو و نما پایا اُس کا ارتقا کسی عیسوی ملک یا کسی مشرقی مطلق العنان حکومت میں بالکل ناممکن ہے اور وہ کمابیش مکمل شکلیں جو یونانی ماہروں نے بنائیں صرف اسی سیاسی اور ذہنی آزادی کی فضا میں پیدا ہوسکتی تھیں جو یونانیوں ہی کا خاص ورثہ تھا۔ یونانی "حسن وجمال" کے اس درجہ فریفتہ تھے کہ ابتدا ہی سے اُن کے اخلاقیات کے لیئے یہی لفظ استعمال ہوتا تھا۔

اگر امور متذکرۂ بالا میں اس رتبے کا صحیح اندازہ کیا گیا ہے جو یونان کو اقوام عالم میں حاصل ہے یعنی اگر ہمیں اُنکی اس وقعت کا اندازہ ہوتا ہے جو انھیں ہمیشہ حاصل رہیگی باایں ہمہ ایک امر ضرور ہے جس سے اُن کی اُس قابلیت کا راز معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی ذہانت کو تکمیل کے درجے پر پہنچا سکے؛ اور یہ وہ ادراک تھا جو اُنھیں اصول تناسب کی قدر و قیمت کا تھا۔ "زوفروزیونے" کا اصل مفہوم "صحت قوائے ذہنیہ" ہے اور یہ وہ صفت ہے جو یونانی ادبیات اور فنون لطیفہ کو مشرقی فنون سے ممتاز کرتی ہے بلکہ در اصل اسی کمی کی وجہ سے اعلیٰ ترین یونانی تصور کی تشکیل ممکن ہوگئی۔ اگر ان میں تناسب کا احساس نہ ہوتا تو وہ صرف اُن خصوصیات پر ہی اکتفا کرتے جو خوبصورت اجسام میں پائی جاتی ہیں اور اس صورت میں وہ اکثر اپنے خیالات کو مبالغہ آمیزی کے ساتھ ظاہر کرتے۔

تمہید

اس امر کا اظہار کرنے کی بہت کم ضرورت ہے کہ اگر ہم یونانیوں کو اتنی ہی اہمیت دیں جس کے وہ مستحق ہیں تو اس کے یہ معنیٰ ہرگز نہ ہوں گے کہ انھوں نے ہر ایک شعبۂ زندگی میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ عیسویت جیسے مذہب کے ذریعے سے جو بلا شبہہ اُن کے مذہب سے ارفع و اعلےٰ ہے بہترین ادبیات اور اعلیٰ ترین علوم و فنون پیدا ہوں گے اور اس کے دور دورے میں جو کچھ بھی کیا جائیگا وہ عہد ارباب پرستی کی کارگزاری سے کہیں بہتر ہوگا ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے زمانے میں بہت سے ایسے نفسیاتی اور معاشرتی مسئلوں پر غور ہونا ممکن ہے جن سے قدیم یونانی بالکل ہی نابلد تھے اسی لیئے آجکل کے زمانے میں ہم بہ نسبت یونانیوں کے کہیں زیادہ عمیق مباحثہ کر سکتے ہیں۔

سیاسیات کی طرح اخلاقیات میں بھی یہی حکم لگایا جا سکتا ہے۔ یونانی قوم کی خصوصیات میں چند ایسے نقائص موجود تھے جن سے اُن کے بہترین افراد بھی بری نہ تھے، اور یہ نقائص دراصل اُصول انفرادیت کی اسی محبت کا باعث تھے جو اُن کے عشق آزادی کی گویا بنیاد تھی۔ کسی شخص کا قول ہے کہ وہ ہمارے مفہوم کے مطابق جذبۂ انسانیت کے تخیل سے مطلق ناآشنا تھے۔ اوّل تو ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ "حبّ البشر" ایک بالکل ہی یونانی تخیّل ہے؛ اور جہاں تک مفصّلۂ بالا الزام حقیقت پر مبنی ہے اس کی اصل وجہ اُن کی مخصوص روش تھی جو مسائل زندگی کے متعلق اُنھوں نے اختیار کی تھی اور یہ طریقہ محض کسی چھوٹی سی شہری حملکت میں ہی کارآمد ہو سکتا تھا؛ لیکن اس طرح ان مظالم کی توجیہ ہو سکتی ہے جس کے تاریخ یونان کے بہترین عہد میں یونانی مرتکب ہوئے۔

اس کے برعکس اخلاقیات کے دائرے میں یونانیوں کو کسی قسم کی پابندی سے جو نفرت اور اُصول انفرادیت کی طرف اُن کا جو فطری میلان تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنھوں نے فلسفیوں اور شعرا کی رہبری میں شاہراہ ترقی پر پورے انہماک اور جوش کے ساتھ قدم بڑھایا۔ ہم اس تحریک کا صحیح اندازہ صرف اُسی وقت کر سکتے ہیں جب ہم خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ سب کچھ بغیر کسی قسم کے مذہبی دباؤ کے ظہور میں آیا تھا۔[۱]

[۱] جس دور کا ذکر کیا جا رہا ہے اُس کے ادبیات میں جو طرز اختیار کیا گیا ہے وہ غور و فکر اور

میں نے یہ کافی سمجھا ہے کہ کسی قدیم سند کا حوالہ دیئے بغیر محض آجکل کی کسی مفید مطلب تصنیف کا اقتباس ناظرین کے سامنے پیش کردوں۔

آخری بات قابل تحریر یہ ہے کہ جب میں اس مقصد کا اصل کتاب سے مقابلہ کرتا ہوں جسے تالیف کتاب سے پیشتر اپنے سامنے رکھا تھا تو تفصیلی واقعات اور بالکلیہ تمام کتاب میں مجھے بہت سی خامیاں نظر آتی ہیں۔ ابتدا ہی سے میرا نصب العین یہ رہا ہے کہ میری کتاب مختصر ہو۔ ممکن ہے کہ اسی وجہ سے میں نے بعض امور کو اچھی طرح روشن نہ کیا ہو۔ چند مرتبہ مجھے بعض مورخوں کی رائے سے مجبوراً اختلاف کرنا پڑا ہے؛ اور مجھے یقین ہے کہ محض اختصار کی وجہ سے اس عزت واحترام کا احساس جو میرے دل میں اپنے وقتی فریق مخالف کا ہمیشہ ہوتا ہے اس کتاب کے ناظرین سے پوشیدہ نہ رہیگا۔

اڈولف ہولم

نیپلز،

نومبر ۱۸۸۵ء

انگریزی مترجموں کی یادداشت

انگریزی مترجموں کی یادداشت

انگریزی مترجم جناب مولف کے تہ دل سے ممنون ہیں کہ اُنھوں نے کتاب کے چند واقعات کی تصحیح کی ہے نیز بعض امور کی تفصیل میں کچھ اضافے کیے ہیں جنھیں مترجموں نے ترجمے میں شامل کرلیا ہے ساتھ ہی وہ فریڈرک کلارک صاحب کا بھی (جو جامعۂ آکسفرڈ میں کسی زمانے میں "ٹیلری" وظیفہ یاب تھے) شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنھوں نے ترجمے پر غائر نظر ڈالی ہے اور پروف کی تصحیح کی ہے۔

تمہید

اہل یونان ان اقوام کی زنجیر میں بطور ایک نہایت مہتم بالشان کڑی کے ہیں جن کے واقعات اور حالات پر تاریخ عالم مشتمل ہے۔ ایسی قومیں بہت کم صفحۂ ہستی پر نمودار ہوئی ہیں جنھوں نے آئندہ نسلوں پر اس قدر عظیم الشان اثر ڈالا ہو، اور ان اقوام کی تعداد بہت کم ہے جن کے حالات کے مطالعے سے اس قدر دلچسپی ممکن ہو جتنی ہمیں تاریخ یونان سے ہے۔

چونکہ یونانی قوم حضرت عیسیٰ سے پہلے ہی معراج کمال کو پہنچ چکی تھی اسلیے اس کا مذہب عیسویت کی طرح ارفع و اعلیٰ نہیں تھا؛ لیکن جہاں تک مذہب اور عام زندگی کے باہمی تعلقات کا سوال ہے ان میں اور مشرقی اقوام میں بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ مشرقی اقوام میں ہمیں ایک نہایت زبردست مذہبی طبقہ نظر آتا ہے جس کا اثر اور سطوت ہر جگہ بہت بڑھی ہوئی ہے اور بعض ممالک میں تو یہ طبقہ ایک علیحدہ ذات بن جاتا ہے۔ اس کے افراد کے سپرد صرف مقدس رسوم کی بجا آوری ہی نہیں ہوتی بلکہ اُن تمام علوم کا مدار بھی اُن پر ہوتا ہے جن پر قوم کی ترقی کا انحصار ہے اور ساتھ ہی اخلاق کے جملہ مسایل پر انھیں کا حکم ناطق سمجھا جاتا ہے۔ یونان کی حالت اس سے بالکل جداگانہ ہے۔ بلاشبہہ وہاں بھی پجاریوں کا بہت بڑا اثر تھا اور اُن کی بے حد عزت کی جاتی تھی لیکن اس اثر کے یہ معنی نہ تھے کہ انھیں ہر بات میں تفوق اعلیٰ حاصل ہو یا کوئی شخص اُن کے احکام کی پابندی پر مجبور کیا جا سکے۔ چونکہ ان کے فرائض کسی خاص دیوتا کی خدمت تک ہی محدود تھے،

تمہید

اور لوگوں کا خیال تھا کہ دیوتاؤں کی خدمت اور زندگی کے لوازمات یہ بالکل مختلف چیزیں ہیں جن میں آپس میں کوئی فطری تعلق نہیں بلکہ ان میں جو کچھ بھی واسطہ ہے وہ دراصل قوم اور اس کے سپوتوں کی معقول رائے سے پیدا ہوا ہے؛ اسی وجہ سے کوئی شخص ان پجاریوں کے مرتبے کو دیگر افراد کے مرتبے سے بہت زیادہ ارفع و اعلیٰ نہیں تصور کرتا تھا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم کو اس کلیے سے کہانت کے بعض مرکز، خصوصًا ڈیلفی کا بت خانہ (جس کا دورِ یانی ترکِ وطن اور جنگ ایران کے درمیان ایک خاص رتبہ تھا) مستثنیٰ کرنا پڑیگا! لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یونانی ان کہانت خانوں کی کارروائیوں پر آزادانہ تنقید کرنے سے کبھی نہیں جھجکتے تھے۔ ان میں اخلاق اور زہد و تقوے دونوں موجود تھے، لیکن یہ کسی مافوق الفطرت ہستی کے احکامات کے باعث نہ تھے بلکہ یہ دراصل اس باہمی معاملہ داری کا مظاہرہ تھا جسے فطرۃً ہر فرد بشر محسوس کرتا تھا، حق تو یہ ہے کہ ان کے اخلاق پر مذہب سے زیادہ مملکت کو اختیارات حاصل تھے۔ یونانیت کی ممتاز خصوصیت مذہبی اور اخلاقی آزادی ہے اور یہی دراصل ان کے حصول علم کی طرف توجہ کرنے کا اصلی باعث تھا۔

سیاسیات میں بھی اسی قسم کی آزادی کا تخیل موجود تھا اور یہاں بھی یونان مشرقی ممالک سے متبائن نظر آتا ہے۔ باوجودیکہ مشرق میں مطلق العنان حکومتوں اور عظیم الشان سلطنتوں کا ایک عام قاعدہ ہے، پھر بھی یونان میں جو چیز سب سے زیادہ ممتاز نظر آتی ہے وہ چھوٹی چھوٹی جمہوریتیں ہیں، اور یونانی مملکت ایک زندہ عضویت ہے جو اپنے انتظام و انصرام اور اپنے مستقبل کی تشکیل کی خود ہی ذمہ دار رہے۔

باوصف ان تمام باتوں کے یعنی ذہنی اور سیاسی آزادی کو پیش نظر رکھ کر بھی اس رتبے اور حیثیت کا کافی اندازہ نہیں ہو سکتا جو قدیم یونانیوں کو اقوام عالم میں حاصل تھا۔ محض سطحی طور پر بھی یہ یونانیوں کے خصوصی امتیاز کے لیے بالکل کافی ہے، اس لیے کہ گورمنوں کی ذہنی قابلیت محدود تھی اور ابتدائی زمانے میں ہی ان کی سیاسی آزادی کا وہ عنصر جس کو یونان میں اس درجہ وقعت حاصل تھی جلتا رہا تھا

دیباچہ

اس طرز کا اصل مقصد یہ ہے کہ نئے واقعات منکشف ہو جائیں؛ جن باریک تنقیدی اصولوں کا اس سے تعلق ہے وہ چند مخصوص قواعد کے تحت ہی قابل عمل ہیں؛ اور ان قواعد کا علم مورّخ کو صرف اپنے مواد کی چھان بین اور تحقیق و تدقیق کی مشق سے ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں مفصلۂ ذیل نکات پر غور کرنا مناسب ہوگا

کسی مصنّف کے مخصوص مطمح نظر کے معیار کا (خصوصًا سیاسیات کے ضمن میں) اطلاق کرتے وقت ہمیں نہایت ہوشیاری سے قدم رکھنا چاہیئے اس لیئے کہ ممکن ہے کہ اس کی تحریر میں ایسا جذبہ مضمر ہو جس سے اس کا پیرایہ ہی بدل گیا ہو۔ مناسب تو یہ ہے کہ جو واقعات اس قسم کے ہوں اُن کی ایک فہرست مرتب کر لی جائے۔

رسم و رواج ثابت کرنے کے لیے اکثر چند واقعات پر استدلال کر کے نئے کلیے قائم کیئے جاتے ہیں اور اس پر عمارت کھڑی کر دی جاتی ہے۔ لیکن ایسی صورتیں بہت کم ہوتی ہیں کہ اس قسم کے جعل کی اصلیت تک ہماری دسترس ہو سکے؛ اور اگر ہم قطعیہ مسائل کی ایک فہرست مرتب کرلیں تو ہمیں اُن مسائل کا بھی علم ہو جائیگا جو ہنوز پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچے۔

اس قسم کے خود ساختہ انکشافات بعض مرتبہ مخصوص خود غرضی کے لیئے کیئے جاتے ہیں۔ مثلاً قدیم یونان میں پرانے دفاتر تو موجود تھے ہی نہیں اور ساتھ ہی ملک میں یہ ایک وقت بہت سی ریاستیں اور شخصیتیں پھیلی ہوئی تھیں؛ ان باتوں کی وجہ سے اراضی کی بابت اکثر جھگڑوں کی بنیاد محض روایتی حق توریث پر تھی۔ اور یہ حقوق قدیم مذہبی واقعات میں جڑ پکڑے ہوئے تھے۔ بدیں وجوہ بڑے بڑے سورماؤں کی طرف ایسی نئی نئی جاں بازیاں منسوب کی جاتی تھیں جو منسوب کرنے والوں کے لیئے کار آمد ثابت ہوں۔ مثلاً یہ کہا جاتا تھا کہ فلاں سورما فلاں فلاں مقامات پر گیا یا ایک دوسرے سورما کا فلاں حسب نسب تھا۔ یہ حسب نسب مسلّم نہیں ہوتے تھے بلکہ ان میں نہایت آزادی کے ساتھ قطع و برید کی جاتی تھی۔ نظر برآں اس کی سخت ضرورت ہے کہ ان سب امور کی فہرست بنائی جائے اور انھیں پرکھا جائے۔

دیباچہ

اگر ہم مختلف عہدوں میں ایک ہی قسم کے واقعات کا اعادہ پائیں تو ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ واقعات دراصل ایک ہی مرتبہ پیش آئے ہوں گے اور زمانہ مابعد میں نہایت جسارت سے اُنھیں دیگر واقعات کے ساتھ چسپاں کر دیا گیا ہوگا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ زمانۂ مابعد کے کسی واقعے کے نمونے پر ابتدائی زمانے میں چند واقعات کا اختراع کیا گیا ہو۔ لیکن اس امر سے زیادہ کوئی امر مسلّم نہیں کہ تاریخ خود اپنا اعادہ کرتی ہے اور محض واقعات کے تطابق سے یہ ضرور نہیں کہ ہم کسی مخصوص واقعے سے انکار کریں۔

اسی طرح بعض مرتبہ زمانۂ مابعد کی لفّاظی سے زمانۂ ماضیہ کی ایک ایسی تصوّیر تیار کر دی جاتی ہے جو اصل سے بہت دور جا پڑتی ہے۔ اس کی بدیہی مثال جنگ ایران کی تاریخ سے ملتی ہے۔ ایسے موقع پر بھی ہم شکل واقعات کی فہرست ہمارے مفید مطلب ہوگی اور واقعات کے شمار اور مخصوص تمثیلات کے مباحث سے نہ صرف بہت سے نئے واقعات معلوم ہو جائیں گے بلکہ بہت سے جدید مسائل بھی حل ہو سکیں گے۔ اس وقت تک مورّخوں کا عام قاعدہ یہ رہا ہے کہ وہ ہر ایک انفرادی واقعے پر کسی مخصوص قانون کا اطلاق کرتے ہیں جیسے وہ مشہور و معروف فرض کر لیتے ہیں؛ اور اس لیئے اُن کی تنقید کا لہجہ درشت ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ فعل کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

جب اس قسم کی تصانیف کے ذریعے سے ان امور پر بحث کی جائے گی جن میں تاریخ یونان کے حقایق اس وقت پوشیدہ ہیں تو اُس کے تفصیلی حالات سے وہ ثمرات حاصل ہوں گے جو اس وقت تک بڑے بڑے طبّاع اور ذہین علما کی کاوش و محنت کے باوجود بھی نہیں ہوئے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ علم لسانیات کا مبصّر مختلف ہم شکل الفاظ کی تحقیقات کرتے ہوے اُن کے تلفظ کا فرق شمار کر کے چند مخصوص نتائج پر پہنچتا ہے۔

اسناد کے انتخاب میں بھی مجھے وہی مشکلات پیش آئی ہیں جن کا مجھے واقعات کے ضمن میں مقابلہ کرنا پڑا ہے؛ میں ہر مرتبہ ان دلائل کو بیان نہیں کر سکا ہوں جنکی بنا پر میں نے زمانۂ حالیہ کے محققوں کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور بعض مرتبہ

میں نے یہی مطمح نظر بڑے بڑے یونانیوں کی طبائع کا اندازہ کرنے میں برابر قائم رکھا ہے۔ اسی طرح میرے نزدیک سیاسیات میں یونانیوں کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ یہاں بھی اُنھوں نے بے انتہا تفحص و تجسس کیا۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُنھوں نے ان تمام مسائل کا جو اُن کے سامنے آئے بحسن تمام تصفیہ کیا، اور یہاں جس چیز پر ہمیں رطب اللسان ہونا پڑتا ہے وہ صرف وہ امور ہی نہیں جنھیں اُنھوں نے انجام کو پہنچایا بلکہ اس قوم کے مقاصد اور آراء بھی شامل ہیں جن کی خواہش رہبران قوم کو ہمیشہ پیش نظر رکھنی پڑتی تھی۔

اس کتاب میں میں نے یہ التزام رکھا ہے کہ بس اسی وقت کسی باب میں قطعی رائے قائم کروں جب میری اسناد مجھے اس کی اجازت دیں، اور اگر کسی امر میں تیقن کی گنجائش نہیں ہوتی تو میں صاف صاف اپنا شبہہ ظاہر کر دیتا ہوں اس طرح میں نے اپنی کتاب کے محدود دائرے میں وہ تمام تاریخی مواد بھر دیا ہے جس پر مجھے دسترس حاصل تھی۔ آجکل کے زمانے میں اس اصول پر عام طور پر عمل نہیں کیا جاتا، لیکن حال ہی میں ڈرواےسن سے مورّخ نے جس کی مہارت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا صاف اعلان کر دیا ہے کہ گو مورخوں کی اس روش میں کہ محض تحقیقات کے نتائج کو تاریخی واقعات کا جامہ پہنا دیا جاتا ہے بہت سی خوبیاں ہیں اور اس سے بیان کی خوبصورتی، سلاست و لطافت میں بہت کچھ اضافہ ہوتا ہے لیکن یہ روش نہایت ہی ناپسندیدہ ہے:

جہاں تک تنقید کا تعلق ہے مجھے یہ امر متواتر مدّ نظر رکھنا پڑتا ہے کہ میری تصنیف کی نوعیت تاریخی ہے محض تفتیش واقعات کی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یونان کی تاریخ لکھنا چاہے تو بلاشبہہ اُسے متعدّد شعبوں میں تحقیقات کرنی پڑیگی لیکن اگر وہ تاریخ کے جملہ شعبوں میں تحقیقات کریگا تو اندیشہ ہے کہ اس کی تصنیف ایک نہایت مختصر طبقے تک محدود رہے گی۔ اس کتاب کے مصنّف کا یہ خیال ہے کہ ہم میں سے ان افراد کا طرز تنقید جو یونان کی تاریخ کا بغور مطالعہ کرتے ہیں ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہے اور ہم اکثر مکمل تاریخ یونان کو قطعًا نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم ابتدائی اسناد کے پرکھنے میں بہت کچھ مغز پاشی کرتے ہیں لیکن اس سے کماحقّہٗ استفادہ حاصل نہیں کرتے

یا ہم تاریخی طرز تنقید کو اپنی بنیاد قرار دیتے ہیں لیکن اُس کے نتائج کے استعمال کے متعلق کوئی متحد رائے قائم نہیں کرتے۔ حکمیات کے دیگر شعبوں کی صورت حال بالکل مختلف ہے۔ ماہر آثار قدیمہ تعمیرات کے مختلف طریقوں پر اپنی رائے قائم کرتا ہے اور اُسی پر تاریخ فنون لطیفہ کی بنیاد مستحکم کر دیتا ہے؛ عالم لسانیات قلمی نسخوں کو چھانٹتا ہے اور اُن کی مدد سے اپنی تصانیف مرتب کرتا ہے؛ اس کے برعکس ہم قدیم اسناد کا تجزیہ کرتے ہیں لیکن ہمارا نصب العین یہ نہیں ہوتا کہ اُس سے ہم تاریخ کا تسلسل قائم کریں بلکہ صرف یہ کہ ہم ایک فرضی الیفوروس یا تھیوپومپوس کا تصور پیش کریں؛ اور لطف یہ ہے کہ چونکہ اس الیفوروس یا تھیوپومپوس کو ہر ایک مصنف نے ایک نئے رنگ میں رنگا ہے اس لیے باوجود اس تزئین وندرت کے ان خیالی اشخاص کی زندگی نہایت ہی مختصر ہوتی ہے۔ ان دونوں حدود کے درمیان یعنی ایک جانب تو وہ نہایت قابل تعریف و توصیف تصانیف جنھوں نے تاریخی تفحص و تجسس میں ایک تہیج پیدا کر دیا ہے اور دوسری جانب اُن کے مخصوص نصب العین یعنی حقیقی تاریخ یونان کے درمیان ایک عظیم الشان قعر حائل ہے۔

اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ہم بہت کم فی نفسہٖ تاریخی تنقید کے اصولوں پر غور کرتے ہیں۔ ہر شخص کے نزدیک ان اصولوں کی ایک خاص کیفیت ہے اور ہر شخص جس طرح چاہتا ہے اُن کو استعمال کرتا ہے۔ اور چونکہ وہ ان اصولوں کو اپنے لئے انفرادی طور پر مدوّن کرتا ہے اس لئے خواہ مخواہ وہ اپنے نتائج پر پہنچنے میں مبالغے سے کام لیتا ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اُصول تنقید کے چند ایسے غیر مکتوب قواعد بھی ہیں جو مسلمہ ہیں، اور اب اُس کا وقت آ پہنچا ہے کہ اُن میں سے کم از کم اہم ترین قواعد پر ہم متفق الرائے ہو جائیں۔ میرا خیال ہے کہ ان غیر مکتوب قواعد میں مفصلہ ذیل بھی شامل ہیں:۔

اس وقت تک یہ قاعدہ رہا ہے کہ تاریخ کے محققوں نے اپنی توجہ کلیۃً گم شدہ کتابوں کے اجزا کو مربوط کرنے پر مبذول کی ہے اور جن مصنفوں کی کتابیں سالم موجود ہیں ان پر بہت ہی کم التفات کیا ہے۔ میرے نزدیک آئندہ ہمیں بہ نسبت اُن اجزا کے اُن سالم کتابوں پر زیادہ توجہ کرنی چاہئیے۔

تمہید

فرائض انجام دیتی ہے چنانچہ اکثر تو اسپارٹا بعض مرتبہ ایتھنز اور اس سے کم درجہ تھیبز اور مختلف وفاقیتوں کی قسمت کے ساتھ چند روز کے لئے تمام یونان کی قسمت وابستہ ہوجاتی ہے ؛

ہمارے خیال کے مطابق تاریخ یونان کو چار مختلف عہدوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ۔ پہلے دور کے (جو ۵۰۰ ق م تک رہتا ہے) ابتدا میں محض نسلیاتی اور بعد میں تنقیدی مسائل پیش نظر رکھنے پڑیں گے ؛ ہمیں یہاں ایک محض روایتی تاریخ سے کام پڑیگا اور قابل وثوق واقعات کو اخذ کرنے کے لیے اُن کی مکمّل جانچ کی ضرورت لاحق ہوگی ۔ جہاں تک ابتدائی دور کا تعلق ہے یہ واقعات محض ارتقائے تہذیب کے چند حوادث پر مشتمل ہیں ۔ یونان کی سیاسی نشو ونما ایک مکمّل اتحاد سے شروع ہوتی ہے جو ایک حد تک مذہبی بنیاد پر قائم ہے ؛ لیکن دنیا بہت جلد دیکھ لیتی ہے کہ اس قوم کے اندر بلاد عالم میں پھیل جانے کا مادّہ موجود ہے اور اُن کی مملکتوں کے ارتقا میں ایک خاص ضابطہ پایا جاتا ہے ۔ یونان میں دو مہتم بالشّان ریاستیں ایتھنز اور اسپارٹا تھیں ؛ ان میں سے اسپارٹیوں نے تو اپنے لیے ابتدا ہی میں ایک دستور مرتب کرلیا ، لیکن ایتھنز نے اس دور کے آخر ہی میں اپنی شوکت کا سکہ جمایا ۔ غرض یہ ہے کہ تاریخ یونان کے ابتدائی دور میں جو چھٹی صدی ق م تک برابر جاری رہتا ہے یونانی نسل کی تشکیل ہوتی ہے اور یونانی خصائل ایک مخصوص سانچے میں ڈھل جاتے ہیں ؛

دوسرا دور (۵۰۰ ق م تا ۴۳۱ ق م) اس حملے سے شروع ہوتا ہے جو مشرق اور مغرب میں بہ یک وقت اُس پر کیا گیا اور جس میں یونانیوں نے اپنے دشمنوں کو خاص ارض یونان اور سسلی دونوں میں شکست فاحش دی ۔ ان فتوحات سے یونان کی ذہنی اور سیاسی کیفیات میں شباب کے آثار نمودار ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس میں ضعف کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے ۔ یونان کی ترقی کا اصلی سبب یہ تھا کہ اُس میں متعدد ریاستیں ایک دوسرے کی معاونت پر ہمیشہ کمربستہ رہتی تھیں ؛ اور صرف یہی تنوّع اُن کی بربادی کا بھی باعث ہوا ۔ دوریانیوں اور ایونیائیوں نے مشرق اور مغرب میں ایک دوسرے سے لڑنا شروع کیا ، بعد ازاں

تمہید

مشرق میں تو ایونیائی ایتھنز نے اور مغرب میں دوریائی سیرقوسہ نے سیادت حاصل کر لی جو مدت دراز تک برابر قائم رہی؛ آخر کار گو دوریانیوں کو ہی فتح حاصل ہوئی لیکن ایتھنز کو یہ تفوق حاصل رہا کہ اُس نے ان تمام اوصاف کو جو علوم و فنون میں یونانیوں کو حاصل تھے یک جا کر کے اُن کی قابلیت کو بدرجۂ اتم مکمل کر دیا۔ گو یہاں بھی انحطاط کی ابتدائی جھلک نظر آتی ہے، بایں ہمہ ان ایام کی ابتدائی کیفیات بھی ایک مخصوص شان سے خالی نہیں اور یوریپیدیس سوفوکلیس کا ہر معنی میں صحیح جانشین ہے۔ غرض یہ ہے کہ تاریخ یونان کے دوسرے دور میں جو پانچویں صدی ق م میں ختم ہو جاتا ہے یونان پایۂ کمال کو پہنچ گیا اور ساتھ ہی اس کے تہذیب و تمدن کو زوال بھی شروع ہو گیا؛

تیسرے دور میں (۴۸۰ ق م تا ۳۳۸ ق م) مشرقی اور وسطی یونان کے اندر اسپارٹا کے برابر کوئی اور مملکت ذی اثر نہیں باقی رہتی اور تھیبز کے ساتھ اُس کو ایران کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ مغرب میں سیرقوسہ کو سیادت حاصل ہو جاتی ہے اور اُس کے طرز عمل پر قرطاجنہ کے ساتھ باہمی تعلقات کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ اب مشرق اور مغرب دونوں میں شمالی اقوام تماشاگاہ یونان پر نمودار ہوتی ہیں۔ مغرب میں تو انھیں کسی قدر نیچا دیکھنا پڑتا ہے؛ لیکن مشرق میں مقدونیہ کی نیم ملکی ملوکیت کے سر ہی سہرا رہتا ہے اور وہ یونانی مملکتوں کے خارجی اثر کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس تیسرے دور میں یونانیوں کی سیاسی زندگی کا آخری مرتبہ اچھا ہوتا ہے اور مشرق میں چھوٹی چھوٹی یونانی مملکتوں کو سرنگوں ہونا پڑتا ہے؛

چوتھے دور میں (۳۳۸ ق م تا ۱۴۶ ق م) یونان روز بروز مقدونیوں کا ایک کھلونا بنتا جاتا ہے؛ لیکن ساتھ ہی مقدونیہ کی سیادت میں یونانی دیار مشرقی میں جا کر اپنی تہذیب اور تمدن کی مشعل روشن کرتے ہیں۔ مغرب میں یونانی نو آبادیاں قرطاجنہ کے خلاف جنگ آزما ہو کر اپنی خود مختاری قائم رکھتی ہیں لیکن رومۃ الکبریٰ کے سامنے وہ بھی ہتھیار ڈال دیتی ہیں اور یہی حشر آخر کار اقلیم یونان کا بھی ہوتا ہے۔ الغرض اس چوتھے دور میں جسے اکثر "دورِ یونانیت"

تمہید

کا بھی لقب دیا جاتا ہے جو جنگ خیرونیہ سے شروع ہو کر ممیس کی تاراجی کو نیتھ تک چلتا ہے، یونانی تمدن بڑی بڑی غیر یونانی اقوام میں پھیل جاتا ہے اور آئین خود مختار حکومت کو بحال کرنے کی آخری مرتبہ کوشش کی جاتی ہے۔ یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ یونانی اقوام خصوصاً مشرقی یونان کی بلدیات نے سیادت روما کے ماتحت اپنی اندرونی آزادی کو متواتر مستحکم رکھا تھا۔

تاریخ یونان مرتب کرنے کا خیال سب سے پہلے حال ہی کے زمانے میں پیدا ہوا۔ ممکن ہے کہ یونانیوں نے بھی اپنی تاریخ مرتب کرنی چاہی ہو اس لیے کہ وہ ہمیشہ اپنا اور غیر یونانیوں کا مقابلہ کیا کرتے تھے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ کسی یونانی نے کبھی تاریخ یونان کے موضوع پر کچھ نہیں لکھا، اور خود ایفوروس کے تذکروں میں یونانی اور غیر یونانی دونوں قوموں کے حالات موجود ہیں۔ زمانۂ حالیہ میں انگریزوں نے ہی سب سے پہلے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ اگرچہ جرمنیوں نے بھی اس میدان میں بے حد ترقی کی ہے اور کرتیوس کی فاضلانہ تصنیف فنی حیثیت سے کمال کو پہنچ گئی ہے ساتھ ہی ڈنکر کی تاریخ فن تنقید اور تفسیر نویسی کا بدرجۂ اتم مظہر ہے، بااین ہمہ گروٹ کی تاریخ ہماری پوری تعریف و توصیف کی مستحق ہے، وہ ہر ایک تفصیلی واقعے کی تحقیق و تفسیر کا گویا ایک نمونہ پیش کرتی ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے مؤلف کو یونانی سیاسیات اور یونانیوں کی خصوصیات پر پورے طور پر عبور حاصل تھا۔[۱]

---

[۱] ہمارا ارادہ ہے کہ اپنے حواشی میں صرف اُن کتابوں کے حوالے پر اکتفا کریں جن کا ذکر اشد ضروری ہے اور محض اہم ترین اسناد اور زمانۂ حالیہ کی تصانیف کے اقتباسات درج کریں۔ قدیم یا جدید مورخین یونان کے حالات سے اس کتاب کو اتنا ہی بُعد ہے جتنا تاریخ ادبیات سے۔ ہمارا انتخاب ہمیشہ مضمونی ہوتا ہے اور ہم ہمیشہ اس نکتہ چینی کے لیے تیار رہتے ہیں کہ ہم نے فلاں اہم واقعہ نظر انداز کر دیا۔ یا فلاں معاملے میں جو آخر ترین تحقیقات ہوئی ہے اُس سے مدد نہیں لی۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر مواقع پر ہم اپنے حوالوں کو ضرورت سے زیادہ مختصر نہیں کر سکتے۔ بہرحال اگر کسی کو تاریخ یونان کا مطالعہ کرنا ہو

تمہید

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس کتاب کے اصول سمجھنا ہے تو اس کی رہبری کے لیے ہم مفصلۂ ذیل
امور کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اول تو پڑھنے والے کو تاریخ یونان کی دو کتابوں کا مقابلہ کرنا چاہیے یعنی
و. فیشر کا مضمون تاریخ یونان کے متعلق آخرترین کتب "مکتوبات مختصر" جلد ۱، لائپزگ ۱۸۷۷ء
(Kl. Schriften) اور مہافی "مسائل تاریخ یونان" Mahaffy: Problem
In Greek History) لندن ۱۸۹۲ء ان کے علاوہ منجملہ موجودہ زمانے کی تصانیف کے مفصلۂ ذیل
ضرور مطالعے کے قابل ہیں:۔ (۱) گروٹ: "تاریخ یونان" (Grote: History
of Greece) ۱۲ جلد لندن ۱۸۴۶ء تا ۱۸۵۶ء (انطباعت ہائے مابعد۔ جرمن ترجمہ، اشاعت دوم، ۶ جلد
برلن ۱۸۸۰ء (۲) کرٹیوس "تاریخ یونان" (E. Curtius: Griechische Geschichte)
تین جلد، برلن ۱۸۵۷ء اور اس کے بعد کی اشاعتیں جن میں آخری تحقیقات کا ملخص دیا ہوا ہے۔
(۳) م. ڈنکر: "تاریخ قدیمیات" M. Duncker: Geschichte des Alterthums
جلد ۵ تا ۷، اشاعت ۳ تا ۵، لائپزگ ۱۸۸۱ء سلسلۂ جدیدہ ۲ جلد، لائپزگ ۱۸۸۴ء۔ ان کے
علاوہ (۴) تھرل وال: تاریخ یونان Thrill-wall: History of Greece
اور زمانۂ مابعد کی تصانیف یعنی (۵) ڈیورئیولی (Durny) جسکی اہمیت خاصکر اسلیے ہے کہ اسمیں
نہایت نادر تصانیف کی نقلیں دی ہوئی ہیں (۶) بوسولٹ: "تاریخ یونان" Busolt: Griechische
Geschichte) ، اشاعت جدیدہ، جلد ۱، ۱۸۹۳ء (۷) ایبٹ: "تاریخ یونان"
(E. Abbot, History of Greece) جلد ۲، (۸) پرسی گارڈنر: "تاریخ یونان کے
چند ابواب" Percy Gardner: new chapters in Greek History
لندن ۱۸۹۲ء میں بھی بہت سی مفید معلومات ہیں۔ (۹) وارڈ فاؤلر: "یونان اور روما کی شہری مملکتیں"
Warde Fowler: City States of the Greeks and Romans
لندن ۱۸۹۳ء تاریخ یونان کی ایک نہایت عمدہ تمہید ہے۔ (۱۰) پاپاریگوپولو "تاریخ اقوام یونان"
Historia tou Hellanikou ethnous hypo K. Papparegopoulou
ایتھنز ۱۸۸۱ء اچھی کتاب ہے۔ ان تمام تصانیف کے علاوہ طالب علم یقیناً چند تصانیف کا ضرور
مطالعہ کریگا جو مخصوص موضوعوں پر لکھی گئی ہیں خاصکر ا. میولر (Ottfr. Muller) کی دو کتابیں یعنی
"آرخومینوس" اور "دوریانی قوم" ضرور قابل مطالعہ ہیں اور یہ کہنا بیجا نہیں کہ ان دونوں تصانیف میں فاضل مصنف
نے تبحر اور علمیت کا ثبوت دیا ہے۔ ا. مے یر کی کتاب "تاریخ قدیمیات" ایک جلد (سلسلۂ تاریخ [illegible] تا ابتدا دولت ایران)

تمہید

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ E. Meyer: Geschichte der Uterthums, I Bd., Geschichte des Orients bis zur Gruendung des Perserreiches اشٹٹگارٹ ۱۸۸۴ء تمہید کے طور پر بہت مفید ثابت ہوگی۔

سنویت کے اعتبار سے ہماری بہترین سند یوسے بیوس ہے جس کی آخری اشاعت اے شیو نے کی ادارت میں شائع ہوئی ہے (برلن ۱۸۶۶-۷۵ء A. Schoene: Eus. chronicorum Lib. II.)- زمانۂ حال کی سنوی تصانیف میں مفصلۂ ذیل قابل ذکر ہیں: ہ، ف کلینٹن کی "یونانی کاروباری ایام" (آکسفرڈ ۱۸۲۴-۳۴ء N. F. Clinton: Fasti Hellenici) اس کتاب کے تین حصے ہیں، پہلا پندرھویں اولمپیاد تک، دوسرا اولمپیاد ۱۲۴ تک اور تیسرا اگسٹس کی موت تک جب رومن جنتری رائج ہو جاتی ہے۔ کلنٹن کی کتاب کے پہلے حصے کا فیشر اور سیوٹبیر نے جرمن زبان میں ترجمہ کر کے اسکا نام "تاریخ جدول ہائے ازمنہ" (Vischer und Soetbeer. Geschichte Zeittafeln) نام رکھا ہے اور یہ التونا میں ۱۸۴۰ء میں شائع ہوئی تھی اور اس کے دوسرے حصے کا ک، و، کریوگر نے لاطینی میں ترجمہ کر کے لائپزگ سے ۱۸۳۰ء میں شائع کیا (K. W. Kreieger) اسکے علاوہ ک پیٹر کی "جدول ہائے تاریخ یونان" اشاعت چہارم، ہالے ۱۸۷۳ء (C. Peter: Zeittafeln der griech Geschichte) نہایت کارآمد ہے اور اُنگر (Unger) نے اپنے متعدد مضامین میں بہت سے تفصیلی واقعات کی نہایت عمدہ تحقیقات کی ہے۔ ہمارے لیے بنیادی اسناد کا مطالعہ اس وقت سے اور بھی آسان ہو گیا ہے جب سے ک، میولر نے "اجزائے تواریخ اہل یونان" میں بہت سا مواد جمع کر دیا ہے جسے ف، ڈیدو نے پانچ جلدوں میں پیرس سے شائع کیا ہے C.Mueller: Fragmenta Historicorum Graecorum, F. Didot Paris, 5 Vols. اور جس میں اصل متن کے ساتھ لاطینی ترجمہ بھی دیا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ تاریخ یونان کے لیے کسی قدیم مورّخ کی تصنیف کا استعمال محض اس پر منحصر ہے کہ ہم اس خاص شخص کو کس قدر اعتبار و اعتماد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، یعنی ہمارے نزدیک وہ کس قدر حق پسند ہے اور صحیح روایات کا کہاں تک اعادہ کرتا ہے۔ اگر کسی ایسے قدیم مورخ کی تصانیف جس نے اپنی دیکھی ہوئی باتیں نہ لکھی ہوں ہمارے سامنے آجائیں تو یہ دریافت کرنا مناسب ہے کہ خود اُس کے ماخذ کا کیا پایہ ہے۔ اس ضمن میں حال ہی میں بہت کچھ تحقیق و تدقیق کی گئی ہے،

لبقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ لیکن مختلف مورخ کسی خاص اصول پر متحد نہیں ہوئے۔ اس لیے یہ ناممکن ہو گیا ہے کہ اس تحقیقات سے جو عام نتائج نکالے جاتے ہیں اُنھیں تاریخ یونان کے مہتم بالشان واقعات پر چسپاں کیا جا سکے۔ یہاں ایک اور امر بھی ملحوظ رکھنا چاہیے؛ کسی زمانے میں یہ خیال عام تھا کہ ازمنۂ قدیمہ کے بڑے بڑے مورخ محض نقل نویس تھے اور مثال کے طور پر یہ دعوے کیا جاتا تھا کہ **پلوٹارک** میں ان اسناد کے اقتباسات تقریباً لفظ بہ لفظ دیئے ہوئے ہیں جن کو اُس نے نقل کیا ہے۔ لیکن یہ نظریہ اب مسترد ہو گیا ہے اور اس کتاب کے مصنف نے بھی حتے الامکان کوشش کی ہے کہ اُس کی پیروی نہ کی جائے۔ لیکن قابل وثوق اسناد کو مختلف مورخوں کی تحریروں سے بالکل الگ کر دینا کوئی آسان کام نہیں اور مکمل تاریخی ایوان کی تعمیر میں زمانۂ حال کے مورخ کے مخصوص انداز پر بہت کچھ مدار ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر بالفرض ہم کسی خاص سند کو قابل وثوق ٹھیرالیں، تب بھی اس کے جملہ بیانات محض اسی اصول پر مسترد کر دینا ہر حالت میں درست نہ ہوگا۔ صرف اسی حالت میں جب ایک مخصوص واقعہ قابل وثوق انداز سے چند مستند تصانیف میں بیان ہو چکا ہے لیکن اسی واقعے سے متعلق بعض وقائع نگاروں نے غلط معلومات بہم پہنچائی ہیں تو ایسی صورت میں اُسے ترک کر دینا مناسب ہے۔ تاریخ یونان کی اسناد کا بہترین خلاصہ **اے شیفر** نے اپنی کتاب "خلاصۂ آخذ تاریخ یونان تا پولی بیوس جلد ا۔ A. Schaeffer: A briss der Quelbnkunder der griechischen und roemirschen Geschischte, I, Abth: Griechische Geschichte bis auf Polybius, 3 aufl., Lpz., 1882 میں دیا ہے۔

قدیمیات یونان کے نوشتوں کی بنا پر جو تصانیف مرتب کی گئی ہیں ان میں تاریخ یونان پر ایک مخصوص اور مہتم بالشان حیثیت سے توضیح کی گئی ہے۔ علاوہ **گلبرٹ** کی پچھلی تصنیف ("بیاض قدیمیات یونان" جلد ا، **لائپزگ ۱۸۸۱ء** Gilbert: Handbuch der Griechischen Staatsalter thumer) دو اور تصانیف کا ذکر کرنا ضروری ہے یعنی ایک **توشیومان** کی "قدیمیات یونان" Schoemann: Griechioche Alterthumer پر دو جلدیں جو اس ماہر مصنف نے نہایت سلیس پیرائے میں لکھی ہیں اور دوسرے **ک، ف، ہرمان** C. F. Hermann کی تصنیف جو عمدہ ادبی اقتباسات

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ کی وجہ سے نہایت کارآمد ہے اور جس کی حال ہی میں از سرِ نو اشاعت ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ پاؤلی کے "دائرۃ المعارف" Pauly's Realencyclopadie میں بہت سے مضامین خصوصًا وہ مختلف اقتباسات کی تفسیر کے طور پر لکھے گئے ہیں نہایت عمدہ ہیں۔ اسمتھ کی انگریزی فرہنگوں Smith's Dictionaries کے خاص کر وہ حصے جنہیں سوانحی و جغرافی مضامین قابل دید ہیں کتبوں پر جو تصانیف لکھی گئی ہیں انہیں سے "یونانی کتبوں کا مجموعہ" Corpus Inscriptionum Graecarum اور "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" Corpus Inscriptionum Atticarum اور دو بیاض جنہیں جو حال ہی میں مدون کیے گئے ہیں یعنی اے ایل ہکس کی "کتابچہ نوشتہ جات تاریخ یونان قدیم" A. L. Hicks: Manual of Greek Historial Inscriptions اکسفرڈ ۱۸۸۲ء اور گ ڈٹن برگر کی "مجموعہ نوشتہ جات یونان" G. Dittenburger: Sylloge Inscriptionum Graecarum لائپزگ ۱۸۸۳ء کا مطالعہ کیا جائے نیز نیوٹن کا ایک نہایت عمدہ مضمون اسکے "مضامین فنون و آثار قدیمہ" Newton: Essays on Art and archacology ۱۸۸۰ء اور رائناش: یونانی کتبوں کا رسالہ S. Reinach: Traité d' Epigraphic grecque پیرس ۱۸۸۵ء اور وہ جرمن، فرانسیسی اور یونانی جرائد جو اتھنز میں طبع ہوئے ہیں یعنی "روئداد انجمن آثار قدیمہ جرمانیہ بہ بلدۂ اتھنز" Mittheilungen des deutsches archaeologischer Instituts in Athen اور "روئداد مراسلات یونانی" Bulletin de correspondence Hellenique اور جریدۂ آثار قدیمہ Ephemeris archaiologike اور لندن کا مخزن مطالعات یونانی Journal of Hellenic Studies یہ سب مطبوعات کارآمد ہیں۔

ایسے متبحر مصنفوں جیسے فریڈلینڈر، امہوف، ہیڈ، فون سالٹ، سکس، واڈنگٹن Friedlander, Imhoof, Head, Von Sallet, Six, Waddington وغیرہ کی محنت کا یہ نتیجہ ہے کہ علم سکہ جات کی تعمیر بالکل نئی بنیاد پر شروع ہو گئی ہے اور اب میونے (Mionnet) کی جامع تصنیف کسی حالت میں کافی نہیں سمجھی جاتی۔ عجائب خانۂ برطانیہ میں جو یونانی سکے ہیں اُن کی فہرست آجکل تدریج شائع ہو رہی ہے، اور اُسکے وہ حصے جن کا تعلق اٹلی، سسلی، وسطی اور شمالی یونان کے بعض حصوں، ایشیا اور مصر سے ہے چھپ چکے ہیں، یہ سب مورّخین یونان کے لیے کارآمد ثابت ہوں گے انکا نہایت عمدہ ملخص

تمہید

بقیۂ صفحۂ حاشیۂ گذشتہ۔ ب، و، ہیڈ نے اپنی تصنیف "سکہ جات اقوام قدیمہ" (Barclay
V. Head: coins of the ancients) (لندن ۱۸۸۹ء) میں دیا ہے اور اس کو
سکوں کی تصاویر کے ۷ تختوں سے مزین کیا ہے۔ ف، لینورمان کی غیر مکمل تصنیف
"قدیم زمانہ کے سکے" F. Lenormant: Lamonnaie dans l' antiquite
میں بہت کچھ مواد موجود ہے امہوف کی کتاب "سکہ جات یونان" Imhoof:Monnaies
grecques اور اسکی تالیف موسوم "قدیم یونانی اقوام کے سکوں کی تصاویر" Portrait koepf
auf antiken Muenzen hellen. Voelker ۱۸۸۵ء) تاریخ کے طالب علم
کے لیے گویا ایک معدن معلومات ہے۔ ان کے علاوہ پرسی گارڈنر کی کتاب "یونانی
سکوں کے اقسام" Percy Gardner: Types of Greek coins کیمبرج ۱۸۸۳ء
بھی سبق آموز ہے اور ہلچ: "مقیاسیات" Hultsch: Metrologie اشاعت دوم
کا بھی مقابلہ کیا جائے۔ جغرافی اہمیت کے لیے دوسرا باب دیکھا جائے ۷

دینیات، تاریخ فنون لطیفہ اور تعمیرات کے مطالعے پر اس کتاب میں زیادہ زور نہیں
دیا گیا۔ ان مضامین کے مطالعے کے لیے جن تصانیف سے بہت مدد ملیگی وہ و، ایچ، رشر "قاموس دینیات"
W. H. Roscher: Lexicon der mythologie لائپزگ، اے، بومیسٹر
"تعمیرہائے ازمنہ قدیمہ" A. Bau-meister: Denkmaler des
Klassischen Alterthums میونخ، داران برگ و سالیو "قاموس قدیمیات رومانیہ و یونانیہ"
Daremberget Saglio: Dictionnaire des antiquites
Grecques et romaines پیرس میں اور موخرالذکر ابھی شائع ہو رہی ہے۔
یونانی فنون لطیفہ کے مطالعے کے لیے پیرو اور شپیئے کی کتاب "تاریخ فنون قدیمہ
Perrote et chipiez: -Histoire de l' art (پیرس، آسٹ ۱۸۸۱ء)
dans l' antiquite کے وہ حصے جن میں مصر، خالدیہ، اشور، فنیقیہ اور قبرس
شامل ہیں نہایت عمدہ تمہید کا کام دیں گے۔ ان کے علاوہ طالب علم کو مفصلۂ ذیل کتابوں کا
مطالعہ کرنا چاہیئے (لیکن واضح ہو کہ اس فہرست میں وہ کتابیں شامل نہیں ہیں جو آج سے
بہت پہلے لکھی گئی تھیں)۔ ل، ام، میچل "تاریخ سنگتراشی قدیمہ" (L M Michel;History
of ancient Sculpture کولی نیون (Colignon) "تاریخ سنگتراشی قدیمہ"

تمہید

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ جلد ۱، پیرس ۱۸۹۲ء ا، س، مرے: "کتابچۂ آثار یونان قدیمہ"
A. S. Murray: Handbock of Greek Arcbaeology اور ڈُرم:
"کتابچۂ فن تعمیر" (Durm: Handbuch der architectur) جلد ۱ "یونانیوں کا فن تعمیر"
Baukunast der Griechen دوسری اشاعت ڈارمشٹاٹ ۱۸۹۲ء بیڈیکر (Baedeker)
کی "رہبر یونان و اطالیہ" میں کیکولے (Kekule) کی تمہید نہایت عمدہ ہے تاریخ ادبیات
کے لیے اے، میولر (O. Mueller) کی کلیات (اشاعت جدیدہ)، برنہارڈی، برگ
اور بلاس (Bernhardy, Bergk, Blass) کی کلیات کا مطالعہ کیا جائے۔ فلسفے کیلیے
تسیلر نے (Zeller) اور یونانیوں کی زندگی کے ایک اہم پہلو پر ل، شمڈٹ نے "اخلاق یونان قدیم"
L. Schmidt: Ethik der alten Griechen (۲ جلد، برلن ۱۸۸۲ء) میں بحث
کی ہے۔ ا، کرٹیوس نے یونانیوں کی تاریخی قابلیت پر ایک لکچر دیا ہے جو اُس کے "ایام ماضیہ و حالیہ"
E. Curtius: Alterthum und Gegenwart برلن ۱۸۷۷ء میں طبع ہوا
ہے اور ساتھ ہی دنیائے یونان کے متعلق اُس کے دیگر مضامین بھی جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے
ہیں سب نہایت کارآمد ہیں۔ اسیطرح س، رائناش کی "کتابچۂ لسانیات قدیمہ" S. Reinach.
(Manuel de Philologie classique) اشاعت دوم پیرس ۱۸۸۴ء سے بہت سے
مفید مطالب حل ہوسکتے ہیں اور ایوان میولر کے "قدیمیات" Iwan Mueller: Hand buch
der Klassischen alter thunwiseen schaft نیورڈلنگن ۱۸۸۵ء کی بھی
یہی حالت ہے جسے بہت سے مبصر مل کر تیار کر رہے ہیں اور جو اختتام پر غالباً سات جلدوں تک
پہنچ جائے گی۔ آخرترین تحقیقات سے استفادہ حاصل کرنے کے لیے ان جرائد سے جو س، کالواری
S.Calvary کے اہتمام سے برلن سے نکلتے ہیں بہت مدد ملتی ہے، یہ برسیان میولر کا جریدہ
"کتب خانہ لسانیات" Bursian Mueller: Bibbottoca pailologica Berlin
اور "ہفتہ وار جریدۂ لسانیات"
(Philologische wochenschrift ہیں۔

ہمیں اپنے طرز تنقید کی مثالیں دینے کے لیے اتنی بات اور کہنی ہے کہ یونانیوں کو افسانہ سازی
کا بہت شوق تھا اور یہی افسانے اُن کے وحشی قصوں اور زمانۂ مابعد کی تاریخ کے بہت بڑے حصے کی
گویا بنیاد تھے۔ حال ہی میں ارڈمانس ڈورفر (Erdmannsdorfer) نے قصص تاریخ یونان

تمہید

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - کی طرف ہماری توجہ مبذول کی ہے، یونانیوں نے اپنی تصانیف کے تاریخی زمانے میں سنوہی اصول کو اکثر ترک کر دیا ہے اور جن اشخاص کا ذکر کیا ہے اُنمیں سے بعض کا تو سرے سے وجود ہی نہیں تھا لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ ان میں زمانۂ متعلقہ یا نسل متعلقہ کی چند خصوصیات ضرور مضمر ہوتی ہیں اور ان حکایات میں سب سے بہترین کا یا یہ تو وہی ہے جو واقعی تاریخ کے اجزا کا ہوتا ہے؛ بدیں وجوہ ان حکایات کو بھی کلیتہً نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بجنبسہ اسی طرح جیسے ایک شاعر کسی شخصیت کا بیان خود مورخ سے بہتر کر سکتا ہے یا جیسے کسی قدرتی منظر کا ہو بہو نقشہ بعض مرتبہ اُسکی حقیقت پر کا حقہٗ مبنی نہیں ہوتا جیسے کسی نقاش کی تصویر، اسیطرح تاریخ یونان کے بہترین قصّے مثلاً **سولن** اور **کرسیوس** کا قصہ یا **اگارستے** کے عشاق کا قصہ) نفس مطلب کے لحاظ سے ان واقعات سے زیادہ حقیقت پر مبنی ہیں جو تحقیقات و تجسس کے بعد معلوم ہوئے ہیں - اسی وجہ سے گو **ہیروڈوٹس** کی کتاب سنہ ۵۰۰ ق م سے پہلے کے واقعات (مثلاً **دوریانیوں** کے حملے سے پیشتر ان کی حالت یا سنوہی تعین) کے لیے کوئی سند نہیں ہے، بایں ہمہ اسے تاریخ یونان میں بہت کچھ امتیاز حاصل ہے؛ **وائڈمان** (Weidmann) کی اشاعت میں اِشٹائن (Stein) کے جو حواشی دیئے ہوئے ہیں اُن سے **ہیروڈوٹس** کی تاریخ استناد کا اندازہ کرنے میں بہت مدد ملتی ہے - لیکن اس کتاب میں جو کافی مبسوط ہے یہ ناممکن ہے کہ ان تمام دقیق اور پیچیدہ مسائل کا ذکر کیا جائے جو سنہ ۵۰۰ ق م سے پہلے کے واقعات مجتمع کرنے کے لیے اختیار کیے گئے ہیں اس قدر بعید زمانے کی روایات کو کسی نئے سانچے میں ڈھالا جائے - ان طریقوں میں اس قدر باہمی مغائرت پائی جاتی ہے کہ ان سے دو بالکل مختلف النوع تاریخیں مرتب کی جا سکتی ہیں - آجکل یہ عام قاعدہ ہو گیا ہے کہ ذاتی قیاسات اور قدیم روایتوں کو یکجا کر کے دونوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جاتا ہے؛ ہمارے خیال میں یہ طریقہ خاصکر ایسی حالت میں جب واقعات کیلیے کسی قسم کی سند موجود نہ ہو نہایت نامناسب ہے - اکثر وہ امور جنھیں قدیم مورخ واقعات کہتے ہیں محض خود ساختہ اور مخترعہ ہوتے ہیں اور اُن کی قیمت زمانۂ حال کے نظریوں کے برابر بھی نہیں ہوتی؛ لیکن یہ بالکل ممکن ہے کہ اس مواد میں جو قدیم مورخ چھوڑ گئے ہیں حقیقی واقعات بھی پنہاں ہوں - بدیں وجوہ ہمارا خیال ہے کہ تاریخ یونان کو ترتیب دیتے وقت روایات اور محض قیاس کو ایک دوسرے سے بالکل جدا کر دینا چاہیئے اور ہم نے اس کتاب میں یہی کوشش کی ہے؛

باب ۱

باب اوّل

یونانیوں کا ابتدائی وطن اور یونان میں آنیکے وقت اُنکی تہذیب و شائستگی کا اندازہ

تاریخ یونان کی بنیاد اس واقعے پر ہے کہ تمام یونانی ایک ہی نسل کے افراد تھے اور ابتداءً (وینیز عام طور پر) صرف وہی قبائل جن کا ایک دوسرے سے رشتہ تھا یونانی تہذیب و تمدن کے بانی ہوئے؛ اس باہمی تعلق کی ظاہری علامت اُن کا ہمزبان ہونا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ محض ہمزبان ہونے سے اس قسم کا تعلق کلیۃً ثابت ہوسکتا ہے۔ گو یہ اُصول قائم کیا جاسکتا ہے کہ ہمنسل اقوام کی زبان ایک سی ہی ہوتی ہے اور گو تاریخ عالم میں ہمیں ایسی بہت سی مثالیں ملیں گی جہاں یہ کلیہ قائم نہیں رہتا بایں ہمہ عام طور پر اسی قاعدے کے مطابق عمل ہوتا ہے، اور اگر نسل اور زبان ایکدوسرے سے متبائن ہوں تو ہمیں فرض کرلینا پڑیگا کہ تمدن نے محض قومی امتیاز کو مغلوب کرکے لوگوں کے خصائل میں تغیر پیدا کردیا ہے۔ تاریخ یونان کے مطالعے میں ایک مشکل یہ بھی پیش آئیگی کہ ہمیں جو کچھ معلومات یونانی زبان کے متعلق ہیں وہ زیادہ تر اُس کی ادبیات سے ماخوذ ہیں اور مقامی بولیوں کے متعلق بہت ہی کم واقفیت ہے۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ سرحدی اضلاع میں دراصل یونانی زبان بولی جاتی تھی یا نہیں تاکہ ہم تاریخ یونان کے جغرافی حدود کا تعین کرسکیں لیکن ہم کو اکثر یہاں تک دسترس نہیں ہوتی اسی لیے ممکن ہے کہ ہم ایسے ممالک کو یونان میں شامل کرلیں جو اُس میں نہیں تھے یا ایسے اضلاع کو چھوڑدیں

باب

جو دراصل اُسی میں شامل تھے[1]۔ اس کے علاوہ یونان کی مقامی بولیوں کی لاعلمی سے اور بہت سے نقائص پیدا ہونیکا احتمال ہے کیونکہ کسی قوم کی زبان معلوم ہونے سے اُس کے بہت سے خصائص کا اندازہ ہو سکتا ہے[2] ساتھ ہی اگر ہمارا علم تحریری الفاظ تک ہی محدود رہے تو اس میں بڑا نقص رہیگا۔ بلا شبہہ علم ادب زبان کا گویا شگوفہ ہے لیکن زبان کی صحیح وقعت کا اندازہ کرنے کے لیے اُس کی ضرورت ہے کہ ہم قبائلی بولیوں سے بدرجۂ اتم مانوس ہو جائیں۔

باوجود ان تمام نقائص کے یونانی زبان کے مطالعے سے ہمیں یونانی خصائص اور تاریخ کے انکشافات میں بہت مدد ملتی ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ قدیم ترین عہدوں کی تاریخ کے لیے یہی ہمارے لیے واحد سند ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ مختلف اقوام عالم دراصل ایک ہی قوم کے مختلف قبیلے تھے؛ آبادی کی زیادتی اور مزید اراضی کی ضرورت پیش آنے پر انھیں اپنا آبائی وطن چھوڑ دینا پڑا اور وہ دیگر اطراف دنیا میں جاکر بس گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب قبائل کسی زمانے میں ساتھ ساتھ رہتے تھے اور اُن میں کسی قسم کا

---

[1] اصلی مسئلۂ زیر بحث یہ ہے کہ مقدونیوں کو یونانیوں میں شامل کرنا چاہیے یا نہیں۔ فِک Fick کی رائے کے مطابق (جو اُسنے کوہن کے جریدے (Kuhn's Zeitschriften) ۲۲ میں ظاہر کی ہے اُسکا جواب اثبات میں ہے۔ اسکے برخلاف گ' میر (G. Moyer) کی رائے ہے۔ مقابلہ کیا جائے ڈروا سے سن: "سکندر اعظم" (Droysen: Alex) (۱، (۲)، ۶۹)۔

[2] یونانی زبان کی خصوصیات کا کُرتیوس نے اپنی تاریخ یونان (Curtius: Greech. Gesch) (۴، ۲) میں نہایت عمدہ ملخص دیا ہے اس سے اُن صفات کا اندازہ ہو سکتا ہے جنکی وجہ سے یونانی قوم معراج کمال کو پہنچ گئی یعنی ان میں نہ تو انتہائی عزلت پائی جاتی تھی نہ انتہائی عیش پرستی، نہ بجید سختی اور نہ بیشمار ملائمت۔ چونکہ ہمیں قدیم یونانی مقامی بولیوں کا حسب دلخواہ علم نہیں اس سے ہم اُن کے باہمی روابط کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتے لیکن اس زمانے میں اس ضمن میں نہایت عمق کیساتھ تحقیقات کی جارہی ہے اور نوشتوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اسلیے امید کامل ہے کہ بہت جلد ہماری معلومات بہت بڑھ جائینگی۔

نسلی امتیاز نہ تھا یہاں تک کہ ہم زبان کی ہیئت پر غور کرکے ان اقوام کے متعلقین کو پہچان سکتے ہیں اور ان کی حرکت کی سمت کا تعیّن کر سکتے ہیں۔ ان لسانیاتی مطالعا کا ایک اور بھی فائدہ ہے؛ اس سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جب یہ اقوام ایک ہی جگہ رہتی تھیں تو اُن کی تہذیب و تمدّن کی کیا حالت تھی اور وہ اپنے ساتھ اپنے آبائی وطن سے کیا کیا لائے تھے۔ مثلاً اگر ہمیں کسی قوم کی زبان میں زراعت کے مترادف کوئی لفظ ملے اور وہی لفظ بعض دیگر اقوام کی زبانوں میں بھی پایا جائے جس سے اس قوم سے کسی زمانے میں تعلق تھا تو ظن غالب ہے کہ جب یہ اقوام ایک دوسرے سے جدا ہوئیں تو ان میں وہ پیشہ موجود ہوگا جو اس لفظ سے ظاہر ہوتا ہے؛ ساتھ ہی ہم یہ بھی دریافت کر سکتے ہیں کہ وہ ملک کونسا تھا جہاں سے یہ سب اقوام نکلیں۔ یہ وہ طریقے ہیں جن کے ذریعے سے علم لسانیات نے اکثر تاریخ تمدّن کی مدد کی ہے۔ اس شعبے میں اے کوہن (A. Kuhn) اور یعقوب گرم (Jacob Grimm) کے زمانے سے یورپی اقوام اور ان نسلوں کی جن کا نسبی رشتہ ہے بہت کچھ تحقیقات ہوئی ہے، اور روزبروز ہم پر یہ منکشف ہوتا جاتا ہے کہ جہاں تک تفصیلی حالات کا تعلق ہے بہت سے امور ہنوز متنازعہ فیہ ہیں لیکن تاریخ قدیم کے لیے زبان کے ایک نہایت عمدہ معدن واقعات ہونے میں شبہہ نہیں۔

سب سے پہلے ہمیں چند سوالات قائم کرنے پڑیں گے جن کا جواب ہمارے لیے ضروری ہے۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ وہ کونسی اقوام ہیں جن کا یونانیوں سے رشتہ تھا اور اس رشتے کی کیا نوعیت تھی؟ تیسرے یونانی اُس ملک میں، جس کو انھوں نے اپنے نام سے منسوب کیا کس راستے سے آئے اور جس وقت وہ یہاں آکر آباد ہوئے تو اُن کی تہذیب و تمدّن کی کیا حالت تھی؟

بالفعل صرف لسانیات ہی کی مدد سے ان سوالوں کا جواب دیا جاسکتا ہے؛ اس لیے کہ گو تیسرے سوال کا ایک حد تک اس معلومات سے جس پر یہ زمانۂ قبل تاریخ کے مطالعات مشتمل ہیں، جواب مل جائیگا پھر بھی ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس دور کے متعلق ہمیں اس قدر کم معلومات حاصل ہیں کہ آئندہ

باب ۱

تاریخ یونان میں بہت ہی کم مدد دیگی ۔ بالفرض اگر تحقیقات سے ان مقبروں اور اوزاروں کی تعداد میں گونہ اضافہ ہو جائے جو اس وقت تک منکشف ہوئے ہیں تو بھی ہم کامل وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ ابتدائی یونانیوں کو وہ تہذیب و شائستگی حاصل تھی جس کا ان سے پتہ لگتا ہے ؛ ممکن ہے کہ وہ اس قوم کی اُن شاخوں کے آثار ہوں جو ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے تھے یا غیر ملکیوں کی باقیات ہوں اگر ہم ایسے نتائج پر پہنچنا چاہیں جو ایک چھوٹی سی تاریخ یونان میں شامل کرنے کے قابل ہوں تو اس کے لیئے ہمیں بہت سے مزید انکشافات کی ضرورت ہوگی[سلہ]

سلہ برائے نام قدیمیات قبل تاریخ کی صورت حال نہایت ندرت رکھتی ہے ۔ مختلف کھدائیوں سے خصوصاً ان سے جو شلی مان کی سرکردگی میں کی گئی ہیں بہت سا ایسا مواد فراہم ہو گیا ہے جس کی چھان بین کے لیے بہت کوشش کی جارہی ہے اور جس کا بیشتر حصہ قبل تاریخ کہا جاسکتا ہے ۔ یونان میں روایات قدیم کی کثرت ہے اس لیے ہمارا فطری میلان یہ ہوا کہ خاص خاص مقامات پر جو انکشافات ہوئے ہیں اُن سے قدیم زمانے کے سورماؤں کا تعلق دکھایا جائے اس طرح گویا یہ بتایا جائے کہ وہ امور جو دیگر ممالک میں قبل تاریخ قرار دیے جائیں وہ دراصل ان واقعات کی گویا تمثیلیں ہیں جو دیگر ماخذ سے جمع کیے گئے ہیں ؛ یہی وہ ابتدائی جذبات ہیں جو غالباً اُس متبحر عالم کے ہوں گے جو سب سے پہلے کوئی انکشاف کرے ۔ ہمیں اسکا یقین ہے کہ یہ انکشافات اُن ازمنہ کے متعلق ہیں جنھیں عام طور پر پیش از تاریخ کا لقب دیا جاتا ہے اور یہ وہ عہد ہے جس کی بابت ہمارے پاس کوئی تحریری مواد موجود نہیں ہے ۔ لیکن ہمارا یہ بھی خیال نہیں کہ یہ سب انکشافات اس دور افتادہ اور بعید زمانے کے متعلق ہیں جنکا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے ۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ اولین تاریخ یونان کے لیئے بالفعل لسانیات ہی کی مدد سے کچھ نہ کچھ مواد فراہم ہو سکتا ہے ۔ بلا شبہ جزیرۂ تھےرا کے انکشافات اور الیوم کی برآمدہ اشیا دونوں مستثنیات سے ہیں اور مقدم الذکر تو درحقیقت اُس جزیرے کی قدیم تاریخ کا بس ایک ہی ثبوت ہے ۔ یونان میں عصر الحجری کی باقیات پر ڈیؤمول (A. Dumont) نے اپنے مضمون "یونان قبل حکایات و قبل تاریخ" جریدۂ آثار قدیمہ جلد ۱۶

La Grece avant la legende et avant l'histoire, Revue

باب

پھر بھی بالفعل صرف لسانیات ہی ایسا علم ہے جس کی مدد سے ان سوالات کا کسی قدر جواب دینا بھی ممکن ہے ؛

منجملہ اُن اقوام کے جن کا ہمیں علم ہے یونانیوں کا چند اطالوی اقوام خصوصًا لاتینیوں، امبریائیوں اور اوسکائیوں سے نہایت قریب کا رشتہ ہے اور ان سے ذرا بعید تعلق کلٹیوں، جرمانیوں، اسلافیوں، ارمنوں اور ایرانیوں سے یعنی اُن اقوام سے ہے جنھیں مجموعی طور پر "ہند و یورپی" کہتے ہیں قیاس غالب یہ ہے کہ ان تمام اقوام میں اطالوی ہی زمانۂ دراز تک یونانیوں کے ساتھ رہے اور یہ دونوں قومیں ایک دوسرے سے سب کے بعد علیحدہ ہوئیں لیکن اگر ہم یہ کوشش کریں کہ محض لسانیات کی مدد سے ہی ابتدائی تاریخ یونان کا تسلسل قائم ہو جائے تو ہم فورًا یہ محسوس کریں گے کہ ہمارے بیان میں بہت بڑا میدان چھوٹ جاتا ہے ؛ ہمیں اطالوی قوم کی جنوبی شاخ، جزیرہ نمائے بلقان کے جنوبی نصف اور ایشیائے کوچک کی زبانوں کا بہت ہی کم علم ہے، حالانکہ یہی وہ قومیں ہیں جن سے زمانۂ مابعد میں یونانیوں کا سب سے زیادہ ربط ضبط رہا اور جن کے ساتھ وہ بہ نسبت دیگر اقوام کے بہت زیادہ عرصے تک متفق و متحد رہے ہوں گے۔ ہم یہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ افروجیوں، تھریسیوں، الیریائیوں اور مساپیوں سے یونانیوں کا کس قسم کا تعلق تھا، نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ ان اقوام میں کونسی قوم نے سب سے پہلے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ Archeologique T. Xui اور لامپروس نے اپنی کتاب "مطالعات" (Sp. Lampros: Meletemata) (ایتھنز ۱۸۸۴ء) میں بحث کی ہے

ا، شراڈر نے جو رائے اپنی کتاب "لسانیات متقابلہ و تاریخ دور ابتدائی" (O. Schrader: Sprach ver-gleichung-und Urgeschichte) صفحہ ۲۱۰ پر ظاہر کی ہے وہ ہماری رائے کے مطابق ہے۔ ہمیں ان انکشافات کو اس لیے نامناسب اہمیت نہیں دینی چاہیے کہ ان سے وہ بالکل غیر معلوم امور کی بابت ہیں ایک تو قوم اور دوسرے وہ دور جن سے ان اشیاء کا تعلق ہے یا اسی وجہ سے بڑے بڑے متبحر علما میں بھی ایسے مباحث جیسے دریائے پو کے وادی میں جھیلوں کے مکانات پر بھی اختلاف رائے رہتا ہے ؛

اُن کا ساتھ چھوڑا اور کونسی نے بعد میں؛ مثلاً کیا افروجیوں نے اپنے اعزہ و اقارب کو سب سے پہلے خیرباد کہا، اس کے بعد تھریسیوں نے اور سب کے بعد الیریائیوں اور مسایپیوں نے؟ کیا کبھی کوئی زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جب ان اقوام کی مفارقت کے بعد یونانی اور اطالوی ایک دوسرے کے ساتھ بطور "اطالو یونانیوں" کے رہے؟ ہم ان سوالوں کا جواب کماحقہٗ تیقن کے ساتھ نہیں دے سکتے۔ جن یورپی زبانوں کا ہمیں علم ہے اُن کی مثال بالکل اس میزانِ الوان کی سی ہے جس میں ایک دو بنیادی رنگ مع تمام ارتقائی رنگوں کے بالکل مفقود ہوں؛ ایسے رنگوں کو صحیح نوعیتوں میں تقسیم کرتے ہوئے جو دقت پیش آئیگی وہ ظاہر ہے۔ اگر ہم کو یہ پتا لگ جاتا کہ وہ کونسی قوم ہے جو نسل کے اعتبار سے یونانیوں اور ایرانیوں کے درمیان رکھی جاسکتی ہے تو اس کی مدد سے ہمیں خود یونانیوں کی اصل کے متعلق مزید معلومات حاصل ہو جاتیں۔ ان "ہندو یورپی" زبانوں کی ایسے درخت سے بھی تشبیہ دی جاسکتی ہے جس کی بہت سی شاخوں پر پردہ پڑا ہو اور ہمیں یہ بھی نہ معلوم ہو کہ ان شاخوں کا جو ہماری نظر کے سامنے ہیں ایک دوسرے سے اور ان شاخوں سے جو ہماری نظر سے اوجھل ہیں کیا رشتہ ہے، نہ ہم اس سے واقف ہیں کہ اصل تنے کے کس حصّے سے یا کس ڈالی سے وہ شاخ جسے ہم یونانی کہتے ہیں نکلی ہے۔ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ افروجیہ سے سسلی تک بہت سی ہم نسل اقوام پھیلی ہوئی تھیں جنھیں ہم افروجی، تُرویائی، تھریسی، مقدونوی، الیریائی، ایپائیروسی، یونانی، اطالوی، مسایپی، کاؤنیائی، اوئے نوتری، صقالی اور سکانی کا لقب دیتے ہیں؛ یونانی اسی شجرے کی ایک شاخ تھے۔ ممکن ہے کہ بعض مؤرخوں کی رائے کے مطابق ان ہم نسل اقوام کا ابتدائی مسکن اندرون برّاعظم ایشیا میں نہ ہو بلکہ سرزمین یورپ ہی ہو؛ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یونانی قوم کا ایک حصّہ ایشیا سے یورپ نہیں آیا، بلکہ اس کے برعکس جن واقعات کا ہمیں علم ہے ان کے لحاظ سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یونانی اس ملک میں دو مختلف سمتوں سے داخل ہوئے، ایک تو جزیرہ نمائے بلقان کے شمالی حصّے سے بجانب جنوب اور دوسرے ایشیائے کوچک سے بحیرۂ ایجین ہوتے ہوئے

باب ا

بجانب غرب۔ اگر یورپ ہی یونانیوں کا جنم بھوم تھا تو ہمیں یہ فرض کرلینا پڑیگا کہ وہ تھریس پہنچ کر متفرق ہو گئے ہوں گے اور آخر کار ارض یونان میں از سر نو ال گئے ہوں گے؛

اب تیسرے سوال کو لیجئے، یعنی جب یونانی یونان میں آکر آباد ہوئے تو اُن کی تہذیب و تمدن کی کیا حالت تھی؟ اس کا جواب علم لسانیات یہ دیتا ہے کہ یہ قوم کسیطرح غیر مہذب نہیں کہی جا سکتی۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ "ہل چلانے" اور "ہل" کو یونانی "آرو" اور "آروترون" (Arow, Arotron) اور رومن "آرو" اور "آراترم" (Aro, Aratrum) کہتے تھے تو ہم فوراً اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جب وہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو انھیں فن کاشتکاری سے واقفیت حاصل تھی۔ حال ہی میں اس نظریہ کے خلاف کہ یونانیوں کی تہذیب کا پایہ بلند تھا نہایت مناسب پیرایے میں صدائے احتجاج بلند کی گئی ہے اور اس میں شبہہ نہیں کہ فن زراعت میں بھی انھوں نے بہت زیادہ ترقی نہیں کی ہوگی؀، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھیں اس فن میں ضرور کچھ نہ کچھ معلومات تھی۔ وہ متواتر خانہ بدوش نہ تھے بلکہ جہاں تہاں قیام کرتے اور پھلوں کے درخت، باجرا، جوار اور جو بوتے تھے۔ بافسیاست سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جزیرۂ تھیرا کے ابتدائی باشندے زراعت سے واقف تھے، لیکن اگر وہ اپنے ساتھ ساتھ بیج کیلیے اناج لیے پھرتے تھے تو اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے پاس انگور کے قلم بھی رہتے ہوں گے اس لیئے کہ اوّل تو انگور کی کاشت اور ثمرباری کے لیے مختصر موسم گرما کافی نہیں ہوتا، دوسرے روٹی کی طرح شراب ضروریات زندگی میں نہیں ہے، لہٰذا یہ فرض کرلینے کی مطلق ضرورت نہیں کہ جب وہ یونانی جن کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں یونان میں

؀ ف، ہین نے اپنی کتاب "ایشیا سے یونان اور اٹلی کو ترک وطن کے وقت کاشتکاری اور مویشی کی حالت"

V. Hehn: Kulturpflanzen und Hausthiere in ihrem Uebergange von Asien nach Griechenland und Italien. Berlin, 1870 (برلن ۱۸۷۰ء) میں قدیم یونانیوں کے ترقی یافتہ فن کاشتکاری کے متعلق شبہات کا اظہار کیا ہے؛

آئے تو اپنے ساتھ انگور کی بیل بھی لیتے آئے؛ بلکہ جب ہم دیونی سیوس کی آمد کے افسانوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اس صریح نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ ابتدا میں شراب خوار نہ تھے، لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ شراب کی ماہیت سے واقف ہوں۔ زراعت سے بھی زیادہ یونانیوں کی زندگی کا مدار مویشی کی پرورش پر تھا خواہ مخصوص مقامات پر ملک کی سطح میں کتنا ہی نشیب وفراز کیوں نہ ہو، یونان کے مختلف دیہات میں زندگی کی تقریباً یکساں کیفیت تھی؛ وادیوں میں اناج کی کاشت ہوتی اور مویشی چرائے جاتے؛ شہد کی مکھیوں سے شہد اور موم، جھاڑیوں سے کھٹے پھل، شکار سے گوشت، مردہ جانوروں سے لباس، برتن اور کمانوں کے لیئے تانت مہیا کی جاتی تھی، بھیڑوں کی اون سے نمدے کی ٹوپیاں (یونانی پیلوس Pilos لاطینی پلیوس Pileus) بنائی جاتی تھیں اور درختوں کی چھال اور ریشوں سے پہلے تو تہ در تہ اور پھر بُنا ہوا کپڑا تیار کیا جاتا تھا اور وہ اپنے مٹی کے برتن دھوپ میں تپا کر بناتے تھے۔ جب کوئی قبیلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تو اُس کے کمزور افراد گاڑیوں میں سوار ہوتے: وہ قدرتی یا مصنوعی غاروں میں رہتے یا اپنے لیے لکڑی یا ڈالیوں، مٹی یا پتھر کے جھونپڑے بناتے۔ بلا شبہہ جس طرح آجکل ان ممالک میں جہاں جھیلیں ہیں لوگ لکڑیوں کو جھیلوں میں گاڑ کر اُن پر مکانات بناتے ہیں ویسے ہی یونانی بھی کرتے ہوں گے، بلکہ خود ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ تھریس کے پاؤنیائی اپنے مکانات اسی طرح تعمیر کرتے تھے۔ سنسکرت، لاطینی اور جرمن میں تانبے کیلیے ایک ہی لفظ ہے (Ajas, ais, aes) لہذا ظن غالب ہے کہ اوّلین یونانی قوم دھاتوں کے استعمال سے واقف تھی، لیکن چونکہ یونانی زبان میں تانبے کو "خالکوس" (Chalkos) کہتے ہیں اس لیے ہم فرض کرسکتے ہیں کہ وہ اپنے اوزار بنانے میں پتھر کے برابر تانبا استعمال نہ کرتے ہوں گے۔

قدیم یونانیوں کے مذہب پر علم لسانیات سے بہت روشنی پڑتی ہے۔ اس سے یہ منکشف ہوگیا ہے کہ یونانی مذہب اور ہندو دھرم میں باہمی تعلق تھا اس سے یونانی دینیات کا مسئلہ پہلے سے نسبتہً آسان ہوجاتا ہے۔ اب ہمیں یہ معلوم ہوگیا ہے کہ دینیات دراصل اُس زاویہ نگاہ کی جس سے وہ قدرتی مناظر کا مطالعہ کرتے تھے گویا

ایک شاعرانہ شکل تھی ۔ اُن کے ذہنی تخیلات کے تنوع کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اُن کی زبان میں ایک طرف تو بہت سی اشیا کے لیئے ایک ہی لفظ تھا اور دوسری جانب بعض الفاظ ایسے تھے جن کے بے شمار معنی تھے ۔ لہٰذا جہاں ایک ہی چیز کے لیئے بہت سے الفاظ استعمال کیئے جاتے تھے، وہاں اسی چیز کے اظہار کے لیے مختلف طریقے برتے جاتے تھے ۔ مثلاً جرمن، یونانی اور ہندی وثنیات میں گائے، گھوڑے، بھیڑ اور جہاز یہ سب بادلوں کے تخیل کے اظہار کے لیئے استعمال ہوتے ہیں ؛ اس کے برعکس بعینہٖ جیسے ایک صفت مختلف اسما کے لیے استعمال ہو سکتی ہے اسی طرح ایک ہی استعارے کو مختلف معنی پہنائے جاتے ہیں مثلاً "گھوڑے" سے بادل، شعاع، آفتاب، موسم بہار اور سمندر کی لہر سب ہی معنی لیے جا سکتے ہیں ۔ در اصل اسما کے اسی تنوع سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ مختلف ہم نسل اقوام میں کیوں چند ہی ایسے دیوتا ہیں جن کے نام مختلف زبانوں میں ایک سے ہیں ۔ ایک ہی تخیل کے مظاہرے کے لیے اتنے طریقے تھے کہ مختلف اقوام نے ایک دیوتا کے لیئے مختلف نام نہایت آسانی سے تجویز کر لیئے ۔ اس کے باوجود بعض نام یونانیوں اور اُن کی ہم نسل اقوام میں ایک سے ہی ہیں ۔ مثلاً انکے الٰہ الآلہہ کا نام **زیوس** (حالت اضافی "**دیوس**") تقریباً وہی ہے جو ہندی خدائے سماوات یعنی **اندر** کا ہے دوسرا نام "دیوش" ، حالت اضافی "دیواس" اور دونوں کے لفظی معنی صاف وشفاف آسمان کے ہیں ۔ اس کے علاوہ آسمان کے لیئے ایک اور لفظ **یورانوس** ابتدائی زمانے سے برابر چلا آتا ہے اور یہ سنسکرت "ورونا س" کے بالکل ہمشکل ہے جس کے ابتدائی معنی "محیط الکل" یا ڈھکن کے ہیں ۔ ساتھ ہی یونانی **ایوس**، لاطینی **اورورا** اور سنسکرت "اوشاس" ایک دوسرے کے بالکل مشابہ ہیں ۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یونانی عقیدے کے مطابق آسمان کو جو خاص الوہیت حاصل تھی اور اُس سے جو کرامات ظہور پذیر ہوتی تھیں ان سب تخیلات کو یونانی اپنے ابتدائی مساکن سے اُس وقت ساتھ لائے تھے جب اُن میں اور اُن کی ہم نسل اقوام میں باہمی روابط وضوابط موجود تھے ۔ آسمان سے چونکہ روشنی نکلتی تھی اس لیئے یہ قابل التفات و قابل پرستش تھا ۔ لیکن اُن افسانوں میں جن میں دیوتاؤں اور عالم بالا کے موجودات کی بجائے ایسے اشخاص کا ذکر ہے جن کا

باب ۱

معمولی انسانوں سے تعلق ہے انھوں نے بالکل مختلف النوع ہیولات سماوی پر زور دیا ہے اور یہاں بھی یونان اور ہندوستان میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ ہندی اشوین کو مانتے تھے اور یہ وہ سوار تھے جنھیں (نعوذ باللہ) دن اور رات نے پیدا کیا تھا؛ اشوین درحقیقت صبح صادق کا دوسرا نام تھا۔ بالکل اسی طرح یونانی دیوسِ کوری بھی سوار مانے جاتے ہیں جو گاڑیوں اور جہازوں پر سفر کرتے ہیں۔ ہندوستان میں "اندری" راجہ اندر کے مویشی چرا کر انھیں پہاڑ کی ایک کھوہ میں چھپا دیتے ہیں اور بالآخر وہ اندر کو پھر مل جاتے ہیں؛ یونانی دینیات میں بعینہٖ یہی قصہ بار بار دہرایا جاتا ہے۔ ہرقل گریونیس کے مویشی اری تھیا سے چرا لے جاتا ہے جو مغرب الاقصیٰ میں واقع ہے؛ اسی طرح نوزائیدہ ہرمیس اپولو کے مویشی چرا کر ایک غار میں چھپا دیتا ہے۔ ان قصوں میں جو حقیقت پنہاں ہے وہ یہ کہ "اندری" اور ہرمیس دراصل طوفان کے دیوتا ہیں اور مویشی سے بادل مراد ہیں۔ ہندوستان اور یونان دونوں میں دیوتاؤں کے لیے شراب مہیا کی جاتی ہے، ایک ملک میں "سوما" دوسرے میں نکتار اور امبروزیہ؛ ہندوستان کے "گندھاروا" اور یونان کے قنطار ایک ہی چیز ہیں اور دونوں سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو برسات کے بادلوں کو اڑائے لئے پھرتی ہیں؛ "گندھاروون" اور قنطاروں میں بعض موسیقی کو پسند کرتے ہیں اور بعض بالکل غیر مہذب ہیں۔ یہ یقیناً تعجب کی بات نہیں کہ دونوں قوموں میں خدائے سماوی کا آلۂ حرب بجلی ہے اور پرومےتھیوس اور ہندوستانی دیوتا دونوں کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیم دیوتا نے دیوتاؤں سے بجلی چرا کر انسان تک پہنچا دی۔ یونان میں بجلی کا دیوتا ہفستائیوس ہے اور یہ ہندوستان میں دو مختلف حیثیتوں یعنی "اگنی" اور "توا اشتر" کی حیثیت سے نمودار ہوتا ہے، اور جس طرح ان دیوتاؤں سے جن کا ہفستائیوس سے تعلق ہے (مثلاً کیکلوپیس، تلخی نیس، کابی ری اور داکتی لی) دراصل فنی مہارت مراد ہے، بالکل یہی حالت ہندی رِبھوؤں کی ہے۔ دونوں ملکوں میں طوفان باد و باراں کو دیوتاؤں اور ان کے دشمنوں کی باہمی جنگ و جدال سے تشبیہ دی جاتی ہے اور دینیات کے دونوں سلسلوں میں دیوتاؤں کے قوی ہیکل دشمن ہم شکل ہیں۔

گو اس کا کوئی خاص ثبوت نہیں دیا جاسکتا کہ مفصلۂ بالا حالات یونان کے اولین عہد میں ظہور پذیر ہوئے، لیکن بادی النظر میں ان قصّوں سے نہایت ہی قدیم زمانے کا پتہ لگتا ہے اور ہم ان کو یونانیوں کے اوّل ترین مذہب پر محمول کرسکتے ہیں مخصوص طرز پرستش کے باب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دعا کا طریقہ ابتدا ہی سے رائج تھا۔ یونانی بھجن گا کر دیوتاؤں کو اپنی طرف ملتفت کرتے تھے۔ اس عہد کے ابتدائی زمانے میں کسی پینے کی چیز کی قربانی کی جاتی تھی، یعنی ہندوستان میں تو "سوما" کی یونان میں شراب یا مختمرۂ شہد کی، لیکن بعض مرتبہ جانوروں کی قربانی کا ذکر بھی سننے میں آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ترک وطن کے سبب سے بہت سی تبدیلیاں ہوئیں اور مذہب میں نئی نئی بدعتیں پیدا ہوگئیں، اسی لیئے ہندی اور یونانی پوجا کے طریقوں میں مکمل یکسانی نہیں پائی جاتی۔ بہت سی باتیں تدرنسیاں ہوگئیں اور ان کی یاد اس وقت تازہ ہوئی جب مشرق اور مغرب میں از سرِ نو تعلقات پیدا ہوئے ؂ ۵

۵ اس باب کے مضامین کے لیئے خاص طور پر شراڈر کی کتاب "لسانیات متقابلہ تاریخ دور ابتدائی" (O. Schrader: Sprachver-gleichung und Urgeschichte, Jena, 1888) دیکھنی چاہیئے۔ اس نادر تصنیف کے پہلے حصے میں اس تحقیقات کا ذکر ہے جو لسانیات متقابلہ کی مدد سے تاریخ قدیم پر حال کے زمانے میں ہوئی ہے۔ نیز خاص خاص مسائل مثلاً ترویج معدنیات پر بحث کی گئی ہے اور اولین زمانے کی تاریخ نہایت تفصیل کے ساتھ بتائی گئی ہے۔ ماہرین لسانیات کی طرح اس کتاب کا مصنف نہایت غور و فکر کے ساتھ تاریخ تمدن کے مسائل پر بحث کرکے اصطلاح تاریخی تفحص کے لیئے گویا ایک مثال قائم کردیتا ہے۔ اس تحقیقات کی وجہ سے اب یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی گزرا ہوگا جب اطالوی اور یونانی بطور ایک "اطالو یونانی" قوم کے یکجا رہتے ہوں۔ شراڈر کی کتاب کے صفحہ ۳۱۴ پر لاطینی اور یونانی اسلحہ کے ناموں پر بحث کی گئی ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ یونانی اور آریائی زبانوں میں ان کے نام ایک سے ہی ہیں، وہ صفحہ ۴۶۳ پر یہ بھی لکھتا ہے کہ تاریخ تمدن کے اعتبار سے یونانیوں اور آریائیوں کے مذہب، زراعت، اسمائے اسلحہ وغیرہ میں یکسانی پائی جاتی ہے۔ ہمارا نظریہ ہے کہ یونانی صرف شمال کی جانب کے بری راستے سے ہو کر ہی نہیں آئے (جیسا شراڈر صفحہ ۴۴۹ اور دیگر مورخ فرض کرلیتے ہیں) بلکہ مشرق کی طرف سے بھی

باب۱

الغرض ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جب یونانی یونان میں آئے تو وہ آریائی نسل سے تھے، اُن کی طرزِ معاشرت بالکل سیدھی سادی تھی، انھیں فنِ زراعت کا علم تھا، وہ مناظرِ قدرت کی، جن کا مظاہرہ روشنی، بجلی، بادل اور بارش کی صورت میں ہوتا تھا، پوجا کرتے تھے، اور ان چیزوں نے اُن کے دینیات کے سلسلے میں جگہ پائی تھی۔ اس قوم کے یونان میں داخلے کے مسئلے پر صرف خیالی گھوڑے ہی دوڑائے جاسکتے ہیں اور انمیں سے غالبًا نصف تو شمالی بری راستے اور نصف بحری راستے سے مشرق کی طرف سے آئے ہوں گے۔
اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس ملک کے قدرتی حالات سے واقف ہوجائیں، نہ صرف اس لئے کہ اسی خطۂ زمین پر وہ واقعات پیش آئے جن پر تاریخ یونان مشتمل ہے بلکہ اس سے یونانی قوم کی خصائل بخوبی سمجھ میں آجائیں گی۔ یہ ظاہر ہے کہ باہر سے آنے والی قوم اُس ملک کی مٹی سے تو نہیں بنتی جس میں آکر وہ بود و باش اختیار کرتی ہے لیکن اُسکی اراضی سے اُس کی خصائل پر ضرور اثر پڑتا ہے اور کسی ملک کی جغرافی کیفیات سے اُسکے باشندوں کی تاریخ بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ سمندر کو عبور کرکے یورپی یونان میں داخل ہوئے اور یہ اس نظریے کا مزید ثبوت ہے۔ ازمنۂ ابتدائیہ میں مذہب کی حالت کے متعلق ا، کون (A. Kuhn) اور ماکس میولر (Max Muller) کی مشہورِ آفاق کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ شراڈر اپنی تصنیف (صفحہ ۲۱۲ تا صفحہ ۲۴۱) میں ان کتابوں پر بحث کرتا ہے جو اس موضوع پر لکھی گئی ہیں، اس لئے مزید اقتباسات کی چنداں ضرورت نہیں۔

باب ۲

باب دوم

ملک کی جغرافی کیفیت

تاریخ یونان کے مناظر صرف اسی ملک تک محدود نہیں جو عام طور پر ارض یونان کہلاتا ہے اسی لئے جو جغرافی خاکہ اس باب میں دیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ وسیع تر رقبے کا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جو چیز یونانی خطوں کو ایک دوسرے سے ملاتی ہے وہ خشکی نہیں بلکہ سمندر ہے، مشرقی یورپ کے میدانی دریا سب بحیرۂ اسود (پونتوس یوکسی نوس) میں آ کر گرتے ہیں جو ایک طرف تو یورپ کو ایشیا سے جدا کرتا ہے، دوسری جانب بحیرۂ مارمورا (پروپونتس) اور خاکنایوں (بوسفورس و درۂ دانیال) کے ذریعے سے اس کا بحیرۂ روم سے واسطہ ہو جاتا ہے۔ یہاں جو حصہ بحیرۂ روم کا واقع ہے اس کی نوعیت کھلے سمندر کی نہیں، اسی کے ساحلوں، راسوں اور جزیروں میں تاریخ یونان کے گوناگوں واقعات پیش آئے تھے اور ان سب کو یونان کی اراضی کے حصے کہہ سکتے ہیں۔ بدیں وجہ ارض یونان کو تین اجزا میں تقسیم کرنا مناسب ہے یعنی ساحل ایشیا، جزائر اور یورپی یونان۔ پہلا حصہ حدب ایشیائے کوچک کے کناروں کے محاذ میں پھیلا ہوا ہے، اور گو اندرون ایشیائے کوچک کی کیفیت ایران کی طرح بالکل اقلیمی ہے لیکن سمندر کے قریب اس میں پہاڑ، وادی، راسیں اور خلیجیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ چونکہ پہاڑوں کے زنجیرے جنوبی ساحل کے قریب ہیں اسلئے ملک کا ڈھلاؤ شمال اور مغرب کی جانب ہے اور اسی طرف اس کے بڑے بڑے دریا بہتے ہیں۔ مغرب کی طرف ساحل بہت کٹا ہوا ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سے ارض یونان کی گویا ابتدا ہوتی ہے۔ اس نواح میں بہت سے دریا بہتے ہیں اور ان کے بیچ میں پہاڑوں کے مختلف زنجیرے ایک دوسرے کے متوازی برابر ساحل تک

باب اول

جا کر قریب ترین جزیروں میں نکل آتے ہیں؛ دریا طویل خلیجوں کے بالکل دہانے پر گرتے ہیں اور ان خلیجوں کی وجہ سے مختلف اقسام کے ساحل نمودار ہوگئے ہیں۔ ان دریاؤں میں ہرموس، کیستر اور میاندر سب سے بڑے ہیں؛ ہرموس کے شمال کی اراضی کا سلسلہ جزیرۂ لسبوس ہیں، ہرموس اور کیستر کے درمیانی زنجیرے کا سلسلہ جزیرۂ خیوس تک اور کیستر اور میاندر کا درمیانی سلسلہ جزیرۂ ساموس کی راس میکالے تک چلا گیا ہے۔ دریائے میاندر کے جنوب کی طرف جو ساحل ہے اس کی وہی شکل ہو جاتی ہے جو ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل کی ہے، یعنی اونچے اونچے پہاڑ عمیق خلیجوں کا احاطہ کیئے ہوئے ہیں اور کوئی ایسا اہم دریا نہیں جس کی مدد سے ساحل مسطح ہو جائے۔ اس ساحل کے کنارے پر بے شمار جزیرے ہیں جن میں سے سب سے اہم کوس اور رھوڈس ہیں۔ اس کے بعد لسیہ کا مدوّر ساحل آتا ہے اور خلیج پم فیلیہ پر جا کر ارض یونان ختم ہو جاتی ہے:

اب بحیرۂ ایجین کو عبور کر کے یورپ آئیے۔ چونکہ اکثر جزیرے، اقلیمی پہاڑوں کے قدرتی تسلسل کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں اس لیئے انھیں یورپ ہی سے وابستہ کرنا پڑیگا۔ جنوب میں ایشیا سے یورپ تک جزیروں کا گویا ایک زنجیرہ نظر آتا ہے جس میں کارپاتھوس، کاسوس، کریٹ اور کی تھرا جنوب میں، اور ساحلوں اور جزیروں کا ایک طویل خط شمال میں ہے جو بحیرۂ ایجین کو بحیرۂ تھریس سے جدا کرتا ہے۔ ایشیا میں پہلے تو ایک چوڑی چپٹی سطح مرتفع نظر آتی ہے جس کا سب سے اونچا قلہ کوہ ایدا ہے اور جس کے بالکل مقابل جزیرۂ تنے دوس ہے؛ اسی سلسلے کے متعلق تھریسی خرسونیز کا طویل الشکل جزیرہ نما بھی ہے؛ یہ ہیلیس پونٹ کے متوازی چلا گیا ہے اور اس کے اور تھریس کے درمیان صرف ایک نہایت تنگ خاکنائے واقع ہے۔ یہی سلسلہ آگے بڑھ کر جزائر امبروس اور لیم نوس کی صورت میں رونما ہوتا ہے تھریسی ساحل اور اندرون ملک میں تین بڑی بڑی ندیاں یعنی ہبروس، نستوس اور استری مون بہتی ہیں اور ان کے دہانوں پر گویا ساحل کی یکرنگی توڑنے کے لیئے سامو تھریس اور تھاسوس کے جزیرے ہیں۔ شمالی حصے میں مشرق سے مغرب تک کوہ ہیموس یا بلقان حائل ہے؛ اس کی شاخیں جنوب کیطرف نکلی ہوئی ہیں؛

جو ابتداءً میں تو زیادہ بلند نہیں لیکن آگے چل کر انھیں کی وجہ سے جزیرۂ نمائے **خالکڈیس**
بن جاتا ہے جس کا کٹا ہوا ساحل اور تین راسیں نقشے پر نہایت ممتاز معلوم ہوتی ہیں۔
خلیج **تھرمائے** کی دوسری طرف، جو **مقدونیہ** کے ساحل کو سیراب کرتی ہے وہ
عظیم الشان سلسلہ ہے جس کی شاخوں سے اُس ملک کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے جو
مخصوص طور پر ارض یونان کہلاتا ہے، اور جنوب کی طرف وہ کوہ **پنڈوس** کے نام سے
الیریہ اور **مقدونیہ** کو، اور پھر **ایپائیروس** اور **تھسلی** کو ایک دوسرے سے جدا کرتا
ہے۔ مغرب یعنی بحیرۂ **ادریہ** کی طرف بہت سے متوازی زنجیرے اور اُن کے درمیان
نہایت عمیق گھاٹیاں ہیں۔ مشرق یعنی بحیرۂ **ایجئین** کی طرف آڑی پہاڑیاں حائل ہیں
جن کا رُخ مغرب سے مشرق کی طرف کو ہے۔ اور یہ دیگر پہاڑوں سے نکل کر جو شمال سے
جنوب کو آتے ہیں سمندر کے قریب پہلے تو **مقدونیہ** کی اور پھر **تھسلی** کی سرحد بن جاتی ہیں۔
تھسلی در اصل ایک بہت بڑا طاس ہے جو مشرق میں کوہ **اولمپوس**، **اوسا**
اور **پیلون** سے اور جنوب میں **اوتھریس** سے محدود ہے، جس کے دریاؤں کا
صرف دریائے **پے نیوس** کے دہانے پر ہی نکاس ہے۔ جنوب میں پہاڑوں نے
ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے؛ کوہ **پنڈوس** کے مرکزی زنجیرہ کے جو ذرا مشرق کیطرف
جھکا ہوا ہے **ایتہ** ہوتا ہوا **پارناسوس** پہنچ جاتا ہے اور وہاں اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
ہو جاتے ہیں جن سے آخر کار جزیرہ نمائے اٹیکا بن جاتا ہے؛ اُدھر **تھسلی** کا مشرقی
حصّہ آگے بڑھ کر جزیرۂ **یوبیہ** کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور اس کے بعد
اس سے اور بہت سے جزیرے بن جاتے ہیں جن میں قریب ترین اندروس ہے۔
اب سمندر ہر طرف ملک میں گھس آتا ہے، اور گو **تھسلی** کی حالت اب بھی اقلیمی ہی
رہتی ہے، لیکن **یوریپوس** کے ہر چہار طرف کے اضلاع یعنی **یوبیہ**، **لوکرس**، **فوکس**،
بیوتیہ اور **اٹیکا** کو سمندر ہی ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ اب صرف جزیرے
باقی رہ گئے، ان میں سب سے پہلے تو جزائر مدور (کیکلادیس) کو لیجئے! اس مجموعے
میں مغرب میں **توکیوس**، **کتھنوس**، **سری فوس**، اور **سفنوس** (جو در اصل **اٹیکا**
کا ہی سلسلہ ہے) ہیں، مشرق میں **اندروس**، **تینوس**، **میکونوس**، **ناکسوس**،
اموُرگوس (جو در اصل **یوبیہ** کے ہی تسلسل کی وجہ سے وجود میں آیا ہے) اور

باب ۲

اور وسط میں گیاروس، سیروس، پاروس، یوس اور انافی ہیں جن میں سے
یوس اور انافی، میلوس اور تھیرا کے آتش فشاں جزائر میں ایک واسطہ
پیدا کرتے ہیں:۔

اِتیہ اور پارناسوس کے مغرب میں اکارنانیہ، ایتولیہ اور اوزولی
لوکرسیوں کا ملک ہے، اور ان سب کی ساخت ایپائیروس جیسی ہے۔ ان کے
سامنے خلیج کورنتھ کے جنوب میں پیلوپونیز ہے جو در اصل بہ نسبت ایک جزیرہ نما کے
جزیرے سے زیادہ مشابہ ہے اور اسی لیے اُسے "پیلوپ کا جزیرہ" کہتے ہیں اُسکے
پہاڑوں کو بیوتیہ اور اٹیکا کی پہاڑیوں سے کچھ تعلق نہیں اور اس کے مرکزی مجموعے
سے جنوب و مشرق کی جانب شاخیں نکلتی ہیں۔ در اصل وہ زنجیرے جو کوہ پنڈوس
کے مغرب میں اُس کے متوازی نظر آتے ہیں ایپائیروس میں اکرو کے رونوس
ایتولیہ میں پانئے تولیکوس اور ارا کنتھوس کی شکلوں میں رونما ہوتے ہیں،
وہ پیلوپونیز میں آکر بہت بلند ہونے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں کے پہاڑوں کا
سب سے بڑا جھرمٹ شمالی ساحل کے قریب اکائیہ اور آرکیڈیہ کے درمیان واقع ہے
اور اس کی شاخیں جنوب کی طرف نکلتی ہیں جن میں سب سے نمایاں وہ زنجیرہ ہے جو آرکیڈیا
اور آرگوس کے بیچ میں ہوتا ہوا لقونیا کے قریب زنجیرۂ پارنون کی صورت میں
برابر راس مالیہ تک چلا گیا ہے، یہ اس قدر مرتفع ہے کہ اندرونی ملک کے دریا
اس سے گزر کر ساحل تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے برعکس آرکیڈیا کی مغربی سرحد
کو دریائے الفیوس عبور کرکے اس ملک کی ندیوں کا پانی لیتا ہوا سسلی کے سمندر میں گرجاتا
ہے۔ اس کا تعلق صرف مغربی آرکیڈیا سے ہے؛ مشرق میں متعدد گھرے ہوئے
طاس ہیں جن کا نکاس ایک حد تک زمین کے نیچے ہو کر ہے؛ انکے اور وادئ الفیوس
کے درمیان ایک زنجیرۂ کوہی ہے، اور عظیم الشان کوہ تے گتوس کو بھی جو لقونیہ
کو مسینیہ سے جدا کرنے کے بعد راس تینئے ناروم پر ہو کر سمندر میں نکل جاتا ہے،
اسی کا سلسلہ سمجھنا چاہیے۔ پیلوپونیز کی بڑی بڑی ندیاں بھی ایپائیروس، اکارنانیہ
اور ایتولیہ کی طرح مغرب اور جنوب کی سمت میں بہتی ہیں۔ ایونی جزائر کورکائرا،
لیوکاس، کیفالے نیہ اور زاکنتھوس کی روش بھی شمال و مغرب سے جنوب و مشرق

باب۲

کی طرف کو ہے، اور یہ سب شمالی یونان اور پیلوپونیز کے محاذات میں ہی واقع ہیں۔
جزیرۂ کلیتھرا بھی دراصل کوہ پارنون کا تتمہ ہے؛

یہ سب اُس ملک کے حالات ہیں جسے یونان کا لقب دیا جاتا ہے، اس میں بحیرۂ ایجین
کی چاروں طرف والے ممالک شامل ہیں؛ واضح ہو کہ یونانی آبادی کے حدود اُن
مقامات پر غیر معین ہیں جہاں ایشیائے کوچک اور تھریس میں دو بڑے بڑے اعظموں
سے ان کا واسطہ پیدا ہو جاتا ہے، لیکن جس جگہ کوئی غیر ملکی قوم ان پر دست درازی
نہیں کر سکتی یعنی یوریپوس، خلیج کورنتھ اور خلیج سارون کے (جو دراصل خلیج کورنتھ
کا ہی تتمہ ہے) چاروں طرف وہاں اُس کے حدود قطعی طور پر معین ہیں پیلوپونیز یونانیوں
کا گویا ایک مستحکم قلعہ ہے، یہ ایک عظیم الشان جزیرہ ہے جس کا رقبہ ویلز یا ورٹمبرگ
کے برابر اور سسلی کا تین چوتھائی ہے، لیکن اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ساحل
نہایت کارآمد، اُس کا اندرونی حصہ اقلیمی اور اُسکے جزیرے نما طویل ہیں۔ اگر ہم ایجین
اور تھریسی ساحلوں کے محاذی رقبے سے وہ حصہ نکال لیں جس کے حدود جنوب
مشرق اور مغرب میں تو وہی ہیں جو اس پورے ساحلی علاقے کے ہیں لیکن شمال میں
وہ اس خط سے محدود ہو جاتا ہے جو کوہ اولمپوس سے کوہ آتھوس ہوتا ہوا جزیرۂ لیمنوس
تک چلا گیا ہے (اور اس طرح گویا اس سے بحیرۂ تھریس کے محاذی ممالک کو خارج
کر دیں) تو وہ ملک رہ جائیگا جسے ارض یونان کہا جا سکتا ہے اور جو کچھ واقعات اس
میں پیش آئے اُن پر قطعی طور سے یونانی ہونے کا حکم لگانا بجا ہوگا؛

یونان کی آب و ہوا پر اُس کے عرض البلد، سمندر کے قرب یا مشرقی بحیرۂ روم
میں جغرافی حیثیت اور اُس بحیرے کی شمالی و مشرقی سمت میں کھلے ہونے کا اثر پڑتا ہے۔
جنوب کی طرف یہاں کے مخصوص عرض البلد کے سبب سے بہت سی ایسی اشیا پیدا ہو سکتی ہیں جنکی
پیداوار کے لیئے گرمی کی زیادہ ضرورت ہے، لیکن ملک شمال و مشرق کی طرف بالکل
کھلا ہوا ہے اور بحیرۂ اسود کی ہر چہار طرف دشت ہی دشت ہیں اسلیئے اسکی گرمی کسی قدر کم ہو جاتی ہے
اور موسم سرما خوب سرد ہوتا ہے چونکہ بحری ہوا کا ہر جگہ گزر ہے اس لیئے ہر موسم کی شدت
بہت گھٹ جاتی ہے۔ ان تمام اثرات کا یہ نتیجہ ہے کہ یونان میں بہت سی قسموں کے درخت
نظر آتے ہیں، اور چونکہ اٹلی کی آب و ہوا نسبتہً زیادہ جنوبی اسلوب کی ہے اس لیئے

یونانی پیداوار اس سے مختلف ہے جو اسی عرض البلد اٹلی میں ہوتی ہے مثلاً ضلع فتیوتس میں زیتون پیدا نہیں ہوتا، نارنگی اور نیبو سے قدیم یونانی تو نا واقف محض تھے، آجکل بھی وہ شمالی یونان میں آرگولس تک پیدا نہیں ہوتے۔ اٹلی میں ان چیزوں کی کاشت کے لئے اس قدر جنوب میں جانے کی مطلق ضرورت نہیں؛ مثلاً بارسی جہاں کا تیل مشہور ہے فیتوتس سے دو دقیقہ شمال میں واقع ہے اور سورنتو کی نارنگیاں آرگوس سے تین دقیقہ شمال میں پیدا ہوتی ہیں۔ یونان میں صرف دو ضلعے یعنی لقونیہ اور مسینیہ ہی ایسے ہیں جہاں کی آب وہوا جنوبی طرز کی ہے۔ اس ملک کی کھجوریں ملک کے لئے محض باعث زینت ہیں، ان سے نہ تو رزق مہیا ہو سکتا ہے اور نہ اُن کی کاشت سے کوئی فائدہ مقصود ہوتا ہے۔ گو وہ پھل جو خاص طور پر جنوبی ممالک میں پیدا ہوتے ہیں یونان میں بکثرت نہیں ملتے۔ لیکن زمین معتدل ممالک کی پیداوار کے لئے نہایت زرخیز ہے خاصکر اس پیداوار کیلئے جو دیمیتر، دیونی سوس اور اتھینے کے نام کے ساتھ وابستہ کی جاتی ہے*۔ علاوہ مختصر سے موسم سرما کے باقی سال بھر کے معتدل موسم میں ہوائیں کما بیش باقاعدہ چلتی ہیں، یعنی دن کو تو تازگی بخش شمالی ہوائیں اور رات کو ہلکی ہلکی جنوبی ہوائیں۔ بحری راستے بھی بالکل محفوظ ہیں۔ ملک کی اراضی کئی قسم کی ہے؛ زمین میں اکثر چونیا پتھر کی تہیں پائی جاتی ہیں اور جہاں کنکر سطح زمین پر آجاتا ہے وہاں وہ ہوا کی تری جذب کرلیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جزیرہ نماؤں جزیروں اور پہاڑوں پر خشکی زیادہ ہے؛ اس کے برعکس گھاٹیوں اور ظروف کوہی میں مٹی کا وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے پانی جمع ہو جاتا ہے۔ فی الجملہ یونان ایسا ملک نہیں جہاں بلا محنت ومشقت کاشتکار کو تموّل نصیب ہو۔ ملک کی مہتم بالشان کاشت اناج ہے اور چونکہ اراضی ہر قسم کی آب وہوا سے متاثر ہوتی ہے اسلیئے اُسکی کاشت کے لیئے بے حد محنت درکار ہے۔ اسی وجہ سے اناج کی پیداوار ملک کی ضروریات کے لیئے نہ تو قدیم زمانے میں کافی ہوتی تھی نہ اب کافی ہوتی ہے۔ الغرض کہ یونانیوں کی قسمت میں محنت لکھی تھی، اور باوجود اس کے بھی رزق مایحتاج میں کمی پڑتی تھی جو وہ بحری تجارت

* یعنی اناج اور انگور (مترجم اردو)

کے ذریعے سے پورا کرتے تھے ؛

خلاصہ یہ ہے کہ اس قوم کی عام خصوصیات پر جو ہندی، ایرانی، اطالوی اور جرمانی اقوام کی ہم نسل ہے، ملک کی آب و ہوا اور اراضی کی کیفیت نے خاص اثر ڈالا۔ ہندوستان میں تو قوائے فطرت کو ہر چیز پر غالب آنے کی قابلیت تھی؛ ملک میں عظیم الشان دریا اور رفیع الشان پہاڑ واقع تھے، اور یہ لابد تھا کہ اُس کے مذہب پر ان کا ایک خاص اثر پڑے جس کے سبب سے اُس میں انتہا پسندی کا مادّہ پیدا ہو جائے۔ ایران کی حالت مختلف ہے، نہ وہاں آباد اضلاع کی زرخیزی اور صحرا کی خشکی میں عظیم الشان تباین پایا جاتا ہے، اسی لیئے وہاں کے مذہب میں اچھے اور بُرے اصول (یعنی یزداں اور اہرمن کی خصوصیات) کا فرق نمایاں ہے۔ لیکن یونان میں جو صورت حال ہے وہ ان سے بالکل مختلف ہے؛ اس میں نہ تو قوائے فطرت غالب ہیں اور نہ کسی قسم کا تباین؛ بلکہ اُس کی اور اٹلی کی کیفیات میں بہت کچھ ہم رنگی واقع ہوئی ہے۔ ساتھ ہی چونکہ ملک متعدد قدرتی اضلاع میں منقسم ہے اس لیے اسمیں چھوٹی چھوٹی اقوام کے فطری ارتقا کے لیے بہت کافی مواقع موجود ہیں۔ بلاشبہہ یونان اور اٹلی کی قدرتی خصائص میں کچھ اختلاف بھی ہے؛ ایک طرف تو اٹلی کا ساحل طویل لیکن خلیجیں اور بندرگاہ کم ہیں، اور اراضی کے زرخیز ہونے کی وجہ سے اطالوی قوم نے کاشتکاری کے فن میں کمال حاصل کیا؛ دوسری جانب یونانی اپنے ملک کے جغرافی حالات سے ملاح گری اختیار کرتے اور نئی نئی چیزوں کی دریافت کرنے پر مجبور ہوئے فی الجملہ اطالوی قدامت پسند تھے، لیکن یونانیوں میں صرف وہی لوگ پرانے رسم و رواج سے چمٹے رہے جنھوں نے جہازرانی کا پیشہ اختیار نہیں کیا؛

نوٹ باب ۲

نوئی مان: "جغرافیۂ طبعی یونان مع حوالہ جات متعلق مسئلہ جات قدیمیات"

Neumann: Physical Geography of Greece, with special

reference to antiquity پارسج، بریزلاؤ ۱۸۸۵ء اور بریان "جغرافیۂ یونان"
Geographie von Griechenland ۲ جلد، لائپزگ ۱۸۶۲ء، ۱۸۷۲ء؛ ھ، کیپرٹ:
"جغرافیۂ قدیمہ" H. Kiepert: Lehrbuch der alten Geographie
برلن ۱۸۷۸ء (اس کتاب کے حصہ ۹ صفحہ ۲۳۹ کا خاص طور پر مطالعہ کیا جائے)
ا، کرتیوس: "پیلوپونیسوس" A. Curtius: Peloponesos گوٹا ۱۸۵۱ء-۱۸۵۲ء
۲ جلد، نقشوں کے لیے ھ، کیپرٹ: "نقشۂ یونان و نوآبادیہائے یونان"
H. Kiepert: Modern atlas of Hellas and the Hellenic
Colonies ۱۵ نقشے، برلن ۱۸۷۲ء؛ خاص خاص نقشوں کے لیے کرتیوس و
کاؤپرٹ: نقشۂ اٹیکا (انجمن آثار قدیمۂ المانیہ) Curtius and
Kaupert: Map of Attica, published by order o: Imperial
German Archaeological Institute ۱۸۸۱ء؛ اولمپیا، میکا نئے
اور پرگاموس کے نقشے اور ساموتھریس اور لسبیہ کے وہ نقشے جو آسٹروی
تحقیقات آثار قدیمہ کے لیے تیار کیے گئے، و ائنا؛ کیپرٹ کا مخصوص نقشۂ ایشیائے کوچک مغربی
برلن ۱۸۹۰ء کا نہایت اہم ہے۔ قدیم و جدید سفرناموں میں سے مفصلۂ ذیل کارآمد ثابت ہوں گے:
ڈوڈویل، گل، لیک Dodwell, Gill, Leake: "موریا" لندن ۱۸۳۳ء
ایضاً "شمالی یونان" ۱۸۳۵ء، ایضاً "ممالک پیلوپونیز" Peloponesiaca ۱۸۴۶ء
روس، الرخس، و، فیشر: Ross, Ullrichs, W، Vischer:
"یونان کی یاد Erinnerungen und Eindrucke von Griechenland
اور ہم پر اس کا نقش" ۱۸۵۷ء؛ ک، بیڈیکر: "رہنمائے مسافران یونان"
K. Baedeker Greece, Handbook for travellers Leipzig 1888
جس کے متن کا اکثر حصہ لولنگ Lolling نے لکھا ہے۔ ہین سین: "ارض یونان"
Hanson: The land of Greece لندن ۱۸۸۶ء؛

ابسک

باب سوم

ابتدائی تاریخ یونان کے غیر متیقّن واقعات اور اُن کی تحقیقات کی کوشش

ہماری ابتدا ہی سے یہ کوشش رہی ہے کہ یونانیوں کا جو رتبہ اُن کی ہم نسل اقوام میں ہے اُسے واضح کریں اور یہ دکھائیں کہ جب وہ یونان میں آئے تو اُن کی تہذیب و تمدن کی کیا حالت تھی؛ ساتھ ہی ہم اُس ملک کی عام کیفیت اور اُن اثرات سے واقف ہو گئے ہیں جو اُس پر پڑتے رہے اور اس طرح تاریخ یونان کے مطالعے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ لیکن جوں ہی ہم اُس کی دہلیز پر قدم رکھتے ہیں ہمیں فوراً چند در چند مشکلات سے دو چار ہونا پڑتا ہے؛ ہم وہ واقعات معلوم کرنا چاہتے ہیں جو یونانیوں کے یونان میں آنے کے وقت ظہور پذیر ہوئے: لیکن مدت دراز تک ہمیں ان کی تاریخ سے مطلق واقفیت نہیں ہوتی:

یہ امر مسلم ہے کہ تاریخ یونان کے ابتدائی واقعات بہت دھندلے ہیں، لیکن بہت سے مصنفوں کو اس بات کا یقین ہے کہ اُس زمانے کے چند مخصوص طرز کے بڑے واقعات کا تعین ممکن ہے؛ اسی لئے آجکل جو تواریخ یونان سب سے زیادہ مقبول عام ہیں ان میں دوریانی حملے سے پیشتر کے چند ایسے واقعات دیئے ہوئے ہیں جو بعض وحشی افسانوں اور زمانۂ مابعد کی روایات پر مبنی ہیں جنھیں تاریخی رتبہ دیا جاتا ہے۔ میں نے اس کتاب کے چوتھے باب میں ان برائے نام تاریخی واقعات کی کچھ تفصیل دی ہے، لیکن یہاں صرف اس ابتدائی سوال پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ یہ طرز تحقیقات جائز بھی ہے یا نہیں:

یہ ایک کلیہ ہے کہ تمام تاریخی معلومات کا دار و مدار ہمعصر شہادتوں ہی پر ہونا چاہیے

باب۲

فن تحریر کا یونان میں سنہ ۸۰۰ ق م سے پیشتر رواج نہیں ہوا تھا، اور اس سے پہلے جملہ واقعات خواہ کتنے ہی اہم کیوں نہ ہوں، سینہ بہ سینہ آئندہ نسلوں کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ بہت سے واقعات کا پیرایہ اُن زبانی روایات کی شکل میں بالکل غلط ہو جاتا ہوگا، اور یہ غلطیاں امتداد زمانہ سے روز افزوں ہوں گی۔ یہ افسانے پتا دیتے ہیں کہ اوّلین واقعات جو یونان میں پیش آئے سنہ ۱۵۰۰ ق م سے پہلے ہی رونما ہو چکے تھے، لیکن یہ فی نفسہ ناممکن محض ہے کہ سات سو برس کے بعد کوئی بھی ایسا شخص ہوگا جسے ان کے متعلق کچھ حالات بھی معلوم رہے ہوں گے۔ بلاشبہ وقائع کو محفوظ رکھنے کے لیے شعر گوئی بہترین تدبیر ہے اور اشعار کی مدد سے بہت سی باتیں بہ آسانی یاد رہتی ہیں، اسی لئے یونان میں بھی حفاظت واقعات کے لیئے یہ ترکیب مفید ثابت ہوئی ہے، لیکن یونان یا کسی اور ملک میں وہ ابتدائی عہد کے حالات محفوظ کرنے کے لیے بالکل بیکار ظاہر ہوئی ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شعر گوئی اور حق پسندی میں کوئی باہمی لگاؤ نہیں، یہ غلط ہے اس لیے کہ نظم اور خاصکر زمانۂ قدیم کے لکھے ہوئے اشعار ہمیشہ حق پر مبنی ہوتے ہیں، لیکن یہ حقیقت محض عوام الناس کے علم تک ہی محدود ہوتی ہے اور عوام الناس کی حالت یہ ہے کہ وہ کسی لفظ کے صرف ادبی یا اخلاقی معنی لیتے ہیں اور محض عام مطلب یا کسی واقعے کے نتیجے پر نظر رکھنے کے بعد تفصیلی واقعات بالکل ناقابل التفات سمجھتے ہیں۔ ایک ہی واقعے کے بیان کے لیئے مختلف پیرایے اختیار کیئے جا سکتے ہیں باایں ہمہ یہ ضروری نہیں کہ اس کے عام معانی میں کسی قسم کا فرق پیدا ہو جائے۔ اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ لوگوں کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ حقیقت واقعات کیا ہے، حالانکہ تاریخ کی بنا اسی حقیقت واقعات پر مبنی ہے۔ بجنسہٖ یہی حالت ابتدائی بیانیہ نظم کی ہے۔ جب شعرا نے بڑے بڑے واقعات ایسے لوگوں کے سامنے بیان کیئے جو ہنوز عالم طفلی سے نہیں نکلے تھے، تو انھوں نے صرف اس پیرائیہ بیان تک اپنے آپ کو محدود رکھا جس سے اُس زمانے کے لوگ آگاہ تھے اور حسب حال تفصیلی واقعات کا انتخاب کر کے چسپاں کر دیئے! ان کے لیئے گویا یہی حقیقت تھی۔ اس کے علاوہ ایک اور امر بھی قابل غور ہے۔ ابتدائی انسان اور ہمارے درمیان نہ صرف ماہیت حقیقت میں اختلاف ہے بلکہ جس چیز کی ہماری نظروں میں

باب ۱

ضرورت ہے وہ اُس کے نزدیک ضروری نہیں۔ ہم تاریخ کو ترتیب دیتے وقت اس کے قواعد کا لحاظ رکھتے ہیں، اس لئے ہم رہبران قوم، اُن کی مدت قیادت، حقوق عوام، اختیارات شاہی اور اسی قسم کے بہت سے امور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہہ ابتدائی انسان کو بھی ان باتوں سے دلچسپی تھی، لیکن اتنی نہیں کہ وہ ان باتوں کو سینہ بہ سینہ ازمنۂ مستقبلہ کے فائدے کے لیے محفوظ کرے بلکہ ان میں سے بعض معاملات کو تو وہ بالکل بے کار سمجھتا تھا۔ اسکے برعکس وہ ایسے امور پر زور دیتا تھا جیسے بڑے بڑے سورماؤں کی جاں بازیاں، دیوتاؤں کا اُن کی مدد کرنا، اُن کا حسب نسب اور اُن کی موت کی کیفیات، اور اگر ان باتوں کو وہ شاعری کا جامہ پہناتا تو وہ ایسی شاعری تھی جس سے ذہنیات کی زبان کی خوبو نہیں گئی تھی یعنی اُس کے الفاظ کے وہ معنی نہ تھے جو آجکل سمجھے جاتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ جب ابتدائی یونانیوں نے اُن واقعات کو منظوم کیا جو انھیں یاد تھے تو اُس وقت انھیں اُن کی تاریخی حقیقت کا مطلق احساس نہ تھا، انھوں نے ایسے امور کو اہم گردانا جنھیں ہم ہرگز اہم نہیں سمجھتے، اور اُن کے اعادے کے لیے الفاظ کے وہ معانی لیے جو ہمارے مفہوم سے بالکل متغائر ہیں ؛

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آیا ان اشعار میں قدیم زمانے کی وہ روایات اور یادداشتیں مدوّن ہیں جنھیں ہم ابتدائی تاریخ یونان کی بنیاد قرار دے سکیں۔ اس خاص طرز کی آجکل یہاں تک مخالفت کی جا رہی ہے کہ بعض مورّخ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہومر کی نظمیں دراصل محض انفرادی تخیلات کے باغ سبز ہیں[1]۔

[1] بینے ڈکٹ نیزے نے اُن واقعات کو جو افسانوں سے اخذ کیے جا سکتے ہیں اپنی تالیف "مجموعۂ اشعار ہومر" Bened. Niese: Entwickelung der Homerischen Poesie (برلن ۱۸۸۲ء) میں جمع کر دیا ہے۔ اس نہایت نادر کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں ہومر کی نظموں کا تاریخ یونان سے تطابق کیا گیا ہے۔ بلاشبہہ رزمیہ نظموں میں اشخاص اور مقامات کے اختراع نے افسانوں کے نفسیاتی جزو کو خود سرانہ انداز سے اصل سے کہیں زیادہ خوبصورت بنا دیا ہے اور چند ترمیموں کے بعد اس فاضل مولّف کے نظریئے کارآمد کہے جا سکتے ہیں لیکن ہمیں محض نظریئے کے اعتبار سے بھی ضرورت سے زیادہ

باب ۲

یہ اصحاب کہتے ہیں کہ ابتدا میں کسی شاعر نے ایک نہایت دلچسپ قصّہ گھڑا ۔ اس پر دیگر شعرا نے اضافے کیئے اور آخر کار ایک اچھا خاصہ افسانہ بن گیا۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر اس اُصول پر کوئی عالمگیر کلیہ قائم کیا جائے تو سخت غلطی ہوگی۔ بلاشبہہ جہاں تک تفصیلات کا سوال ہے مختلف شعرا نے اپنے آپ کو بالکل آزاد سمجھا جو چاہا اپنی نظموں میں بھر دیا، یہ اس لیئے کہ عوام کے نزدیک اگر کوئی امر تاریخ کے موٹے موٹے واقعات کے مطابق تھا تو اُس کی صحت میں شبہہ کی گنجائش نہ تھی؛ لیکن اس میں بھی شبہہ نہیں کہ مختلف روایات کے مرکزی واقعات صحیح ہوں گے۔ لوگوں کو قدیم سورماؤں کی جاں بازیوں کے حالات سے بہت دلچسپی تھی اس وجہ سے یہ مفروضہ بعید از قیاس نہیں کہ بعض ایسے واقعات ضرور پیش آئے ہوں گے جن کو محفوظ کر لیا گیا ہوگا۔ لیکن عملاً یہ مشکل پیش آتی ہے کہ اس مواد کے اختراع کے نظریئے کو اس طرح مدود کر دینا در اصل اُس کی صحت بلاچون وچرا تسلیم کرنے کے مترادف ہے؛ گو ہمیں اس کا یقین ہو کہ ہر ایک امر اختراع نہیں کیا گیا پھر بھی یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ ہم کو اس کا قطعی علم ہے کہ کونسی بات سینہ بہ سینہ محفوظ کر لی گئی اور کونسی ایجاد کی گئی؟

لیکن اس پر زور دیا جاتا ہے کہ یونان کے ابتدائی زمانے کے مسلسل حالات موجود ہیں اور یہ سوال پیش کیا جاتا ہے کہ اس صورت میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ مختلف روایات خود بخود عدم محض سے وجود میں آگئی ہوں؟ یہاں ہم بتائیں گے کہ یہ کس طرح ظہور میں آیا؟

جو مسلسل تحریریں اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں اُن میں سب سے پرانی (یعنی ہیروڈوٹس) پانچویں صدی ق م سے پہلے کی نہیں، اور قدیم سے قدیم وقائع نگاروں کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نفی کا پہلو نہیں اختیار کرنا چاہیئے۔ مثلاً، اوئے خالیہ کا ذکر ہرقل کے افسانوں میں آیا ہے، اور اگر ہم اُسکے جغرافی موقع محل سے ناواقف ہوں تو صرف اس وجہ سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ کسی مخصوص شاعر کے دماغ کا ہی اختراع تھا (ورنہ وہ شاعر ضرور کسی مخصوص مقام کا تعین کرتا)، بلکہ اس سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اُس زمانے میں کوئی خاص روایت زبان زد عام ہوگی۔ میں نے کہیں اور بھی کہا ہے یہاں بھی کہتا ہوں کہ نیبر نے جو نظریئے یونان کی تاریخ نویسی کی بابت قائم کیئے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں؟

باب ۳

جزوی تالیفات کا تعین بھی چھٹی صدی ق م سے پیشتر نہیں کیا جا سکتا۔ اب اس سوال کا کہ ان مورخوں نے اپنا مواد کہاں سے فراہم کیا یہ جواب ہے کہ ان کے سب سے ابتدائی ماخذ تو اشعار اور زبانی روایات تھیں؛ ہومری نظموں میں زمانہ قدیمہ کے وہ مخصوص واقعوں کا بیان نہایت عمدہ پیرائے میں دیا ہوا ہے، ان واقعات کیساتھ انھوں نے چند حصے جو "دور رزمیہ" کے نام سے منسوب ہیں، ملا دیئے جس میں جنگ ٹروائے کے افسانوں کا نہایت بسیط اور مکمل تذکرہ تھا۔ ہومری اشعار کی ترتیب کے بعد دوسرے شعرا اٹھے اور ہر ایک نے افسانے مرتب کر کے اُن پر اس دلچسپی کے لحاظ سے جو عوام الناس کو سورماؤں کے کارناموں سے تھی مخصوص رنگ کا اضافہ کر دیا۔ اب شعرا کے ایک نئے مذہب کی ابتدا ہوئی جو اپنے پیش رؤوں سے زیادہ عملی پہلو لیئے ہوئے تھا؛ یہ ایک قاعدہ چلا آتا تھا کہ بڑے بڑے خاندانوں کے افراد ہمیشہ قدیم سورماؤں اور قومی دیوتاؤں کے نام سے اپنے اپنے نسب ناموں کی ابتدا کرتے تھے، اُس پر طرّہ یہ ہوا کہ اُن خاندانوں نے ہسیودی سلسلے کے شعرا کی مدد سے اپنے آباو اجداد کی فرضی تاریخیں مرتب کیں جو "فہرست زناں" اور دیگر تصانیف میں موجود ہے ظاہر ہے کہ یہ سب تاریخیں بالکل خود ساختہ تھیں اور اسمیں واقعات مخترعہ کو مسلسل حالات کا جامہ پہنانے کے سوا کچھ نہ تھا۔[2]

[1] ازمنہ قدیمہ کی تاریخ در اصل اُن معزز خاندانوں سے شروع ہوتی ہے جنکی خواہش تھی کہ اگلے وقتوں کے درخشاں کارناموں سے اُن کے خاندانی نام میں چار چاند لگیں، اور زمانہ حالیہ کی تاریخ کی ابتدا اُن پُرزور حکمرانوں سے ہوتی ہے جنھوں نے اپنے کارنامے آیندہ نسلوں کے واسطے چھوڑے۔ یہ دونوں کی حالت بالکل ہمشکل ہے اور دونوں حقیقت کو نظر کے سامنے سے ہٹا دیتے ہیں۔ مصری تاریخ سے ہمیں اس کا ثبوت ملتا ہے کہ موخر الذکر اور مقدم الذکر میں کچھ زیادہ فرق نہیں اور اسی بنا پر ہم تاریخ بابل پر بھی اپنا قیاس دوڑا سکتے ہیں:

[2] "دور رزمیہ" کے لیئے فون ولاموونز-میولینڈورف کی کتاب "تحقیقات ہومر"
Von Willanowitz-Moellendorf : Honerische Untersw chungen
برلن ۱۸۸۴ء کا مطالعہ کیا جائے۔ مقامی رزم گو شعرا میں سب سے مشہور آسیوس ساکن ساموس

باب ۳

چھٹی صدی ق م میں جب وقائع نگاروں نے شعرا کے کام کا سلسلہ جاری کیا تو
اُن کے پاس اس قسم کا مواد موجود تھا۔ انھوں نے اپنا مقصد لوگوں کو تعلیم دینا قرار
دیا نہ کہ انھیں محظوظ کرنا، اور اپنی تالیفات نثر میں مرتب کیں۔ چونکہ انھوں نے اکثر مواد
تحریری تواریخ سے اخذ کر کے واقعات ایجاد کرنے سے اصولی طور پر گریز کیا اس لیئے
اُن کی تالیفات میں قدرتاً بہت تاریخی رنگ پایا جاتا ہے۔ اشعار تو ہمیشہ دل کو
خوش کرنے کے لیئے پڑھے جاتے ہیں، لیکن تاریخ میں سنویت کا لحاظ بھی کرنا پڑتا ہے،
اور سنوی تسلسل قائم کرنے کے لیئے صرف اس کی ضرورت تھی کہ ہسیود کے مخصوص
طرز پر عمل کیا جائے۔ انھوں نے اپنی تالیف کا خاکہ انسانی پشتوں کی تعداد سے تیار
کیا اور ترتیب واقعات میں یہ اُصول مدنظر رکھا کہ بہت سے اشخاص کو ہم عصر کر دیا جائے۔
واضح ہو کہ اسی اُصول پر شعرا بھی عمل کر چکے تھے، اور اشعار میں بھی بہت ہی کم ایسا ہوتا
تھا کہ سورما اپنی جاں بازیوں کو محض اپنے وطن مالوف تک ہی محدود کریں؛ وہ
ایک دوسرے سے برابر ملتے رہتے تھے اور یا تو دوست کی حیثیت سے کسی اور کے ساتھ
ہوتے تھے ورنہ دشمن کی حیثیت سے جنگ آزما ہو جاتے تھے؛ اسی طرح اگر کوئی مقام کسی
زمانے میں کسی خاص واقعے کی رزمگاہ رہ چکا ہو تو مقامی سورما کبھی تنہا نہیں ہوتے
بلکہ امتداد زمانہ سے اور لوگ بھی ان کے ساتھ شامل کر دیئے جاتے۔ یہی وجہ ہے
کہ ازمنۂ رزمیہ کے اکثر واقعات میں ہم زمانگی پائی جاتی ہے اور مختلف پشتیں یکے بعد دیگرے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اور یومیلوس ساکن کورنتھ ہیں (آٹھویں صدی ق م)؛ ان کے علاوہ
لیساندر نے "واقعات ہرقل" مرتب کیئے؛ تقریباً ۶۰۰ ق م میں ستیسی خوروس
نے، جو ایک رزم گو شاعر تھا اپنے اشعار رزماری بحر میں لکھے۔ چھٹی صدی ق م میں اخبار نویسیا
کی تصانیف کی ابتدا ہوتی ہے (ان کا یہ نام طوسی دیدیس ۱، ۲۱ کے ایک فقرے کی غلط
تاویل سے پڑ گیا) مقابلہ کرو کروئتسر: "تاریخ فنون یونانیان" سنہ ۱۸۰۸ء و ۱۸۴۵ء (Kreuzer:
Histor, Kunst der Griechen F.) ا۔ شیفر: "تحقیقات" (A. Schaefer:
Quellenkunde) حصہ ا؛ میولر: "اجزائے تاریخ یونان" (Mueller Fragmenta
Hist. Gr.) خاص کر جلد ا؛

باب ۲

ایسی گزرتی ہیں جو تمام یونان کے لیے سندی معیار قرار پاتی ہیں۔ یہ شعرا ہی نے اس طرز عمل کی بنیاد ڈالی تھی، لیکن بہت سی جگہ اُن کے اشعار متضاد معانی سے بھرے ہوئے تھے۔ اب واقعہ نگاروں نے ان شعرا کا کلام مستند سمجھ کر متضاد واقعات کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا، بعض اشعار کو بالکل نکال دیا اور جہاں کہیں انھیں ایسی اختلافات یا غیر امکانی کیفیات نظر آئیں وہیں قلم پھیر دیا۔ یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ جس زمانے کے حالات ان افسانہ آمیز تواریخ میں بیان کیے گئے ہیں اس سے واقعات کی ترتیب میں افسانوں کی صحت کا یقین کر لیا گیا تھا، اسی لیے اُنھوں نے خوب جان بوجھ کر مختلف افسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا۔

ان روایتی سورماؤں اور واقعات میں دو قصے نہایت ممتاز و نمایاں نظر آتے ہیں، ایک تو **ہرقل** کی شخصیت اور دوسرا جنگ ٹروائے کا واقعہ۔ یہ دونوں مرکز ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہیں، ایک کا دائرہ دوسرے سے بالکل متغائر ہے، اور **ہرقل** کے ساتھی وہ اشخاص ہیں جو آگے **میم نون** کے ساتھ ہیں لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ **ہرقل** کی شخصیت سب سے زبردست بیان کی گئی ہے اور اُس میں اور دیوتاؤں میں کچھ زیادہ فرق نہیں رکھا گیا اس لیے یقینی بات ہے کہ وہ جنگ ٹروائے کے سورماؤں سے پہلے ہوا ہوگا۔ ان دونوں افسانوں سے ہمیں دو مختلف پشتوں کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں، اور چونکہ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ اُن سورماؤں کی اولاد کی قسمت، جو ٹروائے کے سامنے لڑے تھے افسانۂ ٹروائے کیساتھ وابستہ تھی اسلیئے یہ گویا تیسری پشت ہوئی۔ **ہرقل** کے سلسلہ میں جو طرز اختیار کیا گیا ہے وہ اسکے قطعاً برعکس ہے، چونکہ یہاں صرف ایک فرد واحد کے کارناموں سے بحث تھی اور اُس کا حسب نسب معلوم کرنا تھا اس لیئے ہم نیچے سے اوپر کی طرف چلتے ہیں۔ اس کی ماں صنف انسانی سے تھی اور اس کا نانا بھی ایک انسان ہی تھا، اس طرح گویا دو مزید پشتوں کا پتا چلا۔ اب ہم ایک نہایت ہی قدیم سورما کا نام پڑھتے ہیں جو کمابیش اُتنا ہی قدر ہی مشہور رہے جتنا خود **ہرقل** اور اُس کا نام **پرسیوس** ہے۔ **پرسیوس** کا کبھی **ہرقل** سے کوئی واسطہ نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس مصلحت اسی میں سمجھی گئی کہ اُسے **ہرقل** کے آباد اجداد میں شمار کیا جائے؛ لیکن دیگر افسانہ جات سے ہمیں اُس کے

باب ۳

باپ اور دادا کے نام معلوم ہوئے اس لیئے ہرقل نہ تو اُس کا باپ ہو سکتا تھا نہ دادا اور اُسے قطعی طور پر ہرقل کا پر دادا بنا دیا گیا۔ پرسیوس کی ماں اور اُس کے نانا کے نام (جو خود بادشاہ تھا) معلوم ہیں، اور اس طرح گویا دو اور پشتوں کا علم ہوا۔ چنانچہ ہمیں آٹھ پشتوں کا علم حاصل ہو گیا ہے جن کے قائم مقام اکری سیوس، داناے، پرسیوس، الکٹریون، الک مینے، ہرقل اگا میم نون اور اورس تیس ہیں۔ اس فہرست سے ظاہر ہے کہ ہرقل اور اگا میم نون کے بیچ میں کسی اور پشت کا واسطہ نہیں دکھایا گیا؛ چونکہ دونوں افسانوں کا دائرہ ایک دوسرے سے متغائر تھا اس لیئے کسی درمیانی پشت کی ضرورت نہ تھی، اور محض اُن پشتوں کے نام ہی بتائے گئے ہیں جنکی ضرورت سمجھی گئی۔ ہرقل کی اولاد کو جنگ ٹروائے سے کسی قسم کا تعلق نہیں اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں دونوں سلسلے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں گے؛ ان کے درمیان جو تعلق پیدا کیا گیا ہے اس سے پہلے تو مختلف پشتوں کی صورت میں اور پھر سنین کے ذریعے سے تسلسل واقعات ظاہر کیا گیا ہے؛ اکریسیوس سے اورس تیس تک آٹھ پشتیں یعنی ان دونوں کے درمیان دو سو چالیس سال کا وقفہ ہوا، اور واقعتہً یہ زمانہ تقریباً ۱۳۱۸ ق م سے ۱۰۸۰ ق م کا قرار دیا گیا۔ ان سنین سے پہلے اور ان کے بعد بھی تاریخ کے واقعات دکھانے کے لیئے محض ناموں پر ہی اکتفا کیا گیا ہے؛ ان میں سے ابتدائی ناموں کے شمار کی بھی ہمیں ضرورت نہیں؛ اورس تیس اور تیلے ماخوس کے بعد جو نام ہیں اُن کی ایجاد کا مالہ و ماعلیہ بہ آسانی سمجھ میں آ سکتا ہے؛ وہ یہ کہ جب ایسے لوگ دنیا میں آباد تھے جو دیوتاؤں کی اولاد سے تھے اُس زمانے اور از منۂ مابعد میں جب دیوتاؤں اور انسانوں کے درمیان کسی قسم کا ظاہری تعلق باقی نہ رہا تھا، ایک ارتقائی کیفیت کی ضرورت تھی جس کے لیئے صرف ایک فہرست اسماء ہی کافی سمجھی گئی [سلے]۔

سلے ہم نے جس طریقے سے افسانہ آمیز تاریخ پر بحث کی ہے اُس سے یہ مغالطہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ

باب ۲

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دوریانیوں کے ترک وطن سے پیشتر یونان کے واقعات کے متعلق جو بیانات موجود ہیں اُن کی مطلق کوئی تاریخی وقعت نہیں، اور ہم اس سنوی جدول کے اختراع کی تاریخ بیان کر سکتے ہیں جس کی تصحیح کیلیے زمانۂ مابعد کے اسکندریہ اور دیگر مقامات کے علما و فضلا ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کے متمنی رہتے تھے ۔ یہ کہنا لاحاصل محض ہے کہ چونکہ تاریخ یونان کے کسی ایک واقعے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کافی ثبوت نہیں ہے اس لیے کم از کم ہر ایک تفصیلی واقعے کو ناقابل ثبوت نہیں ٹھیرایا جا سکتا، اور یہ ممکن ہے کہ جو خصوصیات اگا میم نون سے وابستہ کی جاتی ہیں اُن میں سے بعض صحیح ہوں۔ یہاں تشبیہ سے مدد لی جاتی ہے، اور گروٹ نے اس طرز سے نہایت خوبصورتی کیساتھ کام نکالا ہے؛ اگر چارلس اعظم کا نام کسی رزمیہ نظم میں آجائے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ چارلس اعظم کا سرے سے وجود ہی نہ تھا؛ لیکن اگر کوئی شخص محض ٹرپن کے رو لنچی دوڑ سے چارلس اعظم کی تاریخ مرتب کرنا چاہے تو اُسے بہت کم واقعات ایسے ملیں گے جنھیں صحیح کہا جا سکے اور اگر اس کے متعلق معلومات کا ماخذ صرف اشعار ہی ہوں تو ہمیں اُس کے وجود کے صدق و کذب کا اندازہ کرنے میں بڑی مشکل پیش آئیگی؛[۵۴]

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ افسانوں کے ہم وقت ہونے سے تاریخی سنویت کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ اگر سورما دراصل محض تخیل عامہ اور مختلف شعرا کے ہی ساختہ پرداختہ ہیں، اگر ان کے باہمی تعلقات دراصل اختراعات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے، تو پھر ائس حقیقی تاریخی زمانے کے حالات کے متعلق مطلق کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا جن کا ان قصوں میں مضمر ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اگر یہ سورما کبھی بھی اس دنیا میں تھے تو ممکن ہے کہ وہ سب کے سب ایک ہی صدی میں ہوں یا پانچ چھ سو سال کے دور میں یکے بعد دیگرے ہوئے ہوں۔ نام نہاد عہد رزمیہ کا دو سو چالیس سال کا محض خود ساختہ زمانہ فرض کر لینا، اُسے تاریخ یونان کا ایک امر واقعہ قرار دینا، اور پھر یہ دیکھنا کہ اُس سے مصری اور فنیقی تاریخ کا کیونکر تطابق ہو سکتا ہے، یہ کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ محض افسانوں کی بنیاد پر سنویت کا سلسلہ قائم نہیں ہو سکتا؛

۵۴ یہاں ہمیں غلط بحث سے گریز کرنا چاہیئے۔ اصول تنقید کی مدد سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ

باب۲

اشخاص کو تو یہاں چھوڑیئے؛ اب اُن قبیلوں کا ذکر باقی ہے جو قدیم روش کے بموجب اپنا وطن چھوڑ کر دوسری جگہ آباد ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ آیا ان قبائل کے متعلق جن کے حالات افراد کے حالات سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہیں، کوئی بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے یا نہیں۔ ہمیں اس معاملے میں قدیم مصنفوں سے تو مطلق مدد نہیں ملیگی اس لیے کہ وہ تو محض افسانوں کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر ایتولوس ایلس کا بادشاہ تھا تو اس سے یہ نتیجہ کب نکالا جا سکتا ہے کہ ایتولی قوم ایلس سے آئی تھی، اس لیے کہ ممکن ہے کہ دوریانیوں کے ترک وطن کے بعد جب ایتولیوں نے ایلس پر قبضہ کر لیا تو اس وقت اُن کے اس فعل کا جواز ثابت کرنے کے لیے یہ قصہ اختراع کیا گیا ہو۔ ان اسباب کی بنا پر قبیلوں کے ترک وطن کے لیے کسی اور نظریئے کی بدیہی ضرورت ہے۔ اوٹفریڈ میولر ایک نئے نظریئے کا بانی ہے؛ اس کے بعد بہت سے مورخوں نے اُس کی پیروی کی ہے۔ اس نظریئے میں اُس کے قائم کرنے والے کی ہوشیاری اور عقلمندی صاف عیاں ہے۔ وہ اس بات کے فرض کرنے میں یقیناً حق بجانب ہے کہ خاص خاص قبیلوں میں خاص خاص طرز پر پوجا رائج تھی اور اُس نے اس طریق عبادت کی وسعت و اشاعت کے حدود کا اندازہ کر کے ان قبائل کے ترک وطن اور نوآبادی کا حساب لگایا ہے اور سب سے پہلے اس نظریئے کو دوریانیوں کے بارے میں کام میں لا کر اپولو دیوتا کی پوجا کو اپنا اساسی واقعہ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ نظریہ درست ہوتا تو

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ یونانی افسانہ آمیز تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جسکے متعلق ہم وثوق کے ساتھ کوئی رائے قائم کر سکیں، اور اُس کا بیشتر حصہ، خاصکر مقامی سورماؤں کا باہمی تسلسل محض اختراع ہی اختراع ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نظریئے کی وجہ سے متبحر علما کو کوئی امر مانع نہیں ہوتا کہ قدیم تعمیرات، دیگر روایات یا خود ان افسانوں کی مختص کیفیات کی مدد سے مختلف اشخاص یا واقعات کے متعلق قیاسات دوڑائیں، اور اسی اصول پر آجکل کے زمانے میں عمل ہوتا ہے۔ ان علما کی رائے سے اتفاق کرنا ممکن ہے، لیکن ان کے قیاسات کو ثبوت کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جا سکتا۔

باب ۲

اُس کی مدد سے بہت سے واقعات ایک دوسرے سے اخذ کیئے جا سکتے تھے۵۵۔

محض نظری حیثیت سے بھی اس میں کوئی خاص بات نہیں پائی جاتی پوجا پاٹ کے طریقے ان مقامات پر بھی جہاں ان کا رواج بیان کیا جاتا ہے ایک سے نہیں تھے پجاریوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ اپنے بت خانوں کی شہرت قائم رکھنے کے لیئے اُس کی اس قدر قدامت جتاتے ہیں اور اتنی وقعت بڑھاتے ہیں جس کے وہ ہرگز اہل نہیں ہوتے اور اگر بالفرض اُن کی عبادت کا اسلوب واقعی اتنا ہی قدیم ہو پھر بھی ممکن ہے کہ خود پجاریوں نے ہی اُسے قرب وجوار میں پھیلایا ہو چنانچہ اس مفروضے کی بنا پر اقوام کے ترک وطن کے متعلق استدلال نہیں کیا جا سکتا۵۶۔ اس ضمن میں ہمیں آخری بات یہ بیان کرنی ہے کہ تو سیع طرز عبادت کی بنا پر اس قسم کا استدلال کرنے سے پہلے یہ صاف ظاہر ہو جانا چاہیئے کہ مخصوص اقوام میں کس قسم کی پوجا مروج تھی لیکن اس کا تیقن بھی ناممکن ہے۔ ہمارے لیئے قوم اور طرز عبادت مترادف الفاظ نہیں اور یہ نہایت خوش گوار مفروضہ عملاً بالکل بے کار ہے۵۷۔

۵۵ک، واخسمو تھ نے اپنی تصنیف "شہر ایتھنز" لائپزگ ۱۸۵۳ء (K. Wachsmuth: Die Stadt Athen) ایتھنز کی ابتدی تاریخ کے لیئے پوجا پاٹ کے اعداد وشمار نہایت ہوشیاری سے استعمال کیئے ہیں، اس کا صفحہ ۳۸۲ خاص طور پر دیکھا جائے۔

۵۶ خود او، میولر نے "دورانیان" میں اسے تسلیم کر لیا ہے O. Mueller: Dor. I. 250 اور اب اس مسئلے پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔ نیز تیمپے اور ڈیلفی کے متعلقہ حواشی کا مطالعہ کیا جائے۔

۵۷ زمانۂ حال کے مورخ ہر بڑے دیوتا کو یکے بعد دیگرے تقریباً ہر قوم کا معبود تصور کرتے ہیں۔ اس سے مقابلہ کیجیے:۔ ا، گرہارڈ: "یونان کی اقوام اور اُنکے قومی معبود E.Gerhard: (Ueber Greechenlands Volk-Stämme und Stammgotheiten برلن اکاڈمی، ۱۸۵۳ء ھ، ڈی، میولر: "تاریخ اقوام یونان" H.D Mueller: Geschichte der griechisobe Sfamme ک، پیٹرسن کی نہایت عالمانہ کتاب جس پر بہت کم توجہ کی گئی ہے، یعنی "دینیات یونان" Chr. Petersen: Griech.

باب ۸

یہاں وہ اعتراضات شمار کردیئے گئے ہیں جو تحقیقات کی اس مخصوص طرز پر ہوسکتے ہیں؛ ان میں مبالغہ آمیزی ضرور ممکن ہے، لیکن جب ہم نتائج پر غور کرتے ہیں تو ہمارے جملہ شکوک رفع ہوجاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا اس طرز کے موئید خود بھی متفق الرائے ہیں۔ ایولو کی خانہ بدوشی سے اوٹ میولر نے مفصلۂ ذیل نتائج اخذ کیے ہیں:۔ ایولو کی پوجا کی توسیع کے دور اوّل میں معلوم ہوتا ہے کہ دوریائی قوم پہلی مرتبہ اپنے وطن سے نکل کر تمپے سے ڈیلفی کریٹی شہر کنوسوس اور ڈیلوس گئی؛ دوسرے دور میں مینوس کو بحری سیادت حاصل ہوئی اور اُس نے ایشیا میں جابجا مقدس باغیچے اور قربانگاہیں تعمیر کیں جو کسی نہ کسی دیوتا کے نامزد تھیں؛

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Mythol, Ersch und Gruber I, 82

پیٹرسن یونانی مذہب کے مختلف زمانوں کا حوالہ دے کر مفصلۂ ذیل تبصرہ کرتا ہے:۔ "ہند ویوریائی" اور "اطالو یونانی"، دوروں کے بعد ایولیائی زمانہ آتا ہے جس میں زیوس، ہیرا، اتھینے، دودونا کے سیے لیادیس اور سیلون کی پوجا کی جاتی ہے؛ اسکے بعد "یونانی ایونیائی" دور جس میں اپولو، آرتمیس، پوسئیڈون کی پرستش کی جاتی ہے اور تھےسیوس و پروسے تھیوس کے قصّوں پر یقین کیا جاتا ہے؛ آخر میں اکائیائی دور شروع ہوتا ہے جس میں آیا کیان، پیلوپیان اور جنگ ٹروائے کے قصّے ترتیب دیئے جاتے ہیں ان قرنوں کے علاوہ شٹارک نے اور عہدوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ہر ایک محقق کی تحقیقات بالکل جداگانہ ہے، اور یہ ایولو کی مثال سے واضح ہوجائیگا جسے میولر دوریائی گرد ہارڈ اکائیائی اور پیٹرسن وغیرہ ایونیائی بتاتے ہیں۔ اسی طرح پوسئیڈون کا نام ایک طرف ایونیائی افسانوں (آئے گیوس) اور دوسری جانب ایونیائی نقصوں (آرنے، بیوتوس) کے ساتھ مخلوط کردیا گیا ہے، اور یہ سوال باقی رہتا ہے کہ وہ ایونیائی دیوتا ہے؛ ایولیائی کسی کو ایک سراغ کے ذریعے سے تحقیقات کرکے چند قابل اطمینان نتائج نکلتے ہیں، دوسرے کو کسی اور بات کا پتا چلتا ہے اور اُس کے نتائج ان مقدم الذکر سے بالکل مختلف ہیں لیکن وہ بھی اُسی کی طرح قابل اطمینان ہیں۔ دھاگے ایک دوسرے سے الجھ جاتے ہیں آپ کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جو سرا آپ کے ہاتھ میں ابتدا میں تھا وہی اب بھی ہے؛

باب ۲

تیسرے دور میں دوریائی نکل کر پیلوپونیز میں آباد ہو گئے۔[۵۸] اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ نظریہ میولر کے شاگرد اگرٹیوس کے نظریے سے کس حد تک مطابقت رکھتا ہے؟ کرٹیوس کہتا ہے کہ اپولو کی پوجا دوریانیوں سے نہیں نکلی بلکہ اس کی ابتدا مشرق اور ساحلی علاقوں میں ہو کر زمانۂ مابعد میں یہ دوریانیوں میں رائج ہوئی؛ ساتھ ہی اس کا یہ بھی خیال ہے کہ اپنے ترک وطن سے پہلے دوریائی جزیرہ کریٹ میں آباد نہیں تھے اور نہ مینوس دوریائی النسل تھا۔ اس کے اور میولر کے نظریوں میں جو تضاد ہے اس سے زیادہ تضاد ممکن نہیں یعنی ترک وطن کی سمت بالکل پلٹ گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا ایک ہی صغریٰ کبریٰ سے اور ایک ہی قسم کی منطقی شکل سے بالکل متغائر نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ فی الواقع تاریخ میں اس قدر قطعیت نہیں ہے جتنی علوم متعارفہ میں ممکن ہے۔ مخصوص تاریخی حالات کا جو اندازہ ہمیں ہوتا ہے اس کا معیار دراصل ہماری وہ رائے ہے جو اس خاص دور کے متعلق قائم ہوتی ہے۔ میولر اور کرٹیوس کی جو رائیں اس عہد کی بابت ہیں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں؛ مقدم الذکر تو یونانی تمدن کو محض دیسی قرار دیتا ہے؛ موخر الذکر کی رائے یہ ہے کہ اس کا مرکز تو یونان ہی تھا لیکن اس کی ہیئت متواتر مشرقی اثرات پڑنے سے بدل گئی۔ میولر کے نزدیک اپولو یورپ سے ایشیا کو اور کرٹیوس کے نزدیک ایشیا سے یورپ کو سفر کرتا ہے۔ دونوں علما اپنے نظریئے دراصل علم کی دیگر شاخوں کی تحقیق و تدقیق سے اخذ کرتے ہیں؛ میولر پر تو قدیمیات یونان کے ادبار کا اثر پڑتا ہے، دوسری طرف کرٹیوس کے نظریے میں مشرقی ممالک کے انکشافات کی وجہ سے تہیج پیدا ہوتا ہے۔[۵۹]

---

۵۸ میولر "دوریانیان" ۱/۱۱، ۲۵۰۔

۵۹ اس طرز سے نقاد قطعی متضاد نتائج کے خطرے کو اس طرح دور کرتے ہیں: عبادت کی توسیع سے ترک وطن ثابت ہوتا ہے، لیکن ممکن ہے کہ اس کی سمت اس سمت سے بالکل برعکس ہو جو روایت کے ذریعے سے ثابت ہوتی ہے، اس لئے کہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ابتدائی مقام

چند محققوں نے اس رائے کا بھی اظہار کیا ہے کہ تاریخ یونان قدیم کی تحقیقات میں وہی اصول برتے جائیں جو علم ارضیات میں چٹانوں کی تحقیقات کے لیے برتے جاتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ مختلف اقوام کی تہیں ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ہیں، اور یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا ارضیات کی طرح یہاں بھی ایسے صدقی یادگار موجود ہیں جن کی مدد سے ہم اپنے منصوبوں پر پہنچ سکیں؛ اس سوال کا جواب اثبات میں دیا جاتا ہے، وہ یہ کہ ہمیں معبودوں کی عبادت سے بہت مدد ملیگی۔ بدقسمتی سے ہماری معلومات کا دائرہ اس درجہ کوتاہ ہے کہ یہ محض دھوکا ہی دھوکا معلوم ہوتا ہے۔ نظریتہً یہ بالکل سچ ہے کہ ہر ایک قوم کے ساتھ خاص قسم کی طرز عبادت وابستہ تھی، لیکن یہ طرز عبادت دوسرے طریقوں سے اس قدر مخلوط ہو جاتی ہے کہ انکو ایک دوسرے سے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اور منزل مقصود میں غلط بحث ہوتا رہتا ہے۔ لیکن ہمارے سامنے **ڈیلفی** **تھیبے** اور اپولو کے **ایونیائی** ایشیائی بت خانے ہیں جنکی آبادکاری میں بہ نسبت مذہبی عنصر کے دنیوی عنصر بہت زیادہ ہے، اور ان کے متعلق **کرتیوس** (۱ (۴) ۹۹۴) کہتا ہے کہ انھیں **دوریانیوں** نے اپنی خانہ بدوشی کی حالت میں دریافت کرکے باہمی تعلق پیدا کر دیا۔ یہ بھی بہت قرین قیاس ہے۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انھیں اسباب (یعنی عبادت کی یکرنگی) سے بالکل مختلف نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں یعنی نسلی ترک وطن اور مذہبی نوآبادیوں کی سمتیں بالکل جداگانہ ہیں اور بعض اجنبی اقوام بھی عبادت کا یہ طرز اختیار کر لیتی ہیں تو پھر ہم یہ کہنے میں کس طرح حق بجانب ہیں کہ طرز عبادت کے شمار و اعداد سے تاریخ اقوام کے واقعات کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ حق یہ ہے کہ بہ نسبت معبودوں کے حالات کے رزمیہ تاریخ سے اس موضوع پر کہیں زیادہ روشنی پڑتی ہے، اس لیے کہ اکثر سورماؤں میں مقامی رنگ پایا جاتا ہے، لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ اصلی اسناد کی ادبی اور تاریخی تحقیقات کے میدان میں، جسکی ابتدا حال ہی میں فون ولاموونز **میولینڈورف** Von Willamowitz Moellendorf نے کی ہے، تیز قدمی سے آگے بڑھنا چاہیئے۔ اس وقت تک یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ جہاں کہیں کسی بات کا کوئی ثبوت ملا وہیں سے اسے اخذ کر لیا، اور ظاہر ہے کہ اس طرز سے صحت بیان کی کوئی ضمانت نہیں ہو سکتی۔

باب

علیحدہ کرنا قطعاً ناممکن ہے۔ ازمنۂ قدیمہ کے متعلق ہمیں اس قدر کم معلومات حاصل ہیں کہ ہم تبدیل شدہ اور غیر تبدیل شدہ واقعات میں تمیز نہیں کر سکتے، اور یہ ظاہر ہے کہ صرف غیر تبدیل شدہ طرز عبادت ہی ہمارے کس کام آسکتی ہے۔ ہم پوجا کے مختلف طریقوں سے صرف جزوی طور پر ہی واقف ہیں اور ہماری معلومات کلیتہً تصانیف زمانۂ مابعد کے غیر مسلسل اور ناکافی حوالوں پر مبنی ہیں۔ اُن کی ان صدفی باقیات سے کوئی مماثلت نہیں جو ہزاروں برس کے بعد بھی اُسی قدر صاف وشفاف ہیں جتنی وہ اُس روز تھیں جب اُن پر پانی آیا، اور اُسی تہ میں اس وقت تک جمی ہوئی ہیں جہاں وہ ابتدا میں چسپاں ہوئیں۔ غرض یہ ہے کہ اعداد وشمار اور طرز عبادت کے تجزیے سے یونانی ترک وطن سے موضوع پر جو روشنی پڑتی ہے اُس میں مضمونیت کا اس سے زیادہ عنصر ہے جو تاریخ میں مناسب ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہر ایک تاریخ میں جس میں تھوڑی بہت جان موجود ہے اور جو محض فہرست اسما پر ہی مشتمل نہیں ہے مضمونیت کا عنصر ضرور ہوتا ہے، اور یہ بعید ترین زمانے کی تاریخ میں سب سے زیادہ پایا جاتا ہے، بلکہ درحقیقت چونکہ پڑھنے والا زندگی کے حالات مطالعہ کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے اسلیے وہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں مضمونیت بھی چاہتا ہے؛ ساتھ ہی وہ اس عقیدے والوں کا بھی یقیناً ممنون ہوگا کہ ہم صرف چند ہی امور سے کما حقہٗ واقف ہیں اور ان سے زیادہ آگے بڑھ کر احتمال کا دائرہ شروع ہوجاتا ہے[۱۰]۔

---

[۱۰] تبلیغ طرز عبادت کے افسانے دراصل رزمیہ افسانوں کے ہی اجزا ہیں، اور چونکہ موخر الذکر محض افراد یا ممالک کے مفاد کو مد نظر رکھ کر مرتب کیے گئے ہیں اس لیے وہ ہمارے مقصد کے لیے بالکل بیکار ہیں۔ ایسی حکایتوں کا مطلب بالکل صاف ہوتا ہے اور ان میں اس قسم کا ذکر ہوتا ہے جیسے ایک سورما تھا جس نے کسی ملک پر قبضہ کر لیا، یا کسی نے اُسے وہ ملک تحفتہً دیا، یا اُسنے کسی کو یہ ملک پیش کیا؛ بدیں سبب وہ قوم یا افراد، جو اُس سورما کی اولاد سے یا ان کی اولاد سے تھے جنھیں یہ ملک دے دیا گیا تھا؛ اُس کا مطالبہ کرنے کے مستحق تھے۔ اس سلسلے میں

باب ۳ حاشیہ ا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ہرقل کی طرف بہت سے قصے منسوب کرکے اُن سے کام نکالا گیا، مثلاً یہ بیان کیا گیا کہ اُس نے پیلوپونیز اور مغربی سسلی تحفۃً دیدی۔ اسی طرح چونکہ اتھینہ کا سگی یوم پر قبضہ تھا اس لیئے ایتھنزیوں نے سکامانڈر کے کنارے کی اراضی کا مطالبہ کیا (أِس خیلوس: یومنیس، ۳۹۷ = Aesch. Eum. 397) اس قسم کے افسانے، جو بکثرت پائے جاتے ہیں، محض کام نکالنے کے لیئے گھڑے گئے۔ مقابلہ کیا جائے او، گروپے کی تنقید ستودنچکا کی کتاب "سیرینہ" پر جو جریدۂ لسانیات برلن نمبر ۲۶ سنہ ۱۸۹۰ء میں چھپی ہے C. Gruppe: critique of Studniczka's Cyrene; Bertin Phil. woch 1890. بلاشبہہ وہ مورخ جو افسانوں سے تاریخ اخذ کرتے ہیں واقعات کو بالکل دوسری نظر سے دیکھتے ہیں، مثلاً وہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ کسی خاص سورما کے ترک وطن کے افسانوں سے یہ مطلب ہے کہ اُس قوم نے جس کا وہ سورما ایک فرد تھا ترک وطن کیا، یا کم از کم اس کا یہ مطلب ضرور ہے کہ اُس قوم کے ترک وطن کی روایت موجود ہوگی۔ اس طرح وہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ افسانوں میں حقیقی واقعات کو ایک خاص انداز کا جامہ پہنایا گیا ہے، یا دوسرے الفاظ میں ایک پوری قوم کے کارنامے ایک فرد واحد کے نام پر مجتمع کر دیئے گئے ہیں "۔ اس طرح یہ افسانے گویا تاریخی معمّوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جنھیں کوئی نہایت ہوشیار شخص حل کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فورخ ہامر انھیں "ایام ماضیہ کی پہیلیاں" بتاتا ہے۔ اگر یہ سچ بھی ہو تو جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قدیم زمانے کے انسان کا مطمح نظر کیا تھا اور وہ کن کن امور میں اپنا مفاد سمجھتا تھا، تو ہمیں یہ چاہیئے کہ انھیں تاریخ کے نہیں بلکہ قدرت کے معمّے قرار دیں اور اس طرح اُس رشتے کو جو دینیات اور تاریخ کے درمیان ہے منقطع نہ ہونے دیں۔ لیکن بہتر تو یہی ہے کہ ہم ان افسانوں کو کسی قسم کا بھی معمہ نہ سمجھیں، دراصل اُن کو ایسے تار سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو ابتداءً میں تو بہت چھوٹا تھا لیکن جسے کھینچ کر بہت بڑھا دیا گیا ہے اور اُس کی اصل حقیقت کا تعین، خواہ اُس کا تعلق قدرت سے ہو خواہ انسانی زندگی سے، ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔

باب ۴

باب چہارم

اوّلین روایتی تاریخ

اب ہم اوّلین روایتی تاریخ کا ایک خاکہ ہدیۂ ناظرین کریں گے۔ اسکی حقیقت کے متعلق ہماری آخری رائے خواہ کچھ بھی ہو، اس میں شبہہ نہیں کہ تعلیم یافتہ شخص کے خیالات بہ نسبت ایسے واقعات کے جو تنقید جستجو کے بعد منکشف ہوئے ہوں یا بمقابلۂ محض اس قول کے کہ فلاں واقعات سرے سے رونما ہوئے ہی نہیں، ابتدائی روایات کا اثر زیادہ پڑتا ہے، اور ان کا علم گویا تاریخی معلومات ہی کا ایک جزو سمجھا جاتا ہے۔[1] ہم فطرۃً اپنے خاکے کی بنیاد ان روایات کی آخری شکل کو قرار دیں گے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس زنجیر کی ابتدا انسانوں اور واقعہ نویسوں نے ڈالی تھی اس کی یہ آخری کڑی ہے، اور اسے ان بعد کے مصنفوں نے اپنے اپنے خیالات کے مطابق ڈھال دیا ہے۔

یونانی اپنے آپ کو ہیلینیز کہتے تھے، لیکن ان ہی کے خیال کے مطابق اس خطے میں ہیلینیز سے بھی پہلے ایک اور قوم، یعنی پیلاسگی، آباد تھی۔ ایسا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں قوموں میں باہمی تعلق کیا تھا؟ زمانۂ حال کے

---

[1] جس شخص نے ارتقائی دور کی آخری تحقیقات کی ہے وہ گروٹیوس ہے، اور اسکی کتاب کی مقبولیت کا اس کے انگریزی، فرانسیسی اور اطالوی تراجم سے پتا لگتا ہے۔ بدیں وجہ ہمیں اس مختصر خاکے کی ترتیب میں بار بار اس سے مدد لینی پڑ گئی۔ ڈنکر روایات کے متعلق سکوت اختیار کرتا ہے لیکن مجھے روایات کا اعادہ کرنا اور پھر ان کے متعلق اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرنا دونوں ضروری معلوم ہوئے۔

باب سوم

مورخوں کا قیاس ہے کہ دونوں میں کوئی قطعی تباین نہیں تھا، بلکہ دراصل ہیلے نیز پیلاسگی ہی تھے جن میں مختلف نسلی عنصروں کے مل جانے اور ایک متخائر تمدن کے اختلاط سے بہت سی تبدیلیاں ہوگئی تھیں۔ بعض مورخوں کی جنمیں ڈنکر سب سے ممتاز ہے، یہ رائے ہے کہ یونانی قوم صرف بری راستے سے شمال سے آئی ہوگی، دیگر متجسّس جن کا سرتاج کرتیوس ہے، یہ کہتے ہیں کہ انکے علاوہ ایک اور قوم جس کا اس شمالی قوم سے کوئی واسطہ نہ تھا، سمندر کے راستے ایشیا سے یونان آئی؛ کرتیوس کی رائے ہے کہ اس شاخ کو دراصل فنیقیوں نے ترک وطن پر مجبور کیا، اور یہ ایشیائی یونانی اس ابتدائی دور میں ہی ایونیائیوں کے نام سے تماشاگاہ عالم پر نمودار ہوجاتے ہیں۔ یہ نووارد یونانی النسل تو ضرور تھے، لیکن ان پر ایشیائی ہمسایوں کا نہایت زبردست اثر پڑ چکا تھا اور اس تعلق کی وجہ سے اس قوم کی سیدھی سادی زندگی میں ایک عظیم الشان انقلاب رونما ہوچکا تھا۔ اُن کے مذہب میں تبدیلی پیدا ہوگئی؛ اُن کا ایک ہی قومی معبود زیوس تھا، اسکے علاوہ جو معبود وجود میں آئے، اُن کی قربان گاہیں ابتدا میں صرف بحیرۂ ایجین کے سواحل پر تعمیر کی گئیں جس سے ان کا بدیشی جنم صاف ظاہر ہوتا ہے۔ پیلاسگیوں کے عقیدے میں آذر پرستی کو دخل نہ تھا، یا کم ازکم یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ان کے مذہب میں اس کا محض ایک شائبہ پایا جاتا تھا، لیکن ایونیائیوں پر ایشیائی تمدن کا اثر پڑ چکا تھا جسکی وجہ سے یونانی بھی ارباب پرست ہوگئے۔ ہم افرودیت اور ہرقل کی پوجا میں براہ راست فنیقی اثر محسوس کرتے ہیں، لیکن ان کے جملہ دیوتا مثلاً پوسئیدون، دیونی سوس، ارتیمس، دمیتر اور خود اتھینے بالواسطہ دراصل ایشیائی الاصل ہیں، اور ابتدا میں خود اپولو بھی دریائی دیوتا ہے اور سمندر پار سے آتا ہے۔ لیکن ہمارا قیاس ہے کہ یہ دیوتا یونان کی تاریخ کے جدید ترین دور میں یونان لائے گئے ہوں گے۔ ہم اُن رزمیہ افسانوں کے ذریعے سے جن میں یونانیوں نے یہ دکھایا ہے کہ کس طرح پیلاسگی زندگی کی یکرنگی یونانی زندگی کی بوقلمونی سے بدل گئی، تاریخی دور کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ابتدائی تارکان وطن کا تہذیب آفریں اثر ہرقل کی تاریخ میں نظر آتا ہے؛ تھیسیوس کی شخصیت کو ترکیب دینے میں دراصل اُسی کی نقل سے

مدد لی گئی ہے اور جہاں کہیں ہرقل نے اپنے کارنامے دنیا کے سامنے پیش کیئے ہیں
وہیں رزمیہ نظم کا نشو و نما ہوا ہے۔ بیوتیہ میں کادموس کے افسانوں کے مطالعے
سے معلوم ہوتا ہے کہ یونان ایشیا کا کس درجہ مرہون منت ہے؛ تھسلی میں رزمیہ
افسانے خلیج پاگئے کی ہر چہار طرف مجتمع ہوتے ہیں جہاں سے آرگو کشتی چلی تھی؛
آرگوس کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس تمدن کا مشرق میں نشو و نما ہوا تھا وہ
کس طرح ساحلی علاقے پر آکر متسلط ہو گیا؛ بحیرۂ ایجین کے کناروں پر جو قومیں آباد تھیں
(ان میں سے کاریہ کی مخلوط آبادی ممتاز تھی) انھوں نے فینقیوں کی طرح بحری قزاقی شروع
کردی، اور اس ہنگامے کا خاتمہ مینوس شاہ کریٹ نے کیا؛ یہ وہی مینوس ہے جسے ہم
تاریخ یونان کی پہلی واقعی شخصیت کہہ سکتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایشیائے کوچک میں چند
بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوئیں، یعنی افروجیہ جس کی آبادی آریائی تھی، لدیہ جہاں
غالباً سامی آباد تھے، ساحلی علاقے میں سلطنت ٹروا ہے اور اس کے جنوب
میں کوہ سپی لوس پر ریاست تنتالوس۔ ایشیا کے جنوب و مغربی زاویئے میں
تمدن لسیہ کا آغاز ہوا جو فن تعمیر کی ترقی کے لیئے خاص طور پر ممتاز ہے، اور چونکہ یہ
اپولو کی پوجا کا گویا گہوارہ تھا (اپولو لسیہ سے دیلوس اور وہاں سے دلفی جاتا ہے)
اس وجہ سے مذہب کی تاریخ میں اسے بہت کچھ وقعت حاصل ہے۔ اس ملک میں اور
خاصکر خلیج پاگاسائے کے چاروں طرف ملیائی رہتے تھے جنھیں ہم یونان کے اولین
ملاحوں کا لقب دے سکتے ہیں؛ یہ یہاں سے نقل وطن کرکے اورخومینوس میں (جو
شہر تھبز کا مدمقابل تھا) جاکر آباد ہو گئے۔ تھبز بہت سی نسلی شاہراہوں کا جائے اتصال
ہے اور یہاں یوریا سے صور کی، ہرقل سے سیدا اور امفیون کی اور زیتھوس
سے ایشیائے کوچک کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ کادمیائیوں کے غیرملکی ہونے اور
ایولیائیوں کے ملکی سورما ہونے میں شبہہ نہیں، کرٹیوس کے نزدیک یہ موخرالذکر
بجائے ایک ہی قوم کے افراد ہونے کے ایک خاص منزل تمدن (یعنی پیلاسگی تہذیب)
کے قائم مقام تھے جنھوں نے لیلیگیس اور غیرملکی ایونائیوں سے تعلقات پیدا
کرکے تمدن کے زینے کی بہت اونچی سیڑھی پر قدم رکھا تھا۔ کرٹیوس اکائیائیوں
کو ایولیائیوں کی ایک شاخ قرار دیتا ہے لیکن ان دونوں میں کم از کم یہ فرق ضرور ہے

(باب ۳)

کہ ان کی تاریخی حقیقت ایولیائیوں سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ ساحلی علاقوں یعنی فوسس، کریٹ، دہانۂ پے نیئوس، کوہ پے لیون، جزیرۂ آئی گینیا اور اٹیکا میں پائے جاتے تھے، اور دراصل ان کی کوئی علیحدہ نسل نہ تھی بلکہ یہ چند ممتاز خاندانوں کے مجموعوں پر مشتمل تھے جن کا ارتقا یورپی یونان میں ایولیائیوں سے بالکل علیحدہ ہوا تھا۔ ارگی لیس اور پیلوپس کے افسانوں کی ابتدا دراصل اکائیائیوں سے ہی ہوئی، اور لدیہ کی طرح ان میں بھی وہ تودے پائے جاتے ہیں جنھیں مردوں کے اعزاز میں تعمیر کیا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ تھسلی میں دیسی آبادی کے ساتھ ایک غیر ملکی شاہی نسل مخلوط ہو گئی ہو، بہرحال یہاں سے ایک شاخ آرگوس کی طرف جاتی ہے، لیکن وہاں کے خیال کے مطابق اس سے پہلے ہی داناؤس نے رھوڈس سے آکر ایک مخصوص تمدن کا آغاز کر دیا تھا۔

داناؤس کی اولاد نے اپنا رشتہ مشرق سے برابر قائم رکھا۔ ٹرنز کی تعمیر لسیہ کیے ہی کیکلوپس نے کی اور خود پرسیوس کا وطن بھی لسیہ ہی تھا۔ داناؤسیوں میں باہمی نزاعات پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے ایولوسی خاندان کو عروج حاصل ہوا جس کا ممتاز ترین رکن آدر استوس ہے جسے کادموس کے شہر سے للّہی بغض تھا اور دلی خواہش تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح نابود ہو جائے لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہونے پائی تھی کہ ملتالوسی جو عوام الناس کو خوش رکھنے کے فن کے گویا ماہر تھے، برسر اقتدار ہو گئے۔ اب آرگوس میں لدیہ والے لسیہ والوں کو مغلوب کر لیتے ہیں اور اس طرح پیلوپسیوں کا اقتدار بڑھ جاتا ہے۔ ابتدا میں تو پیلوپونیزیوں کے اقتدار کا انحصار بری تفوق پر تھا لیکن انھیں بحری سیادت بھی حاصل ہو گئی جس کی وجہ سے ان میں اور ٹروا والے میں باہمی تصادم لابُد ہو گیا۔ الیوم، تھبز، اور خومینوس، میکے نائی اور تیرنز کے وجود میں تو شک ہی نہیں اس لیے ہم اس پر بھی مجبور ہیں کہ دردانی، نینائی، کادموسی اور آرگوسی شاہزادوں کے وجود کو بھی تسلیم کر کے اگامیم نون اور پریام کی تاریخی شخصیتوں کو بھی مان لیں۔ یہ سب ریاستیں دراصل ایشیائی یونانیوں کی وجہ سے عدم سے وجود میں آئیں؛ یہی وہ زمانہ ہے جب پیلاسگی تمدن

رفتہ رفتہ یونانیت کا جامہ پہن لیتا ہے ؛

اب یورپ کی قوموں میں ردّ عمل شروع ہوتا ہے جس کے لیئے ہمیں محض افسانوں پر اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہاں یہ ذکر کرنا بالکل کافی ہے کہ گُرتیوس کے مطابق دوریانی شاہ آئے گی میوس کی ماتحتی اور اپولوئے ڈیمی کی رہبری میں اپنے تاریخی دور کا آغاز کرتے ہیں۔ یہاں اس نسل کے جو بادشاہ گزرے ہیں وہ خود کو ہرقل کی اولاد بتاتے تھے۔ جب وہ جنوب کی طرف جانے پر مجبور ہوئے تو اُن کی تہذیب کا پایہ بہت بلند تھا اور اس سے کام نکال کر انھوں نے مجالس امفک تیون کے ذریعے سے اپنی ہمسایہ اقوام کو متحد کر لیا۔ دوریانی تیمپے ہی میں اپولو کی پوجا سے واقف ہو گئے تھے، اور اب اُنھوں نے ڈیلفی میں اس دیوتا کا ایک معبد بنا کر دونوں معبدوں کا ایک دوسرے سے رشتہ پیدا کر دیا۔ اصل یہ ہے کہ لفظ "ہیلے نیز" اور ہیلے نی قومیت کے تخیل کی ابتدا اسی اُمفک تیونی لیگ سے ہوئی جس کی بنیاد دوریانیوں نے ڈالی تھی ؛

باب ۵

باب پنجم

روایتی اور خصوصاً افسانہ آمیز تاریخ کی تنقید

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس روایتی تاریخ کے کونسے حصّے ایسے ہیں جنھیں حقیقت پر مبنی کہا جا سکتا ہے؟ ہم چوتھے باب میں دکھلا چکے ہیں کہ محض روایتی اشخاص اُن کی زندگی کے واقعات اور باہمی تعلقات کے علم سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ یہ سب امور پایۂ ثبوت کو پہنچ گئے ہیں۔ بلا شبہہ ہم بنظر غائر ذرا کم و بیش احتمال و عدم احتمال کا اندازہ کر سکتے ہیں، لیکن اس موقع پر اس قسم کی تنقیح کی گنجائش نہیں ہے بلکہ اُس کی بجائے ہمیں محض مثالوں پر اکتفا کرنا پڑیگا اور اُن سے ہی یہ امر واضح ہو جائیگا کہ شعرا اور قدیم وقائع نویسوں کے تخیلات اور بلند پروازیاں اس درجہ بڑھ جاتی ہیں کہ اُنھیں تاریخی سند نہیں قرار دیا جا سکتا۔

سب سے پہلے آرگولس کے افسانوں کو لیجیے۔ اس ضلع کا سب سے اہم شہر میکینے نامی ہے جہاں کی قسمی روایات میں دو مختلف خاندانوں یعنی پرسیوسیان اور پیلوپیسیان کا ذکر ملتا ہے اور ان میں سب سے ممتاز شخصیت پیلوپیسی خاندان کے رکن اعظم اگے میم نون کی ہے۔ لیکن درانحالیکہ اس پر اتفاق رائے نہیں ہے کہ اس کے باپ کا کیا نام تھا، تاہم یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہمیں اُس کے پُر آشوب زمانے کے اُن حالات سے واقفیت ہے جن کے باعث ایک خاندان کی بجائے دوسرا خاندان مقتدر اعلیٰ ہو گیا[1]۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شاعر نے اپنی بلند پروازیوں کو

[1] اس کا ماخذ در اصل طوسی دیدش کی تمہید ہے جو اُس دور کے واقعات کے لیے نہایت پر از معلومات ہے۔ اس تمہید کا مقابلہ تکیاویلی کی تاریخ فلورنس سے کیا جا سکتا ہے۔ ہم طوسی دیدش کی عظمت اور عزت کرنے میں کسی سے کم نہیں لیکن یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جو امور کا علم اُسے محض استدلال کے ذریعے سے ہوا اُنکی بابت ہم اس سے بہتر رائے قائم کر سکتے ہیں۔

باب ۳

کام میں لاکران واقعات کو گھڑ لیا ہوگا اور زمانہ مابعد کے وقائع نویسوں نے اُن کا نثر میں ترجمہ کر لیا ہوگا۔ شہر آرگوس کے افسانوں میں جو اختراع واقعات کیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ بدیہی ہے[۱]۔ اگرچہ یہ بالکلیہ تاریخ میں شامل نہیں کیے گئے لیکن تاریخ پر اُن کا بہت زبردست اثر پڑا ہے۔ آرگوس اپنے حکمرانوں کی مسلسل فہرست تیار کرنے پر تُلا ہوا تھا، لیکن کیا دے کر؟ اناخوس کے بعد (جو دراصل آرگوس کے ایک دریا کا نام ہے) حکمرانوں کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے جن کے نام یا تو ملک کی اقوام اور قصبات سے لیے گئے ہیں جیسے اسے گیالیوس، پیلاس گوس، اپی دوروس، آرگوس (تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ اسے گیالیا اور اپی دوروس کے باشندے، و نیز جملہ پیلاسگی آرگوس سے آئے تھے)، ورنہ اُن کے انتخاب میں کوئی نہ کوئی مخصوص انداز پیش نظر رکھا گیا ہے، جیسے یاسوس دراصل ہومر کے ایک توصیفی لفظ سے اخذ کیا گیا تھا[۲]۔ اس کے بعد مشہور و معروف یو آتا ہے جس کی بابت بیشتر علما مختلف الرّائے ہیں۔ مذکورہ بالا ناموں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آرگوس کے باشندے یونانی افسانوں کے ممتاز ترین افراد کو اپنے ملک کے سلسلۂ تاریخ میں شامل کرنے کے ازبس آرزومند تھے۔ بہر حال داناؤس یو کی اولاد سے ہے اور دانائیوں کے قصّوں کی وقعت افسانوں سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کی اولاد میں سے ایک لڑکی لینکیوس سے شادی کرتی ہے جو خود آباس کی اولاد سے ہے اور جس کا نام دراصل ابانتی قوم کے نام سے

---

[۱] فرمانروایانِ آرگوس کے نسب ناموں میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، اس موضوع پر مفصلۂ ذیل کا خاص طور پر مطالعہ کیا جائے: اپولودوروس Apollodorus ۱/۲؛ پیوسانیاس (Paus) ۲/۱۶؛ گروٹ (Grote) (۲)، ۵۹۔ ہم نے ان میں سے کسی ایک مورخ کا اتباع نہیں کیا بلکہ "خذ ما صفا" کے مقولے پر عمل کیا ہے۔

[۲] یاسوس کا ذکر ہیلانیکوس ۲۳۸ میں ہے۔ ہومر (اوڈیسی ۱۸/۲۴۶) یاسون آرگوس" کا ذکر کرتا ہے جس کی بنا پر کسی ہوشیار نساب نے فوراً یاسوس شاہ آرگوس کا نام ایجاد کر لیا۔ مقابلہ کی جائے گروٹ (۲)، ۵۹۔

باب ۳

نقل کیا گیا ہے ؛ لیکن چونکہ یہ قوم اکثر یوبیہ میں رہتی تھی اس لیئے دیگر مصنف اسکے لیئے ایسے والدین تلاش کرنے کی فکر کرتے ہیں جس کا اس جزیرے سے تعلق ہو، بالآخر وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اور اُسے پوسئیڈون یا خالکون (متعلق بہ خالکس) اور اریے تھوزا کا بیٹا بنایا جاتا ہے ۔ اباس کے بیٹے اکری زیوس اور پرو لی توس ہیں جن کا ترزنز سے زیادہ تعلق ہے ؛ ان میں سے پرو وِلی توس تیے زمانے میں اور استنوس شاہ آرگوس بن جاتا ہے، اور گو اس کا تعلق بہ نسبت آرگوس کے سکیون سے زیادہ ہے لیکن آرگوس اس سے جدا ہونا نہیں چاہتا ۔ غرض یہ ہے کہ آرگوس کے حکمرانوں کے طویل سلسلے میں اکثر افراد کی بنا محض تخیلات اور شاعرانہ مبالغوں پر ہے ۔[۱]

[۱] جس طرز پر ہرقل کا آرگوس سے تعلق پیدا کیا گیا ہے اس سے بھی ہم ان اختراعات کی تہ کو پہنچ سکتے ہیں ۔ مسلمہ طور پر ہرقل تھیبز کا باشندہ تھا اور جس طرح تھسالوی فلے گیاس سے (جس کی بیٹی کورونس اسکلے پیوس کی ماں تھی) صرف اس لیئے ایپی دوروس پر جنگ آزمائی کرائی گئی تھی کہ اسکلے پیوس وہیں پیدا ہوا، اسی طرح محض اس لیئے کہ ہرقل کا جنم بھوم تھیبز تجویز کر دیا گیا تھا امفتریون اور الکمنے کے آرگوس سے تھیبز بھاگ جانے کا قصہ گھڑا گیا ۔

پاولی کے مجموعے Pauly's R. E. I. ۱ : ۸ کے مطابق اور استنوس سکیون کا باشندہ تھا ۔ اسٹیفن کی موقع کی تحقیقات (بیانات متعلق نقشہ جات میکے نائی Steffen: Text zu den Karten von mykenai برلن ۱۸۸۴ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ آرگوسی افسانوں سے بہت ہی کم تاریخی واقعات اخذ کیئے جا سکتے ہیں ۔ وہ لکھتا ہے کہ بلا شبہہ فرمان روایان میدان آرگوس کا مستقر شہر آرگوس ہی تھا اور اس امر پر محقق اور افسانے دونوں متفق ہیں، نیز یہ بھی درست ہے کہ ناؤپلیا، ترنز، مدیا اور میکے نائی کی تعمیر میں غیر ملکی اثرات شامل تھے اور ان کا مقصد ہی یہ تھا کہ آرگوس کی مخالفت کی جائے (صفحہ ۹) لیکن اس مقام پر آکر افسانوں اور تحقیقات میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اس لیئے کہ آرگوسی پرو تیون اور پرسیوسیون میں جو تباین نظر آتا ہے وہ وقائع نویسوں کے

مینوس کی شخصیت سے بھی اس اثر کا پتا چلتا ہے جو تاریخ پر تخیلات محض کا پڑا ہوگا۔ ہومر کی کتابوں میں اسے پرسیوس، دیونی سیوس اور ہرقل کی طرح زیوس کا بیٹا تسلیم کیا گیا ہے؛ وہ ہمیشہ زیوس کے ساتھ رہتا اور مُردوں کے باہمی معاملات طے کرتا ہے؛ اُس کا نتیجہ بدیہی ہے، وہ یہ کہ جو علم اُس نے زیوس سے حاصل کیا ہے جس سے مردوں کے باہمی معاملات طے کرنے میں مدد لی جاتی ہے اسے بنی نوع انسان کے مفاد کی خاطر بھی کام میں لایا جائیگا، یہی وہ تخیل ہے جس کی بنا پر ہسیوڈ کہتا ہے کہ مینوس اطراف وجوانب کے باشندوں پر زیوس کا عَلَم ہاتھ میں لے کر حکومت کرتا ہے۔ لیکن مینوس کا نام ایکائی، مگاری اور صقالوی افسانوں میں بھی ملتا ہے، بلکہ سسلی میں تو اُس کی قبر کی زیارت بھی کرائی جاتی تھی۔ ان امور کو مدِنظر رکھ کر ایک قدم اور بڑھایا جاتا ہے؛ وہ یہ کہ بلاشبہہ مینوس سمندروں پر بھی حاکم ہوگا، اور ہیروڈوٹس اسی روشنی میں اُسے پیش کرتے ہوئے اُس کا نسب نامہ دیوتاؤں سے ملا دیتا ہے اور چونکہ اس حیثیت سے اُس کی شخصیت محض نیم تاریخی رہ جاتی ہے اس لیئے ہیروڈوٹس یہ کہتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نام نہاد ملکیوں اور غیر ملکیوں کے باہمی تخالف سے مطابقت نہیں رکھتا اور پروِلی اُتنے ہی کم ملکی ہیں جتنے خود پرسیوس۔ نیز در انحالیکہ موقع کی تحقیقات سے تورنز اور ناوپلیا کے باہمی تعلقات کا پتا لگتا ہے لیکن افسانہ نویس بالکل ساکت ہیں۔ اسی طرح مقامی تحقیقات افسانوں کے میدان کو اس وقت بھی چھوڑ دیتی ہے جب یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ پیلوپی بری راستے سے مقدونیہ ہوکر خالکنائے میں سے گزرتے ہوئے میدان اناخوس آئے اور اس کے بعد پرسیوسیون کے قلعہ میکے نائے پر قبضہ کرکے اپنا پڑاؤ ڈالدیا۔ آگے میم نون کے قبضہ سے کورنتھ سے علاوہ افسانوں میں پیلوپیون اور شمال کے تعلقات کا مطلق ذکر نہیں بلکہ اسکے برعکس پرسیوسی کورنتھ سے مخالفہ کرلیتے ہیں۔ اسٹیفن Steffen نے موقع پر جاکر جو تحقیقات کی ہے اُنکی ایک خاص تاریخی قیمت ضرور ہے لیکن یہ اسلیئے نہیں کہ وہ افسانوں پر مبنی ہے؛ افسانے برابر چولے بدلتے رہتے ہیں اسلیئے انکی مدد سے کوئی بات بھی ثابت کیجا سکتی ہے افسانوں میں سورماؤں کا تذکرہ ہے، شعراء اور وقائع نویس انہیں باہمی تعلق پیدا کرتے ہیں، لیکن نہ تو افسانوں اور نہ وقائع میں کسی شہر کے خطوط مدافعت اور بچاؤ کی تدابیر کا ذکر ہے۔

باب ۲

کہ پہلا انسان جس نے سمندروں پر حکومت کی وہ پولیکراتیس تھا۔ اسکا بیان ہے کہ منوس نے جزائر کے باشندوں پر جو کاریہ سے آئے تھے اور جنکا نام لیلیے گیس تھا، حکومت کی۔ طوسی دیدش ہمیشہ ہیروڈوٹس کے بیانات کی تصحیح کے درپے رہتا ہے، اور اس کا بیان ہے کہ غالباً منوس نے کاریوں کو نکال دیا ہوگا اور شاید منوس پہلا بادشاہ ہوگا جس کی خدمت کے لیئے جنگی جہاز موجود تھے۔ اب ان تمام مناظر کی ایک مکمل تصویر تیار کیجاتی ہے جس کے مطابق منوس پہلا شخص ہے جس نے قانون اور امن و امان کو یونان میں رائج کیا، جس نے شہر آباد کیئے، جس نے پوجا کے مختلف طریقوں کو رواج دیا اور مصر کی تاریخ میں بھی اُس کی بحری سیادت کے آثار بتائے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ہماری رائے ہے کہ منوس پرسیوس اور ہرقل کیطرح محض ایک خود ساختہ شخصیت ہے اور اُن واقعات کو جنھیں تاریخی بتایا جاتا ہے دراصل محض تزئین و ترییائش تاریخ سے زیادہ وقعت نہیں دی جاسکتی ہم اسی طرح اُس کے ساتھی ایاکوس کی شخصیت پر غور کر سکتے ہیں اور اُسکے خوشگوار عہد حکومت کو بھی تاریخی سانچے میں ڈھال سکتے ہیں۵۵:

۵۵ منوس: ہومر: اودیسی ۱۹، ۷۷؛ وغیرہ ہیروڈوٹس ۳، ۱۲۱؛ ۱، ۱۷۱؛ طوسی دیدش ۱، ۴ - منوس کی بحری سیادت کا تعلق بحری لیگ اور مصر کی باہمی جنگ سے؛ لینورمان: "تمدّن کی ابتدا" پیرس ۱۸۷۵ء جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ وغیرہ؛ اس تعلق کو فرانسیسی مؤرخ امر واقعہ تصور کرتے ہیں۔ اس بات کا ثبوت کہ منوس کی شخصیت محض فرضی ہے اس سے ملتا ہے کہ کریٹ میں کسی عہدیت کا پتا نہیں اور اگر منوس کی سلطنت ایک امر واقعہ رہی تو یہ عہدیت ضرور قائم ہوتی۔ کریٹی بلدی سواساج کے اصول پر ہمیشہ قائم رہے۔ منوس کی بحری سیادت کا تخیل دراصل ان افسانوں کے مجموعے سے پیدا ہوا ہے جو اس کی حرکات و سکنات کے متعلق ایجاد کیئے گئے تھے، اور وہ ہرقل کے افسانوں سے زیادہ قابل وقعت نہیں ہیں۔

باب ۳

ان کے علاوہ دیگر افسانوں کی بھی تنقید کرنا اور یہ دکھانا آسان ہے کہ اگر بالفرض ان کا واقعات پر مبنی ہونا حد امکان میں ہو بھی تاہم ذرہ برابر بھی گمان غالب نہیں کہ فی الواقع اُن کی بنیاد واقعات پر تھی۔ لیکن بجائے اس طرز عمل کے ہمارے لیئے یہ بہتر ہوگا کہ ہم اُن حالات کے ضمن میں روایات کی بے اعتباری پر بحث کریں گے جہاں روایات عام طور سے قابل وثوق سمجھی جاتی ہیں۔ اگر کسی خاندان کا یہ مطالبہ ہو کہ وہ کسی خاص غیر ملکی سورما کی اولاد سے ہے تو فی نفسہ یہی اس بات کا ثبوت سمجھا جاتا ہے کہ اس خاندان کا نکاس اس ملک سے ہوگا جہاں سے وہ سورما آیا تھا؛ مثلاً چونکہ پی سسٹراتوس، سولن وغیرہم اپنے آپ کو نیلوس کی اولاد بتاتے تھے اس لیئے قوم کی قوم پیلوس سے ہی آئی ہوگی لیکن ہمارے نزدیک یہ نتیجہ لازم نہیں آتا۔[۵۵] واقعہ یہ ہے کہ ایسے خاندانوں نے اپنے آپکو نیلوس سے اس لیئے وابستہ کیا کہ اُن کی یہ خواہش تھی کہ اپنا نسب نامہ نہایت

---

[۵۵] قدیم نبیل خاندانوں کے نسب ناموں کو گ، پیٹرسن G. Petersen قابل اطمینان تصور نہیں کرتا۔ اس کی جامع تصنیف "مسائل تاریخ اقوام اٹیکا" Quaestiones de historia gentium Atticarum ۱۸۸۰ء ہے۔ ہمیں ٹیوسانیاس (۲، ۱۸، ۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزی خاندانوں کے پیلوس سے آنے کا واقعہ کس درجہ ناقابل یقین ہے اور خود ٹیوسانیاس کو مطلق علم نہیں کہ نسطوری پی سسٹراتوس کہاں آیا۔ وہی ٹیوسانیاس جو ہر چیز پر یقین کر لیا کرتا ہے وہ نسب ناموں کی بے اطمینانی کا حوالہ دیتا ہے (۱، ۳۸، ۷؛ ۴، ۲، ۳؛ ۸، ۵۳، ۵)۔ زمانۂ حال کے مورخوں کو جو تاریخی تنقید کے اصول کو اس سے بہتر سمجھ سکتے ہیں، اُن نسب ناموں کو تسلیم کرنے میں جن کا سلسلہ رزمیہ زمانے تک جاتا ہو، ذرا احتیاط ہونا چاہیئے۔ اس موضوع کے لیئے پ، گارڈنر: "ابواب جدیدہ" ۸۴ P. Gardner: New chapter پیلوپیول کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "چونکہ حکمیات میں متواتر ترقی ہو رہی ہے اس لیئے ہمیں امید ہے کہ ہم ان افسانوں سے روز بروز نئے نئے واقعات اخذ کر سکیں گے"۔

باب ۲

درخشاں وتاباں بنالیں، اور چونکہ ان کے نام بھی نیلوس کی اولاد کے ناموں سے مشابہ تھے اس لیئے اُنھیں اپنی کوشش میں کامیابی ہوئی۔ مثلاً اگران میں سے بعض کا نام پی سِسٹراتوس تھا تو یہ اُس کے پی سِسٹراتوس ولد نسطور کی اولاد ہونے کے دعوے کے لیئے بالکل کافی تھا۔ ساتھ ہی وہ خاندان جو رتبے میں ان سے کم تھے وہ بھی اس دعوے کو تسلیم کرنے کے لیئے اس لیئے تیار تھے کہ ان کے اپنے لیئے بھی اس قسم کی شاہراہ کھل جاتی تھی۔ جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ آجکل کے زمانے میں بھی لوگ اپنے نسلی امتیازات ثابت کرنے کے لیئے کیسے کیسے حقوق جتاتے ہیں اور یہ دعوے کس درجہ بے بنیاد ہوتے ہیں تو ہمیں قدیم ایتھنزیوں کے اسی قسم کے دعاوی پر اُن سے زیادہ یقین کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ نسب ناموں کے دعاوی غلط ہیں تو پھر اُنسے یہ کیونکر نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ایک خاص خاندان کسی مخصوص مقام سے آیا ہوگا۔ یہ فرض کرلیا گیا کہ نیلوسی ضرور پیلوس سے آئے ہوں گے ورنہ وہ نیلوس کی اولاد کب ہوسکتے تھے۔ لیکن صرف یہ دعوےٰ پیش کرنے کے لیئے کہ ایک خاص خاندان کا نسب نامہ نیلوس تک پہنچنا چاہیئے یہ ضروری نہ تھا کہ اُن کا مقام پیلوس سے آنے کو ایک تاریخی واقعہ تسلیم کرلیا جائے۔ اگر یہ مشہور و معروف ہوتا کہ بعض پیلوسی ترک وطن کرکے ایتھنز آئے تو یہ مفروضہ پیش نظر کے اُستحکام کے لیئے نہایت مناسب ہوتا، لیکن یہ لازمی نہ تھا کہ یہ واقعہ معروف ومشہور ہو۔ ممکن ہے کہ درحقیقت پیلوسی ایتھنز آئے ہوں اور ممکن ہے کہ دیگر اسباب کی بنا پر ظن غالب بھی یہی ہو، لیکن کم از کم پی سِسٹراتوس کے مفروضہ نسب نامے سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ دیگر نسب ناموں کے متعلق بھی اسی قسم کے دلائل پیش کیئے جاسکتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ صرف عام دلائل سے نہیں بلکہ ہر ایک افسانے کی فرداً فرداً تنقید سے بھی ہمیں معلوم ہورہا ہے کہ محض روایات کی مدد سے کوئی ایسی پائدار بنیاد قائم نہیں ہوتی جس پر ابتدائی تاریخ یونان کا ایوان تعمیر کیا جاسکے، بلکہ اُس کی مدد سے ہم صرف قدیم شعرا اور وقائع نگاروں کا

کام جاری رکھ سکتے ہیں اور گویا کہ ریت پر بنے ہوئے محل کی آہک پاشی کرسکتے ہیں۔ اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر بالفرض ان قصوں میں باہمی ربط و اتصال کی کوئی صورت پیدا بھی کی جائے تاہم ہمیں اس سے کیا خاص فائدہ ہوگا؟ کیا ہمیں اس کے بعد قدیم یونانیوں کے خصائص کا صحیح اندازہ ہوسکیگا؟ ہومر کے اشعار سے یونانی خانگی حالات کا جو مرقع تیار ہوتا ہے، ٹروا سے، میکے نائی اور ترنز کی کھدائیوں اور مختلف قصوں اور خرافوں کو اگر یونان کے ذہنی ماحصل کے طور پر دیکھا جائے، ان سب سے یونانی زندگی پر بادشاہوں کی فہرستوں اور نسب ناموں سے (خواہ وہ کتنے ہی قابل اعتبار کیوں نہ ہوں) کہیں زیادہ حالات معلوم ہوتے ہیں۔ جو چیز اشور اور مصر کی تاریخ کو اس درجہ دلچسپ بناتی ہے وہ بادشاہوں کے کارنامے نہیں (اور ہم اس سے خوب واقف ہیں کہ انھوں نے آنے والی نسلوں پر اپنا رعب جمانے کے بڑے بڑے سامان کیئے تھے) بلکہ ان ممالک کی مخصوص تہذیب و تمدن ہے؛ اور بالفرض اگر منوس کی شخصیت مسلمہ ہوتا ہم یونان کی تہذیب و تمدن کی جو حالت سورماؤں کے زمانے میں تھی اُس پر اس خاص واقعے سے کوئی روشنی نہیں پڑتی ہے۔[۵]

---

[۵] جس سورما کی شخصیت دوسرے سورماؤں کی شخصیت سے ذرا زیادہ تاریخی معلوم ہوتی ہے وہ تھے سیوس ہے جسے اٹیکا کے سیاسی اتحاد کا بانی بتایا جاتا ہے۔ چونکہ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اٹیکا کا اتحاد یونان کے عام اصول کے خلاف تھا اسلیئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تھے سیوس نے اپنے کارناموں کی نشانی چھوڑی ہے۔ گو اُس کی تاریخی وقعت لی کرگوس سے کم ہے لیکن چونکہ اس کا نام ایک واقعی نام ہے اس لیئے وہ رومیولوس سے زیادہ تاریخی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص یہ حکم نہیں لگا سکتا کہ واقع میں کوئی تھے سیوس تھا بھی یا نہیں۔ یونان میں دیوتاؤں اور انسانوں کے تعلقے ایک دوسرے کے ساتھ بالکل مخلوط ہوجاتے ہیں یونانیوں کے نزدیک دیوتا ایسے ہی واقعی اور تاریخی اشخاص ہیں جیسے سورما۔ اشمڈٹ نے اپنی کتاب اخلاقیات یونان" I. Schmidt. Ethik der Griechen
[illegible] میں واضح کر دیا ہے کہ یونانیوں میں "شخص" کی جو قابلیت تھی اُس سے وہ روز بروز [illegible]

باب ۳

یہ تو سورماؤں اور اُن کی وقعت کا ذکر ہوا؛ اب ہم نسل نگاری کے مسائل کی طرف رجوع ہوتے ہیں جن کا گزشتہ باب میں حوالہ دیا جاچکا ہے۔ یہ تمام مسائل دراصل ایک مسئلے پر مبنی ہیں وہ یہ کہ قدیم یونانی، اُن کے اسما، اور اُن کی تہذیب و تمدن کا جو کچھ حال روایات سے معلوم ہوتا ہے اس میں کسقدر حقیقت مضمر ہے؟

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دیوتا ایجاد کیا کرلیتے تھے، اور یہی حکم سورماؤں کے متعلق بھی لگایا جاسکتا ہے جس طرح یونانیوں نے اُن اشخاص کو جو دیوتاؤں کے دائرے میں تھے، بالکل رقیق اور سیال حالت میں چھوڑ دیا، اور اُن کے ناموں اور ظاہری تضاد کی مطلق پروا نہ کی بجنسہ یہی سلوک انھوں نے سورماؤں کے ساتھ روا رکھا۔ بوقت ضرورت نئے نئے سورماؤں کا اختراع روز مرہ کا ایک واقعہ تھا۔ جیسے دیوتاؤں کا وجود اعتقاد پر مبنی تھا اسی طرح سورما کسی نہ کسی خاص تخیل کے گویا مجسمے تھے اور کسی نہ کسی وجہ سے انکا وجود لازمی سمجھا جاتا تھا۔ غرضکہ یونانی نئے نئے سورما پیدا کرنے میں نہایت آزادی برتتے تھے اور اسمیں مطلق تامل نہ کرتے تھے؛ انھیں کبھی اسکا خیال بھی نہ آتا تھا کہ محض فرضی سورما حقیقی نہیں ہوسکتے۔ ان کے لیے سورماؤں کی وہ وقعت نہ تھی جو آجکل کسی تاریخی فرد کی ہے۔ اُنھیں اپنے مذہبی عقیدے کے لیے اُن کی ضرورت تھی؛ حکمی مورخ کے لیے ان کا انفرادی وجود ہی نہیں۔

باب ششم

پیلاسگیون کا بیان

روایات اور حقیقت واقعات

ہم دیکھ چکے ہیں کہ روایتی تاریخ کا دعویٰ ہے کہ یونان کے ابتدائی باشندے پیلاسگی تھے اور امتداد زمانہ سے وہی ہیلینیس ہو گئے۔ لیکن اس نظریے کا

۱؎ مختلف زمانوں میں جو مفروضے قائم کیے گئے ہیں اور جو تفسیریں لکھی گئی ہیں اُنسے تاریخ یونان کا مواد اس درجہ بڑھ گیا ہے کہ یہاں اس پر تفصیلی تبصرہ کرنا قطعاً ناممکن ہے اور ہماری رائے میں یہ تفصیل بہ نسبت تاریخ کے علم آثار قدیمہ کے سلسلے میں زیادہ کارآمد ہوگی۔ اول ترین زمانے کے متعلق ہمارے پاس بعض نہایت باخبر تصانیف کا ذخیرہ موجود ہے جنمیں ایک کتاب ھ، گ، پلاس کی "یونانیوں کے قبل تاریخ اور ابتدائی زمانے کے حالات" لائپزگ ۱۸۳۱ء (H.G.Plas Vor-und Urgeschichte der Hellenen ہے۔ زمانۂ حال کے مورخوں نے پیلاسگیون کی بابت بہت کچھ لکھا ہے اور اپنی اپنی تصانیف کی ابتدا اس خیال سے کی ہے کہ ہیروڈوٹس اور اُس کے بعد کے مورخوں کو سند کا پایہ دینا چاہیئے اور اگر ان میں کوئی باہمی تناقض ہو تو اُسے رفع کر دینا چاہیئے۔ اس موضوع پر ایک علم آموز کتاب ک، ف، ہرمان کی "قدیمیات یونان" ۶ و ۷ (K.F.Hermann:Gr.Staatsalterthümes) کا مطالعہ مفید ہوگا میں نے سنا ہے کہ حال ہی میں بریزلاؤ میں ایک اور کتاب شائع ہوئی ہے (بریوک: Brück:Quae Veteres de Pelasgis "حالات پیلاسگیان نوشتۂ قدما" tradiderunt سن ۱۸۵۸؁) اتفاقات سے اس وقت تک میں نے اس کا مطالعہ نہیں کیا۔

ہومر میں پیلاسگیون کو ٹروائے کی امدادی فوج بتایا گیا ہے (الیاڈ ۲، ۸۴۰ و ۱۷، ۲۸۸) اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دودوناکازیوس پیلاسگی الاصل ہے

باب

ثبوت کوئی آسان کام نہیں۔ بلا شبہہ اگر ہم پانچویں صدی ق م کے مورخوں کو بیسویں یا پندرھویں صدی ق م کے واقعات کی سند سمجھنے لگیں تو ہمیں ایک خاص قسم کے بیان کی ایک بنیاد مل جائیگی، خواہ وہ بنیاد کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو؛ لیکن اگر ہمیں اسکا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (الیاڈ ۱۶، ۲۳۳)، نیز یہ کہ کریٹ میں پیلاسگی دیوتا موجود تھے (اوڈیسی ۱۹، ۱۷۷)۔ حال میں ہومر کے مختلف اجزا کی تاریخ کے متعلق جن آرا کا اظہار کیا گیا ہے اُن سے ہماری رائے میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ ہومری فقرے جو یہاں نقل کیئے گئے ہیں اس قدر حال کے زمانے کے لکھے ہوئے ہیں کہ انھیں ہومری نہیں کہا جا سکتا تو ایسی حالت میں ہومر میں پیلاسگیوں کا ذکر نہ آنا خود ایک قول فیصل اور نمایاں امر ہے۔ اس قوم کے متعلق ہسیود نے جو کچھ لکھا ہے اُسکا استرابو (۷، ۳۵۷) میں اور آسیوس کی تحریر کا پوسانیاس ۸، ۱، ۴ میں اقتباس دیا ہوا ہے۔ ددونا کو مسکن پیلاسگیان" کا لقب دیا گیا ہے اور ہسیود کا اقتباس جسمیں پیلاسگوس کو لیکاؤن کا باپ بتایا گیا ہے، اُسترابو ۵، ۲۲۱ میں ہے ہیرودوٹس ۲، ۵۶ میں کہتا ہے کہ ہیلاس کو پہلے پیلاسگیا کہتے تھے اور جو پیلاسگی خود مورخ کے زمانے میں تھے ان کا تذکرہ ۱، ۵۷؛ ۵، ۲۶؛ ۷، ۴۲ میں ہے۔ زمانۂ حال کے مورخ اور قدما دونوں لفظ "لاریسہ" کو پیلاسگی قرار دیتے ہیں اور اس نام کی ترویج سے اس نظریے کا تطابق ہوتا ہے کہ پیلاسگی صرف شمالی اضلاع اور ایشیا تک محدود تھے۔ ہم اس سے تھسلی میں تین جگہ، آلیس اور اکائیا، آرگوس اور اٹیکا، ٹروائے، متی لنہ، ایولس والے کیمے، ایفی سوس، ترالیس اور کریٹ میں دوچار ہوتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ یہ نام اشور، شام، پونتوس اور کمپانیا میں بھی پایا جاتا ہے (استرابو کے فقرات ۴۴۰ اور ۶۲۰ میں لاریسہ کا ذکر ہے)۔ ایشیا اور تھسلی کے لاریسون کا پتا ہومر میں بھی ہے۔ اور محض اُن کے کریٹ میں موجود ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ وہ ابتداءً اس اندرون ملک میں رہتے تھے۔ آرگوس میں جو ایک لاریسہ ملتا ہے وہ الفوروس کی رائے کے ایک کمزور سے ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے لیکن کسی اور ثبوت کے نہ ملنے پر یہ لفظ (جہاں تک تاریخی چھان بین کا تعلق ہے) بالکل بیکار

باب ۲

یقین نہیں کہ کوئی ایسی روایت جو کارآمد اور مفید کہی جاسکے اس قدر بعید زمانے تک محفوظ رہ سکتی ہے تو پھر ہمیں ایسے نوشتوں کی جستجو کرنی چاہیئے جو نسبتہً اُس دور سے قریب ہو جن کا اس میں تذکرہ ہو، اور کیا بلحاظ قدامت اور کیا بلحاظ عمدگی کوئی نوشتہ ہومری نظموں کی برابری نہیں کرسکتا جن کے آخری اجزا بھی دیگر قدیم ترین نوشتوں سے بھی قدیم تر ہیں۔ ہومر میں پیلاسگیوں کا بہت ہی کم تذکرہ ہے اور اُن کا ذکر یہ کہہ کر ختم کردیا گیا ہے کہ وہ ٹروجانیوں کی امدادی فوج کے ایشیائی افراد تھے۔ الیاڈ میں یہ بتایا گیا ہے کہ تھسالوی زیوس کی طرح دودونا کا زیوس بھی پیلاسگی الاصل ہے اور ہسیود نہایت صراحت کیساتھ یہ بیان کرتا ہے کہ دودونا پیلاسگیوں کا وطن تھا، اور بہ اعتبار قدامت زمان کے یہی ایک قول پیلاسگی نظریے کا ثبوت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان اقوال کے مطابق اس قوم کا وطن اپائرس، تھسلی اور ایشیائے کوچک ہوگا۔ عام طور پر اُسے یونان میں کبھی کوئی وقعت نہیں دی گئی۔ لیکن زمانۂ مابعد کے حالات بالکل مختلف ہیئت اختیار کرلیتے ہیں۔ ہسیود کہتا ہے کہ پیلاسگوس لیکاؤن شاہ آرکیڈیا کا باپ تھا؛ اس کے بعد رزمی شاعر و نسّاب آسیوس نے جو غالباً ساتویں صدی ق م میں ہوگا) اور ہیروڈوٹس نے اُس میں اضافے کیئے۔ آسیوس کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ ابوالبشر کا نام پیلاسگوس تھا، اور ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ یونان کو پہلے پیلاسگیا کہتے تھے۔ لیکن جب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ آخر یہ ہیروڈوٹس کو کیونکر معلوم ہوا تو ہمیں صرف یہ جواب ملتا ہے کہ اس دودونا کے پجاریوں نے بیان کیا، اور اگر ہم ان تمام روایات کو جو اُن پجاریوں نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہو جاتا ہے اس لیئے کہ انہیں جو ایک لاحقہ یسہ ہے وہ ایشیائے کوچک کے بہت سے مقامات کے ناموں سے ملتا ہے (کیپرٹ، کتابچہ ۴ ، Koepert: Lehrbuch) غرض یہ ہے کہ اگر ہم لفظ "لاریسہ" کو خاص طور پر مہتم بالشان سمجھیں تو اس رائے کے موافق کہ پیلاسگی ملاح تھے متعدد دلائل پیش کیئے جاسکتے ہیں؛ اسی لیئے زمانۂ حال کے بہت سے مورخوں نے جن میں کیپرٹ کا نام بہت نمایاں اور ممتاز ہے

باب

مورخ سے بیان کیں بیش نظر رکھیں تو ہماری نظروں میں اُن کا وقار اور اعتبار نہیں بڑھتا؛ اس کے علاوہ ہیروڈوٹس نے جو کچھ ایتھنز اور پیلاسگیون کے باہمی تعلقات کے متعلق بیان کیا ہے اس میں صفائی یا صراحت نہیں پائی جاتی اور چونکہ بیشتر اس رو دا... نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے اس میں نہایت پیچیدگی پائی جاتی ہے اس لیئے ہمیں ہیروڈوٹس کی عدم صراحت پر متعجب ہونا چاہیئے اس کے برعکس جو ذکر اُس نے اپنے ہمعصر پیلاسگیون کا کیا ہے وہ بالکل سیدھا سادا اور قابل قبول ہے اور اُس کی جو ظہوری قیمت ہے وہ عیاں ہے۔ ہیروڈوٹس کے زمانے یا اس سے کچھ روز بیشتر پیلاسگی بحیرۂ ایجین کے شمالی ساحل اور تھریسی ساحل کے جزیروں میں آباد تھے اور اس بیان میں اور ہومر کے تذکرے میں ایک حد تک مطابقت پائی جاتی ہے۔ اسطرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پیلاسگی مختلف زمانوں میں شمالی یونان اور جنوب و مشرق کی طرف آباد تھے۔ لیکن آجکل کیطرح ہیروڈوٹس میں بھی پیلاسگی عروج کی وہی عظیم الشان لیکن اس کے ساتھ ہی نہایت مبہم تصویر کھینچی ہوئی ہے؛ وہ کہتا ہے کہ ایتھنزی نسلی اعتبار سے پیلاسگی تھے اور اسی طرح تمام ایونیانی، ایولیائی اور آرکیڈی پیلاسگی النسل تھے؛ صرف دوریانیوں میں ہی اصلی یونانی خون پایا جاتا ہے۔ ہیروڈوٹس یہ نہیں بتاتا کہ وہ تمام اقوام جو پہلے پیلاسگی تھے آخر ہیلینیس کیسے ہو گئے اور نہ وہ اس کی صراحت کرتا ہے کہ قدیم پیلاسگیون اور ہیلینیس کی زبان میں کیا امتیاز باہمی تھا؛ اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اُسے پیلاسگیون کی بابت یہ سب امور کیونکر

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ سامی الاصل تھے، گر اس وقت تک اُس کا کوئی قول فیصل ہم تک نہیں پہنچا (کیپرٹ ۲۱۶)۔ ڈیو دوروس (۳، ۶۷) کہتا ہے کہ حروف ہجا پیلاسگی کہلاتے تھے، لیکن اُس کی کوئی اور مورخ تائید نہیں کرتا اس لیئے اُسکی وقعت نہیں ہے۔ اس سے زیادہ قابل یقین نظریہ تو یہ ہے کہ پیلاسگی ان قبائل میں سے ہیں جن کے لیئے کرتیوس نے لفظ "ایونیانی" گھڑا ہے، لیکن یہاں بھی دو وجوہ نا کی وجہ اشکال پیدا ہوتا ہے۔ پیلاسگیون کے متعلق مزید بیانات کیلیئے ہیروڈوٹس ۱، ۵۷؛ ۸، ۴۴

باب ۲

معلوم ہو گئے تھے؟ اس کے بعد الفوروس نے اس سے زیادہ قریب الفہم نظریہ قائم کیا، وہ یہ کہ پیلاسگی دراصل آرکیڈیا سے آئے، وہ فطری طور پر جنگجو تھے اور انھوں نے اپنی نسل کی اقوام کو جمع کر کے اُن کے ساتھ بہت سے ممالک مثلاً کریٹ کے بعض حصوں اور تھسلی پر قبضہ کر لیا۔ اس نظریے کے مطابق جب پیلاسگیون کا اعتبار و اقتدار بڑھا تو اُس وقت بھی یونانی قوم کا وجود تھا۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ان بیانات اور ہیروڈوٹس کی تحریروں میں کس قدر فرق ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ دونوں مورخ ان بعید واقعات سے بالکل نابلد تھے اور دونوں نے اپنی مختصر معلومات پر خود اپنے نظریوں اور مخترعات کا اضافہ کر کے ایک خاص قسم کی تصویر دکھادی:

یہ معلوم کرنے کے لیئے کہ ان مورخوں نے یہ اختراعات کیوں کیے ہمیں دو باتوں پر غور کرنا پڑیگا۔ لفظ پیلاسگی کی جو اصل مورخوں نے بیان کی ہے وہ نہایت اہم ہے؛ ان کا خیال ہے کہ یہ لفظ (Palai) "یعنی قدیم" سے مشتق ہے؛ پیلاسگوس دراصل اوّلین انسان کا گویا قائم مقام ہے اور پیلاسگی گویا یونان کے قدیم ترین باشندے ہیں لیکن اُنکے پاس اس دعوے کا متعلق کوئی ثبوت نہ تھا۔ اسی کا اتباع کر کے ہیروڈوٹس کی یہ رائے ہوئی کہ دو ریانیوں کے (جو عرصے کے بعد یونان میں وارد ہوئے) باقی جملہ یونانی پیلاسگی تھے اور چونکہ دودونا کے پجاری اپنے معبد کو پیلاسگی زمانے کا تصور کرتے تھے اسلیئے اُنھوں نے اس نظریے کی تائید کی، نیز چونکہ آرکیڈیوں نے اپنی ابتدائی سادگی کو دیگر یونانیوں سے زیادہ محفوظ رکھا تھا اس لیئے اُنھوں نے بھی اپنا پیلاسگی الاصل ہونا ظاہر کیا؛ اور ساتھ ہی یہ دلیل بھی پیش کی کہ ہمارے ملک میں غیر ملکیوں کے آنے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ (ایتھنزیوں کا تعلق پیلاسگیون سے)؛ ۱، ۲، ۱۴۶ (آرکیڈی) ۷، ۹۵ (ایولیائی)؛ ۷، ۹۴ (ایونیائی)۔ (اٹیکا میں پیلاسگیون کی موجودگی) ۲، ۱۵؛ ان سب حوالوں کے ساتھ شٹائن Stein کے حواشی بھی دیکھنا چاہئیں۔ ہیروڈوٹس (۱، ۵۸) کے نزدیک ہیلینیس اور پیلاسگی ایک دوسرے سے علاحدہ ہو گئے۔

باب ۲

اور آباد ہونے کا کوئی ثبوت نہیں؛ اس کے علاوہ یہاں زیوس دیوتا کی خاص طور پر پوجا کی جاتی تھی۔

الفوروس کا نظریہ یہ ہے کہ پیلاسگی قوم آرکیڈیا کی رہنے والی تھی اور چونکہ اُس کے افراد فطرۃً جنگجو تھے اس لیئے رفتہ رفتہ یہ دیگر اطراف ملک پر حاوی ہو گئے؛ اِیہ نظریہ ایک اور طرح سمجھ میں آسکتا ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک عام تاریخی نظریے کا ایک جزو ہے جس کا اطلاق دیگر اقوام دنیا پر بھی کیا جاتا ہے۔ ہمیں انجیل کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی ممالک میں یہ خیال عام تھا کہ مختلف اقوام کے نام وہی ہیں جو اُن کے مورثان اعلیٰ کے ہیں اور یہ مورث اپنی اولاد کے ذریعے سے اپنا نام کُل قوم کو دیدیتے ہیں۔ مثلاً ایونیانی ایک ایو کا اور لے لیگیس اور ایک لے لیکس کا وجود فرض کر لیتے ہیں۔ لیکن ایک مشکل سے دو چار ہونا پڑتا ہے، وہ یہ کہ اقوام کا ہمیشہ ایک ہی نام نہیں رہتا؛ اس کے لیئے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر ایک نام کے سلسلے میں کسی ایک مورث کا نام تجویز کر لیا جاتا ہے اور ان میں سے ایک کو مورث اعلیٰ اور باقی کو سلسلہ بہ سلسلہ اس مورث اعلیٰ کی اولاد بنایا جاتا ہے۔ اگر ایک شخص کی اس قدر وقعت ہو کہ قوم کی قوم اُس کے نام سے پکاری جاتی ہو تو یہ فرض کر لینا بیجا نہ ہوگا کہ اُس ایک شخص نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہوں گے؛ اس کا موقع اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی غیر ملکی نے حملہ کر دیا ہو اور ملک کی خاموشی اور پُر امن ارتقائی کیفیت میں نقص پیدا کر دیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی تاریخ میں ہمیں اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی کہ باہر سے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ استرابو ایک حد تک ہسیود پر تکیہ کرتا ہے اور اول الذکر کی رائے کا اعادہ الفوروس (۵، ۲۲۱) میں کیا گیا ہے:

پیلاسگیون کے مسئلے کے سلسلے میں اٹیکائی اور تیرہے نیائی پیلاسگی خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔ ہیرو ڈوٹس (۶، ۱۳۷) کے بیان کے مطابق اٹیکائی پیلاسگیون نے ایتھنز کے قلعے کی دیوار میں تعمیر کیں اور انکے ۔۔۔ انکا سردار ہی میتوس تھا؛ بالآخر انھیں اپنا

باب ۳

کوئی آیا اور ملک پر متسلط ہوگیا اور پوری قوم اُسی کے نام سے پکاری جانے لگی۔ مگر لوگوں کی خواہش یہ معلوم کرنے کی تھی کہ آخر اس جلیل القدر شخص نے اپنا وطن کیوں چھوڑا اور جن اصحاب نے قوم کی تاریخ مرتب کی اُن کے پاس اس کا جواب بھی موجود تھا، وہ یہ کہ اس ملک میں کوئی بدامنی یا جھگڑا پیدا ہوا تھا جس کی وجہ سے اُسے ترک سکونت کرنی پڑی یا کہ بیرونی حملے کی وجہ سے کسی اور نے اس کی مدد چاہی۔ یونان کی تاریخ ایسے افسانہ آمیز قصوں سے جن کی ابتدا اس قسم کے اسباب سے ہوئی بھری پڑی ہے، ان کے لیئے کوئی تاریخی سند دریافت کرنا بیکار محض ہے، اصل یہ ہے کہ اُن کی تاریخی سند سرے سے مفقود ہے :

اب ایک قدم آگے بڑھیئے۔ اگر اقوام کے نام اُن کے ابواآبا کے نام پر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ناموں پر رکھے گئے تھے جنھوں نے اکثر وقتاً فوقتاً ملک پر تسلط قائم کیا تو پھر یہ ممکن ہے کہ ایک ہی قوم کے متعدد نام ہوں جو اُس کے جملہ فاتحوں کے ناموں پر رکھے گئے ہوں، اور چونکہ بہت سے لوگوں کا بہت سے مقامات پر جانا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وطن چھوڑ کر جزیرہ لیمنوس چلا جانا پڑا۔ استرابو (۹، ۱، ۴۰۱) کے نزدیک وہ بیوتیہ سے اٹیکا آئے تھے۔ طوسی ویدیس (۴، ۱، ۹) کہتا ہے کہ وہ دراصل تیرھے نیائی تھے۔ دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس نے اسوفوکلیس کی کتاب اناخوس کا جو اقتباس دیا ہے (۱، ۲۵) اس میں بھی تیرھے نیائیوں اور پیلاسگیوں کو ایک ہی قوم فرض کر لیا گیا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ سوفوکلیس کا مطلب دراصل آرگوسیوں سے ہے اور اس مثال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے کے مصنفوں کا یہ قاعدہ تھا کہ کسی نظم کے کسی خاص فقرے کی تاویل کرتے وقت محض تخیلات کو تاریخی اور واقعاتی جامہ پہنا دیتے تھے۔ قدیم زمانے کے جو باقیات ہمیں حاصل ہوئے ہیں اُن میں اس قسم کا مصنوعی اور جعلی مواد بھرا ہوا ہے اور اُسے مفسروں کے مفروضہ ہونے کے علاوہ اور کوئی وقعت حاصل نہیں ہے۔ اس کے برعکس ہیروڈوٹس (۱، ۵۷) پیلاسگیوں اور تھریس میں رہنے والے تیرھے نیائیوں کی تفریق کرتا ہے۔ بدیں سبب یہ بھی پورے طور پر صاف نہیں ہے کہ لیمنوس، امبروس اور پلاکیئے کے قدیم باشندوں کا

باب ۲

ایک ہی شخص کے جاننے سے زیادہ آسان ہے اس لیئے اگر مختلف اقوام کا ایک ہی نام ہو تو ظن غالب یہی ہے۔ ممکن ہے کہ یہی خیال اور مورخوں کے دل میں بھی آیا ہو لیکن کم ازکم الفوروس نے پیلاسگیون کے ذکر میں اس پر بہت زور دیا ہے وہ کہتا ہے کہ پیلاسگیون کا ذکر متعدد اضلاع کے سلسلے میں آیا ہے۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ اس قوم کے افراد نے جو ایک جنگجو آرکیڈی قوم کے رکن تھے۔ ان سب اضلاع کو فتح کرلیا تھا۔ (یہاں الفوروس دراصل ہسیود کا اتباع کرتا ہے جس نے لیکاؤن کو پیلاسگوس کا بیٹا بنا دیا تھا)۔ اس نظریئے میں بہت سے آبائی ناموں سے مدد لی گئی ہے، لیکن فی الجملہ اس کی قیمت نظریہ "واحد الشخصیت" سے زیادہ نہیں ہے اور ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اس کا سلسلہ قدیم روایات تک پہنچتا ہے؛ ۵۲

بقیہ حاشیہ بصفحہ گزشتہ۔ نام کبھی ہی پیلاسگی تھا یا یہ کہ اٹیکا میں کبھی بھی پیلاسگی آباد تھے۔ یہاں تک بھی خیر۔ اب ایک صاحب کا قول ہے کہ لدیہ کے ایک قبیلے کا نام تورھے بنیائی تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ پیلاسگی ایشیائے کوچک میں آباد تھے، بدیں وجہ تیرھے نوس اور تورھے بوس میں خلط بحث ہو جاتا ہے، یعنے اٹرسکی اقوام (تیرھےنی) دراصل لدیہ سے ہی آئی تھیں اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ ان ہی اٹرسکنوں کو بجائے پیلاسگی ہونے کے تیرھے نیائی بتایا جاتا ہے غرض یہ ہے کہ اقوام کے ناموں کی بجنسہ وہی حالت ہے جو کسی شعبدہ باز کی گیند کی ہوتی ہے جسے قرار نہیں ہوتا اور جو ہوا میں اڑتی پھرتی ہے۔ حال ہی میں جزیرۂ لیمنوس میں ایک نوشتہ دریافت ہوا ہے جو ہے تو یونانی حروف میں لیکن بڑے بڑے مبصروں (مثلاً دے کے Deeke کی رائے میں وہ اٹروری زبان کی شکل ہے (لیمنوس والا تیرھے نیائی نوشتہ" Die Tyrrhen.Inschrift Von Lemnos, Rhein.Mus.1886,p.460)، اس لیئے ممکن ہے کہ لیمنوس کے تیرھے نیائی دراصل اٹروری قوم ہی کا ایک جزو ہوں۔ لیکن اس نظریئے سے پیلاسگیوں کے وجود کا مسئلہ حل نہیں ہوتا؛

۵۲ جہاں تک ناموں کی اصل کا تعلق ہے یہ امر نہایت دلچسپ ہے کہ جس طرح الفوروس نے

ان اسباب کی بنا پر اس کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا کہ پیلاسگی نامی قوم کی تاریخ کی یونان کے ابتدائی مراحل میں ذرا بھی دخل تھا۔ ہومر کے بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایشیا اور یورپ میں پیلاسگی ضرور تھے، لیکن ایشیا میں تو اُن کی قوم کبھی ممتاز نہیں ہوئی اور گو ہمیں معلوم ہے کہ یورپ میں وہ ایپائرس اور تھسلی میں آباد تھے، لیکن یہ سننے میں نہیں آتا کہ اُن کی تعداد زیادہ تھی یا وہ بہت ذی اقتدار تھے۔ قدیم مورخ رُوز بروز پیلاسگیوں کے کارنامے بڑھانے چڑھانے پر تلے ہوئے تھے، اور یہ اس قدر زیادہ کہ زمانۂ حال کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ پیلاسگیوں کی اصل کی بابت تحقیقات کی ہے۔ ایسے میں طوسی ویدش نے یونانی قوم کے متعلق بھی اپنی تضیع اوقات کی ہے۔ اُس کے نزدیک (۳،۱) یونانیوں کا ہیلے نیس اس لیے نام پڑ گیا کہ ہیلن اور اس کے بیٹے (جو تھسلی کے باشندے تھے) نہایت جنگجو تھے اور اُنھوں نے دیگر ممالک میں نام پیدا کیا وہ اپنے وطن مالوف سے خارج نہیں ہوئے بلکہ اُن سے امداد کی درخواست کی گئی۔ اس نظریے کے قائم کرنے میں اُس پرانے قاعدے پر عمل کیا گیا ہے کہ جہاں واقعات کی ضرورت ہو وہاں اُنھیں گھڑ لیا جائے۔ یہ نہایت دلچسپ بات ہے کہ کسی قوم کی اصل دریافت کرنے کے لیے تین مختلف طریقوں سے کام لیا جاتا ہے: (۱) یہ کہ مورث اعلیٰ ایک ہی ہے اور قوم کا نام اُسی کے نام پر رکھا گیا ہے، (۲) اس نام کا ایک شخص قوم کو مغلوب کر لیتا ہے اور اُسی کے نام سے قوم کی قوم مخاطب کیجاتی ہے، (۳) بہت سے افراد جبراً حاکم بن بیٹھتے ہیں یا مختلف مقامات میں کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں اور اُنکی قوم اُنھیں کے نام سے پکارے جانے لگتی ہے، یا قوم کا اُس رہبر کے نام پر نام پڑ جاتا ہے جس کے ساتھ وہ ترک وطن کرتے ہیں۔ دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس ۱، ۱۱ میں بیوکے تیوس کا ذکر کرتا ہے جنہے ترک وطن میں "اپنی قوم" کی رہبری کی تھی۔ اور پلینی کے قول کے مطابق (۳، ۵) اٹلی میں لوکانی اپنے سردار لوکیوس کی ماتحتی میں سانتی قوم سے جدا ہو گئے۔ طریق نمبر ۲ کی ایک نمایاں مثال او سے نوتریائیوں کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس قوم پر اطالوس، مورگیس اور سقے لوس نے حکومت کی، اور اسی لیے اُنکا نام اطالوی، مورگیتا ے اور سقالی پڑ گیا۔ (اس ضمن میں دیونی سوس ساکن ہالی کارناسوس کا اقتباس انطاکوس نے دیا ہے:

باب۲

مصنف بھی یہ سمجھنے لگے کہ یہ دراصل ابتدائی یونانی قوم کا ہی نام تھا۔ لیکن یہ محض غلط ہے۔ اگر ایسی قوم کا نام ہی تجویز کرنا تھا جس کا وجود ثابت ہو چکا ہے تو "پیلاسگی" تجویز کرنے میں چنداں حرج نہ تھا؛ کتنے ایسے نام ہوں گے جو کسی اشیائے معلوم کے لیئے حال کے زمانے کے ماہران حکمیات نے اُن کی بسیط تعریف کے لیئے اختراع کیئے ہیں؟ لیکن اس ضمن میں اشتباہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ لفظ "پیلاسگی" خود ساختہ نہیں بلکہ زمانہ قدیمہ میں بھی مستعمل تھا، اس لیئے اگر ہم اُسے وسیع تر معنیٰ میں استعمال کریں تو یہ خیال پیدا ہو جانے کا احتمال ہے کہ اس لفظ کے معنیٰ فی نفسہٖ وسیع تر ہیں اور یہ کہ بیشتر ابتدائی یونانیوں کا نام پیلاسگی ہی تھا؛ یہ ایسی بات ہے جو نہ ثابت شدہ ہے اور نہ مظنون ہے۔ حال تو یہ ہے کہ اس وقت تک یہ امر پایۂ ثبوت کو ہی نہیں پہنچا کہ ان تمام اقوام میں جنھیں ایک نوعی نام "پیلاسگی" دیا جاتا ہے باہمی کوئی رشتہ بھی تھا یا وہ کسی نوعی نام کے مستحق بھی تھے؛ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فرضی پیلاسگی تمدن بھی، جو اُن لوگوں کے لیئے جو پیلاسگی نام کیساتھ اتنا کچھ وابستہ کرنا چاہتے ہیں، ایسے مفروضوں پر مبنی ہے جو ہنوز ثابت نہیں ہوئے اور جو قرین قیاس بھی نہیں ہیں تو اس نام کے استعمال میں اور بھی زیادہ خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔[۱]

---

[۱] انھیں وجوہ سے ہم مجبور ہیں کہ اُن محققوں کا ساتھ دینے سے گریز کریں جو ابتدائی یونانی تمدن اور فنون کیلیئے سند مانے جاتے ہیں لیکن جو ایک مخصوص دور تاریخ یونان کو "دور پیلاسگی" کا لقب دیتے ہیں؛ اس لفظ کا یہ استعمال اس معنیٰ کر کے تاریخی نہیں ہے۔ پیلاسگیوں کیلیئے فرانکوٹ (؛ یونان قدیم کی آبادی" پیرس ۱۸۹۱ء

(Francotte: Les populat. de la Grece; Paris, 1891

مجھ سے بالکل متفق الرائے ہے اور ا۔ مے یر ("تحقیقات تاریخ یونان جلد ا، ہالے ۱۸۹۲ء)

(E.Meyer: Forschungen zur griech. Gesch. I, Halle, 1892

انھیں امور کو جنھیں میں نے مختصراً ثابت کیا ہے نہایت تفصیل کے ساتھ واضح کرتا ہے لیکن میری تحریر کا اقتباس نہیں دیتا اور ساتھ ہی ویسے ہی فخر کرتا ہے جیسے کہ اگر اُس نے یہ رائے سب سے پہلی مرتبہ ظاہر کی ہو۔

باب

باب ہفتم

دیگر یونانی اقوام، لیلےگیس، کاریائی، مینائے قدیم یونانیوں میں تہذیب و تمدن کا پھیلنا، ازمنۂ رزمیہ

ایونیائی

پیلاسگی اس ممتاز درجے کے مستحق نہیں جو انھیں دیا جاتا ہے، لیکن اور بھی بہت سی قومیں ایسی ہیں جن کا قدیم تاریخ یونان میں تذکرہ ہے، اور ان میں سے بعض تو یونانی النسل ہیں اور بعض نیم مشرقی ہیں۔ ان موخر الذکر اقوام میں سے کاریائیوں کا نمبر اول ہے، لیکن روایات کے اعتبار سے اُن کے ساتھ ایک اور قدیم قوم کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے جس کا ذکر ہم کاریائیوں سے پہلے کریں گے اس لیے کہ اُن کی واقعی تاریخ اور اُس رتبے نے جو بڑے بڑے علما نے انھیں دیا ہے انھیں پیلاسگیوں کا ہمسر بنا دیا ہے۔ ہمارا مطلب لیلےگیس سے ہے ہومر کی تصانیف میں وہ پیلاسگیوں کی طرح بحیرۂ ایجین کے ایشیائی ساحل پر ترویانیوں کے حلیفوں کی صف میں نمودار ہوتے ہیں[1]، لیکن مورخین مابعد کے نزدیک وہ دراصل

---

[1] لیلےگیس، ہومر، الیاڈ ۲۰، ۹۶؛ ۱۰، ۴۲۹ مع "آلہہ پیلاسگیاں"۔ اس کے لیے اِسترابو ۷، ۳۲۱ و ۳۲۲ کا عام طور پر حوالہ دیا جاتا ہے۔ ارسطاطالیس جزو ۷، ۱۲ میں جس کا اقتباس اِسترابو نے ۳۲۱ میں دیا ہے اکارنانیہ، لوکری، بیوتیہ، میگارس لیوکاس کا ذکر ہے؛ پیوسائناس ۱، ۳۶، ۱ میں طلع میگارڈ اور پیلوس ۳، ۱ اور ۴، ۱، ۱ میں لقونیہ کا بیان ہے۔ لے لیکس کے مصر سے میگارا جانے کا حال

باب

اکارنانیہ، لوکرس، بیوتیہ، مگارس، لقونیہ، مسینیہ اور پیلوس کے باشندے تھے اور اس طرح گویا نصف یونان میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان بیانات کے بہت بڑے حصے کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پیوسانیاس ۱، ۳۹، ۶ اور ۴، ۳ میں دیا ہوا ہے۔ الفیوروس (جزو ۳۲ م) کے مطابق ملطہ کے ساحل پر بھی، جو عام طور پر کاریائی نو آبادی سمجھی جاتی ہے لیلے گیس آباد تھے۔ لیلے گیس کیلیئے ک، د، دائم لنگ: "لیلے گیس K.W. Deimling: Die Leleges لائپزگ ۱۸۹۲ء کا مطالعہ کیا جائے۔ کیپرٹ اپنے مضمون میں جو روئداد ماہواری انجمن علمیہ برلن ۱۸۶۱ء صفحہ ۱۱۴ Kiepert: Monatsber. der Berl Acad 1861 میں چھپا ہے اس سے کلیتہً اختلاف کرتا ہے اور اُس نے اپنے اسی خیال کی پیروی اپنے "کتابچہ نصاب" صفحہ ۲۴ ("الریائی") Lehrbuch میں بھی کی ہے۔ دائم لنگ کا ابتدائی خیال بالکل درست ہے کہ لیلے گیس کے اس قدر وسیع رقبے پر پھیلنے کے نظریے کی کوئی جہت ضرور ہونی چاہیئے؛ لیکن جو سبب اُس نے دیا ہے (یعنی اُن کی یوجا پاٹ کے طریقے) درست نہیں ہے؛ بلکہ اُس کی اصل وجہ یہ ہے کہ قدما نے اُن کے مساکن اور ناموں کو نہایت خود رائی کے ساتھ ملا دیا۔ پہلی جہت کی توضیح دی ہوئی ہے: کاریائیوں کیطرح اُن کا اصلی وطن ایشیائے کوچک کے ساحل پر تھا، اور بلاشبہہ وہ اُنکی طرح ایک بحری قوم کے افراد تھے اور جگہ جگہ چکر لگاتے پھرتے تھے۔ دوسری جہت کے طور پر اُن کے نام پیش کیئے جاتے ہیں اس کی توجیہہ ہسیود نے کی ہے جس کا اسٹرابو نے (۳۲۲) میں اقتباس دیا ہے۔ اس سے شعرا اور قدیم مورخ بہ آسانی تاویل کر سکتے تھے۔ ملاحوں کی ایک قدیم قوم جو یا تو مختلف النسل اقوام کے مجموعے سے یا اُن لوگوں کے یکجا ہونے سے بنی تھی جنھیں زیوس نے دیوکالیون کے سامنے پیش کیا تھا، یقیناً ہر جگہ پائی جاتی ہوگی، اور ایسی جگہ وہ التزاماً ہوگی جہاں ملاح رہتے تھے (جیسے اکارنانیہ کے تیلے لوئے) یا جہاں الفاظ کی اصل اس نظریے کی منافی ہیں (جیسے یہ نظریہ کہ لوکری لیلے گیس کی اولاد تھے) اس سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ آخر ایسے مواضعات میں جہاں غالباً لیلے گیس کا پتہ بھی نہ ہوگا آخر انھیں کیوں داخل کیا گیا۔ میولر (۳، ۱۰۳) منے دوفوس کا اقتباس دیتا ہے کہ ساموس میں ہیرا کا بتخانہ لیلے گی تھا۔

باب

ماخذ دراصل ارسطاطالیس جیسے پائے کا مورخ ہے[1]۔ قدما کی رائے کے مطابق وہ اور پیلاسیگی دونوں جملہ بلاد یونان میں پھیل جاتے ہیں یعنی جو حصہ لیلےگیس سے بچتا ہے (یعنی تھسلی، اٹیکا، آرکیڈیا) وہ سب پیلاسگیون کے قبضے میں ہے۔ ان دونوں قوموں میں ایک مشابہت اور بھی پائی جاتی ہے؛ وہ یہ کہ بہت سے اضلاع (مثلاً کارنانیہ، اور لقونیہ) میں اُن کا ابوالآبا، یا ابوالملوک پیلاسگیون کی طرح لے لیکس ہی تھا، اور روایت کے مطابق وہ مصر سے مگارا آیا تھا

[1] کاریائی، میگارہ میں، پیوساینیاس، ۱، ۴۰، ۶) اپی دوروس اور ہرمیونے میں، استرابو، ۸، ۴، ۲۷۔ (ہیرو ڈوٹس ۵، ۶۶ میں زیادہ سے زیادہ۔ یہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ ایک کاریائی ایتھنز جاکر آباد ہوگیا لیکن محض اس فقرے سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ عام طور پر کاریہ کے باشندے ایتھنز جاکر آباد ہوگئے) جزائر میں طوسی دیدش ۱، ۸ (جہاں کاریائی اور فنیقی تقریباً مساوی التعداد ہیں اور گو یہ واقعہ غور کرنے کے قابل تھا لیکن اس پر کافی غور نہیں کیا گیا)۔ کاریائیوں کی ایجادات کا ہیروڈوٹس ۲، ۷؛ استرابو ۱۴، ۶۶۱ اور دیگر فقروں میں تذکرہ ہے جنہیں ہیلبگ نے اپنی کتاب "دور ہومر" ۲۲۹ Helbig. Hom. Epos میں نقل کیا ہے۔ وہ اس موضوع پر نہایت بسیط تبصرہ کرتا ہے۔ ہیروڈوٹس (۵-۸۸) کے نزدیک ایونیائی زنانہ لباس بھی "کاریائی" ہی ہے۔ ہیلبگ لکھتا ہے کہ ایونیانیوں کو ہومری دور میں بھی کاریائی ایجادات کا علم تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ فرضی بڑے نام ایونیائی تمدن میں بہت کچھ کاریائی عنصر شامل ہے۔

ایتولیہ اور لوبیہ میں کورتیس، ستر ابو ۴۶۲، ۴۶۸۔

جنوبی ایلیس اور مسینیہ میں کاؤکونیس، استرابو ۳۴۵۔

لوبیہ میں ابانتیس، استرابو ۴۴۵

دریوپیس، استرابو ۳۷۳، ۴۳۴۔

یہ قوم زمانہ مابعد کے دور میں کوہ اکیتا پر جزیرہ لوبیہ میں، اُستیرا اور کارستوس میں اور جزائر کیتھوس، ازینے اور ہرمیونے میں پائی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ وہ اکائیوں کے ہمقوم یا کم از کم ساتھی اور حلیف ضرور سمجھے جاتے ہیں۔ زمانۂ مابعد میں ہمیں نہایت قابل قدر اطلاع ملتی ہے کہ لیلیگیس ابتدا میں ایفی سوس سے فوکیہ تک تمام ساحل پر اور جزائر خیوس اور ساموس پر قابض تھے، یہ کہ وہ ایشیائی کاریائیوں کے غلام تھے، یہ کہ وہاں بعض مقامات کو لیلیگیس کا وطن بتایا جاتا تھا اور یہ کہ کاریہ میں بہت سے ویران و برباد قلعے تھے جنھیں لیلیگیس سے منسوب کیا جاتا تھا۔ ان امور کے علاوہ ایشیا میں ایک مقام پر "پیلاسگی لیلیگیس" کا نام سننے میں آتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ ان کے اور پیلاسگیوں کے حالات کم و بیش ایک سے ہیں۔ ہومر میں پیلاسگیوں کی طرح لیلیگیس ایشیا کی طرف ظاہر ہوتے ہیں، اور تاریخی زمانے میں وہ ایشیا میں اور پیلاسگی ایجین کے شمال میں نظر آتے ہیں۔ الغرض روایت کی رو سے یونانی یورپ ان دونوں قوموں کے درمیان تقسیم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں پہنچکر انکا صرف نام ہی نام باقی رہ جاتا ہے؛ اور درانحالیکہ دودونا کے پیلاسگی زیوس کا وجود ایک ناقابل انکار واقعہ ہے، لیلیگیس کا وجود پیلاسگیوں سے بھی زیادہ بے حقیقت ہے۔ اس خیال کو لے کر کہ لیلیگیس نصف یونان میں پھیل گئے تھے اور تاریخ یونان کے اس عظیم الشان عنصر کے لیئے ایک منفرد تہذیب و تمدن کا ہونا لازمی امر ہے، حال کے ایک محقق نے نہایت محنت و کاوش سے تمام مواد کو یکجا اور با ترتیب کر کے اُسے جانچا ہے اور بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ مفصلۂ ذیل ادارات دراصل لیلیگی ہیں: ارتمیس کی پوجا، خاصکر ایفی سوس میں؛ مختلف بت خانوں کی وہ پجارنیں جنھیں "بیئے رو دولوئی ہیتائی رائی" (جماعت قربانی کنندگاں) کا لقب دیا جاتا ہے؛ لقونیہ میں اپولو کارنیوس کی پوجا اور ہیاکنتھیا کا میلا لیکن افسوس ان سب باتوں کا مطلق کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں ارتمیس کی پوجا کے جن امور کو وہ لیلیگی قرار دیتا ہے اُنھیں قدیم مورخ لیلیگیس سے منسوب نہیں کرتے اور اور اس سے بھی زیادہ تحیر انگیز بات یہ ہے کہ یونان میں جن اضلاع کو "لیلیگی" کا لقب دیا جاتا ہے وہاں لیلیگی خصوصیات کا پتہ بھی نہیں ملتا۔

کاریائیوں کی صورت حال ایک حد تک مختلف ہے، اس لیئے کہ یہاں

باب

ہمارے سامنے حقیقی واقعات کا میدان ہے لیکن اسی وجہ سے اس قوم کے آثار سرزمین یونان میں اس قدر پھیلے ہوئے نہیں ملتے۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ میگارامیں رہتے تھے؛ تاریخی زمانے میں میگارامیں ایک قلعہ تھا جس کا نام کاریہ تھا؛ اس کے علاوہ وہ ایپی دوروس اور ہرمیونے میں بھی آباد تھے لیکن اس وقت تک اس کا ثبوت میسر نہیں ہوا کہ فی الواقع وہ اٹیکا میں رہتے تھے یا نہیں؛ افسانوں سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے اٹیکا کے ساحلوں پر تاختیں ضرور کیں، ساتھ ہی یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ انھیں بحیرۂ ایجین پر سیادت حاصل تھی، اور ان دونوں امور میں جو تعالق ہے وہ ظاہر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یونانی تہذیب و تمدن پر ان کا معتدبہ اثر پڑا اور زرہ بکتر کے ارتقا کی تاریخ میں ان کے آثار نمودار ہیں؛ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے دہرے دستے کی ڈھال، خود کی کلغی اور ڈھال پر خاندانی نشان ہونا یہ سب کاریائیوں کی ہی ایجادات ہیں۔ تاریخی زمانے میں بھی کاریائی ایک مشہور و معروف قوم تھی لیکن یونانی اسے اپنے دائرے سے باہر خیال کرتے تھے۔

ہم ان اقوام کو جنھیں یونان کے عہد اولین کے ساتھ وابستہ کیا جاتا ہے (مثلاً گورے تیز، کاؤکونیس، ابانتیس، دریوپیس وغیرہ کو) یہیں چھوڑتے ہیں اس لیئے کہ علاوہ دریوپیس کے جو زمانۂ مابعد میں یونان میں داخل ہوئے، سب کے سب تماشاگاہ تاریخ یونان پر سے ہو کر محض گزر جاتے ہیں؛ لیکن ایک مشہور و معروف قوم ایسی ہے جسے ہم نہیں چھوڑ سکتے؛ یہ قوم منیائے ہے جن کے ذریعے سے ہم بالآخر واقعی تاریخ کے میدان میں پہنچ جاتے ہیں[1] اس قوم کے ابتدائی حالات ہومر سے معلوم ہوتے ہیں؛ ہومر بیوتی اور خومینوس کو

[1] منیائے؛ او۔ میولر: تاریخ اقوام و بلاد یونان جلد ا O. Muller: Geschichten hellenischer Stämme und Städte I. Orchomenos und die Minyer; Breslau 1820 "اورخومینوس و منیائے" بریزلاو ۱۸۲۰ء استرابو ۹ء ۴۱۴؛ پوسانیاس ۹، ۳۴، ۶ وغیرہ۔

باب

منیائی شہر بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ متمول ترین بلاد میں ایک اورخومینوس بھی ہے جس کا مقابلہ مصری تھبز تک سے کیا جا سکتا ہے ۔ اس بیان میں زمانۂ مابعد کے مصنفوں نے اضافہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ قوم (یعنی منیائی) اس ضلع میں زراعت کرتی تھی جسے جھیل کوپائیس سیراب کرتی ہے؛ یہاں سے وہ تھسلی گئی جہاں اس نے آرگوناٹ کی مہم روانہ کی، اور جزیرۂ لیمنوس میں اس قوم کے افراد موجود تھے جو خود کو ان ہی ملاحوں کی اولاد بتاتے تھے ۔ اس جزیرے سے انھیں اُن پیلاسگیون نے جو ایتھنز سے آئے تھے، نکال دیا، اور آخر کار انھوں نے تینار وم کی راس پر پناہ لے کر جزیرۂ تھے را کی لقونوی نوآبادی میں حصہ لیا اور بعض جا کر الیس کے ضلع تری فی لیہ کے چھ شہروں میں آباد ہو گئے ۔ نسابوں کا بیان ہے کہ اورخومینوس کا پہلا حکمران پے نیوس کا بیٹا تھا اور اس طرح منیائی قوم کا سلسلہ فلے گیائی خودسروں کے خاندان سے مل جاتا ہے ۔ بعض مورخ اس نسب نامے کا استرابو سے مقابلہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منیائی بیوتیہ سے تھسلی نہیں گئے بلکہ اس کے برعکس تھسلی سے بیوتیہ گئے تھے ۔ آرگوناٹ کے افسانوں اور منیائی بندرگاہوں کے درمیان جو تعلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے افراد فن ملاحی میں مہارت رکھتے تھے اور اورخومینوس اور اس کی باقیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے تعلقات مشرقی اقوام سے بھی دیرینہ تھے ؛

منیائی قوم کے بعد ہم نام نہاد دور رزمیہ تک پہنچ جاتے ہیں[1]۔ یہ وہی دور ہے جہاں سے سورماؤں کی خاندانی تواریخ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور منیائی ہی ہم سے اس دور کے سب سے پھیلے ہوئے خاندان یعنی ایولیائیوں کا تعارف کراتے ہیں ۔ یہ سچ ہے کہ اورخومینوس کا پہلا حکمران یعنی پے نیوس کا بیٹا اندروس (جس کے بعد اس کا بیٹا ایتیوکلیس تخت نشیں ہوا) خود ایولیائی نہ تھا، لیکن

---

[1] یونانی دینیات کا مجموعہ اپولودوروس کے "سلسلے میں" Abollodorus: Bibliotheca (دیمولر: جزو ۱ Muller:Fr.I - اس پر ہینی نے (Heyne نے ایک بسیط تفسیر لکھی ہے؛

باب

سسی فوس (جو بلاشبہ ایولیائی تھا) ایک نئے شاہی خاندان کا بانی سمجھا جاتا ہے ہومر صرف دو ایولیائیوں یعنی سسی فوس اور کرے تھیوس کا ذکر کرتا ہے اور ان میں ہسیود ایک تیسرے یعنی سالمونیوس کا اضافہ کرتا ہے جب نسب نامہ مکمل ہو جاتا ہے تو اس میں سات بیٹوں اور پانچ بیٹیوں کے نام نظر پڑتے ہیں جن سے اس خاندان کی وسعت پذیری کا اندازہ ہوتا ہے۔ بیٹوں کی اولاد سے تو متعدد اقوام کی ابتدا ہوتی ہے جو بعد میں مجموعی طور پر ایولیائی نام سے پکارے جاتے ہیں، اور ایک بیٹی یعنی کالیکے کے ذریعے سے مغربی یونان کی مختلف اقوام کا باقی ماندہ یونانیوں سے تعلق پیدا کیا جاتا ہے۔ اس کالیکے کا ایتھ لیوس سے نکاح ہوتا ہے اور ان کے تین بیٹے ہوتے ہیں جن کے نام اے پیوس، ایتولوس اور پایان ہیں؛ ان میں سے ایتولوس پیلوپونیز سے شمال کی راہ لیتا ہے اور اس کے دو بیٹے یعنی پلیورون اور اوے نیوس ہیں جنمیں سے موخرالذکر کالیدون کا حکمران ہے اور جس کی اولاد میں دو مشہور سورما یعنی تی دیوس اور دیومدیس ہیں اس بیان سے ان اختراعات کی روش صاف طور سے عیاں ہو جاتی ہے؛ ظاہر ہے کہ کالیکے کو ایتھ لیوس سے بہتر شوہر ملنا ناممکن تھا، اس لئے کہ اول تو یہ بین یونانی میلوں کے سورما کا ہمنام ہے اور اس سے در اصل اُن میلوں کی طرف بھی اشارہ ہے جو زمانۂ مابعد میں ایلیس میں ہوا کرتے تھے اور اس سے یہ ضرورت بھی پوری ہوگی کہ اے پیائیوں اور ایتولیوں کے جدی نام ایجاد ہوں اور پایان کے نام کے ساتھ ہم پھر تاریخ تمدن تک پہنچ جاتے ہیں۔ بہرحال یہ سب محض اختراعات ہی اختراعات ہیں۔ اتھاماس کے قصے میں نیفیلے کی شخصیت محض ایک افسانۂ فطرت پر مبنی ہے؛ ملی کرتیس فی الواقعہ سامی ملکارث ہی کا دوسرا نام ہے؛ کلاؤکوس اور بیلیے روفون کا سلسلہ جا کر اپولو کی اس پوجا سے ملتا ہے جو لیسیہ میں رائج تھی اور ساتھ ہی اس پوجا کے نقل مکان سے بھی تعلق ہے؛ اور ادمے توس اور الکس تس سے اپولو کے افسانوں کے شبانی اور تخیلی حالت کا پتا چلتا ہے؛ درحقیقت یہ ہے ان ایولیائی قصوں میں تہذیب و تمدن کے جملہ مدارج کی مثالیں موجود ہیں اور یہ خاندان صحیح معنوں میں "انبوہ الولیائیاں"

باب ۲

کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ ہم زمانۂ مابعد کے اُن مورخوں سے متفق الرائے نہیں جوان افسانوں کو یورپی یونان کی مختلف ریاستوں کی بنا قرار دیتے ہیں، اور ہمارے نزدیک ان میں صرف یہ کوشش کی گئی ہے کہ مقامی حکایتوں کو ایک دوسرے میں پروکر رسمی طور پر اُن سے نسب نامے تیار کیے جائیں اور ان کے ذریعے سے اُن تمام اقوام کے مابین جنھیں ایولیائی کا لقب دیا گیا تھا تعلق پیدا کیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایولیائی صرف سرزمین ایشیا میں اُس نام سے مخاطب ہوتے ہیں اور قیاس غالب ہے کہ دوریانیوں اور ایونیانیوں کی طرح یہ یک نسل نہ تھے۔ لیکن نام ضرور موجود تھا، اور چونکہ بغیر مورث اعلیٰ کے تعین کیے ہوئے آگے بڑھنا ناممکن تھا اس لیے ایک مورث اعلیٰ تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ مشکل یہ پڑی کہ ایولوس نامی ایک کی بجائے دو اشخاص پہلے ہی سے موجود تھے ورنہ اس نام کا مورث پیدا کر لیا جاتا، اور ان دونوں کے درمیان تعلق پیدا کرنا اور ایک تیسرا مورث اختراع کرنا دونوں باتیں ایک ہی سی تھیں۔ غرض یہ ہے کہ تھسالویوں اور بیوتیوں کا تعلق (جو ایشیائے کوچک کی ایولی قوم کے نمایندے تھے) ایولوس کے بیٹوں کے ذریعے سے اور ایلیس اور ایتولیہ کی اقوام کا تعلق اُس کی بیٹیوں کی وساطت سے قائم کیا گیا۔[۵]

---

۵ "ایولیائی" تھسلی کو بدرجۂ اتم "ایولستان" کا لقب دیا جاتا ہے اور دیودوروس (۴، ۶۷) کا بیان ہے کہ اس کا ابتدائی نام ایولس ہی تھا۔ اس اطلاع کی اتنی ہی قیمت ہے جتنی ایک دوسرے بیان کی کہ کسی زمانے میں یونان کا نام پیلاسگیا تھا۔ یونانی اختراعات تاریخی کی ایک معمولی مثال ہے کہ کسی ملک کا کوئی اور ابتدائی نام رکھ دیا جاتا ہے؛ ممکن ہے کہ وہ نام کسی زمانے میں معروف ہو۔ لیکن یہ لازمی نہیں کہ وہ اسی ملک کے ساتھ وابستہ ہو جس کو اُس سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ مثلاً سسلی کو لیجیے؛ یہ نہایت جرأت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں اُس کا نام تری ناکریا تھا۔ ظن غالب یہ ہے کہ یہ ہومری لفظ تھری ناکیہ کا بگاڑ ہے جسے لوگوں نے سسلی سمجھ لیا تھا۔ زمانۂ مابعد کے سب سے اہم ایولیائی مرکز تھسلی اور بیوتیہ ہیں۔ طوسی دیدش (۳، ۲، ۱۰۲) کے مطابق پلیوروں اور کالی دون کے قرب وجوار کے ملک کا نام بھی ایولس ہی تھا، اور اس سے

باب

مورخوں کی یہ ایک فطری خواہش ہے کہ ان نسب ناموں کی مدد سے مختلف اقوام کی حرکات و سکنات کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں، اور یہ اکثر کیا بھی جاتا ہے۔ رائج الوقت خیال کے مطابق مِنیائی تھسلی سے بیوتیہ گئے اور ایتولی دراصل ایلس سے آئے تھے لیکن یہ امر مسلم ہے کہ ان افسانوں میں سے ہر ایک میں بہت ساخود ساختہ مواد موجود ہے۔ ایسی حالت میں دونوں قسم کے مواد کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کی کیا سبیل ہے؟ وہ کونسی معقول تاریخ ہوگی جن میں اُن اشخاص کا ذکر کرنا لازمی سمجھا جائیگا جو ایتھہ لوس اور یایان کیساتھ تماشا گاہ تاریخ پر نمودار ہوتے ہیں؟ اس میں شبہ نہیں کہ اولین دور میں قوموں نے ترک وطن ضرور کیا ہوگا، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا آٹھویں صدی ق م میں کسی فرد بشر کو بھی اس ترک وطن کا دھندلا سا بھی علم تھا؟ ان تمام اسباب کی بنا پر ہمارا خیال ہے کہ دوریانی ترک وطن سے بیشتر ایولیائی اسی نام سے ایشیائے کوچک میں آباد تھے؛ یہ کہ ان ایولیائیوں کے لیے ایک سورما مورث اعلیٰ کی ضرورت پیدا ہوئی اس لیے ایولوس ایجاد کیا گیا جسے ہومر نظموں میں سسی فوس اور کریتھیوس کا باپ بنایا گیا ہے؛ یہ کہ تمام یونانی اقوام جو دوریانی یا ایونیائی نہ تھیں وہ سب اس ایولوس کے ساتھ وابستہ کردی گئیں اور سب کو "ایولیائی" کا لقب دیا گیا؛ یہ کہ کورنتھ، بیوتیہ، تھسلی ایتولیہ اور ایلس کے ایولیائیوں کے باہمی تقرب اور رشتہ داری کے متعلق ایک حصہ تو یقیناً ایجاد کیا گیا اور دوسرے حصے کی صحت کا ثبوت نہیں اس لیے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مساۃ کالیکے کے تعارف کی توجیہ بھی عیاں ہوجاتی ہے۔ جہاں تک ایولیائیوں کا تعلق ہے میں ڈنکر Duncker ۵/۳۵۶، ۳۶۶ سے بالکل متفق ہوں۔ میں اسکی اس رائے سے بھی متفق ہوں کہ ایولیائی بولی کا تخیل محض اسلیئے پیش کیا گیا ہے کہ افسانہ ساز یونانی بولیوں اور دوریانی اور ایونیائی ارتقا شدہ زبانوں کے درمیان تباین دکھانا چاہتے تھے ان بولیوں کیلیئے مقابلہ کرو برگمان: قواعد زبان یونانی ۳ Brugmann: Gr. Gramm یہ کتابچہ علوم قدیمہ مولفۂ ا۔ میولر کا ایک جزو ہے Iw. Mueller:Handbuch der Klass.Alterthumer. ان دو مشہور اور ممتاز اقوام کو نکال کر دیگر اقوام یونان کو ایولیائی کے نام سے مخاطب کیا جاتا تھا۔

دوریانی ترک وطن سے پیشتر نہ تو کوئی ایسی قوم تھی اور نہ تمدن کی کوئی خاص منزل جسے "ایولیائی" کا لقب دیا جا سکے ؛

درانحالیکہ ہومر ایولیائیوں کا مطلق ذکر نہیں کرتا، اس کی نظموں میں اکائیائیوں کا نام نہایت نمایاں ہے[۶] وہ کہتا ہے کہ اکائیائی فتیوتس اور پیلوپونیزی آرگوس کے باشندوں کا نام ہے اور ساتھ ہی جب وہ جنگ تروائے کا ذکر کرتا ہے تو ان سب اقوام کو جو وہاں جنگ آزما ہوئیں اکائیائی بتاتا ہے؛ گویا کہ یہ نام "آرگوسی" اور "دانائے" کا مترادف ہوا۔ بدیں وجوہ اس میں شبہہ نہیں ہوسکتا کہ یہی وہ قوم تھی جو دوریانی ترک وطن سے پہلے آرگولس اور غالباً لقونیہ میں آباد تھی۔ خود ہرقلیس کے متعلق بھی یہی مشہور تھا کہ وہ اکائیائی قوم کا ہی فرد تھا؛

ہومری نظموں میں لفظ "ایونیائی"[۷] کا اطلاق خاص طور سے ایتھنزیوں پر کیا جاتا ہے، لیکن بعض اقوام جو خلیج سارون کے جنوب میں پیلوپونیزی ساحل پر (مثلاً ٹروائے زین میں) آباد تھیں ان کا نام بھی ابتدا سے ایونیائی ہی پڑ گیا تھا، اور خلیج کورنتھ کے جنوبی ساحل کے باشندوں کو بھی جنھیں دوریانی فتح پیلوپونیز کے زمانے میں اکائیائیوں کے لیے اپنا ملک چھوڑنا پڑا، یہی لقب دیا گیا تھا؛

یہاں تک تاریخ یونان کی ممتاز اقوام کے ناموں پر بحث ہوئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اُن کی تہذیب و تمدن کے متعلق ہمیں کس قدر معلومات حاصل ہیں شعرا اور نسابوں کی روایات کی مدد سے یونانیوں کے اندرونی ارتقا کی مفصلۂ ذیل تصویر کھینچی گئی ہے :- یونان کے قدیم باشندے یعنی پیلاسگی قوم ایک سیدھی سادی امن پسند قوم تھی جو سوائے زیوس کے کسی اور کی پرستش نہیں کرتی تھی۔ جب فنیقیوں سے ربط ضبط بڑھا تو نئی نئی رسموں اور نئے نئے دیوتاؤں کی پوجا کو یونان میں رائج

---

[۶] اکائیائی: ہومر: الیاڈ ۲، ۶۸۳؛

[۷] ایونیائی "طویل قمیص": الیاڈ ۱۳، ۶۸۵ سطر ۶۸۹ کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے ایتھنزیوں سے ہے، لیکن یہ لازم نہیں ہوتا کہ خلیج سارون کی دیگر اقوام بھی اسی نام سے نہیں پکاری جاتی تھیں؛

باب

کیا گیا ہے[۵۵] یہی قوم تھی جن سے یونانیوں نے ملاحی سیکھی، اور انھیں کے ساتھ دیگر اقوام (مثلاً لیلےگیس اور کاریائی) بھی ایشیا سے آئے جو پیلاسگیوں کے ہم نسل تھے اور جنھیں ایک قومی نام یعنی "ایونیائی" دیا جاتا ہے۔ اس تصویر کے مطابق پیلاسگی بغیر کسی بت خانے یا بغیر کسی مورت کو اپنے سامنے رکھے ہوئے خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے اور غیر یونانی اقوام سے متاثر ہونے سے پہلے وہ اپنی عبادت میں کسی خاص معبود کا نام بھی نہ لیتے تھے۔ اور جب انھیں نام لے کر عبادت کرنے کا طریقہ معلوم ہوا تو انھوں نے خاص طور پر دودونا کے کاہنوں سے اجازت طلب کر کے اُس وقت یہ نئی پوجا شروع کی۔ دراصل اس قصے کی بنیاد وہ قصے ہیں جو دودونا کے پجاریوں نے ہیروڈوٹس سے بیان کئے اور اُس کے مطالعے سے اُس کا اختراع صاف ظاہر ہوتا ہے اسی لیئے آج کوئی بھی اُسے تسلیم کرنے کے لیئے تیار نہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس تمام قصے سے یہ نتیجہ بھی نہیں نکالا جا سکتا کہ ابتدائی یونانی مذہب (بت پرستی کی آلائش سے) پاک و صاف تھا۔ اگر واقعتہً اسمیں خدائے واحد کی پرستش رائج تھی تو پھر یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اسکی بجائے ارباب پرستی کے اصول نے کسطرح رواج پکڑا۔ حال میں اسکی توجیہ کی کوشش کیگئی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ابتدا ہی سے یونانی مذہب میں ارباب پرستی کا عنصر موجود تھا جب شخصیت خداوندی کی مختلف کیفیات پر اطراف و جوانب میں زور دیا جانے لگا تو اسمیں تہیج پیدا ہوا اور اُسنے ایک نہایت مضبوط جڑ پکڑلی لیکن اس استدلال سے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یونانی مذہب (ارباب پرستی سے) کبھی بےمیل نہ تھا، اور چونکہ یونانی ہمیشہ سے مختلف دیہات میں رہتے تھے اسلیئے وہ ہمیشہ مختلف معبودوں کو پوجا کرتے ہوں گے خود آریہ قوم میں ہر جگہ ارباب پرستی جاری تھی اور اسی اصول پر ہر جگہ عمل ہوتا تھا، فرق یہ تھا کہ ابتدا میں یہ اصول ایک دائرے میں محدود تھا، رفتہ رفتہ اُسمیں وسعت پیدا ہوگئی۔

اس کے علاوہ یہ کہا جاتا ہے کہ یونانی ارتقا میں فنیقی قوم میں ایک خاص لوچ پیدا کیا اور اسی نے یونانیوں کو فن جہاز رانی سکھایا۔ اس میں کلام نہیں کہ یونانی ترقی میں فنیقی قوم کی طرف سے بہت مدد ملی، لیکن جتنی وقعت کہ فنیقی اثرات کو

---

[۵۵] یونانی تمدن کی شاہراہوں کے لیئے دیکھا جائے۔ کریتیوس ۱/۴۶۱۔ ہیروڈوٹس ۵۲/۲ میں۔ دودونا کے پجاریوں کا ذکر ہے۔

دی جاتی ہے وہ کسی حالت میں قرین قیاس نہیں۔ وہ مورخ جو ایشیائے کوچک، جزائر اور یورپی یونان کے باہمی تعلقات پر زور دیتے ہیں وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان اضلاع کے باشندوں نے فینیقی سے فن جہازرانی سیکھا ہوگا؛ اگر ہر مسافر کو آنے والا بندرگاہ ہمیشہ نظر آتا رہتا تھا، اگر اقلیم یونان جزائر کے لیئے اور جزائر اقلیم یونان کے لیئے محض ایک مختصر سی منزل تھی تو پھر اس کی کیا ضرورت تھی کہ کوئی قوم باہر سے آئے اور یونانیوں کو فن جہازرانی سکھائے۔ حق یہ ہے کہ فینیقی اس اہمیت کے ہرگز مستحق نہیں جو انھیں دی گئی ہے؛ یونان میں مشرقی تہذیب و تمدن کے ترویج کے لیئے اُن کی مداخلت کی قطعی ضرورت نہ تھی، اس لیئے کہ مشرقی تمدن کا پرتو ایشیائے کوچک پر ہمیشہ پڑ سکتا تھا، اور اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ یہ تمدن محض قدرتی وسائل سے جزائر اور سواحل یونان پر نہیں پھیلا۔ جب ابتدائی یونان کی اولین تاریخ کی نظریات محض مفروضات پر مبنی ہیں تو ایسی صورت میں کسی پیچیدہ نظریے سے ایک سیدھا سادا مفروضہ یقیناً قابل ترجیح ہوگا؛

زمانۂ حال کے مورخوں کی رائے یہ ہے کہ مشرقی اثرات بڑھنے کی وجہ سے یونان میں ایک نئے رزمیہ دَور کی ابتدا ہوئی جس میں تقریباً اسی قسم کے واقعات پیش آئے جیسے قدیم رزمیہ شعرا اور نساب بیان کرتے ہیں۔ لیکن پیلاسگی عہد کی ساوگی کے بعد جنگ و جدال کا دور صرف ایک شرط پر ثابت ہو سکتا ہے، وہ یہ کہ نسابوں اور شاعروں کے بیانات اور دودونا کے پجاریوں کے تذکرے حقیقت پر مبنی ہوں۔ یہ ممکن ہے کہ ہم ان روایات کو مجرداً تسلیم بھی کرلیں، لیکن یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اس ترتیب و تسلسل کو بھی تسلیم کرنے پر مجبور رہوں جو قدما چھوڑ گئے ہیں؛ ممکن ہے کہ اوراستوس، تی دلوس، الکلییس، تھےسیوس، یاسون، اڈمےتوس وغیرہ کے حالات اور اُن کی چال بازیوں کے قصے محض زمانۂ ما بعد کے شعرا کے اختراعات نہ ہوں بلکہ اُن کی بنا اُن افسانوں پر ہو جو اس وقت زبان زد عوام تھے، لیکن کم از کم یہ تو ماننا پڑیگا کہ ان افسانوں میں یہ تمام واقعات یکجا نہ تھے اور ان میں کسی قسم کی تاریخ کا تعین نہیں کیا گیا تھا؛ اور جب ہم اس سے واقف ہیں کہ نسب نگاروں نے ان کا باہمی ربط و تعلق اور زیادہ کرایا تو پھر

ہمیں اس کا حق نہیں ہے کہ ہم انھیں کوئی بھی تاریخی اہمیت دیں، نہ ہمیں یہ چاہیے کہ ہم ایک ایسے مبارزانہ عہد کو فرض کرلیں جو متواتر دو صدی رہا ہو اور جس میں جنگ و جدال کی نوساختہ خواہش کی وجہ سے عظیم الشان و درخشاں نتائج ظہور پذیر ہوئے ہوں، اور کسی زمانے کے امن پسند پیلاسگیوں نے آپس میں لڑنا شروع کردیا ہو جس کی مثال اور ساتوس اور تھیبز والوں کے باہمی مجادلے سے دی جا سکتی ہے۔ یہ ہرگز قرین قیاس نہیں کہ محض فنیقیوں کے اثر سے یہ اقوام یکایک جنگجو ہوگئیں۔ زمانۂ حال میں اگر کسی ملک کی غیر متمدن قوم جو فطرۃً امن پسند ہو تو محض انگریز سوداگروں کے تعلقات سے وہ جنگجو نہیں بن سکتی۹۔

کہیں زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ مشرقی روابط کے سبب سے یونانی پہلے سے زیادہ متمدن بھی ہوگئے اور ساتھ ہی اُن کی مردانہ وار عادتیں بھی کم ہوگئیں یہاں تک کہ آخر کار فرضی سورماؤں کو دوریانی جیسی جنگجو قوم نے[۱۰]

---

۹ اب قدامت شناس اپنی عام فہم کتابوں میں اپنے متقی اور قابل قدر پیلاسگیوں کے قصوں میں ایک اور قصہ ایسے وحشی اور غیر متمدن پیلاسگیوں کا اضافہ کرتے ہیں جو زیوس دیوتا کے سامنے انسانی قربانی چڑھایا کرتے تھے اور جنھیں ایونیائیوں نے اپولو کی پرستش سکھا کر مہذب بنانے میں مدد دی۔ ظاہر ہے کہ دونوں قسم کے قصے بالکل ایک ہی نوع کے ہیں اور اس تضاد کی مطلق کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تہذیب پھیلانے والے اپولو کی پوجا دراصل اُس زمانے کی بات ہے جب دوریائی ترک وطن کے بعد کاہنوں کا دور دورہ شروع ہوا، اور آسے یہاں سے اٹھا کر ابتدائی عہد کو منتقل کردیا گیا ہے۔ اُس اولین عہد میں زیوس کے سامنے انسانوں کی قربانی ایک شاذ واقعہ ہے، اور یہ ذرا مشکل سے باور ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں اپولو کے مجاوروں کے رسوم زیوس کے پجاریوں کے رواجوں سے کچھ زیادہ نرم و ملائم ہوں گی۔

۱۰ ہیلبگ نے ("دور ہومر" صفحہ ۲۹۳ / ۲۹۴) یہ نہایت واضح طور پر ثابت کردیا ہے کہ ہومری نظموں کے سورما کچھ زیادہ جنگجو نہیں ہیں Helbig: Hom. Epos ؛

باب

شکست دیکر مغلوب کر لیا۔[۱۱]

ممکن ہے کہ ان یونانیوں کا نام جو وقتاً فوقتاً ایشیائے کوچک سے یورپ آئے الیونیانی ہی ہو۔ توریت کی کتاب پیدائش میں اقوام کی جو فہرست دی ہوئی ہے اُس میں ایک قوم "یاوَن" بھی ہے؛ لیکن چونکہ یہ فہرست دوریانی ترک وطن کے بعد مرتب ہوئی تھی اس لیئے وہ اس نظریے کا خاطر خواہ ثبوت نہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ شامپولیون نے خیتاس کے حلیفوں کی فہرست میں جو رامسیس دوم سے تقریباً ۱۳۸۰ ق م میں لڑے تھے، الیونیانیوں کے نام کا انکشاف کیا تھا، اُسی کا اب دوبارہ انکشاف ہوا ہے۔ بہرحال اس معاملے میں ہم گرتیوس سے متفق الرائے ہیں کہ ابتدائی زمانے سے ہی یونانی ایشیائی اور یورپی دونوں ساحلوں پر رہتے تھے؛ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب کریٹ کو ان ممالک میں شمار کیا جاتا ہے جو ابتدا ہی سے یونانی تھے تو پھر خیوس اور ساموس کو یونانی نو آبادی کیوں بتایا جاتا ہے۔ بلاشبہہ ساموس اور خیوس میں مصری تہذیب و تمدن کا اثر کریٹ سے زیادہ تھا، اور اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ جب

[۱۱] تاریخ یونان کے مطالعے میں مختلف طبعی علوم خصوصاً ارضیات سے مماثلت پیش کی جاتی ہے؛ ہم یہاں ایک تشبیہ اسی قسم کی دینا چاہتے ہیں جس سے ہمارا مطلب صاف اور واضح ہو جائیگا۔ کسی زمانے میں علم ارضیات کے ماہرین یہ نظریہ تسلیم کرتے تھے کہ زمین میں دفعتاً اور یک بیک انقلابات پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن اب یہ نظریہ مسلمہ ہو گیا ہے کہ زمین کی ساخت میں جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں وہ مسلسل اس بات کی بنا پر تدریج ہوتی ہیں۔ ہمیں یقین ہے اور ہم اس پر زور دینا چاہتے ہیں کہ یہی صورت حال اُن اثرات کی ہے جو یونان پر مشرقی تمدن کے ہوئے۔ ہمارا یہ خیال نہیں ہے کہ پہلے تو ایک دور پیلاسگی سادگی کا آیا اس کے بعد الیونیانی اور فنیقی اثرات کے سبب یہ سادگی مبارزت میں تبدیل ہو گئی؛ بلکہ اس کے برعکس ہماری یہ رائے ہے کہ ایشیائی یونانیوں اور غیر یونانیوں کا یورپی یونانیوں پر روز افزوں اثر پڑتا رہا، یہ یورپی یونانی اپنے دیگر آریائی بھائیوں کی طرح جنگجو بھی تھے، اور ان میں ارباب پرستی بھی رائج تھی؛ اور اگر ان میں امن پسندی کے وہ جذبات نہ تھے جو اکے ابتدائی عہد میں اُنسے منسوب کیئے جاتے ہیں تو انھوں نے زمانۂ مابعد کے اس ردّ عمل کو جسے "دوریانی ترک وطن" کا لقب دیا جاتا ہے بہ نسبتہً آسانی سے کاہو گا

دور یانی ترک وطن کے بعد ایونیانی خیوس اور ساموس آئے تو انھیں جو قوم یہاں ملی وہ اس قوم کی بہ نسبت جس سے وہ کریٹ میں دوچار ہوئے تھے یونانیوں سے متاثر تھی۔ ان دونوں کے استعمار میں جو فرق ہے وہ صرف یہی ہے کہ خیوس اور ساموس کے مستعمرین کی تاریخ کا تعین فرض کر لیا گیا ہے درانحالیکہ کریٹ کی نوآبادی کی تاریخ کا پتا بھی نہیں۔ حق یہ ہے کہ ایشیائے کوچک کے ساحل اور جزائر میں ابتدا ہی سے یونانی آباد تھے۔[۱]

---

[۱] کرتیوس: "ایونیانی ترک وطن سے پیشتر ایولیانیوں کی حالت" E. Curtius: Ionier Vor Der Ionischer Wanderung, 1855 "تاریخ یونان" جلد ۱ صفحہ ۱ حاشیہ ۷ Gr. Gesch. ہم پورے طور سے ان سے متفق ہیں کہ یونانی یورپ کی طرح ایشیائے کوچک کے ساحل بہت قدیم زمانے سے یونانی ہیں، اور اس انکشاف کو ہم بہت بڑی تاریخی عظمت دیتے ہیں۔ غیتاس کے حلیف "یاونوں" کے لیے و، م، میولر: "قدیم مصری عمارات اور ایشیا اور یورپ کے باہمی تعلقات"، لائپزگ ۱۸۹۳ء صفحہ ۵۵-۳۶۹ W. M. Mueller: Asien und Europa Nnach altaegyptischen Denkmalern, Lpz کا مطالعہ کیا جائے۔ ابتدائے تاریخ کے دور میں یونانیوں کے ایشیائے کوچک کے ایک حصے میں پھیل جانے کی نسبت ہم کرتیوس سے متفق ہو کر مفصلۂ ذیل رائے کا اظہار کرتے ہیں:۔ قدیم یونانی روایت کے مطابق یونانی نوآباد پہلے پہل (اکاماس ولد تھے سیوس کی سرکردگی میں) قبرص، لسیہ اور پم فیلیہ آئے (ہیرو ڈوٹس ۷، ۹۰، ۹۱ میں تیوکروس، لیکوس اور کالخاس کا ذکر ہے) اکثر اس بیان کو محض من گھڑت سمجھا جاتا ہے۔ اسکے خلاف میئر ("تاریخ ازمنۂ قدیمہ" جلد اول صفحہ ۲۷۹ E. Meyer: Gosch. des Alterthums) کا اس طرف میلان ہے کہ ایونیانی ترک وطن سے پہلے ہی جزیرۂ قبرص اور پم فی لیہ میں مغرب کیطرف سے آبادکاری ہو چکی تھی۔ لیکن ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ جب یورپ کے قریب ہی بہت سے غیر آباد مقامات پڑے ہوئے تھے تو پھر یورپی یونانیوں کو اتنی دور جانے کی کیا ضرورت پڑی تھی؟ کیا یہ استدلال محض ان یونانی روایات کی بنا پر کیا گیا ہے جو ان مقامات کا تعلق جنگ ٹروا سے ظاہر کرتی ہیں؟ کیا اس سے زیادہ قرین قیاس یہ مفروضہ نہ ہوگا کہ وہ دراصل ایشیائے کوچک کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - قدیم یونانی آبادی کے باقی تھے؟ **قبرسیوں** اور **پم فیلیوں** کے ان یونانیوں کی اولاد سے ہونا جو **ٹروا** سے گھر واپس جا رہے تھے، اُسکی ایشیائے کوچک کی تاریخ کے لیئے اُتنی ہی نسبت ہے جتنی **اوے نوتریوں** اور دیگر اقوام کی اصل کی جنکا یونان سے آنا بیان کیا جاتا ہے، اور جتنی **اٹلی** کی تاریخ میں **دیومدیس** اور دیگر سورماؤں کے آباد ہونے کی - اس کے علاوہ لطف یہ ہے کہ **کالخاس** دونوں ملکوں میں موجود ہے ؛

باب ہشتم

یونان کے ابتدائی فنون کے باقیات

ٹروائے، میکے نائی، اورخومینوس، ترِنز

ان سب امور پر غور کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بالآخر دریائی نقل وطن سے پیشتر کے عہد کے متعلق ہمیں کیا معلومات حاصل ہیں۔ اس کے جواب میں سب سے پہلے تو ہمارے سامنے وہ انکشافات ہیں جو حال کے زمانے میں خاص ارض یونان میں اور ان مقامات پر ہوئے ہیں جو کسی زمانے میں تمدن اور سیاسی اقتدار کے مرکز شمار کئے جاتے تھے۔ حال ہی میں ہائنرخ شلی مان نے میکی نائے، اورخومینوس، ترِنز اور ٹروائے میں جو نہایت دلچسپ حالات دریافت کئے ہیں ان کی تاریخی وقعت میں کسی قسم کے مبالغے کی گنجائش نہیں اور ان کے لیئے ہمیں اس محقق کے جوش اور تحقیقات کے ذوق کا ممنون ہونا چاہیئے۔ ان انکشافات نے ہمارے اس معلومات میں جو زمانۂ قدیمہ کے متعلق ہمیں حاصل تھا، معتدبہ اضافہ کیا ہے اور اس سے ان مسائل میں جو حکمیات کے ذریعے سے ہی طے ہو سکتے ہیں ایک اور مسئلے کا اضافہ ہو گیا ہے۔

ان مقامات میں سب سے قدیم تمدن کا موقع ٹروائے[1] تھا۔ اس شہر کے متعلق

---

[1] شلی مان: الیوس، بلدیہ وملک تسویانیان Schliemann: Stadt und Land، لائپزگ ۱۸۸۱ء؛ ٹروائے، میری حال کی کھدائیوں کے نتائج" Der Troyaner (Troja, Ergebnisse meiner neusten Ausgrabungen auf der Baustelle von Troja) لائپزگ ۱۸۸۴ء۔ یہ دونوں تصانیف باتصویر ہیں۔ مقابلہ کرو

باب

اب تک جو خیالات تھے اُن میں باہمی تضاد تھا۔ لیکن ان میں سے اس رائے کو کہ پریام کا شہر کوہ بونار باشی پر واقع تھا ترجیح دی جاتی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ ہومر کی نظمیں اور ٹرواے کی عام وقعت اُسی کی متقاضی تھی کہ وہ بونار باشی کے سے مستحکم اور مرتفع مقام پر ہی واقع ہو۔ لیکن شلی مان نے جو معیار علمی دنیا کے سامنے پیش کیے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ اہم ہیں، اور درانحالیکہ بونار باشی پر کوئی اہم باقیات کبھی برآمد نہیں ہوئے اس کے برعکس کسی اور پہاڑی پر جو سمندر سے قریب ہے اور اب جس کا نام حصار لک ہے پرانے کھنڈر اس کثرت سے ملے ہیں اور ہماری تحقیقات اور مدح سرائی کے لیے اتنا عظیم الشان ذخیرہ برآمد ہوا ہے کہ ہمیں کوئی قوی شک نہیں رہ سکتا کہ اگر اس میں اور ہومر کے حالات میں تطابق کلی نہ بھی پایا جائے با این ہمہ یہی شہر اس وقت شعرائے یونان کے پیش نظر تھا جب اُنھوں نے جنگ ٹرواے کے متعلق اپنے اشعار نظم کیے تھے۔ واضح ہو کہ خود قدما کے نزدیک اسی پہاڑی پر شہر الیوم واقع تھا اور بعض تو اُسے ٹرواے ہی کا موقع قرار دیتے تھے۔

راس سگیوم سے عین مشرق کی طرف آٹھ میل دراز اور ڈھائی میل چوڑی ایک گھاٹی ہے جو کوہ ایدا سے اتر کر ہیلیس پونٹ کی طرف ذرا کشادہ ہو جاتی ہے۔ اس گھاٹی کو دو ندیاں سیراب کرتی ہیں جن میں سے بڑی کا نام جو جنوب کی طرف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ شخ ہارٹ کی کتاب شلی مان کی کھدائیاں: Schuchhardt: Schliemanns Ausgrabungen (دو جلد، لائپزگ ۱۸۹۱ء)۔ شلی مان کی رائے کے مطابق پہاڑی پر صرف قلعۂ ٹرواے تھا اور شہر دراصل اُس کے دامن میں واقع تھا؛ اس سے اسکا اصل مقصد یہ تھا کہ ہومر کے اس بیان سے کہ شہر قلعہ سے بہت بڑا تھا کسی طرح تطابق پیدا کرے اُس کے دلائل میں تضاد پایا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شہر کے تین دروازے ہیں، ایک دیوار کا چھوٹا سا ٹکڑا ابھی موجود ہے جو ممکن ہے کہ شہر پناہ کے آثار ہی ہوں اور قلعہ کے نیچے بہت سا ملبہ اس وقت بھی نظر آتا ہے۔ اول تو یہ دلائل فی نفسہ فیصلہ کن نہیں ہیں، اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ پہاڑی کے نیچے شہر آباد تھا پھر بھی شلی مان نے جو رقبہ معین کیا ہے اُس کی بنیاد کسی دیوار کے آثار پر نہیں بلکہ محض مصلحت پر ہے۔ یہی لی شر کی رائے ہے (جریدۂ ممالک غیر)

باب ۸

واقع ہے، سکا ماندر اور چھوٹی کا نام جو شمال میں ہے سموئس ہے؛ دونوں ندیاں
سمندر کے قریب آکر ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں۔ اس گھاٹی میں ساحل سے
تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک سو ساٹھ فٹ بلند ایک پہاڑی واقع ہے جو درحقیقت
پہاڑیوں کے ایک طولانی زنجیرے کی آخری چوٹی ہے؛ اس پہاڑی کا اوپر کا حصہ
۶۰۰×۹۰۰ فٹ یعنی تقریباً ساٹھ ہزار مربع گز ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں شلی مان نے
(جس کے ساتھ بعد میں ڈیورپ فیلڈ بھی ہو گیا) ۱۸۷۰ء میں کھدائی شروع کی
اور محیر العقول نتائج برآمد کیے۔ کھدائی سے یہ معلوم ہوا کہ اس موقع پر متعدد شہر
ایک دوسرے کے کھنڈروں پر بنائے گئے ہیں جس کی وجہ سے پہاڑی کی چوٹی
پر ۵۰ فٹ بلند تودہ بن گیا ہے۔ ان تمام تہوں میں سب سے عجیب وغریب تہ
نیچے سے دوسری تہ ہے اور یہ اس قدر دلچسپ ہے کہ یہاں اس کا ایک توصیفی
نقشہ کارآمد ہوگا۔ اُس کے ہر چہار طرف ایک شہر پناہ ہے جس کا نیچے کا حصہ
دھوپ میں تپی ہوئی اینٹوں اور اوپر کا حصہ پتھر کا ہے؛ اس شہر پناہ کے تین
بڑے بڑے پھاٹک اور متعدد برج ہیں۔ شہر کے اندر بہت سی دلچسپ اشیا مثلاً
ظروف (منجملہ اُن کے نام نہاد "تصویر دار ظروف")، پتھر اور تانبے کے برتن، اور
سونے کی اشیا کا ایک نادر مجموعہ ہے جس میں طلائی کنگن، مدریاں، جھومر وغیرہ
نکلے ہیں۔ یہی وہ اشیا ہیں جن کے دستیاب ہونے پر علمائے قدیمیات میں
ایک سنسنی سی پیدا ہو گئی اور جس کا نام شلی مان نے خزانۂ پریام رکھا۔ یہ زیور
سب تہ بہ تہ ایک دوسرے پر ایسے رکھے ہوئے ملے گویا کوئی خاص خطرہ تھا جسکی
وجہ سے انھیں ایک طرف رکھ دیا گیا ہوگا، اور ان سے ٹروائے کے مشہور آفاق تمول

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Ausland ۱۸۸۳ء حاشیہ ۵۱ و ۵۲) کہ قلعہ میں صرف مردے
جلائے جاتے تھے، لیکن شلی مان کے ساتھی ڈیورپ فیلڈ نے "تتمہ جریدہ ہر ملکی" ۱۸۸۴ء
۲۹۴ (W Dorpfeld: Beil. Z. Allgem Ztg.) میں اس نظریے کو مسترد
کر دیا ہے اور خاص ٹروائے میں ماہرین آثار قدیمہ کی ایک کانفرنس میں جو قرار دادیں منظور
ہوئی تھیں اُن سے بیوتی شر کی رائے کی توثیق نہیں ہوتی۔

باب

پتا لگتا ہے۔ شہر پناہ پر کیٹ اور راکھ کا اس قدر ڈھیر جما ہوا ہے کہ اُس سے وہ آتش زدگی یاد آتی ہے جو ٹروائے کی بربادی کا باعث ہوئی۔ بلاشبہ ایسی باتیں بھی ہیں جو ہومر کے بیان سے میل نہیں کھاتیں، مثلاً ان کھنڈروں کا رقبہ بہت کم ہے، اور یہاں کی تہذیب و تمدن کی حالت نہایت قدیم طرز کی ہے، بایں ہمہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ٹروائے اور حصارلِک ایک ہی چیز نہیں۔ ظاہر ہے کہ شعرا اعداد و شمار کے ماہر نہیں ہوتے خاصکر جب وہ واقعات متعلقہ سے صدیوں بعد انھیں نظم کا جامہ پہنائیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ٹروائے کے ان انکشافات کا یونان کی قدیم تاریخ سے گہرا تعلق ہے، اس لیئے کہ اول تو ان اقوام کا جو بحیرۂ ایجین کے ہر چہار طرف آباد تھیں باہمی تعلق تھا اور دوسرے خود ہومر کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونانیوں اور ترویانیوں میں کسی قسم کا قومی اختلاف نہ تھا۔

جزیرۂ تھے را میں جو آثار برآمد ہوئے ہیں[1] اُن کا قدیم ترین حصہ حصارلِک کے دوسرے شہر سے زیادہ جدید ہے۔ یہاں کی ابتدائی عمارات کو آتش فشانی زلزلوں اور لاوے نے بالکل ڈھانک دیا ہے اور کھنڈروں میں دبے ہوئے پتھروں کے اوزار اور برتن نہایت نفیس حالت میں ملے ہیں، جو ظن غالب ہے کہ

---

[1] لینورماں: "جزیرۂ تھیرازیہ میں زمانۂ قبل تاریخ کی عمارات کا انکشاف" (جریدۂ آثار قدیمہ پیرس، ۱۸۶۶ء)
F. Lenormant, Decouverte De constructions Antehistoriques dans L'Ile de Therasia," Rev. archeol.
ف۔ فوکے: "زمانۂ قبل تاریخ کا ایک پومپی آئی" (جریدۂ عالمین، ۱۸۶۹ء صفحہ ۸۳) F.Fouque. Une Pompei antehistorique Rev. des D.mondes (۔ فوکے کے نزدیک وہ مصیبت جس کی وجہ سے جزیرے کا ایک حصہ برباد ہو گیا اور اس کے اولین تمدن کا خاتمہ ہو گیا ۲۰۰۰ ق م اور ۱۸۰۰ ق م کے درمیانی سنین میں پیش آئی ہوگی۔ نیز مقابلہ کیجئے مامے: "جزیرۂ تھے را" (پیرس ۱۸۴۱ء) جس میں تصویریں بھی دی ہوئی ہیں (Mamet:De ins.Thera.)

باب ۵

فینیقی الاصل ہیں - اس جزیرے کے باشندے جَو کی کاشت کرتے تھے ؛

میکے نائے میں جو انکشافات ہوئے ہیں اُن کے ذریعے سے ایک نئی دنیا جو اس سے بھی زیادہ درخشاں تھی ہمارے سامنے آتی ہے[1] ؛

جس وادی کا پانی آگرد کورِنتھ کے مغرب کی جانب خلیج کورنتھ میں جاتا ہے اور اُس کے اور میدان آرگوس کی سب سے بڑی ندی **اناخوس** کے درمیان کوہ ترے **توُن** واقع ہے ، یہ پہاڑی در اصل جزیرہ نمائے آرگوس کے زنجیرے کی ایک چوٹی ہے اور کورِنتھ سے آرگوس تک کی سڑک اسی پر ہو کر جاتی ہے جس مقام پر یہ سڑک جنوب کی طرف مڑکر کوہ ترے توُن کے جنوبی ڈھال کے قریب **اترِیوسیون** کا شہر **میکے نائے** واقع ہے اور یہاں سے ہر چہار طرف کا میدان دُور دُور تک نظر آتا ہے اور شمالی درے کی حفاظت بحسن وخوبی ہو سکتی ہے ۔معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں اس شہر کا طول کم و بیش ایک ہزار گز اور عرض چھ سو گز ہوگا جس سے اس کا رقبہ اور وسعت ظاہر ہوتی ہے ۔ شہر کا قلعہ ایک بے قاعدہ مثلث کی شکل میں شمال و مشرق کی سمت پر واقع ہے ۔ اس قلعے کے صدر دروازے میں داخل ہوتے ہی ایک دائرہ نظر آتا ہے جو پتھر کی سلوں کی دوہری قطار سے بن گیا ہے ؛ اسی دائرے کے مغربی حصے میں موجودہ سطح زمین سے بیس سے لیکر پینتیس فٹ گہرائی تک **شلی مان** کو پانچ بڑے بڑے مقبرے ملے اور حال ہی کے زمانے (یعنی ۱۸۷۶ء) میں ایتھنز کی انجمن آثار قدیمہ نے ایک اور مقبرے کا انکشاف کیا ہے ۔ ان مقبروں میں کُل سترہ لاشیں اور بہت سی اشیا برآمد ہوئیں لیکن ان میں سے بعض لاشیں ایسی تھیں

---

[1] شلی مان : میکے نائے اور ترِنز میں میرے تجسسات و انکشافات کا حال (Schliemann : Bericht uber meine Forschungen und Entdeckungen in mykenae und Tiryns) ، لائپزگ ۱۸۸۰ء ؛ سٹیفن : نقشہ جات میکے نائے (Steffen: Karten von. mykenae مع دو تصاویر ، برلن ۱۸۸۴ء ، متن کتاب مصنفۂ سٹیفن و لولنگ - نیز مقابلہ کیا جائے پ گارڈنر : ابواب جدید P. Gardner: new chapters باب ۳ -

جن کی تجہیز و تکفین میں اس عزت و حرمت کا لحاظ نہیں کیا گیا جو عام طور پر مردے کے ساتھ کی جاتی ہے بلکہ ویسے ہی خندق میں پھینک دیا گیا - ان کی ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ دفن سے پہلے یا عین دفن کرتے وقت انھیں نصف جلا دیا گیا ہو گا ؛

ان میں سے پہلے اور دوسرے مقبروں کی اہمیت کچھ زیادہ نہیں ، تیسرے مقبرے میں تین لاشیں ، تقریباً سات سو طلائی گول رکابیاں جن پر نہایت باقاعدہ کام نظر آتا ہے ، ایک بہت بڑا جھومر جو طلائی پتیوں کا بنا ہوا ہے ، تین طلائی مربع رکابیاں جن پر کندہ کیا ہوا کام ہے ، اور ایک طلائی پیالہ برآمد ہوا - چوتھے مقبرے سے پانچ لاشیں نکلیں جن کے چہرے طلائی نقابوں سے ڈھکے ہوئے تھے ، اور ان کے ساتھ تانبے کا ایک بیش قیمت جس میں سونے کی پچی کاری کر کے شیر کے شکار کی تصویر بنائی گئی ہے ، شیر کا طلائی چہرہ ، بیل کا نقرئی سر ، طلائی چھلے ، سنگ مرمر کے برتن اور عنبر کے دانے نکلے - باقی ماندہ قبروں میں بھی اسی قسم کی اشیا برآمد ہوئیں ، اور ان کے علاوہ مٹی کے برتن اور بھونڈی مورتیاں ہر جگہ نکلیں - ملبے میں ملے ہوئے قبروں سے تعویذ بھی ہاتھ لگے جن پر گاڑی بانوں کی تصاویر اور وسط میں پیچ دار نقوش بنے ہوئے ہیں ؛ ظن غالب یہ ہے کہ ان تعویذوں سے مختلف قبروں کا موقع معلوم ہوتا ہو گا - مقبروں کے اندر رکھے ہوئے پتھر اور ایسے مٹی کے برتن جو تاریخ فنون لطیفہ کے لیئے نہایت دلچسپ ہیں برآمد ہوئے قلعہ کا وہ حصہ جس میں یہ مقبرے نظر آتے ہیں ، باقی ماندہ حصے سے بالکل علحدہ ہے - تمام قلعہ کی تعمیر سیلاسگی یا کیکلوپی طرز کی ہے یعنی مختلف دیواریں بے قاعدہ پتھروں کو یکجا کر کے بنائی گئی ہیں لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ خاص طرز تعمیر اپنی قسم کی سب سے قدیم تعمیر ہے - میکینائے کے مقبروں کی اندرونی اشیا سے نیز اُس کی دیواروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی تعمیر مختلف عہدوں میں ہوئی ہو گی - اس کے علاوہ ایسے مکانات وغیرہ بھی ہیں جن میں حملے کے وقت قدرا خطرے کی حالت رہتی ہو گی ؛ یہ مکانات خاص طرز کے بنائے گئے تھے اور خاص قسم کی دیواروں سے اُنھیں مستحکم کر دیا تھا - اس امر سے

باب ۵

اس مضبوطی اور عمدگی کی اصلی توجیہ سمجھ میں آتی ہے جو قلعہ کے صدر دروازے (یعنی مشہور آفاق "شیر دروازے") کی ساخت میں پائی جاتی ہے۔ شلی مان کے انکشافات سے پیشتر قدیم ترین یونانی طرز تعمیر کی ایک درخشاں مثال سمجھی جاتی تھی اور اس وقت بھی اس کی اہمیت میں کوئی خاص فرق نہیں ہوا ہے۔ یہ دروازہ دس فٹ طویل ہے اور اس کا اوسط عرض تقریباً نو فٹ ہے اور اس پر پتھر کی ایک نہایت وزنی سل رکھی ہے، جس کا طول سولہ فٹ، بلندی ساڑھے چھ فٹ اور موٹائی تین فٹ ہے؛ اس کا وزن کم کرنے کے لیئے اس کے اوپر ایک مثلث خلا چھوڑ دی گئی ہے اور سامنے کی جانب ایک زیبائشی سل نصب کر دی گئی ہے جس کے دونوں طرف دو پاؤں پر کھڑے ہوئے دو شیر منبت کاری کے بنے ہوئے ہیں۔ افسوس ان کے سر موجود نہیں ہیں لیکن دیگر اعضا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صناع نے ان کے تراشنے میں قدرتی ساخت کے مطابق بلا کم و کاست چربہ اُتارنے کی کوشش کی ہے، اور اس صفت میں ان مجسموں اور عام ایشیائی مصنوعات کی ساخت میں معتدبہ تباین نظر آتا ہے:

یونانی فنون لطیفہ کی تاریخ میں میکینائے کی جو اہمیت ہے وہ قلعہ اور شیر دروازے تک ہی محدود نہیں، بلکہ اُن کے علاوہ شہر کے نشیبی حصے میں چھ مختلف عمارتوں کے باقیات برآمد ہوئے ہیں جنھیں خزانوں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جو ارض یونان میں اپنی طرز کی تنہا عمارتیں ہیں:

ان میں سب سے بڑی اور سب سے محفوظ عمارت نام نہاد خزانۂ اتریوس ہے، جس کا علم تو پہلے ہی تھا لیکن اس پر اتنی مٹی جمی ہوئی تھی کہ باہر سے گنبد تک نظر نہ آتا تھا، اور اُسے شلی مان نے مٹی کھود کر اب بالکل برآمد کر لیا ہے۔ باہر سے ایک راستہ ایک دروازے میں جاتا ہے جو شیر دروازے کے طرز پر بنا ہوا ہے لیکن جو اُس سے ذرا تنگ اور بلند ہے۔ اس خزانے کے اندر کا حصہ در اصل ایک بہت بڑا گنبد ہے جو سولہ فٹ چوڑا اور اتنا ہی اونچا ہے؛ یہ گنبد بے قاعدہ کٹے ہوئے پتھروں سے نہیں بنایا گیا بلکہ اس کی تعمیر کے لیئے پتھروں کی تہ پر تہیں جمائی گئی ہیں اور یہ اوپر کی طرف تنگ ہوتا جاتا ہے۔ اس گنبد کے

باب ۳

دروازے پر کسی زمانے میں رنگین سنگ مرمر کے مزین بیل پائے تھے۔ (واضح ہو کہ اسی طرح کی ایک عمارت آرگوس کی سڑک پر ہیرائیوم کے قریب بھی واقع ہے)۔

ایتھنز کے شمال میں مینی دی کے قریب بھی (جسکا قدیم نام اکارنائے تھا) اسی قسم کی ایک عمارت ملی ہے اور اُس کے بھی مقبرہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ قدما کا خیال تھا کہ میکینائے کی گنبد نما عمارتیں دراصل خزانے تھے لیکن ظن غالب یہ ہے کہ یہ مقبرے ہی ہوں گے یا یہ بھی ممکن ہے کہ پ، گارڈنر کے خیال کے بموجب ان سے دونوں کام نکالے جاتے ہوں۔ مینی دی کے مقبرے میں بھی میکینائے کی طرح مختلف اشیا برآمد ہوئی ہیں لیکن وہ اس قدر اہم نہیں۔ بالکل یہی حکم ان مقبروں پر بھی لگایا جا سکتا ہے جو اٹیکا کے دیہے یا پائیہ میں سپاتا کے قریب ملے ہیں اور جو تو ریلیا کے نزدیک پہاڑ کاٹ کر بنائے گئے ہیں۔ اسیطرح امیکلی کے قریب بافایوم (وافیو) میں ایک گنبد نما مقبرے کا انکشاف ہوا ہے جس میں منجملہ دیگر اشیا کے طلائی پیالے بھی نکلے ہیں جن کی تزئین و زیبائش نہایت نادر اور شاندار ہے۔

میکینائے کے موقع اور شمال رویہ پہاڑی دروں کے استحکامات کا ان توصیفی نقشوں سے خوب اندازہ ہوتا ہے جو جرمنی میں آخرترین تحقیقات کے بعد مرتب ہوئے ہیں، اور اُن سے اُن کے تعمیر کرنے والوں کی فہم و فراست کا اندازہ ہوتا ہے۔ قلعۂ میکینائے کی اہمیت کا راز یہ تھا کہ وہ آرگوس کے عین مقابل میں واقع تھا، اور شمالی پہاڑی درے اس لئے مستحکم کئے گئے تھے کہ حملے کے وقت عقبی حصے کی حفاظت ہو سکے اور جتنی فوج ممکن ہو وہ جنوب کی طرف بھیجی جا سکے۔

تاریخ تمدن میں تیسری جگہ بیوتیہ کے شہر اورخومینوس نے پائی ہے جو زمانۂ حالیہ کے شہر سکریپو کے قریب کوپائے جھیل کے کنارے آباد تھا؛ لیکن

سلہ ہ، شلی مان "بیوتی اورخومینوس کے موقع پر میری کھدائیوں کا بیان"
H. Schliemann: Bericht uber meine Ausgrabungen im boeotischen Orchomenos لائپزگ ۱۸۸۱ء۔

باب ۵

علاوہ مشہور آفاق "خزانۂ منیاس" کے (جس کی طرز بالکل میکنے نائے کے خزانوں کی سی ہے) یہاں اور کچھ باقی نہیں رہا۔ اس کی کھدائی بھی شلی مان کی زیر نگرانی عمل میں آئی ہے۔ اس کے بیچ کے کمرے میں کوئی قابل لحاظ چیز برآمد نہیں ہوئی لیکن پہلو کے ایک کمرے میں بعض پتھر کی سلیں نکلی ہیں جن سے چھت پٹی ہوئی تھی۔ یہاں کی آرائش کی طرز اور مصری تھیبز کے ایک مقبرے کی زیبائش میں، جس کا قطعی تعین بارھویں صدی قائم کیا گیا ہے، بہت کچھ تطابق پایا جاتا ہے، اور یہ تطابق اولین یونانی صنعت اور اس کی ابتدا کے اہم ترین واقعات میں سے ہے:۔

قدیم بلدیات میں جو تھا نمبر ترنز کا ہے[۵]۔ یہ شہر نوپلیا اور آرگوس کے درمیان ایک پہاڑی پر واقع تھا جو آس پاس کے میدان سے بلند ہے۔ اس کی فصیل چٹانوں کے عظیم الشان بے ڈول ٹکڑوں سے تعمیر کی گئی ہے جن کا طول نو فٹ کے قریب اور موٹائی تین فٹ ہے؛ اور بعض جگہ تو یہ پتھر کے ٹکڑے پچیس پچیس فٹ تک ضخیم ہیں۔ چند مقامات پر اس دیوار کے متوازی ایک اندرونی راستہ بنایا گیا ہے جس کی چھت پر پتھر کی سلوں کا پٹاؤ ہے جن کے بعض حصے ایک کے دوسرے پر بھی رکھے ہیں اور بعض جگہ روشنی کے لیے چھت میں سوراخ چھوڑ دیے گئے ہیں۔ اس فصیل کی بلندی ابتدا میں تقریباً ساٹھ فٹ ہوگی اور اس کی تعمیر کا سہرا لسنیہ کے (دیم الشان) کیکلوپیوں کے سر رکھا جاتا ہے۔ ہومر ترنز کو "مورچہ بند شہر" کے نام سے موسوم کرتا ہے جس سے اس امر کا پتا لگتا ہے کہ اس زمانے میں اس کی فصیل کو ایک شان و شوکت حاصل ہوگی۔ یہ سب ہمیں پہلے سے معلوم تھا لیکن شلی مان نے حال ہی میں ایک نہایت بڑی عمارت کے آثار برآمد کیے ہیں جس سے ہم محض ناواقف تھے؛ اس عمارت سے اس زمانے کے محلات کا تصور نظر کے سامنے آجاتا ہے، اور اس کی آرائش کا بیشتر حصہ خاص طور پر قابل لحاظ ہے خصوصاً ایک دیوار جس کی ساخت اور خومینوس کی چھت کی ساخت سے بہت

---

۵ شلی مان: ترنز، لائپزگ ۱۸۸۶ء باب، گارڈنر: "ابواب جدید" باب ۴۔

ب

مشابہ ہے، دیکھنے والے کی تمام تر توجہ اپنی طرف مبذول کرلیتی ہے ؛
ممکن ہے کہ کیکلوپی یا پیلاسگی فصیلیں زمانہ مابعد میں بنائی گئی ہوں اس لئے اس جگہ ہم ان کا حوالہ نہیں دے سکتے ؛ یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوسکتے ہیں کہ جو پتھروں کو ہموار استطیل کاٹنا تو جانتے ہوں لیکن اتنی تکلیف گوارا کرنے کی بجائے چٹانوں کے ناہموار ٹکڑوں پر ہی قانع رہے ہوں ؛ اور یہ عیاں ہے کہ طرز تعمیر یعنی پتھروں کا ناہموار یا چوکور ہونا پتھروں کی قسم پر منحصر ہے۔ یہاں ہماری خواہش ہے کہ ہم گولاس کے حیرت انگیز آثار کا حوالہ دیں جو کوپائے جھیل کے کنارے واقع ہیں، اور بہت سے مورخوں کے نزدیک قدیم اورخومینوس اسی جگہ تھا، لیکن ہم اس رائے سے متفق نہیں ہیں[۵۶] ؛
جن پانچ مقامات کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے ٹروائے اور تھیرا کے آثار سے تمدن کی اول ترین منزل کا پتا لگتا ہے ؛ ان دونوں کے بعد ترنز کی فصیل پھر میکینائے اور ترنز اور خومینوس کا نمبر بلحاظ قدامت کے آتا ہے لیکن آرائشی باقیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میکینائے اور اورخومینوس کے شہرۂ آفاق ہونے کے بعد بھی ترنز برابر تہذیب و تمدن کا مرکز بنا رہا۔ اسکے علاوہ میکینائے اور ترنز کا باہمی تعلق بھی ظاہر ہے ؛ ان دونوں شہروں کے مواقع اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں استحکامات ایک ایسی قوم کے قبضے میں تھے جس نے تمدن کا سبق مشرق سے لیا اور سمندر کے قریب ترنز میں مورچہ بندی کرکے ذرا وسیع پیمانے پر میکینائے جاکر اُسے اپنا مستقر بنایا جہاں وہ ہر چہار طرف کے حملوں سے بالکل مامون و مصئون ہوگئے ؛
ان مقامات سے مختلف اشیا کے برآمد ہونے سے مختلف مسائل زیر بحث ہوجاتے ہیں۔ بلا شبہہ جہاں تک فنون لطیفہ کا تعلق ہے اس تمدن کا منبع

---

[۵۶] الرخ: یونان میں سیاحت اور تحقیقات Ulrich: Reisen und Forschungen in Griechenland جلد ۱، ۲۱۸۔ اس کا گرتیوس حوالہ دیتا ہے لیکن اس نے اس نظریے کو (جس کا متن میں تذکرہ ہے) ثابت نہیں کیا۔

باب ۳

مشرق تھا، لیکن یہ صرف ایشیا کا ہی مرہون منت نہیں بلکہ اس میں مصری تہذیب کا بھی بہت کچھ حصہ ہے۔ اب اس کا تعین نہایت دشوار ہے کہ اُن مصنوعات پر جو برآمد ہوئی ہیں (خصوصاً وہ جو میکینے نائے میں نکلی ہیں) مصر کا زیادہ اثر پڑا یا ایشیا کا۔ ان کے علاوہ بہت سی ایسی چیزیں بھی ہیں جو اپنی نوع میں بالکل یکتا ہیں اور ان سے ارتقائے فنون لطیفہ کی ایک اور منزل ظاہر ہوتی ہے جو مشرقی تمدن کے کسی بڑے سلسلے میں پائی جاتی؛ ایسی اشیا تین شقوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں یعنی مٹی کی اشیا، منقوش پتھر اور طلائی کام[۱]۔

ابتدائی فنون لطیفہ کے سب سے اہم نمونے ظروف ہیں[۲]۔ ان میں سے بعض پر روغن کیا گیا ہے اور بعض بالکل سادہ ہیں؛ جن پر رنگ چڑھایا گیا ہے وہ شمالی یورپ کے مفروضہ زمانۂ قبل تاریخ کے برتنوں کے مشابہ ہیں اور ٹروائے میں بکثرت اور میکینے نائی میں ذرا کم دستیاب ہوئے ہیں۔ بعض رنگین برتن ایسے بھی ہیں جنکا رنگ ذرا بھدا ہے، اس کی شکل اُن ظروف کی سی ہے جو اشور اور فنیقیہ میں برآمد ہوئے ہیں۔ روغنی ظروف میکینے نائے میں بکثرت پائے گئے ہیں اور مشرقی یونان، جزائر

---

[۱] ملش ہوفر: "یونان میں فنون لطیفہ کی ابتدا" A. Milchhofer: Die Anfänge der Kunst in Griechenland لائپزگ ۱۸۸۳ء۔ روس باخ نے اپنی کتاب "یونان میں جواہرات پر کام" (جریدۂ آثار قدیمہ ۱۸۸۳ء) میں اسکی تصحیح بھی کی ہے اور بہت سا مواد بھی فراہم کیا ہے O. Rossbach Griechische Gemmen altester Technik, Archäolog. Zeitung

[۲] ڈیومون اور شاپلین کی کتاب "یونان خاص کے چینی کے ظروف" (پیرس) Dumont et Chaplain: Les céramiques de la Gréce propre ہنوز غیر مکمل ہے۔ فرٹ وینگلر کی کتاب "عجائب خانۂ برلن میں چینی کے ظروف کا مجموعہ" Furtwangler Beschreibung der Versamml. im Ant. D. mus. Zu Berlin (دو جلد، ۱۸۸۵ء) حوالے کیلئے بہت اچھی ہے۔ ہیلبگ (تہومری دور، صفحہ ۲۷۹) کی رائے ہے کہ دوریائی ترک وطن سے پہلے آرائش ظروف کے دو مختلف طریقے رائج ہوئے؛ ایک کے تحت ہندسی طرز کی آرائش کیجاتی اور دوسرے کے مطابق شیر، درخت چیتے اور عجیب و غریب قسم کے جانوروں کی شباہت بنائی جاتی

باب ۳

اور بعض مغربی حصوں میں بھی ملے ہیں۔ ان پر درختوں اور خیالی جانوروں کی تصویریں بنی ہیں جن کی ساخت کا فن کمال کو نہیں پہنچا۔ انسانی شبیہ ان برتنوں پر بہت ہی کم نظر آتی ہے۔ اب اس قسم کے برتنوں کو میکے نادی ظروف کہتے ہیں اور حال ہی میں ان کے مشکل برتن ایتھنز میں اریوپاگوس اور نیکس کے درمیان قدیم مقابر میں برآمد ہوئے ہیں۔ ان کا اور "ڈیپلونی" ظروف کا (جن پر ہندسی طرز کے خطوط سے آرائش کی گئی ہے) باہمی تعلق معلوم ہوتا ہے۔ اور سب سے آخر میں وہ نوع آتی ہے جسے مشرقی کہنا چاہیئے اور جس کی خصوصیات میں گلاب کے پھولوں اور خیالی جانوروں کی تشبیہیں نمایاں ہیں[۹]۔

اس عہد کے منقوش پتھروں کو عام طور پر "جزائری" پتھروں کا لقب دیا جاتا ہے اس لیئے کہ ان میں سے اکثر جزائر ایجین میں (خصوصاً جنوبی جزائر مثلاً کریٹ اور میلوس میں) پائے گئے ہیں؛ لیکن چونکہ اقلیم ہلاک میں بھی

---

[۹] لیوشکے اور فرٹ وینگلر نے اس مضمون کا خاص طور پر مطالعہ کیا ہے، لیکن افسوس ہے کہ موخر الذکر کی بسیط تصنیف کی ابھی اشاعت نہیں ہوئی ہے؛ اس کی آرا کے لیئے انجمن آثار قدیمہ برلن کے جولائی ۱۸۹۰ء کے جلسے کی روئداد پڑھنا مفید ہوگا جو ہفتہ واری جریدۂ لسانیات (Berliner Phil. Wochenschrift ۱۸۹۰ء ص ۱۰۴۲) میں شائع ہوئی ہے۔ اس موضوع پر جو تحقیقات ہوئی ہے وہ اتنی مفصل اور اتنی نامکمل ہے کہ اس کتاب کے مختصر لب لباب میں مصنف کو دو خطروں کا سامنا کرنا پڑا ہے ایک تو یہ کہ تحقیقات کے مسلسل جاری رہنے کی وجہ سے جو کچھ اس نے لکھا وہ بہت جلد باسی ہو جائیگا اور دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ مضمون بے حد باریک اور پیچیدہ ہونے کی وجہ سے وہ آخری تحقیقات کا لب لباب بھی کما حقہ بیان نہ کرسکے قدیم ظروف کی مفصلۂ ذیل تقسیم کیجاسکتی ہے (مرے: کتابچۂ آثاریات یونان Murray: Handbook of Greek Archaeology):

(۱) قدیم ترین نوع (۲) میکے نادی ظروف (جو پالی سوس، سپاتا، مینی وی، ایتھنز، کریٹ، کاریہ، کالیمنا و دیگر مقامات میں بھی دستیاب ہوتے ہیں اور جنھیں مرے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۰ پر "ظروف نوآبادیات" کا لقب دیتا ہے) (۳) ہندسی نوع جس میں

مثلاً پیلوپونیز میں اس قسم کے نمونے ملے ہیں اس وجہ سے یہ نام صحت پر مبنی نہیں ہے۔ یہ اُن اشیائے گلی کے مماثل ہیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے، لیکن ان دونوں صنعتوں کے مابین جو اختلافات ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درحقیقت ایشیائی الاصل ہیں۔

ان بے شمار ٹھپے دار رکابیوں میں سے جو میکے نائی کی اشیا میں اہم ترین ہیں، بعض پر ستارے، بعض پر مچھلیوں یا تتلیوں کی تصاویر گھڑی ہوئی ہیں، اور ان سب میں ایک خاص کاریگری نمایاں ہے۔ ان کے علاوہ اس مجموعے میں سونے کی کندہ کی ہوئی اشیا بھی ہیں جن کی قسم اور ساخت تقریباً ایک سی ہی ہے[۱۵]، ان میں

حاشیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ فالیرون کے ظروف بھی شامل ہیں (مرے صفحہ ۳۸) (۴) یونانی ایشیائی ظروف جو رہوڈس اور نوکراتس وغیرہ میں ملے ہیں اور جن پر جانوروں کی قطاروں کی تصاویر بنی ہیں (مرے ۶۱) (۵) کورنتھی ظروف (مرے ۶۹)۔

۱۵؎ اگر یہ امر واقعی ہے کہ جنگجو آدمیوں کا وہ مجسمہ جس کی تصویر ملش ہوفر نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۴ (تصویر ۳۵) پر دی ہے حقیقت میں دوریانی ترک وطن سے پہلے تیار کیا گیا تھا، تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قدر بعید زمانے میں بھی دور مابعد کے یونانی فنون کے بعض اصول کا لوگوں کو علم ہوگا اور اُس ہی مخصوص اسلوب کی پیش بندی کی گئی ہوگی۔ پیرو (Perrot) کی رائے ہے کہ وافیو کے ان طلائی پیالوں کا اسلوب جسے تزنتاس نے منکشف کیا ہے، بالکل دیسی ہے، لیکن ہمیں اطلاع ملی ہے کہ فلنڈرز پیٹری کو اسی طرز کی ایک منقوش دیوار خوئے ناتن کے محل میں بمقام تل العمرنا ملی ہے۔ میکے نائی اور مصر کے باہمی تعلقات کے لیے پ، گارڈنر کی کتاب "ابواب جدید" P,Gardner : newchapters صفحہ ۲ وغیرہ و صفحہ ۵۵ کا مطالعہ کیا جائے۔ ان دونوں کے باہمی تعلق سے ہی میکے نائی کی تہذیب اور اُس کے مخصوص فنون کی قدامت کا اندازہ ممکن ہے۔ خوئے ناتن مصر کے اٹھارھویں خاندان کا بادشاہ تھا اور اُس نے سنہ ۱۵۰۰ ق م میں حکومت کی تھی، اس لیے ممکن ہے کہ میکے نائی کی تہذیب سنہ ۱۶۰۰ ق م سے سنہ ۱۲۰۰ ق م تک رائج رہی ہو۔ لیکن یہ سب باتیں بالکل غیر متعین ہیں۔ بعض مورخوں کی یہ رائے ہے کہ مصری تعلقات سے یہ لازم نہیں آتا کہ میکے نوی تمدن کا رواج بہت بعد میں ہوا ہو۔ اس موضوع پر رسالہ اتھنیوم سنہ ۱۸۹۲ء میں ک، ٹور اور ا، گارڈنر C.Torr and E.Gardner

[illegible] تکمیل اور خوبصورت وہ ظروف ہیں جو "وافیو کے پیالوں" کے نام سے منسوب ہیں۔

غرض یہ ہے کہ میکے نائی میں بہت سی ایسی اشیا برآمد ہوئی ہیں جو دیگر حصص یونان میں بھی پائی گئی ہیں لیکن جنھیں نہ تو ایشیائی ہی کہا جا سکتا ہے نہ مصری۔ حال میں بعض مورخوں نے نہایت شد و مد سے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ ان اشیا کا اسلوب محض دیسی ہے یعنی سامی النسل نہیں بلکہ ہند و یورپی ہے؛ لیکن اس نظریے کا ہنوز خاطر خواہ ثبوت بہم نہیں پہنچا۔ ہمارے خیال میں اس ضمن میں بہترین استنتاج یہ ہوگا کہ یہ اس نہر تمدن کی ایک پیداوار ہے جو متواتر ایشیائے کوچک سے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کے درمیان ایک مکالمہ چھپا تھا، اسے اور مرے Murray کے کتابچہ Murray: Hand book کو دیکھنا چاہیئے۔ میری رائے ہے کہ یہ تمدن دوریانیوں سے پہلے ہی رواج پا گیا ہوگا۔

۱۱۵ ملش ہوفر نے ان کے اور ہندوستانی اشیا کے درمیان ایک خاص مشابہت قائم کی ہے؛ لیکن یہ اس لیئے ممکن نہیں کہ دونوں کے درمیان بہت بڑا تاریخی بُعد ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ جزائر میں بہت سے ایسے مجسمے پائے جاتے ہیں جن پر گھوڑوں کی شکلیں بنی ہوئی ہیں؛ لیکن یہ نہ تو دریائے فرات کے کنارے اور نہ مصر میں ملتے ہیں؛ یہاں تک بیان نسبتہً درست ہے؛ لیکن اس موقع پر بھی وہ کلیتہً حق پرست ثابت نہیں ہوتا اس لیئے کہ خاص دریائے فرات کے کنارے ایک پردار گھوڑے کا مجسمہ برآمد ہوا ہے جس کی تصویر پیرو اور شی پی اے (Perrot and Chiplez) نے اپنی کتاب جلد ۱ کے صفحہ ۲۷۹ کے تحت دی ہے۔ اس کے برعکس ملش ہوفر کا یہ قول کہ ہندی ونباتات میں گھوڑے کا بہت بڑا حصہ ہے بالکل درست ہے اور اس سے اس قسم کی مصنوعات کے ہند و یورپی ہونے کا پتا چلتا ہے۔ بہر حال اس امر کی بابت پیرو (جلد ۲ صفحہ ۲۰۱) کی رائے کا بھی مقابلہ کرنا چاہیئے، اور ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ بہت سے اصولی دلائل آریائی نظریے کے خلاف بھی ہیں۔ ملش ہوفر کے نزدیک فنون کی اس مخصوص نوع کا ارتقا جزیرۂ کریٹ میں ہوا، اور اپنے نظریے کے ثبوت میں مفصلۂ ذیل دلائل پیش کرتا ہے:-
بہت سے جزائری پتھر کریٹ میں پائے گئے ہیں، طلائی رکابیوں پر دریائی جانوروں کا جو نقشہ ہے

ا باب ۵

جاری تھی اور جس کا منبع خواہ ایشیا کا مغربی ساحل ورنہ جزائر ایجلین میں تھا، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اُس کا جزوی منبع خاص یورپی یونان میں بھی ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس کا منفذ خاص میکینے نائی کو بھی کیوں نہ قرار دیا جائے۔ یہ تو یقینی امر ہے کہ نقاشوں نے وہاں بیٹھ کر ہی کام کیا ہوگا اس لیئے کہ یہ ہرگز قرین قیاس نہیں کہ شیر دروازے کے بت کسی اور ملک سے بن کر آئے ہوں، اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہاں کے متمول حکمرانوں نے ایشیائے کوچک سے ماہران فن کو بلا لیا ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ ترنز کی فصیل کی تعمیر لیکیہ کے کیکلوپیس نے کی تھی جس سے ایشیائی اثر صاف عیاں ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ایک دفعہ ایشیا کے کاریگروں نے آکر دیسیوں کو یہ طرز تعمیر بتا دیا تو پھر مزید کاریگروں کے آنے کی ضرورت پیش نہ آئی ہوگی اور اگر میکینے نائی کے طرز تعمیر میں ترنز سے کوئی ترقی نظر آتی ہے تو یہ قیاس بیجا نہیں کہ اس ترقی کے دینے والے خود دیسی ہی ہوں گے۔ بلا شبہہ اورخومینوس کے خزانے کی چھت مصری نمونے کے مطابق بنائی گئی ہے، لیکن یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ سلیں بن کر مصر سے آئی ہوں، اور اس میں شک و شبہہ کی گنجائش نہیں کہ خود اورخومینوس میں ہی ایسے نقاش موجود ہوں گے جنھوں نے یہیں بیٹھ کر انھیں تیار کیا ہوگا۔ اگر یہ طرز استدلال درست ہے تو پھر یہ بالکل ممکن ہے کہ چھوٹی چھوٹی اشیا بھی میکینے نائی میں ہی تیار کی گئی ہوں۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان لوگوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ ایشیائی طرز کی نقل اُتاریں بلکہ اس میں چند نئے عناصر کا بھی اضافہ کیا۔ یہیں میکینے نائی کے شیروں سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کی ترقی ساحلی علاقوں میں ہوئی ہوگی، اور یہ امر واقعہ ہے کہ کریٹ اس فن میں مشہور و معروف تھا۔ اِس نظریئے کے خلاف ہم مفصلۂ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:۔ یورپا، تالوس، منوتار وغیرہ سے پتا چلتا ہے کہ کریٹ پر سامی خیالات کا بہت بڑا اثر پڑا تھا اس لیئے اگر ہم ہند و یورپی اصل کا نظریہ ثابت کریں تو صریحی اور بدیہی دلائل کی ضرورت پڑے گی۔ اگر معمولی توجیہات سے ہی کام لیا گیا تو پھر رھوڈس کا نام بھی پیش کیا جا سکتا ہے جہاں حال ہی میں بہت سے ظروف برآمد ہوئے ہیں اور جہاں

ایک جدید تخیل کا پتا چلتا ہے جو مشرقی نقاشوں سے بالکل ممتاز ہے؛ ان شیروں کی ساخت میں قدیم طرز سے گریز کیا گیا ہے۔ اشوریین تو اظہار قوت و جبروت کے لیئے اور مصریں اظہار خوبروئی و حسن کے لیئے سنگتراشوں نے اپنے مجسموں کی ساخت میں ایک خاص مبالغہ آمیزی سے کام لیا، لیکن یہاں یہ بالکل مفقود ہے اور اس کی بجائے ایک بالکل جدید قسم کی صنعت و کاریگری کی ابتدا نظر آتی ہے اسی طرح جہاں تک ہم رائے قائم کرسکتے ہیں میسے نائی کے خزانے بھی اپنی طرز میں بالکل نرالے ہیں۔ ایشیا میں مقبروں پر مخروطی شکل کے تودے رکھ دیئے جاتے تھے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ تلچی نیس قوم آباد تھی جو دیو دوروس (۵، ۵۵) کے نزدیک نقاشی میں کریٹی و الکٹی لی سے زیادہ ماہر تھی۔ اس کے علاوہ یہ دریافت کرنا بے موقع نہ ہوگا کہ وہ کونسے عناصر تھے جن کا کریٹیوں نے ہندو یورپی فنی خصوصیات میں اضافہ کیا۔ ہمیں لازم ہے کہ ہم مفصلۂ ذیل امور کی طرف غور کریں:۔ جن طلائی رکابیوں پر سمندری جانوروں کی تصاویر کندہ تھیں وہ کریٹ میں دستیاب نہیں ہوئیں۔ اس جزیرے میں سونا نہیں پایا جاتا بلکہ اس کی ایشیائے کوچک سے برآمد ہوتی ہے، اور زیادہ قرین قیاس یہ ہوگا کہ طلائی اشیا ایشیائے کوچک میں ہی بنائی گئی ہوں گی۔ دریں صورت اس خاص فن اور جزائری پتھروں سے کسی نتیجے کا اخذ کرنا ایک تصور خیالی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا؛ اور اگر تصویردار طلائی رکابیوں کا نکاس کریٹ سے نہیں ہوا تھا تو پھر یہ ثابت کرنے کے لیئے کہ اس فن کا منبع جزیرہ کریٹ تھا وہ بالکل بیکار ہیں جو نقوش چھلے برآمد ہوئے ہیں ان میں سے ایک پر ایک عورت کی تصویر ہے جو ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی نظر آتی ہے، اور اس میں منقش ہو فریٹی جھلک دیکھتا ہے لیکن اس چھلے کی ساخت دوسرے چھلوں سے بہتر نہیں ہے، اور اگر یہ واقعی کریٹی صنعت کی مثال ہو بھی بااینہمہ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ کریٹ میں فن نقاشی کو دیگر ممالک سے زیادہ ترقی ہوگی بلکہ جزائری پتھروں، اور بڑی بڑی طلائی انگوٹھیوں کا اسلوب تو بالکل بابلی معلوم ہوتا ہے مقابلہ کیا جائے استوانی کے نقشے کا جو ہومل نے اپنی کتاب "تاریخ بابل و اشور" (برلن ۱۸۸۵ء) کے صفحہ ۱۴۳ پر دیا ہے Hommel. Geschichte Babyloniens und Assyriens منقوش پتھروں کے لیئے مرے کا کتابچہ Murray: Handbook دیکھا جائے۔ اسکے علاوہ

اور کسی جگہ اوڈ خومینوس اور میکیے نائی کے سے تہ خانے نہیں پائے گئے ۔ یہ ظاہر ہے کہ ان تہ خانوں کے تخیل کے ارتقا میں عرصۂ دراز درکار ہوا ہوگا، اور مدوّر مکانوں کی تعمیر سے پیشتر بہت سے پھاٹک، راستے اور جھکی ہوئی چھتوں والے مکان بنائے گئے ہوں گے ۔ جزیرۂ یوبیہ میں کوہ اوخا پر ایک عمارت ہے جسے قدیم یونانی بتکدہ سمجھا جاتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی ابتدائی طرز تعمیر کا ایک نمونہ تھا ۔ یہ چالیس فٹ طویل اور پچیس فٹ عریض ہے اور اس کی دیواروں کی اندرونی بلندی آٹھ فٹ ہے ۔ اس کی چھت پر منحدب پتھروں کی سلیں ایک دوسری پر چنی ہوئی ہیں اور عین وسط میں ایک روشن دان اٹھارہ فٹ طویل اور ڈیڑھ فٹ عریض ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے مکان اور میکیے نائی کے خزانوں کے درمیان بہت بڑا بُعد ہے اور اگر ہم یہ فرض کریں کہ اسے ارض یورپ میں ہی عبور کر لیا گیا ہوگا[۱] تو ہمیں اسکا ثبوت مل جائیگا کہ اس برّاعظم کے باشندوں نے دیگر ممالک سے علحدہ اپنی مخصوص طرز کی مصنوعات کی ساخت کی تھی ؛

تھوڑی سی پرواز تخیل سے ہم میکیے نائی اور اوڈ خومینوس کے اعیان و کبار کی اس وقت کی زندگی کا نقشہ اتار سکتے ہیں جب یہ دونوں شہر اپنے عنفوان شباب پر تھے ۔ زمانۂ حال کا ایک سیاح یہاں کی طرز تعمیر سے یہ معلوم کر سکتا ہے کہ ان شہروں کی فصیلیں مختلف عہدوں میں بنی ہیں ۔ صدر دروازوں کے سامنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ شلی ان اپنے مضمون میں جو ویسٹرمان کے دور سالۂ ماہواری" Westormann : Monatsheften نومبر ۱۹۰۸ء) میں چھپا ہے ہند و یورپی نظریے پر نہیں بلکہ مصری تعلقات پر زور دیتا ہے ۔ ان بھونڈے چونیا پتھر کے مجسموں کا جو جزیرۂ کیروس میں نکلے ہیں کیوہلر روئداد انجمن آثار قدیمہ اتھنز Kobler : Milth. D D. Arch Inst. in Athen ۲/۹ کا مطالعہ سود مند ہوگا ؛

[۱] یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میکیے نائی کے فرماں روا خود اپنے میں کس قدر غیر یونانی عنصر سمجھتے تھے کیوہلر کا خیال قابل غور ہے کہ ان کی تہذیب و تمدن کی ابتدا کاریہ والوں سے ہوئی ہوگی، اور ہم اس کتاب کے ساتویں باب میں یہ دکھا چکے ہیں کہ یونانی تہذیب و تمدن میں ایک عنصر ضرور ایسا تھا

ماشیہ

جہاں جہاں شاہی خاندان کے عظیم الشان مقبرے ہیں؛ میدانوں میں نوجوان گاڑی دوڑانے میں منہمک نظر آتے ہیں؛ امرا کے مکانوں میں مصری اور فنیقی وضع سے رنگ برنگ کے پتھروں کی مرصع کاری ہو رہی ہے اور وہ کمرہ جہاں سامان تعیش رکھا ہے تانبے کے برتنوں سے سجا ہوا ہے۔ میلوں کے موقع پر مرد مسلح نظر آتے ہیں؛ اُن کے پرتلوں میں زرکار تلواریں پڑی ہیں جو زمانہ مابعد کی نشأۃ جدیدہ کی زرکاری کا مقابلہ کرتی ہیں، اور عورتوں کے سروں پر پٹیہ گلوں اور بانہوں میں قیمتی اور خوبصورت زیورات اُن کے حسن کو دوبالا کر رہے ہیں۔ جب کسی کی دعوت ہوتی ہے تو مہمان کے سامنے چاندی سونے کے پیالے رکھے جاتے ہیں جنھیں فنیقی ملاحوں سے حال ہی میں خرید آگیا ہے یا جو پچھلی لڑائی میں میزبان کو بطور مال غنیمت ہاتھ لگے تھے۔ زنانہ کمروں میں بیش بہا چھوٹی چھوٹی اشیا رکھی ہیں؛ یہاں شتر مرغ کا انڈا جس پر بیش قرار سنگین کام کیا ہوا ہے، وہاں صنوبر کا ایک بکس جس میں منقوش پتھر، سونے کی انگوٹھیاں اور عنبر کے دانے رکھے ہیں۔ ہر جگہ یہی کوشش کی گئی ہے کہ حسن و زینت کا اضافہ کیا جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ میکینی اور اورخومینوس میمفیس اور بابل، صور، شام اور ایشیائے کوچک کی مصنوعات کی نقل اتارتے ہیں لیکن اسمیں بھی اپنی جدت طرازی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - جسے کاریہ کے ساتھ منسوب کرنا چاہیے۔ لیکن کاریہ کے متعلق جو مفروضہ ہے اسے پرسی گارڈنر نے اپنے "ابواب جدیدہ" صفحہ ۸۶ میں کما حقہٗ تسرد کر دیا ہے۔

بابِ نہم

یونان پر دیگر ممالک کے اثرات

مصر و فنیقیہ

تہذیب و تمدن کے ابتدائی مدارج کے لیئے یونانی ایشیا کے اور ایک حد تک مصر کے مرہونِ منت ہیں، چونکہ ان میں سے ایشیا اور یونان کے باہمی تعلقات مسلسل رہے اس لیئے ممکن ہے کہ یہاں ایشیائی تہذیب بغیر کسی واسطے کے رائج ہوئی ہو، اس لیئے گو اشور کی تہذیب و تمدن کا یونان پر فنیقیہ اور ایشیائے کوچک کے ذریعے سے اثر پڑ سکتا تھا، لیکن مصر کے تعلقات میں فنیقیہ کا واسطہ کم و بیش لابد اور لازمی تھا۔

اگر تاریخ مصر کے بعض واقعات کی تاویل صحیح کی گئی ہے تو ہمارے پاس مصر و یونان کے باہمی تعلقات کا ذخیرہ بہت کافی ہونا چاہیئے اس لیئے کہ اس تاویل کے مطابق سنہ ۱۶۰۰ق م سے بیشتر ہی سے یونانی اقوام نے مصر کی لڑائیوں میں شرکت شروع کردی تھی[1]۔

---

[1] مصر میں اکائیاؤں کی موجودگی کے لیئے ا، مے یر: "تاریخ قدیمہ" ۱۹۴، ۲۲۴، ۲۶۰، ۲۶۳، ۲۶۴ (E. Meyer : G. D. Alt.)۔ مے یر کو اس کا یقین ہے کہ پندرھویں صدی ق م میں مصر کو یونانی جزیروں پر سیادت حاصل تھی اور بارھویں صدی ق م میں داناؤسیون نے مصر کی طرف ایک مہم روانہ کی تھی۔ رنوژے اور شابا (Rougé & Chabas) کی رائے کے خلاف ویڈے مان (Wiedemann) اور ایک حد تک برگش (Brugsch)

شاہستی اول کے زمانے میں (جب دراصل اُس کا بیٹا رام سیس دوم ہی حکومت کر رہا تھا)، مصر پر لیبیہ والوں اور اُن کے حلیفوں نے جن کے نام شردانا، اور تورشا دیئے ہوئے ہیں، حملہ کیا؛ ان دونوں قوموں کو سارڈینی اور ترعینی سمجھا جاتا ہے۔ مصر و یونان کے تعلقات میں اس سے بھی زیادہ یگانگت اس مہم کی وجہ سے ہوئی جو رام سیس دوم نے اپنی تخت نشینی کے بعد خطیوں کے خلاف سر کی۔ اس قوم کے ساتھ دیگر اقوام یعنی دردانا، ماسو، پداسا، اور یے وتنا اور لیکا کا بھی نام آتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ دردانا اصل میں ترویانی یا اُن کے ہم نسل، اور یے وتنا ایونیانی ہیں، اور پداسا سے پیداسوس کی یاد تازہ ہوتی ہے جو جنوبی ایشیائے کوچک کے ایک شہر کا نام ہے؛ اسی طرح لیکا سے باشندگان لیکیہ، ماسو سے باشندگان میزیہ کا خیال دل میں آتا ہے۔ اگر یہ تاویلیں درست ہیں تو یہاں ہم ایشیائے کوچک کی اقوام کے ایک بہت بڑے اتحاد عمل سے دوبدو ہوتے ہیں جن میں سے بعض سے یونانیوں کا نہایت قریب کا رشتہ تھا۔ رام سیس دوم کے بعد منفتا تخت مصر پر جلوہ افروز ہوا اور اس کے عہد حکومت میں اور بہت سی قوموں نے مصر پر حملہ کیا اور انھیں بھی شکست ہوئی؛ ان کے نام ترشا، شاردانا اور لیکا کے علاوہ جن سے مصری پہلے سے واقف تھے۔ شاکلشا اور اکائی واشا (یعنی صقالی اور اکائیائی) تھے۔ اس طرح گویا ان اقوام کا تیرھویں صدی ق م میں مصر میں انھیں ناموں سے پتا چلتا ہے جن سے وہ اپنی تاریخ کے ابتدائی زریں زمانے میں مخاطب کئے جاتے تھے۔ تیرھویں صدی ق م میں مصر کے انیسویں خاندان شاہی کے سب سے ذی اثر بادشاہ یعنی رام سیس سوم کے عہد میں شمالی آخری مرتبہ مصر پر حملہ آور ہوتے ہیں؛ اس حملے میں ہمارے سامنے نئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کا یہ خیال نہیں ہے کہ یہ بحری قوم دراصل یونانی ہی تھی، اور ممکن ہے کہ ان اقوام میں ایک بھی ایسی قوم نہ ہو جو یورپ میں آباد ہو۔ اس مسئلے کی سب سے مکمل تحقیقات و، م، میولر (W. M. Muller) نے کی ہے جس کا اقتباس اس کتاب کے باب ۷، حاشیہ ۱۲ میں دیا ہوا ہے، نیز میولر کی کتاب کے ابواب ۲۷ و ۲۸ کا بھی مطالعہ کیا جائے۔

نام آتے ہیں یعنی ترشا، لیکا اور شاکلشا کے ساتھ یوئشتا، جکّارو اور داؤنا و انشز آتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا جکّارو، تیوکری اور رد ا ؤنا و، ادانا ؤسی ہیں؟ یہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ داؤ نا وا دانا ؤسی ہی تھے اور ممکن ہے کہ دانا ؤسی اٹھارھویں خاندان شاہی کے زمانے میں بھی شاہ توتمیس کے عہد میں پھر مصر سے جنگ آزما ہوئے، اسلیے وہ گویا پندرھویں صدی ق م سے بارھویں صدی ق م تک مصر کے مدمقابل بنے رہے لیکن شومی قسمت سے یہ سب تا ہنوز تاحال متنازعہ فیہ اور مشکوک ہیں[۵۲]۔

اگر بالفرض یونانی اُس زمانے میں مصر گئے ہوں تو بھی یہ ممکن نہیں کہ انھوں نے وہیں مصریوں کی تہذیب و تمدن سے واقفیت بھی حاصل کی ہو اور پھر اسے یونان میں خود ہی رائج کیا ہو، بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس تمدن نے کسی اور طرح رواج پایا ہوگا۔ اس زمانے کے اکثر مورخوں کی یہ رائے ہے کہ مصری تمدن کا اثر ایک دوسری قوم نے یونان میں پہنچایا جس کا نام قوم خطّی تھا اور جو عرصہ دراز تک مغربی ایشیا میں برسر اقتدار رہی[۵۳] لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بالفرض اگر اسی قوم نے ایرانیوں

۵۲۔ توتمیس سوم کے زمانے میں داناؤسیوں کا حملہ: ماسپیرو کی تاریخ مشرق قدیم، ۲۸۷ (Maspero : H. d.l'anc. Or.) لینورمان کا خیال ہے کہ رام سیس سوم کے خلاف بحیرۂ روم کی اقوام کی جو ایک لیگ قائم ہوئی تھی وہ دراصل کریٹ کی سیادت بحری ہی تھی، دونوں میں سسلی کا شمول بیان کیا جاتا ہے۔ "ابتدائے تمدن" ۲، $\frac{۲۹۶}{۲۹۸}$ (Anfange D. Kultur)۔

۵۳۔ خطّیوں کے لیے مفصلہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا جائے: ۱۔ اے، ایچ، سیس: "خطیوں کی یادگاریں" (روئداد انجمن آثار انجیلیہ، جلد ۷، ۲ (۱۸۸۱ء) (A. H. Sayce : The Monuments of the Hittites ; Transactions of the Soc. of Bibl. Archaeol., VII(2)1811؛ ہیروڈوٹس: ازمنۂ قدیمہ کی مشرقی سلطنتیں جلد ۱، ۱۳۰، لندن ۱۸۸۲ء: ایڈورڈ مےیر: تاریخ قدیمہ (E. Mayer G. D. A.) ۲۰۴، ۲ وغیرہ، $\frac{۲۵۵}{۲۵۸}$، $\frac{۲۶۳}{۲۶۶}$؛ و، رائٹ: "سلطنت خطیاں"

باب ۹

پر ایک زبردست اثر ڈالا ہو، باایں ہمہ اس میں بھی شبہہ نہیں کہ فنیقیوں سے بھی اس کو بہت بڑی تقویت پہنچی ہوگی ؛

جو عظمت تاریخ یونان میں **فنیقیوں** کو حاصل ہے اُس کا اندازہ کرنا آسان کام نہیں۔ اس تحقیقات سے جو حال میں فنیقیوں کے متعلق ہوئی ہے اُن کے عام خصائل کا سرسری اندازہ ہوگیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہازرانوں کی ایک قوم تھی جسے بلدی سوارج حاصل تھا، اور اس قسم کی خصوصیات میں وہ گویا یونانیوں کے پیش رو تھے۔ اُن کا مذہب اور اُن کی زبان سامی الاصل تھی، اور جہاں تک فنون لطیفہ کا تعلق ہے وہ دیگر اقوام خصوصاً اہل مصر اور دریائے فرات کے کناروں پر رہنے والوں کے محتاج و دست نگر تھے۔ لیکن اپنی قابلیت اور علم کو دوسری قوموں میں رواج دینے کا خاص ملکہ حاصل تھا، یہاں تک کہ یہودیوں کو بھی اُن کی اس خصوصیت کا تجربہ ہوچکا تھا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کے خالص تمدن کے آثار کا مطلق وجود نہیں، بلکہ جو کچھ واقفیت ہمیں فنیقیوں کی بابت حاصل ہوئی ہے اس کا ماخذ فنیقیہ کا مختصر رقبہ نہیں بلکہ دیگر ممالک ہیں؛ اور یہ لازمی ہے کہ ان آثار پر خود ان ممالک کے اثرات پڑے ہوں گے جہاں وہ پائے گئے ہیں۔ الغرض ہماری معلومات کی بنا ایک حد تک صرف قیاس پر مبنی کہی جاسکتی ہے؛ بدیں سبب یونان میں بھی یہ امتیاز دشوار ہے کہ تمدن کے کس جزو پر خالص فنیقی اثر پڑا ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس امر کے متعلق متقدمین کی کیا رائے تھی ؛

فنیقیوں نے سرزمین یونان میں جو نوآبادیاں قائم کیں، اُن کے متعلق بیشتر معلومات کا ماخذ وہ افسانے ہیں جو کادموس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ ۵۹

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (W. Wright: The Empire of the Hettites لندن ۱۸۸۴ء۔ میورز نے اپنی کتاب کے چھبیسویں باب میں اس عظمت کو بالکل گھٹا دیا ہے جو اس قوم کو دی جاتی تھی۔

۵۹ فنیقیوں کی یونانی نوآبادیوں کے متعلق موورز کی کتاب "فنیقیان" (Movers : Phoenicier) اور لینوران کی کتاب "تمدن ہائے قدیمہ" (Lenormant :

باب ۹

جب زیوس دیوتا یوروپا کو اپنے ساتھ بھگا لے گیا تو اگے نور نے اپنے بیٹوں یعنی کاڈموس، تھاسوس اور کلکس کو اس کی تلاش میں روانہ کیا۔ ان میں سے کلکس تو کلکیہ میں اور تھاسوس اپنے ہمنام جزیرے میں رہ پڑا لیکن کاڈموس پہلے تو کریٹ گیا اور وہاں سے رھوڈس، تھیرا، میلوس ہوتا ہوا تھریس پہنچا جہاں پان گائی کی کانیں کھود کر وہ وہاں سے یوروپا کا حال دریافت کرنے ڈیلفی گیا۔ ڈیلفی کے کاہنوں نے اسے یہ صلاح دی کہ مزید جستجو بیکار ہے اور ہدایت کی کہ فلاں گائے کے پیچھے چلے جاؤ اور جہاں کہیں وہ بیٹھ جائے اسی جگہ کو اپنا مسکن بنالو؛ وہ گائے اُس جگہ بیٹھی جہاں زمانہ مابعد میں بیوتیہ کا شہر تھیبز آباد ہوا اور اس طرح اس مقام پر ایک فینیقی نوآبادی کی بنیاد پڑی۔ تھیبز سے اُسے پن تھیوس نے نکال دیا اور ناچار اسے ایک اور ملک کو جانا پڑا جس کا نام اُس کے بیٹے الیریوس کے نام پر الیریہ پڑ گیا اور اسی مقام پر اُس کا انتقال ہوا۔

اگر ہم صرف ان بیانات پر تکیہ کریں تو ہم کسی طرح کاڈموس کی ان صحرا نوردیوں سے یہ استدلال نہیں کرسکتے کہ فینیقیوں نے سرزمین یونان پر بتدریج نوآبادیاں قائم کی ہوں گی اس لئے کہ ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اس افسانے میں سے کسقدر وضعی ہے اور کتنا حقیقت پر مبنی۔ اگر بالفرض کاڈموس کا وطن الیریہ ہی تھا اور اس کا ایک بیٹا الیریوس نامی بھی تھا تو محض ان واقعات سے یہ نتیجہ نہیں اخذ کیا جاسکتا کہ الیریہ میں بالضرور ایک فینیقی نوآبادی ہوگی؛ اس کے علاوہ اور حالات بھی معلوم ہونے چاہئیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ Premieres civilizations) جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ / ۳۰۹ دیکھی جائیں۔ فینیقی زندگی کا ایک نہایت عمدہ سلسلہ وار مرقع جو پیرو وشی پی اے کے تجربہ کار قلم کا نتیجہ ہے ان کی کتاب "تاریخ فنون لطیفہ بہ زمانۂ قدیم" (Perrot et Chipiez. Histoire de L'ort dans L'antiquite) جلد سوم، پیرس ۱۸۸۵ء میں ملیگا۔

ھ الیریوس ولد کاڈموس، اپولودوروس ۳، ۵، ۴۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں اس تاریخی سواد کا ضرور لحاظ کرنا چاہیے جو اوبرہومر نے اپنی کتاب "اکارنانیہ میں فینیقی قوم" Oberhummer: Phoenicier in Akarnanien (مطبوعہ ۱۸۸۲ء) میں درج کیا ہے۔

جن کی بنا پر یہ استدلال کیا جا سکے کہ جن مقامات پر کاڈموس گیا وہاں فنیقی آثار باقی ہیں، بغیر ان آثار کے ہم ان مقامات پر فنیقی نوآبادیوں کے وجود کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

بالفعل[1] مناسب ہے کہ ہم جزیرۂ کریٹ کو نظر انداز کر دیں، جہاں سے کاڈموس رھوڈس آتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس جزیرے کے باشندے ہیلیوس کی اولاد سے تھے جنھیں فنیقیوں نے مغلوب کر کے اپنا ماتحت بنا لیا تھا۔ زمانۂ مابعد میں فنیقیوں کو کاریہ والوں نے شکست دی اور موخر الذکر کو دوریانیوں نے اپنا محکوم کر لیا لیکن جب دوریانی اس جزیرے پر لشکر انداز ہوئے تو اُس وقت بھی یالی سوس کے قلعے میں فنیقی سپاہی موجود تھے اور دوریانی انھیں ایک چال چلے بغیر مغلوب نہ کر سکے۔ یہ فنیقی عنصر عرصۂ دراز تک خاص طور پر اہم رہا اور زمانۂ مابعد میں بھی اسی نسل کے لوگ پجاریوں کے طبقے میں خصوصیت کے ساتھ پائے جاتے تھے۔

کاڈموس رھوڈس سے تھیرا (کالستے) گیا جہاں اُس نے میمبلیاروس[2] کو مع چند اور ساتھیوں کے چھوڑ دیا۔ لیکن ہمیں دیگر ذرائع سے معلوم ہے کہ فنیقی تھیرا میں اس کے علاوہ دوسرے راستوں سے بھی داخل

---

[1] رھوڈس کے لیے ملاحظہ کیا جائے کونون "بیان" (Conon: narrs) از گیاس جس کا اقتباس اتھنایوس ۸، ۳۶۰ وغیرہ میں دیا ہوا ہے؛ دیودوروس ۵، ۵۸۔ زالتسمان (Salzman) کی جزیرۂ رھوڈس (خصوصاً کامی روس اور یالی سوس) کی کھدائیوں کے نتائج کا ایک حصہ عجائب خانۂ برطانیہ میں ہے۔

[2] تھیرا، پیوسائناس ۳، ۱، ۷، ۸؛ میمبلیاروس پوئے کیلیس کا بیٹا تھا۔ سین کیل (Synkell)، (۲۹۹) کی رائے ہے کہ تھیرا میں فنیقیوں نے اپنی نوآبادیاں پانچویں صدی ق م میں قائم کیں۔ مقابلہ کیا جائے شتت بائی زنطیوس: "انافے و میمبلیاروس" (St. Byz: Anaphe and Membl.) راس کولومیوس واقع تھیرا میں جو فنیقی قبریں ہیں اُن کے لیے لیبنز مان کی کتاب صفحہ ۲۴۹ دیکھی جائے۔

ہوئے تھے ۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُن کے تھے را پہنچنے سے پہلے اس جزیرے کے آتش فشاں پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی کے منہدم ہوجانے سے وہاں کی آبادی تباہ و برباد ہوگئی تھی؛ اور ہیروسانیاس کا بیان ہے کہ جب تھے راس (جسے وہ کاڈموس کی نسل سے بتاتا ہے) جنگ ٹرواے کے ایک سو دس سال بعد اس جزیرے میں پہنچا تو وہاں اُسے ایک فینیقی آبادی ملی۔ بدیں سبب اُس نے اپنا مسکن اس جزیرے کو قرار دیا۔

جزیرۂ میلوس کے شہر میلوس میں بھی جو تھے را کے قریب ہی واقع ہے ایک فینیقی نوآبادی تھی۔[۸]

کاڈموس نے تھے را سے بحیرۂ ایجین کے شمال کی طرف رخ کیا اور وہاں سے وہ تھریسی ساحل پہنچا جس کے قریب جزیرۂ تھاسوس پر اُس کے بھائی نے قبضہ کرلیا۔ زمانۂ قدیم میں یہ امر مسلمہ سمجھا جاتا تھا کہ تھاسوس میں ضرور ایک فینیقی نوآبادی تھی؛ ہرقل کی وہاں خاص طور سے عزت کی جاتی تھی یعنی اُس کا اور بندرگاہ صور کا ایک ہی رتبہ تھا۔ فینیقیوں نے اس جزیرے میں صرف سونے کی کانوں کی وجہ سے نوآبادیاں قائم کیں جن کی ہیروڈوٹس بہت تعریف کرتا ہے۔[۹]

ممکن ہے کہ جزیرۂ ساموتھریس پر فینیقی قبضہ[۱۰] ہونے کی وجہ سے کابیری کی دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہو۔ تھریسی ساحل پر کسی قسم کے آثار دستیاب نہیں ہوئے ہیں؛ لیکن چونکہ افسانوں میں یہ مذکور ہے کہ کاڈموس نے کوہ پنگائیوس[۱۱] کی کانیں کھودیں اس لیئے ہم یہ باور کرنے میں حق بجانب ہیں کہ یہاں ایک فینیقی نوآبادی

---

[۸] میلوس کے لیئے شنت بائی زنطیوس کی کتاب "میلوس" کا مطالعہ کیا جائے۔

[۹] ہیروڈوٹس ۶، ۴۷ و ۲، ۴۴۔

[۱۰] ساموتھریس :- دیودورس ۵، ۴۸۔

[۱۱] پنگائیوس کی سونے کی کانوں کی بابت کالس تھنیس کا بیان جس کا اقتباس اسٹرابو ۱۴، ۶۸۰ اور پلینی ۷، ۱۹۷ کا مطالعہ کیا جائے۔

باب ۹

موجود تھی ؛

تھیبز کی نوآبادی کی طرف رخ کرنے سے پہلے ہم یونان میں ان اثرات کا ذکر کریں گے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فنیقی وہاں آکر آباد ہوئے۔ یہاں دو مختلف زاویہ ہائے نگاہ کا تذکرہ لازمی ہے اگر کسی خاص طرز عبارت یا کسی خاص مقام کے نام سے اُسکے فنیقی الاصل ہونے کا قرینہ ہو تو ظن غالب ہے کہ وہاں فنیقی آبادی ہوگی۔ لیکن اس استدلال میں بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے اس لیئے کہ طرز عبادت کی ہر ایک مماثلت سے کسی قوم کی نوآبادی کا وجود لازمی قرار نہیں دیا جاسکتا؛ ساتھ ہی ہمیں یہ امر نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ یونان میں جو کچھ سامی ادارات ملتے ہیں وہ سبکے سب بالالتزام ان فنیقیوں کی یادگار نہیں ہیں جو وہاں آکر آباد ہو گئے تھے ؛

ہر ایک امر سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ جزیرہ کی تھرا میں جو لقونیہ کے جنوب میں واقع ہے کسی زمانے میں ایک فنیقی نوآبادی ہوگی؛ خود یونانی دینیات میں کی تھیروس کو فی نکس کا بیٹا قرار دیا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین کا بھی یہی خیال تھا[۱]۔ اس جزیرے کی ام الارباب افرودیت تھی جس کی پوجا کا رواج یہاں سے ہر چہار طرف پھیل گیا۔ ہمیں فنیقی مستقری کی اصل وجہ بھی معلوم ہے؛ فنیقیوں کو ارغوانی رنگ کے لیئے ایک خاص خولدار مچھلی کی ضرورت تھی جو اس جزیرے کے ہر چہار طرف بکثرت پائی جاتی تھی اور آج بھی ایسی ارغوانی مچھلی کی سیپ کے تودے کیتھرا اور گی تھیوم کے ساحل کے قریب ملتے ہیں؛ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ مغرب اور مشرق کی عین شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے یہ جزیرہ بحری تجارت کے لیئے نہایت اہم ہوگا

طوسی ویدش کا بیان ہے کہ ایجین کے بہت سے جزیروں میں یہ قوم آباد تھی[۲]،

---

[۱] شنت بی زانطیوس بذیل تھیرا، طوسی ویدش (۴، ۵۳) سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ۴۲۴ قم کے بعد زمانے تک بھی کی تھرا اور مصر و لبیہ کے درمیان تجارت کا سلسلہ قائم تھا؛

[۲] طوسی ویدش ۱، ۸۔

باب ۹

اور علاوہ ان مقامات کے جن کی تفصیل اوپر درج کی گئی ہے، دیگر جزائر بھی شمار کیے جا سکتے ہیں جو خاص طور پر اُن کے آثار سے معلوم ہیں۔ ظن غالب ہے کہ انھوں نے نسیی روس، کوس اور گیاروس پر بھی (کی تھرا) کی طرح ارغوانی سیپ کے ہی لیے قبضہ کیا ہوگا اور انھوں نے ہی سب سے پہلے جزیرہ سیفنوس میں کانیں کھودی ہوں گی؛ نیز جس طرح انھوں نے تھتے را میں فن پارچہ بافندگی کو رواج دیا اسی طرح جزائر کوس اور اموُرگوس کے کپڑے کی صنعت بھی یقیناً فنیقیوں کی ہی مرہون منت ہوگی[۱۴]

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ بخصوص ارض یونان پر کہاں کہاں فنیقی نو آبادیاں واقع تھیں۔ یہاں ہماری رہبری صرف مقامی ناموں اور طرز عبادت سے ہوتی ہے۔ لقونیہ میں افرودیت کی پوجا اور عید میاانتھیا کی بہت وقعت تھی؛ سوفرالذکر میاانتھوس سے منسوب ہے جیسے اور ادونس کے درمیان مماثلت ہونے کی وجہ سے فنیقی اثر صاف ظاہر ہے، اگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فنیقی بالضرور سرزمین یونان پر آباد ہوئے ہوں گے۔ لیکن چونکہ خاکنائے کورنتھ پر افرودیت اور میلی کرتیس کی پوجا کی جاتی تھی اور یہ تجارتی اعتبار سے بھی نہایت اہم مقام تھا اس لیے ہمیں یہ فرض کر لینا پڑے گا کہ یہاں فنیقی ضرور آباد ہوئے ہوں گے۔ میگارا کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں مینوا ہے، اس کے اور سالامس کے نام سے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے کہ یہاں بھی فنیقی آکر آباد ہو گئے تھے[۱۵]۔ اسی طرح سرزمین اٹیکا کے بعض ناموں سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہاں فنیقی نو آبادیاں موجود تھیں لیکن یہ ابھی تک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا؛ مثلاً یہ تو امر واقعی ہے کہ جزیرہ مالٹا کسی زمانے میں فنیقیوں کے قبضے میں تھا، اب ایتھنز کے ایک محلّے کا نام بھی ملیتے ہے؛ اسی طرح مارا تھون کے نام سے بھی فنیقی اثر کا پتا چلتا ہے، اور یہیں ہرقل کی بھی پوجا ہوتی تھی جو ممکن ہے کہ ملکارث ہی کا دوسرا نام ہو[۱۶]۔ ہم سنتے ہیں کہ بوئیہ سے

[۱۴] کوس اور اموُرگوس کے لیے لینورمان ۲، ۶۲، ۶۴ کا مطالعہ کیا جائے۔
[۱۵] ہاگیوس گیورگوس کے چھوٹے سے جزیرے پر جو سالامس اور اٹیکا کے درمیان واقع ہے، لامپٹروس کے تودے کے تودے ارغوانی رنگ کی سیپیاں دستیاب ہوئی ہیں۔
[۱۶] درانحالیکہ زمانۂ حال کے مورخ فنیقی آبادکاری اٹیکا (خصوصاً آبادکاری ایتھنز) کو بطور ایک

باب ۹

فینیقی مار اتھون آئے جس پر کادموس کے ساتھیوں کا قبضہ ہوگیا - نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یوبیہ کا نام اصل میں ماکرس اور یورفیرا تھا، ان میں سے ماکرس تو گویا ملکارت کی ہی بگڑی ہوئی شکل ہے اور یورفیرا اُس ارغوانی نام سے مشتق ہے جسے فینیقی تیار کرتے تھے - اسی طرح ستیرا کے متعلق بھی - جو ایک یونانی شہر تھا، یہ کہا جاتا ہے کہ دراصل استارتے سے تعلق تھا اور اس سے فینیقی آبادکاری کی جھلک پائی جاتی ہے - بدیں وجہ ظن غالب یہ ہے کہ فینیقی یوبیہ میں آکر آباد ہوئے اور اگر اسے باور کیا جائے تو یہ امر بھی خلاف قیاس نہیں ہے کہ تھبز میں بھی اُن کی کوئی بستی ہو۔

شہر تھبز ایک زرخیز ضلع میں واقع ہے جو جھیل کو پائس کے جنوب میں ہے؛ اس مقام کے قریب ہی پہاڑیوں کا ایک زنجیرہ ہے جس کا نام فینیقیوم تھا اور شہر کا قلعہ ہمیشہ سے کاڈمیا کہلاتا تھا - شہر کی چاروں طرف ڈرکے اور اشمینوس نامی ندیاں دور کرتی ہیں؛ جن میں سے آخرالذکر اشمون کی بگڑی ہوئی شکل خیال کی جاتی ہے جو ایک فینیقی دیوتا کا نام تھا۔ شہر کے نزدیک کابئیری کا تپلدہ ہے جو غالباً فینیقی دیبیاں تھیں۔ خود ہرقل تھبز کا باشندہ تھا لہذا ممکن ہے کہ وہ اور ملکارث ایک ہی شخصیت کے نام ہوں۔ شہر کے سات دروازے بھی سامی الاصل بتائے جاتے ہیں[۱] اور یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ وہ سات سیاروں اور انکے مخصوص معبودوں کے نام سے معنون کیئے گئے تھے۔ تھبز کی افسانہ آمیز تاریخ سے اس طویل تنازعہ کا پتا چلتا ہے جو بہت عرصے تک تھبزیوں اور فینیقیوں کے درمیان

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - امر واقعہ کے تسلیم کرلیتے ہیں (ک، واخسمو ماتھ: "زمانۂ قدیم میں شہر ایتھنز"، جلد ۱، لائپزگ ۱۸۷۴ء ص C. Wachsmuth: Die Stadt Athens in Alterthums) فون ولاموو تز میولینڈورف اس کی مخالفت کرتا ہے۔ سترابو ۱۰، ۱، ۱۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کاڈموس یوبیہ گیا ہے تو اُس کے ساتھ عرب بھی تھے۔

[۱] ج، برانڈس: تھبز کے سات دروازوں کی اہمیت J. Brandis. Die Bedeutung der Sieben Thore Thebens) رسالہ ہرمیس جلد ۲۔

بر یار ہا۔ اس کے مطابق کاڈموس کے بعد ایک دیسی باشندہ پن تھیوس بعد ازیں کاڈموسی پولی دوروس اور پولی دوروس کے بعد ایک تیسرا شخص نکٹیوس جسے دونوں خاندانوں کا دشمن بتایا جاتا ہے برسر اقتدار ہوتا ہے۔ نکٹیوس کے بعد لبد اکوس ولد پولی دوروس اور پھر تھبزی لیکوس اور اس کی اولاد امفیون اور لیتھوس سربرآرائے حکومت ہوتے ہیں۔ لیتھوس کے بعد لبد اکوس کے جانشین لائیوس کا نام ہمارے سامنے آتا ہے [۱]۔

ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر خلاف قیاس نہیں ہے کہ تھبز میں کسی زمانے میں ایک فنیقی نوآبادی ہوگی، لیکن اس نظریے کے خلاف ہمیں ایک اشکال سے دوچار ہونا پڑتا ہے وہ یہ کہ فنیقی فطرۃً تجار اور کاریگر تھے، پھر وہ ساحل سے دور اندرون ملک میں آکر کیوں آباد ہوئے۔ دیگر مقامات پر جو آبادی انھوں نے کی اس کے اسباب ظاہر ہیں، یہاں ماہی گیری، وہاں کان کنی، تیسری جگہ تجارت، یہی سب چیزیں فنیقیوں کو اپنی طرف کھینچتی تھیں۔ ان میں سے صرف تجارت ہی ایک ایسی چیز تھی جس کی وجہ سے یہ قوم تھبز آکر آباد ہوئی ہوگی۔ لیکن پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انھیں ساحل سے اس قدر دور جانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس قابل لحاظ امر کی ایک توجیہہ یہ ہوسکتی ہے کہ جو لوگ تھبز آکر بسے وہ فنیقی نہیں بلکہ سامی الاصل کاشتکار تھے، اور ممکن ہے کہ وہ تارکان وطن کنعانی ہوں جنھیں بیوتیہ میں اپنی پسند کی اراضی کاشت کو مل گئی ہو [۲]۔ اس سلسلے میں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ

---

[۱] لینورمان اپنی کتاب "ابتدائی تمدن" (Lenormant: Premières Civilisations) جلد ۲، ص ۲۸ میں یہ بتاتا ہے کہ تھبزی قصوں میں یونانیت اور اور مشرقیت کے باہمی جھگڑوں کی جھلک پائی جاتی ہے۔

[۲] کاشتکار کنعانیوں کو سولھویں صدی ق م میں بنی اسرائیل حملہ آوروں نے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ لینورمان کے نزدیک بیوتیہ میں آکر آباد ہوگئے۔ (ابتدائی تمدن ۲، ۲۹۸)۔

باب ۹

یہ مقام شمالی و جنوبی بیوتیہ اور مغربی و مشرقی سمندر کی شاہراہ کے عین وسط میں واقع تھا اور جس طرح اُن اقوام کے لئے جو یوریپوس پر قابض ہو گئے ہوں اور جن کا مقصد خلیج کورنتھ سے تجارتی تعلقات پیدا کرنا ہو۔ کورنتھ کی جو اہمیت تھی اسی قسم کی اہمیت تھبز کو بھی حاصل تھی۔

واضح ہو کہ اس امر پر کسی نے اس وقت تک بہت زور نہیں دیا[۱] اور اس کی بنا پر ہمارے نزدیک تھبز میں ایک فنیقی آبادی کا وجود خلاف قیاس نہیں ہے۔

خود یونانیوں کا یہ خیال تھا کہ اُن کے تمدن کے جدید اجزا مثلاً دیونی سوس کی پوجا، دھاتوں اور پتھر کی کان کنی[۲] اور حروف تہجی کا استعمال، یہ سب کادموس (یعنی فنیقیوں) نے رائج کئے تھے۔ اس آخری امر یعنی حروف تہجی کا دیگر امور سے امتیاز کرنا لازمی ہے۔ یہ امر واقعی ہے کہ آٹھویں صدی ق م سے پیشتر یونان میں حروف تہجی کے وجود کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا اور سب سے پہلے ان کے آثار جزیرۂ کریٹ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ دراصل فنیقی حروف کی ہی بدلی ہوئی شکلیں ہیں تو یہ تبدیلی آٹھویں صدی ق م سے پیشتر ہی ہو گئی ہوگی اور

---

[۱] الفوروس نے جس کا اقتباس سترابو نے دیا ہے اس پر زور دیا ہے کہ بیوتیہ تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا ہے۔

[۱] ہیرو ڈوٹس ۲، ۴۹۔

[۲] پلینی (۷، ۱۹۵) پتھر کی کانوں کی ابتدا فنیقیوں کی طرف منسوب کرتا ہے۔ فنیقیوں نے پتھر کے مکانات بنانا اور پہاڑوں کے اطراف کو روشوں کی شکل میں تبدیل کرنا یونانیوں کو سکھایا تھا اور اپنے وطن میں اُنھوں نے اس فن کو اس قدر ترقی دی تھی کہ وہ چٹانوں کو کھوکھلا کر کے مکانات اور قلعہ جات بناتے تھے۔ ساتھ ہی ہمیں یہ امر بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے کہ اس طرح چٹانوں اور تعمیر سے اہالیان لیکیہ بھی اپنے مفید مطلب کام نکالتے تھے اور لیکیہ کا جو اثر یونان پر پڑا وہ مسلمہ ہے اور اس پر افسانے اور عینی شہادتیں دونوں متفق ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ فن لیکیہ نے فنیقیہ والوں ہی سے سیکھا؟ اس کا جواب غالباً نفی میں ہوگا اور ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں گے کہ اس ضمن میں جو اثر یونان پر فنیقیہ کا پڑا اس میں ابھی شک و شبہ کی گنجائش ہے۔

باب ۹

یہ معلوم ہے کہ فینیقی اس سے بہت پہلے ہی اپنے حروف تہجی سرزمین یورپ میں لے آئے تھے۔ بدیں سبب اس افسانے میں کہ کاڈموس نے ہی حروف تہجی پہلی مرتبہ یونان میں رائج کئے دو باتیں مضمر معلوم ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ فینیقیوں نے یونان میں آنے کے بعد کبھی نہ کبھی اپنے حروف تہجی استعمال کئے ہوں گے اور دوسرے یہ کہ ان کی بنا پر یونانیوں نے اپنے حروف اختراع کئے ہوں گے:

مفصلۂ بالا تبصرے میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ طرز عبارت کی بعض شکلیں فینیقی الاصل تھیں۔ افرودیت[1] بلا شبہہ ایک ایشیائی دیوی تھی اور یہی حال ہرقل کا ہے جس کا سلسلہ (ہمارے مفروضے کی بنا پر) ملکارث سے ملایا جا سکتا ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ فینیقیوں نے ہی سب سے پہلے شراب کو یونان میں لاکر مروج کیا تو اس طرح دیوی سیوس اور تھبز کا باہمی رشتہ سمجھ میں آجائیگا۔ اس کے علاوہ یہ امر قرین قیاس ہے کہ آریس* کی شکل کو فینیقیوں نے تبدیل کر دیا ہو اور تھبز کی آریس اور ہارمونیہ کا تطابق فینیقیوں کی سب سے بڑی دیبی اور دیوتا سے پایا جاتا ہے۔ زیوس تک کی پوجا میں ایک مخصوص فینیقی عنصر شامل کر دیا گیا ہے، وہ یہ کہ اورخومینوس اور کورونیہ کے درمیان اور تھسلی کے ضلع یولکوس میں زیوس لافسِ تھیوس کے سامنے انسانی قربانی چڑھائی جاتی تھی جس سے فینیقی انسانی قربانی کی (جو اکثر بچوں کی ہوتی تھی) یاد تازہ ہو جاتی ہے:

اب ہم یونان کے ایک اور خطے یعنی کریٹ کا ذکر کریں گے اور یہ وہ جزیرہ تھا

---

[1] ف، ہول: افرودیت۔ اشتارتے: "رسالیانہ لسانیات جدیدہ" ۱۸۸۲ء — Astarte: N. Jahrb F. Phil اشتوریت:

افتوریت:

افروتیت:

* آریس، جنگ کا دیوتا۔ ہارمونیہ، آریس کی بیٹی، کاڈموس کی بیوی [مترجم اردو]

باب ۹

جس پر فنیقیوں کا سب حصہ جات یونان سے زیادہ اثر پڑا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ زیوس یورو پا کو کریٹ لے گیا اور اُس کے بیٹے کا نام منوس ہے جس کے افسانوں میں بہت سی فنیقی خصوصیات کا پتا لگتا ہے۔ یورو پا کریٹ کو ایک بیل پر سوار ہو کر آئی اور ایک بیل ہی منوتور کا باپ تھا جس کا سر بیل کے سر کے مانند اور دھڑ انسان کا سا تھا جب اُس نے ایتھنزیوں سے انسانی قربانیوں کی خواہش کی تو انھوں نے اُس کے سامنے سات قربانیاں چڑھائیں، اور سات کے عدد کو سامی اقوام متبرک خیال کرتی تھیں۔ کریٹ کے افسانوں میں بیل کے اس پے در پے ذکر سے فنیقی اثر صاف ظاہر ہوتا ہے۔ ہمیں یہ فرض کر لینا پڑے گا کہ منوس کی عقل و دانش کی بنا، جس کی تعریف سے یونانی افسانے بھرے پڑے ہیں، اس واقعے پر تھی کہ اس جزیرے میں ایک خاص قسم کا تمدن مروج تھا جسے بعض نئی ایجادوں اور پوجا کے طریقوں سے، جنھیں فنیقیوں سے اخذ کیا تھا، بہت مدد ملی۔ اس مخصوص تہذیب کا مشاہدہ اُنکے فنون لطیفہ سے ہوتا ہے جنکے قائم مقام کوہ ایدا کے داکتی لی اور دیئے دالوس ہیں*۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یونانی فنون لطیفہ کا منبع ایشیائی تھا لیکن اس امر کا یقین بھی نہیں ہو سکتا کہ دیئے دالوس میں کس قدر عنصر فنیقی یا عام ایشیائی ہے[2]

---

[1] کریٹ کے لیے ہوک: کریٹ (Hoeck: Creta) تین جلد، گیوٹنگن ۱۸۲۳ء تا ۱۸۲۹ء؛ زمانۂ مابعد کے سفرناموں میں سے پیشلے (Pashley) دو جلد، کیمبرج ولندن ۱۸۳۷ء؛ یا سپراٹ (Spraft) دو جلد لندن ۱۸۶۵ء؛ پیرو: جزیرۂ کریٹ (Perrot. L'ile de crete) پیرس ۱۸۶۷ء

* داکتی لی ملک فرو جیہ کے کوہ ایدا پر رہتے تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ہی لوہے کو پگھلا کر مختلف اشیا بنانے کا فن اختراع کیا۔ دیئے دالوس یونانی ذہنیات میں پہلا شخص ہے جس نے فنون لطیفہ میں مہارت پیدا کی۔ [مترجم اردو]

[2] ارض یونان میں فنیقیوں کے آباد ہونے کی تاریخ پر حال ہی میں ڈنکر نے اپنی کتاب "تاریخ قدیم (Duncker: Geschichte des Alterthums) ۴۱،۲ ، ۲۰۲ میں بحث کی ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس ضمن میں جو کچھ معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ نہایت مبہم ہیں اور

باب ۹

زمانۂ حال کے اکثر مورخوں کی بہ نسبت متقدمین اس اثر کو جو فنیقی تمدن کا یونان پر پڑا زیادہ سمجھتے تھے۔ ساحل کے بہت سے مقامات پر انھوں نے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہ سم سال تو سال، صدیوں کا بھی تعین نہیں کر سکتے حال ہی میں ایک مقبول عام نظریہ کے خلاف جس کے بموجب فنیقیوں نے یونان پر ایک عظیم الشان اثر ڈالا تھا، ردعمل شروع ہوا ہے؛ یہ ردعمل حق بجانب ضرور ہے لیکن بعض صورتوں میں نفس مطلب سے ہٹ جاتا ہے۔ حقیقت واقعی یہ ہے کہ مورخ صرف اس وجہ سے فنیقی استعمار یونان کی مخالفت کرتے ہیں کہ وہ یونان کو فنیقیہ کا مطلق مرہون منت نہیں بنانا چاہتے۔ اپنے نزدیک ہم نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اس عالمگیر اثر کی بنیاد جو فنیقیوں کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے (اور ہمیں تعجب ہے کہ اس کا بطلان خود مخالفین سامیت بھی نہیں کرتے) محض خیالی اور واہی پر ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب فنیقی استعمار کا سلسلہ اس معیار پر پورا اترتا ہے جو دیگر واقعات کے ثبوت کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے تو پھر اس کی کیوں مخالفت کی جاتی ہے؟ حقیقت امر یہ ہے کہ یونان میں فنیقی موجود ضرور تھے، لیکن ان کا اثر ناقابل لحاظ تھا۔ نیز مقابلہ کرو ر، فون سکالا: "زمانۂ قدیم میں مشرق اور مغرب کے باہمی تعلقات"،
R. von Soala. Ueber die wichtigsten Beziehungen des Orients zum Occid. in Atlerthums وائنا ۱۸۸۶ء۔ فلنڈرز پٹری نے اپنی کھدائیوں اور تحریروں سے یونان اور مصر کے ابتدائی تعلقات کے بارے میں ہماری معلومات میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے۔ مقابلہ کیا جائے ان کی کتاب "وہ مصر میں دس سال کی کھدائی"، Flinders Petrie Ten year's digging in Egypt لندن ۱۸۹۲ء جس کے آخر میں انھوں نے اپنی کارروائیوں کی ایک فہرست دی ہے۔ اس کتاب کا نواں باب "روز زمانہ قدیم پر نئی روشنی" تاریخ قدیم کے لیے بہت سا مواد فراہم کرتا ہے۔ مصنف نے اس میں اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یورپ کی تہذیب و تمدن بالکل اسی طرح مصر و بابل کی تہذیب و تمدن سے ممتاز و مخصوص ہے جیسے ہندوستان کی آریائی تہذیب۔ وہ اور "عصر النحاس" کا تمدن بالکل ایک ہی زمانے کا نام ہے بلکہ وہ اس موخر الذکر کے گویا گل و ثمر ہیں اور یہ تمدن براعظم یورپ کے وار پار جزیرہ نمائے یونان سے

باب ۹

تجارتی کوٹھیاں بنائی تھیں، اور گو اُن سے یونانیوں نے بہت کچھ سیکھا، لیکن علاوہ حروف تہجی کے جو کچھ معلومات اُنھیں حاصل ہوئیں اُن کی وقعت کچھ زیادہ نہ تھی؛

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بحیرۂ بالٹک تک برابر پھیلا ہوا نظر آتا ہے"۔ حقیقت یہ ہے کہ اسکا اثر قدیم مصر پر بھی پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ ان خیالات کی صحیح وقعت کا اندازہ کرنے اور اُس کے اثرات کو کافی دوانی سمجھنے کیلیے بہت کچھ وقت اور محنت درکار ہوگی۔

باب دہم

یونان کے اہم ترین افسانے

قدیم یونانیوں کی طرز زندگانی کا عکس اُن کے افسانوں میں نظر آتا ہے۔
اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سے ہم صحیح تاریخی واقعات
اخذ کر سکتے ہیں، بلکہ وہ اس لیئے کار آمد ہیں کہ ان کے بے میل حصوں سے
چند خاص حصے، ملک کی ذہنی حالت اور تہذیب و تمدن کا پتا چلتا ہے۔
اس میں شبہ نہیں کہ رطب و یابس کا امتیاز نہایت دشوار ہے؛ مثلاً تخیلات
اور اقوام کے مشخصوں کو تو ابتدا ہی میں نظر انداز کر دینا چاہیئے اور انکے علاوہ
بہت سے امور کے تفصیلی حالات بھی خود ساختہ واقعات سے بھرے پڑے
ہیں۔ ہماری رائے میں جن لوگوں کا افسانوں میں ذکر آتا ہے اُن ہی سے
صرف اُنھیں میں قدامت کا پہلو نکلتا ہے جن کے کارناموں یا مشکلات
میں کوئی غیر معمولی قابل لحاظ بات ہو۔ یہیں سے وہ عنصر ہمارے سامنے
آتا ہے جو تاریخ یونان کے اس سرے سے اُس سرے تک متواتر نمایاں
ہے جس سے اس کی سحر آفریں خوبیاں اُسے دیگر ممالک سے ممتاز کر دیتی ہیں
اور اس قوم کی عظمت و وقار کا سکہ دل پر بیٹھ جاتا ہے؛ یہ عنصر فردیت کا
امتیاز ہے۔ ابتدا میں افراد محض افسانہ جات عامہ کی جدت طرازیوں میں سے
ہیں اور زمانۂ مابعد تک ان میں تاریخی عنصر پیدا نہیں کیا جاتا۔ یونانیوں کی اس
تشخص آفریں قابلیت کا مظاہرہ فنون لطیفہ میں تو سنگ تراشی کے میدان
میں اور ادبیات میں ناٹک کے تماشاگاہ پر نظر آتا ہے اور ان میں سے ناٹک
کے معہوں نے قدیم سورماؤں کے تشخص کی تکمیل میں بہت کچھ مدد دی ہے؛

باب ا

یونان کی افسانہ آمیز تاریخ میں تین حصے یونان کے یعنی آرگولس، بیوتیہ اور تھسلی کی عظمت اوروں سے زیادہ ہے۔ آرگوس میں یو کے آنے تک کوئی بات قابل تذکرہ نہیں ہوتی؛ خود یو میں بھی کوئی مخصوص آرگوسی خصائص نہیں پائی جاتیں اور بہ نسبت خالص افسانوں کے اُس کی وقعت مذہبی تاریخ میں بہت زائد ہے۔ اُسے ایک دیبی بتایا جاتا ہے، اور گو ہم جانتے ہیں کہ اس مفروضے کی بہت کچھ مخالفت کی گئی ہے تاہم ممکن ہے کہ اس سے مصر اور آرگوس کے باہمی تعلق کا پتا چلتا ہو۔ اُس کا ایک بیٹا الی گیپتوس اور دوسرا داناؤس ہے اور موخر الذکر کے (پچاس) بیٹوں یعنی داناؤسیوں سے مقامی افسانوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ آرگولس کی زمین مسام دار ہے اس لیے اس میں بار بار پانی دینا پڑتا ہے اور یہ ایک امر مسلمہ سمجھنا چاہیئے کہ داناؤسیوں کے قصے سے مقامی افسانوں کی ابتدا ہوتی ہے*۔ مصری لنکیوس داناؤسی ہی پرم نسترا سے شادی کرتا ہے اور اُن کے پوتوں میں یعنی اکریسیوس اور پروئے توس کے ذریعے سے آرگوس کے شاہی خاندان کی ابتدا ہوتی ہے۔ اب ہم ان سورماؤں کا حال پڑھتے ہیں جن کا رتبہ سورج کے اوتار ہونے کی وجہ سے دیوتاؤں کے برابر سمجھا جاتا تھا لیکن جو انسانوں کی شکل میں خدائے برتر کی مدد سے نہایت ادق اور مشکل کام انجام دیتے ہیں اور طرح طرح کی مشکلات اور اذیتیں اُٹھانے کے بعد دیوؤں اور ڈاکوؤں کا کام تمام کرکے بنی نوع انسان کی خدمت کرتے ہیں۔ اسی سلسلے میں سب سے پہلے بیلے روفون کا نام آتا ہے، جس کا پروئے توس تعاقب کرتا ہے اور جو پردار گھوڑے پیگاسوس کی مدد سے خیمائرا کو مار ڈالتا ہے؛ پرسیوس بھی اسی طبقے کا ایک فرد ہے جس کی ماں نے دانائے کو ایک صندوق میں بند کرکے سمندر میں پھینک دیا تھا اور جب بالآخر گورگون

---

*۔ داناؤسیوں کو اپنے اعمال کی یہ سزا دی گئی تھی کہ وہ ہمیشہ ایک چھلنی میں پانی ڈالا کریں (مترجم اردو)

اور دیگر عفریتوں سے جنگ آزمائی کرنی پڑی؛ آخر میں خود ہرقل بھی اسی زمرے میں ہے جیسے مجبوراً یورستھیوس کی خدمت بجالانی پڑی اور ساتھ ہی بنی نوع انسان کے مفاد کی خاطر محنت و مشقت کرنے سے جس نے کبھی گریز نہیں کیا۔ اسمیں ایک ایسے بہادر سورما کی خصائص موجود ہیں جسے اپنی محنت و مشقت کا معاوضہ علاوہ ناسپاسی اور ناشکری کے کبھی کچھ نہ ملا ہو، اور اس کے ساتھ ہی اس میں اپنی اصل یعنی فینیقی دیوتا کے عادات و اطوار بھی پائے جاتے ہیں۔ ان میں بیلے روفون کا ارض یونان میں کورنتھ سے اور ہرقل کا تھیبز سے تعلق ہے، اور موخر الذکر کا آرگوس سے اس وقت تعلق پیدا ہو جاتا ہے جب دوریائی اپنے قبضۂ آرگوس کو حق بجانب ثابت کرنے کی فکر میں تھے۔ اس کے برعکس پرِوسے توس اکری زیوس اور اُس کے جانشینوں کے عہد حکومت لس لیے ضروری ہیں کہ افسانہ ہائے یونان میں انھیں تاریخ فن تعمیر میں ایک خاص رتبہ دیا گیا ہے پروسے توس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ لسیہ کے کیکلوپس کی مدد سے اُس نے تریزز کی شہر پناہ تعمیر کی، اور اس کے دور کے بعد ہی جس کی اب ابتدا ہوتی ہے اُس میں بجائے پروسے توس کے جانشینوں کے اکری سیوس کے وارث (یعنی پرسیوس کے خاندان کے افراد) تریزز پر حکومت کرتے ہیں۔ اس قصے کی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ گو پرسیوس ہی تخت آرگوس کا مستحق تھا لیکن اُسے اپنے دادا کو قتل کرنے کے بعد اُس کی راج دھانی پر قبضہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اس لیے وہ محض تریزز پر قناعت کرتا ہے اور اپنی آبائی سلطنت پروسے تیوس کے وارثوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس فرضی "مبادلے" کی یہ توجیہ ذرا لغو سی معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خود اکری زیوس کا نام محض ضرورۃً داخل افسانہ کر دیا گیا ہے؛ بات یہ تھی کہ ایک طرف تو تریزز کی فصیل بنانے کا سہرا پروسے توس کے سر رکھا گیا تھا، لیکن زمانہ مابعد میں پرسیوس (جس سے اور پروسے توس سے کوئی خاندانی واسطہ نہ تھا) وہاں حکومت کرتا تھا، اور اکری زیوس اور "مبادلے" کا قصہ صرف اس لیے گھڑا گیا کہ ان تمام کہانیوں کو ایک دوسرے میں منسلک کرنے میں آسانی ہو۔ پرسیوس کے ساتھ ہی ہم ایک قدم آگے بڑھتے ہیں؛ وہی

باب ۱

میکینے نائی کی شہر پناہ بھی تعمیر کرتا ہے اور جب ترنز اور میکینے نائی کی ظاہری شکل سے معلوم ہوتا ہے کہ موخر الذکر شہر کی فصیل ترنز کی فصیل سے جدید ہے تو اسی کے مطابق اسی طرح افسانے میں بھی اسی تقدیم وتاخیر کا سلسلہ قائم کر دیا جاتا ہے۔ شہر پناہ کے بن جانے کے بعد میکینے نائی آرگوس کا اہم ترین مقام بن جاتا ہے اور پرسیوس کا خاندان یہاں بھی راج کرتا ہے۔ چند معمولی حالات کے بعد امفی ٹریون، الک مینے اور یوریس تھیوس کا نام آتا ہے اور ان کے بعد ہم قدیم سورماؤں میں سب سے ممتاز شخص یعنی ہرقل سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس مختصر خاکے میں اس کی مختلف جاں بازیوں کا بیان نہیں کیا جاسکتا جن سے طبقۂ یونان کی کوئی طرف وجانب نہیں چھوٹی لیکن اس کا آرگوس سے تعلق ظاہر کرنا ضروری ہے۔ یہاں پرسیوس کی اولاد کا بہت جلد خاتمہ ہو جاتا ہے اور ان کی جگہ اس ملک کے مالک پیلوپی بن بیٹھتے ہیں۔ ان کا نسبی تعلق پرسیوسون سے قائم کیا گیا ہے اور ایک نزاجد معانی پر دوسرے خاندان کے قابض ہونے کی توجیہ کی گئی ہے لیکن یہ سب باتیں اصل واقعات کی حقیقت کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہیں۔ یہ ضروری سمجھا گیا کہ کسی نہ کسی طرح اس واقعے کی توجیہ کی جائے کہ آگے میم نون (جو پرسیوس کی اولاد سے نہ تھا بلکہ جس کا خاندان غالباً ایشیائے کوچک سے آیا ہوگا) کیونکر میکینے نائی میں ذی اقتدار ہو گیا، اور اس خاص مقصد کے لیے بہت سے پیچ در پیچ قصے اختراع کیے گئے۔ ہم اس کا قطعی یقین نہیں کر سکتے کہ اتریوسیوں کی ابتدائی تاریخ کا کس قدر جزو قدیم افسانوں پر مبنی ہے اور کتنا زمانۂ مابعد کی ترمیم ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بھیانک جرائم جو اتریوس اور تھی اس تیس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں بالکل خود ساختہ ہوں لیکن یہ واقعہ کہ اتریوس کا باپ پیلوپس ایشیائے کوچک سے آیا تھا بلاشبہہ قدیم روایت کے بموجب ہے۔

پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یونان کے جنوبی جزیرہ نما کا کس نے اور کس زمانے میں "جزیرۂ پیلوپس" نام رکھا[1]۔ ظاہر ہے کہ یہ نام دوریانیوں کا

[1] حال میں ایک نہایت نادر نظریہ قائم کیا گیا ہے کہ لفظ پیلوپونیز کا تعلق ایک قوم پیلوپیس

باب ۱

کا رکھا ہوا نہیں ہے اس لیے کہ یہ قوم پیلوپسیوں کی مخالف تھی اور اسی نے انھیں جزیرہ نما سے نکال باہر کیا۔ اس نام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام جزیرہ نما پیلوپسیوں کی ملک تھا، لیکن کسی افسانے سے اس بڑے واقعے کا پتا نہیں چلتا؛ اس لیے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اگر پیلوپس کی حکومت اطراف ملک میں نہیں پھیلی تھی تو اُس نے کسی نہ کسی طریقے سے ہر چہار طرف اپنا اثر قائم کر لیا ہوگا اور متقدمین نے شاید یہ قیاس کر کے کہ اس نے کوئی نہ کوئی مفید ایجاد کی اور اُسے ملک میں رائج کیا ملک کا نام اُس کے نام پر رکھ دیا ہوگا۔
آج ہم یہ گمان کر سکتے ہیں کہ جس قوم کا وہ قائم مقام ہے اُس نے ایشیا سے ہلکی رتھیں لا کر یونان میں رائج کیں؛ اس لیے کہ جو قبریں میکے نائی میں برآمد ہوئی ہیں ان پر رتھوں اور رتھ بانوں کی شکلیں کندہ ہیں؛ نیز افسانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پیلوپس نے ایک رتھ دوڑ میں پیزا کے شاہ ادئے نوماؤس کو شکست دی، اس لیے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ تشیبی الفیوس کے ضلع میں (جس میں پیزا ہے) کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہوگا جس سے پیلوپس کی شہرت میں معتد بہ اضافہ ہو گیا ہو۔
لیکن پیلوپسیوں کا میکے نائی سے نہایت گہرا تعلق ہے اور انھی کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ سے ہے جو دراصل پیلاسگیوں کا ہی دوسرا نام ہے۔ (شیومان: یونان قدیم، ۱ (۳) صفحہ ۲۲ Schoemann: Gr. Alt.) لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے قبائلی نام کی یاد بالکل محو ہو گئی ہو؟ لفظ پیلوپونیز سب سے پہلے ہومری حمد فیثوی اپولو میں نظر آتا ہے (سطر ۲۵۰ وغیرہ) اور اگر ہم اس واقعے کو یاد رکھیں کہ فیثوس جو تھے سیوس کا دادا اور تروائے زن کی طرح تروائے زینے کا بادشاہ تھا، پیلوپس کا بیٹا تھا اور ساتھ ہی پوسئیدون اور پیلوپس کے باہمی تعلقات و نیز فیثوس، ائے گیوس اور تھے سیوس اور اسو لوس ولد پوسئیدون کے تعلقات پر غور کریں تو ہم بہت آسانی سے یہ قیاس کر سکیں گے کہ پیلوپس دراصل ایونیائی قوم کے معنی و شخصی قائم مقام کا نام ہے۔ اس ضمن میں کرتیوس اور میری ایک رائے ہے وہ یہ کہ ایونیائی ایشیائے کوچک سے آئے تھے۔

باب ۱

زمانے میں آرگوس میں (جس کے مخصوص محل وقوع کی وجہ سے اُس کے اور میکے نائی کے درمیان رقابت پیدا ہوگئی تھی) ایک اور شاہی خاندان کی راجدھانی تھی۔ تھیبز اور آرگوس کی باہمی جنگ کے دوران میں موخرالذکر کا بادشاہ ادراستوس تھا، اور جب میکے نائی اور قرب وجوار کے اضلاع وجزائر پر اگے میمنون کا حکم چلتا تھا تو آرگوس پر دیومیدیس ولد تی دیوس کا راج تھا۔ نوپلیا آرگوس ہی کا ایک شہر ہے اور کسی زمانے میں یہ بہت بڑا مقام ہوگا، لیکن یہ نہیں معلوم کہ آخر اس کی ابتدا کب پڑی؛ افسانوں میں اسکا بہت ہی کم تذکرہ ہے لیکن پالامیدیس* یقیناً یہیں کا باشندہ ہے۔ شاید یہ ابتدائی زمانے میں دریو پیوں کا شہر ہوگا، اور اس نادر خصوصیات سے جو پالامیدیس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کسی عہد میں فینیقی ضرور آباد ہوں گے۔ آرگوس کا ایک شاندار حصہ مشرق کے وہ پہاڑ ہیں جو اکتے کے نام سے مشہور ہیں اور جس کے قریب ہی جزیرۂ کالوریا واقع ہے۔ یہاں کا حکمراں پوسیدون تھا اور قریب کے ضلع ایپی دوروس میں اسکلے پیوس دیوتا کا راج تھا۔ آرگوسی اکتے کے مقابل ہیں اٹیکا کا جزیرہ نما ہے، اور دونوں کا موقع ومحل کچھ اس قسم کا ہے کہ گویا قدرت کا منشاہی یہ تھا کہ ان دونوں میں باہمی تعلقات ہوں۔ افسانوں میں اتھنز اور تروئے زینے کے باہمی تعلقات کا تذکرہ پڑھنے میں آتا ہے، پوسیدون اور تھےسیوس کا باہمی تعلق ہے، خلیج سارون ایک دوریائی جھیل ہے، اور کالوریا کے بحری اتحاد کا دائرہ اس سے بھی وسیع ہے۔ لیکن اس گہرے تعلقات میں جو خلیج سارون کے چوطرفہ بلدیات کے درمیان تھے اس واقعے سے کمی ہوگئی کہ اس کی پشت پر وہ خاکنائے حائل تھی جو ایک بہت بڑی شاہراہ کا کام دیتی تھی اور اس خلیج میں ہوکر صرف وہی جہاز گزرتے تھے جو خاکنائے

---

* پالامیدیس کی طرف روشنی کے مناروں، پانسے، اور بعض حروف کا انکشاف منسوب کیا جاتا ہے۔

باب ۱۰

جانا جاتے تھے؛ اس وجہ سے دونوں جزیرہ نماؤں کے درمیان تجارت میں کمی ہو گئی۔ بایں ہمہ جنگ ایران کے زمانے میں ترواسے زینے برابر ایتھنز ہی کا ساتھ دیتا رہا؛

پیلو پونیزی ممالک کے بعد یونان کی افسانہ آمیز روایات میں بیوتیہ کی بہت کچھ وقعت ہے۔ اس نشیبی سرزمین میں دو بالکل آزاد مستقر یعنی تھبز اور اورخومینوس نظر آتے ہیں، اور اس کا اندازہ کرنا نہایت مشکل ہے کہ آخر یہ دونوں مقامات جو ایک دوسرے سے اسقدر قریب واقع تھے کس طرح دوش بدوش ترقی کر سکے۔ ان دونوں میں تقریباً اسی قسم کا باہمی تعلق ہے جو میکے نائی اور آرگوس میں پایا جاتا ہے اور اور انھیں کی طرح ایک دوسرے کا رقیب بھی ہے؛ دونوں کی وقعت اولین عہد میں بہت زیادہ ہے، اور دونوں کی قدیم طرز تعمیر کی وجہ سے ہمیں خاص دلچسپی ہے اس لیے کہ اس سے اُن کے تمول کا پتا چلتا ہے۔ لیکن اورخومینوس اور میکے نائی میں یہ فرق ہے کہ جہاں موخرالذکر کے حالات سے یونانی افسانے بھرے پڑے ہیں وہاں اورخومینوس کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ اس شہر کے متمول حکمرانوں میں سب سے دولتمند اور ممتاز مینیاس اور اورخومینوس کا نام ہے جن سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض فرضی مورثوں کے نام ہیں اور روایات سے ان کے حالات روشن نہیں ہو سکتے۔ جن افسانوں کی قدامت کا ہمیں علم ہے ان میں ایسی طرز عبادت کا تذکرہ ہے جس سے اورخومینوس کی تاریخی حیثیت سے بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں کے لوگ زیوس لافیس تیوس (جس کا تذکرہ تھسلی کے بیان کے ضمن میں کیا جائیگا) اور تروفونیوس کی پوجا کرتے تھے اور اس کا ایک بت کدہ لبادیا میں موجود تھا؛ خود اورخومینوس خارتیس، تھالیو اور اوکسو کا (جو نشو ونما اور حسن کی پریاں تھیں) وطن ہونے کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس شہر کے اقتدار کا بالآخر تھبز نے غالباً ہرقل کی سربراہی میں خاتمہ کر دیا۔ یہ امر یقینی ہے کہ اورخومینوس کی شان

باب

اس کی زراعت کی وجہ سے بڑھی، اور ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ جب کوپائی جھیل کے پانی کے بڑھنے سے آراضی کی پیداوار میں کمی واقع ہوگئی تو اسی وجہ سے اورخومینوس کے تمول میں زوال آگیا ہوگا۔ اس جھیل کے پانی کے قدرتی نکاس موجود ہیں اور اس بعید زمانے میں بھی اس کی کوشش کی گئی کہ ان نکاسوں پر قابو حاصل ہو جائے اور یہ کھلے رہیں؛ اس کے علاوہ ایسے آثار ملے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنوعی گھول یا برے بنانے کی بھی کوشش کی گئی تھی لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں اس شہر کا نام کالوریائی اتحاد کے اراکین کی فہرست میں نظر آتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو فن ملاحی میں بھی کافی دستگاہ ہوگی ہم اس سے قبل ان گہرے تعلقات کا تذکرہ کر چکے ہیں جو اورخومینوس اور جنوبی تھسلی کے مابین تھے، اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ ان دونوں مقامات کے درمیان آبنائے یوریپوس ہوکر کچھ زیادہ بُعد نہیں ہے تو ہمیں ان تعلقات کا حال معلوم کر کے زیادہ تعجب نہیں ہوتا۔ اورخومینوس کے مغرب میں فوکسی کی سرحد سے ملا ہوا اپنوپیوس واقع ہے جو فلیگی قوم کا مسکن تھا؛ یہ اور منیائی ایک جدی تھے اور دیلیفی والوں کے برعکس یہ بددینی کی وجہ سے بدنام تھے۔ بیوتیہ کے جنوب و مغرب میں کوہ ہیلی کون ہے جس میں گھنے جنگل اور شیریں پانی کے چشمے افراط سے پائے جاتے ہیں؛ یہی یونانی میوزوں کا مسکن تھا جو فی الحقیقت ان ہی چشموں کی دیبیاں تھیں جن کی پوجا تھریس سے بیوتیہ تک ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ بیوتیہ کا جنوب و مشرقی حصہ تھبیز کے زیر اقتدار آجاتا ہے، اور اس کے لیے یہاں کے اصلی باشندے (یعنی کادموس کی اولاد) بیرونی حملہ آوروں (یعنی اسپارٹی کی اولاد) سے جو اژدہے کے دانتوں سے نکلے تھے جنگ آزما ہوتے ہیں۔ بیوتیہ کے مذہبی عنصر کے قائم مقام زیتھوس اور امفیون ہیں جو تھبیز کے دیوسکوری کے مماثل ہیں اور باکھوس کی ماں سیمیلے کادموس کی بیٹی ہے۔ زمانۂ دراز تک بیوتیہ میں شراب کی پوجا ہوتی رہی اور یونانیوں کا قول تھا کہ

باب

باکھوس (یعنی شراب کا دیوتا) شمال سے تھریس ہو کر یونان آیا۔ یہاں مشہور آفاق ایدی پوس کا قصہ دُہرانے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، صرف یہ ظاہر کرنا کافی ہے کہ اس قصے میں ابوالہول کا جو بار بار ذکر آتا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس افسانے میں بھی مشرقی خیالات مخلوط تھے۔ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ سات شخصوں کی تھبز کے خلاف جنگ حقیقت پر مبنی ہے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ یہ جنگ تھبز اور ادراستوس کے وطن سکیون کے درمیان ہوئی ہوگی۔ خلیج کورنتھ کے دونوں کناروں پر جو شہر آباد تھے ان میں باہمی تعلقات کا ہونا بالکل قدرتی امر ہے اور جو کچھ ہم نے خلیج سارونی کے بارے میں کہا ہے وہ یہاں بھی صادق آتا ہے۔ جزیرہ نمائے پیلوپونیز کی دوریانی تسخیر سے پہلے سمندر کی بطور ایک شاہراہ اور زنجیر تسلسل کے بہت بڑی اہمیت تھی، اور دریائی دیوتا اسوپوس سے خلیج کورنتھ کے بلاد نیز آئی گینا اور سالامس کے باہمی تعلقات کا پتا چلتا ہے اور قدیم نسب ناموں میں اس نے ایک نہایت نمایاں حیثیت پائی ہے جو آخے لوروس کی اس اہمیت کے مماثل ہے جو اُسے طرز عبادت میں حاصل ہے۔

تیسرا ملک جس کے تذکرے سے افسانے بھرے پڑے ہیں تھسلی ہے۔ یہاں کے سورماؤں کا جد اعلیٰ ایولوس اور سب سے بڑا معبود پوسیڈون ہے۔ ہم نسب ناموں کو چھوڑ کر ان کے خاص خاص افراد کی شخصیت پر غور کریں گے۔ سب سے پہلے تو ادمیتوس شاہ فیرا کا نام آتا ہے جس کی خدمت خود اپولو نے چرواہے کا بھیس بدل کر کی اور جس کے لیے اس کی بیوی الکیس تس نے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ اس کے بعد پے لیاس شاہ یولکوس کو لیجیے جس کی اور یاسون کی باہمی منافرت کی وجہ سے ہی جہاز آرگو کی مہم سر ہوئی۔ ہم دیوؤں پریوں کے قصے کہانیوں میں دیکھتے ہیں کہ جب کسی کو دوسرے کا استیصال منظور ہوتا ہے اور اُس کے قتل میں وہ اپنے ہاتھ ملوث کرنا پسند نہیں کرتا تو اُسے ایسے کام کرنے کا حکم دیا جاتا ہے جس سے اُس کی زندگی معرض خطر میں پڑ جائے۔ اور بجنسہٖ یہی پے لیاس کرتا ہے۔

"سنہری اون" کے قصے کے بعد گویا پریوں کی کہانی ہمیں سنائی جاتی ہے اور ہمیں یاد کرایا جاتا ہے کہ پے لیاس کی لڑکیوں نے مدیا نا کے دوبارہ کے کہنے سے اپنے باپ کو از سر نو جوان کرنے کے لیے زندہ اُبال دیا حقیقت امر یہ ہے کہ یہ اس پرانے قصے کی گویا ایک نئی شکل ہے جس کے بموجب غسل دینے کے بعد عہد شباب دوبارہ نمودار ہو جاتا ہے۔ تیسرا قصہ اتھاماس کا ہے جو شہر ہالوس کا مالک تھا اور جسکا مکان اورخومینوس واقع بیوتیہ میں بھی تھا۔ وہ اپنی بیوی نیفلے کو طلاق دے کر اینو کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے اور یہ نئی بیوی اپنی سوتیلی اولاد فرکسوس اور ہیلا کے ساتھ بُرا سلوک کرتی ہے۔ عین اُس وقت جب قریب ہے کہ فرکسوس قربانی کے گھاٹ اتارا جائے نیفلے اُسے بچا لیتی ہے اور بھائی بہن طلائی بھیڑے پر سوار ہو کر کولکس چل دیتے ہیں، لیکن ہیلا راستے میں ڈوب کر مر جاتی ہے اور اُسی کے نام پر یورپ اور ایشیا کے درمیانی آبنائے کا نام ہیلس پونت پڑ جاتا ہے۔ اتھاماس کو اپنے کردار کی سزا بہت جلد مل جاتی ہے۔ وہ فاتر العقل ہو کر اینو کا تعاقب کرتا ہے جو سمندر میں کود پڑتی ہے اور فوراً ہی لیوکوتھیا دیبی کا جنم لے لیتی ہے؛ اسی طرح اس کا بیٹا میلی کرتس بھی حیات ابدی حاصل کر کے کورنتھیوں کا معبود پالے مون بن جاتا ہے؛ اور گو ہالوس میں اتھاماس کی پوجا ہونے لگتی ہے لیکن اُس کی جو اولاد وہاں آباد ہوتی ہے ان کی گردن میں ہمیشہ کیلیے لعنت کا طوق پڑ جاتا ہے یعنی یہ قاعدہ مقرر کر دیا جاتا ہے کہ وہ پری تانیوم میں داخل ہوں تو انھیں فوراً زیوس لافیس تھیوس کی قربان گاہ پر چڑھا دیا جائے۔ بیوتی روایات کے بموجب فرکسوس کورونیہ کے قریب کوہ لافیس تھیوس پر قربان چڑھایا گیا۔ ہالوس اور کورونیہ کے درمیان ایک اور تعلق اس واقعے سے پیدا ہوتا ہے کہ اتھینے اتونیہ کی پوجا اتالوس کے قریب اتون اور کورونیہ دونوں مقامات پر رہتی تھی۔ اسی طرح قنطوروں اور لاپی تھیوں کے افسانے بھی تھسلی سے ہی تعلق ہیں

باب ۱

یہ دیو ہیں جو پہاڑی جنگلوں میں رہتے ہیں،؛ اور انھیں میں سے ایک دیو یعنی خیرون قرب وجوار سے جنگلی مفردات کی ماہیت سیکھ کر ایک نہایت قابل طبیب بن جاتا ہے؛ قنطوروں کا مسکن تشیبی پے نیوس کے کنارے پر گیرتون اور ایلاتیہ کے قرب وجوار میں تھا۔ ان روایات کے علاوہ پے لیون، اوسا، اور اولمپوس جن کا تذکرہ بارہا افسانوں میں پڑھنے میں آتا ہے، سب کے سب تھسلی میں ہی واقع ہیں۔ پے نیوس کے کنارے پر رہنے والے کوہ اولمپوس کی چوٹی کو (جس پر ابر ہمیشہ سایہ کئے رہتا تھا) اپنے معبودوں کا مسکن سمجھتے تھے اسی طرح اکی لیس کا افسانہ بھی تھسلی کا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس کا باپ پے لیوس ایاکوس کا بیٹا اور تیلاموں کا بھائی مشہور تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکی لیس آئی گینا سے آیا ہوگا، لیکن فی الحقیقت اُس سے آئی گینا سے کوئی نسبت نہیں ہے، اور اس ظاہری تعلق سے صرف یہ پتا چلتا ہے کہ نسب نگار نہایت بے پروائی سے نسب نامے مرتب کرتے تھے۔ پے لیوس اور پے لیاس دونوں ناموں سے کوہ پے لیون اور تھسلی کے قریب کا پتا چلتا ہے اور جب اکی لیس اور ایاکس میں رشتہ پیدا کیا گیا تو یہ بتانا ضروری معلوم ہوا کہ پے لیوس آئی گینا سے تھسلی آیا تھا۔ اگر ایک سورما کے ایک مقام سے (جس سے اُس کا کوئی تعلق نہ سمجھا جائے) ایک دوسرے مقام کو (جہاں کا اُسے باشندہ بتایا جائے) آنے کی ضرورت پیش آتی تو اُس کے جانے کا بہترین عذر جلاوطنی ہو سکتا تھا[1] اس لیے اب ضروری تھا کہ پے لیوس کے سر اپنے بھائی فوکوس کے

[1] و، کلائن نے اپنے مضمون "تاریخ نقاشی یونان کے بعض مسائل" در روئداد آثاریات آسٹریا ہنگری جلد ۱۱، وائنا ۱۸۸۰ء صفحہ ۲۰۷ (W Klein: Studien Zur griechischen Malergeschichte, I. Archaeolepigraph. Mittheil. aus Oesterreich Ungarn Wien) میں یہ دکھایا گیا ہے جلاوطنی کا یہ طریقہ نقاشی کی تاریخ میں بھی ایک اہم عنصر بن گیا۔ اس واقعے کی توجیہ کہ نقاش چار دانگ عالم میں کیسے پھیل گئے اور فنون لطیفہ کی توسیع کس طرح ہوئی، افسانوں سے ہوتی ہے۔ مثلاً دیو مے نوس اور

باب۵

قتل کا الزام تھوپ کر اُسے جلا وطن کرا دیا جاے۔ پے لیوس ایک عورت کیساتھ جو میرمیدون کی اولاد سے تھی، نکاح کر کے فیتوتس کے ایک حصے کا بادشاہ بن جاتا ہے اور تھے تس کے بطن سے اُس کا ایک بیٹا اکی لیس پیدا ہوتا ہے۔ ہمیں یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ تھسلی کے ان حصوں کا جو وسطی یونان اور سمندر کے قرب میں واقع ہیں، افسانوں میں نہایت نمایاں ذکر ہے، اور چونکہ لاپی تھے سرحد کے قریب رہتے تھے اس لیے اُنھیں نیم وحشی بنا دیا گیا ہے۔[۵۳] دیگر یونانی اضلاع میں تھبز، آرگوس اور تھسلی کی طرح افسانوں کی کثرت نہیں پائی جاتی۔ زمانۂ مابعد میں شہر کورنتھ میں جو تجارت کی منڈی تھی، سسی فوس کو عیاری اور فریب مجسم کا جامہ پہنایا اور اُسے مکار اودے سیوس کا جدِ اعلیٰ بنایا۔ مے دیا کی زندگی کے آخری ایام بھی کورنتھ ہی میں بسر ہوئے، اور بیلے رو فون بھی اسی شہر میں پیدا ہوا، جس کی وجہ سے کورنتھیوں نے اپنے سکوں پر پیگاسوس کی شبیہ کندہ کی۔ ہم اوپر پڑھ چکے ہیں کہ اتھاماس کا خاتمہ کورنتھ ہی میں ہوتا ہے۔ کورنتھی اراضی کا رقبہ اس قدر مختصر ہونے کے باوجود اُس کے افسانوں کا ممالک غیر سے اتنا تعلق اس وجہ سے ہے کہ وہ ایک تجارتی منڈی تھی اور ہر چہار طرف سے اُس میں سوداگر اور تجار آتے جاتے تھے۔

اٹیکا کے افسانوں میں بہت سے امور کا بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔ جب ایتھنز مشہور آفاق ہوا تو وہاں کے شاعروں اور شارحوں نے مقامی افسانوں کی تزئین اور مبالغہ آمیزی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی اور اُن کے زمانے میں انسانی ہمدردی اور شائستگی جو ایتھنزیوں کا گویا حصہ ہو گئی تھی اسے عہد قدیم کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ سکی لس سکیون سے یوخائروس، یوگراموس، دیولیوس، اور ایکفانتوس کیپسلوس سے اٹلی بھاگ گئے اور وہیں اپنے فن کی مشق جاری رکھی۔

۵۳ تھسلی کے افسانوں کے لیے پ، مونسو کا مضمون "تھسلی کے افسانے اور تاریخ" "جدیدہ مطالعات یونان"، جلد ا صفحہ ۲۲۹ میں دیکھنا چاہیئے (P. Monceaux. Lalegende et l' histoire en Thessalie (Rovue des etudes greerues)

باب ۵

افسانوں میں شامل کر دیا گیا ہے[۵] شاعرانہ اعتبار سے ضرور ان افسانوں میں بہت سا بکار آمد مواد موجود ہو، لیکن ان سے اٹیکا کی ابتدائی تاریخ یا اسکے قدیم تمدن کا بہت کم پتا چلتا ہے۔

ابتدائی عہد میں اٹیکا کے دو سیاسی مرکز تھے، ایک ایتھنز اور دوسرا الیوسس۔ ان میں سے الیوسس سے تو دیمیتر کے افسانے کو تعلق ہے لیکن ایتھنز میں تھے سیوس کی آمد تک صرف ایرک تیوس، کیکروپس (جس کے پیر سانپ کے سے تھے)، اور پاندیون کی بیٹیوں یعنی پروکنے اور فیلومیلا کے قصوں ہی کی کچھ وقعت ہے۔ یونانی افسانوں میں تھے سیوس کو ایک خاص وقعت حاصل ہے، لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ اس کا ایک بہت بڑا حصہ زمانۂ مابعد کی ترتیب و تنظیم کا نتیجہ ہے تاکہ ایکطرف تو ایتھنز کی شان بڑھائی جائے اور دوسرے ہرقل کی محیر العقول جانبازیوں کی مماثلت پیدا ہو جائے۔ اس کی پیدائش کا قصہ اس قدر عجیب و غریب ہے کہ بنسبت اٹیکا کے شاہی خاندان کے ایک رکن کے اس میں دیوتا کی سی شان پائی جاتی ہے۔ اس کا باپ ائی گیوس ہے جو دراصل پوسیڈون کا گویا جواب ہے۔ اسکی سوانح عمری میں سب سے زیادہ قابل غور امیزنون کی جنگ ہے جو لڑتے لڑتے برابر اٹیکا تک پہنچ گئیں جہاں اس نے انھیں آخر کار شکست دے دی؛ اگر اس قصے میں ذرہ برابر حقیقت مضمر ہے تو اس کے صرف یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ یوجا کے بعض مشرقی طریقے اٹیکا تک پہنچ گئے لیکن وہاں زیادہ دن قائم نہ رہ سکے۔ اسی طرح تھے سیوس اور کریٹ کے باہمی تعلقات دیدے دالوس کے افسانے سے سمجھ میں آسکتے ہیں جس نے اٹیکا سے آکر کریٹ میں بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ دور اولین میں ایتھنز نے کوئی فنی امتیاز پیدا نہیں کیا تو ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اس کے بھی خواہ اس ضمن میں بھی اُس کی تاریخ رنگنے کے مشتاق تھے

---

[۵] ایتھنزیوں کی انسانی ہمدردی کا پتا ایدی پوس کی موت سے جو اورس تیس کے کفارے کے لیے پیش آئی، اور تھے سیوس کے تھبزیوں کو اپنی لاشیں جلانے پر مجبور کرنے سے لگتا ہے۔

باب ۱

اور اس مقصد کے حصول کی غرض سے انھوں نے افسانے کو توڑ مروڑ دیا۔ میں مطابقت پیدا کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا۔ دور رزمیہ کے اختتام پر تھیسیوس کی اولاد کی بجائے نے لیوس کی اولاد تخت پر جلوہ افروز نظر آتی ہے، لیکن یہ مطلق نہیں کہا جا سکتا کہ اس خاندان کا پیلوپونیزی ہونا کہاں تک حقیقت پر مبنی ہے۔ تاریخ یونان کے اہم ترین واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اٹیکا اور خاصکر شہر ایتھنز کا اتھینا دیبی سے گہرا تعلق تھا جو دیگر بلدیات اور دیگر معبودوں کے باہمی تعلق سے کہیں زیادہ عمیق تھا۔ لیکن ہمیں صرف اس واقعے کا علم ہے اور محض اس سے کوئی ایسا نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا جس سے ایتھنز کی ابتدائی تاریخ یا اس معبودہ کی پوجا پر کوئی خاص روشنی پڑتی ہو۔ افسانے میں بیان کیا گیا ہے کہ ایتھنز کے فیصلے کے لیئے اتھینا اور پوسئیڈون میں لڑائی ہوئی جس میں اتھینا کو فتح ہوئی۔ اس افسانے میں ایک تاریخی واقعے کا ضرور ذکر ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ خلیج سارون کے ہر چار طرف پوسئیڈون کی پوجا ہوتی تھی اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اتھینا ایتھنز کی مخصوص دیبی تھی، لہذا اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ پوسئیڈون کے پجاریوں نے اتھینا کے پجاریوں کو ہرا دیا، لیکن یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ ان دونوں جنگ جو فریقوں کا آخر نام کیا تھا۔ ممکن ہے کہ مغلوب قوم ایونیائی ہی ہو لیکن پھر یہ سوال اٹھتا ہے کہ وہ کونسی قوم تھی جو اتھینے کی پوجا کو اپنے ساتھ لائی اور اس پوجا سے جو ٹرواے، تھسلی اور ربیوتیہ میں اتھیناکی ہوتی تھی، کوئی خاص تاریخی استدلال کیا جا سکتا ہے؟ ساتھ ہی ایک مشکل یہ بھی ہے کہ تاریخ اٹیکا میں کہیں غالب و مغلوب اقوام میں مطلق کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا؛ آئی تھرا کا باپ ہیتھیوس ساکن ٹرواے پیلوپس کا بیٹا ہے، تو پھر کیا ایونیائی اور پیلوپیسی ایک خاص مفہوم کے اعتبار سے ہم معنے الفاظ ہوئے؟ حقیقت یہ ہے کہ واقعات ماضیہ پر ایک ایسا پردہ پڑا ہے کہ اس کی وجہ سے اُس کا خاکہ تک نہایت دھندلا

باب ۱

نظر آتا ہے ؂۵۵

رزمیہ نسب ناموں میں جزیرۂ آئی گینا کا جو تذکرہ ہے وہ بھی کچھ کم عظمت نہیں رکھتا۔ بحری پری آئی گینا سکیون کے دریائی معبود اسوپوس کی بیٹی تھی* اور پیتروکلوس اُس کے بیٹے کا (جو انسان تھا) بیٹا تھا۔ آئی گینا کا تعلق زیوس دیوتا سے بھی تھا جس سے ایاکوس پیدا ہوا جو بنی نوع انسان میں سب سے متقی اور پرہیزگار تھا، اور اسی ایاکوس کے لیے چیونٹیوں کی

؂۵۵ ایون کے متعلق جو کچھ معلومات حاصل ہیں وہ سب زمانہ مابعد کے اختراعات ہیں اور ان میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ ایونیائیوں کے قومی مورثوں کے قصے گھڑے جائیں۔ اٹیکا کے افسانوں کا ذخیرہ دراصل یونانی افسانوں کے اس عظیم الشان دریا سے علیحدہ ہے جس نے تھسلی، بیوتیہ کے جنوب و مشرقی اور پیلوپونیز کے شمال و مشرقی اضلاع کو سیراب کیا ہے:

* اسوپوس (دریائی معبود)

زیوس (دیوتا) = آئی گینا (دریائی پری) = اکتور

ایاکوس (انسان)　　مے نوئے تیوس = ستھے نے لے (انسان)

پے لیوس　　تیلامون　　فوکوس

پتروکلوس

(نسب نامہ مرتبہ مترجم اردو)

قلب ماہیت کرکے میرمدون قوم پیدا کی گئی۔ ایاکوس کے دو بیٹے مسمی پے لیوس اور تیلامون تھے، لیکن اخلاق و اوصاف میں وہ اپنے باپ سے بالکل متغائر تھے اور وہ اپنے سوتیلے) بھائی کو قتل کرکے اپنا مسکن چھوڑ کر بھاگ گئے۔ تیلامون تو جزیرۂ سالامس چلا گیا اور اُس کے دو بیٹے ایاکس اور تیوکر پیدا ہوئے، تیوکر نے جزیرۂ قبرس میں شہر سالامس آباد کیا؛ دوسرے بھائی پے لیوس نے سسلی میں پناہ لی۔ افسانوں میں اکی لیس اور نیو بطلیموس کا نام بھی نہایت ممتاز ہے لیکن اُن کے حالات اس جگہ بیان نہیں کئے جاسکتے؛ صرف اس قدر تذکرہ کافی ہوگا کہ زمانۂ مابعد کے مولوسیون کے بادشاہ، جن میں سے ایک مشہور آفاق پرُمصوس شاہ ایپائروس تھا، نیو بطلیموس کی اولاد ہونے کے مدعی تھے:

لقونیہ اور مسینیہ سے لیدا کے افسانے کی ابتدا ہوتی ہے۔ بلاشبہہ یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اصل میں لیدا کا مسکن کالی دون تھا اور اسی مقام پر اُس سے تین داریوس نے (جسے لقونیہ سے نکال دیا تھا) نکاح کرلیا۔ لیکن ہم ان نسب سازوں کے ہتھکنڈوں سے خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ لیدا کے بیٹے تین داریوسی دیوسکوری یعنی کاسٹور اور پولکس ہیں جو ابتدا میں الوہیت نما ہستیاں تھیں، اور مختلف طریقوں سے انسانوں کی تقدیریں دخیل ہوتی تھیں؛ نیز اُن کا تعلق خاص طور پر لقونیہ کے ساتھ تھا۔ اُدھر مسینیہ میں راداس اور لینکیوس کا ایک اور توام جوڑا نظر آتا ہے اور یہ دونوں آخرکار کاسٹور اور پولکس کے ہاتھوں قتل ہوتے ہیں۔ یہ ہے در اصل وہ افسانہ آمیز جامہ جو لقونیہ اور مسینیہ کے تنازع اور جنگہائے مسینیہ کو ان تاریخی واقعات سے سیکڑوں سال پیشتر پہنایا گیا ہے۔ لیدا کی بیٹیاں کلی تم نسترا اور مشہور آفاق ہیلین ہیں جنمیں سے ہیلین بھی ابتدا میں ایک دیبی تھی؛ لقونیہ کے بعد ہمسایہ آرکیڈیا کو لیجیے؛ یہاں کے بلدیات میں تگیا اور اسپارٹا کے جو باہمی تعلقات تھے انھیں تین داریوس کی بیٹی تماندرا اور اخےموس شاہ تگیا کے باہمی مناکحت کے قصے کے ذریعے سے ظاہر کیا گیا ہے؛ اور خود آرکیڈیا کے مختلف قصبات اور بلدیات کا باہمی تعلق نسب ناموں کے ذریعے سے پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ ملک کے ابتدائی اتحاد و اتفاق کا

کافی و وافی ثبوت بہم پہنچ جائے؛ ان افسانوں میں سے اکثر و بیشتر ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور ہم انھیں مطلق کوئی تاریخی وقعت نہیں دے سکتے۔ ساتھ ہی ہم یہ کہنے پر بھی مجبور ہیں کہ ان میں سے اکثر اشخاص کی ترکیب میں ایک خاص شاعرانہ انداز پایا جاتا ہے۔ ہرقل کا بیٹا **تیلے فوس**، جسے اکی لیس نے اپنے نیزے سے زخمی بھی کر دیا اور اچھا بھی کر دیا، آرکیڈیا کا ہی باشندہ ہے؛ **پان دیوتا** اور آرکیڈیا کے پہاڑی مناظر میں ایک خاص تطابق پایا جاتا ہے، اسی طرح **استیکس** بھی ایک برفانی چشمہ ہے جو ارداانیہ کے زنجیرے سے برآمد ہو کر ایک آبشار کی شکل میں نیچے وادی میں گرتا ہے۔ آرکیڈیا پر **زیوس** دیوتا کی حکومت تھی۔

آرکیڈیا کے جنوب و مغرب میں **پیلوس** واقع ہے۔ یہ مقام "سفید مو" نسطور کی وجہ سے مشہور ہو گیا جو **تھسلی** کے رہنے والے **نے لیوس** کا بیٹا تھا۔ اُس کی اولاد جا کر **ایتھنز** میں حکمراں ہو گئی اور وہاں سے اُسنے ایشیائے کوچک کی ایونیائی نوآبادیوں کی رہبری کے فرائض انجام دیئے۔

نسب سازوں کے نظریئے کے مطابق **ایلس** کے افسانے دراصل **تھسلی** کے قصوں کی ہی شاخیں ہیں اور ان دونوں سلسلوں کے درمیان **ایتھلیوس** کا واسطہ پیدا کیا جاتا ہے جو تھسلی سے ایلس آتا ہے اور اسی ملک کو اپنا وطن بناتا ہے؛ یہ بالکل صاف ظاہر ہے کہ یہ نام **اولمپیا** کے کھیلوں کی شہرت کے وقت ایجاد ہوا ہوگا مختص القوم جدی سورماؤں میں، جن کا تذکرہ **ایلس** کے نسب ناموں میں کیا گیا ہے اور جن سے ہمیں تاریخی لحاظ سے مطلق کوئی دلچسپی نہیں ہے، ایک **ایتولوس** جو حسب معمول ایک شخص کو قتل کرنے کی پاداش میں جلاوطن کر دیا جاتا ہے اور خلیج **کورنتھ** کو عبور کر کے **کوریتی** قوم پر (جن کا نام وہ اپنے نام کی مناسبت سے **ایتولی** رکھ دیتا ہے) حکومت کرتا ہے۔ **ایلس** پر ہی وہ **اوگیاس** حکمران تھا جس کے اصطبلوں کو **ہرقل** نے دریائے **الفیوس** کے ذریعے سے صاف کیا اور جس نے اس جانبازی کی یادگار میں **اولمپی** جشنوں کی بنیاد رکھی۔ **ایلس** اور **پیزاتس** کی ہمیشہ سے باہمی عداوت چلی آتی تھی اور غالباً پیزاتس کو یہ دعوے تھا کہ اولمپیا کے کھیلوں کی اسی نے بنیاد ڈالی تھی؛ اس تنازع کا پتا اس افسانے سے لگتا ہے کہ یہاں **پیلوپس** نے

باب ۸

اوئے نوماؤس کو رتھوں کی دوڑ میں شکست دے کر اُس کی بیٹی ہپوڈامیا کو اپنی بیوی بنا لیا۔

ایتولیہ کے افسانوں میں ایسے مختص القوم سور ما بہت ملتے ہیں، اور چونکہ دوریانی ترک وطن کے زمانے میں ایتولیوں نے ایلس پر قبضہ کر لیا اور یہ بسا ضروری معلوم ہوا کہ اس قبضے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ مل جائے اس وجہ سے دونوں ممالک کے درمیان فوراً ایک نسبی تعلق پیدا کر دیا گیا۔ ان ایتولی افسانوں میں سب سے دلچسپ میلیاگر کا افسانہ ہے، جب کالی دونی سؤر کو مارنے کے بعد اس نے اپنے ماموں کو ایک جھگڑے کے سلسلے میں قتل کر ڈالا تو اس کی ماں نے اُسے بددعا دی اور جس لکڑی کے ٹکڑے پر اُس کی زندگی کا دارومدار تھا اُسے آگ میں پھینک کر اُس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مشہور شکاری اور دوڑنے والی آتا لانتا کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ کالی دون کا بادشاہ اوئے نیوس ہے جس کی بے پروائی کی وجہ سے اسی ملک کا سؤر اس قدر موذی اور مفسد ہو گیا تھا، ہرقل کی بیوی دیانیرا کا باپ تھا جس نے نادانستہ نسوس کی زہر آلود پوشاک کے ذریعے سے اپنے شوہر کی جان لی۔ اوئے نیوس کی اولاد سے تی دیوس اور دیومدیس بھی ہیں جو اپنی قوت کی وجہ سے مشہور تھے۔ اس ضلع کا مشہور دریا اخے لاؤس مغربی یونانیوں بلکہ تمام یونانیوں کے لیے جملہ دریاؤں کا دیوتا بنا دیا گیا۔

اب ہم اپنی توجہ بحیرۂ ایجین کے چند جزیروں اور اقلیم ایشیا کے چند حصوں کی طرف مبذول کرتے ہیں۔ زیوس کریٹ کے پہاڑی جزیرے کا حکمراں تھا، اور یہاں ہم اُس کے اور یوروپا کے بیٹوں یعنی منوس، رھادامانتھوس اور سارپیدون سے دوچار ہوتے ہیں؛ ان میں سے رھادامانتھوس انصاف میں مشہور ہے، سارپیدون لسیہ چلا جاتا ہے، منوس اپنے باپ کا ایک وفادار بیٹا ہے اور اُس کی دور دور از مقامات میں عزت کی جاتی ہے: وہ میگارا کے بادشاہ نسوس اور ایتھنز کے بادشاہ اے گیوس کو (جس کے خلاف وہ اپنے بیٹے اندروگیوس کی موت کی وجہ سے برافروختہ ہو گیا تھا) شکست دے کر آخر میں اٹلی اور سسلی چلا جاتا ہے جہاں اُس کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اسکے علاوہ پاسیفے،

باب ۸

مینوتور، لابیرنتھ اور اریادنے کے قصے ناظرین کو معلوم ہی ہوں گے اور ان کا اعادہ فضول ہے۔ کریٹی افسانوں کا رھوڈس سے یہ تعلق ہے کہ اس پر مینوس کے ایک جانشین التھائے مینس کا قبضہ ہو جاتا ہے جو زیوس اتھابی ریوس کے تجانے کی بنا ڈالتا ہے۔ افسانوں کے مطابق رھوڈس میں دو قومیں آباد تھیں، ایک تو تلکی نیس جو کاریگر تھے؛ اور دوسرے ہیلیاداے، اور ان کے علاوہ مصر، فنیقیہ اور تھسلی کے تارکان وطن بھی یہاں پائے جاتے تھے۔ چونکہ یہ جزیرہ ایشیائے کوچک کے جنوب ومغربی کنارے پر مشرق اور مغرب کی گویا عین سرحد پر واقع ہے اس واسطے اس کے سواحل پر مختلف اقوام نے ضرور اپنا اثر ڈالا ہو گا۔ جزیرۂ ساموتھریس چند پوشیدہ معبودوں کا مسکن تھا جن کی وجہ سے یہاں یونان کے مذہبی اسرار کا آغاز ہوا؛ جزیرۂ لیمنوس اس لیے مشہور ہے کہ اسی میں ہیفائس توس زمین پر گرا[۵۶] ٹروائے کے افسانوں کا ہر شخص کو علم ہے؛ اور اکائیائی اور پریام کی طرح ہرقل اور لاؤمیدون میں بھی لڑائی ہوئی۔ لدیہ میں دیوتاؤں نے تنتالوس کے غرور اور نیوبے کی نخوت کی طرف توجہ کر کے ایک کا تو انصاف کیا اور دوسرے کو سخت سزا کا مستوجب قرار دیا، اور ہم آج بھی چٹان میں اس شبیہ کا ملاحظہ کر سکتے ہیں جسے یونانی غمگین ورنجیدہ نیوبے کی تصویر سمجھے ہوئے تھے۔ لسیہ میں سارپیدون اور گلاؤکوس رہتے تھے جو ایک معزز قوم کے قابل سپوت تھے:

رزمیہ دور کی پوری قوت کا مرکز ہرقل کی جانبازیاں ہیں، اور مقامی تخیلات کا اثر ان پر بہ نسبت مفصلۂ بالا افسانوں کے کم پڑا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی فنیقی گئے انھوں نے اپنے معبود ملکارث کی پوجا کو رواج دیا اور درحقیقت یہی ہرقل کے افسانوں کی بنا ہے۔ اس دیوتا کو (جس میں آفتاب پرستی کی جھلک صاف نظر آتی ہے) ایک ملک سے دوسرے ملک میں لا بٹھانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہرقل جگہ جگہ پھرتا اور دوسروں کے لیے جان پر کھیلتا نظر آتا ہے۔ اس طرح اس کی حیثیت

---

۵۶. شائد لیمنوس کا لنگڑا شخص فیلوک تے تیس لنگڑے ہیفائس توس کا ہی ایک مثنیٰ ہے۔

باب۲

ایک ناقابل مدافعت دیو کی سی ہو جاتی ہے جو کم و بیش خوش خلق ہے، دوسروں کی مدد کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے، اور جس کی قوت و جبروت کا بعض مرتبہ بالکل غلط استعمال کیا جاتا ہے، اور چونکہ اُس کی ضروریات عام بنی نوع انسان کی ضروریات سے مختلف ہیں اس لیئے اکثر ہمارے نزدیک اس کی حرکات قابل مزاح ہوتی ہیں اور اس کے بعض قصوں میں جگہ جگہ مسخرے پن کا عنصر پایا جاتا ہے؛

جب ہم یونانی ادبیات کے سلسلے میں مختلف یونانی اضلاع کے مقامی افسانوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ بجائے اپنی مقامی اور بے تعلق حیثیت قائم رکھنے کے ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہم نے متعدد مرتبہ اس طریقے کا ذکر کیا ہے جو مختلف نساب ان افسانوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے لیے اختیار کرتے ہیں؛ یا تو سورماؤں پر طرح طرح کی سختیاں کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے جنم بھوم میں ہمیشہ افسردہ خاطر رہتے ہیں ورنہ وہ اپنے وطن میں غضبناک نظر آتے ہیں اور طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، بہرحال آخر کار وہ اپنے گھروں سے نکال دیے جاتے ہیں اور ایسے مقامات پر دہیج جاتے ہیں جہاں اُن کی جاں بازیاں ظہور پذیر ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی طریقے ایسے ہیں جہاں جگہ جگہ کے سورما ایک ہی مقام پر مجتمع ہو جاتے ہیں مثلاً یہ ممکن ہے کہ انھیں کوئی ایسا کام درپیش ہو جس کا کسی مذہبی رسم یا سنجیدہ کاروبار سے تعلق ہو جیسے کوئی جنازہ یا شادی کی رسم یا شکار، جنگ، اور دور و دراز مقامات کا سفر۔ کالی ڈون کے سور کا شکار اور تھیبز کی جنگوں کا بیان اس سے پہلے ہی آچکا ہے؛

اب دو بڑے واقعے اور باقی ہیں یعنی آرگوناٹوں کا سفر اور ٹروائے کی لڑائی؛

کتاب اوڈیسی سے معلوم ہوتا ہے کہ از منۂ قدیمہ میں ہی جہاز آرگو کا سفر مشہور تھا۔ اس کشتی کے ملاح اسے اس بعید اور نامعلوم مقام کو لے جانا چاہتے تھے جہاں سنہری اون رکھا تھا، اور اُس کے مطالعے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ابتدا میں تو اس قصے میں محض فطری ہیولات کا تذکرہ ہوگا لیکن رفتہ رفتہ امتداد زمانہ سے اُس نے جغرافی حیثیت اختیار کر لی اور رفتہ رفتہ اُس میں تقریباً ہر ایک جاں بازی کا قصہ اس میں مدغم کر لیا گیا۔ سنہری اون ائیٹیوں کے ملک میں تھا جس کے متعلق مشرق اقصیٰ میں واقع ہونے کا گمان تھا؛ اس سمت میں صرف ایک ہی سمندر یعنی بحیرہ افشین ایسا تھا جس کی بابت

باب۵

یونانیوں کو بتدریج معلومات حاصل ہوگئیں، اس لیے ائے تی قوم کا ملک اسی کے کنارے پر قرار پایا، اور اس سمندر کے ساحلی بلدیات آرگو کے حالات سے بھر گئے۔ لیکن اب مغربی یونانیوں کی یہ خواہش ہوئی کہ وہ بھی آرگوناٹون کی جاں بازیوں میں شامل ہو جائیں، چنانچہ یہ کام کشتی کی واپسی کے زمانے تک ملتوی رکھا گیا۔ فرض کیجیے کہ کوئی شخص بحیرۂ ایجین سے کترا کر بحیرۂ اسود سے افریقہ جانا چاہے تو اُسے ایک خیالی راستے پر ہو کر گزرنا پڑے گا، اس لیے آرگو کو کوئی بندرگاہ بھی مل سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ یونانیوں کے بزرگ ترین سورما اس سفر میں شریک ہو جاتے ہیں، لیکن اس میں یاسون ہی سب سے زیادہ صعوبتیں جھیلتا ہے اور باقی سورماؤں کی حیثیت رہبر کی نہیں بلکہ محض زینت اور زیور کی سی ہے۔ جزیرۂ لیمنوس کے باشندوں کو آرگوناٹون کی اولاد سمجھا جاتا تھا اور چونکہ اکثر ملاح سورما منیائی قوم کے افراد تھے اس لیے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ قوم جزیرۂ لیمنوس پر آباد تھی، نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ منیائی فن جہازرانی میں مہارت رکھتے تھے، اور اس کی تصدیق کالوریا کے بحری اتحاد میں اورخومینوس کی شرکت سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس آرگوناٹی افسانوں سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ شہر یولکوس کے منیائیوں نے جہازرانی کے فن میں کوئی معتدبہ مدد پہنچائی اس لیے کہ اس نظریے کا ثبوت ارگو کے سفر سے دیا جاتا ہے، اور اس کی جغرافی وقعت دراصل اس افسانے کی توسیع کا نتیجہ ہے۔

ان تمام افسانوں سے زیادہ نمایاں اور اس دور کا سب سے درخشاں اور ممتاز واقعہ جنگ ٹرواۓ اور اس سے پیشتر اور بعد کے واقعات ہیں؛ اگر غایر نظر ڈالی جائے تو کالی دون کے سور کا قصہ محض ایک شکاری جاں بازی کے واقعات سے مملو تھا، آرگو کے افسانے کی ایک سفرنامے سے زیادہ وقعت نہ تھی، اور گو تھبز پر فوج کشی کا قصہ ایک لڑائی کا تذکرہ تھا لیکن وہ لڑائی سرزمین یونان ہی میں ہوئی تھی؛ ان سب کے برعکس ٹرواۓ کا افسانہ ایک ایسی جنگ کی کہانی ہے جو ایک دور دراز شہر کے خلاف سر ہوئی ہے، اور جس کے لیے بڑی بڑی تیاریاں کی جاتی ہیں اور جب فوجیں واپس آتی ہیں تو آرگو کے ملاحوں کی طرح انھیں بھی اپنی جاں بازیاں تماشاگاہ یونان پر لانے کا موقع مل جاتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اس میں ان تمام افسانوں سے زیادہ مواد بھرا ہوا ہے اور وہ

حالات (مثلاً جدال و قتال، سیر و سیاحت کے عجیب و غریب اور نادر واقعات) بیان کیے گئے ہیں، جن کے سننے کی اہل یونان کو خواہش تھی۔ اس مقام پر ہمارا مقصود جنگ ٹروائے کے مفصل واقعات بیان کرنا نہیں ہے؛ کون ایسا ہے جو اکیلیس کے غصے، ہیکٹور اور پارس کی جاں بازیوں، شہر ٹروائے کی تاراجی، سفر و اپسین کے حالات اور مراجعت وطن کے قصوں سے واقف نہیں؟ یہ ہمارے لیے نہایت سرور انگیز اور مسرت فزا ہوگا اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے ان اشعار میں سے کسی کی بنیاد واقعات پر ہے یا نہیں، اور اگر بالفرض ان واقعات کے بیان میں بے حد و نہایت مبالغہ آمیزی بھی ہوئی ہو پھر بھی ہمارے لیے یہ معلومات کارآمد ہوگی۔ ابھی تو یہ بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ آیا فی الواقع یونانیوں نے ٹروپائیوں کے خلاف کوئی مہم سر کی بھی یا نہیں۔ یہ بلاشبہہ یونانی نسبتہً آسانی کے ساتھ ٹروائے پہنچ سکتے تھے اور یہ ممکن ہے کہ ان میں باہمی آویزش ہوئی ہو، لیکن اس آویزش کا سبب دریافت کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ لڑائیوں کی ابتدا ہمیشہ ہمسایوں سے ہوا کرتی ہے، اور ٹروپائی اور یونانی اقوام ایک دوسرے سے دور رہتی تھیں۔ اگر مصر اور ایشیائی اقوام کے باہمی جنگ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جھگڑے کی ابتدا بھی ہمسایہ اقوام سے ہی ہوئی اور دیگر قومیں اس میں بھی بعد میں شامل ہو گئیں؛ ٹروپائی جنگ کی ابتدا کے لیے بھی اسی قسم کے اسباب کی تلاش کی ضرورت ہے، اور اگر یہ اسباب معلوم ہو جائیں تو پھر ہم یہ کہنے پر حق بجانب ہوں گے کہ افسانہ سازوں نے صرف یہ کیا کہ جنگ کی ابتدا بجائے ہمسایوں کے بعید الفاصلہ حلیفوں کے ہاتھ کرائی۔ اسکے برعکس اگر ہم واقعات ٹروائے کی تاریخی صداقت ہی سے منحرف ہو جائیں تو ہمیں اس مفروضے کے سایے میں پناہ لینی پڑے گی کہ اس قصے میں دراصل ان تنازعات کی پیش بندی کی گئی ہے جو ایولیائی ترک وطن کے زمانے میں دونوں قوموں کے درمیان پیش آئے ہوں گے؛ لیکن اس میں مشکل یہ پیش آئے گی کہ ہمیں ایسے واقعات کا مطلق علم نہیں ہے جن کی بنا پر ہم یہ کہہ سکیں کہ عین اس دور میں ٹروائے کو کوئی خاص عظمت حاصل تھی، یا یہ کہ اس کی تسخیر بمشکل تمام ہوئی، بلکہ غالباً دوریائی ترک وطن سے پہلے ہی یہ شہر بھی میکینائی کی طرح اہم ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس تمام افسانے کی بنیاد

باب ۱

محض دثنیات پر ہی ہو، پیٹرسن نے اپنی کتاب "دثنیات یونان" میں یہ قیاس کیا ہے کہ ہیلن کی نزنا بالجبر اور اُس کی واپسی در اصل زرین اون کے حصول کی مترادف ہو گی، اس کے بعد صرف یہ دریافت کرنا باقی رہ جائے گا کہ آخر یہ افسانہ خاص طور پر ٹرواے کے ملک سے کیوں وابستہ کیا گیا۔ اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ بعض دیبیوں، مثلاً افرودیت کی پوجا سے (جو ہیلن ہی کی شخصیت میں مضمر تھی) جو روایت کے بموجب ایشیائے کوچک کے کسی حصے سے وابستہ کی جاتی ہوں، افسانہ سازوں کے دماغ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس مقام کو جس پر کھنڈروں کا ایک لاثانی مجموعہ ہے، ایک بے مثال سلسلۂ قصص سے مزین کیا جائے۔ شلی مان نے حال میں اس امر کا ثبوت دیا ہے کہ ٹرواے کے تاریخی وقار سے قدما بھی واقف تھے، اور اس سے اس مفروضے کو اور بھی قوت پہنچ جاتی ہے۔

جنگ ٹرواے کے متعلق جو افسانے ہیں اُن کا ایک دلچسپ ذخیرہ مراجعت وطن کے قصوں پر مشتمل ہے جنکے ذریعے سے اگے میم نون اور اودے سیوس کی جاں بازیاں ممتاز و غیر فانی ہیں۔ ان دونوں میں بہت کچھ اخلاقی تباین پایا جاتا ہے اور عورتوں میں اُن کے مترادف کلی تم نسترا اور پینے لوپے کی شخصیتیں ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ اودیسی ان کہانیوں کا مجموعہ ہے جو مغربی سمندروں کی بابت مشہور تھیں اور جو آدم خوروں کے قصوں کی طرح زبان زد خاص و عام تھیں۔

یونان کا وثنی دور جنگ ٹرواے کے سورماؤں کی اولاد مثلاً تیلے ماخوس اور اورس تیس پر ختم ہو جاتا ہے اور انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے نقالوں کے لیے بہت کچھ مواد مہیا کیا ہے۔ اس دور کے بعد ایک عہد مظلمہ کی ابتدا ہوتی ہے جسمیں سلسلہ قائم کرنے کیلیے نسب سازوں نے طرح طرح کے ناموں سے خلا کو پُر کرنیکی کوشش کی ہے۔[۱]

---

[۱] اس باب کیلیے وثنیات یونان کی مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ گروٹ: تاریخ یونان جلد اول (Grote. History of Greece vol.I) برسیان: جغرافیۂ یونان (Bursian Gr. Geography)، نیز یونانی اضلاع پر جو تصانیف ہیں، خاصکر کرتیوس کی کتاب پیلوپونیز (Curtius. Peloponese) ان کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ ٹرواے کے فیصلے کیلیے ایک لڑائی لڑی گئی ہو۔ ایسی صورت میں یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ جو شخص ایشیا میں اس

باب یازدہم

یونانیوں کا مذہب

ارض یونان میں آکر آباد ہونے سے دوریانی حملے تک یونانیوں نے بہت کچھ مادی ترقی کرلی، اور ان صدیوں کے اثنا میں وہ نہ صرف ایشیائی اور مصری فنون سے آگاہ ہوگئے بلکہ خود بھی فنون لطیفہ میں بہت کچھ آگے بڑھ گئے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فنی ترقی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ قوم تہذیب اور شائستگی کے ایک خاص پائے تک نہ پہنچ جائے۔ یونانی ابتدا میں خواہ کسی راستے سے بھی ارض یونان میں آئے ہوں، ان میں اور اُن کے ایشیائی بھائی بندوں کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ برابر قائم رہا اور وہ ایسی تحریکات سے برابر متاثر ہوتے رہے جن سے اُن کا ذہنی دائرہ وسیع تر ہوگیا؛ ساتھ ہی اس میں بھی شبہ نہیں کہ ان فنیقیوں کا بھی ان پر اثر پڑا ہوگا جو آکر اُن کے ساحلوں پر لنگر انداز ہوئے۔ ان اثرات کی وجہ سے یونانیوں کی زندگی میں ایک قسم کا تنوع پیدا ہوگیا اور وہ پہلے سے کہیں زیادہ مکمل ہوگئی۔ لیکن یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ بیرونی اثرات سے کسی شعبۂ حیات میں اس قدر تبدیلی پیدا نہیں ہوئی جتنی مذہب میں، اور یہاں اس ضمن میں ایک امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے، وہ یہ کہ روئے زمین پر یونانیوں سے زیادہ کسی قوم کے مذہب کو چند خاص اصول کے تحت ترتیب دینا مشکل نہیں نہ مذہبی عقائد میں اس قدر متضاد اجزا پائے جاتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ یونانیوں میں ایسا کوئی طبقہ نہیں تھا جسے مذہبی معاملات میں ناطق احکام صادر کرنے کا اختیار ہو؛ مذہب صرف حسیات عامہ کا ایک مظاہرہ تھا جس میں نہ کوئی مبالغہ آمیزی تھی نہ کسی قسم کی تاریکی یا راز، اور ہر ایک حصۂ قوم کو اپنے ایسے دیوتاؤں کی پوجا کرنے کی پوری آزادی حاصل تھی جو اُس کے حسب حال ہوتے، اسی لیے ہر ایک نسل ابتدا میں اپنے ہی

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ لڑائی کا رہبر تھا وہ اسی سورما کی اولاد سے تھا جو ایشیا سے آکر پیلوپونیز میں آ بیٹھا تھا یعنی ایک افروجی کا پوتا ایک افروجی قہر کے خلاف فوجکشی کرتا ہے۔

چند مخصوص دیوتاؤں کی پوجا کرتی تھی :۔

یونان کے مذہب میں بھی دیگر قدیم مذاہب کی طرح قوانین قدرت کو ایک خاص وقعت دی جاتی تھی۔ چند مخصوص ہیولے ہیں جن کے حسن، مفاد یا خوف کا بنی نوع انسان پر ایک خاص اثر پڑتا ہے، اور جب انھیں انسانی جامہ پہنا دیا جائے تو یہی معبود بن جاتے ہیں؛ اسی لیے عناصر اربعہ اور انکے نوع بنوع مظاہروں کے ساتھ ساتھ چند مخصوص معبودوں کا وجود فرض کر لیا گیا تھا :۔

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ یونانی اس مذہب کے بنیادی اصولوں کو ایشیا سے لائے، لیکن انھوں نے انھیں ایک مختص طرز سے ترقی دی اور بالآخر دوریانیوں کی فتح پیلوپونیز تک اُس کی تشکیل مکمل ہوگئی تھی۔ یہاں ہم اس مذہب کا ایک خاکہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے، یعنی یونانیوں کے اُس وقت کے سربرآوردہ معبودوں کو شمار کریں گے اور ان کے اور اُنکے دیوتاؤں کے باہمی تعلق کا ذکر کریں گے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اُس زمانے کے حالات کی ہمارے پاس مطلق کوئی سند نہیں ہے؛ اشعار ہومر کی بابت یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان میں اس دور کے حالات بھرے ہوئے ہیں لیکن فی الحقیقت انہیں زمانۂ مابعد کے واقعات کی بنا پر خیالی رنگ آمیزی کیگئی ہے۔ بہرحال خیالی عنصر کو زمانۂ مابعد کے عنصر سے جدا کرنا کچھ زیادہ مشکل کام نہیں ہے، اور نہ اس کا اندازہ کرنا کچھ زیادہ دشوار ہے کہ جب مختلف دیوتاؤں کی خصوصیات کا تعین ہو چکا تھا اور جب صرف بیرونی تشکیل باقی رہ گئی تھی (جو دوریانی حملے کے بعد ہومر اور ہسیوڈ کے ہاتھوں دی گئی) تو اس وقت مذہب کی حالت کیا ہوگی؛

ہماری قطعی رائے ہے کہ یونانی مذہب تمام تر دنیا پر بطور ایک اصلی اور طبعزاد مذہب کے نمودار ہوتا ہے جس میں دینی یا فلسفیانہ تخیلات کی مطلق آمیزش نہیں، اور اُس کی یہ خصوصیت آخر تک قائم رہتی ہے۔ ہم اس نتیجے پر اس لیے پہنچے ہیں کہ نیکی اور بدی کے درمیان جو تباین ایرانی ثنویات میں پایا جاتا ہے اور جو ہندوستانی دیومالا میں بھی ممتاز ہے وہ یونانی مذہب میں تقریباً معدوم ہے۔ یہاں اول تو ایسے دیوتاؤں کا وجود ہی نہیں جن کا کام محض بنی بنائی چیز کو برباد کرنا ہے اور

باب ۱

اور اگر کہیں ان کا ذکر سننے میں آتا ہے تو صرف یہ کہ خطۂ آلہہ سے انھیں تحت الثریٰ میں جلا وطن کر دیا گیا۔ یہ سچ ہے کہ تقریباً یہی تباین اس اختلاف میں بھی نمودار ہوتا ہے جو تخت نشین خانہ ان آلہہ اور مغلوب و مفتوح باغیوں کے درمیان نظر آتا ہے، لیکن محض مغلوبیت بدی کی دلیل نہیں قرار دی جا سکتی، بلکہ امر واقعی تو یہ ہے کہ ایکطرف تو ان مغلوب آلہہ کے کسی خاص فعل کا ہمیں علم نہیں، دوسری جانب جو معبود غالب ہو گئے ہیں وہ سودمند اور نقصان رسان دونوں طرح کے واقعات کا منبع و مصدر ہو سکتے ہیں۔ ہر معبود اپنی خصوصیت کے مطابق عمل کرتا ہے، ایک ہی دیوتا ازالۂ مرض بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے، لیکن محض مارنے کی وجہ سے اُس کی حرمت یا اُسکے درجے میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی اور اُسے برابر رحمٰن سمجھا جاتا ہے۔ دیوتاؤں کی بعض صفات بھی انسانوں کی سی ہیں، اور ممکن ہے کہ جب اُن سے نقصان رساں افعال سرزد ہوئے ہوں اُس وقت وہ کسی وجہ سے غیظ و غضب میں مبتلا ہوں۔

یونانی مذہب کی یہ خصوصیات ایک بڑی حد تک جغرافی اور موسمی حالات کی وجہ سے پیدا ہوئیں؛ یہاں کی آب و ہوا میں وہ انہدامی کیفیت نہیں پائی جاتی جو ملک ایران کی فضا کے ساتھ مختص ہے، اور جو ایک حد تک ہندوستان میں بھی نظر آتی ہے؛ اور اس ملک کے مختلف اجزا کے حالات میں جو فرق نظر آتا ہے اُس سے مذہبی رنگ میں بھی ایک خاص تنوع پیدا ہو گیا ہے؛ نیز چونکہ یہاں کوئی ایسا مرکزی ادارہ نہ تھا جسے کوئی خاص طریق عبادت رائج کرنے کا بلا شرکت غیرے حق حاصل ہوا اس وجہ سے یونانیوں کے لیے نسبتاً آسان تھا کہ وہ غیر ملکی دیوتاؤں کو اپنے مذہب میں اس طرح مخلوط کر لیں کہ اُن کی اصلیت بالکل بدل جائے؛ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ گو انھیں غیر ملکی معبودوں سے کوئی خاص تعصب نہ تھا لیکن یونان میں آنے سے پیشتر ان معبودوں سے اُن کی غلو کی عادات چھڑا کر بالکل یونانی سانچے میں ڈھال دیا جاتا تھا؛ اس کی مثال اس واقعے سے ملتی ہے کہ مشرق میں انسانی قربانی مذہب کا ایک خاص عنصر سمجھی جاتی تھی، لیکن سرزمین یونان پر رفتہ رفتہ یہ معدوم ہو گئی۔

یونان کا سب سے بڑا معبود زیوس ہے جس کا تخیل صاف و شفاف آسمان کے مطالعے سے پیدا ہوا ہو گا۔ آسمان جملہ کائنات پر محیط نظر آتا ہے، اور سان ہیولات کے

ذریعے سے جو اس سے نکلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں گویا ہر چیز پر راج کرتا ہے۔ بظاہر
اجرام و انکشافات فلکی کی حالت ایک سی نہیں رہتی بلکہ ان میں مسلسل اور گوناگوں
تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، اسی لیے یونانی زیوس کو رحمن و رحیم ہی نہیں بلکہ جبار
و قہار معبود بھی سمجھتے تھے جو (بارش، گرمی، اور روشنی کے ساتھ ہی) کڑک، چمک
اور گرج کے طوفان بھی پیدا کرتا ہے، ان کا خیال تھا کہ جب اُس کے دشمن دیووں
اور عفریتوں نے اُس کے راج کے خلاف بغاوت کی تو اس نے اُن پر بجلی گرائی
جس کی وجہ سے ان میں بہت سے گر کر زمین میں سما گئے، اور یہ جب ہی سے
زمین کو ہلا کر زلزلوں کا باعث ہوتے ہیں، لیکن زیوس کے قبضے میں آسمانی آگ ہی
نہیں بلکہ آسمانی پانی بھی تھا، اسی وجہ سے اُسے "رب السحاب" کا لقب دیا جاتا تھا،
اور بطور مینھ برسانے والے معبود کے اس کی پوجا کا مرکز دودونا تھا۔ زیوس ہی
تمام ندیوں کا منبع و مصدر بھی سمجھا جاتا تھا اور ان میں سے سب سے اہم دریائے اخیلوئس
تھا، ساتھ ہی پانی کی قوت کا مصدر اوقیانوس دیوتا شمار کیا جاتا تھا جس کی بڑی
بیٹی کا نام ستیکس تھا۔ پہاڑوں کے قلّے ابتدا میں رب الارباب کے نام پر اور زمانہ مابعد
میں جملہ معبودوں کے نام پر معنون کیے جاتے تھے ان میں سے یونانیوں کے نزدیک
سب سے اونچی چوٹی قلۂ اولمپوس تھا جو ملک کی شمالی سرحد پر واقع تھا؛ اُس کی
بلندی ۹،۷۵۰ فٹ تھی، اور اُسی پُر اسرار پہاڑی پر (جو ہر وقت بادلوں سے ڈھکی
رہتی تھی) دیوتاؤں کا نشیمن بیان کیا جاتا تھا۔ اسی طرح اِتھومے اور آرکیڈیا یا
و کریٹ کی پہاڑیوں کو زیوس کا مخصوص مسکن قرار دیتے تھے۔ غالباً جب ایک
عرصے کے بعد اولمپیا کا میدان رب الارباب کے نام پر معنون کیا گیا ہوگا تو اس
انتساب کے لیے مختلف اضلاع کے یونانیوں میں یقیناً کوئی نہ کوئی گفت و شنید
ہو گئی ہوگی۔

زیوس کی ہمنشین اس کی بیوی ملکۂ سماوات ہیرا ہے جسے دیونے یا
دیئے نا بھی کہتے تھے اور جس کا مسکن دودونا ہی تھا۔ اس کے نام سے ظاہر
ہوتا ہے کہ وہ پرورش مویشی کی دیوی تھی اور اُس کی پوجا کا مخصوص مقام آرگوس
کے قریب کوہ یوبیہ تھا، اور اُسے "بوآپس"، یا "چشم بقر" (گئو انکھ) بھی کہتے تھے۔

باب ۱

آرگوس کے علاوہ اُس کے اور دو صوبے بھی، ایک تو جزیرۂ لوبیہ کے کوہ اوخا پر اور دوسرا اس لکینیا پر کردتون کے قریب اونچی اونچی پہاڑیوں پر واقع تھے، اور وہ خاص طور پر جزیرۂ ساموس کی محافظہ تھی جس کے نام ہی سے "بلندی" کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے:

یونانی دیو مالا میں زیوس تو آسمان اور اُس کے جملہ ہیولات کا قائم مقام تھا اور شمالی معنوں میں یونانیوں کا واحد معبود کہا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ اجرام فلکی اور بہت سے دیوتاؤں اور دیبیوں کی شکل میں پوجے جاتے تھے۔ ان میں سب سے نمایاں اور ممتاز اتھینے ہے جس کے متعلق کامل وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ابتدا میں آسمانوں کے پانی یعنی بارش کی اور ان جملہ حالات کی جو اُس کے نزول کے وقت ظہور پذیر ہوتے ہیں، دیبی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جب ہفائس توس یا پرومے تھیوس نے زیوس کے سر میں ایک تبر مارا تو وہ اس سے پیدا ہوئی، اور یہ تبر در اصل وہ بجلی ہی ہے جو بادلوں کو پھاڑتی ہے اور جن سے پانی گر کر زمین کو سیراب کرتا ہے؛ جب اتھینا پیدا ہو چکتی ہے تو وہ ان ہیولات قدرت پر بھی قادر ہو جاتی ہے جو اُس کی پیدائش اور آزمائش کے موجب ہوئے تھے، وہ طوفان باد و باران کی دیبی تھی، وہی بجلی گراتی تھی اور اسی لئے اُس کا نام "پالاس" یعنی "مدبّرہ" بھی تھا۔ اُس کا زیور اور آلۂ مدافعت ائی گس تھا جو ایک ایسی ڈھال تھی جس پر گورگون بھتنیوں کی شبیہ بنی ہوئی ہے؛ یہ بھتنیاں در اصل گرجتے ہوئے بادل ہیں اور اُن کے سر پر بالوں کی جگہ) جو سانپ نظر آتے ہیں وہ فی الحقیقت بجلی کی چمک کی تشبیہ تھی جو چاروں طرف کوندتی ہے۔ اس دیبی کا دوسرا نام گلاؤکوپس یا "بوم چشم" بھی تھا، یہ شاید اس وجہ سے ہے کہ وہ صاف آسمان کی بھی ملکہ شمار کی جاتی تھی جو طوفان کے بعد آئینے کی طرح صاف وشفاف ہو گیا ہو، اور اسی وجہ سے بھی اُسے بوم چشم کا لقب دیا جاتا ہے کہ اُلو کی آنکھ تاریکی میں منور ہوتی ہے۔

اخلاقیات کے میدان میں اس دیبی کا یہ خاصّہ ہے کہ وہ اداسی، ظلم وستم کو دور کر دیتی ہے، اور عقل وفہم اور دانش وادراک ونیز فنون لطیفہ میں کمال کی دیبی ہے جو انسان کو اُس کے دشمنوں کی دستبرد سے بچاتی ہے اسی لیے وہ مدافعت کی معبودہ بھی ہے

اس کے برعکس آریس تیز رو حملے کا دیوتا ہے۔ تھسلی، اور بیوتیہ میں بھی اس دیوی کی اس قدر وفاشعاری سے پوجا نہیں کی جاتی تھی جتنی اس شہر میں جس کا نام اُس کے نام پر رکھا گیا اور جہاں اس امر کی کوشش کی گئی کہ شہر کے داخلی خصوصیات کو اس دیوی کی صفات کا آئینہ بنا دیا جائے:

اہم ترین مناظرِ سماویہ میں روشنی بھی ہے، جسے ایرانیوں کے حلقۂ معبودی میں متھرا اور یونانی دیومالا میں فیبوس اپولو کہتے تھے۔ وہ تیر کمان سے مسلح تھا، یہ تیر دراصل سورج کی کرنیں تھیں جن کی مدد سے وہ عمق کے عفریتوں پر غالب آتا ہے اور تاریکی کی جگہ نور پھیلا دیتا ہے۔ جس طرح روشن بادلوں کو آسمانی مویشی اور بھیڑوں سے تشبیہ دی جاتی تھی اسی طرح اپولو اُن کا گڈریہ بنایا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ گلوں اور ریوڑوں کا دیوتا بھی سمجھا جاتا تھا۔ سمندر پر اپولو کا اثر نہایت منفعت بخش پڑتا تھا اس لیے کہ وہ طوفان کو کم کرتا تھا، اور ایک خاص قسم کی مچھلی "دلفین" جو تھمے ہوئے سمندر میں اکثر جہازوں کے چاروں طرف اٹکھیلیاں کرتی ہوئی نظر آتی ہے اُس کی طرف منسوب کی جاتی تھی جس کی وجہ سے اُس کا خطاب ڈیلفینیوس بھی تھا۔ روشنی کا دیوتا ہونے کی وجہ سے وہ فطرتاً ناپاکی سے متنفر رہتا تھا اور چونکہ ظلم و ستم سے ناپاکی بڑھتی ہے اس لیے وہ ظالموں کا دشمن تھا، لیکن مجرموں اور عفریتوں سے انتقام لینے کا کام نیم معبودوں مثلاً ہرقل، بیلیے روفون، پرسیوس اور تھے سیوس کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ علاوہ بریں اپولو ازالۂ مرض بھی کرتا تھا اور جب لوگ اپنی مشکلات میں اُس کی طرف رجوع کرتے تھے تو وہی انھیں نیک صلاح بھی دیتا تھا اور اسی کی حفاظت میں عالی شان استھانی صومعے تھے جن میں سے سب سے ممتاز بت خانہ دیلفی بہت جلد دودوتا کے بت خانے پر سبقت لے گیا۔ زمانۂ مابعد میں اس کی پوجا دیلوس اور خصوصاً دیلفی میں ہوتی تھی، لیکن یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ غالباً اُس کی عظمت میں دوریانی حملے کے بعد ہی ترقی ہوئی ہوگی:

روشنی آسمان سے زمین تک سورج کی وساطت سے پہونچتی ہے، اور جس طرح ہندوستانی دیومالا میں اس کے لیے ایک مخصوص دیوتا یعنی سوریا تھا اسی طرح یونانی بھی اُسے ہیلیوس کے نام سے پوجتے تھے جو فی الحقیقت اپولو ہی کا دوسرا نام ہے۔

جس کے ساتھ یہاں خاص خاص مناصب منسوب کیے گئے ہیں۔

دن کی روشنی کا بیان رات کی روشنی سے ظاہر کیا گیا تھا جسکی دیوی ارتیمس تھی۔ یہ اپولو کی بہن تھی اور اپنے بھائی کی طرح اس کے ہاتھ میں بھی تیر کمان ہونے کی وجہ سے اُس کی شبیہ ایک شکاری کی سی بنائی جاتی تھی۔ اس کی یہ خاصیت تو یقیناً نمایاں ہے، لیکن ساتھ ہی وہ ثمرآور اور قوائے فطریہ کی دیبی بھی تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں (بجائے ایک کے) دو مختلف الخواص دیبیاں ہوں گی جنھیں زمانۂ مابعد میں یونانیوں نے یک جا کر کے ارتیمس کا جامہ پہنا دیا۔ جہاں تک اس موخرالذکر خصوصیت کا تعلق ہے وہ ایشیائے کوچک کی مشہور دیبی کی طرح تھی جس کا معبد منجملہ اور مقامات کے الیفی سوس میں بھی تھا، اور اس حیثیت سے وہ ایسے قدرتی مناظر کی نگرانی کرتی ہوگی جو انسانی مساکن سے دور ہوں جیسے جنگل اور چراگاہیں جہاں درندے اور شکاری جانور پڑے پھرتے ہوں، اور ہر ایسی چیز کی نگہداشت اُس کا فرض تھا جو دیمیتر، دیونی سوس اور اپولو کے حیطۂ اختیار سے باہر ہوں۔ وہ ماہتاب کی دیبی بھی تھی، لیکن سورج کی طرح یہاں بھی افتراق مناصب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور چاند خاص طور پر ایک اور دیبی یعنی سلے نے کی شکل میں پوجا جاتا تھا۔

جس طرح ہندوستان میں صبح صادق کی روشنی کی ابتدائی کرنوں کو دو مہربان نیز توام بھائیوں یعنی اشوین سے تشبیہ دی جاتی تھی، اسی طرح یونانی دیو شکوری کی پوجا کرتے تھے جو علاوہ صبح صادق کی روشنی کی ان شعاعوں کی حالت کے بھی قائم مقام تھے جو تاریکی کو پھاڑتی اور اچھے موسم کی پیش بندی کرتی ہیں۔ اسی طرح ہلکے بادلوں کی چمک دمک سے خاری تیس (یعنی حسن مجسم) کے تخیل کی بھی ابتدا ہوتی ہے۔ یونانی عقیدے کے مطابق ہوا کو بہت سی شکلوں اور صورتوں میں درجہ الوہیت حاصل تھا اور ان کے نام ایولوس، ہارپی، بوریاس وغیرہ رکھ دیئے گئے تھے اسی طرح ہرمیس بھی جو جملہ دیوتاؤں میں سب سے شریرالنفس ہے، در اصل معبود باد ہی ہے، اور اُس کی شرارت اس امر واقعی سے سمجھ میں آتی ہے کہ جملہ عناصر فطرت میں انسان کے لیے سب سے نقصان رساں ہوا ہی ہے۔ یہاں بھی حسب معمول نفس مضمون میں قدرتی حالات مضمر ہیں: ہرمیس اپولو کی مویشی چرا لیتا ہے۔

باب۵

جو در اصل وہ بادل ہیں جنھیں ہوا نے منتشر کر دیا ہو، لیکن اپولو چور کو معاف کر دیتا ہے
اور بجائے سزا کے اُسے چند تحائف یعنی عصا، پردار جوتے اور ابر کی ٹوپی دے کے مالا مال
کرتا ہے۔ چونکہ تند ہوا سے سیٹی اور گانے کی آواز نکلتی ہے اس لیئے ہرمیس بانسری اور
بربط کا موجد سمجھا جاتا تھا اور چونکہ ہوا نہایت تیز رو ہے اس لیے وہ مسافروں کا
محافظ، روحوں کا رہبر، دیوتاؤں کا ایلچی، اور ذہنی تعلقات کا محرک تھا ؛

معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں پروسے تھیوس آگ کا دیوتا سمجھا جاتا تھا بعد
جس طرح ہندوؤں کے معبود اگنی نے اُتر کر انسانوں میں بود و باش اختیار کر لی اسیطرح
پروسے تھیوس نے آگ کو طبقۂ ارضی پر لاکر انسان کو قربانی کرنا سکھایا، اور چونکہ
آگ کے استعمال ہی سے تہذیب و تمدن اور شائستہ زندگی کا آغاز ہوتا ہے اسلیئے
قدیم یونانی سمجھتے تھے کہ اسی دیوتا نے بنی نوع انسان کی رہبری شاہراہ ترقی پر کی۔
لیکن ابتدا ہی سے وہ حلقۂ معبودین سے نکل جاتا ہے اور اس کے رتبے میں کمی
پیدا ہو جاتی ہے اس لیئے کہ اس میں اور زیوس میں شروع سے معاندت پیدا
ہو جاتی ہے اور یہ فطری امر ہے کہ اس تنازع میں زیوس ہی کو فتح و نصرت
ہو۔ پروسے تھیوس کے زوال کے بعد ہفائس توس آگ کا بہت بڑا دیوتا بنجاتا
ہے ابتدا میں وہ بجلی کا قائم مقام ہے اور چونکہ وہ آسمان سے پھینک دیا جاتا ہے
اس لیے وہ زمین پر آموجود ہوتا ہے۔ اٹیکا میں اُسے گھریلو آتش دان کا محافظ
سمجھا جاتا تھا۔ اس خطۂ یونان سے باہر آتش خانے کی ایک مخصوص دیبی ہستیا نامی
تھی جو باکرہ تھی اور جس کی دیوتا اور انسان دونوں بہت عزت و توقیر کرتے تھے۔
اٹلی میں اُسے وَسْتا کہتے تھے اس لیئے ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ جس زمانے میں
یونانی اور اطالوی ایک ہی ملک میں رہتے تھے اس وقت دونوں قومیں آتش کی
پوجا کرتی ہوں گی ؛

ہند و ایران کی طرح جہاں کے دیوتاؤں کو سوما یا ہوما شراب نہایت مرغوب
تھی، یونانی دیوتاؤں کا کھانا پینا نکتار اور امبروزیا پر مشتمل تھا۔ اغلب یہ ہے کہ ان
دونوں چیزوں کا خیال یا تو شہد پر مبنی ہوگا جس کے خمیر سے ایک قسم کی شراب تیار
کی جا سکتی تھی، ورنہ ممکن ہے کہ اس کی اصل "ایش" درخت کا رس ہو۔ حال میں

باب ۳

یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ یونانیوں کے نزدیک اس شراب کی تیاری کی نگہداشت اور اُس کے ساتھ جملہ نباتات کی نگرانی ایک مخصوص دیوتا کے سپرد تھی جسکا نام باکھوس یا دیونی سوس تھا اور جو زمانۂ مابعد میں تاک انگور کا معبود بن گیا۔ باکھوس کی ماں سیمیلے ہے جس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ یونانیوں نے انگور کی کاشت کا علم فنیقیوں سے حاصل کیا ہوگا، لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ قدما کے نزدیک دیونی سوس تھریس ہو کر یونان میں آیا تھا۔ ظاہر ہے کہ شراب کا علم اور انگور کی کاشت سے واقفیت یہ دونوں بالکل مختلف النوع امور ہیں۔ فنیقیوں سے یہ بعید نہیں کہ وہ یونانیوں کے ہاتھ شراب فروخت کرتے ہوں اور اس طرح یونانی اُس کے استعمال سے واقف ہو گئے ہوں، لیکن غالباً فنیقیوں نے انگور کی کاشت کا طریقہ یونانیوں کو سکھا کر اپنے منافع میں کمی نہ کی ہوگی، اور یہ بالکل ممکن ہے کہ انگور کی کاشت پہلے پہل تھریس کے جنوبی ساحل پر جہاں مارونیہ واقع تھا کی گئی ہو اور وہاں سے یونان میں رائج ہو گئی ہو۔

زیوس کا بھائی پوسیڈون روئے زمین کے پانی کا دیوتا اور تمام چشموں کا مالک سمجھا جاتا تھا جو اُس کے ترسول یا پیگاسوس کے سُم کے مارنے سے پیدا ہو جاتے ہیں چونکہ گھوڑے سے تیز رو چشمے مراد لیے جاتے ہیں اسلیے پوسیڈون کو گھوڑے سے بہت شغف تھا۔ یونانیوں نے ایشیائے کوچک سے یہ سبق حاصل کیا کہ پوسیڈون چشموں کا معبود ہے لیکن بحیرۂ ایجین کے کنارے پر وہ اُسے معبود بحری سمجھنے لگے، اور یہاں انھیں اسکا اندازہ ہوا کہ گھوڑے سے تیز رو اور بظاہر سرپٹ دوڑتی ہوئی سمندر کی لہریں معلوم ہوتی ہیں، اور یہ لہریں آس پاس کے پہاڑوں کو گویا ہلا دیتی ہیں اس لیے پوسیڈون کو زلزلہ آفرین بھی بتاتے تھے۔ یونان میں جو قومیں سمندر کے کنارے پر آباد تھیں وہ مختلف اطراف ملک میں پوسیڈون کی پرستش کرنے کی غرض سے متحد ہو گئیں مثلاً اکائیہ کے شہر ہلی کے میں اس دیوتا کی پوجا کی جاتی تھی، بعض یونانی اسے خاکنائے کورنتھ پر پوجتے تھے اور جو یونانی خلیج سارون اور جزیرہ نمائے آرگولس میں رہتے تھے انھوں نے اُس کا معبد جزیرۂ کالوریا میں بنایا تھا، نیز راس سونیئم پر بھی پوسیڈون کا ایک بت کدہ بنا ہوا تھا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یونان کی تقریباً ہر ایک راس پر

باب ۱۱

ایک ایک بت خانہ بنا ہوا تھا۔ گو یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے ہر ایک اسی معبود کے اعزاز میں بنایا گیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں کو سمندر سے ایک خاص تعلق تھا، لیکن ساتھ ہی وہ طوفان سے ڈرتے تھے، اور اسی لیے ہر ایک راس پر کسی نہ کسی دیوتا کا ہونا لازم تھا تاکہ وہ انھیں اس طوفان سے بچالے۔ جب سمندر سکون پر ہوتا ہوگا تو یہ سفید یا رنگین صومعے کیا بہار دیتے ہوں گے اور انھیں دیکھ کر ملاحوں کے دلوں میں اس خیال سے کہ ان کے معبود ان کی حفاظت کی تدابیر سوچ رہے ہیں۔ کس قدر اطمینان ہوتا ہوگا۔

زمین کی دیبی کا نام گا یا یا دمیتر تھا، اور موخر الذکر نام سے ہی اس کی اکثر و بیشتر پوجا کی جاتی تھی۔ یہ ثمر آور زمین کی معبودہ تھی جس نے انسان کو کشت کاری سکھا کر اسے تہذیب و تمدن کی شاہراہ پر لگا دیا۔ شہری زندگی کے ادارات بھی اسے منسوب تھے اور اس حیثیت میں اسے تھس موفوروس کہتے تھے۔ اس کی پوجا یونانی مذہبی اسرار میں شامل تھی، اور دوریانی حملے کے بعد جب لوگوں کو پہلے سے زیادہ مذہب کی ضرورت کا احساس ہونے لگا تو یہ بھی نہایت ضروری ہو گئی۔

یونانی قوم آریہ خاندان اقوام میں سے ایک تھی اور جس قدر وہ مغرب کی طرف سرکتی گئی اور بحیرۂ ایجین کے ساحل پر آباد ہوتی گئی اسی قدر اس کی اصلی خصوصیات میں اور بھی زیادہ تشخص پیدا ہوتا گیا۔ اس کا مذہب محض قوانین قدرت پر مبنی تھا اور اس میں کسی قسم کا غلو نہیں پایا جاتا تھا؛ اس میں جو کچھ بھی اخلاقی عنصر تھا اس کی حیثیت محض ثانوی تھی؛ اس میں پجاریوں کا کوئی خاص طبقہ نہ تھا اور عوام کی جانب سے خود ان کے قبائلی سردار ہی دیوتاؤں کے نام پر قربانی چڑھاتے تھے۔ عبادت کے وقت نغمہ سرا بھجن بھی گاتے تھے اور ان گانے والوں کا مخصوص سورما اورفیوس تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ تھریس میں پیدا ہوا تھا یعنی وہ اسی قوم کا فرد تھا جس نے باکھوس کے مسلک کو یونان میں رواج دیا اور جن سے نے میوزوں کی پوجا شائع و رائج ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان تھریسیوں کا تمدن نہایت ترقی یافتہ تھا، اور کہا جاتا ہے کہ ان کے مساکن دریائے ہبروس کے کنارے اور کوہ اولمپوس کے دامن پر ضلع پیے ریا میں واقع تھے۔ زمانۂ مابعد میں تھریسیوں کا بھی وہی حشر ہوا جو

باب ۱۱

ایپائیروسیوں کا، اور جیسے زیوس کی پوجا کی ابتدا ایپائیروس میں ہوئی لیکن انہیں یونانی نیم بربری تصور کرنے لگے اسی طرح قدیم تھریسیوں کا تمدن تو نہایت اعلیٰ پیمانے کا تھا لیکن اُن کی اولاد بالکل غیر متمدن نکلی ہے[۱]

اس آریائی طرز عبادت کو سامی تمدن سے بھی بہت کچھ مدد ملی جس کے بعض عناصر تو فینیقیوں نے یونان میں رائج کیے اور بعض براہ راست ایشیائے کوچک سے اخذ کیے گئے۔ افرودیت جس کی پوجا کے یونانی مرکز کتیھرا اور کورنتھ تھے دراصل اعلیٰ ترین معبود کی قدرت کی فینیقی تشبیہ ہے اور اسی کو تمام سامی یونانی معبودوں میں سب سے زیادہ فوقیت حاصل تھی۔ چونکہ ادونس کی پوجا کو بھی افرودیت کی پرستش میں مخلوط کر دیا تھا اس لیے ممکن ہے کہ ہیاکنتھوس کی پرستش بھی جو اتروشیہ میں عام تھی، دراصل فینیقی الاصل ہی ہو۔ ادونس کی طرح ہیاکنتھوس بھی ایک نوجوان کا نام تھا جسے موت نے عنفوان شباب ہی میں تمام کر دیا تھا اور فی الحقیقت یہ ایسی کاشت کی تشبیہ تھی جو دھوپ کی تمازت کی وجہ سے پختگی سے قبل ہی مردہ ہو گئی ہو۔

افرودیت کی طرح آریس کی پوجا کا ماخذ بھی فینیقیہ ہی معلوم ہوتی ہے جہاں آریس کو کادموس کی بیوی ہارمونیہ کا باپ اور آسے اور افرودیت کو کادموس کی نسل کا جد اعلیٰ بتایا جاتا ہے، لیکن اگر اُس کی چند صفات کا لحاظ

---

[۱] عام خیال کے مطابق ان تھریسیوں کا جو ایجین کے شمال میں آباد تھے ان تھریسیوں سے جو اٹیکا اور بیوتیہ میں پائے جاتے تھے، علاوہ مشترک نام کے اور کوئی تعلق نہ تھا (برسیان: تاریخ یونان جلد ا صفحہ ۲۰۴ (Bursian G.Gr.) لیکن ان دونوں قوموں کا سلسلہ پیریا کے تھریسیوں سے ملتا ہے جہاں سے میوزوں کی پوجا کی ابتدا ہوئی۔ ان اسباب کی بنا پر ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اولین زمانے میں تھریسی قبیلے بحر اسود کے ساحل سے کورنتھ تک پھیلے ہوئے ہوں گے، انھیں نے چند مخصوص رسوم اور مسالک کو یونان میں رائج کیا، اور یہ یونان کے بحر زخار میں مخلوط ہو کر بالکل یونانی بن گئے؛ لیکن ان کا جو حصہ شمال میں آباد ہوا اُس کے تمدن میں ترقی معکوس ہونے لگی اور آخر کار وہ بالکل غیر مہذب ہو گیا۔

کیا جائے تو اس میں تھریسی معبودوں کی سی عادات ملیں گی۔ فنیقیوں کے رب الارباب دیگر یونانی معبودوں پر بھی اثر ڈالے بغیر نہ رہے اس لیے کہ ہرقل اور ملکارث میں بہت کچھ مماثلت پائی جاتی ہے۔ اور زیوس لافیس ٹھیوس حقیقت میں مولوخ کی ہی دوسری شکل ہے۔ اس کے برعکس اسے زنون کے قصے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونانی مذہب پر اندرون ایشیا (غالباً کاپادوسیہ) کا بھی اثر پڑا ہوگا بحر اسود کے ساحل پر کومانا میں مادیتی کا ایک مندر تھا جس کی پجاری جنگی ناچوں میں بہت مشاق تھیں، اور انھیں کے حالات نے ایسی عورتوں کے قصوں کی ابتدا ہوئی جو مردوں کی طرح جنگجو تھیں۔[۱] ایک روایت یہ بھی تھی کہ اسے زنون نے افی سوس کے حرم ارتےمس کی بنا ڈالی تھی۔ اس طرح ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ ارتیمس کی پوجا کے شیوع سے اسے زنون کے حملے کا خیال پیدا ہوا ہوگا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ اسے زنون کے حملے اٹیکا اور ان کے تھےسیوس کے ہاتھوں شکست کے قصے کی مذہب کی تاریخ میں کوئی وقعت نہ ہو بلکہ دیگر حملوں کی طرح اس حملے کے حالات کا بھی محض اس لیے اختراع کیا گیا ہو کہ اس سے ایتھنز کی عزت و توقیر میں اضافہ ہو اور ایتھنز کا مشہور سورما یعنی (تھےسیوس) ہرقل سے کسی طرح پیچھے نہ رہ جائے۔

یونانیوں کی ذہنی قابلیت میں کس کو انکار ہو سکتا ہے، وہ ہمیشہ ہر ایک کرشمۂ قدرت پر غائر نظر ڈالا کرتے تھے، اور ان کا مذہب درحقیقت ان کے ذہنی تخیلات کا آئینہ تھا۔ انھوں نے یہ محسوس کر لیا کہ انسان سے بالاتر بھی بہت سی قوتیں موجود ہیں اور ان قوتوں کا مظاہرہ گردوپیش کے فطری رد و بدل اور قدرتی واقعات کی تبدیلی سے ہوتا ہے۔ لیکن بنی نوع انسان کی مختلف شاخوں کے حالات میں اس وجہ سے تنوع اور تضاد پایا جاتا ہے کہ یونانیوں کے ذہن میں بھی تخیل نہیں پیدا ہوا کہ ایسا خدائے واحد

---

[۱] اس کے برعکس اسے زنون کی عادات و اطوار کی شمالی اقوام (مثلاً اسکیت، سورو ماتے اور مساگی تی) کی عورتوں سے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ ان کے حالات کے لیے روشر کی ناموس صفحہ ۲۷۰ (Roscher: Lexicon) میں اسے زنون پر جو مضمون ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

موجود تھا جو جملہ ہیولائے فطرت پر کلیتہً حاوی ہو یا وہ یکہ و تنہا جملہ مخلوقات و کائنات پر قادر ہو۔ یونانیوں کی دنیا مناظر قدرت کی گوناگونی سے مرصع تھی اور ساتھ ہی انھیں اُن کی فطرت میں تمثیل و تشبیہ الٰہی قائم کرنے کا ایک خاص ملکہ حاصل تھا، اس لیئے اُن کا ارباب پرست بن جانا کچھ بعید نہ تھا۔ کوئی بھی سیدھا سادہ شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ قوائے فطری کو مرتب و مہذب کرنے کے لیے کسی خاص انتظام کی ضرورت ہے، اور ممکن ہے کہ بعض تو اس نتیجے پر بھی پہنچ جائیں کہ یہ انتظام ایک خدائے واحد و برتر کا ہے، اور جس طرح انسانوں کا بادشاہ چھوٹے چھوٹے سرداروں کو مختار مجاز کی حیثیت سے حکمرانی کرنے دیتا ہے اسی طرح خدائے واحد و برتر بھی ہنگامی طور پر اپنے اختیارات چھوٹے چھوٹے معبودوں کے سپرد کر دیتا ہوگا۔ غرض یہ ہے کہ خواہ دنیا کے موحّد کچھ ہی کہیں، مصنف کتاب ہذا کا یہ خیال ہے کہ یونانیوں کی ارباب پرستی ان کے لیئے حسب حال تھی۔ اس مذہب میں انھوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی تھی کہ ایک طرف تو انسان کی قسمت کا دار و مدار خدائے واحد پر ہے، لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ نیک و بد دونوں قسم کے افراد کو اچھے اور بُرے واقعات پیش آتے ہیں جس کی اصل وجہ اُن کے نزدیک یہی ہو سکتی تھی کہ بہت سے معبودوں کے بہت سے افعال ایک دوسرے کے متضاد تھے اور اس طرح ہیولائے فطری نے بڑھتے بڑھتے ایسی شخصیتوں کی صورت اختیار کر لی جو اُنکے نزدیک اخلاق کی نگرانی کرتی تھیں۔

یہاں ہم ناظرین کی توجہ ایک اور امر کی طرف مبذول کرتے ہیں جب ہم یونانی دیوتاؤں کا تصور اپنی نگاہِ بینا کے سامنے لاتے ہیں تو ہمارے خیالات پر ان مذاہب کا اثر پڑتا ہے جو زمانۂ قدیم میں ہی قائم ہوئے تھے لیکن جنھیں ہم بہت زیادہ وسعت دے دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اتھینے کی شخصیت مخصوص ہے اور افرودیت اس سے بالکل متاثر ہے، لیکن جب کبھی ان دونوں دیبیوں میں سے کوئی تماشا گاہ پر نمودار ہوتی ہے تو دونوں کی شخصیت تقریباً ایک سی ہی نظر آتی ہے۔ یہ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جب یونان مہذب و متمدن ہو گیا اس وقت ممکن ہے کہ ان دونوں کے متعلق یہی عام رائے ہو، لیکن یہ حکم قدیم ترین یونانیوں پر صادق نہیں آتا۔ ابتدا میں تو ہر ضلع کا ایک معبود تھا اور جملہ اختیارات جو خدائے حکمران کو حاصل ہونے چاہئیں سب

باب ۵

اُسے ہی حاصل تھے اور اُن کے نام اُن کی چند صفات کے امتیاز اور اُن سے نکاس کے سبب سے اُن کیے خاص خاص نام پڑ جاتے تھے ۔ اس اصول کو مدنظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایتھنے، ارتیمس اور افرودیت در اصل ایک ہی معبودہ کے نام تھے، اور مختلف زاویہ ہائے نگاہ اور اُن کے پجاریوں کی خصوصیات وضروریات کا اعتبار کرتے انھیں مختلف ناموں سے یاد کرتے تھے ۔ ساتھ ہی بعض وقت ایسا بھی ہوتا تھا کہ مختلف مقامات پر ایک ہی نام سے جو دیوتا مراد ہوتا تھا اُس کے صفات جگہ جگہ مختلف ہوتے تھے مثلاً الفی سوس کی ارتیمس اور دیلوس کی ارتیمس کی شخصیت میں بہت کچھ فرق ہے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انفرادی معبودوں کی مقامی اہمیت کی وجہ سے ارباب پرستی کے اُن عناصر کا جو لغو اور بعید از فہم تھے ایک حد تک انسداد ہو جاتا تھا ؛

غرضکہ خالص وثنیاتی دور کے اختتام پر ہم دیکھتے ہیں کہ یونانیوں نے بہت کچھ ترقی کر لی ہے ۔ اُنھوں نے قدیم معبودوں کو ایک خاص شخصیت دیدی اور ساتھ ہی اپنے دیوتاؤں میں اضافہ بھی کر لیا ہے، نیز فنون لطیفہ میں استعداد پیدا کر کے ان کے میدان میں بہت کچھ آگے بڑھ گئے ہیں لیکن انکی قسمت میں یہ نہیں تھا کہ اس راستے پر اطمینان سے گامزن ہو سکیں اس لیئے کہ ایک ایسا اندرونی انقلاب ہونے والا تھا جس سے اُن کا کیا دھرا سب غارت ہونے کا احتمال تھا اور ساتھ ہی دیگر شعبوں میں ایک خاص تہیج پیدا کر دیا۔[۱]

---

[۱] اس باب کے واقعات کے لیے بھی کوئی خاص ثبوت نہیں دیا جا سکتا ۔ لیکن طالب علم وثنیات کے لیے مفصلہ ذیل کتب کا مطالعہ خالی از فائدہ نہ ہوگا: ڈنکر کی تاریخ قدیم (Duncker Geschichte des Altherthums) کا باب متعلق؛ شمڈٹ: "اخلاقیات یونان" (Schmidt: Ethik der Griechen) ۔ آجکل قدیم مذہب یونان کی تاریخ مرتب کرنیکی بہت کچھ کوشش جاری ہے، اور پیٹرسن نے اپنی وثنیات میں مخصوص طور پر یونانی زاویہ نگاہ کو پیش نظر رکھا ہے، لیکن ولاسٹوف جیسے مورخوں نے (پرومیتھیوس، پنڈورا اور افسانہ قرون Wlastoff Promethee, Pandore et la Legende des siecles

باب دوازدہم

دوریانی حملہ آور

ایشیائے کوچک کی نوآبادیاں

تقریباً ۱۱۰۰ ق م میں روزگار یونان میں ایک عظیم الشان تبدیلی پیدا ہوتی ہے یعنی یونانیوں کی ایک قوم جس نے اُس وقت تک کوئی کار نمایاں انجام نہیں دیا تھا، اپنے مسکنوں سے نکل کر جزیرہ نمائے پیلوپونیز پر حملہ آور ہوتی ہے اور اس حصۂ ملک پر قبضہ کر لیتی ہے۔ بدیسیوں کی اس مداخلت کی وجہ سے یونان میں ایک انقلابی کیفیت رونما ہو جاتی ہے، اور یہی ایک بڑی حد تک اُن کے جغرافی انتشار، اُنکے روئے زمین کے ایک حصے پر پھیل جانے اور اُن کے تمدن میں ترقی کا باعث ہوتی ہے۔ یہ قوم دوریانی تھی جو اس وقت تماشاگاہ عالم پر نمودار ہوئی، اور جب تک یونانیوں کی آزادی قائم رہی اُس وقت تک برابر وہ اپنی جنگی مہارت کا ثبوت دیتی رہی، اور بالآخر اپنی ہمسایہ (ایونیائی) قوم کی طرح اُس نے بھی تاریخ یونان پر اپنی خصوصیات

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ (ہیٹر ہمبرگ ۱۸۳۲ء) نے یہ فرض کر لیا ہے کہ یونانی مذہب سے پہلے ایک پیلاسگی ایونیائی مذہب کا وجود تھا، اور اُس میں ایسے ہندونما خیالات کا اضافہ کر دیا گیا جنکا قائم مقام ہیلو دیہ ہے۔ اس وقت تک یہ تمام کوششیں اس قدر ثمر آور نہیں ہیں کہ انھیں کسی بسیط تاریخ یونان میں جگہ دیجائے؛ یہاں صرف دو باتوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جو ممکن ہے کہ تاریخ مذہب کی تحقیقات میں اہم ثابت ہوں یعنی (۱) مُردوں کی پوجا جسکے لئے پ، گارڈنر کی دلچسپ رائے جو اسکے "ابواب جدید" باب ۹ میں دیگئی ہے اور (۲) ادائے موتیس (نیم دیوتاؤں) کی پوجا (فیوسٹل دو کولانژ Fuestel de Coulanges ومِلش ہوفر Milch hofer)

باب ۱۲

کی مہر کردی:

گو جب تک دوریانیوں[1] نے پیلوپونیز کو فتح نہیں کرلیا اس وقت تک اُس کی مطلق کوئی وقعت نہ تھی، پھر بھی ہماری عین خواہش ہے کہ اس نہایت عظیم الشان قوم کے ابتدائی حالات سے ہمیں کوئی قطعی معلومات حاصل ہو جائے۔ ہیروڈوٹس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتیوٹس میں دیوکالیون کی سیادت میں اور کوہ اولمپوس کے قریب ہستیائیوس میں ہیلن کے بیٹے دوروس کی ماتحتی میں رہتے تھے، لیکن موخر الذکر ضلع سے اُنھیں کادموسیوں نے نکال دیا اور وہ آخرکار مقدونیوں کے نام سے کوہ پندوس پر جاکر آباد ہو گئے؛ وہاں سے وہ دریائے پندوس کے کنارے دریوپیوں کے ملک میں ہوتے ہوئے پیلوپونیز پر قابض ہو گئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہیروڈوٹس کا یہ بیان حقیقی واقعات پر کس حد تک مبنی ہے؟ دیوکالیون اور دوروس کی ماتحتی میں رہنے کی اتنی ہی تاریخی اہمیت ہے جتنی خود ان دونوں سورماؤں کے وجود کی؛ کوہ پندوس کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے پندوس کے کنارے دریوپیوں کی جو آبادی دوریس میں تھی اس کا اس سے خلط مبحث ہو گیا ہے؛ باایں ہمہ ظن غالب یہ ہے کہ وہ تھسلی سے ہی آئے ہوں گے متقدمین نے بیوتیوں کے ترک وطن کے جو حالات چھوڑے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں اقوام کی رفتار شمال سے جنوب کی طرف کو تھی۔ ہم سنتے ہیں کہ بیوتی ابتدا میں تھسلی میں رہتے تھے لیکن اُنھیں تھسالویوں نے جو تھس پروتیا سے آئے تھے، اُن کے مسکن سے (جو وادی پے نائیوس کے ضلع آرنے میں واقع تھا) نکال دیا اور خود اس

[1] ک، او، میولر: "دوریانیاں"، اشاعت دوم جلد ۲، برلن ۱۸۴۴ء (K.O. Mueller Die Dorier) دوریانیوں کی ابتدائی تاریخ کے لیے ہیروڈوٹس (۱/۵۶) کا مطالعہ کرنا چاہیئے جو انھیں "خانہ بدوش قوم" کا لقب دیتا ہے؛ اور اسی فقرے میں، و نیز ۸/۴۳ میں وہ دوریانی قوم کو "مقدونوی" بتاتا ہے؛ بلاشبہ اس سے اُسکا مطلب اُن مقدونیوں سے ہوگا جو باقی ماندہ دوریانیوں سے کوہ اولمپوس پر جدا ہو گئے تھے۔

باب ۱۱

خوبصورت وادی کے مالک بن بیٹھے جو زنجیرۂ پندوس کے مشرق میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب واقعات جنگ ٹروا کے ساٹھ سال کے بعد پیش آئے لیے تھسالوی حملے اور بیوتیوں کے جنوب کی طرف ہٹ جانے کا دوریانیوں کے تھسلی میں داخل ہونے سے خاص تعلق ہے، اور اس میں جو خیال مضمر ہے وہ یہ ہے کہ تھسالویوں نے دوریانیوں سے اُن کے مساکن خالی کرا لیے[۲] بہر حال اُن واقعات کی کوئی سند نہیں، اس لیے ہمیں یہ فرض کرنے پر قناعت کرنی چاہیے کہ کسی خاص زمانے میں، جس کا قطعی تعین تو ممکن نہیں، لیکن جو سنہ ۱۰۰۰ ق م کے قریب ہی ہوگا، ارض یونان میں بڑی بڑی قومی تحریکات وقوع پذیر ہوئی تھیں، جس کی وجہ سے پہلے تو وادی پے نائیوس کی آبادی، اس کے بعد وسطی یونان کی اقوام، اور پھر پیلوپونیز کے

لہ بیوتیوں کے بیوتیہ میں بود و باش اختیار کرنے کے واقعات کے لیے طوسی دیدش ۱، ۱۲ کا مطالعہ کیا جائے۔

۲ہ عام طور پر ہرقل کے زمانے کے دوریانیوں کا وطن ہستیائیوتس سمجھا جاتا ہے (ڈونکر ۵، ۴۴۱) اس کے برعکس استرابو (۷، ۴۲) کہتا ہے کہ اس بعید زمانے میں اُن کی بود و باش کوہ ایتہ پر، یعنی دورس میں تھی۔ بلا شبہہ اُن کے اور لاپتھیوں کے درمیان جو جھگڑا ہوا اس کے لیے شمالی تھسلی ہی زیادہ موزوں تھی، لیکن اس کے برعکس اگر دوریانیوں کا فرمانروا ائےگیمیوس کی مدد سے ہیلوس ہستیائیوتس کا بادشاہ بن گیا، اور افسانوں کے بیان کے بموجب اگر اُس نے اس سے پہلے ہی پیلوپونیز کے مسخر کرنے کی کوشش کر لی تھی، تو پھر اُسے کوہ پندوس اور دریوپس میں "قیام" کے لیے بہت ہی کم وقت بچا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی میراث کے حصول کے لیے تھسلی سے براہ راست آرگوس گیا ہو، لیکن اس کا تعلق تاریخ کی بہ نسبت افسانے سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ سب باتیں اس امر کا مزید ثبوت ہیں کہ خوبصورت یونانی افسانوں کی مدد سے تاریخ مرتب کرنا اور واقعات کا تسلسل قائم کرنا ہم انسانوں کا کام نہیں۔ استرابو ہومر کا اتباع کرتے ہوئے کہتا ہے (۹، ۴۰۱) کہ جب اورس تھیس کی اولاد ایشیا جاتی ہوئی آولس پہنچ چکی تھی تو اُس وقت بیوتی قوم (جس کا اُس وقت یہ نام نہ تھا) بیوتیہ سے تھسلی آئی اور پھر واپس بیوتیہ ہوئی، جس پر بیوتی پیلاسگی ایتھنز اور تھریسی پارناسوس چلے گئے

باشندوں کی ازسرِ نو ترتیب عمل میں آئی:

ان واقعات کے بعد تھسالوی قوم وادی پے نائیوس میں آباد ہو گئی جہاں سے وہ اپنی ماتحت اقوام (مثلاً کوہ اولمپوس کے جنوبی دامن میں پرھے بی کوہ پے لیون پر ماگنیتی، از نجیرۂ پیندوس پر دولوپی، اور کوہ اوتھریس پر اکئے نیانی اور فیتوتی اکائیانی) پر حکومت کرنے لگی۔ وسطی یونان میں دوریانی دریائے پینڈوس کے کنارے پر دریوپیوں کے ملک پر قابض تھے، اور بیوتی کوپائی جھیل کے چاروں طرف رہتے تھے جہاں اورخومینوس کی بجائے تھیبز کو فوقیت حاصل ہو گئی تھی۔ لیکن ان سے بھی زیادہ تبدیلیاں جزیرہ نمائے پیلوپونیز میں ہوئی تھیں جس کی تسخیر کا سہرا صرف دوریانیوں کے سر ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ ہرقل کی اولاد بھی شامل ہوگی اس لیئے کہ روایت کے بموجب وہی اس وقت دوریانیوں کی سرتاج تھی۔ یہاں ہم پھر افسانے میں غوطہ لگاتے ہیں، لیکن یہ افسانہ ایسا ہے کہ اس کا یونان کے سیاسی اور تاریخی تخیلات پر بہت کچھ اثر پڑا اور یہ اثر یونانی آزادی کے اختتام تک برابر قائم رہا:

دوریانیوں کے حکمران اے گیمیوس نے لاپتھیوں پر فوج کشی کی جس میں ہرقل نے دوریانیوں کی مدد کر کے اُن کے مدِ مقابل کو شکست تو دے دی لیکن اس حصۂ ملک پر قبضہ نہیں کیا جس کی حوالگی کا اُس سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اس سورما کے انتقال کے بعد اے گیمیوس نے ازراہ تشکر و امتنان اُس کے بیٹے ہیلوس کو اپنا ولی عہد بنایا، اور اس طرح ہیلوس اور اُس کے پسماندوں کو وہی حقوق حاصل ہو گئے جس کے وہ خود اولادِ ہرقل کی حیثیت سے مستحق تھے۔ ان حقوق میں شہر و ضلع آرگوس کی حکمرانی بھی شامل تھی اس لیئے کہ بجائے موجودہ بادشاہ یوریس تھیوس کے یہاں کی راجدھانی پر ہرقل کو ہی استحقاق تھا۔ اسی طرح چونکہ ہرقل نے تیندا ریوس کو مدد دی تھی اس لیئے کہ اُس کی اولاد کا اسپارٹا پر بھی حق سمجھا گیا۔ ایلس میں بھی ہرقل نے اوگیاس کو شکست دے کر نسطور کو پیلوس کے تخت پر بٹھا دیا تھا، اس لیئے اُس کی اولاد کو یہاں کے تخت کا دعوےٰ کرنے کا گویا حق پیدا ہو گیا۔ غرض یہ ہے کہ اگر دوریانیوں میں پیلوپونیز کو مسخر کرنے کی اہلیت تھی تو منجملہ بالا حقوق کو پیش کرنے

باب ۱۲

اور ان کے ذریعے سے پیلوپونیزی اقوام کو زیر کرنے کا انھیں پورا موقع مل گیا۔[1]

اس سے پیشتر ایک مرتبہ جب ہیلوس نے پیلوپونیز فتح کرنے کی کوشش کی تھی تو اُسے دیلفی کی کاہنہ کی طرف سے یہ جواب ملا تھا کہ ہرقلیوں کو تیسرے پھل کا انتظار کرنا چاہیئے، جس کا اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ شاید کاہنہ کی مراد تیسرے سال سے ہے، یہ وقت گزر جانے پر خاکنائے کے راستے جزیرہ نما پر حملہ کر دیا تھا۔ لیکن صرف ایک ہی معرکے میں یہ مہم ختم ہو گئی اور ہیلوس لیخےموس ساکن تگیہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس ناکام کوشش کے بعد ہرقلی چار و ناچار واپس آئے اور اٹیکا کے شہر مارا تھون میں بود و باش اختیار کر لی۔ ہیلوس کے بیٹے کلیودائیوس نے ازسرنو پیلوپونیز فتح کرنے کی کوشش کی لیکن اُسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، اور اسی طرح جب اُس کے بیٹے ارسطوماخوس نے حملہ کیا تو اُس کا بھی بجنسہٖ یہی حشر ہوا۔ ارسطوماخوس کے تین بیٹے تمے نوس، کریسفونتیس اور ارسطودیموس تھے جن میں سے موخرالذکر نے دیلفی والوں سے یہ شکایت کی کہ جس مہم کی خود معبودوں نے اجازت دیدی تھی اُس میں اتنی پے در پے ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے؛ اس کا اُسے یہ جواب ملا کہ

---

[1] ہرقلیوں کی مہمات کی افسانہ آمیز تاریخ کے لیئے اپولودوروس ۲، ۷، و ۸ کا مطالعہ کیا جائے۔ اُن سے تین داریوس نے جو وعدے کیئے تھے وہ دیلودوروس ۴، ۳۳ میں مذکور ہیں۔ پیلوپونیز پر دوریائی دعاوی کا افلاطون کی کتاب "النوامیس" ۳، ۶، ۷، صفحہ ۶۸۲–۶۸۶ میں ذکر ہے؛ اس کے علاوہ ایسقراطیس کی کتاب "آرکی داموس" ۱۱۹ و ۱۲۰ میں اور بھی ایسے واقعات ملیں گے جن میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ہر ایک بیان کی حیثیت مساوی ہے، اور مسلمہ روایت افلاطون اور ایسقراطیس سے زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتی، اور اصل یہ ہے کہ سب کے سب افسانے ہیں جن کے موافق یا مخالف ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ ایتولیا کی جانبازیوں کے لیئے استرابو، ۳۵۷ اور پیئوسانیاس ۵، ۳، ۴ دیکھے جائیں۔ طوسی دیدش (۱، ۱۲) کا بیان ہے کہ دوریائی پیلوپونیز میں جنگ ٹروائے سے اسی سال بعد داخل ہوئے۔ اپولودوروس کہتا ہے کہ اوکسیلوس یک چشم تھا، لیکن پیئوسانیاس (۵، ۳، ۵) کہتا ہے کہ بجائے اُس کے اُس کی سواری کا خچر بھی کانا تھا۔

وہ لوگ تیسرے "پھل" کا مطلب ہی نہیں سمجھے، اصل میں اس کے معنی تیسری پیڑھی کے ہیں جواب آگئی ہے اس لیئے انھیں چاہیئے کہ اب وہ بجائے خاکنائے کے راستے کے نئوپاکتوس ہو کر پیلوپونیز جائیں اور جس شخص کی تین آنکھیں ہوں اُسے اپنے ساتھ لے لیں۔ طوسی ویدیش کا بیان ہے کہ جنگ ٹروائے سے اسی سال بعد انھوں نے اس ہدایت پر عمل کیا؛ راستے میں اُنھیں ایتولی اُوکسی لوس مل گیا جو یک چشم تھا اور جو گھوڑے پر سوار تھا، اس طرح گویا ڈیلفی والوں کی ہدایت کی تکمیل ہوئی اس زمانے میں اسپارٹا اور آرگولس پر تسامینوس حکمراں تھا جو اورسٹیس اور ہرمیونے (دختر مینے لاؤس) کا بیٹا تھا۔ اُوکسی لوس نے ہرقلیوں سے طے کر لیا تھا کہ اگر انھیں اس مہم میں کامیابی ہوگی تو وہ ایلیس کا تاج اُس کے حوالے کریں گے، اور چونکہ اُسے خوف تھا کہ اگر اُنھوں نے اس ملک کی خوبصورتی کا اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا تو ممکن ہے کہ وہ اپنے وعدے کا ایفا کرنے میں تامل کریں اس لیے وہ اُنھیں ایلیس کے بجائے آرکیڈیا ہو کر لے گیا لڑائی میں تسامینوس کو شکست ہوئی اور اکائیائی اپنے ملک کے شمال کی جانب جہاں ایونیائی آباد تھے ہٹ گئے۔ اوکسی لوس نے ایلیس کو ایک جنگ میں جنھیں ایتولی پی رائخ موس نے ڈیاگ مینوس کا دست بدست لڑائی میں خاتمہ کر دیا، فتح کر لیا۔ فاتحوں نے آرگوس، لقونیہ اور مسینیہ کو قرعے کے ذریعے تیمے نوس، کریسفونتیس اور پسران ارسطودیموس یعنی یورسیں تھینس اور پروکلیس کے مابین تقسیم کر لیا، لیکن کریسفونتیس چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے مسینیہ کا زرخیز علاقہ اُسی کے حصے میں آئے، اور اپنی خواہش ایک چال چل کر پوری کی۔ قدیم روایات کے بموجب فتح پیلوپونیز کے واقعات کا یہ پتا شہر نئوپاکتوس کے نام سے چلتا ہے جو خلیج کورنتھ کے سب سے تنگ حصے پر واقع ہے؛ اسی مقام پر دوریانیوں نے اپنے جہاز تعمیر کیئے اور یہیں اسپارٹی کارنیا کا میلا صرف اس وجہ سے لگایا جاتا تھا کہ اسی میدان میں ایک زاہد و متقی شخص کارنوس مارا گیا تھا۔

اگر ان افسانوں میں تھوڑی بہت تاریخی حقیقت مضمر ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ

باب۱۲

ممکن ہے کہ حملہ آور قوم انھیں راستوں سے پیلوپونیز آئی ہو جن کا اس میں تعین کیا گیا ہے، اور اس نے خلیج کورنتھ کو نو پاکتوس ہو کر ہی عبور کیا ہو اور وہاں سے مشرق اور جنوب کی طرف آرکیڈیا ہو کر مشرق اور جنوب کی طرف گئی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں دونوں جنوبی دوریانی ریاستیں ذرا شمال کی طرف واقع ہوں گی اولین عہد میں پائے تخت ستے نی کلاروس تھا اور اسپارٹا اس قدر طاقتور نہ تھا کہ فوراً امیکلائی کو ذرا جنوب کی طرف واقع تھا، فتح کر لیتا[ش] ممکن ہے کہ دوریانیوں نے آرگوس پر مغرب کی جانب سے بھی حملہ کیا ہو، لیکن بلا شبہہ دوسری طرف سے بھی ضرور چڑھائی کی ہوگی اس لیے کہ ان کا مرکز قلعہ تیمے نیوم تھا جو ساحل پر واقع تھا[ے] اس لیے ہمیں یا تو یہ فرض کر لینا پڑیگا کہ دوریانی وہاں جہازوں میں پہنچے ورنہ کم از کم ان کے پاس سامان خورونوش ضرور ساحل ہو کر آیا ہوگا، اور اسی قسم کے حالات و واقعات تسخیر کورنتھ کے وقت بھی پیش آئے ہوں گے۔ اس اہم اور مشہور تجارتی منڈی پر جس میں اُس وقت ایونیانی آباد تھے، ہرقلی الیتیس[ش] نے سولی گیوس قلعے سے جو خلیج کنکریا سے[ش] پر واقع تھا، حملہ کیا اگر ان واقعات کو

ش پولی آئے نوس (۱، ۱۰) کے نزدیک ہرقلیوں نے لقونیہ آرگوس سے فتح کیا۔

ے تیمے نیوم کے لیے پیوسانیاس ۲، ۳۸، ۱، اور پولی آئے نیوس ۲، ۱۲ کا مطالعہ کیا جائے۔

ش دراصل الی تیس ایسے فینیقیوں کا قائم مقام ہے جو کسی خاص ملک سے وابستہ نہ تھے اور جو ابتدائی زمانے میں ہی کورنتھ آکر آباد ہو گئے لیکن زمانۂ مابعد میں یہ نام دوریانیوں کے ایسے رہبر کو دیا گیا جس سے کوئی واقف بھی نہ تھا۔ روشر کی قاموس (Roscher: Lexicon) میں وٹش (Witisch) کا مضمون صفحہ ۲۲۹ دیکھا جائے۔ Vell-Pat. (۱، ۱۳) کے نزدیک دوریانیوں نے کورنتھ کو ممیوس کی تباہی سے ۹۵۲ برس کے بعد یعنی ۱۰۹۸ ق م میں فتح کیا تھا۔

ش فتح کورنتھ کے لیے طوسی دیدش ۴، ۴۲، ۲، ۴۳۔ اس مسئلے کو حل کرنے کیلیے کہ آرگوس کیونکر مسخر ہوا ہوگا، ہمیں اس امر کا لحاظ کرنا چاہیے کہ میکے نائی کے قریب جو کوہ تری توں سے

پیش نظر رکھا جائے تو ہم یہ فرض کر لینے پر مجبور ہوں گے کہ ایونیانیوں کو سمندر سے اس قدر مغائرت نہ تھی جتنی کہ تاریخ یونان کے ترتیب دہندوں نے فرض کر لیا ہے، اور ہم فتح پیلوپونیز کی بابت اس رائے کو تسلیم کر لیں گے اس جزیرہ نما کی تسخیر صرف ایک لڑائی سے ہوئی، یہی خیال آج کل عام طور پر پسند کیا جاتا ہے اور اس کے خلاف نسابوں نے جن واقعات کا اپنی تحریروں میں ذکر کیا ہے اون کی کوئی اصلیت نہیں۔ حقیقت واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو سپاہیوں کی مختلف ٹولیوں نے مسخر کیا ہوگا جن میں سے بعض تو ایتولیہ سے ایلس اور وہاں ہوکر آرکیڈیا کے راستے جنوب کی طرف، بعض دورس سے پیلوپونیز کے مشرق کو اور چند جہازوں پر سوار ہوکر اور بیوتیہ اور اٹیکا کا دور کر کے اپنی منزل مقصود تک پہنچے ہوں گے [۹]۔

تسامینوس کی سیادت میں آرگوسی اکائیائیوں نے ان ایونیانیوں (یعنی برائے نام ائی گیائیوں) کو جو خلیج کورنتھ پر قابض تھے، اپنے مساکن سے نکال دیا، اور خود بارہ شہروں میں آباد ہو گئے۔ یہ خارج الوطن ایونیانی اٹیکا بھاگ گئے جہاں اونھیں (قدیم روایات کے بموجب) اپنی نسل کے اور فراری یعنی پیلوسی کے نیلیوس کی اولاد سے تھے اور مشہور رشی نسطور کے عزیزوں میں ہوتے تھے؛ ان کا سردار میلانتھوس تھا جو ایتھنز پر بھی حکومت کرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ الیتیس نے جب کورنتھ کو فتح کیا ہے [۱۰] تو اس وقت دودواس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اسکی وجہ سے شمال کی طرف کے حملے کی مشکلات میں بہت کچھ اضافہ ہوا ہوگا۔

[۹] گروٹ (۱، ۵۵۵) بھی اس رائے سے متفق ہے کہ پیلوپونیز کی تسخیر میں ایک بیڑے نے مدد دی جو خلیج مالس سے چلا اور اسی راستے ہوکر جو دریوپیس نے اختیار کیا تھا پیلوپونیز آیا۔

[۱۰] تسخیر کورنتھ کیلئے پوسانیاس ۲، ۴، ۳، ۶ Con ۲۶۔ الیتیس کے متعلق دیگر روایات کیلئے Dur. ۸ کا مطالعہ کیا جائے۔ الیتیس نے قدیم ایفرا کو لا عظیم الشان کورنتھ کا لقب دیا تھا

باب ۱۲

اور ہیانتی داس فرماں روا تھے۔ جزیرۂ پیلوپونیز کے شمال و مشرقی گوشے کی فتح کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ[۱۱] تمے نوس شاہ آرگوس کے متعدد بیٹے اور ایک بیٹی تھی جسکا نام ہیر تمتھو تھا جس نے ہرقل کی نسل کے ایک فرد دئی فون تیس سے شادی کرلی تھی۔ لڑکی کا باپ اپنے داماد کا بہت کچھ پاس و لحاظ کرتا تھا اس لیے اُس کے بیٹوں نے حسد میں بھر کر اپنے باپ کو جان سے مار ڈالا اور اس کی جگہ انھیں میں سے ایک یعنی کئی سوس آرگوس کا بادشاہ بن گیا۔ ادھر دئی فون تیس نے ایپی دوروس پر قبضہ کر کے اس کے باشندوں کو اٹیکا بھاگ جانے پر مجبور کیا اور ایونیانیوں نے ائی گینا فتح کر کے ساحل پیلوپونیز کے جنوب و مشرق میں ایک نیا ایپی دوروس آباد کیا۔ تمے نوس کے چوتھے بیٹے اگائیوس کو تروئے زینے کے ایونیانیوں نے اپنے شہر میں خوش آمدید کہا، اور دوسرا بیٹا فالکس سکیون گیا جہاں اُس نے ہرقلی لاکستا داس کے ساتھ مل کر حکومت کی باگ سنبھالی۔ فالکیس کے بیٹے رھگنی داس نے فلیوس پر چڑھائی کی اور اسے تسخیر کرلیا۔ جب دریوپیوں کو کوہ پارناسوس کے دامن سے بھاگنا پڑا تو وہ ہرمیونے اور ازینے چلے گئے جو آرگوسی اکٹے میں تھا۔ واضح ہو کہ دوریانی پے نیوس یا الفیوس پر یعنی جزیرہ نما کے مغربی حصے پر کبھی اثر نہیں ڈال سکے؛ پے نیوس کی وادی میں توان کے حلیف یعنی ایتولیوں نے ایلس آباد کیا اور دریائے الفیوس کے کنارے کنارے شہر پی ژا تک اپنا اقتدار قائم کرلیا جس کی اہمیت دوریانی حملے کے زمانے سے گھٹنے لگی۔ آرکیڈیا پر بھی دوریانی حملے کا مطلق کچھ اثر نہیں پڑا اور یہ ضلع نہ صرف مسلسل آزاد اور خود مختار رہا بلکہ اپنی اجتماعی کیفیت میں بھی کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔

[۱۱] شمال و مشرقی پیلوپونیز کے قبضے کے لیے مفصلۂ ذیل کا مطالعہ سودمند ہوگا:- پئوسانیاس ۲، ۱۹؛ انکیاس ساکن دمشق، جزو ۳۸، ۴۱؛ پئوسانیاس ۲، ۲۶، ۲۔ تروئے زینے Scymn ۵۳۳۔ فلیوس، پئوسانیاس ۲، ۱۳، ۱، ۲۔ دریوپی، ہیروڈوٹس ۱، ۵۶، ۷، ۳۰، ۸، ۴۳، پئوسانیاس ۷، ۴، ۳، ۹؛ ۵، ۱، ۲۔

باب ۳

نقل وطن کی تحریک میں دوریانی حملے کی وجہ سے جو تہیج پیدا ہوا اس کا زور یورپ ہی میں ختم نہیں ہوا بلکہ اُس سے ایشیائی ساحل اور بحیرۂ ایجین کے بہت سے جزیرے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جزائر میں سے صرف اُن پر ہی قبضہ کیا گیا جو ارض یونان سے بعید ترین تھے، یا یہ کہنا چاہیئے کہ صرف انھیں کے قبضے کا حال ہم تک پہنچا ہے؛ قریب ترین جزائر، جیسے جزائر مدونزکو (علاوہ چند مستثنیات کے جن پر دوریانیوں نے قبضہ کرلیا) پہلے تو کاریائیوں کے جزوی قبضے میں چھوڑ دیا گیا اور پھر ایونیانیوں نے ان میں آہستہ آہستہ اپنی نوآبادیاں قائم کرلیں۔ جہاں تک روایتی تاریخ کا تعلق ہے، ایشیائے کوچک کے سواحل اور جزائر کی نوآبادمعمرات کی تاریخ مفصلۂ ذیل ہے:[۱۱۱]

---

[۱۱۱] سواحل ایشیائے کوچک کی آبادکاری کا سنوی تعین ناممکنات سے ہے۔ روایتی بیان کے بموجب مستقیرین تین مختلف راستوں سے آئے، اور ان کا سنوی تعلق مفصلۂ ذیل بیان کیا گیا ہے: تینوں میں سے سب سے پہلی قوم جو ایشیا آکر آباد ہوئی ایولیائی تھے اور ان کے تقریباً ساتھ ساتھ ایونیانی اور دوریانی بھی آکر بس گئے۔ تام کے پلوٹارک کی یہ سوانح عمری ہومر کے مطابق لشبوس کی نوآبادی ٹروا کے برباد ہونے سے ۱۳۰ سال کے بعد، اور ایک اور شخص کے بیان کے بموجب ایونیانی نوآبادی اُس کے ۱۴۰ سال بعد قائم ہوئی۔ حقیقت امر یہ ہے کہ ان واقعات کی تکمیل میں ایک عرصۂ دراز لگ گیا ہوگا۔ چونکہ پچھلے چند سالوں میں تمام متمدن ممالک میں، خصوصاً انگلستان، فرانس، جرمنی، آسٹریا اور امریکہ میں ایشیائے کوچک کی تاریخ دریافت کرنے کے جوش اور ایک دوسرے سے مقابلے کے احساس میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے اس لیئے ہماری معلومات بہت کچھ وسیع ہوگئی ہیں، اور اس میں ایسے محققوں کا ذکر کیئے بغیر نہیں رہ سکتے جنھوں نے اس میں نہایت تحقیق و تدقیق کی ہے یعنی ہملٹن، فیلوز، نیوٹن، وُڈ، ریمزے، پیرو، واڈنگٹن، رایے، شلی مان، ہیومان، کرتیوس، ہرش فیلڈ، پُخشتائن، بینڈورف، کلارک وغیرہ (Hamilton, Fellows, Newton Wood, Ramsay, Perrot, Waddington, Rayet Schliemann, Humann, Curtius, Hirschfeld, Puchstein, Benndorff, Clarke, etc,

باب ۱۲

ان میں سے سب سے شمال میں جو نوآبادیاں تھیں وہ ایونیانی کہلاتی تھیں، اور اُن کی بنیاد پیلوپونیز کے ان اکائیوں نے ڈالی تھی جو یا تو دوریانیوں کے حملے کی وجہ سے بھاگ گئے تھے ورنہ اس واقعے سے پیشتر ہی اپنا وطن چھوڑ کر مشرق کی طرف چلے گئے تھے۔[۱۳] ہیلانیکوس کا بیان ہے کہ خود اورس تیس نے لسبوس کی نوآبادی کی بنیاد رکھی تھی۔ استرابو کے قول کے مطابق، جس نے غالباً ایفوروس کی رائے کا اتباع کیا ہے، اورس تیس ہی اس مہم کا سرغنہ تھا، لیکن اس کا انتقال آرگیڈیا میں ہوا جس پر اوس کے بیٹے پنتھی لیوس اپنے ساتھیوں کو بیوتیہ اور تھسلی ہو کر تھریس لے گیا اور اس کی وفات کے بعد

---

۱۳ لسبوس کے آباد کار اورس تیس کے لئے ہیلانیکوس جزو ۱۱۴ دیکھا جائے۔ ایونیانی نوآبادیوں کا تذکرہ استرابو ۱۳، ۵۸۲ میں ہے لیکن صاف نہیں ہے، نیز ۱۳، ۱۲۲ میں بھی حوالہ دیا ہوا ہے اور یہاں دینز ۹، ۴۰۲ پر کیمے کا بیان دیکھا جائے جو پوسانیاس ۳، ۲، ۱، ۲، ۱۸، ۱۶، اور دیو دوروس ۵، ۸۱ میں بھی دیا ہوا ہے۔ لسبوس کیلئے دیکھو پلین: لسبیاکا (Plehn:Lesbiaca برلن ۱۸۲۶ء۔" کوتزے: سفرنامۂ جزیرۂ لسبوس (A.Couze: Reise nach Inseln Lesbos) ہانوور ۱۸۶۵ء۔ سمرنا کیلئے ہیروڈوٹس "۱، ۱۵۰، استرابو ۱۴، ۶۳۳/۶۳۴، لین: سمرنا، گیوٹنگن ۱۸۵۱ء۔ میلوناس: معاملات سمرنا (Mylonas:De Smyrn. rebus) گیوٹنگن ۱۸۶۶ء کرتیوس: تحقیقات ۱۸۷۲ء (Curtius Beitrage)؛ ویبر: سپی لوس، پیرس ۱۸۸۰ء (Weber: Le Sipylos) جنوبی مگنیشیا کو جو دریائے میاندر پر واقع ہے استرابو ایونیانی بتاتا ہے (۱۴، ۶۴۷) اور بعض مورخ اسے "نوآبادی دیلفی" کا لقب دیتے ہیں (Ath، ۴، ۱۷۳) اگر ایشیائے کوچک اور لسبوس کی ایونیانی بولی اور شمالی تھسلی اور بیوتیہ کی بولیاں ایک ہی زمرہ میں رکھی جاسکتی ہیں (بروگ مان "قواعد زبان یونانی" ۱، میولر کی بیاض علوم قدیم جلد ۱ صفحہ ۱۳، Brugmann:
Griech. Gramm-in I. Mueller's Handbuch d Klass.
Allerthums) تو پھر اکائیہ کے تارکان وطن کا قصہ مشتبہ ہو جائیگا۔

وہ اُس کے بیٹے کے ساتھ پر دیوپتس کے شہر داسکلیون آکر رہنے لگے
پنتھیلیوس کے پوتے گراس نے لسبوس کا زرخیز جزیرہ (جس میں متعدد
عمیق خلیجیں تھیں) آباد کیا اور بہت جلد اس میں پانچ مشہور شہر یعنی متی لنہ،
متھیمنا، ان تیسا، اِرِسوس اور پرہا آباد ہوگئے۔ اسطرف
ایکا یُیا ئیوں کا ایک اور گروہ کلیوآس اور مالاؤس کی سرکردگی میں
لوکرس ہوتا ہوا ایشیا آیا اور یہاں کیمے آباد کر کے لوکرس کے کوہ فری کون
کے نام پر (جہاں کے باشندے آبادکاروں میں شامل ہو گئے تھے) اس کا نام
فری کونتس رکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کیمے ہی کے باشندوں نے جاکر سمرنا آباد
کیا ہوگا جو ایولیائی نو آبادیوں میں سب سے جنوبی ہونے کی وجہ سے ہمیشہ
ایولیائیوں اور ایونیائیوں کے درمیان مابہ النزاع رہا۔ شہر کوہ سپی لوس
کے جنوب میں اس خلیج کے اندرونی گوشے میں آباد کیا گیا جس میں آکر
دریائے ہرموس گرتا ہے اور اس طرح یہ لدیہ کے پائے تخت سارڈس
کا گویا بندرگاہ بن گیا۔ اندرون ملک میں اسی کوہ سپی لوس کے شمالی ڈھلاؤ
کی طرف شہر مگنیشیا واقع تھا جو شائد تھسالوی مگنے ٹیوں کی نو آبادی ہوگی،
لیکن یہ اتنا مشہور نہ تھا جتنا اُس کا ہمنام جو دریائے میاندر کے کنارے پر
واقع تھا اور جسے خاص طور پر ایولیائی کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ لسبوس کے
سامنے والے ساحل پر یا اس کے قریب ہی، و نیز دریائے ہرموس کی طرف
بجانب جنوب متعدد ایولیائی بلدیات تھے [۱۱] اس سلسلے میں آخری بات

[۱۱] ہیروڈوٹس (۱، ۱۴۹) ایشیا کے بارہ اقلیمی شہر شمار کرتا ہے۔ ان میں سے حال ہی
میں اشیائے گلی کے برآمد ہونے سے میرینا کے متعلق بہت کچھ معلومات کا اضافہ ہوا ہے
(۱، پوتی اسے وس، رے ناش: دو قبرستان میرینا") A.Pottier et
S. Reinach: Lanecropolede Myrina پیرس ۱۸۸۷ء)۔ لیکن اس کے
ایولیائی ہونے کا یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اس شہر کی اہمیت کا باعث یہ تھا کہ یہ ایک بلند
پہاڑی پر جو سمندر اور زرخیز وادی کے درمیان تھی، واقع تھا، اور حال ہی میں جرمنوں نے

باب ۱۲

یہ کہتی ہے کہ ضلع ٹروائے اور جزائر تینے دوس و ہیکاتونے سوس بھی ایولیائی تھے، گویا کہ ایولیائی اراضی ہیلیس پونت سے دریائے ہرموس تک پھیلی ہوئی تھی، اور ان جملہ بلدیات کا نام ایولی غالباً ان مختلف عناصر کا امتیاز کرنے کے لیے پڑ گیا ہوگا جن پر ان کی آبادی مشتمل تھی؛

ایولیائی بلدیات کے بعد ایونیائی نوآبادیوں کا نمبر آتا ہے[۱۵] روایت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اس سے دلچسپ حالات کی تحقیقات کی ہے۔ آسوس کیلئے کلارک کی کتاب "تحقیقات آسوس"، بوسٹن ۱۸۸۲ء Clarke: Investigations at Assos کا مطالعہ مفید ہوگا، اور رینزسے نے ایتولیہ میں جو تحقیقات کی ہے اس کے لیئے "جریدۂ مطالعات یونان" جلد ۲ Journ. Hell. Stud. II دیکھنا چاہیئے؛

[۱۵] ایونیائی نوآبادیوں کے لیئے ملاحظہ ہو ہیروڈوٹس ۱، $\frac{۱۴۲}{۱۴۸}$؛ ۷، $\frac{۹۴}{۹۵}$؛ اِسٹرابو ۱۴، ۶۳۲؛ پئوسانیاس ۷، ۲، وغیرہ۔ ہیروڈوٹس (۱، ۱۷۶) کے نزدیک ایونیائیوں اور دوریائیوں نے بحیرۂ ایجین کے جزائر کاریائیوں سے لیے، لیکن طوسی دیدِس (۱، ۴) یہ کہتا ہے کہ کاریائیوں کو مینوس ہی نے جزائر سے نکال دیا تھا۔ ہم یہاں ان روایات میں کچھ اضافہ کرنا چاہتے ہیں جو متن میں نقل کی گئی ہیں۔ اس میں بہت کم شبہہ ہے کہ ایشیائے کوچک کے سواحل کی جدید آبادکاری میں، روایتی بیان سے کہیں زیادہ عرصہ لگ گیا ہوگا اور ایتھنز نے ایونیائی استعمار میں اتنا حصہ نہیں لیا ہوگا جتنا روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہمارے پیش نظر خصوصاً سنہ ق م یا اس کے گرد و پیش کے واقعات ہیں جب ایتھنز میں کودروس نے لیوس اور بازیلے کے معبدوں کی بنیاد ڈالی تھی، اور اس امر کا تیقن اس نوشتے سے ہوتا ہے جو حال ہی میں برآمد ہوا ہے (یہ جریدہ "ایفی میرس" ۱۸۸۴ء (Arch. Ephemeris) میں طبع ہوا ہے اور اس پر جریدۂ "تاریخ آثاریات" میں (Ges.) میں کرتیوس نے بحث کی ہے۔ خود افسانوں سے اس کا پتا لگتا ہے کہ ایونیائیوں کی آمد سے پیشتر ہی یونانیوں نے کولوفون پر قبضہ کرلیا تھا (پئوسانیاس ۷، ۳، ۳)۔ ساموس اور خیوس کی ابتدائی تاریخ سے (پئوسانیاس ۷، ۴) ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اس جزیرے کی آبادکاری میں، جس کی بابت ہمیں بہت کم معلومات حاصل ہیں، منزلہ ورلنز

باب ۱۲

کے مطابق ایونیائی مستعربین ایتھنز سے آئے تھے جہاں تھے سیوس کے بعد مینس تھیوس تخت نشین ہوا، یہ وہی مینس تھیوس ہے جو جنگ ٹروائے کے موقع پر ایتھنزی فوج کا سپہ سالار تھا، اور اس کے بعد تھے سیوس کی نسل سے بہت سے افراد یعنی دیموفون، اوکسن تاس، اُفی داس اور تھے موئے تاس سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ جب دوریانیوں نے نیلیو سیوں کو پیلوس سے نکال دیا تو وہ وہاں سے سیدھے ایتھنز آئے جہاں انھیں خوش آمدید کہا گیا۔ ایتھنز اور بیوتیہ میں کشیدگی تو رہتی ہی تھی، ایک آویزش کے دوران میں بیوتی حکمران زانتھوس نے تھیموئی تاس کو دست بدست مقابلے کے لیے للکارا، لیکن موخرالذکر کے بجائے انہی نیلیو سیوں میں سے ایک یعنی میلانتھوس سامنے آیا، اپنے حریف کا مقابلہ کیا اور فتح پائی، جس کے انعام میں اُسے ایتھنز کا بادشاہ بنایا گیا، اور اس کی وفات پر اُس کا بیٹا کوڈروس تخت نشین ہوا۔

اسی زمانے میں پیلو پونیز میں، جسے دوریائی اپنے دائرہ اقتدار میں رفتہ رفتہ شامل کر رہے تھے، متواتر ہلچل مچی ہوئی تھی۔ ایتھنز میں ہر چہار طرف سے فراری آ رہے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آخرکار دوریانیوں نے اس شہر پر بھی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ لگا ہوگا۔ جہاں تک ایتھنز کا بحیثیت ادر بلدیات تعلق ہے، ایکطرف تو نیلیو سیوں کی تعداد ذرا مشتبہ معلوم ہوتی ہے، اور دوسری جانب یہ رائے ہے کہ پروکلیس جس نے ساموس کو آباد کیا، ایون ولد زوتھوس کی نسل سے تھا، دراصل صرف اس مشکل مسئلے کو حل کرنے کے لیے دی گئی ہے (پَیوسائناس ۷، ۴، ۲)۔ اس ضمن میں ہمیں صرف یہ اور کہنا ہے کہ خود افسانے کے مطابق ان ایونیانیوں کی تعداد جو ایشیا کو ترک وطن کر کے چلے گئے، زیادہ نہیں معلوم ہوتی اور کڈیوس کا یہ فرض کرنا کہ وہاں انھیں اپنے ہم نسل باشندے مل گئے بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔ ہیروڈوٹس ایونیہ کی نفیس آب وہوا کی تعریف کرتا ہے (۱، ۱۴۲) اور یہ بھی کہتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں بھی ایونیہ کے دریا اپنے ساتھ مٹی لا کر اپنے دہانوں کو بھر رہے تھے، لیکن اشترابو کے زمانے تک اس کا ساحل بہت دور تک تھا (ہیروڈوٹس ۲، ۱۰؛ اشترابو ۱۴، ۶۴۲)۔

باب ۱۱

مسئلہ کر دیا۔ ڈلفیس کاہنی ندا سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اگر انھوں نے کوڈروس کی جان بخشی کی تو وہ ضرور مظفر و منصور ہوں گے، لیکن کسی نہ کسی طرح کوڈروس لڑائی میں کام آ گیا اور صرف میگارا کے قبضے پر قناعت کر کے دوریانیوں کو واپس جانا پڑا۔ ایتھنز میں کوڈروس کے بعد پھر کوئی بادشاہ تخت پر نہیں بیٹھا، اور اس کی توجیہ بیان کرنے کے لئے زمانہ مابعد میں یہ لطیفہ بیان کیا گیا کہ وہ اتنا اچھا شخص تھا کہ ایتھنزیوں کو اس کا ثانی میسر نہیں آیا۔ بہرنہج بلدیہ ایتھنز کی حکومت اس کے بعد بھی اس کے خاندان میں ہی رہی۔ صرف فرق اتنا ہو گیا کہ حکام کو بجائے بادشاہ کے آرخن کہنے لگے۔ اب اس کے دو بیٹے یعنی میدون اور نے لیوس میں میراث پدری کے لئے جھگڑا ہونے لگا جس پر کاہنہ نے میدون کے موافق اپنا فیصلہ صادر کیا اور نے لیوس وطن چھوڑ کر ایشیا چلا گیا جہاں اور بہت سی قومیں (یعنی ایتھنزی، پیلوپونیزی، ایونیائی، مینیائی، یوبیہ کے ابانتی، فوکسی، تھبزی، دریوپی، مولوسی، آرکیڈی، پیلاسگی اور ایپی دوروس کے دوریانی) اس سے آ کر مل گئیں اور انھوں نے اپنا نوعی یا اجتماعی نام ایونیائی رکھا۔ ان لوگوں نے جن بلدیات کی بنیاد ڈالی ان میں سے ایک شاندار شہر ملطہ تھا جو ایک ایسی خلیج کے دہانے پر واقع تھا جو اب خشک ہو کر اراضی میں شامل ہو گئی ہے، اور اس ضلع میں اس وقت کاریائی آباد تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ "ملطہ" دراصل ایک کریٹی نوجوان کا نام تھا جو اپنے گھر سے ایشیا بھاگ گیا تھا۔ ایونیانیوں نے نے لیوس کی ماتحتی میں اس مقام پر حملہ کیا اور یہاں کے مردوں کا خاتمہ کر کے عورتوں کو اپنے گھروں میں ڈال لیا۔ واضح ہو کہ دِدی میوسی اپولو کا مشہور بت کدہ جو ملطہ سے بجانب جنوب واقع تھا، ایونیائی نوآبادی سے زیادہ قدیم تھا[۱۶]۔ ملطہ کے بعد سب سے اہم شہر

---

۱۶ ملطہ: ایک ایتھنزی نوآبادی، ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۶؛ ۵، ۹۷؛ ۹، ۶ ۲۱؛ ۹، ۹۷؛ اشترابو ۱۴، ۶۳۲ تا ۶۳۶؛ پوسانیاس ۷، ۲، ۶۔ شروڈر کے مقالے، اشترال زندگی ۱۸۲۶ء مقالہ ولڈاؤ، ڈارمشاط ۱۸۲۹ء۔ مقالہ شمٹ، گیوٹنگن ۱۸۵۵ء۔ نیز مقابلہ کرو

ایفی سوس تھا جس کی آبادی کو ڈروپی انڈروکلوس نے کی تھی۔ یہ شہر اس زرخیز

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - نیوٹن کی کتاب "تاریخ انکشافات وغیرہ" جس کے اقتباسات
نیچے دئے ہوئے ہیں - رایے: طامس کی تصنیف جو ابھی غیر مکمل ہے نہایت عمدہ ہے
اور اس میں رایے نے اپنی کھدائیوں کے نتائج پیش کئے ہیں جو اوس نے روتھس چائلڈ کے
خرچ سے کیں؛ (اشیا جو برآمد ہوئیں عجائب خانۂ لوور میں موجود ہیں) Rayet et
Thomas: Milot et le Golfe Latmique "ملطہ و خلیج لاتموس" پیرس
۱۸۷۷ء وغیرہ -

ایفے سوس: گرلوفیلوس کے مطابق اس شہر کی بنا جس طرز پر ہوئی اس کا اقتباس
"دستور ایتھنز" ۸، ۱۶۱ ۳ میں دیا ہوا ہے - نیز مقابلہ کیا جائے استرابو ۱۴، $\frac{۲۳۳}{۶۳۴}$ $\frac{۲۳۹}{۶۴۲}$
پوسانیاس ۷، ۲، ۴ زمانۂ حال کے مصنفوں میں سے مفصلۂ ذیل ممتاز ہیں: گول:
"ایفے زیاکا" Guhl: Ephesiaca برلن ۱۸۴۳ء) فالکنر: ایفی سوس و
بتکدۂ دیانہ Faulkner:Ephesus and the Temple of Diana
لندن ۱۸۶۲ء؛ ای کرتیوس ایشیائے کوچک کی تاریخ و توصیف کے معلومات میں اضافے
E. Curtius.Beitrage Gesch. und Topogr Klainasiens
۱۸۷۲ء؛ "ایفی سوس" برلن ۱۸۷۴ء - انگریزوں نے بھی نہایت اہم انکشافات کئے ہیں جیسے
ج، ٹ، وڈ: انکشافات ایفی سوس" J. T. Wood: Discoveries at
Ephesus لندن ۱۸۷۷ء؛ ہیڈ: سکہ جات ایفی سوس Head Coinage of
Ephesus لندن ۱۸۸۰ء -

میکوس: استرابو ۱۴، ۱، ۶۳۳، ۶۳۶؛ پوسانیاس ۷، ۲، ۱۰؛ پولی آئے نوس
۸، ۲۵ -

پری اے نے: استرابو ۸، ۳۸۴؛ ۱۴، ۱، ۶۳۳، ۶۳۶، ۶۳۹؛ پوسانیاس
۷، ۲، ۹ - انگریزوں کے انکشافات؛ رپورٹ پلن و نیوٹن بابتہ باقیات بتخانۂ ایتھنے پولیاس
بمقام پری اے نے (مجسمے لندن میں موجود ہیں) لین شاؤ: "معاملات پری اے نے"
Lenschau: De rebus Prienonsium

باب ۱۱

ضلع میں واقع تھا جو وادی کائسٹر کے دہانے پر ہے اور جس میں ہو کر اندرون ایشیا سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کولوفون: پیوسانیاس ۷، ۳، ۱۔ اِسٹرابو (۱۴، ۶۴۳) کا بیان ہے کہ اس شہر کو پیلوس کے باشندے مسمی اندرائے مون نے آباد کیا تھا لیکن اسٹرابو ۱۴، ۱، ۳، ۶۳۳، ۶۴۳ اس شہر کے ایک باشندے مِمنرموس کا قول نقل کرتا ہے کہ اس شہر کا اولین آباد کار خود پیلوس تھا۔ ک، ۱، پرٹز، "کولوفونیا کا" C. A.Pertz: Colophoniaca گیوٹنگن ۱۸۴۸ء۔ زمانۂ مابعد میں اسی شہر میں نہایت خوبصورت سکے ڈھالے گئے۔ حال ہی میں شخ ہارٹ نے "روئداد انجمن آثار قدیمۂ ایتھنز" ۱۸۸۶ء صفحہ ۳۹ تا ۴۳ میں کولوفون، نوٹیوم اور کلاروس کے مواقع کا تعین کیا ہے Schuch hardt: Mittheil. der arch Inst Athen

لیبے دوس: پیوسانیاس، ۷، ۳، ۲ اِسٹرابو (۱۴، ۶۳۳) اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ اسے اَنڈروپومپوس نے آباد کیا۔

تیوس: پیوسانیاس ۷، ۳، ۳ اور اِسٹرابو ۱۴، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۴۴ میں بہت ہی کم فرق ہے۔ اس شہر کے باشندوں کی تقسیم فوجی طریق سے "وحیدولوں" میں ہوتی تھی۔ انگریزوں نے باکھوس کا بت کدہ دریافت کیا ہے (ملاحظہ ہو پری انے کا بیان مفصلۂ بالا)۔ ایریتھیرائے: پیوسانیاس ۷، ۳، ۷۔ اِسٹرابو (۱۴، ۶۳۳) کے نزدیک اسے کنوپوس نے اور اسٹیبوان ساکن بائی زنطہ کے نزدیک وہ کنوپولس نے آباد کیا اس شخص کے انجام کے لیے پولی آسے نوس ۸، ۴۳ کا مطالعہ کیا جائے۔ پیوسانیاس (۷، ۵، ۵) کہتا ہے کہ صور والے ہرقل کی پوجا ایریتھیرائے میں رائج تھی۔ ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۲ اس شہر اور اُس کے ہمسایہ خیوس کی باہمی تجارت کا حال لکھتا ہے اور یہی ڈٹن برگر کے مجموعے نمبر ۳۷۰ میں بھی ہے۔ لامپریخٹ: معاملات ایریتھیرائے برلن ۱۸۷۱ء Lamprecht. De Rebus Erythr. ۔ اس کا نقشہ لیا کے "سفرنامۂ آثاریات" اشاعت ریناش کا زومنائے میں دیا ہوا ہے۔ Lebas: Voy archael ed. Reinach

اسٹرابو ۱۴، ۶۴۵، ۶۴۶۔ پیوسانیاس ۷، ۳، ۸۔ زمانۂ مابعد میں اس شہر میں نہایت حسین سکے تیار ہوتے تھے۔ ملاحظہ ہو "سکہ جات متقدمین" Coins of the ancients

باب ۱۲

سمندر تک کی شاہراہ گزرتی تھی۔ یہاں والے ارتمیس کے مشہور و معروف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ لابان: معاملات کلازومے نائے Labahn: De derebus Clazomen گرائفس والڈ ۱۸۵۰ء؛ سپیرو: تجارت کلازومے نائے Spiro: De Clazomen. mercatura برلن ۱۸۵۰ء لیا: سفرنامہ آثاریات نقشہ نمبر ۲۷۔

خیوس:۔ اودے نوپیون، اور اس کے بیٹوں کے بعد امفیکلوس نے جو جزیرۂ یوبیہ کے شہر ہستیا سے آتا تھا، اس جزیرے پر حکومت کی (پئوسانیاس ۷، ۴، ۹)۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اس سے در اصل ایونیائی آبادکاری ہی مراد ہے۔ استرابو (۱۴، ۶۳۳) کے مطابق خیوس کی بنیاد ایگریتوس نے ایک مرکب آبادی سے ڈالی ہوگی۔ بلکین فقرہ ۱۴، ۹، ۴۹ کا مقابلہ کرلیا جائے۔ یہاں کی مقامی روایات کو ایون نامی شاعر نے مرتب یا منظم کیا۔ مقابلہ کیا جائے پوپو: اضافہ جات بہ معلومات متعلق جزیرۂ خیوس Poppo: Beitr. Zur Kunde der Insel Chios الفورٹ ۱۸۲۲ء، ج، کو نوڈوبلے: معاملات خیوس Whitte: De Rebus Chiorum گوپن ہاگن ۱۸۳۸ء، ا، ولاستوس: "خیا کا" A. Vlastos: Chiaca؛ الی موناکس: "خیوس"، Alimonakis Chios ایرلانگن ۱۸۸۲ء۔

ساموس:۔ استرابو، ۱۴، ۶۳۳۔ اس کا بانی تمبریون تھا؛ ($\frac{۶۳۶}{۶۳۹}$)، پئوسانیاس ۲، ۱۳، ۲، ۷، ۴، ۱ وغیرہ۔ پانوفکا: معاملات ساموس Panofka: Res samiorum برلن ۱۸۲۲ء۔ فرانسیسیوں، انگریزوں اور جرمنوں کے انکشافات گیرن: حالات جزائر پاتموس و ساموس Guerin: Description de l'ile de Patmos et de l'ile de Samns پیرس ۱۸۵۶ء؛ جریدہ مراسلات یونان Bulletin de Corresp. hellen ۱۸۸۰ء؛ گارڈنر "ساموس اور اس کے سکے" Gardner: Samos & the Samian Coins لندن ۱۸۸۲ء؛ لندن ۱۸۸۲ء؛ ا، فبریکیوس: "معلومات متعلق جزیرۂ ساموس" A, Fabricius: Alterthum auf die Insel Samos, m. d. arch. Inst. in Athens

بت خانے کے قریب لیلے گی، لدیائی اور امیزن تو یں رہتی تھیں، اور جب
ایونیانی یہاں آئے تو اونھوں نے صرف بالائی حصے پر قناعت کرکے بت کدے کے ہر چہار طرف
کی اراضی دیسی باشندوں کے ہی قبضے میں رہنے دی۔ انذروکلوس نے
جزیرۂ ساموس پر چند روز کے لئے قبضہ کرکے کاریائیوں کے خلاف
پری اینیون کی مدد کی اور دریائے میاندر کے جنوب میں میوس اور
شمال میں پری اینے سے وہاں کے اصلی باشندوں کو نکال دیا۔ میوس
کا بانی کودروسی کیارتیوس اور پری اینے کا بانی نیلوسی ایپیتوس
اور تھیبزی فلوتاس بتائے جاتے ہیں۔ انکے نزدیک ہی کولوفون تھا
جہاں کلاروسی اپولو کا بت خانہ تھا؛ یہاں ابتدا میں تو کاریائی اور کریٹی آباد
تھے لیکن بعد میں معاہدے کرکے ایونیانی بھی آکر ان سے مل گئے اور انھوں نے
کودروس کے بیٹوں یعنی داماسختون اور پرومے تھیوس کو اپنا
حکمران بنالیا۔ اس مقام سے ساحل ذرا شمال کی طرف جھک کر جزیرۂ خیوس
پر آکر ختم ہوجاتا ہے اور یہاں ایونیانی بلدیات لیبیدوس، تیوس، ایریتھرائے
اور کلازومنیائے آباد تھے؛ ان میں سے لیبیدوس نے تو کبھی کوئی امتیاز
پیدا نہیں کیا؛ یہ ابتدا میں کاریائی تھا اور پھر اندرائےمون نے جو کودروس
کی نسل سے تھا، اوسے از سرنو آباد کیا تیوس میں کاریائی اور خومینوس
والے منیائی رہتے تھے اور انکے بعد ایوئے کوس کی ماتحتی میں جو میلانتھون
کی نسل سے تھا، ایونیانی اور کودروسیوں کی سربراہی میں ایتھنزی اور

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ۱۸۵۸ء۔ کرنیوس نے بہت سے مضامین سامی نوشتوں کے
موضوع پر لکھے ہیں خاصکر ویزل اور لیویک کے جرائد میں (۱۸۴۳ء) و ۱۸۷۷ء)
فوکیہ:۔ پوسانیاس ۷، ۳، ۱۰، اِسترابو ۱۴، ۶۳۳، ۶۴۲، ۶۴۶، ۶۵۲
لِسکوئن؛ فوکاثیا کا Tisquen: Phocaiaca، بون، ۱۸۴۲ء؛ پاپادوپولوس
"معالات فوکیہ" Papadocoulopis Phoc. Sm اس شہر کے سکے بھی
نہایت اہم تھے۔

باب ۱۱

ہوئی بھی آکر آباد ہو گئے۔ ایرِیتھراے پر کریٹیوں، لسیائیوں، کاریائیوں اور پمفلیائیوں، و نیز دیگر ایونیائی بلدیات کے رضاکاروں کے کوڈروسی کنوپوس کی سیادت میں قبضہ ہوا۔ جب ایونیائی کلازومینے آ پہنچے تو وہاں انھیں کوئی قوم نہیں ملی۔ اُس کے بانیوں میں سے اکثر و بیشتر کلیوناے اور فلیوس کے باشندے تھے اور یہاں آنے سے پہلے قلۂ ایدا اور ارض کولوفون میں سکونت پذیر تھے۔ آجکل جزیرۂ خیوس کو زلزلوں نے تباہ و برباد کر دیا ہے لیکن اُس زمانے میں اُس کی شراب اور مصطگی مشہور آفاق تھیں اور اُس کے باشندوں کو اس بات کا فخر تھا کہ ابتدا میں اُن کے شہر کا بانی خیوس ولد پوسئیڈون تھا۔ اس کی آبادی کے بعد کریٹ سے اوے نوپیون آکر یہاں سکونت پذیر ہو گیا اور پھر کاریائی اور یوبیہ سے ابانتی بس گئے۔ جزیرہ ساموس کے مقامی افسانوں کو رزمیہ شاعر آسیوس نے نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فی نکس کی بیٹی اسٹی پالیا سے پوسئیڈون کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انکائیوس رکھا گیا۔ یہ بڑا ہو کر لیلیگی قوم کا بادشاہ ہوا اور اُس نے دریاے میاندر کی بیٹی سامیا سے شادی کی۔ ان دونوں کے ایک بیٹی پار تھے نوپے ہوئی جس کے بطن سے اپولو کا ایک بیٹا لیکومدیس پیدا ہوا۔ جب ایونیائی قوم نقل وطن کر رہی تھی تو یہاں اپی دوروس کے چند باشندے ایک شخص تیرو کلیس کی سرگروہی میں پہنچے جو ایون ولد زانتھوس کی اولاد سے تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہیرا جزیرۂ ساموس میں دریاے امبراسوس کے کنارے پر پیدا ہوئی تھی، یہ دیوی جزیرۂ ساموس میں پوجی جاتی تھی، اور قرین قیاس یہی ہے کہ آرگوس کی بجائے اُس کی پرستش کی ابتدا اسی جزیرے میں ہوئی ہو گی۔ ایونیائیوں کی سب سے شمالی آبادی خلیج سمرنا کے دہانے پر شہر فوکیہ تھا جس کی بنیاد کا سہرا فوکیوں کے سر ہے، جنھوں نے ایتھنزی داموں اور فلوگینیس کی ماتحتی میں یہاں کی نو آبادی قائم کی۔ اصل میں انھوں نے سمرنائیوں سے پہلے ہی سے کہہ سن لیا تھا لیکن انھیں ایونیائیوں نے اپنی مذہبی ملت میں

باب ۱۲

اس وقت تک شامل نہیں کیا جب تک کہ انھوں نے تیوس اور اریتھرائے سے دو رؤسیوں کو اپنا حکمران تسلیم نہ کرلیا۔ ایونیائی بلدیات خلیج سمرنا سے شروع ہوکر برابر اس خلیج تک چلے جاتے تھے جو ہالی کارنوس کے شمال میں واقع تھی؛ ساحل کے اس حصے میں تین مختلف راسیں اور دو جزیرے یعنی خیوس اور ساموس ہیں، اور یہیں دریائے کائستر اور میانڈر بہتے ہیں۔ متقدمین نے اس ساحل سے بہت کچھ استفادہ حاصل کیا تھا، لیکن صدیوں کی بربریت کی وجہ سے بہت سے نفیس بندرگاہوں کے دہانے بند ہوگئے ہیں، اور غالباً آئندہ کبھی الیفی سوس اور ملطیہ بندرگاہوں میں شمار نہ کیے جائیں گے۔ ایولیائیوں کی طرح برائے نام ایونیائیوں میں بھی بہت سی اقوام ملی ہوئی تھیں، لیکن یہ سب ہیلیکونی اپولو کی پوجا کرتے تھے جس کا مندر راس میکالے پر واقع تھا؛ اس خاص مسلک کا ماخذ پیلوپونیزی اکائیہ تھا جہاں کے ایونیائی اس دیوتا کی پرستش کرتے تھے، اور ممکن ہے کہ اسی وجہ سے یہ ایشیائی یونانی خود کو ایونیائی کہنے لگے ہوں۔ زمانہ مابعد میں جب ایتھنز کو عروج ہوا تو اس نے یہ لفظ محض اپنی عظمت وسطوت میں مزید ترقی دینے کے لیے استعمال کیا۔

اب دوریائی نوآبادیوں کی طرف متوجہ ہوجیے۔ ان ہرقلیوں میں سے جو تمے نوس کی اولاد سے تھے، ایک الثیمانے منیس بھی تھا جو اٹیکا کے مہم میں بھی شریک تھا؛ یہ دوریانیوں کو اپنے ساتھ آرگوس سے کریٹ لے گیا۔ اس کے علاوہ دوسرے دوریائی رھوڈس چلے گئے جہاں ان سے پہلے فنیقی اور کاریائی آکر آباد ہوئے تھے، اور لنڈوس، یالی سوس اور کامیروس کے شہروں کی بنیاد ڈالی[۱۸]۔ ان شہروں میں سے کینیدوس میں (جو اس طویل جزیرہ نما کے سرے پر واقع تھا جو رھوڈس کے قرب واقع ہے)

[۱۸] دوریائی نوآبادیوں کی بنا کے لیے استرابو ۱۴، ۱۳، ۶۵۳؛ ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۴ - ۱۴۵۔ رھوڈس، دیودوروس ۵، ۵۹؛ استرابو (۱۴، ۲، ۵) وغیرہ کے مطابق اولمپیاڈون کے دور سے پہلے ہی سے رھوڈزیوں نے بڑے بڑے سفروں پر جانا

باب ۱۱

آرگوسی اور اسپارٹی آکر سکونت پذیر ہوئے؛ اس شہر کا بانی تریوپاس کو سمجھا جاتا تھا اور اسی کے نام پر اس راس کو جس پر دوریائی ایولو کے نام پر قربانی کرتے تھے، تریوپیوم کہتے تھے۔ کیندوس کے تقریباً روبرو شہر ہالی کارناسوس تھا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ شروع کردیا تھا ارسطیدش ۱، ۸۳۹ (ڈ) - دیودوروس (۱ ' ۱) کے نزدیک التھائے منیس کریٹ کے شاہ کاتریوس کا لڑکا اور شاہ منیوس کا پوتا تھا، بدیں وجہ ہمیں اُسے محض فرضی شخص سمجھنا چاہیئے اسلئے کہ ہمیں بار بار اس کا تجربہ ہوتا ہے کہ قدیم نسّاب کسطرح اپنے مفید مطلب قصوں میں تصرف کرنے سے گریز نہیں کرتے زمانۂ حال کے مصنفوں میں سے مفصلۂ ذیل کا مقابلہ مفید ہوگا:۔ روسٹ: رھوڈس Rost; Rhodes الٹونا ۱۸۲۳ء؛ ہفٹر: "رھوڈس میں پوجا کے طریقے" ۳ جلد Heffter: Gotterdienete anf Rhodos ، زرلبسٹ ۱۸۲۷ء؛ مینگے: "حالات رھوڈس قبل تاریخ" کولون ۱۸۲۷ء Menge: Vorgesch Guerin. Voyage dans l' ıle de Rhodes گیرین وو "سفرنامۂ جزیرۂ رھوڈس" پیرس ۱۸۵۶ء؛ برگ "جزیرۂ رھوڈس" Berg: Dıe Insel Rhodus Schneıderwirth: Gesch.der "تاریخ جزیرۂ رھوڈس" شنائیڈروِرتھ ۱۸۶۴ء Rottermund: De rep. "جمہوریۂ رھوڈس" روٹرمنڈ ۱۸۶۸ء؛ Insel Rh. Torr: Rhodes ın anc. ٹور: "رھوڈس بزمانۂ قدیم" ہالے ۱۸۸۰ء؛ Rhod. times کیمبرج ۱۸۸۵ء۔ حال کے زمانے میں ژ۔ انشان نے رھوڈس میں نہایت اہم کھدائیاں کی ہیں لیکن کیفیت پورے طور پر ہنوز شائع نہیں ہوئی۔ اسکا نام قبرستان کامیراس" La necrop de Camıras (۱۸۸۱ء) ہے اور اکثر برآمد شدہ اشیاء عجائب خانہ برطانیہ میں ہیں۔

پیوسانیاس (۷، ۳، ۲) کے نزدیک تھیرا اس ساکن تھتر کی سرکردگی میں لکدمونیوں اور مینیائیوں کی ایک جماعت جزیرۂ کالستے میں (جسے اب جزیرۂ تھیرا کہنے لگے) دوریائی حملے سے دو ایک پیڑھی، پہلے آئی۔ رھوڈس کی بنا کے لئے لیوڈرز Lueders کا مضمون ۱۸۵۲ء دیکھا جائے۔

باب ۱۲

جس کی بنیاد دوریانیوں اور الیونیائی ترواے زینیوں نے انتھیس کی سرکردگی میں ڈالی تھی۔ یہاں الیونیائیوں نے خاکنائے والے پوستیدون کی پوجا کو اور دوریانیوں نے اپولو کی پرستش کو رواج دیا۔ ایک قدیم نوشتہ جس کی ایک نقل جو دوسری صدی ق م میں تیار کیگئی تھی اسوقت تک موجود ہے۔ پوستیدون کے بیٹے تیلاموں سے ابتدا کر کے اس دیوتا کے ستائیس موروثی پجاریوں کے نام کا جنھوں نے پانچ سو چار سال یکے بعد دیگرے خدمات انجام دیں، شمار کرتا ہے جس خلیج کے دہانے پر ہالی کارناسوس واقع ہے اس کے بالکل مقابل

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کینیدوس: ترلیوپاس کا ذکر ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۴، ۱۷؛ استرابو ۱۴، ۶۵۶؛ دیودوروس ۵، ۵۳، ۶۱؛ میں ملیگا۔ مقابلہ کرو "قدیمات الیونیہ" جلد ۳ Ionian antiquities لندن ۱۸۴۰ء اور نیوٹن کی کتاب جس کا ہالی کارناسوس کے ضمن میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ کینیدوس کے باشندوں نے لپارا اور الیریا کا شہر کورکائرا انگرا آباد کیا۔

ہالی کارناسوس: ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۴؛ ۷، ۹۹؛ استرابو ۱۴، ۶۵۶؛ پوسانیاس ۲، ۳۰، ۹۔ اس شہر کا موجودہ نام بُدرُوم ہے اور اس کے موقع اور قدیم حالات کے لیے ملاحظہ کیا جائے ک، ا، نیوٹن "تاریخ انکشافات بمقام ہالی کارناسوس، کینیدوس و برانکی والے"
C.A.Newton: A History of discoveries at Halicar-nassus, Cnidus and the Branchi dae لندن ۱۸۶۲ء۔ نوشتوں کے لیے "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" C.I.Gr. ۲۶۵۵ (ڈٹن برگر ۷۲) دیکھا جائے۔
مِندوس بھی، جو ہالی کارناسوس کے مغرب میں واقع ہے، دوریانی بستی تھا۔

کوس: ہیروڈوٹس ۷، ۹۹؛ استرابو ۱۴، ۶۵۷؛ دیودوروس ۵، ۵۱؛ ۱۸؛ پوسانیاس ۳، ۲۶، ۳۔ تساندر: تحقیقات بنابر فنون لطیفہ جزیرۂ کوس Zander: Beitr. Z. Kunde d. Insel Kos ہامبرگ ۱۸۳۱ء؛ کیوسٹر: جزیرۂ کوس Kuster De Co Insl ہالے ۱۸۲۳ء؛ دیوبوا: جزیرۂ کوس Dubois Da Co Insula پیرس ۱۸۸۴ء؛ پے ٹن و ہکس: نوشتہ جات کوس Paton and Hicks: The Inscriptions of Cos ۱۸۹۱ء

جزیرۂ کوس ہے، اور اس کے اور قریب کے جزائر نسی روس اور کالیمنوس کو دوریانیوں ہی نے آباد کیا تھا؛ اس جزیرے کا رکھشک دیوتا اپی دورس کی طرح آسکلے پیوس تھا۔ واضح ہو کہ ایشیائے کوچک کی دوریانی نو آبادیوں کا رقبہ ایونیانی بلدیات کے رقبے کے برابر نہ تھا؛ ان کے اور پیلو پونیز کے درمیان دو واسطے تھے، ایک تو شمال میں استی پالیا، انافے، تھیرا اور میلوس ہو کر اور جنوب میں کارپاتھوس، کاسوس اور کریٹ کے راستے سے؛ ان میں سے سب سے اہم جزیرہ کریٹ تھا جو اوڈیسی کے بیان کے مطابق اُس وقت بھی دوریانیوں کا بھی مسکن تھا۔ لیکن ہر قلیوں کی مہم کے بعد التھائے مینیس اور پولس نے خصوصاً لیکتوس میں (جسے لاکے دیمون کی بیٹی سمجھتے تھے) نو آبادیاں قائم کیں[۱۸]۔ غرض یہ ہے کہ ایشیا سے یورپ تک کے جملہ جزیرے دوریانی تو تھے لیکن اس عہد کے رکن نہ تھے جنہیں ہالی کارناسوس، کوس، کینددس اور رھوڈس شامل تھے[۱۹]۔

ابھی ہمیں یونانی مستعمرات کے ایک اور حلقے کا حال بیان کرنا ہے جو ایولیائی، ایونیانی اور دوریانی دائروں سے بالکل جدا ہے۔ بحیرۂ روم کے بعید ترین کونے میں، یعنی ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل اور ملک شام کے درمیان اس سمندر کے بڑے بڑے جزیروں میں تیسرا جزیرۂ قبرس واقع ہے۔ اس جزیرے کے وسط میں ایک نشیبی میدان ہے، جس کے شمال میں اونچے اونچے

---

۱۸ کریٹ: اودیسی، ۱۹، ۱۷۷۔ تکتاموس وَلد دوروس کریٹ آیا، دیودوروس ۴، ۶۰، اور مکمل بیانات کے لئے دیودوروس ۵، ۴۶ وغیرہ۔ التھائے مینیس آرگوس سے اور پولس لقونیہ سے آئا، استرابو ۱۰، ۴، ۴ وغیرہ۔ نیز مقابلہ کیا جائے باب ۹ قریب الاختتام:

۱۹ ایشیائی نو آبادیاں اپنے اپنے مادر بلدیہ کے مقابل میں تھیں؛ اسطرح دوریانی حلقہ جنوب میں، ایونیانی وسط میں اور ایولیائی شمال میں واقع تھا، اور ان میں سے ہر ایک میں ایشیائی ساحل کا ایک حصہ، بعض جزیرے اور یورپی یونان کا ایک جزو شامل تھا۔

ٹیلوں کا ایک زنجیرہ اور جنوب میں اس سے ذرا زیادہ عریض کوہستانی علاقہ ہے۔
جزیرۂ **قبرس** کی آب و ہوا بہت گرم اور اراضی نہایت زرخیز ہے، اور یہاں قدیم زمانے میں تانبا نکلتا تھا جس کی وجہ سے اس دھات کو رفتہ رفتہ "قبرسی دھات" کہنے لگے۔ اس جزیرے کے اندرونی حصے میں داخل ہونے کا راستہ بہ نسبت شمال کے جنوب کی طرف سے زیادہ آسان ہے۔ **فنیقیہ** کے قرب کی وجہ سے **قبرس** میں سب سے پہلے **فنیقی** ہی آئے اور انھوں نے اس پر اپنے تمدن کا اثر ڈالا، چنانچہ **افرودیت** کی پوجا جو **پافوس** اور **اماتھوس** میں زیادہ مروج تھی شام ہی سے آئی ہوگی۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قدیم زمانے میں اس جزیرے میں **آریہ** اور **سامی** اقوام دوش بدوش رہتی تھیں۔ توریت شریف کی کتاب "پیدائش" میں اقوام کی جو فہرست دی ہوئی ہے اس میں "ختم" کا تعلق (جس سے یا تو شہر **خیتیوم** مراد ہو سکتا ہے ورنہ قوم **خیتیان**) **یاوان** کے واسطے سے **یافث** (بن نوح) سے دکھایا گیا ہے۔ یونانی روایات[۲۰] کا مقصد یہ تھا کہ ان یونانیوں کے سر جو معرکۂ ٹروائے سے واپس آرہے تھے، **قبرس** کے مستقرات کا سہرا رکھیں، چنانچہ **سالامس** کی بنیاد تیوکر کو منسوب کی جاتی تھی؛ حال کے انکشافات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں (جو جزیرہ کے مشرق میں واقع تھا) خالص یونانی فنون لطیفہ رائج تھے۔ جزیرے کا نشیبی حصہ، جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے، مغرب میں **سولی** سے **سالامس** تک پھیلا ہوا ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں غالباً یونانی جوق جوق آباد ہوئے ہوں گے؛ اس کے برعکس جنوبی ساحل پر فنیقی آبادی کو فوقیت حاصل تھی۔ اگر یہ بات درست بھی ہو کہ جب یورپی یونانی ایشیا کو دوسری مرتبہ آرہے تھے تو ان میں سے بہت سے راستے میں **قبرس** اتر پڑے، باایں ہمہ ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اُن کی آمد سے پہلے بھی وہاں یونانی آباد ہوں گے۔ زمانۂ مابعد میں **قبرسی** یونانیوں میں ایک خاص نوع کی تحریر رائج تھی جو اتنی مکمل نہ تھی

---

۲۰ قبرس کی قدیم یونانی آبادی کے لیے تھیوپومپوس، جز ۱۱۱ "؛ ہیروڈوٹس ۵، ۱۱۳ ۷، ۹۰ (سالامس، ایتھنز، آرکیڈیا، کیتھنوس)؛ اِسترابو ۱۴، ۶۸۱؛ پوسانیاس ۸، ۵، ۲ (آرکیڈیا)۔ آرکیڈی آبادکاری قابل لحاظ ہے۔

باب ۱۳

جتنی یونانی حروف تہجی، اسی لیئے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اس کی ابتدا یقیناً یونانی تحریر سے پہلے ہی ہوئی ہوگی۔ قبرس کے مختلف شہروں میں علیحدہ علیحدہ رئیس حکمران تھے، اور چونکہ یہاں کے باشندوں میں جلت پھرت نہ تھی اس لیئے وہ کسی نہ کسی غیر قوم مثلاً ایشیائیوں اور مصریوں کے دست نگر رہتے تھے۔ آٹھویں صدی ق م کے اختتام پر سات قبرسی حکمران اشور کے بادشاہ سارگون کے ماتحت ہو گئے جس نے خلیتوم میں اپنا مجسمہ نصب کرا کر اس پر اپنے کارہائے ممتاز کا ذکر کندہ کرایا۔ اس واقعے سے تقریباً ربع صدی کے بعد کی ایک فہرست اس وقت تک موجود ہے جس پر دس حکمرانوں کے نام ہیں جو شہنشاہ اشور ہادون کے فرماں بردار تھے؛ ان میں سے چار یونانی نام نظر آتے ہیں جو پافوس، کوریوم، ادالیوم اور خلیتری کے رئیس تھے۔ اس جزیرے نے قدیم یونانی رزمیہ نظموں میں بھی معتدبہ جگہ پائی ہے۔ زمانۂ حال میں یہ جزیرہ پالما دی چسنولا کے انکشافات کے سبب سے مشہور ہو گیا ہے جس میں کوریوم کے "خزانے" شلی مان کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ ان انکشافوں سے یہ پتا لگتا ہے کہ قبرسی فنون کی حیثیت محض مقامی تھی اور انکی بنیاد مصری، اشوری اور یونانی نمونوں پر ڈالی گئی تھی۔[۱۲]

---

[۱۲] اینگل کی کتاب "قبرس" (۲ جلد) ۱۸۴۱ء (Engel cyprus) میں وہ جملہ واقعات مندرج ہیں جن کا متقدمین کو علم تھا۔ اس جزیرے میں جنرل پالما دی چسنولا (Palma di Cesnola) کولونا چکالدی (Colonna Ciccaldi) اور لینگ (Lang) نے کھدائیاں کی ہیں؛ اب برطانوی حکومت اوہنے فالش رختر (Ohneïalsch Richter) کی وساطت سے کھدائیاں کراتی ہے۔ ان سب انکشافات کے نتائج جنرل چسنولا ("قبرس اور چسنولی مجموعے کا تفصیلی نقشہ")، اُن کے بھائی اے دی چسنولا (A.di Cesnola) ("سالامینیا" ۱۸۸۲ء)، دیول (Doell) (مجموعۂ چسنولا، پیٹرز برگ ۱۸۷۳ء)، نیوٹن و کولون (Newton & Colvin) ("قدیمات قبرس" ۱۸۷۳ء) اور اوہنے فالش رختر (Ohnefalsch Richtr) کی تصانیف میں ملیں گے۔ جنرل چسنولا کی حق پسندی پر بہت کچھ شک کیا جاتا ہے، بلکہ یہاں تک شبہہ کیا جاتا ہے کہ مشہور

غرض یہ کہ دوریانی حملے کی وجہ سے یونانی بساط پر بہت سی تبدیلیاں ہوگئیں۔ جزیرہ نمائے پیلوپونیز کا تو گویا پلٹ ہوگیا اور یہ خطہ زمانۂ دراز تک دوریانیوں کی سرکردگی میں یونان کا سب سے ذی اقتدار حصہ بنا رہا۔ ساتھ ہی ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر بھی بہت سے مرفہ الحال بلدیات کی بنیاد پڑی جنھیں یورپ کے تارکان وطن نے آکر آباد کیا تھا۔

ظاہر ہے کہ اس زمانے کی تاریخ کا تعین قطعی طور پر نہیں کیا جاسکتا متقدمین کے بیانات کی بنا ایسے صغرا کبرا پر تھی جو خود مشتبہ ہیں۔ اُن کا دعوے تھا کہ وہ اُن تمام پیڑھیوں سے واقف ہیں جو دوریانی تحریکات اور اس زمانے کے درمیان میں ہوئیں جب بالآخر تاریخ کا مواد جمع کیا جانے لگا، لیکن ہم جانتے ہیں کہ اُن کا یہ دعوے قطعاً غلط ہے۔ ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ جن واقعات کا اوپر اعادہ کیا گیا ہے وہ تقریباً ۱۰۰۰ ق م میں پیش آئے ہوں گے۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ "خزانہ کوریوم" بالکل فرضی اور جعلی ہے۔ قبرسی تحریر کے حل کا سہرا گ، سمتھ، برانڈس، ڈیکے، زیگزمنڈ، اور م شمڈٹ (Smith, Brandis, Deeke, Siegismund & M Schmiett) کے سر ہے۔ قبرسی قدیمات کے ذخیروں کا بیشتر حصہ نیویارک، لندن اور پیرس میں ہے۔ یہاں کے فنون لطیفہ اور تمدن کا مفصل توبن بیان پیرو اور شی پی اے کی "تاریخ فنون لطیفہ" Perrot et Chipiez Histoire del'art، پیرس ۱۸۸۵ء میں ملیگا۔ مقابلہ کرو پ، گارڈنر: "ابواب جدید"، باب ۲ ("قبرس قدیم")، جس کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود تمام انکشافات کے ہمیں اس جزیرے کے متعلق نہایت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ قبرسی یونانی اور آرکیڈی بولی کے درمیان جو تعلق ہے وہ بہت کچھ قابل لحاظ ہے، اور یہ عجیب بات ہے کہ اس تعلق سے ایک افسانۂ محض کی تائید ہوتی ہے۔

۵۲؎ آخر میں ہم پھر یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جن واقعات کا اس باب میں اعادہ کیا گیا ہے وہ متیقن نہیں ہیں جب ہم ان امور پر غور کرتے ہیں کہ (۱) ہیروڈوٹس کے نزدیک جب دوریانی ڈرویپس سے آئے تو ان کا نام مقدونوی کے بجائے "دوریانی" تھا

باب سیزدہم

ایشیائی یونانیوں کا تمدن

اور

ہومری نظمیں

جو کچھ معلومات اس وقت تک ہم نے پیش کی ہیں اس کا لب لباب

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ یعنی دوریانی اور مقدونوی ایک ہی قوم کے دو نام تھے (۲) افلاطون کی رائے میں اکائیوں کا نام ایک رہبر دوریاس کی وجہ سے "دوریانی" پڑ گیا یعنی اکائیائی اور دوریانی ایک ہی قوم کے افراد تھے؛ (۳) ہیلانیکوس کہتا ہے کہ اورستیس لسبوس خود آیا اور اُسے دوریانیوں نے نہیں نکالا، گویا کہ اُس کا خیال ہے کہ ایشیائے کوچک کی دوریانی آبادی کا دوریانی حملے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جب ہم ان سب باتوں پر غور کرتے ہیں تو ہم فوراً یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ پانچویں صدی ق م کے مورخوں کو اس حملے اور ایشیائے کوچک کی یونانی آبادی کی بابت کوئی قابل وثوق معلومات نہ تھی، یعنی جو کچھ حالات ہمارے سامنے بیان کئے گئے ہیں اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے ان میں دراصل نہایت تاریک واقعات کے بیان کرنے کا ایک پسندیدہ پیرایہ اختیار کیا گیا ہے اور بس ہم اس امر سے واقف نہیں کہ یہ پیرایہ دوسرے پیرایوں سے زیادہ قرین قیاس ہے یا نہیں ۔ بیلوخ (دوریانیوں کا نقل وطن Beloch: Die Dor. Wandeung) دیگر دلائل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دوریانی تسخیر پیلوپونیز سے صاف انکار کرتا ہے ۔ وہ یہ دکھانے میں ضرور کامیاب ہوا ہے کہ قدیم اسناد سے دوریانی حملے کا ثبوت نہیں ملتا لیکن اُس کے مضمون سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ واقعہ ممکن یا کم از کم قرین قیاس بھی نہیں؛ اس کے برعکس یہ

باب ۱۱

چند الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس ملک میں یونانیوں کے ورود کا حال بیان کر چکے ہیں جسے انھوں نے اپنا وطن بنا لیا۔ ہم نے اُن کے مذہب، اُن کے افسانوں اور اُن کی ممتاز اقوام کے انتشار اور مختلف اقطاع ملک میں سکونت پذیری کا ذکر کیا ہے؛ لیکن ان امور کے علاوہ دوسرے واقعات کا حال ابھی تک کما حقہ بیان نہیں کیا گیا اس لیئے کہ اُن کی تہذیب و تمدن کے آثار نہایت کمیاب ہیں اور گو اُن کی وقعت میں شبہہ نہیں، بایں ہمہ ان میں سے کوئی خاص نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ ان حالات کے بعد کے واقعے سے گویا ایک انقلابی کیفیت جلوہ گر ہوتی ہے، وہ یہ کہ یونانیوں میں یک بہ یک دو عظیم الشان نظمیں تیار ہوتی ہیں اور گو ان میں کیا باعتبار حیثیت ظاہری اور کیا بلحاظ اندراجات، بہت سے نقائص موجود ہیں پھر بھی ہم انھیں جملہ بیانیہ نظموں میں سب سے مکمل کہنے پر مجبور ہیں۔ الیاڈ اور اوڈیسی میں ایسے انسانوں کا ذکر ہے جس کی تہذیب و تمدن میں ہنوز پیچیدگی پیدا نہیں ہوئی، وہ عمدہ باتوں سے خوش ہو جاتے ہیں، ہمارا خیال ہے کہ کسی نے اعلیٰ تخیلات کی اتنی نفیس تصویریں نہیں کھینچی جیسی ان کتابوں میں اکی لیس، پیٹروکلوس، ہکتور، اندرِوماخے، پینے لوپے، تیلے ماخوس اور یولیسس کے خصائص کی تیار کی گئی ہے۔ ان نظموں کا شاعرانہ انداز نہایت نفیس ہے اور اس کا مسدس الارکان وزن اپنی صنف میں بالکل لاثانی ہے۔ ان میں اتنا تنوع پایا جاتا ہے کہ پڑھنے والا ان کے پڑھنے سے تھک نہیں جاتا اور یہ قصے کے اسلوب کے لیئے نہایت مناسب ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ مضمون اور طرز بیان دونوں کے اعتبار سے الیاڈ اور اوڈیسی کی

سمجھ میں بھی آتا ہے، اور تمام تاریخ یونان اس بات کی شاہد بھی ہے۔ تاریخی تنقید میں دو مختلف واقعوں کے باہمی فرق کا لحاظ رکھنا چاہیئے: ایک تو یہ کہ ایک واقعہ جسے تاریخی بیان کیا جاتا ہے وہ ممکن ہے کہ تاریخی ثابت نہ ہو، اور دوسرے یہ کہ وہ بالکل ناممکن الوقوع ہو۔ اگر ایک واقعہ قطعی طور پر ثابت نہ ہو تو محض اسی بنا پر اس کا انکار کلی لازم نہیں آتا۔ ورنہ سنہ قم سے پیشتر کے کسی واقعے کا (جس کا تعلق تاریخ تمدن یورپ سے ہو) امکان ہی نہ رہتا۔ دوریائی حملہ اسی قسم کے واقعات میں سے ایک ہے؛

باب ۳

بہترین اشعار بیانیہ کے لیئے گویا ایک نمونہ قائم کیا گیا ہے؛

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس زمانے میں عام تہذیب و تمدن کی سطح اس درجہ پست تھی اس میں ایسی مکمل اور بے داغ تصانیف کس طرح مرتب ہوئیں اور ایسی فضا میں ان مضامین کو کس طرح ترتیب دیا گیا؟ افسوس کے ساتھ ہمیں اس کا اقرار کرنا پڑے گا کہ جہاں تک نفس مضمون کا تعلق ہے ہم محض قیاس ہی سے کام لے سکتے ہیں اور پہلے سوال کا جواب دینے کے لیئے تو قیاس بھی مدد نہیں دے سکتا؛

ہومر کے اشعار دراصل اس اولی الیونیانی تمدن کا ثمرہ ہیں جو خود مختلف النوع اصول کی ترتیب سے نکلا تھا۔ جب یونانی ایشیائے کوچک پہنچے تو انھیں وہاں کے جملہ ممالک آباد ملے اس لیئے انھیں ان پر بالجبر قبضہ کرنا پڑا؛ مثلاً شمال میں انھوں نے تیوکریوں یا دردانیوں کو (جو کوہ ایدا کے دامن میں آباد تھے)، اور جنوب میں میزیائیوں، للیپائیوں اور کاریائیوں کو مغلوب کیا، اور ان سے بجانب شرق وہ افروجیوں سے دوچار ہوئے۔ ان اقوام میں سے کاریائی قوم کی سیادت کے دن تو ختم ہو چکے تھے اور میزیائیوں اور تیوکریوں کے حالات سے ہمیں بہت ہی کم واقفیت ہے؛ رہے کاریائی سو اس میں شبہ نہیں کہ یونانیوں نے ضرور ان سے تہذیب و تمدن کی ظاہری صورت کی بابت بہت سا سبق سیکھا ہوگا لیکن اس سے زیادہ وہ ان کے منت کش بھی نہیں ہوئے۔ ان کے برعکس لدیائیوں اور افروجیوں کو ایک خاص قسم کا تشخص حاصل ہے اور دونوں قوموں کا یونانی افسانوں سے قریب کا تعلق ہے؛ ابتدا میں یونانی لدیہ والوں کو میونیائیوں کے نام سے مخاطب کرتے تھے[1]

---

[1] میونیز، الیاڈ ۱۰، ۴۳۱؛ ۱۸، ۲۹۱ - تاریخ لدیہ کے لیئے ہیروڈوٹس (۱، ۷) کا مطالعہ کیا جائے جہاں ہرقلیوں کی ۵۰۵ سالہ حکومت کا ذکر ہے - وہ (۱، ۱۷۱) کہتا ہے کہ لدیائیوں، میزیائیوں اور کاریائیوں کا ایک دوسرے سے نسلی تعلق تھا - نیز مقابلہ کیا جائے گ، مے یر: "ابیتسن برگ کی تحقیقات میں کاریائیوں کا تذکرہ" (G.Meyer)

باب ۱۲

ان پر مانیس دیوتا کا بیٹا آتیس حکمراں تھا جو لدیہ کے خاندان شاہی کا جدّ اعلیٰ تھا۔ آتیس کے دو بیٹے یعنی لیدوس اور تورصیبوس (یا تیرسے نوس) تھے، جن کے ناموں کی مناسبت سے لدیائی اور تورصیبی اقوام کے نام پڑے۔ اب اٹلی کے تیرسے نی اور لدیہ کے ان تیرسے نیوں کا باہمی تعلق پیدا کیا گیا اور ایک لدیائی مسمی عسقلوس کے ذریعے سے جو ملک شام کو ایک سفارت لے کر گیا تھا، عسقلان کی نوآبادی کی بنیاد پڑی۔ اس کے بعد ہم لدیہ میں یارْدانوس اور اُسکی بیٹی یعنی مشہور آفاق اومفالے سے دوچار ہوتے ہیں۔ سلطنت سارْدس (لدیہ) کے قریب کوہ سپی لوس کے دامن میں تنتالوس کی روایتی سلطنت بتائی جاتی تھی۔ آتیسیوں کے بعد ہرقلیوں کا خاندان جو اکائیوس ولد ہرقل کی اولاد سے تھا، لدیہ کے تخت پر نظر آتا ہے[1] اور پانچ سو پانچ سال حکومت کرتا ہے[2]۔ اس قوم کا خاص معبود رب الشمس تھا جسے یونانی اپنے اپولو کا مترادف سمجھتے تھے۔ اُن کی بہت سی رسموں رواجوں سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ سامی النسل تھے،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Die Karer in Bezenbergers' Beitrage جلد ۱۰؛ رادے کی مفصل تصنیف: "لدیہ و دنیائے یونان" Radet· La Lydie et le monde grec ۶۸۷ تا ۵۴۶ ق م، پیرس ۱۸۹۳ء؛ ریمزے: ایشیائے کوچک کا تاریخی جغرافیہ: Ramsay: Historical Geography of Asia Minor لندن ۱۸۹۰ء، پ، کارڈونز "الواب جدید"، باب ۲۔

[1] زانتھوس، اجزا ۱۱ و ۲۳۔ مے یر (تاریخ قدیم Meyer: G.d.A. ۲۵۷) کی رائے ہے کہ یہ سفارت دراصل لدیہ والوں اور خطیوں کی جنگ کا باقی تھی۔ ہیرودوٹس (۱، ۹۴) میں تیرسے نوس کے امبریا جانے کا تذکرہ ہے۔

[2] ہیرودوٹس کا بیان ہے (۱، ۷) کہ یہ نینوس ولد بیل کی اولاد سے تھا؛ لیکن واضح ہو کہ اس ابتدائی دور میں لدیہ اور اشور کا کوئی تعلق نہ تھا گو ممکن ہے کہ خطیوں (یا حطیوں) سے تعلق ہو۔

[3] لدیہ کی تاریخ کے سنین کی تنقید کیلئے مقابلہ کیا جائے مے یر "تاریخ قدیم" ۱۳۴، اور خاصکر شوبرٹ "تاریخ ملوک لدیہ" (R. Shubert: Geschichte der Konige von Lydien (۱۸۸۴ء) کا مطالعہ کیا جائے۔

باب ۱۳

اور اس مفروضے کی تصدیق توریت شریف کی کتاب پیدائش کے اس بیان سے کہ سام کے بیٹے کا نام لیود تھا، ہوتی ہے ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دینا مناسب ہے کہ لِدیہ اور افروجیہ میں، جہاں آریائی قوم آباد تھی، بہت گہرا تعلق تھا اور کچھ عجیب نہیں کہ لِدیہ میں سامیت کے جو کچھ علامات پائے جاتے ہیں وہ غیر ملکی اثرات کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ یہ اثر حطی قوم کا ہو۔[۵]

اندرون ایشیائے کوچک میں افروجیوں کا ملک دریائے ہالیس اور وسطی ریگستان سے مغرب کی جانب پھیلا ہوا تھا اور اس کا بہت بڑا حصہ ایک سطح مرتفع پر مشتمل تھا جس میں ہو کر دو بڑے بڑے دریا بہتے تھے یعنی شمال میں دریائے سنگاریو اور مغرب میں دریائے میاندر۔ اکثر متقدمین کا بیان ہے کہ افروجی قوم کا بڑا حصہ یورپ سے آیا تھا جہاں تھریس کی قوم بریگائے سے اس وقت تک اُن کی یاد تازہ ہوتی ہے لیکن زمانۂ حال کے مورخ اس رائے سے متفق نہیں ہیں بلکہ ان کا خیال ہے کہ یہ قوم ایشیا سے یورپ آئی ہوگی۔ افروجی زبان کے جو کچھ تھوڑے بہت آثار اس وقت تک موجود ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آریائی زبان تھی۔ انکے قومی سورما گوردیوس اور مداس ہیں، جن میں سے گوردیوس کا رتھ اور مداس کی دولت کا قصہ زبان زد عوام تھا۔ مداس کے افسانے میں ایک بولتے ہوئے سرکنڈے کا ذکر ہے جس سے افروجی بانسری کی یاد تازہ ہوتی ہے اور جس کا مقابلہ یونانیوں کے ستار اور بربط سے کیا جاسکتا ہے۔ ان کے معبودوں میں سب سے بڑا امانیس تھا لیکن اس کی شہرت اتنی نہ تھی جتنی اُن کی سب سے بڑی دیبی کیبے یا ڈِندی مینے کی جو یونان میں رھیا کے نام سے مخاطب ہوتی تھی۔ اس دیبی کا محبوب جانور شیر تھا اور اُس کا سب سے بڑا بت کدہ پیسی نوس میں تھا۔[۶]

---

[۵] غالباً لِدیہ کے مفروضہ ہرقلی خطی النسل تھے۔ مے یر ۴۰۰۔

[۶] مے یر ۲۵۲، ۲۵۳۔ ہمارا خیال ہے کہ ایشیائے کوچک میں آریہ اقوام کے ساتھ سامی اقوام بھی ہونگی جنھوں نے اول الذکر کے حصے کو توڑ ڈالا بہت سے مصنف ایک تیسرے جزو کا بھی اضافہ کرتے ہیں جو نہ آریائی تھا نہ سامی ایشیائے کوچک کے مذاہب کے مشترک عناصر کا ذکر مے یر نے اپنی کتاب "تاریخ قدیم" ۲۵۲، ۲۵۳ میں کیا ہے۔

باوجودیکہ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ لڈیائی اور افروجی ایولیائیوں،
ایونیائیوں اور دوریائیوں کے دوش بدوش رہتے تھے، یہ گمان ایشیائے کوچک
کی ایک اور قوم یعنی لکیائیوں پر صادق نہیں آتا (گو ان کا الیاڈ میں تذکرہ ضرور
ہے اس لیئے اُن کا کسی نہ کسی قسم کا تعلق ان یونانی اقوام سے ضرور رہا ہوگا)۔ اس
قوم کا اصلی نام ترمِلیس تھا اور یہ اُس پہاڑی ملک میں رہتی تھی جو جزیرہ رھوڈس
سے مشرقی جانب سمندر میں کو نکلا ہوا ہے۔ افسانوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے
کہ اس کا تعلق کریٹ اور اٹیکا سے تھا کیونکہ کریٹ سے سارپیدون (شاہ لکیہ)
اور اٹیکا سے لیکوس ولد پاندیون آئے تھے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ پروئے توس
نے کورنتھی بیلیے روفون کو خیماڑا سے لڑنے کے لیئے لکیہ روانہ کیا؛ اسکے

ؔ ہیروڈوٹس را، ۱۴۷ کہتا ہے کہ گلاکوس کی اولاد ایونیہ پر حکمراں تھی۔ باخوفن نے
اپنی کتاب "قوم لکیہ" Bochofen: Das by Kishe Volk (فرائیبرگ ۱۸۶۲ء) میں
قدیم تصانیف اور زمانۂ حال کے سفرناموں کا تطابق کر کے لکیہ کے متعلق نہایت مناسب
استنباط کیا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے سفرناموں پر (مثلاً فیلوز Ch Fellows
کا سفرنامہ) جس کا ملخص رٹر کی کتاب ایشیائے کوچک جلد ۲ ۷۶۰/۱۲ میں دیا ہوا ہے، لکیہ
کی بابت ہماری معلومات میں آسٹریا کی تاریخی مہم کی وجہ سے بہت کچھ اضافہ ہوا ہے، جس کے
نتائج کی اولین اطلاع ا۔ بین ڈورف A.Benndorf نے روئداد آثار قدیمہ جلد ۹
صفحہ ۱۰۵ میں بعنوان "ایشیائے کوچک میں دو آسٹری مہمات" شائع ہوئے ہیں۔

Bendorf: Vorl. Rericht Uebзrzwei Oesterreischeis[illegible]

nache Kleinasien in archaeolog mitth aus Oesterreich

بین ڈورف، اور نی مان niemann نے ایک مفصل تصنیف کی ابتدا کی ہے (سفرنامہ لکیہ
و کاریہ ایک جلد، Reisen in Lykien und Karien وائنا ۱۸۸۴ء)
نیز مقابلہ کیا جائے مے یر (تاریخ قدیم ۲۰۲-۲۵۲ اور ٹروئی بر تاریخ اہل لکیہ، اشٹٹگارٹ ۱۸۸۸ء
اور اسکی کتاب "تحقیقات تاریخ لکیائیاں" Treuber: Goschiehteder. Lykier
جلد ۱، ۲، ٹیوبنگس ۱۸۸۶ء: Beilrage zur Geschiote der Lykier

دو دیوتے یعنی گلاؤکوس اور سارپیدون تھے جو ایک دوسرے کے چچیرے بھائی تھے اور انھوں نے جنگ ٹروائے کے موقع پر ٹرویانیوں کو مدد دی اس ملک میں اپولو کی خاص عزت کی جاتی تھی اور یونانیوں کا مقولہ تھا کہ وہ موسم سرما تو لکیہ میں بسر کرتا اور پتارا میں بیٹھ کر پیشگوئی کرتا تھا۔ ظن غالب ہے کہ لکیہ کی زبان آریائی تھی۔ اس قوم کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ہر شخص کے مادری نسب کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ اُن کے بلدیات کے ہر چہار طرف نہایت مضبوط شہرپناہ ہوتی تھی جس کی تعمیر کو یہاں کے کیکلوپیس کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ اُن کے مقبرے جو ٹھوس چٹان کو تراش کر بنائے جاتے تھے، شہر پناہ کے اندر ہی ہوتے تھے۔ زمانۂ دراز تک اس قوم کی بہادری اور خوش اخلاقی مشہور آفاق رہی اور ظن غالب ہے کہ انھوں نے یونانی قوم پر عموماً اور ایشیائی یونانیوں پر خصوصاً بہت زبردست اثر ڈالا ہوگا:

اگر مذہب اور مصنوعات لطیفہ کی تاریخ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مختلف علوم و فنون کے ابتدائی عناصر تو ایشیائی اقوام نے مہیا کئے لیکن اُن کے مرتب و مہذب کرنے کا سہرا یونانیوں کے ہی سر رہا۔ بہرحال ان علوم و فنون میں شاعری کا شمار ذرا مشکل سے ہوسکیگا اس لیے کہ ہنوز کوئی ایسی معلومات بہم نہیں پہنچیں جس سے ایشیائی اور یونانی شاعری کے مابین کسی قسم کا تعلق ظاہر ہوسکے، اور کم از کم اس خاص ضمن میں یونانیوں کی جدت طرازی کا نظریہ ناقابل انکار ہے ہومر کے اشعار کا اسلوب اس قدر سادہ ہے کہ ان کی وجہ سے یہ مفروضہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ اس پر لدیہ یا افروجیہ کا اثر پڑا ہوگا، اور لکیہ کے اثرات کا تو پتا بھی نہیں حقیقت یہ ہے کہ ان اشعار کے ماخذ کا مسئلہ ہنوز لاینحل ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ذریعے سے ایولیائی اور ایونیائی یونانیوں کے خلقی ولولوں کی ہی ترجمانی کی گئی ہے۔ ان اشعار کی ترکیب اس قدر مکمل ہے کہ ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ بلاد یونان میں عموماً اور ایولس اور ایونیہ میں خصوصاً فن شاعری کا ارتقا پہلے ہی سے ہوگیا ہوگا:

ابتدائی نظم پر ایک خاص مذہبی رنگ چڑھا ہوا تھا؛ وہ ایسے بھجنوں پر مشتمل تھی

باسکلا

جنھیں دیوتاؤں کے حضور میں گایا کرتے تھے، اور اس میں شبہہ نہیں کہ اولین عہد میں ہی انھوں نے ایک فنی شکل اختیار کرلی ہوگی ۔ مثلاً ابتدا میں تو میوزین چشموں کی معبودین سمجھی جاتی تھیں، لیکن اب وہ شعر و شاعری کی دیبیاں بن گئیں اور انکی پوجا کوہ اولمپوس کے دامن میں جو تھسلی کے شمال میں واقع ہے، تھریسی قوم کے ملک میں ہونے لگی۔ یونانی تھریسی اورفیوس کو اب ابوالشعرا سمجھتے تھے، اور اُن کے خیال کے مطابق موزائیوس شاعر اٹیکا سے آیا تھا اور تھامیرس بھی اورفیوس کی طرح تھریسی ہی تھا۔ اگر یہ اشخاص یونانی طبع آزمائی کرتے بھی تھے تو وہ غالبًا دیوتاؤں کی حمد تک ہی اکتفا کرتے ہوں گے ۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بیانیہ نظم بھی جس میں دراصل ابتدا میں سورماؤں کی تعریف و توصیف کی جاتی تھی، نہایت قدیم زمانے میں ہی کہی جانے لگی تھی؛ مثلاً ہومر بعض ایسے توصیفی اشعار کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دمیودوکوس اور فیمیوس نے کاٹھ کے گھوڑے، آریس، افرودیت اور اکائیوں کی واپسی پر قصائد کہے تھے۔ اسکی نظموں میں بعض فقرے ایسے ہیں جو بار بار آتے ہیں لیکن جو متن کے حوالے سے سمجھ میں نہیں آتے، ان فقروں سے یہ پتا چلتا ہے جن لوگوں کے لیے وہ اپنی نظمیں مرتب کررہا تھا وہ مختلف سورماؤں کو محض چند خصوصیات کے تذکرے سے پہچان لیتے تھے۔ لہٰذا اس کے لیے محض ان خصوصیات کا حوالہ کافی سمجھا جاتا تھا۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ ہومر کے زمانے سے پہلے طویل نظمیں نہیں کہی گئی ہوں گی۔

لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہومر نامی کوئی شخص کبھی ہوا بھی ہے یا ہومر کے اشعار بالکلیہ زمانۂ مابعد میں ہی مرتب کیے گئے تھے؟ یہ مسئلہ ایک سو برس سے برابر زیر بحث رہا ہے[1]۔ ف، ا، وُلف کہتا ہے کہ یہ کہاں ممکن ہے کہ الیاڈ

---

[1] ان مسائل کے تصفیے کے لیے مفصلۂ ذیل کتب سے مواد مل سکتا ہے: ھ، بونٹز ہومری اشعار کے ماخذ، نشر پنجم، نوئی باؤئر، وائنا ۱۸۸۱ء H. Bonitz Ueber den Ursprung der homerischen Gedichte, 5 Hufl Von Neubauer Wein 1881 ف، ا، وُلف "مقدمۂ ہومر"، ہالے، ۱۷۹۵ء F.A. Wolf.

اور اوڈیسی جیسی نظمیں نویں صدی ق م میں مرتب کی گئی ہوں جب یونان میں فن تحریر
کا اس قدر کم چرچا تھا اور اس نظریئے کے راستے میں جو خارجی مشکلات حائل
ہیں ان پر زور دیتا ہے۔ک، لاخمان نے محض انکاری تنقید سے آگے
بڑھ کر اثباتی تنقید کرنے میں اس امر کی طرف ہماری توجہ مبذول کی ہے کہ الیاڈ
میں بہت سی جگہ جوڑ اور پیوند نظر آتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ در اصل
یہ بہت سی نظمیں تھیں جو باہم پیوست کر دی گئی تھیں۔ اس قسم کے الحاق
کے ساتھ ہی نظم کے مختلف حصوں میں باہمی تضاد بھی پایا جاتا ہے اور بعض
جگہ ایسے امور کے بیان کا پہلے سے تذکرہ کر دیا گیا ہے جو اس شکل میں آگے کہیں
بیان نہیں کئے گئے۔ دیگر علما نے ہومری نظموں کی تنقید جالیاتی اعتبار سے کی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ Prolegomena ad Homerum ک، لاخمان: ہومر کی
الیاڈ پر غور" C.Lachmann:Betrachtungen ueber Homer's Iliad
برلن ۱۸۴۷ء؛ اڈولف ہولم کا ایک مختصر مضمون جس پر کما حقہ توجہ نہیں کی گئی یعنی " تالیف و
ترکیب الیاڈ" جو رسالہ "ترقی مدارس" لیوبک میں ۱۸۵۳ء میں چھپا ہے A.Holm: De
Iliadis Compositione Lub 1853 (Schul progr) ہومر کی تجزیاتی
تنقید کیوخلی، کرشہوف اور کائیزر Koechly, Kirchhof, Kayser نے کی ہے اور گروٹ
اور کامر Grote & Kammer نے ان کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کیا ہے لیکن انھوں نے
بہت سی باتوں کو تسلیم بھی کر لیا ہے۔ نیز نیزے کی کتاب " ارتقائے شاعری ہومر" D.Niese:De
Entur ck lung der homerisohen Poesie برلن ۱۸۸۲ء؛
فون ولاموو تز میولینڈورف: "تحقیقات بابت ہومر" (تحقیقات لسانیات مرتبہ کیشلنگ
وفون ولاموو تز میولینڈورف جلد ۷) Willam ovitz Moellendorff
Homarische Unter suchungen Philol unters by Kiessling
Rh. Mus. نیز & Von W.M.siebentes Heft ۱۸۸۴ء میں ای روہڈے
E.Rohde نے ان نتائج پر نہایت قابلانہ تنقید کی ہے جو م، زنگےبش نے اپنے "مقالجات ہومر"
M.Sengebusch: Homericae Dessestationes میں نکالے تھے

باب ۱۲

اور چونکہ یہ بلا خوف رد کیا جا سکتا ہے کہ ہومر میں بہت سے مضامین بالکل روکھے پھیکے ہیں جن کے اندراج کا کوئی خاص مقصد نہیں معلوم ہوتا اور بعض بے سوچے سمجھے درج کر دیے گئے ہیں اس لیے ایسے علما کو ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے۔ لاخ مان نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ نظمیں، جن کا ایک دوسرے سے بے تعلق ہونا وہ پہلے ہی ثابت کر چکا تھا، دراصل مختلف اشخاص نے کہی ہوں گی، اور چونکہ "ہومر" کے رزمیہ اشعار دراصل محض عامیانہ تھے جس میں پیشہ ور شاعروں کا کلام شامل نہ تھا، اس لیے ابتدا ہی سے یہ انفرادی نظمیں گمنام ہی تھیں۔ اس نظریے کا ایک مشتبہ پہلو بھی ہے؛ ہم اس امر سے مطلق واقف نہیں کہ اتنے بعید زمانے میں عامیانہ اور فنی پہلو لیے ہوئے اشعار میں کسی قسم کا فرق تھا۔ بہرحال بالفرض اگر لاخمان کا نظریہ قابل تسلیم نہ ہو پھر بھی ان مشاہدات کی اہمیت جن پر یہ نظریہ مبنی ہے، یقیناً باقی رہتی ہے، اس لیے کہ اگر یہ نظمیں ابتدا میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ نہ تھیں تو بہت جلد ان کے ٹکڑے ضرور ہو گئے ہوں گے یہ امر واقعی ہے کہ ان کی اشاعت آہستہ یا آواز سے پڑھنے سے نہیں بلکہ حفظ دہرانے سے ہوئی ہوگی، اور عوام الناس بجائے پورا قصہ سننے کے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے سننا زیادہ پسند کرتے ہوں گے؛ اس لیے اگر بالفرض یہ سب ایک مکمل نظم کے مختلف اجزا تھے بایں ہمہ ان کے علیحدہ علیحدہ پڑھے جانے سے ان میں ضرور ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی ہوگی جس کی وجہ سے ہر ایک جزو نے اپنی جگہ ایک مستقل نظم کی شکل اختیار کر لی جو بعض اوقات دیگر حصوں سے بالکل بے تعلق ہو گئی؛ اور جب یہ اشعار ایک دوسرے سے منسلک کیے گئے (جیسے تمثیلاً چھٹی صدی ق م میں پی سستراتوس والی ایتھنز کے حکم سے) تو اس وقت ممکن ہے کہ مختلف اجزا میں یہ فرق قائم رہا ہو۔ غرض یہ ہے کہ گو یہ تو ثابت کیا جا سکتا ہے کہ الیاڈ میں جوڑ اور پیوند موجود ہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مختلف ٹکڑے ابتدا ہی سے ایک دوسرے سے بے تعلق تھے؛ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ شروع سے آخر تک الیاڈ کا مقصد ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ دراصل اکی لیس کا غصہ ہی اس کتاب کی اندرونی ہم آہنگی کی گویا کنجی ہے اور یہی وہ مرکز ہے جس سے کتاب کے

جملہ حصے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے ۔ اسی طرح اوڈیسی ایک مکمل و مہذب تصنیف ہے، اور گو ممکن ہے کہ اس قصے میں بھی وسعت دی گئی ہو لیکن اس کا تخیل ضرور ایک ہی شخص کے دماغ سے نکلا ہوگا۔

اگر ہم اسے مان لیں کہ الیاڈ اور اوڈیسی اصلی تصانیف ہیں اور یہ کہ وہ دونوں ایک شخص ہومر کی ہی لکھی ہوئی ہیں، تو ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ اور ایک ہی نام کے دو شخص نہیں بلکہ ایک ہی شخص تھا، ورنہ پھر ہمیں یہ مشکل پیش آئیگی کہ دونوں شخصوں کے خصائص بہت نمایاں ہوگئے جو ایک دوسرے سے آسانی سے مخلوط نہ ہوسکیں گے ۔ ایسے دو شاعروں کا حلقۂ احباب و تلامذہ جدا گانہ ہوگا، پھر یہ کہاں ممکن ہے کہ اُن کا کلام ایک دوسرے سے اس وجہ سے مخلوط ہوگیا ہو؟ ممکن ہے کہ بہت سے بے شمار چھوٹے چھوٹے شاعر گمنام مرجائیں لیکن وہ عظیم الشان پائے کے شعرا یقیناً اپنا نام و نشان چھوڑ جاتے ہیں الیاڈ اور اوڈیسی کے اسلوب میں جو فرق ہے وہ در اصل نفس مضمون کے فرق کی وجہ سے پیدا ہوا ہے؛ الیاڈ میں جنگ کے حالات مرقوم ہیں، اوڈیسی میں سفرنامے، مختلف ممالک کے عجیب و غریب قصے، افسانے کے لوگوں کی کہانیاں اور اُس قوم کے حالات بھرے پڑے ہیں جو ایسے مقامات پر رہتی ہے جنھیں بجائے شہروں اور قصبوں کے دیہات کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

۵۹ اپنی کتاب ”تحقیقات متعلق ہومر“ میں فون ولاموو ٹز میولینڈ ورف کوری زونتو ن کی اس رائے کی تائید کرتا ہے کہ بجائے ایک ہومر کے دو شاعر تھے جنھوں نے ہومری نظمیں مرتب کیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ یہ کہتا ہے کہ الیاڈ کے چند اجزا کو مستثنیٰ کرکے تمام تصانیف مع اوڈیسی اور فرضی ”مرکز پسند“ شعرا کے در اصل ایسے زینے کی مانند ہیں جس کے بعد سقف نہ ہو۔ اگر یہ مفروضہ تسلیم کرلیا جائے تو ہومر الیاڈ کے صرف ایک حصے کا مصنف رہ جاتا ہے۔ اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے ہمیں اس طرح اُسے صرف ایک جزو کا مصنف قرار دینے کا کیا حق ہے؟ متقدمین تو اُسے تمام مرکز پسند رزمیہ نظموں اور الیاڈ و اوڈیسی کا قائم مقام سمجھتے تھے؛ اور ہمارا خیال ہے کہ یا تو اس کا سرے سے وجود ہی نہ تھا

باب ۱۳

اس عظیم الشان شاعر کی جائے پیدائش قدیم زمانے میں مابہ النزاع تھی اور اس عزت کے لیئے سات مختلف بلدیات یعنی سمرنا، خیوس، کولوفون، اتھاکا، دکیمے، پیلوس، آرگوس اور ایتھنز کے درمیان مقابلہ تھا۔ اتھاکا، پیلوس اور آرگوس کا نام اُن کے سورماؤں کی وجہ سے لیا جاتا تھا اور چونکہ پی سستراتوس نے کلیات ہومر پر نظر ثانی کرائی تھی اس لیئے ایتھنز بھی میدان میں کود پڑا تھا۔ یہ مشہور تھا کہ ہومر کی ماں کیمے سے آئی تھی اور وہ خود کولوفون اور خیوس میں رہتا تھا، لیکن اکثر مصنفوں کا یہ خیال تھا کہ وہ سمرنا میں پیدا ہوا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ہومر کی زبان ایونی اور ایولی بولیوں کا مرکب ہے اس لیئے اس سے بھی سمرنا کا اثر معلوم ہوتا ہے؛ نیز ایولس اور ایونیا کے عین سرحد پر ہونے کی وجہ سے اس کی جغرافی حیثیت بھی

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ورنہ ہمیں یہ ماننا پڑیگا کہ وہ الیاڈ اور اوڈیسی کے بہترین اشعار کا مصنف تھا۔ بہرنہج اس کا تو ہمارے پاس مطلق کوئی ثبوت نہیں کہ وہ الیاڈ کے صرف ایک حصہ کا ذمہ دار تھا، اور یہ تو کسی طرح نہیں مانا جا سکتا کہ پہلے تو چند اشعار چن لیئے جائیں اور انھیں صحیح معنی میں ہومری کہا جائے پھر دیگر اشعار جو ان شعروں سے ذرا مختلف ہوں انھیں ہومری زمرے سے نکال دیا جائے۔ چونکہ ہم ہومر کی شخصیت سے مطلق واقف نہیں ہیں اسلیئے ہم قطعی طور سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کی تصانیف کی نوعیت آخر کیا تھی، اور اُس کے نام سے صرف ایک مثالی معنی لیئے جا سکتے۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ جو شخص تیلے ماخوس، نوزیکا، اور یومایوس کی شخصیتوں کو عدم سے وجود میں لایا اُسے ہومر کہلائے جانیکا اتنا ہی حق ہے جتنا اس شخص کو جسنے اکی لیس اور ہتر وکلوس کے حالات ایجاد کیئے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ متقدمین پانچویں صدی ق م تک میں ان باتوں کو جو "ہومری" سمجھی جاتی تھیں ہمسے زیادہ وسیع معنی پہناتے تھے؛ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ وہ اشخاص جنکے حسن صورت وسیرت کو کبھی زوال نہیں صرف الیاڈ اور اوڈیسی میں ہی ملینگے، اور اسلیئے وہ ہر معنے کر کے "ہومری" کہے جا سکتے ہیں، اور باقی سورماؤں کی بھرتی صرف ناٹک کی تکمیل کیلیئے کی گئی ہوگی۔ آخر میں ایک خاص امر پر زور دینا چاہتے ہیں ہمیں غالباً کبھی قطعی طور پر یہ معلوم نہوگا کہ آیا ہومر فی الواقع تھا بھی یا نہیں، نہ یہ کہ وہ کون تھا، کبھی اسنے کوئی کتاب بھی تصنیف کی، لیکن ہم یقیناً ان خصوصیات پر متفق ہو سکتے ہیں جنھیں باتفاق آرا "ہومری" کا لقب دیا جا سکتا ہے؛

باب ۲

مناسب معلوم ہوتی ہے ؛

اسی طرح یہ امر بھی متنازعہ فیہ تھا کہ آخر ہومرکس صدی میں ہوا ہوگا کم از کم ہیروڈوٹس کا تو یہ بیان ہے کہ وہ نویں صدی ق م میں تھا۔ اس کی بابت مختلف روایات مثلاً اس کی نابینائی، اُس کی سیاحت دُنیا، اور ننھے سے جزیرۂ یوس میں اس کی قبر کا ہونا، ان سب باتوں کی قصہ کہانی سے زیادہ وقعت نہیں ؛

ہومری نظم میں ایونی انداز پایا جاتا ہے۔ جہاں تک حالات مابعد سے ایولیائیوں اور ایونیائیوں کی قومی خصوصیات کا اندازہ ہو سکتا ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اپنے ہمسایوں کی نسبت ایونیائیوں کا میلان رزمیہ نظم کی طرف ذرا زیادہ تھا۔ ایونیائی رفتہ رفتہ دنیا کے ساتھ عملی اور حکمتی تعلقات پیدا کرنے لگے اور جس طرح وہ زمانۂ مابعد میں کچھ نہ کچھ سیکھنے کے متمنی رہتے تھے اسی طرح اپنی تاریخ کے ابتدائی دور میں وہ نئے قصے کہانیوں کو سننے کے مشتاق تھے اور انھیں رزمیہ نظم فطرتاً نہایت دلکش معلوم ہوتی تھی۔ اگر یہ واقعہ ہے کہ اسوقت تک صرف شمالی یونان کے شعرا ہی شعر و شاعری کرتے تھے تو ہم یہ نہایت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح ایک ایولیائی نژاد شخص نے جو ایونیائیوں میں رہتا تھا رزمیہ نظم کو اتنے بلند پایے تک پہنچا دیا۔ اسی طرح دونوں نظموں کے لیے جو مواد فراہم کیا گیا ہے اُس کی توجیہ شاعر کی سوانح عمری کے مفروضہ حالات سے کیجا سکتی ہے۔ نفس مطلب پر قیاس کرکے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ الیاڈ نے ایولیائی زمین پر نشو و نما پایا ہوگا؛ اس کتاب میں اکائیائیوں اور ترویانیوں کے باہمی جنگ کے حالات بیان کیے گئے ہیں، اور اگر قدیم زمانے میں فی الواقع ایسی کوئی جنگ ہوئی ہوگی تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا وہ ایولیائی جو ترواسے کے ضلع میں آباد تھے انھیں اس جنگ کے افسانہ ہائے جاریہ سے واقفیت ہوگی؛ اور اگر بالفرض ایسی جنگ کبھی نہیں ہوئی تو بھی تروا سے ہمیشہ ایولیائی ملک کے حدود کے اندر ہی رہا ہے اگر ہم اکی لیس اور اگامیمنون کے قصے کی توجیہ کرنا چاہیں تو یہ واقعہ کارآمد ہوگا! تھسالوی ماگنے تیس جہاں اکی لیس قائم مقام تھا، اندرون ایشیائے کوچک میں سے

باب ۱۱

وہاں تک چلے گئے تھے جہاں کوئی اور یونانی قوم نہیں پہنچی تھی، اور اس کا ثبوت دونوں بلدیات مگنیشیا کے مواقع سے ملتا ہے۔ اب شاعر صرف یہ کرتا ہے کہ اُن کی قوت وجرأت کو اکی لیس کی شکل میں پیش کر دیتا ہے۔[۱۵] اگر یہ مان لیا جائے تو گویا ایولیائیوں کے ذریعے سے، جنھوں نے ایشیائے کوچک کے ایک مکمل ضلع پر قبضہ جما لیا تھا جنگ وفتوحات کی ایک رزمیہ بزم کے لیے مواد فراہم ہو گیا۔ اس کے برعکس اوڈیسی میں زمانہ امن کا جو جنگ کے بعد آتا ہے، مرقع تیار کیا گیا ہے اور اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اس دور میں خانہ جنگیاں اور بغاوتیں ہوتی ہیں اور بہت سے لوگ دور و دراز مقامات میں سفر کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس عہد پر ایونیائی دماغ نے ایک خاص اثر ڈالا ہے۔ وہ ایشیائے کوچک کے ساحل تک ہی محدود تھے اور اُن کے عقب میں ایسی بڑی بڑی سلطنتیں تھیں جن سے وہ اُن کی اراضی کا کوئی حصہ چھیننے پر قادر نہ تھے؛ اس لیے اُنھوں نے اپنی توجہ از سر نو اس سمندر کی طرف مبذول کی جس پر ہو کر وہ ابتداً آئے تھے، بلا شبہہ ایونیہ کے ساحلی بلدیات میں دور دراز مقامات کے قصص و حکایات سننے کے لیے بہت سے لوگ پیدا ہو گئے ہوں گے اور انھیں قصص و حکایات سے دراصل ان افسانوں کا نشو و نما ہوا جو اوڈیسی کی بنیاد تھے۔

---

[۱۵] ڈنکر: "تاریخ ازمنۂ قدیمہ" ۵، ۳۲۱ Duncker: G. d. Alt.

باب چہار دہم

یونانیوں کے قدیم ادارات اور ان کا اسلوب زندگی

جب **ایولیائی** اور **ایونیائی** ایشیائے کوچک میں آئے تو یہاں کی مختلف اقوام سے تعلقات پیدا ہونے کی وجہ سے اُن کی تہذیب و تمدن میں ایک حد تک تبدیلی اور وسعت ضرور پیدا ہو گئی، پھر بھی اُس کی تقریبًا وہی حالت رہی جو ترک وطن سے پہلے تھی، اور یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ **ہومری** اشعار میں تہذیب کے جس پایے کا ذکر ہے اُس میں اور یونانیوں کے اصلی جنم بھوم کے تمدن میں کوئی خاص تباین ہوگا۔ بلا شبہہ جب یونانیوں کو ایشیائے کوچک کی ولولہ انگیز ہوا لگی تو اُن کے فنون لطیفہ میں پہلے سے بھی زیادہ غلو پیدا ہو گیا، لیکن **میکے نائے** اور **اور خومینوس** کے فنون کا پایہ بھی نسبتًا بہت بلند تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ **پیلوپونیز** کے دوریانی حملے کا ایک بڑا اثر یہ ہوا کہ بعض اقطاع یونان میں یونانی قوم کا ارتقا رک گیا اور اُن کی بجائے دیگر ممالک میں جہاں **اکائیوں** اور **ایونیائیوں** نے سکونت اختیار کر لی تھی اس ارتقا نے ایک نئی شکل اختیار کی؛ اور ان واقعات کا لحاظ کرکے جن کو تاریخ ہی ہمارے سامنے پیش کرتی ہے یہ خیال کرنا سخت غلطی ہوگی کہ بہ نسبت اس تمدن کے جو دوریانی حملے سے پہلے یونان میں رائج تھا یونانی عنصر کا وجود ایشیائے کوچک کے تمدن میں کم تھا۔ بلا شبہہ ہم دونوں کے ادبیات، اور فنون لطیفہ کا باہم مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن ہم اس امر پر تو یقینًا غور کر سکتے ہیں کہ ایک طرف تو فنون کی اس خاص کیفیت کو، جو دوریانی حملے سے پہلے یورپ میں پائی جاتی تھی، جاری نہیں رکھا گیا جس کی وجہ سے میکے نائی اور اورخومینوس کے فنون نے جو شاہراہ ترقی اختیار کی تھی وہ مسدود ہو گئی، دوسری جانب آج بھی ایشیائے کوچک کی قدیم ترین شاعری نے یونانی طرز معیشت کی جیسی مصوری کی، اُس کی

باب ۱۵

نظیر ملنی ناممکن ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ فنون میکے نائے میں، جو یورپ میں پھیلے ہوئے تھے، اور مشرقی عنصر بہ نسبت ایشیا کے نشو و نما یافتہ ہومر کی نظموں سے زیادہ ہے اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ ادبیات کے میدان میں بھی ان ایولیائیوں اور ایونیائیوں نے جو ہجرت کر کے ایشیا کو چلے گئے اپنے ساتھ اپنے وطن مالوف کا انداز اور اسلوب ضرور لے گئے ہوں گے؛

مفصلۂ بالا حالات کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد ایک اور اہم مسئلے کا تصفیہ آسان ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہومر کے اشعار سے دوریائی حملے سے پہلے کے یونانیوں کے حالات معلوم ہوتے ہیں، اور اسی حیثیت سے بہت سے مورخوں نے ان اشعار سے اُس زمانے کے تمدن و تہذیب کی بابت واقفیت حاصل کرنے کے لیئے مدد لی ہے۔ لیکن ایسے مورخوں کو ایک بہت بڑی مشکل سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا ہومر گزرے ہوئے عہد کی صحیح تصویر تیار کر سکا یا نہیں؛ اُس کے زمانے میں علم کا فقدان تھا، اور ماضی اور حال کے احوال میں کسی قسم کی تفریق بالکل ناممکن تھی اس لیئے اُسے زمانۂ ماضیہ کو مجبوراً زمانۂ حال کے رنگ میں رنگنا پڑا ہوگا۔ اگر یہ امر واقعی ہے تو پھر ہم اگامیمنون اور اودی سیوس کے عہد کے اُن واقعات پر جو ہومر نے نقل کیئے ہیں کہاں استدلال کیا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب اوپر لکھے ہوئے فقرے سے مل جائے گا؛ یعنی اگر یہ امر واقعی ہے کہ دسویں صدی ق م کی ایولی ایونیائی تہذیب فی الحقیقت اس تمدن کی ہی ایک کڑی تھی جو دوریائی حملے سے پیشتر یونان میں رائج تھا، تو پھر ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ ہومر کے زمانے کے سمرنا اور خیوس کی حالت اور دو سو سال پیشتر کی میکے نائے اور اورخومینوس کی حالت میں کچھ زیادہ فرق نہ ہوگا۔ آخر ایونیائی اور ایولیائی تارکان وطن کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ ایشیا کے انداز و خیال بالکل بدل دیتے؟ اس کے برعکس یقیناً ان کا میلان اسی طرف ہوگا کہ وہ اپنے نئے وطن میں بھی اپنے پرانے جنم بھوم کے رسم و رواج قائم رکھیں اور انھیں کوئی امر مانع نہ تھا کہ جس سیاسی دستور کے تحت ان کا نشو و نما ہوا تھا اُسے ایشیا میں جا کر ہو بہو جاری کر دیں۔ الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انداز ہومر کے خصوصیات میں اس زمانے کی ممتاز خصوصیات بھی ملیں گی جس کا

باب ۱۲

اس میں تذکرہ ہے اور اس سے قدیم یونان کے حالات کا نقشہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس نتیجے کو پیش نظر رکھ کر ہم مفصلۂ ذیل خاکہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں[۹]۔

معلوم ہوتا ہے کہ یونانی مملکتوں کا عام طرز حکومت بادشاہی تھی اور اسے یونانی ایک آسمانی کارخانہ سمجھتے تھے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بڑے بڑے اعیان و کبار کو بھی "بادشاہ" ہی کا لقب دیا جاتا تھا اور محض یہی شاہی اختیارات کے محدود کرنے کے لیئے کافی ہوگا۔ جن اعیان و اشراف کا رتبہ شاہی رتبے سے قریب تر تھا وہ گویا دستور کے اعیانی اجزا سمجھے جاتے تھے، لیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ عامۃ الناس بے عزتی کی نظر سے دیکھتے ہوں گے اسلیئے بعض غلام تک

---

[۹] اگر ہم بعض دیگر ممالک کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان کے مستوطنین نے اپنے ملک کی تہذیب نوآبادیوں میں برقرار رکھی ہے، اور اس کی زندہ مثال فرانسیسی کناڈیوں سے مل سکتی ہے۔ اس باب کے باقی ماندہ حصے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسکے لیئے شوماں کی کتاب "یونان قدیم" Schoemann: Griech. Alterth. جلد صفحہ ۲۰ وغیرہ میں جو ملخص دیا ہوا ہے اُسے دیکھنا چاہیئے، نیز ہومر کے قدیمیات پر جن کتابوں کا عام طور پر مطالعہ کیا جاتا ہے اُن سے بھی مدد لی جائے۔ اس زمانے کے تمدن کے ایک خاص شعبے پر و. ہیلبگ کی کتاب "ہومر کا دور اور اُس کے تعمیری آثار" W. Helbig Das homersche, Epos aus den Denk maelern erla utert (لائپزگ ۱۸۸۴ء) کا مطالعہ سود مند ہوگا۔ نیز مقابلہ کیا جائے، مہافی مسائل تاریخ یونان Mahaffy Poblems in Greek History صفحہ ۴۶ وغیرہ۔ اس مسئلے پر کہ یونانی فنون لطیفہ کے آثار سے ہومر کے تمدن کا کس حد تک اندازہ ہو سکتا ہے، پ۔ گارڈنر: "ابواب جدید" باب ۵ میں بحث کی گئی ہے جس طرز کا مواد ہمیں ہومر میں ملتا ہے وہ طرز نہ تو کورنتھی ظروف میں پائی جاتی ہے نہ فنیقی پیالوں میں بلکہ اسکا تعلق میکینائی کی اشیا سے صاف ظاہر ہوتا ہے صفحہ ۱۴۶ پر گارڈنر تریئنز کے کھنڈروں اور اودی سوس کے مکان کی ترتیب کی بابت ڈورپ فیلڈ کی رائے سے اتفاق کرتا ہے لیکن میری رائے میں قیاس یہ نہیں چاہتا کہ تریئنز کے محل کا وہ حصہ جسے زنانہ حویلی بیان کیا جاتا ہے دراصل عورتوں کیلیئے مخصوص تھا، اور اگر میرا نظریہ حقیقت پر مبنی ہے تو پھر دونوں محلوں کے طرز کا باہمی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

باب ۱۲

معزز خطابوں سے یاد کیے جاتے تھے اور پاسیوں کے دیوتا یو بایوس کا نام زبان زد خواص وعام تھا۔ غرض یہ ہے کہ انفرادی اہلیت ہر جگہ قابل قدر سمجھی جاتی تھی اور اعلےٰ اور ادنےٰ کے درمیان جو انسانی رشتہ تھا اُس کی وجہ سے یونانی خصائص میں ایک طرح کی نفاست پیدا ہو گئی تھی[۱] کوئی بڑا معاملہ اعیان کے مشورے اور بحث و مباحثے کے بغیر طے نہیں پاتا تھا[۲] اور بادشاہ اور کبار کے درمیان یہ مباحثے اکثر دعوتوں میں ہوتے تھے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں مجالس عوام میں وہ باضابطگی نہیں پائی جاتی جو دور مابعد میں نظر آتی ہے؛ اُس کا کام صرف یہ تھا کہ وہ بزرگوں کی رائے کی تائید اور توثیق کریں اور اُسے قوت پہنچائیں۔ ان مجالس میں اگر عوام مجلس بزرگان کی رائے کی تائید کر دیتے تو فبہا، لیکن اگر بغیر کسی اظہار رائے کے وہ جلسہ گاہ چھوڑ کر چلے جاتے اور ساتھ ہی اپنی نارضامندی کا اظہار بھی نہ کرتے تو

---

[۱] اس تصویر کا ایک تاریک پہلو بھی ہے، وہ یہ کہ اس دور میں انسانی قربانی سے مطلق پرہیز نہیں کیا جاتا تھا، اور یہ سنگدلی الیاڈ اور اوڈیسی سے لے کر زمانۂ مابعد تک برابر جاری رہی۔ متقدمین یونان میں ہماری سی انسانیت نام کو بھی نہیں پائی جاتی۔

[۲] حال ہی میں بعض مورخوں کو خیال پیدا ہو گیا ہے کہ یہ کم و بیش محدود ملوکیت جس کا ہومر میں تذکرہ ہے وہ فی الحقیقت ہومری ملوکیت نہیں ہے اس لیئے کہ اسی دور کے اشیا (مثلاً ظروف میکینائی) دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ ایک نہایت درخشان و تاباں زمانہ تھا اور ایسے زمانے کے لیئے ایک زبردست ذی اقتدار بادشاہی سطوت کی ضرورت ہے۔ اس کا جواب اول تو یہ دیا جا سکتا ہے کہ متقدمین کی نگاہ میں آلکی نوأس کے دربار کی چمک دمک اور اعیان و کبار کے اقتدار میں خود میکینائی میں بھی کسی قسم کا تضاد نہ تھا؛ دوسرے یونانیوں کی سی ہوشیار اور زیرک قوم کی چھوٹی چھوٹی مملکتوں کی پہلی تاریخی کڑی مطلق العنان ملوکیت نہ ہوگی، بلکہ مجلس بزرگاں کو ابتدا ہی سے معاملات سیاسی میں کچھ نہ کچھ دخل ضرور ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ مطلق العنان ملوکیت کا وجود بہ نسبت یونانی دیہات کے بڑی بڑی ذخار سلطنتوں میں زیادہ قرین قیاس ہے۔

باب ۱۱

یہی سمجھا جاتا کہ مجلس کو معاملۂ زیر بحث سے اختلاف ہے [۵۴] عام طور پر ایسی مجالس میں صرف اعیان ہی تقریر کرتے اور یہ قاعدہ تھا کہ اگر کوئی شخص تقریر کرنے کا خواہاں ہوتا تو نقیب اُس کے ہاتھ میں ایک نمائشی گرز دے دیتا۔ قوم کا بڑا قاضی اور بڑا مجتہد خود بادشاہ ہوتا تھا اور وہ قوم کے نام سے بڑی بڑی دعوتوں کے موقع پر قربانی کرتا۔

رواج کے مطابق منصب شاہی موروثی تھا اور یہ امر قابل لحاظ ہے کہ لڑکیوں تک کو تخت نشینی کا حق حاصل تھا۔ شاہی صرف خاص کی جاگیر کو تمینوس کہتے تھے؛ اس کے علاوہ اُسی کے خزانے میں محصول اور نذرانے جاتے، اور یہی مال غنیمت اور دعوتوں کے موقع پر حصوں کا مستحق سمجھا جاتا۔ ہم شاہی پورا کا حال نہیں پڑھتے؛ رہا گرز، سو وہ علاوہ بادشاہ کے پجاریوں، نقیبوں اور مقرروں کے ہاتھ میں بھی ہوتا تھا۔ مختلف پجاری مختلف معبودوں کے خدام سمجھے جاتے تھے اور غلاموں کی دو قسمیں تھیں یعنی دموئیس یعنی مفتوح اور اوے کیس یعنی خانگی غلام اور آزاد مزدوری پیشہ لوگ تھتے تیس کہلاتے تھے۔ دستکاری ایک معزز پیشہ سمجھا جاتا اور کاریگروں، گویّوں اور طبیبوں کو مجموعی طور پر "دیمی اُرگی"، یا خدام قوم کہتے تھے۔ حالت یہ تھی کہ حکمرانوں تک کی اولاد کو کچھ نہ کچھ ہنر سکھایا جاتا مثلاً ہم پڑھتے ہیں کہ نوزیکا * شاہی کپڑے دھونے کے انتظام کی نگرانی کرتی تھی۔

بیش بہا اشیاء کی تجارت فنیقیوں کے ہاتھ میں تھی جو اکثر شہر صور سے

[۵۴] زمانۂ مابعد میں ایتھنزیوں نے معاملات عامہ کی بابت قراردادیں مرتب کرنے اور انھیں ایک رسمی سانچے میں ڈھالنے کے فن میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ جوں جوں تعلیم نے ترقی کی اور عوام الناس کے جو قانونی تخیلات تھے انھیں ضبط تحریر میں لانا ممکن ہو گیا۔ ویسے ہی دستور کی ضابطہ بندی لابدی اور ضروری ہو گئی۔ لیکن محض اس وجہ سے کہ ان قانونی ضابطوں کا ابتدا میں وجود نہ تھا یہ استدلال کر لینا کہ عوام بالکل بے زور اور بے بس تھے درست نہیں ہو سکتا۔

* شاہ اُلکی نو اُس کی بیٹی۔

آئے تھے۔ زمانۂ ہومر کے یونانی طویل طویل بحری سفر سے دور بھاگتے تھے، اور اُن کے پاس اس کی وجہ بھی کافی تھی، وہ یہ کہ اُس زمانے میں نہ صرف یہ کہ سمندر ڈاکوؤں سے بھرے پڑے تھے بلکہ ان سوالوں سے جو غیر ملکیوں سے کئے جاتے تھے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشہ مطلق ذلیل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ دوسرے جو کچھ قانونی تعلقات تھے وہ ایک مملکت ہی کے شہریوں کے مابین تھے، غیر ملکی کی حیثیت مہمان کی تھی اس لیئے انھیں کوئی گزند نہ پہنچا سکتا تھا۔ دیہات کے ہر حصے کا ایک سردار ہوتا تھا جو غیر ملکیوں کی حفاظت کا ذمہ دار تصور کیا جاتا تھا، لیکن سمندر پر کسی کا راج نہ تھا اور وہاں "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" والا مسلک روا رکھا جاتا تھا۔

قوانین کا نگہبان زیوس دیوتا تھا۔ لیکن مملکت پر یہ فرض عائد نہ تھا کہ کسی جرم (خاصکر قتل) کی سزا دے، بلکہ مقتول تک کے اعزہ و اقربا کا یہ فرض تھا کہ اُس کی موت کا بدلا لیں، اور جب قاتل دیت کے طور پر ایک مخصوص رقم ادا کر دیتا تو عام طور پر وہ خاموش ہو جاتے، اور اس تخیل کا کہ قاتل کے گناہ کا کفارہ صرف چند مذہبی رسوم کے ادا کرنے سے ہو سکتا ہے، اس وقت تک وجود نہ تھا۔ عام طور پر لوگ ایک ہی بیوی پر قناعت کرتے؛ قاعدے کے مطابق دلھن کے باپ کو خواہ روپیہ ورنہ خدمات کی شکل میں معاوضہ ملتا اور خود دلھن کو بھی مہر ادا کیا جاتا۔ بعض مرتبہ حکمراں شاہزادے اپنے بیٹوں کی تعلیم کے لیئے معلم نوکر رکھتے جیسے پے سیوس نے فی نکس کو اکیلیس کی عام تعلیم کے لیئے اور "سیم اسپ" خیرون کو اُسے فن موسیقی سکھانے کے لیئے نوکر رکھا۔ ازمنۂ وسطیٰ کی طرح اوڈے وو ئی یا گویّے شاہی درباروں اور امرا کے قلعوں میں جاکر اپنے گانے سے محظوظ کرتے؛ موسیقی کے ساتھ ساتھ سورماؤں کی جانبازیوں کے قصے بیان کیئے جاتے جو صرف دل بہلاؤ کا ہی کام نہ دیتے بلکہ اُن سے نوجوانوں کو زندگی کے بہترین مقاصد کی تعلیم دی جاتی تھی۔ میلے اور تہوار سیدھی سادی وضع کے ہوتے، اور سورماؤں اور مُردوں کی پوجا کی رسم زمانۂ مابعد کی ایجاد معلوم ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ ہومر میں انسانی قربانی کا کہیں تذکرہ نہیں ہے بلکہ

باب ۱۲

دیوتاؤں کے سامنے غنیم سے لیئے ہوئے ہتھیاروں کا چڑھاوا چڑھایا جاتا تھا یونان میں پیشین گو اور کاہن بھی تھے جیسے کالخاس اور ہیلے نوس، جنھیں اشاروں (مثلاً پرندوں کی پرواز، قربانیوں کے امور، خوابوں کی تعبیر) کے ذریعے سے معبودوں کی مرضی کا علم ہو جاتا اور بعض مرتبہ تو اس معلومات کے لیئے کسی قسم کے اشارات وکنایات کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ ساتھ ہی ہومر میں دودونا اور فیثو (دلیفی) کا بھی تذکرہ ہے :

یونانیوں کے قبضے میں قلعہ بند شہر بھی تھے[۵] اُن کی ثروت اور مرفہ الحالی کا انحصار اراضی اور اُس کی پیداوار پر تھا اور اشیا کی قیمت کا معیار مویشی کے ذریعے سے کیا جاتا تھا۔ ہم انگور کی کاشت اور باغیچوں کا ذکر پڑھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ امرا شکار کے شوقین تھے لیکن انھیں مچھلی پکڑنے کا شوق نہ تھا۔ مکانات کی ترتیب کی بابت ہمیں صرف شاہی محلات مثلاً الکی نواس اور اودی سیوس کے مساکن کا علم ہے، اور اُن کا سب سے اہم حصہ میلا تھرون یا بیچ کا کمرہ تھا جہاں از منۂ وسطی کی گڑھیوں کے بڑے کمرے کی طرح میزبان اور مہمان ملاقی ہوتے تھے اور وہیں آتش دان کے قریب گھر کی مالکہ بیٹھتی تھی۔ واضح ہو کہ الکی نواُس کے محل کے تعیش آمیز آرام کے

[۵] طوسی ویدیش ۱، ۵، ۶ میں "بے دیوار شہروں" کا جو ذکر ہے اس سے ہمیں مغالطہ نہ ہونا چاہیئے۔ یہ محض یکطرفہ بیان ہے اور اگر اسکے لغوی معنی لیئے جائیں تو بلاشبہ غلط ہے۔ مکانات کی قلعہ بندی کا مسئلہ بالکل صاف ہے؛ لوگوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے گھروں کی دیواریں یا پشتے حتی المقدور اچھے بناتے ہیں، اور یہ وحشی اقوام میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہیلبگ نے اپنی کتاب (صفحہ ۱۷) میں اس سے انکار کیا ہے کہ سنگین دیواریں خیالات ہومر کے مطابق ہیں، لیکن میرے نزدیک اُسنے اپنی رائے کا کافی ثبوت نہیں دیا۔ ڈورپ فیلڈ Doerpfeld نے حال ہی میں یہ دکھایا ہے کہ یونانی ابتدا میں دھوپ میں سوکھی ہوئی اینٹوں سے مکانات بناتے تھے (مقالہ جات تاریخی ولسانیاتی، جو ارنسٹ کرتیوس کے نام پر معنون کیئے گئے Historische und philolog. Aufsaet, Ernst Curtius gewid met برلن ۱۸۸۴ء)۔

باب۱۱

قصے محض خیالی ہیں۔ قصبوں میں لوگوں کو کوئی خاص کام نہ تھا اس لیے وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ سڑکوں، بازاروں اور چوکوں میں بسر کرتے، بالکل ایسے ہی جیسے آج بھی جنوبی یورپ کے ممالک میں ہوتا ہے جہاں چوک کی جگہ عیش گاہوں، عطاروں کی دکانوں اور قہوہ خانوں میں گپ شپ اڑتی ہے۔ اوڈیسی میں مسرت آمیز **ایونی** زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، اور یہی جذبہ اُن کے مذہب میں بھی پایا جاتا ہے۔ جہاں **آریس** اور **افرودیت** کے قصے میں وہ سرایت کیے ہوئے ہے۔

الیاڈ میں قدیم یونانیوں کی لڑائیوں کا نقشہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ جس میں رتھوں کی لڑائی سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے۔ **مصری** اور **اشوری** عمارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں جنگی رتھ مشرق ہی سے آیا تھا اور ان ممالک کے چوڑے چکلے میدانوں میں یہ ایک نہایت کار آمد آلۂ حربی ثابت ہوا ہوگا۔ ہم اس سے واقف نہیں کہ خاص یونان میں اس کا کس حد تک استعمال ہوتا تھا۔ لیکن غالباً ابتدا میں صرف دوڑوں کی خاطر اور پھر لڑائی میں ان کا رواج پڑا ہوگا۔

الیاڈ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ممتاز افراد کے مرنے کے بعد نعش کو ارتھی پر رکھ کر جلاتے تھے، اُس کی راکھ ڈبے میں بند کی جاتی جس کا ڈھکنا پتھر کا ہوتا اور اُسے ایک قبر میں دفن کر کے اس پر مٹی کا تودہ بنا دیا جاتا۔ آج بھی اگر ہم ضلع ٹروائے کی سیر کو جائیں تو ہمیں مخروطی شکل کے ٹیلے نظر آئیں گے جس کے تلے روایت کے مطابق سورما مدفون تھے۔

باب پانزدہم

یورپی یونان

اسپارٹا کی رسم و رواج

اور

دستور لیکرگوس

ابتدائی دور کے یونانی معاشرے کی ابتدا تو یورپی یونان میں ہوئی لیکن اس کا نشو و نما ایشیائے کوچک میں ہوا جہاں کے یونانی بلدیات نے اپنے اصلی وطن کی تہذیب و تمدن کو معراج کمال کو پہنچا دیا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ باوجودیکہ ان ایشیائی یونانیوں نے ابتدا ہی سے اپنی خداداد ذہنی قابلیت کا ثبوت دیا اور زمانہ مابعد میں تجارت اور حکمیات دونوں میں کارہائے نمایاں انجام دیے، لیکن سیاسیات کے میدان میں اُن کی ترقی ناقابل لحاظ تھی ہمیں ان ممالک میں کسی ایسی فوجی قوت کا پتا نہیں چلتا جو مختلف افراد کے اتحاد پر قائم ہو، نہ ایسی قوم سامنے آتی ہے جس میں سیاسی یا فوجی قوت و اقتدار کا پتہ نظر آئے یہی وجہ تھی کہ مختلف بلدیات پہلے تو لدیہ کے زیر اقتدار آ گئے اور پھر انھیں ایران نے فتح کر لیا در حقیقت یہ فخر یورپی یونان کو ہی حاصل ہے کہ انھوں نے سیاسی اصول کو ترقی دی اور ان میں سے جس قوم نے میدان سیاست میں سب سے آگے قدم بڑھایا وہ دوریانی تھے :

ہم ان روایات پر بحث کر چکے ہیں جو دوریانی فتح پیلوپونیز کی نسبت ہم تک پہنچی ہیں اور یہ دیکھ چکے ہیں کہ یہ روایات کس قدر غیر متیقن ہیں۔

باب ۳

قدیم ممالک میں جس مملکت کی بابت ہمیں سب سے زیادہ معلومات حاصل ہیں وہ اسپارٹا ہے لیکن ان میں بھی جگہ جگہ تضاد اور تاریکی نظر آتی ہے[1]

[1] یہاں ہم حقیقی تاریخ کے مطالعے کی ابتدا کرتے ہیں؛ اور یہ زمانہ اس معنے کر کے تاریخی ہے کہ ان واقعات کی بابت جن کا اب ذکر کیا جائے گا ہمارے پاس ہمعصر یا کم وبیش ہمعصر نوشتے موجود ہیں۔ اس زمانے میں معاملات عامہ کی مستقل یادداشت رکھنے کیلئے تحریر کا استعمال کیا جانے لگا تھا؛ ابتدا میں صرف بادشاہوں، آرخنوں اور پجاریوں کی سرگزشتیں ہی مرتب کی جاتی تھیں، اور فی الحال واقعات، خصوصاً واقعات کی تفصیل کی حفاظت زبانی یاد پر چھوڑ دی جاتی تھی جس کے ابتدائی نظم ونثر دونوں مرہون منت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا ہی سے سنوی تسلسل پر بہت زور دیا جانے لگا، لیکن ہماری بدقسمتی سے اس عہد کے یونانی کسی ایک سنہ کا استعمال نہ کرتے تھے اس لیئے مختلف واقعات کی تاریخوں کا صحیح تعین نہایت دشوار ہے۔ اس کی نہایت عمدہ مثال سسلی کے تسلسل واقعات سے ملتی ہے جسے طوسی دیدش نے نقل کیا ہے؛ وہ اس جزیرے کی آبادی کی تاریخ کا ایک جزو تسخیر ٹروائے کو ایک جزو یونانیوں کے جزیرے میں آنے سے شمار کرتا ہے؛ وہ یونانی بلدیات کے اولین استعمار کو جزیرۂ ناکسوس کے استعمار سے شمار کرتا ہے، لیکن چونکہ اس واقعے کے لیئے بھی وہ کوئی تاریخ نہیں بتاتا اس لیئے کسی تاریخ کا بھی تعین نہیں ہوسکتا۔ ارسطاطالیس کے زمانے کے بعد تاریخی تسلسل دریافت کرنے کی متعدد کوششیں ہوچکی ہیں۔ جن میں سب سے ممتاز کوشش اسکندریوں کی ہے؛ لیکن یہ بھی اکثر وبیشتر اپنی تاریخ کا آغاز تسخیر ٹروائے کی خیالی تاریخ سے کرتے ہیں۔ خود اولمپیاد کا سنہ بھی تمائیوس کے زمانے سے پہلے عام طور پر استعمال نہ ہوتا تھا؛ اور یہی وجہ ہے کہ ۵۰۰ ق م سے پہلے کی بہت ہی کم تاریخیں قابل یقین ہیں اور بعض بہت بڑے واقعات مثلاً جنگ ہائے مسینیہ، ایتھنز اور میگارا کی باہمی آویزش، کریسوس کا زوال، عہد یولیکراتیس اور پی سسٹراتوس کے عہد کے تفصیلی واقعات، ان سب امور کی تاریخ سنوی متنازع فیہ ہے، اور جو قطعی تاریخیں یوسے بیوس وغیرہ نے اپنی تصانیف میں دی ہیں ان میں سے چند تو دراصل مختلف تاریخوں کو یکجا کرنے سے حاصل ہوئی ہیں اور بعض محض خودساختہ ہیں۔ Mahaffy مہافی نے اپنی تصنیف "مسائل" (تتمہ) میں

الیفوروس کہتا ہے کہ یوُرس تھنیس اور پروکلیس نے لقونیہ کو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ دکھایا ہے کہ ابتدائی اولمپیاد کی فہرستیں سب کی سب مشتبہ ہیں، اور اگر ہم واقعات پر غائر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ خاکے کی طرح یہ بھی سراسر غیر متعین ہیں؛ جس کا ثبوت اس واقعے سے ہوتا ہے کہ خود متقدمین نے اسپارٹا، آرگوس، ایتھنز کی جو تاریخیں مرتب کی ہیں، و نیز زمانۂ حال کی تصانیف میں ایک خاص تضاد پایا جاتا ہے۔ ارسطا طالیس کی لکھی ہوئی کتاب "دستورِ ایتھنز" جو ابھی حال ہی میں برآمد ہوئی ہے، بجلی کی چمک کی طرح ہماری تاریک شاہراہ کو روشن کر دیتی ہے۔ ارسطا طالیس اُس زمانے کے حالات سے ہم سے کہیں زیادہ واقف تھا اسی وجہ سے بہ نسبت اس کے ہم اس معاملے میں مجبور دکھلائی دیتے ہیں۔ اس کے جو اجزا دریافت ہوئے ہیں اُن سے پتا چلتا ہے کہ کیسی کیسی قیمتی تصانیف مفقود ہو گئی ہیں؛ مثلاً الیفوروس جو اس بیان کے لیے جو آجکل بھی مسلمہ سمجھا جاتا ہے استناد کا درجہ رکھتا تھا، خود ارسطا طالیس کے سوا تیمائیوس کی جملہ تالیفات، دیو دوروس کی تصنیف کے حصص ۶ لغایت ۱۱، اور نکولاؤس ساکن دمشق، ان سب عظیم الشان اور مستند اساتذہ کی تصانیف ہماری نظر سے اوجھل ہیں! جو تصانیف ہمارے پاس تک پہنچی ہیں ان میں سے اہم ترین پلوٹارک کی سوانح عمری لیکرگوس و سوانح عمری سولون، ہیروڈوٹس کی تاریخ (لیکن افسوس ہے کہ دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسو کے قول کے مطابق وہ ۵۰۰ ق م سے ۴۸۰ ق م تک کے واقعات مطلق بیان نہیں کرتا) کلیات طوسی دیدش کے چند اجزا، پیوسائناس، اسٹرابو و دیگر جغرافیہ نویس اور دیو جانس لیرتیوس کی کتابیں ہیں، اور باقی ماندہ تصانیف زمانۂ مابعد کی ہیں۔ اگر ہم ۵۰۰ ق م سے پہلے کی تاریخ صحت کے ساتھ مرتب کرنا چاہتے ہیں تو مناسب ہوگا کہ ہم اس دور کے حالات کی روایات جمع کریں اس کوڑے میں سے بہترین اجزا چھین لیں اور جس کسی واقعے کا ان سے انطباق نہ ہو سکے اُسے نکال ڈالیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس قسم کی کوشش تاریخ روما میں رائگاں گئی وہ تاریخ یونان میں کارآمد نہیں ہو سکتی اور ہمیں چند تاریخی اصولوں سے کام لینا چاہیئے (جو اس کتاب کے دیباچے میں مذکور ہیں) جن سے زمانۂ حال میں نہایت دیدہ ریزی اور کاوش سے کام لیا گیا ہے۔

باب ۵

چھ حصوں میں تقسیم کر کے امیکلائے ایک اکائیائی مسمی فلونوموس کے حوالے کر دیا جو اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر دوریانیوں سے جا ملا تھا۔ ابتدا میں تو فاتح و مفتوح قوم میں بالکل مساوات تھی، لیکن یورس تھنیس کے بیٹے آگس نے اس اصول کو مسترد کرایا اور اب مفتوح قوم پر خراج عائد کر دیا گیا، اور جب ہیلوس کے باشندوں نے اُسے تسلیم کرنے سے انکار کیا اور بغاوت کر دی تو اُن پر چڑھائی کی گئی اور اُنھیں مغلوب کر کے غلام بنا لیا گیا۔ اس کے علاوہ فلومینوس نے لیمنوس کے چند باشندوں کو لا کر امیکلائے میں آباد کر دیا تھا؛ اب انھیں بھی ملک چھوڑ کر جزیرۂ میلوس اور کریٹ کے شہر گورتین میں جا کر بود و باش اختیار کرنی پڑی بلکہ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ انھوں نے جزیرۂ تھے را میں بھی ایک نو آبادی کی بنیاد ڈالی تھی۔ اسی طرح آرناگون کی ایک ٹولی اسپارٹیوں کی اجازت سے کوہ تے گیتوس پر آ کر آباد ہو گئی تھی، لیکن اب اسپارٹی ان سے تنگ آ گئے تھے اور کادمیا کا ایک باشندہ جس کا نام تھے راس تھا اور جو ارسطودیموس کا عزیز تھا اُنھیں اور چند اسپارٹیوں کو لے کر جزیرۂ کالستے لے گیا جس کی وجہ سے اُس کا نام تھے را پڑ گیا۔ لیکن اس کا بیٹا اوئے اولیکوس اپنے باپ کے ساتھ نہیں گیا بلکہ خاندان اسئے گیوسیان کا مورث اعلیٰ بنا۔ ان تمام

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اسپارٹا کی ابتدائی تاریخ کیلئے منجملہ دیگر کتابوں کے گ، گلبرٹ کی کتاب "مطالعات تاریخ قدیم اسپارٹا" G.Gilbert:Studien zur altspartanischen Geschichte گیوٹنگن ۱۸۷۲ء اور اسی کی "بیاض قدیمات اسپارٹا" Handle:der griech.Staatsalterthum اور بوسولٹ کی "تذکرۂ لاکے دیمونیان" Busolt Die Lacedœmonier (لائپزگ ۱۸۷۸ء) کا مطالعہ کیا جائے۔ آٹھویں صدی ق م کے بعد اسپارٹا کے بادشاہوں کی فہرست لکھی جانے لگی، اور اس سے پہلے کے بادشاہوں کے نام جیسے چاہا بھر دیے گئے۔

لقونیہ کی تقسیم: اشترابو ۸، ۳۶۴؛ مقابلہ کیا جائے نکولاؤس دمشقی جزو ۳۶ ھ؛ مینیائے قوم کا لیمنوس سے لقونیہ آنیکا ذکر لوبلی آئے نوس ۷، ۹۴، تحقیقات تاریخ یونان Qu. Gr ۲۱ میں ملیگا۔ تھے را کی بنیاد، ہیروڈوٹس ۴، ۱۴۵ وغیرہ۔ تیلیکلوس کی فتح امیکلائے، پوسانیاس ۳، ۲، ۶۔

افسانوں میں ایک حقیقت مضمر ہے، وہ یہ کہ دوریانیوں کے تسخیر اسپارٹا کے زمانۂ دراز کے بعد بھی امیکلائے اکائیائی ہی رہا اور اسی واقعے کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے کہ ٹے لیکلوس شاہ اسپارٹا نے نویں صدی قم کے اختتام پر اس شہر کو اکائیائیوں سے چھینا اور اس جنگ میں اے گیوسی تموماخوس نے اسپارٹیوں کی خدمت خاص طور پر کی۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ امیکلائے اور اسپارٹا میں کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے اور جب تک یہ خطہ دوریانیوں کے براہ راست اُن کی قلمرو میں شامل نہ ہو گیا اسوقت تک اُن کو وادی یوروتاس کے جنوبی حصے پر اپنا اقتدار قائم کرنا مشکل تھا۔ بدیں وجوہ یہ امر بالکل صاف ہے کہ لیکرگوس کے زمانے کے بعد بھی اسپارٹی اس وادی کے مالک نہ تھے۔

تاریخی زمانے میں اسپارٹا پر ہمیشہ دو بادشاہ، جو دو مختلف شاہی خاندانوں یعنی خاندان آگس اور خاندان یوری پون سے رہتے تھے حکومت کرتے تھے۔ روایت کے مطابق ان دونوں خاندانوں کے مورث اعلیٰ ارسطودموس کے دونوں بیٹے یعنی یورس تھنیس اور پروکلیس تھے، اور اُن کے نام آگس ولد یورس تھنیس اور سیوس ولد پروکلیس کے پوتے یوری پون کے نام پر رکھے گئے تھے۔ ندائے ڈیلفی کے مطابق دونوں بھائی ساتھ ساتھ سریرآرائے سلطنت ہوئے، لیکن چونکہ یورس تھنیس کو بڑا بتایا جاتا ہے اس لیے خاندان آگس کی توقیر نسبتاً زیادہ ہوتی تھی۔ زمانۂ حال کے نقادوں کی رائے کے مطابق یہ قرین قیاس نہیں ہے کہ ایک ہی فاتح قوم اقتدار اعلےٰ کو دو مختلف افراد کے سپرد کر دے، اس لیے دو شاہی خاندانوں کی یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ غالباً وہ دو مختلف اقوام کے جدا جدا شاہی خاندان ہوں گے جو امتداد زمانہ سے بالکل مخلوط ہو گئے، اور یہ گمان کیا جاتا ہے کہ جب دوریانیوں نے اکائیائیوں پر فتح پائی تو انھوں نے مفتوح قوم کے ساتھ یہ رعایت کی کہ اُن کے حکمران کو اپنے بادشاہ کے دوش بدوش فرماں روا تسلیم کر لیا، اور یہ صورت حال مسلسل جاری رہی۔ زمانہ مابعد میں ہمارے سامنے یہ عجیب واقعہ

باب ۵

آتا ہے کہ کلیومنیس ایتھنز پہنچتا ہے اور اپنے اکائیائی ہونے کا اعلان کرتا ہے اور اس سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ آگسی تو اکائیائی اور یوری پونتی دوریانی ہوں گے؛ یا یہ بھی ممکن ہو کہ اُس کا عکس ہی صحت پر مبنی ہو، یعنی صرف سربرآوردہ آگسی ہی دوریائی النسل ہوں۔ آخر میں یہ بھی بالکل ممکن ہے کہ دونوں بادشاہ دوریانی ہی ہوں اور جب انھوں نے ہرقلی جامہ پہنا ہو تو اپنے آپ کو اکائیائیوں سے منسوب کرنے لگے ہوں۔ لیکن اگر اس مفروضے کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی اس کی پوری توجیہ نہیں ہوتی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شاہی اختیار کو محدود کرنے کے لیئے یہ طریقہ رائج کیا گیا ہو؛ کچھ بھی ہو نتیجہ تو یہی نکلا یعنی شاہی اختیار محدود ہو گیا ہے[۵]۔

---

[۵] اسپارٹا کی دوعملی کی بابت ہیروڈوٹس ۶، ۵۱ وغیرہ؛ ڈنکرہ، ۲۵۲؛ واخسموت: اسپارٹا میں دوعملی Wachsmuth: Ursprung des Doppelk. in Sp. جریدۂ سلائہ لسانیات، ۱۸۶۸ء۔ واخسموت پولی آئے نوس (۱، ۱۰) کے اس نظریے کا اقتباس دیتا ہے کہ دونوں خاندانوں میں کوئی نہ کوئی نسلی فرق ضرور تھا، لیکن اسی اقتباس میں مجھے یوُرسس تھنی سیوں کا کہیں پتا نہیں ملتا، بلکہ اس کے بالکل برعکس اس میں ہم صرف ہرقلیوں سے یعنی فاتح دوریانیوں اور یوُرس تھنی سیوں سے (جو ہرقل کے معتقد علیہ کے وارث تھے) دوچار ہوتے ہیں۔ شیومان (Schoeman) (۱، ۲۳۸) کی رائے ہے کہ یوُرس تھینس اور پروکلیس دو سوتیلے بھائی تھے جن میں سے ایک دوریانی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا جو آئی گیوسی خاندان کی عورت تھی؛ اُس کے نزدیک چونکہ آئی گیوسیوں نے دوریانیوں کو مدد دی تھی اس لیئے انھیں معاوضے کے طور پر انتظام سلطنت میں دخل دیا گیا۔ گلبرٹ اور اشٹائن دونوں ایک تیسرے بادشاہ کا اضافہ کرتے ہیں اور موخرالذکر کا خیال ہے کہ لیکرگوس آخری منیائی بادشاہ اور آخری آئے گیوسی تھا۔ لیکن مشکل یہ پیش آتی ہے کہ منیائی اور آئی گیوسی ایک ہی خاندان کے دو نام ہیں اور اگر ہم دو بادشاہوں کے بہ یک وقت تخت نشین اسپارٹا ہونے کی توجیہ نہیں کرسکتے تو ایک بادشاہ کے اضافے سے ہمارے کام میں کسی طرح سہولت پیدا نہیں ہوگی۔

باب ۹

اسپارٹی تاریخ کے ابتدائی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یوریس تھنیس کے بعد آگس، ایخسٹراتوس، لابوتاس، دوری سوس، آگےسی لاؤس، آرخے لاؤس اور تے لیکلوس تخت پر بیٹھے؛ اسی طرح پر وکلیس کے بعد سوئس، یوری پون، پرے تانس، یونوموس، پولی ویکتوس، اور خاری لاؤس اس کے جانشین ہوئے۔ روایت کے بموجب انمیں سے ایخسٹراتوس نے وہ حصۂ ملک جو کوہ پارنون اور بحیرۂ ایجین کے درمیان واقع ہے اور جسے کینوریا کہتے ہیں فتح کیا، اور اسی طرح سوئس نے ہیلوس کو اپنی قلمرو میں ملا یا اور آرکیڈی شہر کلیٹی تور کے خلاف فوجکشی کی؛ یوری پون نے مین تی نیا کا الحاق کیا؛ پرے تانس اور خاری لاؤس نے آرگوس کے خلاف مہم سر کی اور اس لڑائی میں موخرالذکر بادشاہ کو تے گیا تیوں نے گرفتار کر لیا۔ اس بیان میں بہت سے واقعات قرین قیاس نہیں ہیں؛ مثلاً یہ کب ممکن

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ گلبرٹ کی کتاب "مملکت قدیمہ" Gildert.Staatsalt. میں تھے۔ رائی جس لوح کا ذکر ہے اُسے مشکل سے تاریخی نوشتے کا رتبہ دیا جا سکتا ہے۔ ت، مے یر (کتاب انجمن لسانیات گیوٹنگن جو ارنسٹ کُرتیوسس کے نام پر معنون کی گئی Th:Meyer: Abt der Soc.Phil.Gott.Fuer E. Curtius گیوٹنگن ۱۸۶۸ء) کہتا ہے کہ یوری پونتی اکائیائی تھے۔ ہیروڈوٹس (۲،۵، ۷۲) نے کلیومنیس کا جو قول نقل کیا ہے کہ "میں دوریانی نہیں بلکہ اکائیائی ہوں"، اس سے وہ نظریہ ثابت نہیں ہوتا جسکے ثبوت میں یہ پیش کیا گیا ہے اور اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ اپنے ساتھیوں کے بجائے وہ خود اکائیائی تھا۔ اس اعلان سے صرف یہ مقصد تھا کہ سننے والے (یعنی اتھینے دیبی کی پجارن) پر اثر ڈالا جائے، اور یہ صرف ایک ہی صورت میں مفید ہو سکتا تھا یعنی اگر اس سے ایک مسلمہ واقعے کا اعلان کر دیا جاتا وہ یہ کہ دونوں خاندان ہرقلی اور اکائیائی تھے۔ اسی کے وہ دونوں مدعی بھی تھے۔ متقدمین کا ہرگز یہ خیال نہ تھا کہ ایک خاندان اکائیائی اور ایک دوریانی تھا اور اگر کلیومنیس اس کا اعلان کرتا تو اسکا مطلق اثر نہ ہوتا۔

یونان میں دو عملی کی اور مثالیں اسی گیوٹنگن والے رسالے میں ملیں گی۔

باب ۵

کہ اتنے بعید زمانے میں اسپارٹیوں اور شہر کلیٹور میں جنگ کے لیے کوئی بہانہ مل گیا ہو۔ حالانکہ یہ شہر آرکیڈیا کے شمال میں اسپارٹا سے بہت فاصلے پر واقع ہے؟ بلکہ جنگ میں فتح پانا بھی کچھ سمجھ میں نہیں آتی؟ اور یہ سب ابہامات کو اشتوت قیاس چاہتا ہے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سب لڑائیاں دوریانیوں کے ترک وطن کے وقت ہوئی ہوں گی[۳] اس کے برعکس کینوریا کی بابت جس تنازعے کا ذکر ہے وہ غالباً واقعات پر مبنی ہے اس لیے کہ یہ ضلع سرحد پر واقع ہے اور سرحدی اضلاع ہمیشہ مختلف زبردست مملکتوں میں مابہ النزاع ہوتے ہیں؛

لیکرگوس کے تماشاگاہ یونان پر نمودار ہونے سے تاریخ اسپارٹا میں جس تابناکی کا اظہار ہوتا ہے وہ حقیقی نہیں بلکہ محض ظاہری ہے۔ بلاشبہہ اس کی زندگی اور اُس کے افعال کے متعلق ہمیں بہت کچھ معلومات حاصل ہیں لیکن انہیں اسقدر باہمی اختلاف ہے کہ ہم بعض نہایت ضروری امور کی بابت بھی کسی خاص حدیقین تک نہیں پہنچتے[۴] اُس نے اپنی زندگی ایسے زمانے میں گزاری جو تحریری تاریخ سے

---

[۳] گیلتزر نے ایک مضمون (Rh: Mus ۳۲، ۲۵۹) میں اس رائے سے اتفاق کیا ہے، اور گوٹشمیڈ بھی اسی کا ہمخیال ہے؛ موخرالذکر کا اقتباس بوسولٹ نے اپنی کتاب "لکدمونیان" Busolt: Die Lakedaimomer جلد ا صفحہ ۳ میں دیا ہے؛

[۴] پلوٹارک کی سوانح عمری لیکرگوس میں اس کی بابت معلومات کا مفصل ذخیرہ موجود ہے جس کی بنا ایفوروس، ارسطاطالیس، ہرمیپوس، اور اسپارٹی ارسطقراطیس کے بیانات ہیں۔ اگر لیکرگوس کو ایک آگسی کی روشنی میں دیکھنا ہو تو ہیرودوٹس ۱، ۶۵، ۶۶ کا مطالعہ کیا جائے؛ ارسطاطالیس: سیاسیات ۴، ۹، ۱۰ میں اُسے "طبقہ متوسط" سے جو بتایا گیا ہے اُس سے اُس کے شاہی خاندانوں کا فرد ہونے سے انکار لازم نہیں آتا۔ لیکرگوس اور کریٹ کے باہمی تعلقات کی بابت اسٹرابو ۱۰، ۴، ۲ کا مطالعہ کیا جائے۔ یہاں ان تمام کتابوں کا حوالہ نہیں دے سکتے جس میں لیکرگوس کی بابت بحث کی گئی ہے، اور صرف مفصلہ ذیل تصانیف کے شمار پر اکتفا کرتے ہیں ک، شائن:

باب ۸

بہت پہلے تھا اس لیے یونانی روایات کو اصل حقیقت کے محو کرنے کا بہت کچھ موقع مل گیا
صرف ایک امر ایسا ہے جو متنازع فیہ نہیں اور وہ یہ کہ لیکرگوس ہی تھا جس نے
اسپارٹیوں کے لیے وہ قانون بنائے جو اس مملکت میں تاریخی زمانے میں مروج
تھے۔ اس کی سوانح عمری کے باقی اجزا میں عظیم الشان خلاف و تضاد پایا جاتا ہے،
لیکن ایک اور امر جس پر سب متفق ہیں یہ ہے کہ وہ کمسن شاہ اسپارٹا کا بزرگ اور
سلطنت کا متولی تھا؛ اس بادشاہ کا نام عام طور پر خاری لاؤس بیان کیا جاتا ہے
جس سے اس کے یوری پونتی ہونے کا پتا لگتا ہے، لیکن ہیروڈوٹس اسکا نام
لیوبوتاس بتاتا ہے جو نسل آگس میں سے کسی فرد کا نام ہوگا۔ اسی طرح عام طور
سے یہ پڑھنے میں آتا ہے کہ لیکرگوس کے دستور کی ابتدا اندا ے فیثوی سے ہوئی
لیکن ہیروڈوٹس یہاں بھی اس عام افواہ سے مخالفت کر کے خود اسپارٹیوں کا
یہ بیان نقل کرتا ہے کہ یہ کریٹ کے دستور کا چربہ تھا۔ یہ بیان کیا جاتا ہے مقنن اسپارٹا
نے کریٹ، مصر اور خیوس میں سیاحت کی اور وہاں کے مشہور لوگوں سے ملاقی ہوا مثلاً
کریٹ میں شاعر تھیلا تاس سے اور خیوس میں ہومر سے جس کی نظمیں وہ اپنے ساتھ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ تنقید روایات متعلق لیکرگوس K. Stain: kritik der Ueber beferung ueber Lykurg گلاتز ۱۸۸۲ء؛ "تحقیقات لسانیات" ۷ جلد Progr. und جو کیسلنگ اور فون ولامیو وتز میولینڈ ورف کے زیر ادارت شائع ہوئی ہیں das 7 Heft der philologischen Untersuchungen edited by Kiessling and von Willamowftz Moellendorff ۱۸۸۴ء ص ۲۶۹–۲۸۵؛ بازین: "لیکرگوس" Bazin De Lyc. پیرس ۱۸۸۵ء؛ اِ میئر؛ دستور لیکرگوس E. Meyer: Die Lyk. verfars. Rh: mus vol 41 & 42 ؛ بوزیون: "لیکرگوس و قانون عظیم" Busion Lyk und Die gross Rhetra انزبروک ۱۸۸۸ء (جہاں وہ لیکرگوس کی شخصیت تاریخی گردانتا ہے) نیز نیزے Niese: Zur verfassungs gesch Lacedaemons "تاریخ دستور لاسے دیمون" در الوقت تاریخ، ۲۶، ۱ Histor Zeitsch 26,1

باب ۵

اسپارٹا لے آیا۔ الفوروس کا بیان ہے کہ اُس نے وطن سے دور خود کو بھوکا مار کر خودکشی کر لی۔ بعض مورخوں نے یہ دکھایا ہے کہ یونانی روایات نے لیکرگوس کی زندگی میں چند ایسے واقعات کا اضافہ کیا ہے جن کی وجہ سے اس میں اور سولون میں یگانگی پیدا ہو جاتی ہے؛ مثلاً دونوں اطراف بلاد یونان کا سفر کرتے ہیں، دونوں ہومری نظموں سے واقف ہیں، دونوں اپنی اپنی زندگی کے آخری ایام وطن مالوف سے دور گزارتے ہیں اور جس طرح سولون کے دلفی سے گہرے تعلقات تھے ویسے ہی لیکرگوس کا دلفی اور اولمپیا سے تعلق ہے جہاں اسنے مقدس التوائے جنگ کر کے مشہور اولمپیائی میلے کی بنیاد ڈالی۔ ظاہر ہے کہ لیکرگوس کی زندگی کے ایسے امور جو سولون کی زندگی کے واقعات سے ہو بہو مطابقت رکھتے ہوں، کم و بیش غیر متیقن ہیں، اور کیا اچھا ہوتا اگر ہم سولون کی زندگی کے ہی واقعات سے ذرا زیادہ واقف ہو جاتے؛ ظاہر ہے کہ اگر لیکرگوس کی شخصیت اس درجہ مبہم ہے تو ہم اس زمانے کے حالات کی بابت کیسے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں؟ انسٹابوں نے مختلف امور سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ وہ نویں صدی قدم کے ابتدائی نصف حصے میں ہوگا، لیکن طوسی دیدش کے خیال کے مطابق اسپارٹی دستور کا قیام جنگ پیلوپونیز سے چار سو سال قبل عمل میں آیا تھا۵ ان سب باتوں کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لیکرگوس جیسا کوئی مقنن تھا بھی؟ حال میں اس مسئلے پر بہت کچھ شبہہ ظاہر کیا گیا ہے، لیکن ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کیا اسپارٹا کا سادہ برانہ نظام حکومت حقیقت میں ایک خاص قانون سازی سے عدم سے وجود میں نہ آیا ہوگا، اور اس کے لیئے یونان کے ملک میں کیا ایک مقنن درکار نہ ہوا ہوگا؟۶

---

۵ لیکرگوس کی تاریخ کے لیئے طوسی دیدش ۱، ۱۸، لیکن ہیروڈوٹس ۱، ۶۵ اس سے بھی قبل بتاتا ہے۔ نیز مقابلہ کیا جائے ڈنکر ۵، ص $\frac{۲۶۵}{۲۶۹}$

۶ لیکرگوس جیسے شخص کے وجود کا انکار گیلتسر، گلبرٹ، ڈ. فون ولامیووتز میولینڈورف نے کیا ہے Gelzer: Rh: Mus 28,1 Gilbert: Studien 80. & Gr.

باب ۱۵

اس کے علاوہ ایک سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ لیکرگوس نے اسپارٹا کے لیئے آخر کیا کیا؟ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ اُس نے فوجی رسالوں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ (Staat salt 1,15; von W. Moellendorff) گلبرٹ اسے لکیائی اپولو اور فون ولامیووٹز میولینڈورف اسے زیوس لیکائیوس قرار دیتا ہے۔ وہ مصنف جس کی ہماری طرح یہ رائے ہے کہ ذاتی خصائل کا اثر دیگر ممالک سے زیادہ یونان میں ہوتا تھا وہ اس پھندے میں ذرا مشکل سے پڑیں گے کہ لیکرگوس کی شخصیت محض فرضی ہے۔ یہ درست ہے کہ یونان کو سورماؤں کے قصے دل سے پسند تھے، اور جب انھیں سورما نہیں ملتے تھے تو وہ انھیں اپنے وہم میں پیدا بھی کر لیتے تھے، لیکن ہمیں ہر ایک واقعے پر علٰحدہ علٰحدہ رائے زنی کرنا چاہیے مقنن لیکرگوس کے خلاف کوئی قطعی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی، اور فون ولامیووٹز کی رائے کی مخالفت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ (۱) جب وہ "قوانین" اور "قوانین مکتوبہ" کو ایک ہی چیز فرض کر لیتے ہیں (صفحہ ۲۷۰) وہ ایک خلاف انصاف مفروضے پر اپنی دلیل قائم کر لیتا ہے (۲) وہ یہ فرض کر لیتا ہے کہ کسی خاص فرقے میں تشکر و امتنان کی اہلیت مطلق نہیں ہوتی اس لیئے یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ جب لیکرگوس سے محض ایک اعیانی دستور منسوب کیا جاتا تھا تو محض اس وجہ سے کوئی بھی اُس کا مرہون منت ہو لیکن یہ نظریہ درست نہیں ہے اس لیے کہ "سورما پوجا" کی طرح کے ہر ایک جذبے کا منبع و ماخذ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے جذبات اور احسانمندی میں یگانگی پائی جاتی ہو، دوسرے یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر وہ طبقہ اپنے سردار کی تعظیم و تکریم کرے گا تو اس سے اس طبقے کی بنیاد اور بھی زیادہ مستحکم ہو جائے گی۔ (۳) وہ صفحہ ۲۷۹ پر کہتا ہے کہ روایات کے بموجب لیکرگوس اعیانیوں کا نہیں بلکہ جذبۂ ملوکیت کا قائم مقام تھا؛ لیکن محض دیکھنے سے کچھ ثابت نہیں ہوتا اس لیئے کہ روایت میں جقدار ادارۂ شاہی اور حقدار عوام کے درمیان کوئی تبائن نہیں پایا جاتا اس لیئے کہ دونوں اپنے اپنے حقوق کی حفاظت میں کمر بستہ اور دونوں ادارے دوش بدوش ہیں۔ میں نے لیکرگوس کو جو اہمیت دی ہے اس کی مثال وینس کی سیاسیات میں دوجے پی ایتر وگرادینیگو

باب ۵

اینوموتیس اور ترپاکا دیس ہسیستیا، الیفورون اور گیروتیس کی بنیاد ڈالی اور اس طرح اُس کے نزدیک لیکرگوس اسپارٹی دستور کی تقریبًا جملہ خصوصیات کا بادی تھا۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس امر پر متقدمین متفق الرائے ہوں گے، اور خود ارسطاطالیس اس سے ایک نہایت اہم بات میں اختلاف کرتا ہے یعنی وہ یہ کہتا ہے کہ الیفورون کی ابتدا کا سہرا شاہ تھیوپومپوس کے سر ہے۔ اور متقدمین میں سے اکثر بیشتر الیفورون کے عہدے کا لیکرگوس کو بانی نہیں سمجھتے۔ اس تخیل سے اسپارٹی دستور میں تدریجی ترقی کا تخیل پیدا ہوجاتا ہے، اور اگر اس تضاد پر غور کیا جائے جو روایات میں پایا جاتا ہے اور اس کا لحاظ رکھا جائے کہ وہ قوانین جو لیکرگوس کے ساتھ منسوب کیے جاتے ہیں اس بعید زمانے میں تحریر میں نہیں لائے گئے ہوں گے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ امتیاز نہایت درجہ مشکل ہے کہ قدیم دوریانی رسم ورواج کیا تھے اور لیکرگوس نے کس کس ادارے کی ابتدا کی؛ صرف ایک بات ضرور قابل وثوق ہے، وہ یہ کہ لیکرگوس نے اعیانی جنگجو فرقہ کو ضرور مستحکم کر دیا ہوگا۔ بدیں اسباب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی زمانے میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ Doge Pietro Gradenigo اور مجلس سنیات کی برخاستگی سے ملتی ہے؛ اور اس درجے نے بالکل وہی کام کیا جس کے کرنے کی ولاموونز میولینڈورف کے نزدیک لی کرگوس میں اہلیت نہ تھی۔ وینکس اور اسپارٹا کی تاریخ میں اسلاح کا اہم مسئلہ شاائیس ٹلنگی؛ ؎ ہیروڈوٹس لیکرگوس کی اصلاحات کا ذکر کرتا ہے (۱، ۶۵، ۶۶)، لیکن ارسطاطالیس کی رائے (سیاسیات ۵، ۹، ۱) اسکے برعکس ہے۔ تھیوپومپوس کے دور کیلئے پوسے بوس ۲، ۸۰، ۱۸ دیکھا جائے۔ ہیروڈوٹس نے (۱، ۶۵) یہ جو کہا ہے کہ لیکرگوس سے پہلے اسپارٹیوں کے دستوری قوانین عمدہ نہ تھے، تو اس سے اسکے اور اسکے ہمراہیوں کا خیال معلوم ہوتا ہے؛ ادساشتر الو (۸، ۳۶۶) میں ہیلانیکوس کے جس فقرے کا اقتباس دیا ہے کہ اسپارٹی دستور یوریس تھینس اور پیروکلیس نے عطا کیا تھا، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی ابتدا کی بابت قطعی طور پر کچھ بھی معلوم نہ تھا؛

اسپارٹی دستور کی جو شکل تھی اُسے بیان کیا جائے اور ساتھ ہی اس رائے پر بھی زور دیا جائے کہ اس میں اس سے بیشتر ہی اندرونی ارتقا ضرور ہوا ہوگا۔ حال کے زمانے میں اس ارتقا کی تفصیل معلوم کرنے اور ہر ایک سفر و صنہ منزل کے تاریخی اسباب دریافت کرنے کی نہایت بلیغ کوشش کی گئی ہے۔ اس قسم کی تصاویر پیش کرنے سے ایک فائدہ ضرور ہوتا ہے وہ یہ کہ پڑھنے والا مضمون میں نہایت گہری دلچسپی لینے لگتا ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ یہ مناسب ہوگا (اور ہمارے مقاصد کے لئے یہ ضروری بھی ہے) کہ اُن تبدیلیوں کا ذکر کیا جائے جنھیں متقدمین نے بیان کیا۔

ھ ڈنکر (۵، ۳، ۲۶۳) اس بات کے ثبوت میں کہ یہ دستور کسی حالت میں لیکرگوس کا قائم کردہ نہیں ہے، بہت سی دلیلیں پیش کرتا ہے لیکن اس کی بعض رایوں کی بنیاد نہایت کمزور ہے۔ مثلاً اُسے اس بات کا یقین نہیں آتا کہ اسپارٹا کے پہاڑی ضلع میں زندگی کی سادگی کو رواج دینے کی کیا ضرورت پڑی تھی، اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اسپارٹا کے قوانین اکل و شرب کو لیکرگوس نے ہرگز مرتب نہ کیا ہوگا۔ لیکن جب ہم اس امر کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ دوریائی حملوں سے پہلے یونان کی تہذیب و تمدن کی حالت نہایت درجہ ترقی یافتہ تھی، نیز جب ہم اس کلیے کا لحاظ کرتے ہیں کہ جب ایک غیر مہذب قوم کسی مہذب ملک کو مغلوب کر لیتی ہے تو وہ اکثر موخرالذکر کی تہذیب و تمدن کو اپنا بنا لیتی ہے اور بعینہٖ یہی وتیرہ دوریائیوں نے آرگوس میں اختیار کیا، تو ہم فوراً ان قوانین کی عمدگی کا اندازہ کر لیتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ نویں صدی ق م کے ایسے مقنن کے دماغ سے نکلے تھے جو ملک کو آیندہ خطرات سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ بلاشبہ تہذیب و تمدن میں لقونیہ سیکے نائی سے کہیں پیچھے تھا، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دونوں میں کسی کا بھی تتبع نہ پایا جاتا ہو۔ لقونیہ کے باشندے بھی زندگی کی بہت سی لذتوں سے واقف تھے اور مقنن اسپارٹا کا خیال تھا کہ کم از کم اس ملک میں اسکا اتباع نامناسب ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جو قوانین اسپارٹا میں رائج کئے گئے وہ انھیں اسپارٹیوں کے علاوہ کوئی دوسری قوم بلاجبر و اکراہ قبول نہیں کر سکتی تھی، اور یہ جبر اسی مقنن نے عائد کیا تھا جسے متقدمین نے لیکرگوس کا لقب دیا تھا۔ غرض یہ ہے کہ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ لیکرگوس کے قوانین اکل و شرب قطعی طور پر حسب حال ہیں۔

باب ۵

اگر ہم نے یہ کیا تو ہم اہم ترین واقعات کی بابت اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں۹۔
اسپارٹا کی مملکت کی بنیاد شہریوں کی تقسیم پر رکھی گئی تھی۱۰ ان کی تین

۹ ڈنکر نے اسپارٹی تاریخ کی یہ خیالی تصویر مرتب کرنے میں کمال کیا ہے اور اس کی کتاب میں اُس دور کا ذکر جس کی ہم تنقید کر رہے ہیں، ۵/ ۲۶۸ میں درج ہے۔ اس کی رائے یہ ہے کہ اوائل زمانہ میں لقونیہ میں دو دریائی مملکتیں ہوں گی، ایک تو وسطی یورو تاس کی سلطنت جس پر آگس کے خاندان کے افراد متسلط تھے اور دوسرے دریائے اوئے نوس کے کنارے جس پر یوری پونتی حکمراں تھے۔ دراصل یہی وجہ تھی کہ نفاق کے سبب سے وہ امیکلائے کے اکائیوں سے کمزور تھے اور آخر کار تنگیا والوں نے یوری پونتی خاری لاؤس کو جان سے مار ہی ڈالا (پیوسانیاس ۸، ۴۸، ۲)۔ اب لیکرگوس تماشا گاہ پر نمودار ہوتا ہے اور یہ دونوں مملکتوں کو ملا کر ایک نئی مملکت کا مرکز اسپارٹا کو بناتا ہے جہاں خود یوری پونتی بھی پہنچ جاتے ہیں۔ ساتھ ہی ایک مشترکہ گیروزیا اور جمعیت عوام کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فوجی تادیب، تقسیم اراضی اور نوجوانوں کی تعلیم کے قواعد، یہ سب زمانۂ مابعد کی قانون سازی کا نتیجہ ہیں، اور اسی طرح سے اولمپیائی میلے کے موقع پر اسپارٹا نے جو کام کیا تھا اس کی بنیاد بھی بعد کو ہی پڑی، اور ان سب باتوں کی وجہ سے اسپارٹا کو وہی پایہ حاصل ہو گیا جو میسینے کو حاصل تھا۔ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ سب مفروضے نہایت ہوشیاری سے مرتب کئے گئے ہیں۔

۱۰ متقدمین کے نزدیک کریٹ اور اسپارٹا کے دساتیر ایک دوسرے سے بہت کچھ ملتے جلتے تھے۔ کریٹ میں کوئی ایک مملکت نہیں بلکہ متعدد جمہوریتیں تھیں جن میں سے ممتاز ترین کنوسوس، گورتینا، کیدونیا اور لیکتوس تھیں۔ یہاں پیریوکی کے علاوہ سرفون یا نیم غلاموں کی دو قسمیں تھیں جنھیں کلاروتائے اور افامیوتائے کہتے تھے اور ہیلوتون کے ہمشکل ایک اور ذات تھی جن کا منوئے تائے نام تھا۔ اس سب کے برعکس دوریائی زمیندار اپنی قوت بازو پر فخر کرتا تھا۔ مختلف بلدیات پر دس دس کوزموئے کی ایک مجلس حکومت کرتی تھی اور یہاں کے گیروزیا اور جمعیت عمومی کے بھی ویسے ہی حقوق تھے جیسے اسپارٹا میں لیکن جس شعبے میں دونوں مقاموں کے درمیان سب سے زیادہ

شقیں تھیں یعنی (۱) دوریانی شہری جنھیں مکمل حقوق شہریت حاصل تھے، (۲) پیری اوئیکوئی دوریانیوں کے ماتحت تھے اور (۳) ہیلوٹ[11] جو شہریوں کی اراضی پر رہتے تھے۔ ان ہیلوتوں کا یہ فرض تھا کہ وہ اراضی کی کاشت کریں اور جو کچھ پیداوار ہو اس میں سے ایک حصہ تو مالک اراضی کو دے دیں اور دوسرا حصہ خود رکھ لیں۔ اگر بالفرض زمانۂ حال کے مورخوں نے ہیلوتوں کی جملہ تعداد میں مبالغہ بھی کیا ہے اور وہ منجملہ چار لاکھ کی آبادی کے دو لاکھ سے کم ہی تھے، باایں ہمہ ان کی تعداد اس قدر تھی کہ بغیر جبر و تخویف کے وہ نچلے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ اس ڈرانے اور دھمکانے کے لیئے بہت سے اسپارٹی نوجوان وقتاً فوقتاً دیہات میں ہیلوتوں کی نگرانی کرنے کے لیئے بھیجے جاتے تھے اور انھیں اجازت تھی کہ جہاں کہیں وہ بغاوت کے آثار پائیں فوراً مشتبہ لوگوں کو تہ تیغ کر دیں۔ اس طرز عمل کو کرپتیا (یا خفیہ خدمت) کہتے تھے[12]۔ ہیلوتوں کو ذاتی ملک رکھنے کا حق تھا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ تطابق پایا جاتا تھا وہ مردوں کا عام طرز زندگی تھی۔ یہاں بھی سیسیتیا کا رواج تھا جنھیں اندریا کہتے تھے، اور گو خزانۂ مملکت بھی اس کے ایک حصے کا کفیل ہوتا تھا لیکن ساتھ ہی ہر فرد بشر کو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ بطور چندے کے دینا پڑتا۔ مقابلہ کیا جائے شیومان Schoemann (۳) ۱، ۳۱۲/۳۲۹۔ ان تمام مشابہتوں کے باوجود اسپارٹی جس قدر نیکنام تھے اُتنے ہی کریٹی بدنام تھے۔

[11] جو کچھ اس کے بعد لکھا گیا ہے اس کا اپنے مشہور آفاق مصنفین قدیمیات سیاسی سے مقابلہ کیا جائے جیسے ہرمان، شیومان اور گلبرٹ Hermann, Schoemann Gilbert.

[12] متقدمین کا خیال تھا کہ لفظ "ہیلوت" کا ماخذ شہر ہیلوس تھا، لیکن اب یہ مان لیا گیا ہے کہ یا تو اس کا ماخذ مادۂ "ہیل" ہے ورنہ ہیلیے ہے اور پہلی صورت میں تو اس لفظ کے معنی قیدیوں کے ہو گئے اور دوسری حالت میں اس دلدل سے مراد ہوگی جہاں اُنکے مساکن واقع تھے۔

لقونیہ کی آبادی کے لیئے بخسن شُتز بر تنز اور ازوزب Buchsenschuetz

باب۹

اور بعض خاص خاص مواقع پر وہ اپنی آزادی بھی خرید سکتے تھے، اور چونکہ اُن کا اسپارٹیوں سے نہیں بلکہ اُن کی اراضی سے تعلق تھا اس لیے اُن کے آقا نہ تو انھیں آزاد کر سکتے تھے اور نہ اپنی خوشی خاطر سے غیر ممالک میں انھیں فروخت ہی کر سکتے تھے۔ جنگ میں اُن کے سپرد سپر برداری یا ہلکے ہتھیار والے سپاہیوں کی خدمت سپرد کی جاتی تھی اور حسب ضرورت وہ ہوپ لیتیوں کی صفوں میں بھی لڑتے تھے، اور ایسی حالت میں وہ جنگ کے بعد آزادی کے مستحق سمجھے جاتے تھے، گو مملکت ایسی آزادی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی تھی۔ ان آزاد شدہ ہیلوتوں سے نیوداموڈیس (یا نو شہریوں) کا طبقہ نکلا۔ اگر ہیلوتوں کے بچوں کی پرداخت نوجوان اسپارٹیوں کے ساتھ ہوتی تھی، یعنی اگر انھیں مخصوص اسپارٹی طرز کی تعلیم دی جاتی تھی تو بھی انھیں حقوق مدنیت حاصل ہو جاتے تھے؛ یہ حق عام طور پر موتھاکیس کے ساتھ وابستہ تھا جو در اصل بڑے بڑے اسپارٹیوں کی ناجائز اولاد کا مجموعی نام تھا، اور یہ مشہور تھا کہ گی لیپوس اور لیسانڈر دونوں اسی طبقے کے افراد تھے۔ غرض یہ ہے کہ ہیلوتوں کا وجود

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Besitz & Crwerb ۱۳۸ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

کریتیا کی بابت عام طور سے پلوٹارک کی سوانح عمری لیکرگوس ۲۸ کا اکثر مطالعہ کیا جاتا ہے؛ نیز افلاطون (کریتیا) اور کوتوالی کے نظام کے لیے Plat.Legg ۶، ۷۶۳ دیکھا جائے۔

کلیومنیس سوم اور ہیلوتوں کے باہمی تعلقات کے لیے پلوٹارک، سوانح عمری کلیومنیس ۲۳؛ ہیلوتوں کا حق ملکیت محدود تھا، الیفوروس جس کا اقتباس اِسٹرابو ۳۶۵ میں دیا ہوا ہے۔

میدان جنگ میں ہیلوتوں کی حیثیت، ہیروڈوٹس ۹، ۲۸؛ طوسی ویدیش ۴، ۸۰؛ ؍؍ ۱۹؛ ہیلوتوں کا صفحۂ ہستی سے مٹ جانا، طوسی ویدیش ۴، ۸۰؛ نیوداموڈیس ایضاً؛ موتھاکیس Phylarch.in Ath ۶، ۲۷۱ - Ael.V.H.12,43 -

نیز مطالعہ کرو بُوسولٹ؛ لکڈیمونیان Buselt:Die Lakedenon. جلد ۱، ۲۴۴۔

بہ یک وقت اسپارٹی مملکت کی بنیاد بھی تھی اور اس کے لیے عنے التسلسل باعث خطرہ بھی :-

ہیلوتوں سے برتر طبقہ پے ریوئکوئی کا تھا[۱۴۳] - یہ طبقہ اسپارٹی قلمرو کے بیشتر حصے میں پھیلا ہوا تھا اور یہ مشہور تھا کہ اس کے افراد تقریباً ایک سو گاؤں میں سکونت پذیر تھے ۔ در اصل اس ملک کے اصلی باشندے تھے اور اکائیائیوں، ایونیائیوں، آرکیڈیوں اور دوریانیوں پر مشتمل تھے جن میں سے ایونیائی کینوریا میں اور دوریانی مسینیا میں رہتے تھے ۔ ان کا پیشہ صنعت وحرفت اور کاشتکاری تھا، اور قوم میں انکا شمار ہوپ لیتوں یعنی بھاری ہتھیار والے سپاہیوں میں ہوتا تھا اور وہ کماندار تک ہوسکتے تھے ۔ جن پے ریوکوئی نے قصبات میں بود و باش اختیار کرلی تھی ان کی نگرانی کے لیئے اسپارٹی ہارموسٹ مامور تھے ۔

آخری طبقہ ذی اقتدار شہریوں یا " اسپاٹائیوں" کا تھا جن میں اولین دوریانی فاتح اور چند ایسے خاندانوں کے افراد شامل تھے جنھیں انھوں نے اپنے حلقے میں شامل کرلیا تھا ۔ ان شہریوں کی تعداد امتداد زمانہ سے متواتر گھٹتی گئی جنگ ایران کے دور میں وہ نو ہزار تک تھے، لیکن جب شاہ آگس سوم تخت نشین ہوا تو یہ صرف سات سو ہی رہ گئے تھے[۱۴۴] ۔ ان کے دو شعبے تھے، ایک تو ہوموئی روئے (یا "مساوی المرتبہ") اور دوسرے ہیپومئی ادنیس (یا کمتر درجے والے)۔ وہ لوگ جو مخصوص اسپارٹی طرز کی تعلیم سے مستفید نہ ہوتے تھے یا جوسیسی تیا کا چندہ ادا

---

[۱۴۳] پے ریوئکوئی کی قانونی حیثیت میں کمی، ایسقراطیس : "پین اتھینیا" .Isocr panath ۸، ۱۷۱ - طوسی ویدش ۸، ۲۲ میں ایک پیریوئیکوس امیرالبحر کا تذکرہ ہے اور طوسی ویدش ،، ۷، ۵ میں کیتھیرا کے باشندوں کو، جو سب کے سب دوریانی تھے، پے ریوئکوئی کہا گیا ہے۔

[۱۴۴] اسپارٹیانیوں کی تعداد کے لیے دیکھو ہیروڈوٹس ،، ۷، ۲۳۴؛ پلوٹارک "آگس" ۵ : ہوموئیوئے کے لیئے ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۶، ۱، ۱، اور گلبرٹ : ۱، ۱، ۴ ؛ ہیپومئی ادنیس کے لیئے زینوفون " ہیلے نیکا " ۳، ۳، ۶ - ؛

باب نیا

کرنے سے قاصر رہے تھے انھیں مدنیت کے حقوق سے کچھ دست بردار ہونا پڑتا تھا اور اگر ہم ان دو تین باتوں کو نظر انداز کر دیں تو اسپارٹی شہریوں کی باہمی مساوات بالکل مکمل تھی اور اس کی بھی خواہش ظاہر کی جاتی تھی کہ جہاں تک ہو سکے ان کی ذاتی ملک حتی المقدور مساوی ہی ہو۔ لیکن پلوٹارک کا یہ بیان غالباً صحت پر مبنی نہیں ہے کہ لیکرگوس نے اراضی کو از سر نو تقسیم کیا جس کی رو سے نو ہزار حصے اسپارٹائیوں اور تیس ہزار حصے ریویئکوئی کو ملے اس لیے کہ دیگر مورخوں نے اس واقعے کو مطلق بیان نہیں کیا اور دوسری اراضی کی اس قسم کی از سر نو تقسیم فاتحوں کے لیے ہی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس یہ ایک واقعہ ہے کہ اسپارٹا میں خاندانی ملک کی ہر طرح سے حفاظت کی جاتی تھی؛ نہ صرف اراضی فروخت کرنے میں بے حد کراہیت سمجھی جاتی تھی اور اگر کوئی اراضی "حصص قدیمہ" کے زمرے میں آتی تو اس کا فروخت کرنا ممنوع سمجھا جاتا۔ (غالباً "حصۂ قدیم" سے مراد وہ حصے ہوں گے جو فتح کے موقع پر کسی خاص خاندان کو دیے گئے ہوں گے)۔ معمولی حالات کے اعتبار سے اسپارٹائیوں میں امیر و غریب دونوں تھے، اور یہ عدم مساوات اسی وقت قدرتاً پیدا ہوئی ہوگی جب کسی شخص کے بہت سی اولاد ہوتی جن میں سے صرف ایک اپنے باپ کا وارث ٹھہرایا جاتا، یا جب جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر قانون اپیتادیوس کے مطابق مالکان اراضی کو اجازت دی گئی کہ وہ چاہیں تو اپنی اراضی کسی کو ہبہ کر دیں یا اس کی کسی کے نام وصیت بھی کر دیں[۱۵]۔

---

۱۵ لیکرگوس کی تقسیم اراضی کے لیے پلوٹارک "لیکرگوس" کا مطالعہ کیا جائے۔ گروٹ نے اس فقرے کی نہایت شدومد اور عمدگی سے مخالفت کی ہے؛ وہ کہتا ہے کہ دراصل جو اصلاحات آگس اور کلیومنیس نے کی تھیں ان کی تاریخ کو پلوٹارک نے ذرا پہلے کو ہٹا دیا ہے اور اس طرح گروٹ نے زمانۂ حال کی تنقید کے ایک نہایت مستقل طرز کا اس ضمن میں استعمال کیا ہے:

اسپارٹائیوں کو "شہری اراضی" میں جو حصہ ملتا تھا اس کی بابت مختلف لوگوں کی رائیں مختلف ہیں، اور ان کا اقتباس لیوپلی بیوس ۶، ۴۵ میں دیا ہوا ہے۔ اراضی کی فروخت کی

باب ۱

اس طرح ہم یہ فرض کرسکتے ہیں کہ دور یانی جیسے جیسے لقونوی ملک کو فتح کرتے گئے ویسے ہی اراضی اسپارٹیوں میں تقسیم ہوتی گئی اور اسی طرح گوامیکلائے اور مسینیا کی فتح کے موقع پر بھی اراضی کی تقسیم کی گئی، باایں ہمہ امیر غریب، بڑوں چھوٹوں سے اسپارٹا بھرا ہوا تھا اور اس عدم مساوات کو حقیقی اجتماعیت کے ذریعے سے روکنے کی کوشش نہیں کی گئی؛

بعید ترین زمانے سے اسپارٹی مملکت کے سرگروہ دو بادشاہ تھے۔ اس ملوکیت کا ہومر کے عہد سے براہ راست تعلق ہے، صرف فرق یہ ہے کہ یہاں کے بادشاہوں کے اختیارات متعین اور نسبتاً محدود تھے، مثلاً وہ معبودوں کے حضور میں قوم کے قائم مقام سمجھے جاتے تھے، اور اپنے پیش رؤں یعنی ہومری بادشاہوں کی طرح انھیں بھی جنگ کرنے کا حق تھا اور انھیں کی طرح انھیں اعیان و کبار کی پشت پناہی کی ضرورت لاحق ہوتی تھی[۱]۔ جب جنگ چھڑ جاتی تو وہ بحیثیت اپنے رتبے اور منصب شاہی کے اس کی سپہ سالاری کرتے لیکن زمانۂ مابعد میں ان کے ساتھ کام کرنے کے لیے دیگر فوجدار بھی مقرر کئے جانے لگے۔ بہرحال ان بادشاہوں کا اختیار روز بروز محدود ہوتا گیا، لیکن ظاہری تزک و احتشام میں وہ کسی سے کم نہ تھے اور ہیروڈوٹس یہ کہتا ہے کہ اُن کے جنازے تقریباً اتنے ہی کروفر کے ساتھ اُٹھائے جاتے تھے جتنے ایشیائی مطلق العنان بادشاہوں کے جنازے۔ مجلس خاص یعنی گیرُوزیا میں دونوں بادشاہ اور اٹھائیس دیگر ارکان نشست کرتے تھے؛ اُن کا انتخاب رائے دہندوں کے شور و شر سے ہوتا تھا جسے ارسطاطالیس ایک طفلانہ کارروائی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ممانعت، ہرقل ۲، ۷۔ قانون اپی تادیوس، پلوٹارک: آگس مقابلہ کرو گلبرٹ: تاریخ قدیم Gilb:St.A. جلد ۱، صفحہ ۱۳، اور خصوصاً ڈنکر: اراضی اسپارٹا Duncker uber die Hufen der Spart رسالۂ انجمن علمیہ برلن monatsh der bert Ak ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۳۸ وغیرہ؛

[۱] اسپارٹی بادشاہوں کا تذکرہ ہیروڈوٹس ۶، ۵۱ میں ہے نیز اس کے لیے زینوفون: "ہیلے نیکا" ۵، ۳، ۲۰ اور پلوٹارک: "آگیس" ۲۰ کا بھی مطالعہ کیا جائے؛

بتاتا ہے۔ اس مجلس کو تحقیقات جرائم کا اختیار حاصل تھا[۱۷]۔ لیکرگوس کے قوانین[۱۸] کے مطابق عوام الناس کے اختیارات کا مرکز اپیلا یا جمعیت عوام تھی۔ اس خاص دفعہ کے الفاظ یہ تھے کہ "عوام کو مختلف مسائل کے تصفیے کا حق ہوگا، لیکن تھیوپومپوس نے جو ترمیمیں کی ہیں ان کی پابندی لازم ہوگی، یعنی اگر عوام سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو گیروشیس (اراکین گیروزیا) اور بادشاہ اسے مسترد کر سکیں"۔ حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹی اپیلا در اصل اتھاکا کی اس جمعیت عوام کی ہم شکل تھی جس کا اوڈیسی میں مذکور ہے[۱۸]۔

عہدہ داران مملکت میں الفوروں کی حیثیت نہایت ممتاز تھی۔ جہاں تک اس عہدے کے آغاز اور اس کی ابتدائی اہمیت کا تعلق ہے خود متقدمین بھی متفق الرائے نہ تھے اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی ابتدا کا سہرا لیکرگوس کے سر ہے یا تھیوپومپوس کے یا وہ کلیومنیس سوم کے دعوے کے مطابق اصل میں بادشاہ کے مقرر کردہ ماتحت عہدہ دار تھے؟ کم از کم یہ آخر کا نظریہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا[۱۹]۔ الفوروں کی مجلس کے پانچ اراکین

---

[۱۷] مجلس خاص کا انتخاب، ارسطاطالیس: "سیاسیات"، ۲، ۶، ۱۶۔ اس میں شبہہ نہیں کہ ارسطاطالیس آجکل کی مجالس میں ہاتھ اٹھا کر رائے دینے کا جو طریقہ مروج ہے اسے بھی طفلانہ کارروائی بتاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس کے تمام اصولی ... کچھ چھوٹے تھے۔

[۱۸] لیکرگوس کے "ریترا" (قوانین) اور اس کی اصلاحیں پلوٹارک: لیکرگوس، ۶۔

[۱۹] ہیروڈوٹس (۱، ۶۵) کا بیان ہے کہ الفوروں کی بنیاد لیکرگوس نے ڈالی، لیکن ارسطاطالیس ("سیاسیات" ۵، ۹، ۱) کے مطابق اس ادارے کا بانی تھیوپومپوس تھا اور پلوٹارک (کلیومنیس ۱۰) کہتا ہے کہ اس کا سہرا کلیومنیس کے سر ہے، اور یہی ایک فقرہ ہے جس میں ان کے اقتدار میں اضافے کو ایک ہی شخص یعنی استیروپوس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ دیوجانس (۱، ۳، ۶۸) کے نزدیک ایک مدبر مسمی خلیون نے انھیں شاہی رتبے تک پہنچا دیا۔ زمانۂ حال کے مصنفین میں سے مفصلۂ ذیل کا مطالعہ مفید ہوگا:- (۱) شیفر: "لکدمونی الفور" Schaefer: De Ephoris Laced.

باب ۱۵

ہوتے تھے اور اُن کا انتخاب (جسے ارسطاطالیس " طفلانہ کارروائی کا لقب دیتا ہے) عوام اپنے ہی میں سے کرتے تھے۔ منجملہ دیگر مناصب مملکت کے وہ اپیلا اور گیروزیا دونوں کو طلب کرتے اور دونوں پر صدارت کرتے، خارجی سفرا سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۱۸۶۳ء (۲) فرک: اسپارٹی الیفور" Frick: De Eph.spart. گیٹنگن ۱۸۷۰ء (۳) ڈم: اسپارٹی الیفوریہ کا آغاز اور اسکی ترقی Dum:Entstehung und Entwickelung des sparts. Ephorats انز برک ۱۸۷۸ء (۴) گلبرٹ تاریخ قدیم Gilbert.:St.A جلد ۱، ۱۵، ۵۸/۶۳ - آجکل کے بہت سے مورخ کلیومنیس والے نظریے کی طرف مائل نظر آتے ہیں، لیکن ان کی مخالفت میں میں مفصلہ ذیل دلائل پیش کرتا ہوں:- اول تو اس نظریے کا ثبوت ہی نہیں دیا جا سکتا؛ خود پلوٹارک بھی اس کے ثابت کرنے میں قاصر رہا ہے، اور اس کا مقصد بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایفوروں کا خاتمہ کرکے ان سے اختیارات چھین لے، اور یہ بہت خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے جو عہدہ دار ابتدا میں خود بادشاہ مقرر کرتے ہوں اُن کے اقتدار میں اس درجہ اضافہ ہو جائے۔ اسکے برعکس ارسطاطالیس " سیاسیات" ۵، ۹، ا میں جو تذکرہ ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ اُن کے عہدے کا منشا ہی یہ تھا کہ وہ بادشاہوں کے کام کی نگرانی کریں؛ تو پھر ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ایک ایسے خلاف قیاس بیان کی تائید کریں جو اس وقت تک منت کش دلیل و استدلال ہے، اور جسے ممکن ہے کہ کلیومنیس کے عہد سلطنت سے پہلے ہی الیفوروں کے مخالفوں نے اختراع کر لیا ہو؟ یونان میں تو یہ قاعدہ عام تھا کہ کسی واقعے کو ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی تو اس کے ثبوت کے لیے دیگر واقعات فوراً چھانٹ لیے جاتے۔ ہیروڈوٹس ۷، ۳ میں دیماراتوس کی بابت اسی قسم کے بیانات دیئے ہیں۔ پلوٹارک: "کلیومنیس" میں ان رسوم کی بابت جو جائزہ لیتے وقت ادا کی جاتی تھیں ارسطاطالیس کا اقتباس دیا ہوا ہے۔ مقابلہ کیا جائے ہیلبگ: "دور ہومر" Helbig: Homer Epos صفحہ ۴، ۱۷ وغیرہ "دوسکی تارے" یا مراسلوں کی بابت پلوٹارک "لیکرگوس" ۱۹ (پلوٹارک سے معلوم ہوتا ہے کہ الیفور ستارہ شناس بھی سمجھے جاتے تھے (Plut. Ag.11)

گفت وشنود کرتے، سپہ سالاروں کو ہدایات دیتے، اور اسپارٹا کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے دیگر بلدیات کے معاملات میں مداخلت کرتے۔ نیز مملکت کے نوجوانوں کی نگرانی انھیں کے ذمہ تھی، وہی اپنے ذاتی اختیار سے شہریوں کی ایسی حرکات کا انسداد کرتے جو انھیں غیر موزوں معلوم ہوتیں اور یہ صرف جملہ عہدہ داران مملکت بلکہ خود بادشاہ بھی انکی نگرانی میں رہتے تھے، اور تیسرے طلب نامے پر بادشاہ ان کے سامنے حاضر ہونے پر مجبور تھے، اور اگر کوئی بادشاہ سامنے رہکر گزرتا تو الفوروں کو اٹھ کر تعظیم دینا لازم نہ تھا۔ اگر ہم اسپارٹا کے دستور کا وینس کے دستور سے مقابلہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وینیسی دوجے کے اختیارات کم وبیش اسپارٹی بادشاہ کی طرح اور الفوروں کی حیثیت وہاں کے "عشاریہ" اور مفتش مملکت کی سی تھی اور وینس کی طرح غالباً اسپارٹا میں بھی ان نظائے مملکت کے اختیارات میں رفتہ رفتہ توسیع ہونے لگی لیکن غالباً وینس کی "عشاریہ" کی طرح ابتدا ہی الفوروں کا کام مملکت کی نگرانی کرنا تھا اور اگر وہ نہ ہوتے تو غالباً اسپارٹی دستور اتنے عرصے تک صحیح وسالم نہ رہتا۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جملہ اسپارٹی ادارات کا نصب العین بس یہ تھا کہ تا حد امکان شہریوں کو مملکت کی خدمت کے لیئے تیار کیا جائے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیئے اس بات کی ضرورت تھی کہ ہر ایک فرد کو تادیب ("اگوگے") کی پابندیوں میں جکڑ دیا جائے اور ایسا انتظام کیا جائے جس سے شہریوں کے قوائے جسمانی مضبوط اور طاقتور ہو جائیں۔ بچے کے پیدا ہوتے ہی اُسے فیوّلے (قبیلے) کے بزرگوں کے سامنے پیش کیا جاتا تاکہ وہ تصفیہ کرسکیں کہ آیا اس کا زندہ رکھنا مصلحت ملکی کے موافق ہوگا یا نہیں؛ اگر اُس کی زندگی ہوئی تو اُسے سات برس کی عمر تک اناؤں اور ماماؤں کی سپردگی میں رکھا جاتا جس کے بعد مملکت اس کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرتی، یعنی لڑکوں کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر دیا جاتا جنکی نگرانی ایک ایک سرگروہ یعنی پیدو نوموس کے سپرد ہوتی۔ مردوں کو ورزشی کھیلوں میں (جن میں دوڑ دھوپ، اچھل کود،

باب ۱۵

کشتی لڑنا، بھاری چیزوں کا پھینکنا اور ناچنا شامل تھا، لیکن گھونسے بازی شامل نہ تھی (شرکت کی اجازت تھی۔ انھیں کھانا صرف قوت لایموت کے لیئے ملتا، اور کسی کو اس سے زیادہ کی خواہش ہوتی تو اس کے لیئے سوائے چوری کے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا جس کا مواخذہ ہوتا اور سزا ملتی، اور لڑکوں کو سخت جان بنانے کے لیئے ان کے بدن پر ارٹیمس اور تھیا کی قربان گاہ پر کوڑے لگائے جاتے گو عام ذہنی تربیت کا دائرہ محدود تھا لیکن موسیقی کی تعلیم کو خاص وقعت دیجاتی تھی اور اُس کی تعلیم بھی حکومت ہی کی نگرانی اور انتظام میں ہوتی۔ لڑکوں کو اکثر معمر لوگوں کے طعام خانے میں جاکر بیٹھنا پڑتا تاکہ وہاں وہ مفید و کارآمد باتیں سیکھیں اور فی البدیہہ جواب دینے پر قادر ہو جائیں؛ اسی طرح صاف بیانی پر زور دیا جاتا تھا اور اختصار اور حاضر جوابی کو شائد اسپارٹا سے برابر کسی اور ملک میں مشق نہیں کرائی جاتی تھی۔ رومنوں کی طرح اسپارٹیوں کے بھی بہت سے غیر مجسم دیوتا تھے جن میں سے ایک ہنسی کا دیوتا گیلوس بھی تھا[۲۰]۔ ایک خاص سن کو پہنچنے پر شہریوں کو بچوں کی تنبیہ کرنے کا اختیار ہو جاتا تھا اور بشرط ضرورت اُن کی زد و کوب بھی کی جاسکتی تھی جس کی وجہ سے اسپارٹی بچے ہمیشہ مؤدب و مہذب رہتے تھے۔ واضح ہو کہ لڑکیوں کی تعلیم بھی بالکل لڑکوں کی تعلیم کی طرح ہوتی تھی لیکن اُن کی تربیت گاہیں بالکل جداگانہ تھیں اور کبھی انھیں لڑکوں کی ورزشیں دیکھنے اور کبھی لڑکوں کو اُن کی ورزشیں دیکھنے کی اجازت ملجاتی تھی۔ انھیں اسباب کی بنا پر اسپارٹی عورتیں اپنی قوت اور حسن میں جملہ ممالک یونان میں سب سے ممتاز سمجھی جاتی تھیں:۔

اٹھارہ سال کی عمر میں نوجوان لڑکے اپنی اپنی جماعتوں کو خیرباد کہتے تھے اور اٹھارہ سے بیس سال کی عمر تک انھیں میلئی رینیس کا اور تیس سال کی عمر تک آئی رینیس کا لقب دیا جاتا؛ معلوم ہو کہ تیس سال کی عمر تک انھیں پختہ کار نہیں سمجھا جاتا تھا اور نہ عام طور پر وہ اپنا نکاح اس عمر تک کرتے تھے لیکن

[۲۰] پلوٹارک لیکرگوس ۲۵، Ath ۴، ۳، ۱۷، ۲، ۳۹۔

باب ۵

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر زمیندار شہری کو نکاح کرنا لازمی تھا اور اگر اولاد نہ ہوتی تو طلاق لازم آتی۔ اسپارٹی شادی بیاہ کو بالکل اسی نظر سے دیکھتے تھے جیسے کوئی کاشتکار اپنے مویشی کی نسل کو دیکھتا ہے۔ مساویانہ تعلیم و تربیت کی وجہ سے عورت اور مرد کا رتبہ دیگر یونانی ممالک کی بہ نسبت مساویانہ تھا، اور یہاں عورتوں کا مملکت پر بہت بڑا اثر تھا جس کی وجہ سے بعض مرتبہ اسپارٹی حکومت کو حکومت تنوریہ یا لہنگا شاہی حکومت کہتے تھے۔

جملہ سیاسی ادارات میں سے جس ادارے میں مملکت کا مفاد سب سے زیادہ مدنظر رکھا جاتا تھا وہ فیدیتیا یا سسی تیا تھا جس میں دراصل فوجی قواعد و قوانین کو زمانۂ امن کے حالات سے منطبق کیا جاتا تھا[۱] اسپارٹی حقوق شہریت صرف اسی وقت کسی شخص کو حاصل ہوتے تھے جب وہ سسی تیا میں شامل ہونے اور اپنا مقررہ چندہ ادا کرنے کے لیئے تیار ہوتا؛ ان دعوتوں میں ہر شخص کو اختیار تھا کہ جہاں چاہے بیٹھے اور دسترخوان پر جو کھانے چنے جاتے تھے انہیں سے سب سے ممتاز کھانا مشہور سیاہ شوربا تھا۔ اسپارٹیوں کی عام زندگی کی طرح ان کا لباس بھی نہایت ہی سادہ ہوتا تھا، اور صرف میدان جنگ کے لیئے ہی وہ اپنی تزئین کرتے تھے۔ ان کے مکان لکڑی کے بنے ہوئے ہوتے تھے جس میں صرف کلھاڑی اور آرے سے کام لیا جا سکتا تھا لہذا وہ جملہ آراستگی سے بالکل پاک تھے۔ اندرونی تجارت کے لیئے صرف آہنی سکہ ڈھالا جاتا تھا اور یہ بالکل کافی ہوتا تھا اس لیئے کہ پیداوار اراضی سے جملہ ضروریات پوری ہو جاتی تھیں اور چونکہ اسراف ممنوع تھا اس لیئے بہت کم اشیا ایسی ہوتی تھیں

[۱] سسی تیا یا دعوت طعام میں جو لوگ شریک ہوتے انھیں پیس کے فوئے یا "ہم خیمہ" کہلاتے تھے، اور جب کوئی نیا شخص کسی خاص جماعت میں داخل ہوتا تو اس کی بعینہٖ وہی کیفیت تھی جو کسی سپاہی کی ہوتی ہے جو اپنے ساتھیوں کی سفارش پر فوجی عہدہ داروں کی کلب میں داخل ہوتا ہے۔ پلوٹارک: لیکرگوس ۱۲؛ "سیاہ شوربا" خانگی مکانات کی ساخت لیکرگوس کے قانون کے مطابق نہایت سادہ ہوتی تھی، پلوٹارک: لیکرگوس ۱۳-۹

جن کی پیداوار اراضی کے علاوہ ضرورت باقی رہتی۔ اسپارٹا میں بہت کم غیر ملکی باہر سے آتے تھے اور جن نقاشوں یا فلسفیوں کا گزر ہوتا تھا وہ مملکت کے مہمان رہتے تھے، اس لیئے کہ اسپارٹی فنون لطیفہ کی بابت صرف یہ حکم لگاتے تھے کہ اُن کا استعمال صرف ملکی مفاد کے لیئے ہونا چاہیئے۔ علاوہ سنگ تراشی کے ان فنون لطیفہ کا بہت کم تذکرہ سننے میں آتا ہے اور گودنی کیلکتائے میں عام پسند مناظر کا خاموش مظاہرہ کیا جاتا تھا لیکن اس سے کسی قسم کے ناٹک کی بنیاد نہیں پڑی۔ غرض یہ ہے کہ قدیم اسپارٹی فنون لطیفہ سے نہایت بیگانہ تھے، اور یہ متقدمین کی تحریروں اور علمی شہادت دونوں سے معلوم ہوتا ہے[۲۲]۔

[۲۲] اسپارٹا کا ذکر طوسی ویدش ۱/۱۰ میں ہے۔ اسپارٹا اور دیگر مقامات کے ادارات کے ہمشکل ہونے کے متعلق ہم مفصلہ ذیل رائے کا اظہار کرتے ہیں: ارسطاطالیس: سیاسیات ۷، ۹، ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اطالوس نے سیسی تیا کو اوئے نوتریون میں بھی رائج کیا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہریوں کی مشترکہ زندگی کے لیئے صرف دوریانی قوم ہی ممتاز نہیں بلکہ یہ دیگر اقوام میں بھی پائی جاتی ہے سیسی تیا سے خاندانی زندگی کے تخیل کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہوگئی؛ اس سے انسان کے چھوٹے سے چھوٹے افعال پر بھی عاملانہ نگرانی ہونے لگی اور اسپارٹا جیسی مملکت کی تنظیم کا قیام ممکن ہوگیا۔ اب جو بات اسپارٹا کو ان ممالک میں ممتاز کرتی تھی جن میں یہ طریق رائج تھا وہ یہ تھی کہ صدیوں تک عمال عوام الناس کی نگرانی کرسکیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہم اسپارٹی اور کریٹی ادارات کی تنقید کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی یکسانی محض ظاہری ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کریٹی جمہوریتوں کی وہ کونسی خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے وہ مخصوص طور پر اسپارٹا کے ہمشکل نظر آتی تھیں؟ زرعی غلام تو دیگر ممالک میں بھی موجود تھے، یہ بھی غلط ہے کہ دونوں ممالک میں تعلیم ایک طرح پوری جاتی تھی اس لیئے کہ کریٹ میں آگے لاکے کی مفروضہ تعلیم سترہ سال کی عمر تک شروع نہ کی جاتی تھی، اور یہ وہ سن ہے جب حقیقی تعلیم عام طور پر ختم ہوجاتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ صرف ایک ہی ادارہ تھا جو دونوں میں پایا جاتا تھا، اور وہ یہی مشترکہ طعام خانے تھے۔ دوسرے الفاظ میں، اگر ہم

باب ۵

اسپارٹا ایک عظیم الشان فوجی چھاؤنی تھا اور عام طور پر یہاں کے شہریوں کا صرف ایک ہی فرض منصبی تھا یعنی یہ کہ جب ان کی ضرورت پیش آئے تو وہ سپاہی بن کر لڑیں؛ اور جب اسگےسی لاؤس کو یہ دکھانا منظور ہوا کہ اسپارٹی سپاہی میں کتنی قوت موجود ہے تو اس نے اس سے فائدہ اُٹھایا اور دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ حلیفوں میں سے ہر شخص کا کوئی نہ کوئی پیشہ تھا، لیکن اسکے برعکس اسپارٹی سب کے سب معزز شرفا ہی تھے۔ عام طور پر میدان جنگ میں تھوڑے ہی نے اسپارٹی اور بہت سے پے ریوئیکی اور ہیلوت ہوتے تھے اور یہ مسلم قاعدہ تھا کہ اسپارٹیوں کی زندگی زیادہ قیمتی ہے اس لئے حتے المقدور اسے بچانا چاہیئے۔ جب اسپارٹی جنگ میں شریک ہوتا تو وہ ہمیشہ خلعت فاخرہ اور ریتوں کے تاج سے مرصع و مزین ہو کر میدان میں قدم رکھتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ متقدمین کے بیانات کو محض مبالغہ آمیز بیان نہ خیال کریں تو کریٹ میں ایک ترقی یافتہ اجتماعیت مروج تھی لیکن وہ محض ظاہری پہلو لیے ہوئے تھی حال آنکہ اسپارٹا میں اس اجتماعیت کا ظاہری پہلو دبا ہوا تھا (مثلاً یہاں ہر شخص کو طعام خانے کا چندہ ادا کرنا ہوتا تھا) لیکن اس اجتماعیت کا مقصد یہ تھا کہ ایک بہت بڑے سیاسی اصول کو، جس پر صدیوں سے عملدرآمد ہوتا تھا، آئندہ نسلوں تک پہنچایا جائے۔ یہی سبب ہے کہ کریٹیوں نے کوئی اہم کارنامہ انجام نہیں دیا اور اُن کا تنزل بہت جلد شروع ہو گیا۔ حال آنکہ اسپارٹیوں کے کارناموں سے تاریخ بھری پڑی ہوئی ہے، اور ایک طرف تو کریٹی ادارات محض تاریخی نوادر میں شمار کئے جاتے ہیں، دوسری جانب اسپارٹی ادارات تاریخ یونان کا ایک اہم جزو ہیں۔ بدیں سبب ہمیں قدما کے اس مسئلے کو اہمیت نہیں دینی چاہیئے کہ دونوں میں سے کونسے زیادہ اہم ہیں، اور کم از کم یہ امر تو یقینی ہے کہ اسپارٹی مملکت کے ممتاز تخیلات کریٹ سے نہیں آئے تھے؛ اور قوانین گورتینا میں جنھیں ہالزہیر Halsherr اور فابریکیس Fabricius نے منکشف کیا ہے، اجتماعی عنصر کا کہیں پتا نہیں۔ اس کے برعکس مثال کے لیئے دیکھو قدیم جرمانی اور "موتیدین حلف"، جسے بیو شلر اور زٹیل مان نے شائع کیا ہے۔

Buecheler & Zietelmann: Institut der Eidesblifer ۱۸۸۵ء

مملکت اسپارٹا کی بنا انتہائی مرکزیت پر تھی۔ جن لوگوں کو جملہ حقوق شہریت حاصل تھے وہ تو شہر اسپارٹا میں رہتے تھے اور اپنا وقت ورزشی کھیلوں، ظریفانہ حکایتوں اور شکاروں میں گزارتے اور شام کو مشترکہ طعام خانے میں کھانا کھاتے لیکن اس میں اس کی کیفیت کبھی بڑی دعوت کی نہ ہوتی۔ اسکے برعکس پے ریوئیگی اور ہیلوت ملک کے اطراف وجوانب میں پھیلے ہوئے تھے۔ چونکہ یہ خیال تھا کہ ایسی زبردست تنظیم کے مرکز تک دشمن مشکل سے آسکتا ہے اس لیئے شہر کے ہر چہار طرف کوئی فصیل نہ تھی۔

اسپارٹا ان ممالک کی ایک مثال ہے جن کا صرف یہ مقصد ہو کہ کہ موجودہ ادارات قائم رہیں، اور وہ اس مقصد کو نہایت فراست، اور تن دہی کے ساتھ پورا کرتی ہوں۔ گو اس تخیل میں معیشت کا صرف ایک ہی رخ نمودار ہوتا تھا، لیکن اس نے یونان کی بہت کچھ خدمت انجام دی۔ بلاشبہ اسپارٹا میں ان علوم وفنون کا، جنھوں نے یونان کو قیامت تک کے لیئے طرۂ امتیاز بخشا ہے، بہت ہی کم عنصر تھا، لیکن اول تو اغیار یونان سے اسپارٹا کی وجہ سے خوف زدہ رہتے تھے اور دوسرے اسپارٹا یہ کچھ کوشش نہ کرتا تو ورزشی کھیلوں کا یونان میں پتا بھی نہ ملتا، اسی نے اولمپیائی کھیلوں میں وہ ولولہ پیدا کیا جو یونان کے لیئے نہایت ہی اہم ثابت ہوا، اور یہ کہنا بعید از حقیقت نہیں کہ اگر اولمپیائی کھیل نہ ہوتے تو شاید یونان میں سنگ تراشی کے فن کا پتا بھی نہ ملتا۔

ہمیں آخری بات یہ کہنی ہے کہ یہ درست ہے کہ اسپارٹی تعلیم اور اسپارٹی علوم وفنون کی نوعیت ایک مدرسے کی سی تھی، لیکن اس کے لیے کونسے طریقے اختیار کیئے جاتے تھے؟ در اصل جو طریقے بھی اختیار کیئے جاتے تھے وہ انسان کے شریفانہ اور کشادہ دلی کی امنگ کو ابھارتے، اس میں زندگی کی سادگی، خودداری، فطری اور معاشری بزرگوں کا پاس ولحاظ، اور وسیع ترین معنے میں اعلےٰ قوتوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا سکھایا جاتا تھا، ان سب باتوں کا رتبہ قانون کا تھا اور ان پر نہایت سختی کے ساتھ عملدرآمد ہوتا تھا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اسپارٹا نہ ہوتا

باشیا

تو یونان کی اخلاقی زندگی کی تصویر غیر مکمل رہ جاتی۔ آخری بات یہ ہے کہ یہ یونان کیلئے
باعث افتخار ہے کہ اس میں دو ایسی مملکتیں تھیں جو اپنے اپنے زمانۂ عروج
میں نہایت اعلیٰ و ارفع تھیں، اور باوجودیکہ دونوں کے خصائص ایک دوسرے سے
بالکل متخالف اور متبائن تھے لیکن دونوں میں قومیت کی روح سرایت کئے ہوئے
تھی، ہمارا مطلب ایتھنز اور اسپارٹا سے ہے:۔

باب شانزدہم

اسپارٹا کی تاریخ ساتویں صدی ق م کے وسط تک:

جنگ ہائے مسینیہ

لیکرگوس کے وضع کردہ دستور کے نفاذ سے ذی اختیار شہریوں کی تعداد حصہ جات اراضی کی گنجائش سے کہیں زیادہ ہوگئی لہذا اس کی ضرورت پیش آئی کہ کسی نہ کسی سمت میں اسپارٹی مقبوضات کا اضافہ کیا جائے اسپارٹیوں کو چار و ناچار اپنے علاقے کے حدود میں توسیع کرنی پڑی۔ ظاہر ہے کہ اگر دوریائیوں میں کسی قسم کی قومی یکجہتی ہوتی تو وہ اس توسیع کے لیے آرکیڈیوں پر جو اُن کے ہم نسل نہ تھے، حملہ کرتے؛ لیکن جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُس وقت یہ نسلی امتیاز بالکلیہ مفقود تھا، بلکہ زمانۂ مابعد تک میں اس کی حیثیت محض لفظی تک ہی محدود تھی۔ الغرض آٹھویں صدی کے وسط میں اسپارٹیوں نے بجائے آرکیڈیوں کے اپنے قریب ترین دوریائی ہمسایوں یعنی مسینیوں پر جنگ آزمائی شروع کی، اور ان محاربات میں، جو تقریباً ایک صدی تک یعنی ساتویں صدی ق م کے وسط تک مسلسل جاری رہے، ان کے ساتھ نہایت تشدد آمیز سلوک کیا[1]۔

---

[1] پہلی جنگ مسینیہ کا ذکر پوسانیاس ۴، ۴، ۱۳ اور دوسری کا بیان ۴، ۱۴، ۲۴ میں ہے؛ نیز اس کے لیے اِسترابو ۶، ۷، ۲۵؛ دیودوروس ۱۵، ۶۶؛ جسٹن ۳، ۵ کا مطالعہ کیا جائے۔ پہلی جنگ کے واسطے ابتدائی سند میرون ساکن پری اینی ہے، جو اسپارٹیوں کے مخالف گروہ کا ایک فرد تھا اور جس نے اپنے تذکرے کو نظم کی شکل میں چھوڑا ہے مقابلہ کرو

باب ۱۶

واقعات جنگ کے تواتر و تسلسل کی کوئی یادداشت مرتب نہیں کی گئی۔
زمانۂ ابعد میں اسپارٹی تو اپنی فتوحات پر فخر و مباہات کیا کرتے اور مسینوی،

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ میولر: اجزائے تاریخ یونان ۴، ۴۶۰ (Mueller:
Fr.H.Gr.) ؛ دوسری جنگ کے واسطے بنیا (کریٹ) والے رحیانوس
کی تحریر سند کا رتبہ رکھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ متقدمین کے بیانات میں جو تباین ہے
اس کی وجہ سے ہم ان لڑائیوں کی اصل حقیقت سے کماحقہ واقف نہیں ہو سکتے۔
زمانۂ حال میں اسناد کی جو تنقید کی گئی ہے اس کے لیئے دیکھو، ڈنڈاچک :
پہلی اور دوسری جنگ ہائے مسینیہ کی تاریخ کی تحقیقات " رسالۂ ترقی" چرنوو سنہ ۱۸۸۲ء
R.Dundaczek.Beiträge Zur Geschichte der Beiden
ersten Mess Krieg Progr.,Czernow بوسولٹ: "مسینیا کا مؤلفہ پیؤسانیاس
کی تنقید" سالیانہ لسانیات قدیمہ ۲۷، صفحہ ۸۰۱ وغیرہ (Busolt:Zu der Quellen der
Messeniaka des Pausanias"Jahrbuch F.Klass.Phil.)
پیؤسانیاس کی تحریر کے مطابق پہلی جنگ ۷۴۳-۷۲۴ ق م میں اور دوسری ۶۸۵-۶۶۸ ق م
میں ہوئی تھی؛ لیکن دیگر متقدمین کی تحریروں میں باہم تضاد پایا جاتا ہے۔ ڈنکر ۵، ۱ء میں
مختلف بیانات کا توازن کیا گیا ہے اور اس کے نزدیک پہلی جنگ ۷۳۵ ق م سے
۷۱۶ ق م تک اور دوسری ۶۴۵ ق م سے ۶۳۱ ق م تک ہوئی تھی۔ اس کے
استدلال کی بابت ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اس کا یہ بیان عین الیقین کا رتبہ نہیں رکھتا
جنگ آرگوس جس میں پیؤسانیاس کے قول کے مطابق (۳۵، ۷، ۵) شاہ تھیوپومپس
بھی شریک تھا، وہی جنگ تھی جس کا ذکر پیؤسانیاس ۲، ۲۴، ۸ میں پایا ہے اور جسے وہ
۶۶۹ ق م میں ہونا بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈنکر کے دلائل ناقابل اختلاف
نہیں ہیں، لیکن اس واقعے سے کہ چونتیسویں اولمپیاد میں اولمپیائی کھیل پیزیوں
کے سپرد تھے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مسینیہ اور اسپارٹا کے مابین حالت جنگ
ہوگی۔ استرابو (۸، ۳۶۲، ۰) کہتا ہے کہ پیزا نیتالیوں کا قصہ (جس کا حوالہ پیؤسانیاس
میں دیا ہوا ہے) دوسری جنگ مسینیہ کا واقعہ ہے؛

باب ۱۶

خصوصاً ان میں سے وہ افراد جو اپنا وطن چھوڑ کر دیگر ممالک میں جا کر سکونت پذیر ہو گئے تھے، اپنی شکستوں پر ان سورماؤں اور جاں بازوں کے قصائد گا گا کر آنسو بہایا کرتے جنھوں نے اپنے ملک کی آزادی پر اپنی جانیں نثار کردیں؛ اور جب آخر کار چوتھی صدی ق م میں مسینیہ کو آزادی حاصل ہو گئی تو یہ سب قصے از سرنو جمع کیئے گئے اور انھیں اس سے بھی زیادہ جوش و درد کے ساتھ نظم و نثر کے زیور سے آراستہ کیا۔

مسینیہ کا بیشتر حصہ دراصل ایک نہایت زرخیز اور تخیل زا میدان پر مشتمل ہے جس کی ندیوں کا رخ خلیج مسینیہ کی طرف کو ہے۔ اس میدان کے دو حصے کئے جا سکتے ہیں، ایک بالائی اور ایک نشیبی؛ بالائی حصہ آرکیڈیا کی سرحد پر واقع ہے اور اس قصبے کے نام پر جہاں سب سے پہلا دوریائی فرماں روا آکر رہا۔ اس سطح مرتفع کو سٹینی کلاروس کہتے ہیں۔ اس بلند طبقے کو چاروں طرف سے پہاڑوں کی چوٹیاں گھیرے ہوئے ہیں جن میں سے سب سے مغربی چوٹی زیوس دیوتا کی پوجا کے لیئے مخصوص تھی اور اسی پر اِتھومے کا مشہور و معروف قلعہ بنا ہوا تھا جس کے ہر چہار جانب رفتہ رفتہ شہر مسینیہ آباد ہو گیا۔ نشیبی میدان میں ہو کر، جو اپنی گوناگوں اور نوع بنوع پیداوار کے لیئے نہایت ممتاز ہے، ایک تو دریائے پامی سوس اور لقونیہ کی سرحد کیطرف دریائے نیدون بہتا ہے۔ دوریائیوں نے بادشاہ کریس فونٹیس کے عہد میں جس کے تعلقات آرکیڈیوں کے ساتھ نہایت عمدہ تھے اور جسنے ترا پی زوس (طرابزون) کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی، اس حصۂ ملک کو مسخر کر کے (ایفوروس کے قول کے مطابق) اُسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا، چنانچہ اس نے سٹے نیکلاروس کو اپنا پائے تخت بنا کر باقی چار حصوں میں ماتحت حکمران مقرر کیئے جن کے مستقر پیلوس، رھیوم، مسولا اور ہیامیا قرار پائے؛ ساتھ ہی اس نے اپنی دوریائی اور اکائیائی رعایا کے حقوق بالکل مساوی کر دیئے۔ اس افسانے کی یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ ابتداءً دوریائیوں نے صرف سٹے نیکلاروس پر قبضہ کر کے نشیبی وادی اور

باب ۱۶

ساحلی علاقے کو اصلی باشندوں کے قبضے میں رہنے دیا ہوگا۔ الغرض یہ کرسیفونتیس اپنے بیٹوں سمیت ایک لڑائی میں کام آیا اور صرف ایک لڑکے یعنی ائپ توس کو چھوڑ گیا جس کی پرورش کیپ سی لوس شاہ طرائزون نے کی اور جو بالآخر آرکوسی ہرقلیوں کی مدد سے اپنے موروثی تخت پر بیٹھ گیا[۵۲]

مفصلہ بالا قصہ بیان کرنے کے بعد اس کے اختراع کنندہ کچھ خاموش نظر آتے ہیں اور جنگ اسپارٹا تک ہمیں اپنے مسلسل دلاویز بیانات سے محظوظ نہیں کرتے بلکہ ان کے بجائے ہمیں صرف چند حکمرانوں کے لایعنی ناموں مثلاً گلاؤکوس، اِستھمیوس، دوتاداس، سیبوتاس، فنتاس سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور پیوسانیاس اُن کے محض مذہبی کارناموں کے تذکرے پر ہی اکتفا کرتا ہے، مثلاً یہ کہ گلاؤکوس نے دوریانیوں کو اتھومے والے زیوس کی پوجا کا حکم دیا، سیبوتاس نے یوریتوس کو "معبودات عظمیٰ" کے میلے سے پیشتر ادا ئینائیں قربانی کرنے کی ہدایت کی اور فنتاس نے دیلوس کو ایک مذہبی سفارت روانہ کی، وغیرہ مسینی اولمپیائی کھیلوں میں ایک کارنمایاں کرتے تھے، اور ۷۳۶ ق م کے بعد گیارہ میریوں میں سے سات کے نام مسینی رنگ کے نظر آتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی یہ آرزو تھی کہ وہ تہذیب و تمدن میں ایک ممتاز رتبہ حاصل کرے اور اسے بنی نوع انسان کے مفاد میں گہری دلچسپی تھی؛ لیکن افسوس فنتاس کے بیٹے انطاکوس کے عہد میں مسینیہ اور اسپارٹا کے درمیان جنگ شروع ہو جاتی ہے اور مسینی تمدن کو ایک عظیم ترین نقصان پہنچتا ہے جس کی تلافی کبھی نہیں ہو سکتی:

مدت دراز سے دونوں قومیں قربانی اور ارکان مذہبی کی خاطر ایک دوسرے سے ارتمس لمناتس کے سنجانے میں ملاقی ہوا کرتی تھیں یہ مسینیہ کے حدود میں کوہ تے گیوس کے مغربی نشیب پر دریائے نیدون کے بالائی حصے میں واقع تھا وہاں پہنچنے کیلئے اسپارٹیوں کو اس درے میں ہو کر گزرنا پڑتا تھا جو اسپارٹا اور زمانہ حال کے مسینی بندرگاہ کالاماتا کے درمیان

---

[۵۲] قدیم تاریخ مسینیہ کیلئے الفوروس کے اجزا کا مطالعہ کیا جائے جن کا اقتباس استرابو ۸، ۳۶۱، الپولودورس ۲، ۸، ۴: افلاطون "کتاب القوانین" ۶۸۳، ۶۸۴، پیوسانیاس ۴، ۳، ۸، ۵، ۶، ۷ میں دیا ہوا ہے:

واقع ہے، اور یہی وہ مقام تھا جہاں دونوں قوموں کی باہمی منازعت کی ابتدا ہوئی۔ یہ امر ہنوز متنازعہ فیہ ہے کہ اس جھگڑے کا آغاز کس طرح ہوا کیونکہ دونوں فریقوں کے بیانات ایک دوسرے سے متناقض ہیں، صرف اسی بات کا ہمیں قطعی طور پر علم ہے کہ ایک اسپارٹی مسمی پولی خارس اور ایک میسینی یو الفنوس نامی کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا اور اس موقع پر اسپارٹی بادشاہ تیلکلوس کام آیا۔ اس کے بعد فریقین نے ایک دوسرے کے پاس نامہ وپیام روانہ کیے اور ایک دوسرے کو قتل کا مرتکب ٹھہرایا۔ اسی اثنا میں شاہ انطاکوس کی جگہ جو کسی گفت وشنود پر تیار نہ تھا، اس کا بیٹا یوفائس تخت نشین ہوا جس پر اسپارٹیوں نے الکامنیس کی سرکردگی میں قلعۂ امفیا پر حملہ کر دیا اور باضابطہ جنگ شروع ہو گئی جس میں پہلے چار سال تو فریقین ایک دوسرے کے ملک پر حملہ آور ہوتے رہے اور پانچویں اور چھٹے سال آخر کار چند فیصل لڑائیوں میں میسینیوں کو مغلوب ہو کر قلعۂ اتھومے کی طرف پلٹنا پڑا۔ اب معبود ڈیلفی نے میسینیوں کو رائے دی کہ وہ کفارے کے طور پر ایک باکرہ لڑکی کو قربان کریں؛ یہ سن کر بہادر ارسطوڈیموس نے خود اپنی لڑکی پیش کی، لیکن اس کے منگیتر نے اپنی محبوبہ کو بچانے کی خاطر یہ کہا کہ اس کی بکارت زائل ہو چکی ہے جس پر ارسطوڈیموس نے غصے میں بھر کر اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔ جنگ کو پورے بارہ سال گزر چکے تھے کہ شاہ یوفائس کے انتقال کے بعد میسینیوں نے ارسطوڈیموس کو اپنی حکمرانی کے لیے منتخب کر لیا۔ اٹھارھویں سال میں فریقین نے اپنے حلیفوں کا دائرہ وسیع کرنا شروع کیا، یعنی ایک طرف تو اسپارٹیوں نے کورنتھ سے مدد حاصل کی اور دوسری جانب میسینیوں کا آرکیڈیا، آرگوس، اور سکیون نے ساتھ دیا؛ الغرض فریقین میں ایک جنگ فیصل ہوئی جس میں میسینی ہی مغلوب ہوئے۔ اس سے پہلے اتفاق سے معبود ڈیلفی نے یہ خبر کر دی تھی کہ جو فریق سب سے پہلے اتھومے کے زیوس کی قربان گاہ کے چاروں طرف ایک سو تپائیاں رکھ دیگا اسی کے سر فتح کا سہرا ہوگا۔ یہ خبر کسی طرح اسپارٹا

پہنچ گئی اور یہاں کے باشندوں نے فوراً خفیہ طور پر مٹی کی تپائیاں بنوا کر قربانگاہ کے چاروں طرف رکھ دیں۔ اپنے دشمنوں کی اس پیش بندی کے علاوہ مسینیوں کو اپنے مخالف اور بھی بہت سے شگون نظر آئے مثلاً ارسطودیموس نے خواب میں دیکھا کہ اس کی بیٹی اُسے کفنا رہی ہے جس پر ارسطودیموس نے خودکشی کرلی۔ الغرض جنگ کے بیسویں سال اہالیان مسینیہ نے کامیابی سے بالکل ناامید ہوکر اِتھومے کا تخلیہ کردیا اور مسینیہ کا اسپارٹا سے الحاق ہوگیا؛

مفصلۂ بالا بیان افسانوں کی موبہو نقل ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اسپارٹیوں نے اپنے ملک میں اس نہایت عظیم الشان علاقے کا الحاق آٹھویں صدی ق م میں کرلیا اور اس جنگ کے واقعات کا جو تسلسل افسانوں میں مذکور ہے وہ ایک حد تک صحت پر مبنی ہے۔ مثلاً یہ امر یقینی ہے کہ اس وقت اسپارٹیوں اور ایلس والوں کے باہمی تعلقات خوش آیند تھے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقدم الذکر اولاً شمالی علاقے کی تسخیر کرچکے ہوں گے، اسکے بعد انھوں نے جنوبی علاقے کی طرف پیش قدمی کی ہوگی۔ اگر ہم اس سلسلۂ واقعات کو تسلیم کرلیں تو بہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اِتھومے جیسا اہم مقام مسینیوں کا آخری مرکز مدافعت رہا ہوگا؛

اسپارٹیوں نے فطرتاً اراضی کا بہترین حصہ یعنی نشیبی میدان خود اپنے لیئے محفوظ رکھا؛ اُن کے حلیفوں یعنی آرگوس سے نکالے ہوئے دریوپیوں کو مسینیہ کے مغربی ساحل کا ایک حصہ ملا جہاں انھوں نے ایک نیا شہر از سرِنو آباد کیا اور ان مسینیوں کو جنھوں نے اسپارٹیوں سے ملاپ کرلیا تھا، ہیامیا کا ضلع دے دیا گیا۔ ان کے علاوہ بہت سے مسینوی ملک چھوڑکر چلے گئے، ان میں سے بعض تو پیلوپونیز ہی میں رہ پڑے اور چند ایسے تھے جو ان یسینو لیوں میں جاکر مل گئے جنھوں نے خالکدیسیوں کے ساتھ مل کر جنوبی اٹلی کا شہر ہیگیوم آباد کیا تھا۔ باقی اُن مسینویوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے، ہیلوت بنالیا۔ ملک مسینیہ پولی دوروس وتلالکامینس

(آگسی) اور تھیو پومپوس ولد نکانڈر (یوری پونتی) کے عہد میں فتح ہوا تھا، اور یہی وہ تھیو پومپوس تھا جس کے عہد کے ساتھ الیفوروں کا تقرر اور رھیترا (قانون لیکرگوس) منسوب کئے جاتے ہیں :

جب جنگ ختم ہوئی تو اسپارٹیوں میں باہمی نزاعات پیدا ہوگئے اور ایک گروہ ایسا پیدا ہوگیا جس کا یہ دعوے تھا کہ تقسیم اراضی کے وقت غیر جانبداری ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ اور اس کی سرکردگی کا بیڑا پارتھینیوں نے اُٹھایا۔ یہ نام افسانہ سازوں کے لیے نہایت کارآمد ثابت ہوا اور اس سے متعدد افسانوں کی بنیاد پڑی، لیکن ان سب کا لب لباب یہ ہے کہ پارتھینی درحقیقت وہ لوگ تھے جو مسینوی جنگوں کے اثنا میں پیدا ہوئے تھے، اور اہالیان مسینیہ کا یہ خیال تھا کہ ایسے اشخاص کو مکمل حقوق شہریت نہیں ملنے چاہئیں۔ بہرحال اس گروہ نے ایک شخص فالانتھوس کی رہبری میں یہ سازش کی کہ عید ہیاکنتھیا کے موقع پر جس وقت وہ ایک ٹوپی پہن کر بغاوت کا اشارہ کرے تو معاً چاروں طرف سے حکومت پر حملہ کردیا جائے۔ لیکن مقتدر فریق کو اس سازش کا علم ہوگیا لہذا انھوں نے ایک فرمان کی رو سے فالانتھوس کو ٹوپی پہننے کی قطعاً ممانعت کردی اور جب سازشیوں نے یہ محسوس کیا کہ حکومت اُن کے منصوبے تاڑ گئی ہے تو وہ اپنے ارادوں سے باز آگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ مسینیہ کی مفتوحات کا پانچواں حصہ ان کی نذر کیا جائے، لیکن چونکہ اُن کا یہ مقصد پورا نہ ہوا اس لیے انھوں نے اپنے جنم بھوم کو چھوڑ کر مغرب کی راہ لی اور جنوبی اٹلی میں شہر تارنتم کو جاکر آباد کیا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مجوزہ بغاوت ہیاکنتھیا کی عید پر ہونے والی تھی، جو ایک امیکلیائی اور اکائیائی تہوار تھا، اور ساتھ ہی ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تارنتم والے بھی اس موقع پر خوشی مناتے تھے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس تحریک کے بانی مبانی ضرور اکائیائی ہی ہوں گے۔[۱]

---

[۱] پارتھینیوں وغیرہ کے لیے اسٹرابو ۲۷۸-۲۷۹؛ دیودورس ۱۵، ۶۶؛ ارسطاطالیس

پچاس برس تک مسینیہ لکذمونیوں کے قبضے میں رہا، جس کے بعد وہاں کے باشندوں نے پیزائیوں، آرگوسیوں اور آرکیڈیوں کو اپنا حلیف بناکر علم بغاوت بلند کردیا۔ عرصۂ دراز سے اسپارٹیوں کی یہ خواہش تھی کہ وہ آرکیڈیا پر مسلط ہوجائیں اس لیئے یقین ہے کہ اس ملک کے باشندے اسپارٹیوں کو نفرت آمیز نگاہ سے دیکھتے ہوں گے۔ پیزا اور ایلس میں پہلے ہی سے جھگڑا چلا آتا تھا اور ایلسی اسپارٹیوں کے زیر حمایت تھے؛ رہے آرگوسی، سو وہ تو ہمیشہ سے پیلوپونیز کی سیادت کے لیئے اسپارٹا سے برسرپیکار رہتے ہی تھے؛

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ "سیاسیات" ۵، ۶، انتھیوپومپوس جزو ۱۹۰۔ پولی بیوس ۱۲، ۵ تھیوپومپوس کہتا ہے کہ سازشی اپیونا کتی یعنی وہ ہیلوت تھے جن سے مسینوی محاربوں کے دوران میں اسپارٹنوں نے تعلق پیدا کر لیا تھا۔ لیکن چونکہ اکثر مورخ پارتھے نی نام پر متفق ہیں اس لیئے مناسب یہی ہوگا کہ ہم انھیں اسی نام سے مخاطب کریں اور ارسطاطالیس کا اتباع کرتے ہوئے ہمیں یہ فرض کرنا پڑیگا کہ وہ اسپارٹائیوں کی اولاد سے تھے اور ان کی مائیں نیچ قوم کی عورتیں تھیں۔ اگر یہ مفروضہ درست ہے تو یہ نظریہ کہ پہلی اور دوسری جنگ کے درمیان اسپارٹی شہریوں میں حق وراثت محدود ہوگیا تھا، درست ہوگا یعنی پہلے تو اسپارٹائیوں اور نیچ ذات عورتوں کی اولاد وارث ہوتی تھی لیکن آیندہ کے لیئے یہ قاعدہ مسترد کردیا گیا۔ ڈنکر کی رائے بھی بعینہٖ یہی ہے (۵، ۲۳۲)۔ چونکہ ممکن ہے کہ زمانۂ مابعد میں قوانین میں از سرنو تبدیلی کردی گئی ہو اس لیئے محض موتھاکیس کے اسپارٹائی شہری ہونے سے اس نظریے کا ابطال لازم نہیں آتا۔ پولیمارخوس کی (جس نے پولی دوروس کو قتل کیا تھا) اسپارٹا میں ایک یادگار بنی ہوئی تھی۔ (پوسانیاس (۳، ۳، ۲)، اور اس سے ڈنکر (۵، ۳۴۳) یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ فریقین کے درمیان کوئی کوئی گفت وشنید ضرور ہوگئی ہوگی۔ لیکن ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ غدار پوسانیاس کے مجسمے بھی اسپارٹا میں موجود تھے (پوسانیاس ۳، ۱۷، ۷)۔ واضح ہو کہ مسینیہ کا پانچواں حصہ آخرکار اُس کے حوالے کرہی دیا گیا (الفوروس، جس کا اقتباس اِسٹرابو ۶، ۲۸۰ میں دیا ہوا ہے)۔

باب ۱۲

بغاوت ملک کے شمالی حصے میں مقام اندانیا سے شروع ہوئی ۵۴ یہ ایک فطری امر تھا اس لیئے کہ اس نواح میں آرکیڈیا کی مسینیہ پشت پناہی کر سکتا تھا؛ لیکن جنوب میں بھی ہیامیا کے مسینوی، پیلوس اور موتھوصے کے اکائیائی، ارسطقراطیس شاہ آرکیڈیا اور پنتالیون ساکن پیزا بھی باغیوں کے ساتھ مل گئے اور اس متحدہ لشکر نے اسپارٹیوں کو بمقام ستےنیکلاروس شکست فاحش دے کر مسینیہ کو اسپارٹا کے جوے سے آزاد کر دیا۔ اب بعض اسپارٹی ایسے بھی تھے جن کی املاک صرف علاقۂ مسینیہ میں واقع تھیں، لہذا انھوں نے یہ اعتراض کیا کہ وہ ہرگز اپنے ساتھیوں سے زیادہ نقصان کا بار اٹھانے والے نہیں ہیں۔ انھوں نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ بجائے مسینیہ کی اراضی کے انھیں لقونوی سرزمین میں معاوضہ دیا جائے اور اراضی کو از سر نو تقسیم کیا جائے۔ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ ۶۶۴ ق م کے اولمپیائی میلے پر ایلیسیوں کے بجائے پیزائیوں کے سرگروہ نے صدارت کی، اور خود اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس مجادلے میں اسپارٹا کے دشمنوں ہی نے تفوق حاصل کیا ہوگا۔ اس کی ایک تاویل یہ بھی کی جا سکتی ہے کہ یہ مخاصمت گویا پیلوپونیز کے قدیم باشندوں کا دوریائی سیادت کے خلاف ایک مظاہرہ تھا۔

لیکن اس موقع پر بھی ایک شخص کے تدبر نے اسپارٹیوں کو بچا لیا۔ کاہنہ ڈیلفی نے انھیں یہ صلاح دی تھی کہ اگر وہ محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو انھیں کسی شخص کو اتھنز سے رہبری کے لیئے بلانا چاہیئے، لہذا انھوں نے تیرتائیوس کو، جو اٹیکا کے قصبۂ افِدنا سے کا باشندہ تھا، بلا بھیجا۔

---

۵۴ دوسری جنگ مسینیہ میں اسپارٹا کی صورت حال، ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۶، ۲؛ پوسانیاس ۴، ۱۶، ۶، ۴۰، ۱۸، ۳۔ تیرتائیوس بحیثیت ایک "سیگےمون" (سردار) کے، اِسٹرابو ۸، ۶۲، ۳؛ فلوستراتوس ۱۴۳، ۳۰، ۶ (ستراتےگیا)۔ اسے ڈیلفی کے حکم سے طلب کیا جاتا ہے، پوسانیاس ۴، ۱۵، ۶؛

باب ۱۱

متقدمین میں سے بہت سے تیرتائیوس کو غیر ملکی تصور نہیں کرتے تھے، لیکن چونکہ خود شاہ پیؤسانیاس نے اس کا غیر ملکی ہونا تسلیم کر لیا اس لیئے ہمیں اس امر کے باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں سمجھ میں آتی کہ اسپارٹیوں نے باہر والوں سے مدد حاصل کی ہوگی۔ ساتھ ہی اگر ہم مفصلۂ ذیل حالات و واقعات کو ملحوظ رکھیں تو ہمیں اس دعوت نامے کی اصلیت سے مزید آگاہی حاصل ہو جائے گی۔ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ اسپارٹی دیوسکوری کو اپنا محافظ دیوتا تصور کرتے تھے اور اُن کی افڈنائے میں خاص طور سے عبادت کی جاتی تھی۔ نظر بر اں اگر کوئی ایسا شاعر جس نے کچھ نام پیدا کر لیا ہو، اس ضلع میں سکونت پذیر تھا، تو یہ ایک قدرتی امر تھا کہ اسے اسپارٹی اپنی مصیبت کے وقت بلا بھیجیں، کہ وہ ان دیوتاؤں کو کما حقہٗ خوش رکھنے کی کوشش کر سکے۔ بلاشبہ ہمارے پاس کوئی ایسا کلام نہیں پہنچا جو تیرتائیوس نے دیوسکوری کے حضور میں پیش کیا ہو؛ ان کے بجائے اپنی نظموں میں اُس نے کوشش کی ہے کہ اسپارٹیوں کی ناامیدی کو امید سے بدل دے۔ اس نے اپنے مقصد کے حصول کے لیئے مرثیہ آمیز انداز میں اُن کے قدیم درخشاں کارنامے یاد دلائے اور ہمت و جرأت کے انعامات اور بزدلی کی ذلت و نکبت سے اُن کو آگاہ کیا۔ اس شاعر کی نظمیں سب کی سب نہایت سادہ اور معنی خیز ہیں اور بعض میں فوجی رنگ بھی پایا جاتا ہے:

آخر الامر اُس کی کوشش بار آور ہوئی اور روایات کے بموجب ارسٹوکراٹیس کی غدارانہ کارروائی کی وجہ سے (جس کی پاداش میں اُسے بالآخر آرکیڈیوں نے قتل کرا دیا) مسینوی مغلوب ہو گئے۔ اب مسینیہ کی آزادی کا تو خاتمہ ہو لیا لیکن باوجود اپنی شکست کے وہاں کے بہادر باشندے گیارہ سال متواتر اپنی آخری جائے پناہ میں برابر مصروف پیکار رہے۔ یہ جائے پناہ ایک قلۂ کوہ مسمی ایرا تھی جو القومے کی چوٹی کی طرح دریائے نیدا کے مخرج پر (جو بحر ایونیہ میں جا کر فِگالیا کے قریب گرتا ہے) واقع تھا۔ آج بھی اس چوٹی پر بندی بنی ہوئی فصیلوں کا دوہرا دائرہ نظر آتا ہے جو مختلف

سیڑھیوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں ارسطومنیس نے نہایت تن دہی اور شدومد سے غنیم کا مقابلہ کیا۔ لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام ہوا اور آخر کار اسپارٹیوں نے اُسے گرفتار کر کے اسپارٹا کے غار میں مرنے کے لیئے پھینک دیا۔ لیکن وہ ایک عقاب کی پشت پر سوار ہو کر ایک چٹان کے کنارے تک گیا جہاں عقاب نے اُسے چھوڑ دیا۔ اب اُسے ایک لومڑی نظر آئی جسکی رہبری میں وہ ایک نہایت تنگ راستے سے گزر کر کھلے میدان میں پہنچ گیا۔ الغرض محض ایک حادثے کی وجہ سے اثیر اغنیم کے قبضے میں آگیا۔ لیکن اسپارٹیوں نے مفتوحوں کو ارسطومنیس کے ساتھ بحفاظت تمام چلے جانے کی اجازت دیدی اور یہ اپنے حلیفوں یعنی پیلوس اور موتھونے کے اکائیائیوں کے ساتھ سمندر پار رھیگیوم چلے گئے۔ ارسطومنیس نے خود رھوڈس جاکر اپنی لڑکی کا نکاح بادشاہ یالی سوس سے کر دیا جس کی اولاد میں سے مشہور و معروف دیاغورس ہوا جو اکثر اولمپی کھیلوں میں اول رہا کرتا تھا اور جس کی تعریف و توصیف سے پنڈار کے اشعار بھرے پڑے ہیں۔[۵]

جب اسپارٹیوں نے کوہ پارنون کے مشرقی نشیب اور سمندر کے درمیان کا علاقہ آرگوس سے چھین لیا اور تمام جنوبی پیلوپونیز کے مالک بن گئے تو اس جزیرہ نما میں ان کی ہمسری کوئی مملکت نہ کر سکتی تھی حتیٰ کہ آرکیڈیا اور ایلس تک اُن کے زیر نگیں تھے۔ یونانی ممالک میں اسپارٹا بیرونی فتوحات اور خانگی استحفاظی اصول کے لیئے ممتاز تھا۔[۶]

---

[۵] یہ واقعہ ایک اور واقعے سے مستنبط ہو سکتا ہے۔ اسپارٹی مزماری نظم کو پسند کرتے تھے اور انھوں نے ایولی مزماری طرز کو اختیار کر لیا تھا (فون و، م: تحقیقات ہومر: V.W.-M: Homer. Unters صفحہ ۲۶۸-۲۶۹)؛ نیز وہ اس زمانے میں اپنے ہمسایوں سے کہیں زیادہ فن سنگ تراشی کی طرف راغب تھے۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، اسپارٹا نے ادبیات اور فنون لطیفہ میں کوئی خاص ترقی نہیں کی،

باب ۱۶

اور اس میں یونانی قوم کا وہ جنگ جو فرقہ آباد تھا جس نے نہایت خوشی سے بقیہ اجزائے یونان کے لیئے قومی عظمت کے اس زرخیز میدان کی تخم ریزی کا کام چھوڑ دیا تھا جو اس قوم کا گویا سرمایہ تھی*

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ لیکن وہ دیوتاؤں کے خوش کرنے کے فنون لطیفہ کو اپنی مملکت کی خاص روش کے مطابق استعمال کرتے تھے۔ اسپارٹی طرز عبادت پر کریٹی تھالے تاس کا اثر بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے کوئی جنگی ناچ ایجاد کیا تھا۔ لیکن اس کی شخصیت بھی کریٹی ایپی منیدیس کی طرح کچھ کم خرافہ آمیز نہیں ہے*

باب ہفدہم

دیگر پیلوپونیزی ریاستیں، خصوصاً آرگوس؛ فئی دون؛ اسپارٹی تعلقات آرگوس آرکیڈیا اور ایلس سے

اگر دور یانی بادشاہوں کے شجرے پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ انھیں عام طور پر ہرقلیوں کی اولاد میں سمجھا جاتا تھا یعنی ابتدا میں اسپارٹا کی بجائے آرگوس ہی پیلوپونیز کی سب سے بڑی ریاست خیال کی جاتی تھی۔ آرگوس کے حکمرانوں کو یہ فخر حاصل تھا کہ اُن کا مورث اعلیٰ ارسطوماخوس کا فرزند اکبر ہے۔ اُن کا پایۂ تخت میکینا ئے نہیں بلکہ خاص آرگوس تھا جو قلعۂ لارِسا کے مشرقی دامن میں ساحل کے قریب سطح بحر سے نو سو فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ واضح ہو کہ دوریائی آرگوس سے متعلق جو کچھ معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ نہایت غیر مکمل حالت میں ہیں[1] لیکن فی الجملہ اس کا یقین ضرور ہے

---

[1] جنگ ایران تک پیلوپونیزی ریاستوں کے باہمی تعلقات کے لئے دیکھو گ، بوسولٹ: "لکدمونی اور اُن کی وفاقیت" G.Busolt: Die Lakedaimonier und ihre Bundes genossen لائپزگ ۱۸۷۸ء اس کتاب میں آرگوس سے متعلق صفحہ ۶۶ میں ذکر ہے، جہاں مختلف مملکتوں، مثلاً ازیپنے، ترواسے زینے وغیرہ کے طرز عمل پر مفصل بحث کی گئی ہے جغرافی تفصیل کے لئے دیکھو برسیان: "جغرافیۂ یونان" Bursian: Geog. von Gr. II

باب ۱۷

کہ اسپارٹا کی طرح یہ مملکت مرکزی حکومت نہ تھی بلکہ اُس کے نظام وفاقیہ میں متعدد ریاستیں شامل تھیں جن کا سرگروہ خود آرگوس تھا اور جس کی قلمرو میں ملک کا بیشتر حصہ خصوصاً میدان اناخوس شامل تھا۔ اسپارٹا کی طرح آرگوس میں بھی پیریوئیکی اور ہیلوت رہتے تھے جنھیں یہاں کی بولی میں اورنیاتائے اور گیم نیتیس کہتے تھے۔ ہم اس کا قطعی طور پر جواب نہیں دے سکتے کہ اس وفاقیت میں دو مشہور آفاق بلدیوں یعنی میکے نائی اور ترِنز کی کیا حیثیت تھی، اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندے اکائیائی نسل کے تھے جنھیں ایک حد تک آزادی حاصل تھی جو آرگوس کی قوت اور کمزوری کے ساتھ ہی ساتھ گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ اس کے علاوہ مشرقی پہاڑی جزیرہ نما پر اپی دوروس اور تروئے زینے کے دو بلدیے واقع تھے جن پر امتداد زمانہ سے دوریائی رنگ چڑھ گیا تھا لیکن آرگوس کے ان سے جو تعلقات تھے وہ افسری اور ماتحتی کی بجائے محض مخالفانہ تھے۔ انہیں سے اپی دوروس جزیرۂ ائی گینا کے بالمقابل ایک پہاڑی جزیرہ نما پر واقع تھا جو زبان کی طرح سمندر میں کو نکلا ہوا تھا۔ شہر سے اندرون ملک کی جانب تقریباً دو لیگ (کم و بیش سات میل) فاصلے پہ حال ہی میں بعض نہایت کارآمد نوشتے برآمد ہوئے ہیں، اور یہی وہ جگہ تھی جہاں اسکلے پیوس کی مشہور آفاق تیرتھ کی عمارتیں ایک بہت بڑے رقبۂ اراضی پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اسی ساحل پر ذرا جنوب کی طرف جزیرۂ کلوریا کے روبرو شہر تروئے زینے آباد تھا۔ ان کے علاوہ دو شہروں یعنی ازینے اور ہرمیونے میں دریوپی آبادی تھی؛ ازینے کے موقع کا قطعی طور پر تعین نہیں کیا جا سکتا؛ صرف یہ کہا جا سکتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ آرگوس کا ذکر فیشر: "تاریخ اجزائے آرگوس" Fischer: Hist. Argivae Fragm ریز لاؤ ۱۸۲۷ء؛ شنائیڈر وِرٹ: "دوریائی آرگوس کی سیاسی تاریخ" Schneiderwirth: Politische Gesch. des dorischen Argos I&II ہیلگن شٹاط ۱۸۶۵ء و ۱۸۶۶ء۔

باب ۷

وہ نئوملیا کے قرب وجوار میں کہیں آباد ہوگا؛ رہا ہرمیونے، سو وہ جزیرے کے مقابل اس خلیج کے وسط میں آباد تھا جو ارگوسی آکٹے کے چوڑے کونے کے چوڑا ہونے کی وجہ سے بن جاتی ہے۔ ابتدا میں ان سب شہروں نے دوریائیوں کے سامنے ہتھیار رکھ دیئے؛ اس کے بعد جب اسپارٹا اور آرگوس میں باہمی جنگ چھڑ گئی تو اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ازینے نے اپنی آزادی کو از سرِ نو حاصل کرنا چاہا؛ اور جب تقریباً ۷۰۰ق م میں شاہ نکاندر نے آرگوس پر حملہ کیا تو ازینے والے اس سے مل گئے۔ لیکن انھیں بہت جلد اپنے کرتوت کی سزا مل گئی، یعنی آرگوس نے ازینے پر قبضہ کر لیا اور اس کے باشندوں کو لقونیہ بھاگ جانا پڑا۔ اسکے برعکس ہرمیونے نے اپنی آزادی کو اس خوبی سے برقرار رکھا کہ جب آرگوسیوں کو اپنے شہر کے قریب شکست پہنچی تو اسے لکڈ مونی وفاقیت میں شمول کی اجازت مل گئی۔ لیکن نئوملیا کا حشر ازینے کا سا ہوا؛ آرگوسیوں نے اس کے جملہ باشندوں کو نکال دیا، اور آخر کار وہ اسپارٹیوں کی مہربانی اور عنایت سے مسینیہ کے شہر موتھونے میں جا کر آباد ہو گئے۔ ذرا جنوب کی طرف ہٹ کر ایجین کے ساحل کے قریب وہ علاقہ جو کوہ پارنون کے مشرقی دامن میں واقع ہے، غالباً دوریائی حملے کے زمانے سے ہی آرگوس کا تھا۔ بہرحال آرگوس نے نہ صرف اُن اقطاع ملک کو اپنے زیر اثر کیا، بلکہ شمال و مغرب کی جانب اور خلیج سارون کے ساحلی علاقے کا بیشتر حصہ بھی اُس کا فرماں بردار تھا؛ اس کے علاوہ آرگوس، سکیون، فلیوس، کلیونائے اور ائی گینا ایک مذہبی لیگ کے اراکین تھے جس کا مرکز آرگوسی لارسا کے دامن میں شیشوی اپولو کا بت کدہ تھا، اور اس لیگ کے اراکین میں باہم یہ قرار داد ہوئی تھی کہ وہ کسی حالت اور صورت میں باہمی امن میں خلل واقع نہ ہونے دیں گے۔

تعمیر

الغرض دوریائی حملے کے بعد آرگوس نے جزیرہ نما کے اس حصے پر براہ راست یا بالواسطہ اثر پیدا کر لیا تھا جو شہرت اور وسعت دونوں کے اعتبار سے

باب ۱۲

ممتاز تھا، اور اُسے وہ کل اختیار حاصل ہوگیا تھا جو کسی زمانے میں میکیے نائی کا ہی حصہ تھا۔ ساتھ ہی، آرگوسیوں نے چند روایتوں کو جو اس ضلع کیساتھ وابستہ تھیں، جاری رکھا؛ مثلاً اس کا مشرق سے خاص تعلق تھا؛ یہی وہ مقام تھا جہاں سے دوریانیوں نے بلاد مشرق کی جانب قدم بڑھایا تھا، اور چونکہ کریٹ، رھوڈس، کوس، کنیدوس اور ہالی کارناسوس میں آرگوس ہی سے آخری مستعمرین پہنچے تھے اس لیئے ایشیائی ممالک اسی کو اپنا وطن سمجھتے تھے۔ قصہ مختصر، بہت سے واقعات کی بنا پر آرگوس یہاں کی تاریخ میں ایک نہایت ممتاز حصہ لینے کے لیئے تیار تھا، اور ضرورت صرف اس کی تھی کہ کوئی قابل آدمی اگر مفید مطالب حالات سے کام نکال کر اس شہر کے اثر میں اضافہ کرے؛ آرگوسیوں کو ایسا شخص فئی دون مل گیا۔

آرگوس کے ابتدائی فرماں رواؤں کے نام علی الترتیب تیمے نوس، کئی سوس، میدون، تھس تیوس، میروپس، ارسطودامیداس اور فئی دون بیان کیئے جاتے ہیں، اور اغلب امر یہ ہے کہ فئی دون تقریباً ۷۷۰ ق م میں تخت پر بیٹھا ہوگا[۵۲]۔ ایفوروس کہتا ہے کہ جب فئی دون نے

[۵۲] آرگوسی بادشاہوں کی فہرستیں تھیوپومپوس سے اخذ کی گئی ہیں (جزو ۳۰ م) اسکے برعکس ایفوروس کے نزدیک جس کا اقتباس اسٹرابو ۸، ۳۵۸ (جزو ۱۵ م) میں دیا ہوا ہے، فئی دون "تیمے نوس سے دسواں" تھا اور پیوسانیاس کہتا ہے کہ وہ آٹھویں اولمپیاد میں شاہ آرگوس تھا۔ اب ہیروڈوٹس (۶، ۱۲۷) میں ایک فقرہ ہے جس کے مطابق وہ ۶۰۰ ق م سے بہت پہلے ہوگا؛ نیز یولیوس افریقی کہتا ہے کہ اٹھائیسویں اولمپیاد کا میلا پیزائیوں نے لگایا تھا؛ ان اسباب کی بنا پر بعض علما مثلاً وائسین بورن Weissenborn بجائے آٹھویں اولمپیاد کے اٹھائیسویں اولمپیاد کو زیادہ قرین قیاس سمجھتے ہیں۔ لیکن اول تو عشاق اگا رستے کے قصے کی سنوی تحقیقات کے لیئے مطلق کوئی اہمیت نہیں ہے، اور ان عاشقوں میں سے کسی کے باپ کی تاریخ کے لیئے اٹھائیسویں اولمپیاد بہر نوع قبل از وقت ممکنہ ہوگی۔ تریبر Trieber کی رائے ہے ("مضامین برا، یادگار رداءِنتز

باب ۱۲

زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو تیمے نوس کی میراث کسی شخص واحد کے زیر حکومت نہ تھی، اور اپنی آبائی جائداد کو از سر نو یک جا کرنے کا سہرا اسی کے سر رہا۔ اس نے اپنی توجہ ان اضلاع پیلو پونیز کی طرف دوبارہ رجوع کی جو کبھی نہ کبھی ہرقل کے زیر نگیں رہ چکے تھے، اور اولمپیائی میلے کا انتظام، جس کی بنیاد اس کے آبا و اجداد نے ڈالی تھی، خود اپنی نگرانی میں لیا۔ اس نے کورنتھ کے خلاف سازش کر کے وہاں کے ایک ہزار نوجوانوں کو اس بہانے سے آرگوس طلب کیا کہ وہ اپنی فوجی مہمات میں ان کی امداد کا خواہاں ہے؛ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ انھیں جان سے مار ڈالے، لیکن اس کے معتمد علیہ ابروَن نے اس کا راز فاش کر دیا اور کورنتھی نوجوانوں نے اپنے گھر کی راہ لی۔ ہیروڈوٹس کے بیان کے بموجب فئی دوَن کا عہد اس لیے بھی ممتاز ہے کہ اس میں تمام جزیرہ نمائے پیلو پونیز کے لیے اوزان اور پیمانوں کا ایک معیار قائم ہوا، اور کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے یونان میں سکوں پر ٹھپا کرایا تھا۔ اس کے بعد عرصۂ دراز تک آرگوس کے قریب ہیرائیوم میں چاندی کی سلائیں یا اوبے لسکوئی برآمد ہوتی رہیں جنھیں فئی دون نے ٹھپہ دار سکوں کی یادگار میں بنوا دیا تھا۔ اس کی ٹکسال جزیرۂ ائی گینا میں تھی؛

اس میں کسی قسم کے شبہہ کی گنجایش نہیں کہ یونان میں فئی دون کو ایک خاص وقعت

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ Aufsaetze dem Andenken an Waitz gewidmet، ہانوور سنہ ۱۸۸۶ء کہ فئی دون پینتالیسویں سے اٹھتالیسویں اولمپیاد کے زمانے میں ہوگا۔

فئی دون کے کاموں کے لیے افیوروس جزو ۱۵ (جہاں تیمے نوس کے مقدمے کا بھی تذکرہ ہے) اور ہیروڈوٹس ۶، ۱۲۷ کا ملاحظہ کیا جائے۔ افیوروس کے قول کے مطابق، جس کا اقتباس استرابو ۸، ۶، ۳۷۶ میں دیا ہوا ہے، فئی دون اپنے سکے ائی گینا میں ڈھلواتا تھا۔ فئی دون بحیثیت ایک خودسر حاکم کے، ہیروڈوٹس ۶، ۱۲۸، ارسطاطالیس: سیاسیات ۵، ۸، ۴: اس کی تاریخ کے لیے اُنگر Unger کا مضمون رسالہ فلولوگوس سنہ ۱۸۶۹ء میں ملاحظہ کیا جائے۔

باب ۱

حاصل تھی، اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے شمالی پیلوپونیز کے لئے اسی قسم کا کام کرنے کی کوشش کی جو اسپارٹا بالآخر جنوبی پیلوپونیز میں کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہی نہیں کہ وہ تیمے نوس کی میراث کو از سر نو متحد کرنے میں کامیاب ہو گیا بلکہ اُس نے سکیون میں بھی آرگوس کی حکومت قائم کر دی؛ ائی گینیا میں اُس کی ٹکسال کے قیام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس جزیرے پر بھی قابض تھا؛ اور ہزار نوجوانوں کے قصے سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ کورنتھیوں کو بھی آرگوسیوں کے دوش بدوش لڑوانے پر قادر تھا۔ آٹھویں اولمپیاد میں وہ بحیثیت صدر عید اولمپیا ہمارے سامنے آتا ہے؛ اور الیس کے خلاف پیزائیوں سے مخالفہ کر کے اسپارٹا کا مدمقابل ہو جاتا ہے۔ الیفوروس کا بیان ہے کہ اسپارٹا نے اس شخص کے خلاف اس وجہ سے ہتھیار اُٹھائے تھے کہ اسپارٹا کی بجائے وہ پیلوپونیزیوں کا سردار بن گیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُسے اسپارٹیوں اور ایلسیوں نے مل کر شکست دی، اور اسپارٹیوں کی امداد سے الیس کو پیزاتیس اور تری فالیہ کے اضلاع مل گئے۔ گو یہ باور کرنا دشوار ہے کہ آٹھویں صدی ق م میں ہی اسپارٹا کو جزیرہ نمائے پیلوپونیز کی قیادت حاصل ہو گئی تھی، لیکن ہم یہ بہر حال تسلیم کر سکتے ہیں کہ اُسے اس زمانے میں بھی بہت کچھ اقتدار حاصل تھا؛ بدیں سبب جو کچھ الیفوروس نے لکھا ہے وہ فی الجملہ غلط نہیں ہے۔

تاریخ یونان میں سب سے زیادہ جس کام کی وجہ سے فیدون کو امتیاز حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے اوزان اور پیمانوں کا ایک معیار اور سکے یونان میں (یا بقول ہیروڈوٹس، صرف پیلوپونیز میں) رائج کئے۔ اس وقت ہم صرف سکوں کا ذکر کریں گے۔ ایشیا اور افریقہ کے متمدن ممالک میں عرصۂ دراز سے قیمتی معدنیات سے مبادلے کا کام لیا جاتا تھا، لیکن یہ مبادلہ بلا وزن کے عمل میں نہ آتا تھا، یعنی ہر موقع پر ان دھاتوں کو وزن کرنا پڑتا تھا۔ اسکے بعد ایسے سکے رائج ہوئے جن کا وزن سرکاری طور پر ٹھپے کے ذریعے سے ظاہر کر دیا جاتا تھا اور ان کو بار بار تولنے کی ضرورت نہ تھی۔ متقدمین کا خیال ہے کہ اس بات کیلئے

باب ۱۷

ٹھپے کے استعمال کی ابتدا نہ تو وسط ایشیا کے مہذب ممالک میں ہوئی نہ مصر میں، بلکہ سب سے پہلے اس کا رواج ایشیائے کوچک میں ہوا، اور بعض کا تو یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ فنیؔ دون سے پیشتر یہ طریقہ کسی کو معلوم ہی نہ تھا۔ لہذا ہمارے لیئے اس نتیجے پر پہنچنا ناگزیر ہے کہ اس نہایت مفید اور کارآمد عمل کا انکشاف ایک ہی جگہ ہوا ہوگا، اور چونکہ تمدن کے ہر شعبے میں عام طور پر ایشیائے کوچک ہی رہبری کرتا تھا اس لیئے یونان نے یہ طرز اسی سے اخذ کی ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ ایشیائے کوچک میں سب سے پہلے لدیہ ہیں سکوں کا رواج ہوا، جہاں کے غیر مصفا زر دسونے یا الکتروں کے بنے ہوئے سکے آج تک موجود ہیں۔ ان کے برعکس میدونی سکے چاندی کے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جلیل القدر بادشاہ نے سب سے پہلے اس دھات کے سکے ڈھلوا کر اپنا نام پیدا کیا ہوگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے یہ سکے ائی گینا میں بنائے جس کے یہ معنی لیئے جا سکتے ہیں کہ سکوں کا ائی گینی معیار اور ائی گینی سکوں کی ساخت دونوں اسی کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ ان سکوں پر کچھوے کی شکل بنی ہوئی تھی۔ یہ امر طے شدہ نہیں ہے کہ ان میں سے جو ہم تک پہنچے ہیں ان میں سے ایک بھی فنی دون کے عہد کا ہے یا نہیں، اور چونکہ قدیم سکوں پر کسی قسم کا کتبہ نہ ہوتا تھا بلکہ سکہ ساز محض شبیہ پر اکتفا کرتا تھا اس لیئے اُن کی تاریخ کا صحیح اندازہ کرنا یا یہ تعین کرنا کہ ان میں سے کونسے قدیم تر تھے اور کونسے جدید تر، نہایت دشوار امر ہے۔ بہرنوع، خواہ فنیؔ دون نے سکوں کے میدان میں کچھ بھی کیا ہو، اس میں شبہہ نہیں کہ اوزان اور پیمانوں کی تنظیم میں اس کا بہت نمایاں حصہ ہے، اور اُس نے یونان کو ایک ذی امتیاز ملک بنانے میں بہت کچھ کیا۔[۱]

---

[۱] زمانۂ حال میں سکوں کی ابتدا کی تحقیقات پر متعدد جلدیں وقف کردی گئی ہیں، جن میں سے مفصلۂ ذیل بالتخصیص کارآمد ہیں: ف۔ لینورمان: "سکہ جات قدیم" Fr. Lenormant: La monnaie dans l'antiquite جلد اول، صفحہ ۱۲۵ وغیرہ؛ بارکلے ہیڈ:

باب ۱۷

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں پیلوپونیز کے دو دریائی فاتحوں میں دو مختلف النوع ذہنی تحریکات جاری تھیں۔ اپنے نئے وطن میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - تمہید کتاب بوسکہ جات متقدمین Barclay Head Introduction to the Coins of ancients ؛ پرسی گارڈنر: Percy Gardner: Types of "دیونانی سکوں کے انواع واقسام" "تمہید تاریخی Greek Coins, Historical introduction. متقدمین کے نزدیک ان کی ایجاد کا سہرا یا تو فیڈون کے سر تھا ورنہ لدیہ والوں کے؛ الیفورس کا میلان فیڈون کی طرف معلوم ہوتا ہے (اسٹرابو ۸/۳۷۶) اور بہت سے مورخوں نے اسی کا اتباع کیا ہے؛ لیکن ہیرودوٹس لدیوں کا طرفدار ہے۔ بعض قدیم لدوی سکے دستیاب ہوئے ہیں جو زرد ملکیتو لی سونے یا الکٹرم کے بنے ہوئے ہیں؛ نیز بعض قدیم ائی گینوی سکے بھی ملے ہیں جن پر کچھوے کی شکل بنی ہوئی ہے۔ بلا شبہہ ان میں سے قدیم ترین پر بھی کوئی ایسا نشان نہیں ہے جس کی بنا پر ہم پچاس سال کے اندر کسی تاریخ کا تعین کر سکیں لیکن بہترین اسناد اس پر متفق ہیں کہ یہ ...۔ ق م سے پہلے کے نہیں ہو سکتے۔ اب فیڈون کا زمانہ آٹھویں صدی ق م کا ہے اس لیئے محض ان سکوں سے اس رائے کی تصدیق نہیں ہوتی سکے اسی نے رائج کیے ہوں گے چنانچہ کسی بادشاہ کا تعین کرنے کے لیئے ہمیں محض اس شہر کے نام پر اکتفا کرنا پڑے گا جہاں یہ ابتدا میں رائج ہوئے۔ ممکن ہے کہ فیڈون نے مشرقی اوزان اور پیمانوں کو اپنے ملک میں رواج دیا ہو، اور چونکہ سکوں کی ترویج اس کے بعد ہوئی ہوگی اس لیئے اس کی ایجاد بھی اسی کے سر تھوپ دی گئی ہو۔ اب صرف لدیہ اور یونان کا سوال باقی رہ جاتا ہے، اور اس مسئلے پر جملہ علما کا اتفاق ہے کہ لدیہ ہی بازی لے گیا ہوگا۔ ہیڈ کہتا ہے کہ لدیوں نے سب سے پہلے دھات کے ٹکڑوں پر ٹھپا کر کے ان سے سکوں کا کام لیا، اور جس قوم کو سکوں پر تصاویر کندہ کرنے کا امتیاز حاصل ہے، یا کم از کم جنھوں نے ان پر نام کندہ کرنے شروع کیے وہ ایشیائے کوچک کے یونانی تھے۔ لیکن اس امر کا کہ لدیوں نے ہی سکے کی ایجاد کی اتنا یقین نہیں ہے جتنا بعض سمجھتے ہیں۔ اگر سکہ صرف اس قیمتی دھات کے ٹکڑے کا نام ہے جس پر ایک خاص وزن کے تعین

باب ۹

داخل ہونے کے وقت وہ ایک سیدھی سادی، غیر مہذب، تنومند قوم تھی جسکے افراد کی تعداد مفتوحہ قوم سے کم تھی، اور جب اُس نے اس مفتوحہ ملک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ادراستناد کے طور پر چھپا کر دیا گیا ہو، خواہ اس ٹکڑے کی ہندسی شکل کچھ ہی کیوں نہ ہو، تو ایسے سکّے تو ساتویں صدی ق م کے ابتدا میں قبرس میں بھی موجود تھے، اور کیثوریوم میں جو طلائی چھلے ملے ہیں جن پر ساتویں صدی ق م کے ابتدائی حصّے کے شاہ ایقیانذر کا نام کندہ ہے، وہ غالباً سکوّں کے طور پر ہی استعمال ہوتے ہوں گے؛ ان چھلوں کا وزن ۹۴ء۴ گرین یا ایک مینا ہے (پیرو و شی پی اے Perrot et Chipiez جلد ۳، ۲۸۹ - ہم اس امر سے واقف ہیں کہ مصر میں چھلّے تول کر مبادلے کے لیئے استعمال کیئے جاتے تھے، اور ملک اشوریہ میں سارگون کے محل میں سونے اور چاندی کے جو برتن دستیاب ہوئے ہیں اُن سے اس ملک کے معیار کا پتا چلتا ہے یعنی سونے کے چھلّے کا وزن ۱۷ء۷ گرین اور چاندی کے چھلّے کا وزن ۳۴ء۷ گرین؛ اور اگر سونے اور چاندی کا باہمی تناسب ۱ : ۱۳ رکھا جائے تو سونے کا چھلّا ۵ مینا سے کا ہوا - اس کے بعد یونان میں اس مینا کا نام "یوبیائی معیار" پڑ گیا - جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایقیانذر کے طلائی چھلوں پر تو تاریخ کندہ ہے لیکن لدوی سکوں پر نہیں ہے تو ہمیں یہ فرض کرنے میں مطلق تامل نہیں ہوتا کہ مہر دار طلائی چھلوں کا استعمال ایقیانذر سے پہلے بھی ہوتا تھا، اور ہم بہر حال یہ تسلیم کر سکتے ہیں کہ اگر سکہ انگشتری نما ہو سکتا ہے تو سکہ ایجاد کرنے کا فخر لدیہ والوں کو حاصل نہیں لیکن اگر سکوں کے لیئے دھات کے ٹکڑے ہونا لازمی ہے تو غالباً اس کی ایجاد کا سہرا لدویوں ہی کے سر ہے -

ہم اس حاشیے کو یونان کے معیار سکہ جات کی بابت چند مختصر یادداشتوں پر ختم کرتے ہیں جنمیں سے بعض کا اقتباس کارڈنر Gardner اور بعض کا امہوف Imhoof اور سکس Six کی کتابوں سے کیا گیا ہے - ابتداءً بیشتر حصہ یونان میں ائی گینی معیار رائج تھا جو غالباً فنیقیہ میں مقرر کیا گیا تھا - یوبیائی معیار کی ابتدا بابل سے ہوئی، اور اس کا رواج اول تو ساموس میں ہوا لیکن رفتہ رفتہ اُسے دیگر اقطاع ملک نے بھی اختیار کر لیا، اور سولن نے جو قرضوں کی مقدار میں ۲۷ فی صدی کی کمی کر دی (Seisachtheia) وہ اور ائی گینی معیار کی جگہ یوبیائی معیار کی ترویج تقریباً ایک ہی زمانے کے واقعات ہیں - اسی زمانے کے قریب کورنتھ

باب ۱

بودوباش اختیار کرلی تو اس کے سامنے دو مختلف النوع شاہراہیں کھل گئیں۔ مفتوحہ قوم کی تہذیب و تمدن اُن کی تہذیب سے بہت اعلیٰ و ارفع تھا، اور یہ سوال پیدا ہوا کہ اِن کا تعلق اُس سے کس قسم کا ہوگا۔ اسپارٹیوں نے تو اس تمدن سے مطلقاً کنارہ کیا باوجودیکہ آرگوسیوں اور اُن کے حلیفوں نے اُس کو اپنا لیا، لہٰذا ہم فی الجملہ یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ فاتحوں نے ان مقامات کی تہذیب کو جہاں وہ آکر آباد ہوئے تھے جزوی طور پر اختیار کرلیا تھا۔ اُس وقت تک لقونوی تمدن نے کوئی خاص امتیاز پیدا نہیں کیا تھا اس لیئے اغلب امر یہ ہے کہ فاتحوں پر اس کا اثر ذرا کم ہی پڑا ہوگا، برعکس ازیں دوریانیوں کے عہد سے پیشتر ہی آرگوس یونانی تہذیب و تمدن کا مرکز رہ چکا تھا۔ اگر فیئ دون سے پہلے نہیں تو کم سے کم اسکے عہد حکومت میں، اور خود اُس کی وساطت سے دوریانی آرگوسیوں نے وہی حکمت عملی قائم رکھی جو ان سے پہلے اکائیائی آرگوسیوں کی تھی۔ فیئ دون کا نصب العین یہ تھا کہ جزیرہ نمایہ سیادت حاصل کرے اور اس مقصد کے حصول کے لیئے اُس نے اولمپیائی کھیلوں سے کام نکالا۔ اُس کے تعلقات مشرقی ممالک کے ساتھ نہایت وسیع تھے، اور اس میں آرگوس کی مشرقی نوآبادیوں نے اپنے مادر وطن کی بہت کچھ مدد کی۔ شاید فیئ دون نے اوزان اور پیمانوں کی جو تنظیم کی اس کی اصلی وجہ یہی تعلقات کی وسعت ہو۔ فیئ دون کو تخت آرگوس پر بیٹھنے کا قانونی حق حاصل تھا، لیکن اُس کی یہ خواہش نہ تھی کہ دوریانیوں کے آنے سے پہلے آرگوس کے گزشتہ فرماں رواؤں کی طرح اپنے اختیارات کو

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اور ایتھنز نے بھی یوبیائی معیار ہی کو اپنے یہاں رواج دیا، لیکن سکّے کی اکائی یعنی اِستاتر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اسی طرح اس ابتدائی زمانے میں سسلی نے بھی یوبیائی معیار اختیار کرلیا تھا، لیکن یہ درست نہیں ہے کہ سسلی کے بلدیات نے ایتھنز کا اتباع کرکے اپنے سکّے ویسے ہی ترتیب دیئے یا اٹیکائی پیانے اختیار کیئے۔ بعض کا یہ خیال تھا کہ ایتھنز کا مغربی ممالک پر عہد اولین میں ہی اثر پڑ گیا، اسکی مطلق کوئی سند نہیں ہے، اور حقیقت امر یہ ہے کہ سسلی نے اٹیکائی معیار نہیں بلکہ خود ایتھنز کیطرح یوبیائی معیار کو اختیار کیا تھا۔

باب ۱

محدود کر دے، بلکہ وہ ایشیائی حکمرانوں کی طرح، جن کے ساتھ اس کے تعلقات نہایت دیرینہ تھے، بالکل مطلق العنان ہونا چاہتا تھا، اسی لیئے متقدمین کے نزدیک اُس کی حیثیت بالکل کسی خودسر حاکم کی سی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ پیلوپونیزی دو ریاستوں کے جو دو مختلف النوع مقاصد نظر آتے ہیں ان میں سے ایک کا قائم مقام لیکرگوس اور دوسرے کا فئی دون تھا۔
باوجودیکہ فئی دون کی موت کے بعد کے واقعات کا یقین نہیں کیا جاسکتا،[۱] لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ ملوکیت مسلسل قائم رہی۔ ہمارے پاس بہت سے ایسے آرگوسی بادشاہوں کے نام محفوظ ہیں جو بلا شبہہ فئی دون کے بعد تخت نشین ہوئے ہوں گے، لیکن چونکہ ہم مختلف واقعات کا سنوی تعین مطلق نہیں کر سکتے اس لیئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس ترتیب سے تخت نشین ہوئے ہوں گے۔ بہرحال یہ امر یقینی ہے کہ آرگوس نے فئی دون کے زمانے سے ترقی کی طرف جو قدم بڑھایا تھا وہ پیچھے ہٹنے لگا، اور اُسے اسپارٹا اور دیگر یونانی ریاستوں کے بالمقابل اپنا وقار قائم رکھنے میں بہت کچھ دشواری پیش آئی؛ یعنی ایک طرف توسکیون اور کورنتھ کے خودسروں نے وہاں کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی جس کے باعث جزیرہ نما کے شمالی حصے میں آرگوس کا وقار کم ہوگیا، اور دوسری جانب ائی گینا روز بروز زیادہ آزادی کی طرف مائل نظر آنے لگا۔ ان ریاستوں کو تو آرگوس نے چھوڑ رکھا تھا،

---

[۱] Nic.Dam. جزو ۵۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ فئی دون ایک کورنتھی مہم میں مارا گیا، لیکن میؤلر کا خیال ہے کہ یہ فئی دون خودسر آرگوس نہیں بلکہ وہ کورنتھی مقنن ہے جس کا تذکرہ ارسطاطالیس کی سیاسیات میں آگیا ہے۔ فئی دون کے ورثہ کی بابت زمانہ حال کے مورخوں میں باہمی اختلاف ہے۔ پلاس Plass کے نزدیک اسکے بعد دیموکراتی داس تخت نشین ہوا، لیکن پوسولٹ (لاسکہ دیموان ۸ و ۹) کا خیال ہے کہ اسکے بعد لاسکے داس اور دونکر کی رائے میں ایراتوس سریر آرائے حکومت ہوا۔ واضح ہو کہ یہاں ڈاکٹر ہیرودوٹس ۶، ۱۲۷ کا اتباع کرتا ہے؛

لیکن اسپارٹا کے درمیان حالت جنگ برابر قائم تھی، اور گو انھوں نے ساتویں صدی ق م میں اسپارٹا کو بمقام ہسیہ شکست دے دی لیکن اسکے بعد انھیں کسی لڑائی میں اس قدر نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ [۵]

مفصلۂ ذیل واقعے کی، جسے ہیروڈوٹس نے نقل کیا ہے، ایک خاص نوعیت ہے:۔ چھٹی صدی ق م کے وسط میں تھریا کا ضلع اسپارٹیوں کے ہی قبضے میں تھا؛ آرگوسی اُسے لینے کی غرض سے ہر طرف سے بڑھے اور اُنکی مدافعت کی خاطر دوسری جانب سے اسپارٹیوں نے پیش قدمی کی۔ آخرالامر فریقین میں یہ طے پایا کہ دونوں کی طرف سے تین تین سو سپاہی آگے بڑھ کر لڑیں گے اور جو کچھ اس جنگ کا نتیجہ ہوگا اس پر فریقین قائم رہیں گے۔ اس خوں ریز لڑائی میں صرف تین جنگ جو یعنی ایک اسپارٹی اوتھریاداس اور دو آرگوسی یعنی السکے نور اور خرومیوس زندہ بچے۔ غالباً اوتھریاداس

[۵] اسپارٹا اور آرگوس کے باہمی نقیض کیلئے پیوسانیاس ۳، ۷، ۲ اور ۳، ۲، ۲۔ پلوٹارک: Apoph. Lac: صفحہ ۲۳۱ میں شاہ پولی دوروس کی آرگوسیوں پر ایک فتح کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اسپارٹی اور آرگوسی سرحدی معرکوں کا سنوی تسلسل غیر معین ہے۔ پیوسانیاس (۲، ۲۴، ۷) جنگ ہسیہ کا ذکر کرتا ہے جس کی تاریخ ۶۶۹ ق م فرض کرلی گئی ہے۔ اس نے ۳، ۷، ۵ میں جس لڑائی کا ذکر کیا ہے اسے ڈنکر (۵، ۳۵۴) یہی جنگ ہسیہ سمجھتا ہے، لیکن اس مفروضے میں بہت سی سنوی مشکلات حائل ہیں اور اس کا تیقن نہیں ہوا ہے۔

تین سو کی جنگ ہیروڈوٹس ۱، ۸۲؛ کریسوس کے زوال کے واقعات کی ہمعصر۔ اسٹرابو ۸، ۶، ۱۷؛ پیوسانیاس ۲، ۳۸، ۵۔ مقابلہ کیا جائے، برسیان: جغرافیۂ یونان Bursian:Geogr. V.Gr. ۲، ۶۹۔ اگر اوتھریاداس خودکشی کا مرتکب ہوا تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا یہ فعل بجائے ذی عزت ہونے کے کارآمد زیادہ تھا۔ کول مان: اوتھریاداس Kohlmann:Othryadas;Rh.M. ۱۸۷۴ء جلد ۲۹ صفحہ ۴۶۳ وغیرہ۔

جب پڑا رہا جس سے آرگوسیوں کو اس کی موت کا دھوکا ہوا اور وہ اپنے پڑاؤ کی طرف شادیانے بجاتے ہوئے واپس چلے۔ اب اوتھریاداس نے اٹھ کر آرگوسی مردوں کے ہتھیار اتارے اور انھیں اسپارٹی پڑاؤ میں لے آیا۔ جب آرگوسی اور اسپارٹی واپس آئے تو فریقین نے فتح کا دعویٰ کیا جس پر دونوں میں از سر نو دست بدست لڑائی ہونے لگی اور بالآخر اسپارٹیوں کا ہی بول بالا رہا، اور اُن کا ضلع تھریا پر قبضہ ہوگیا۔ لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ آرگوس نہ تو اپنے حقوق سے دست بردار ہونے کے لیے آمادہ تھا نہ اسپارٹی فتح کو ہی تسلیم کرتا تھا، لہٰذا وہاں کے باشندوں نے یہ تصفیہ کیا کہ تھریا کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے جس وقت تک یہ ضلع فتح نہ ہو جائے اُس وقت تک آرگوسی مرد اپنے بال نہ کٹوایا کریں اور عورتیں زیورات پہننے سے باز رہیں ۔

اسپارٹا اور آرگوس کے علاوہ دیگر پیلوپونیزی اضلاع کی ابتدا میں کچھ وقعت نہ تھی۔ کورنتھ کو جو کچھ بھی رتبہ حاصل تھا وہ سب اس کی تجارت کی بدولت تھا۔ اس کے علاوہ بعض ریاستوں نے اپنے خودسر حکمرانوں کی ماتحتی میں جو کارنامے نمایاں انجام دیئے اُن کا بیان متعاقب کیا جائیگا۔ جزیرہ نمائے پیلوپونیز کا جغرافی مرکز آرکیڈیا ہے، اور یہ ایک ایسا ملک ہے جس کو مختلف پہاڑوں کے زنجیرے بیچ میں سے کاٹتے ہوئے دیگر حصص پیلوپونیز سے جدا کرتے ہیں۔ شمالی اور مشرقی ہمسایہ ممالک سے اس ملک کی صرف چند دروں کے ذریعے سے آمد و رفت ممکن ہے۔ جزیرہ نمائے پیلوپونیز کے اقطاع سے جو راستہ ہے وہ نہایت ڈھلواں اور دشوار گزار ہے اور صرف ایک راستہ نسبتاً صاف ہے یعنی وہ جو بحر ایونیہ سے دریائے الفیوس کی وادی میں ہو کر گزرتا ہے[1]۔ واضح ہو کہ دوریائی حملۂ پیلوپونیز کے وقت آرکیڈیا کامل طور پر

[1] آرکیڈیا کے لیے شواب، "آرکیڈیا" شٹٹگارٹ Schwab: Arkadien; Stuttg. 1852 ۔ برسیان: جغرافیۂ یونان ۲، ۱۸۲ وغیرہ، بُوسولٹ پر

باب ۱۰

فتح نہ ہو سکا تھا، اس لیئے کہ جب ملک کے فاتحوں نے زرخیز وادیوں اور خلیجی سواحل پر قبضہ کرلیا تو پھر پہاڑی علاقوں میں انھیں کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو اُن کے لیئے باعث کشش ہو۔ اس کے علاوہ چونکہ آرکیڈیا میں پہاڑی اقوام کی جملہ صفات مثلاً ہمت، مردانگی اور جنگجوئی موجود تھی اسلیئے دوریانیوں نے اُن کو انھیں کے حال پر چھوڑ دینا مناسب سمجھا یہ بھی یاد رکھنا چاہئے آرکیڈی مملکت فردی نہ تھی بلکہ اُس کا ہرایک پرگنہ آزاد تھا؛ بعض پرگنے تو ایسے تھے جن میں صرف گاؤں ہی گاؤں تھے اور کوئی قصبہ ایسا نہ تھا جسے ملک کا حقیقی مرکز کہا جا سکے۔ یہ بات نہایت عجیب وغریب ہے کہ جملہ آرکیڈی شہر اونچے اونچے پہاڑوں کے قریب میں واقع تھے؛ اگر شمال کی جانب سے ان کا شمار کیا جائے تو جنوب ومشرق کی طرف مفصلۂ ذیل شہر تھے: تیسوفس، کلٹی تور، فے نیوس، ستیم فالوس، اورخومینوس، مین تی نیا اورتگیہ؛ وسطی اور جنوبی آرکیڈیا میں میگالو پولس کی مستعمری تک کوئی اور شہر نہ تھا لیکن دریائے الفیوس کے جنوب میں، یعنی ملک کے جنوب ومشرقی جانب بعض مقامات ایسے تھے جن کی وقعت آرکیڈی افسانوں میں بہت کچھ پائی جاتی ہے مثلاً لیکوسورا جسے آرکیڈیا کا قدیم ترین بلدیہ شمار کیا جاتا تھا، اور تراپی زوس جس کا ذکر تاریخ مسینیہ کے ضمن میں آچکا ہے۔ بلاشبہ تاریخ آرکیڈیا میں ایسے واقعات ضرور پیش آئے ہوں گے جن سے ہم واقف نہیں ہیں۔ عام طور پر اس کے شہروں کی بنیاد نسبتاً زمانۂ قریب میں پڑی ہوگی۔ مثلاً مین تی نیہ کی بابت کہا جاتا ہے کہ اُسے دراصل آرگوسیوں نے شاید اسپارٹا کا مدمقابل بنانے کے لیئے پانچ گاؤں ملاکر آباد کیا تھا؛ اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ وثنیاتی زمانے میں الیوس ولد الفئی داس نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ "لکدیمونی قوم" Busolt: DieLake-de-monier (۱۱ وغیرہ)۔ واضح ہو کہ بوسولٹ نے آرکیڈیا کی ابتدائی تاریخ کی بابت جو نظریئے قائم کیئے ہیں ان پر نیز سے Niese نے استدلالی اعتراضات کیئے ہیں؛

باب ۱

مختلف پرگنوں کو یکجا کر کے تگیہ آباد کیا تھا، اور اس اتحاد کی نشانی "اکھینے الیا"
کا بت خانہ بیان کیا جاتا ہے[۵]۔ آرکیڈی ہمیشہ اپنے قدیم آبائی رسم و رواج
اور حب موسیقی کی وجہ سے ممتاز تھے اور وہ اپنی جنگجویانہ عادات کا مظاہرہ
سوئیزرستانیوں کی طرح دیگر ممالک کی فوج میں بھرتی ہو کر نہایت شوق سے
کرتے تھے۔ سوئیزرستانیوں کی طرح آرکیڈیا میں بھی ابتدا ہی سے ہر ایک
ضلع میں اتحاد کے جراثیم موجود تھے، لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اوائل تاریخ
میں اس اتحاد کی شکل کیسی ہوگی۔ تاریخ میں آرکیڈی بادشاہوں کا ذکر سننے
میں آتا ہے لیکن یہ امر صاف طور پر عیاں نہیں ہے کہ آیا تمام ملک اُن کے
دست نگر تھا یا نہیں اور جنگ لیوکٹرا سے پہلے اصول وفاقیت کی تلاش
بے سود ہے۔

آرکیڈیا کی مخصوص سیاسی حالت کی وجہ سے اسپارٹا جیسے ملک کو
اُس پر تسلط حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی؛ اس کے علاوہ اسپارٹا کا
آرکیڈی معاملات میں مداخلت کرنے کا ایک اور سبب بھی تھا، وہ یہ کہ
بالائی وادی یوروتاس سے اولمپیا کو جو راستہ سب سے آسان گزرتا تھا
وہ اسی ملک میں ہو کر گزرتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لیکرگوس کے ایک
رشتہ دار خاری لاؤس نے ہی یوروتاس اور الفیوس کی درمیانی
اراضی پر جسے آئی گیس کہتے تھے، قبضہ کر کے خاص تگیہ پر حملہ کر دیا۔
ہم اس سے پیشتر بتا چکے ہیں کہ اس نوع کے بیانات نہایت مشتبہ ہیں تیسویں
اولمپیاد میں اسپارٹی مسینیہ پر قابض ہو چکے تھے، اس لیئے وہ ضرور آرکیڈیا
کے مغربی حصے پر بھی دانت لگا سکتے تھے اور اب انھوں نے اس کے

۵ شہر من تی نیا کی آبادی انسٹرابو ۸، ۳۳۷، بر سیان ۲، ۲۰۹ کا خیال ہے کہ یہ اسکے
مختلف گاؤں کا باہمی اتحاد پانچویں صدی ق م میں قطعی طور پر عمل میں آیا ہوگا، لیکن بوسولٹ
اسکی بابت اس قدر وثوق سے کوئی رائے قائم نہیں کرتا ("لاکے ڈیمونیان" Busolt: Lak
صفحہ ۱۲۵)، اور اسی کی رائے مجھے زیادہ صائب معلوم ہوتی ہے۔ تگیہ کی ابتدا، پوسانیاس ۸، ۴۵، ۱۔

باب ۱۷

اقصائے جنوب و مغربی گوشے میں مداخلت کر کے فگالیا پر قبضہ کر لیا؛ لیکن انھیں اس مہم میں کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ اورس تھیزیوں نے آرکیڈی قبیلے نے انھیں شکست دیدی [۵۸] دوسری جنگ مسینیہ میں چند قبیلوں نے ارسطقراطیس شاہ اورخومینوس کی ماتحتی میں مسینیوں کی مدد کی تھی۔
جس طرح دریائے یورو تاس کے بالائی حصے کے متوازی وادی الفیوس کو ایک راستہ نکلتا ہے بعینہ اسی طرح یوروتاس کے معاون اوئے نوس کے ذریعے سے انسان میدان تگیہ میں پہنچ جاتا ہے؛ اس ضلع میں اسپارٹیوں نے آرکیڈیوں سے وہ تمام ملک چھین لیا جو پہاڑوں کے جنوبی نشیب پر واقع ہونے کے باعث جغرافی اعتبار سے وادیٔ یوروتاس کا ہی ایک حصہ بن گیا ہے اور جس کے مشرقی حصے کو کاریائے اور مغربی حصے کو سکی ریتس کہتے ہیں۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد انھیں اپنا قدم اور آگے بڑھانے کا موقع مل گیا۔ لیون اور ہیگیسکلیس کے عہد حکومت میں انھوں نے دلیفی کی کاہنہ سے دریافت کیا کہ آیا یہ ممکن ہے یا نہیں کہ وہ تمام ملک آرکیڈیا پر قبضہ کرلیں؛ اس کا انھیں نفی میں جواب ملا؛ لیکن ساتھ ہی جو الفاظ معبود دلیفی نے استعمال کئے اُن سے اُنھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ممکن ہے کہ وہ شہر تگیہ پر قبضہ کر سکیں؛ اور اُن کے دل اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ جب وہ تگیہ فتح کرنے کے لیئے نکلے تو وہاں کے باشندوں کو گرفتار کرنے کی غرض سے زنجیریں بھی اپنے ساتھ لیتے گئے۔ لیکن اس مہم کا نتیجہ کچھ اور ہی نکلا، یعنی خود اُنھیں کو ناکامی ہوئی اور بجائے اس کے کہ

[۵۸] آرکیڈیا میں اسپارٹی جہات، پوسانیاس ۳، ۲، ۶؛ ۳، ۷، ۳؛ ۸، ۴۸، ۳؛ ۸، ۳۹، ۲۔ شہر اورخومینوس سے مسینی سرحد تک جو فاصلہ ہے اس سے یہ استدلال لازم نہیں آتا کہ دوسری جنگ مسینیہ میں تمام آرکیڈیا نے حصہ لیا ہوگا، لیکن کم از کم وہ قبیلے جو اُس سرحد کے قریب رہتے تھے وہ ضرور اس میں شامل ہوئے ہوں گے۔ ارسطقراطیس اور اُس کا بیٹا ارسطودیموس ''تقریباً تمام آرکیڈیا'' پر حکومت کرتے تھے (d1og: L.I,94)؛

باب ۱۷

وہ تگیائیوں کو گرفتار کریں، خود انھیں کی زنجیروں میں جکڑ کر انھیں تگیائیوں نے اپنی اراضی پر کام کرنے کو مجبور کیا۔ اس کے بعد اسکندریداس اور ارسطون کے عہد حکومت میں اسپارٹیوں کی قسمت جاگ اٹھی، اور جب انھوں نے ڈلفی سے استمزاج کیا تو انھیں یہ ہدایت ہوئی کہ اورس تیس کی ہڈیاں، جو تگیہ میں اس مقام پر ملیں گی "جہاں ہوا کے تیز جھونکے چلتے ہوں اور جہاں سیدھی الٹی ضربیں گونجتی ہوں"، فوراً وہاں سے ہٹالی جائیں۔ اب ہوا یہ کہ جب ایک مرتبہ تگیہ اور اسپارٹا میں التوائے جنگ ہوئی تو ایک سربرآوردہ اسپارٹی مسمی لیخاس نے تگیہ کے ایک لہار کی زبانی یہ سنا کہ اُسے اپنے کھیت میں ایک تابوت دستیاب ہوا جو تقریباً نو گز طویل ہے۔ لیخاس یہ سنتے ہی تاڑ گیا کہ ہو نہ ہو یہ وہی تابوت ہے اس لیے کہ لہار کے اوزاروں میں سے وہی آواز نکلتی ہے جس کا ذکر ہدایت الہامی میں تھا، چنانچہ اُس نے فوراً کھیت پر قبضہ کیا اور تابوت کو اپنے ساتھ اسپارٹا لے آیا۔ اس کے بعد ظاہر ہے کہ تگیہ کو اسپارٹا کے ہاتھوں زک پر زک پہنچنے لگی، اور تگیہ مغلوب تو نہ ہو سکا لیکن اسپارٹیوں نے اُسے اپنے ساتھ ایسا محالفہ کرنے پر مجبور کیا جس کی رو سے تگیائی ہمیشہ کے لیے اسپارٹا کے نہایت وفادار حلیف بن گئے۔ انھیں ہمیشہ میدان جنگ میں اسپارٹی فوج کے میسرے پر رہنے کی اجازت ملتی تھی اور وہ اس اعزاز پر فخر کیا کرتے تھے۔ تگیائیوں کی طرح دیگر آرکیڈیوں نے بھی اسپارٹا کے ساتھ باہم محالفہ کر لیا[۵۹]۔

اب اسپارٹا کے ان تعلقات کا، جو نشیبی الفیوس کے بلدیات کے ساتھ تھے، تذکرہ کرنا باقی ہے۔ یہاں پیزائیوں کے علاقے میں (جس کا غالباً کوئی خاص مرکز نہ تھا) ایک مقام پر اولمپیا کا میلا منعقد ہوا کرتا تھا۔ اس میلے کا تفصیل وار ذکر تو متعاقب کیا جائے گا، جہاں تک اس کی

---

۵۹ اسپارٹا، تگیہ، اورس تیس کا قصہ ہیروڈوٹس ا، $\frac{۶۶}{۶۷}$ میں مذکور ہے۔

باب ۱

ابتدا کا تعلق ہے ہمیں کوئی معلومات حاصل نہیں۔ ہم سے یہ ضرور کہا گیا ہے کہ لیکرگوس اور ایفی توس ساکن ایلیس میں یہ قرار داد ہوئی تھی کہ اس میلے کے انعقاد کو ایک خاص معاہدے کے ذریعے سے محفوظ کر دیا جائے اور ایلیس کی اراضی ہمیشہ مامون و مصئون رہے۔ یہ آخری قرار داد ناقابل یقین معلوم ہوتی ہے، لیکن ساتھ ہی اغلب امر یہ ہے کہ نویں صدی ق م میں ایلسیوں نے پیزائیوں پر اپنا اثر ضرور قائم کر لیا ہوگا۔ اولمپیا کے ہیرائیوم میں ایک تختی پر ایک نہایت قدیم نوشتہ تھا جس سے یہ استدلال کیا جاتا تھا کہ لیکرگوس (یعنی اسپارٹیوں) نے کسی زمانے میں ایلیسی معاملات میں مداخلت کی ہوگی، لیکن چونکہ اس تختی کی قدامت کی بابت کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی اس لیئے لیکرگوس (یعنی اسپارٹیوں) کی مداخلت کا قصہ بھی ازبس مشتبہ ہے۔ بایں ہمہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آٹھویں صدی ق م میں اسپارٹیوں اور ایلسیوں کے باہمی تعلقات دوستانہ ہو گئے اور اسپارٹی موخر الذکر کو اولمپیائی کھیلوں کے سربراہ کار سمجھتے ہوں گے۔ اب پیزائی اپنے فطری حقوق طلب کرنے کے لیئے کسی موقع کی تاک میں بیٹھے تھے اور انھیں یہ موقع فئی دون کے عہد میں ہاتھ لگ گیا لیکن ان کی کامیابی محض چند روزہ تھی۔ ایلسیوں کو میلے کی صدارت نویں اولمپیاد جیسے قدیم زمانے میں ملی تھی؛ چونتیسویں اولمپیاد یعنی ۶۴۴ ق م میں پیزائی اپنا اقتدار از سر نو قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پنتالیوں کی سرکردگی میں جو بالآخر میلے کا صدر بنایا گیا، انھوں نے مسینیوں کو مدد دی۔ اس معاہدے میں مسینیوں کی شکست کے ساتھ ہی پیزائیوں کو بھی نیچا دیکھنا پڑا۔ اڑتالیسویں اولمپیاد میں پنتالیون کے بیٹے ڈیموفون نے پھر آزادی کی کوشش کی، لیکن ایلسی فوراً پیزا پر چڑھ دوڑے اور بغاوت کو فرو کر دیا۔ اس کے بعد ہم خاص طور پر ڈیموفون کے بھائی پرھوس کی بغاوت، دلیس یونتیوم کی پیزائی ضلع میں مداخلت اور سکلی لوس اور اکس توس کی ضلع تری فالیا میں دست اندازی کے حالات پڑھتے ہیں۔

باب ۱۵

لیکن اس موقع پر بھی پیزائیوں کو ہی شکست ملی اور دیس یونیتیوم کے بیشتر باشندے اپی دامنوس اور اپولونیا بھاگ گئے جس سے ماکس توس اور سکی لوس کا ملک الیسیوں کے ہاتھ آیا۔ ان تمام اضلاع میں صرف لیپریوم ہی ایسا تھا جسے تھوڑی بہت آزادی حاصل رہی[10]

پیلوپونیزی ریاستوں میں صرف شمالی علاقے کا ذکر باقی ہے، لیکن ان میں سے بحیثیت ایک ملک کے اکائیہ کا تاریخ یونان میں کوئی رتبہ نہیں ہے۔ یہ قوم سمندر اور پہاڑوں کے درمیانی علاقے میں سکونت پذیر تھی، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیدا کرنے میں کارساز فطرت کا مقتضا ہی یہ تھا کہ وہ ان اقوام کی طرف مطلق التفات نہ کر سکے جو پہاڑوں کے اس پار رہتی تھیں؛ بلکہ باد موافق چلنے پر صرف ان ساحلوں کی طرف اپنی کشتی حیات کا بادبان موڑ دے جہاں اُسے اس مقام سے بہتر اپنی کارگزاری کا موقع ملتا ہو۔ پولی بیوس کا بیان ہے کہ ابتدا میں اس قوم پر بادشاہ حکمران تھے جنمیں سے پہلے کا نام تِسامینوس اور آخری کا نام گی گیس تھا[11] اس کے بعد کسی زمانے میں

[10] اسپارٹا، اولمپیا، پیزائیوں اور الیسیوں کے باہمی تعلقات کیلئے دیکھو اکرٹیوس کا مضمون "اسپارٹا و اولمپیا" E.Curtius:Sparta and Olympia رسالہ ہرمیس Hermes ۱۴، ۱۳۹ وغیرہ، اور گ، بوسولٹ "تحقیقات تاریخ یونان" G. Busolt: Forschungen zur griechischen Geschichte جلد ۱، اور اُس کی کتاب "لکدمونیان" Lake daemonier جلد ۱۔ پیزائیوں کے کارنامۂ نمایاں کا ذکر پیوسانیاس ۶، ۲۲، ۲ میں آتا ہے۔ مقابلہ کرو استرابو ۸، ۳۵۵، پولوس افریقی کا اقتباس، یوسے بیوس کے وقائع جلد ۱ صفحہ ۱۹۸ میں دیا ہوا ہے، لیکن شینو نے Schoene اس سے اختلاف کرتا ہے۔ نیز مقابلہ کرو اُنگر Unger کا مضمون رسالہ فلولوگوس جلد ۲۸ سنہ ۱۸۶۹ میں۔

[11] پولی بیوس ۲، ۴۱، اس کے افسانوں سے پتا چلتا ہے کہ تسامینوس اکائیہ زندہ نہیں آیا اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ معلوم کرتے ہیں کہ علاوہ پولی بیوس کے کوئی اور مورخ گی گیس کی بابت

باب ۱۷

جس کا تعین نہیں کیا جا سکتا، ہر ایک بلدیہ بجائے خود بالکل آزاد ہو گیا، اور یہ قاعدہ مقرر ہو گیا کہ اگر کوئی معاملہ ایسا ہو جس کا متعدد بلدیوں سے تعلق ہو تو اُس پر ائی گیوم والے زیوس اماریوس کے بت خانے میں مباحثہ ہو کر تصفیہ ہوا کرے۔ اکائیہ میں بارہ شہر تھے: یعنی ساحل پر مغرب سے مشرق کی طرف اوے نوس، پاترائے، ائی گیوم، ہیلکے، آئی گائے اور آئی گیرا؛ ساحل کے قریب دیمے، رھی پیس، تورا اور پیلینے؛ اور ساحل سے کچھ فاصلے پر فارائے اور تری تائیا۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اکائیوں نے یونان کے لیے بہت کچھ کیا۔ لیکن ان کا امید افزا عمل پیلوپونیز کے بجائے ان نوآبادیوں میں تھا جو انھوں نے نشیبی اٹلی میں قائم کی تھیں۔

اب صرف ان ریاستوں کا ذکر باقی ہے جو اکائیہ سے مشرق کی طرف واقع تھیں اور جن میں سے تین خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں یعنی سکیون، کورنتھ اور میگارا؛ ان کا بیان اس وقت کیا جائیگا جب ہمارا سلسلۂ کلام اُس زمانے کے حالات تک پہنچ جائے گا جبکہ خودسر

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالتا، و نیز یہ دیکھتے ہیں کہ (استرابو ۴۸ کا اتباع کرتے ہوئے) چونکہ اس کا نام زائد از ضرورت لدوی الاصل معلوم ہوتا ہے اس وجہ سے "گی گیس" کی جگہ بعض مورخ "اوگی گیس" پڑھتے ہیں اور اس "اوگی گیس" کی بابت بھی ہمیں مطلق کوئی معلومات نہیں، تو پھر ہم کو اس حصۂ تاریخ یونان کا ماخذ پولی بیوس ہی کیوں نہ ہو؟ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس دور کی دیگر روایات کی طرح یہ حصہ بھی نہایت مشتبہ ہے۔ ہیروڈوٹس (۱، ۱۴۵) بارہ شہروں کے نام شمار کرتا ہے۔ اماریوس کے لیے (جیسے اکثر ہوماریوس کے نام سے پکارا جاتا ہے) فوکارٹ کا مضمون "جریدۂ آثاریات" Foucart: Rev. Arch. ۱۸۷۶ء صفحہ ۹۶ دیکھا جائے۔

حکمرانوں کے ماتحت ان ممالک کو انتہائی عروج حاصل ہو گیا ؛

قبل اس کے کہ ہم اس عہد کے واقعات سمجھائیں ہم یونان کے اُس حصے کا ذکر کریں گے جہاں دوریائی قوم آباد نہ تھی، اور ان ادارات کا بھی جستہ جستہ بیان کریں گے جو یونانی قوم کے اتحاد کا باعث ہوئے ؛

باب سیزدہم

شمالی یونانی مملکتیں، خصوصاً تھسلی اور بیوتیہ؛

ہسیود

ہمارا یہ ارادہ نہیں ہے کہ یہاں ان ممالک کا بیان کریں جو تھسلی کے شمال میں واقع تھے اس لئے کہ زمانۂ مابعد تک وہ تاریخ یونان کے لیے کچھ زیادہ اہم ثابت نہیں ہوئے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ بعید زمانے میں بھی ان کے باشندے بربریت لیے ہوئے ہوں گے اسلیئے کہ ان کے قدیم سکوں پر، جو ہم تک پہنچے ہیں، یونانی حروف کندہ ہیں۔ یہ سکے صرف مقدونیہ کے ہی نہیں بلکہ تھریسی قبیلوں مثلاً بسالتائے ایدونیس اور سکی ای کے بھی ہیں، اور موخر الذکر قبیلے کا تو نام تک اس پر کندہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان سب کا یہ خیال تھا کہ انہیں اور یونانیوں میں کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہوگا۔ ظاہر ہے کہ منجملہ دیگر اثرات کے ان اقوام پر ساحلی یونانی بلدیات کا بھی اثر پڑا ہوگا۔ بہرنہج اس عہد میں جس کا اس وقت ذکر کیا جارہا ہے، شمالی ممالک میں سے صرف تھسلی ہی کو تھوڑی بہت وقعت حاصل تھی:

فی الجملہ تھسلی کو دریائے پے نیوس کی وادی کہنا بیجا نہ ہوگا اس لیئے کہ یہ دریا خوبصورت اور تنگ وادی تمپے میں ہوکر سمندر کی جانب بہتا ہے اور اس کی وجہ سے تمام ملک گویا ایک عظیم الشان طاس بن گیا ہے جس کا نکاس صرف ایک طرف کو ہے اور جس کے ہر چہار طرف

باب ۱

نہایت بلند دیواریں حائل ہیں۔ چونکہ بعض زنجیرے اس میں ہو کر بھی گزرتے ہیں اس لیئے یہ ملک متعدد قدرتی حصوں میں منقسم ہو گیا ہے۔ اس کے مغرب میں کوہ پنِدوس، اور مشرق میں اولمپوس، اوسا اور پے لیون پہاڑ واقع ہیں اور ایک تیسرا زنجیرہ جس کو دریائے پے نیوس کاٹتا ہے اسی دریا کے متوازی شمال سے جنوب کی طرف کو جاتا ہے؛ لیکن یہ اس قدر بلند نہیں ہے جتنے مشرقی اور مغربی زنجیرے۔ اس کے مغرب میں بالائی تھسالوی میدان ہے جس کے دو حصے ہیں؛ شمالی حصے کو تو دریائے پے نیوس سیراب کرتا ہے اور جنوبی حصے میں ہو کر اس کے بڑے بڑے معاون دریا بہتے ہیں جن میں سب سے ممتاز ایپی دیوس ہے۔ ابتدائی زمانے سے ہی تھسلی کے چار حصے سمجھے جاتے تھے یعنی ہستیا ئیوس، تھسالیوتِس، پیلاسگیوتِس اور فتیوتِس، جن میں زمانۂ مابعد میں ایک اور حصے یعنی مگنیتی ملک کا اضافہ ہوا۔ منجملہ ان کے ہستیائیوتِس اور ہمسایہ پہاڑوں سے تو دریائے پے نیوس نکلتا ہے، تھسالیوتِس ایپی دیوس اور دوسرے دریاؤں کا ضلع ہے جو جنوب سے نکل کر دریائے پے نیوس میں کو بہتے ہیں، فتیوتِس میں پہاڑی علاقہ (اوتھریس) اور تھسالیوتِس کے جنوبی ساحلی علاقے شامل ہیں؛ اور پیلاسگیوتِس میں نشیبی پے نیوس کے میدان میں پائے جاتے ہیں جو وسطی زنجیرے کے مشرق میں واقع ہیں اور بوے بائس جھیل کی چاروں طرف کا علاقہ بھی اسی میں شامل ہے۔ رہی مگنیتی قوم سو وہ پے لیون اور اوسا کے علاقے میں رہتی تھی۔ ہستیائیوتِس کے اہم ترین مقامات گومفے، اتھومے، تریکا تھے (جن میں سے موخر الذکر میں اسکلےپیوس کا بیت خانہ واقع تھا)؛ اسی طرح تھسالیوتِس کے بڑے بڑے شہر آرنے (کئے ریوم) اور فارسالوس، اور پیلاسگیوتِس کے لارِسا کرانون، فے رائے اور پگاسائے ہیں۔ واضح ہو کہ فتیوتِس اور مگنیتستان میں کوئی باوقعت شہر نہ تھا۔

تھسلی کی ابتدائی تاریخ کی بابت ہمیں بہت ہی کم واقفیت ہے۔

باب ۸

ظاہر ہے کہ اس قوم کے ایوآلایا کا نام "تھسالوس" ہی بیان کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد الیوآس تخت پر بیٹھا۔ اس کی یہ خواہش تھی کہ اس کا ایک بیٹا پرھوس محروم الارث قرار دیا جائے اور جانشین کے انتخاب کا کام فتشیہ کے سپرد کیا گیا۔ چونکہ الیوآس پرھوس کو انتخاب کا موقع ہی نہیں دینا چاہتا تھا اس لیے اس نے اس نام کا کوئی پرچہ قرعے کے کلسے میں نہیں ڈالا، لیکن الیوآس کے بھائی نے پرھوس کے نام کا پرچہ ڈال دیا اور فتشیہ نے اسی کو نکال کر اسے الیوآس کا وارث قرار دیا۔ یہ امر نہایت درجہ مشتبہ ہے کہ آیا جس مرکزی حکومت کا تذکرہ اس قصے میں مضمر ہے ویسی حکومت کبھی تھسلی میں تھی بھی یا نہیں، اس لیے کہ تاریخی زمانے میں ہم یہاں چند اعیانی حکومتوں سے دوچار ہوتے ہیں جن کے ذی اقتدار طبقے سب کے سب ہم نسل تھے، اور جب کبھی کوئی جنگ یا کوئی اور قومی ضرورت پیش آتی تو اس کی صدارت ایک عہدہ دار مسمی تاگوس کے سپرد کر دی جاتی تھی۔ ہمیں علم ہے کہ سنہ ۰۰ ق م تک یہ عہدہ دار صرف خاندان الیوآداے میں سے منتخب ہوتا تھا اور یہ وہ خاندان تھا جو تھسلی کے اہم ترین شہروں یعنی فارسالوس اور لارسا میں ذی اقتدار تھا[1]۔

---

[1] الیوآس وغیرہ کے لیے Plut.de am Frat. دیکھو الیوآسیوں پر وسٹرمان کا نہایت بسیط مضمون جو پاؤلی کے مجموعے جلد ۱، ۱ (۲) میں چھپا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ الیوآسیوں نے تمام تھسلی پر کسی زمانے میں حکومت کی تھی، اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ مابعد میں اس خاندان کے بعض افراد کے حوصلے اور آرزوئیں شاید بڑھی ہوئی ہونگی۔

بعض مخصوص حالات کے لیے ارسطاطالیس: "سیاسیات"، ۲، ۶، ۲؛ ۷، ۱۱، ۲؛ طوسی دیدش ۲، ۱۰۱؛ ۴، ۷۸؛ زینوفون: "ہیلے نیکا" ۶، ۱۸؛ پولی بیوس ۱۸، ۳۰؛ اشتر ابو ۴۳۰۔

فیتوتس کے رتبے کیلئے ہیروڈوٹس ۷، ۱۷۳، ۱۹۶، ۱۹۸؛ زینوفون: "ہیلے نیکا" ۶، ۱، ۹۔

کثیر التعداد سواروں کیلئے زینوفون: "ہیلے نیکا" ۶، ۱، ۷۔

باب ۵

تھسالویوں نے ملک کے بیشتر حصے کو آپس میں تقسیم کر کے ان مفتوح
اقوام کو جو ملک میں رہ گئے تھے، غلام بنا لیا؛ انھیں پینیستائے کہتے تھے اور
اُن کی حیثیت وہی تھی جو لکدمونی ہیلوتوں کی تھی۔ انھوں نے اپنی آزادی کو از سرِ نو
حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ یہ کوشش
سب سے پہلے اُس وقت کی گئی جب تھسالوی فیتوتس سے اکائیائیوں
مگنیتیس اور پریتھے بی سے لڑ رہے تھے، اور آخر کار فریقین میں
گفت و شنید کی شکل نکل آئی جس کی رو سے انھیں پینیستائے نہیں
بنایا گیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فیتوتی، مگنیتیس اور پریتھے بی تینوں قبیلے
انجمن ہمسائگاں ("امفکٹ تیونی لیگ") کے رکن تھے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ انھیں تھوڑی بہت آزادی ضرور حاصل ہوگی۔ تھسالویوں نے پہاڑی
علاقہ ملک کے اصلی باشندوں کے لیے چھوڑ کر زرخیز میدان اپنے لیے مخصوص
کر لیا جہاں انھوں نے گھوڑوں کی پرورش اور اُن کی افزائش نسل کے ذریعے
سے بہت کچھ مال پیدا کر لیا۔ تھسلی کے اعیان و کبار کی بہادری اور خاطر مدارات
ضرب المثل تھیں، اور موقع آنے پر وہ سیکڑوں سواروں کو لیکر خود میدان جنگ
میں کود پڑنے سے گریز نہ کرتے تھے۔ لیکن محاسن کے ساتھ ان میں امرا کے
مثالب بھی موجود تھے اور وہ شراب خواری، قماربازی اور باہمی خانہ جنگی کی وجہ
بھی شہرۂ آفاق تھے۔ غرض یہ کہ اُن کی زندگی یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ کے امراء
اعیان کی زندگی کے مماثل تھی۔

تھسلی سے وسطی یونان کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے ہمیں پہلے تو وہ قومیں
ملیں گی جنھوں نے تھسالویوں سے محالفہ کر لیا تھا، یعنی کوہ پیندوس کے
جنوبی ڈھال اور اوتھریس کی مغربی سمت میں دولوپی جو تھسلی اور
اپیائروس کے درمیان میں حائل تھے؛ اینیانی یا انیانی جن کا مستقر
ہیپاتا تھا اور جو دریائے سپرخوس کی وادی میں کوہ اوتھریس اور
کوہ ایتا کے درمیانی علاقے میں رہتے تھے؛ اور مالیسی جو دریائے سپرخوس
کے دہانے اور ایتا کے مشرقی نشیب پر درۂ تھرموپلی سے چاروں طرف

باب ۱

آباد تھے۔ ان میں سے کسی قبیلے کی بہت زیادہ اہمیت نہ تھی اور یہی اُن قوموں کی حالت تھی جنھیں لوکرسی کہتے تھے اور جو کوہ اتیا کے جنوب کی طرف اندرون ملک میں اور خلیج مالس سے آبنائے یوبیہ کے شمالی حصے تک ساحل یونان پر آباد تھے۔ ان لوکرسیوں کی دو شاخیں تھیں؛ ایک تو وہ جن کا نام کینمس پہاڑ کی وجہ سے ایپکینمیسیدی پڑ گیا تھا، اور دوسرے وہ جو شہر اُوپس کی وجہ سے اُوپنتی ای کہلائے جاتے تھے۔ واضح ہو کہ ان دونوں علاقوں کے درمیان فوکس کی وہ اراضی حائل تھی جس میں بندرگاہ دافنوس واقع تھا، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملک فوکس ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک یعنی آبنائے یوبیہ سے خلیج کورنتھ تک برابر چلا گیا تھا؛ اس کے جنوبی حصے میں کوہ پارناسوس اور دلیفی کا ضلع شامل تھا، لیکن موخر الذکر ضلع کی سیاسی تنظیم اس سے جداگانہ تھی، اور خود فوکس بھی ایسی متعدد جمہوریتوں میں منقسم تھا جن کا مرکز فوکیئوم، دولس اور پانوپیس کے مغرب میں دلیفی کی سڑک پر واقع تھا۔ اس قطعے کا بہترین حصہ وادی کیفی سوس تھا جس میں فوکس کے مشہور ترین شہر پھیلے ہوئے تھے؛ اور چونکہ اُن سے چل کر شہر ایلاتیا میں ہو کر وہ سڑک گزرتی تھی جو تھسلی کو وسطی یونان سے ملاتی تھی اسلیے اس شہر کی ایک خاص حیثیت تھی۔ وادی کیفی سوس کے بالائی حصے میں ملک دورس واقع تھا جو نہ بڑا تھا اور نہ اس قدر زرخیز، بلکہ محض فاتحان پیلوپونیز کا جنم بھوم ہونے کی وجہ سے وہ نہایت باوقعت شمار کیا جاتا تھا۔ قدیم زمانے میں اس حصۂ ملک پر دریوپیوں کی عملداری تھی، لیکن جب دوریانیوں نے اس پر حملہ کیا تو انھوں نے اُسے خیرباد کہہ کر یوبیہ میں ستیرا اور کاریستوس، جزیرۂ کتنیتھوس اور آرگولس میں ہرمیونے اور اسینے پر قبضہ کر لیا۔ اگر ہم نقشہ اپنے سامنے رکھ کر ان مقامات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ دریوپی خلیج مالس سے چل کر اقلیمی اراضی کو چھوڑتے ہوئے برِاعظم کے بالکل کونوں پر اور جزائر میں جا کر آباد ہو گئے۔ دورس کے جنوب میں

باب ۸

ادزولی لوکریوں کا ملک پڑتا ہے جو شمال کی جانب نہایت تنگ ہے لیکن جنوب کی طرف ذرا وسیع ہو کر خلیج کورنتھ کے کنارے کا ایک اہم حصہ اپنے میں شامل کرتا ہوا انئؤ پاکتوس تک پھیل جاتا ہے۔ اس ضلع میں سب سے ذی حیثیت شہر امفیسا تھا جو اندرون ملک میں واقع تھا۔ ادزولی لوکریوں سے بجانب غرب ایتولی آباد تھے جنکا ملک ایپائیروس کی سرحد سے لے کر بحیرۂ ایونیہ تک برابر چلا گیا تھا۔ یونانی افسانوں میں ایتولیہ کے بلدیات پلیورون اور کالیدون کا ذکر بھی پڑھنے میں آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاریخ یونان کے آخری عہد تک، جب ایتولیوں کو زمانے کے حالات میں ایک نہایت نمایاں کام کرنا پڑا، وہ صدیوں تک کم بیش ایک وحشیانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ ایتولیہ کے مشہور و معروف شہر ساحل کے قریب آباد تھے لیکن جو شہر بالآخر ملک کا مستقر بن گیا؛ یعنی تھرمون وہ اندرون ملک میں تھا۔ دریائے آخے لاؤس کے مغرب میں آخری یونانی ملک یعنی اکارنانیہ ملیگا جو تہذیب و تمدن میں ایتولیہ کے بالکل دوش بدوش تھا۔

مغرب کا حال بیان کرنے کے بعد مشرقی دیار یونان کا ذکر کرنا باقی ہے؛ اور ان میں سب سے پہلے جس ملک کا تذکرہ مناسب ہے وہ بیوتیہ ہے جو دوریانی حملے سے پیشتر یونانی تمدن کا ایک عظیم الشان مرکز تھا اور گو اسے مطعون کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔ بااینہمہ اسے یونانی تمدن کا مستقر ہونے کا ہمیشہ فخر حاصل رہا۔

بیوتیہ کے دو حصے ہیں جو دوسرے سے بہت کچھ متغائر ہیں؛ شمالی حصے کا مرکز توکو پائس جھیل اور وہ ندیاں جو اسے سیراب کرتی ہیں جنمیں سب سے بڑی ندی کیفی سوس ہے۔ اس کے اور پہاڑوں کے مابین ضلع یوری پوس اور جنوبی بیوتیہ حایل ہیں اور مغرب میں یہ کوہ ہیلی کون سے محدود ہے۔ جنوبی بیوتیہ کا ڈھلاؤ دونوں سمندروں کی جانب ہے اور اس کی اور اٹیکا ئی و میگاریسی سرحد پر کوہ کیتھے رون واقع ہے۔ شمالی بیوتیہ کا

باب ۵

کوئی اور شہر اور خومینوس کی برابری کی جرأت نہ کرسکتا تھا، اور گو ملک کے دونوں حصوں کی مین حد فاصل پر ہی شہر تھبز آباد تھا لیکن چونکہ اس کی ندیاں شمال کی طرف کو بہتی تھیں اس لیئے یہی کہنا مناسب ہے کہ یہ بھی شمالی علاقے کا ہی حصہ تھا۔ درانحالیکہ شمالی بیوتیہ جانے کے لیئے صرف ایک ہی راستہ ہے یعنی لیوبیہ کی طرف سے آبنائے خالکس ہو کر جاتا ہے۔ جنوبی بیوتیہ کے تعلقات بیرونی دنیا سے بہ نسبت شمالی بیوتیہ کے بہت زیادہ تھے اس لیئے کہ ایک تو اس کے دونوں طرف سمندر رہتا اور دوسرے اٹیکا کا بھی قرب تھا۔ واضح ہو کہ اسمائے "بیوتیہ" اور "یوبیہ" کا ماخذ ایک ہی ہے۔

بیوتیہ کے فاتح شمال کی طرف سے غالباً وادیٔ کیفی سوس میں ہو کر آئے ہوں گے، اور اغلب امر یہ ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے شہر خئیرونیہ پر قبضہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد غالباً اور خومینوس کو اپنے بائیں ہاتھ پر چھوڑتے ہوئے وہ کوپائس جھیل کے جنوب سے مشرق کی طرف چلے گئے ہوں گے، اور کورونیہ کے قریب، جسکے نزدیک ہی تھسالوی اتھینے ایتونیہ کا بت خانہ تھا، تھبز پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا ہوگا۔ بہر حال ہم اس امر سے پورے طور پر واقف ہیں کہ یہاں انھوں نے آگے بڑھ کر کوہ کیتھے رون تک تمام ملک پر قبضہ کر لیا۔ افسانوں کے بموجب کسی زمانے میں متحد بیوتی قوم کی حکومت بادشاہوں کے سپرد تھی؛ اور بیان کیا جاتا ہے کہ انھیں اوفلتاس تھسلی سے بیوتیہ لے گیا تھا، ساتھ ہی ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ اس اوفلتاس کا بیٹا داماسیخ تھون تھبز کے تخت پر بیٹھا۔ ان افسانوں سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ تھبز دوسری پشت تک فتح نہ ہو سکا تھا؛ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسی داماسیخ تھون کے بیٹے زانتھوس نے اٹیکا پر چڑھائی کی، تو ہم فوراً یہ استدلال کرتے ہیں کہ انھوں نے فتح کی تیسری پشت میں مشرق کی طرف اپنے قدم بڑھائے ہوں گے۔ چونکہ اورخومینوس غالباً کم و بیش آزاد رہا اس لیئے اس کی فتح کا زمانہ ہماری حدود سے باہر ہے

جب فاتحوں نے ایک سے زیادہ بلدیات پر قبضہ کر لیا تو ملک کا رہا سہا اتفاق بھی خاک میں مل گیا؛ لیکن تھبز ہمیشہ سیادت و قیادت کا دعوید ار رہا، بلکہ اس کا یہ قول بھی تھا کہ دوسرے بیوتی شہروں اور خود پلاٹیہ کی بنیاد بھی اسی کے مستعمرین نے ڈالی ہے[1]۔

زمانۂ مابعد میں بیوتیہ کی تنظیم ایک نظام وفاقیہ کی سی تھی جس کی جماعت کارکن میں شہر تھبز کی جانب سے دو اور باقی بلدیات کی طرف سے ایک ایک بیوتارخ نشست کرتے تھے۔ ان شہروں میں اہم ترین بلدیات جنوب میں تناگرا، پلاٹیہ اور تھسپی اے؛ وسط میں ہیلیارتوس، کورونیہ، لبادیا اور خئیرونیہ تھے؛ اور شہر اورخومینوس یا ایرخومینوس علاوہ تھبز کے باقی تمام بلدیات سے افضل سمجھا جاتا تھا۔ سکوں کے مطالعے سے ابتدائی بیوتی تاریخ پر نہایت خوش آیند روشنی پڑتی ہے[2] اور یہ امر پایۂ یقین کو پہنچ گیا ہے کہ اولین بیوتی سکے جو غالباً ساتویں صدی ق م کے ہیں، اورخومینوس سے "دو ادبولی"، ہیں جو ائی گینا کے سکوں کے تقریباً مشابہ ہیں اور بعض سکے تو اُن کے بالکل ہی ہمشکل ہیں یہانتک کہ ان پر جو اورخومینوس کا مخصوص نشان یعنی جو کی بال بنی ہوئی ہے اسے کچھ اس طرح پر کندہ کیا ہے کہ اس کی شکل ائی گینا کے کچھوے کی سی ہو گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت دوسرے بیوتی شہروں سے دیگر ممالک سے

---

[1] بیوتیہ کی ابتدائی تاریخ کے لیے تذکرہ ۵، ۲۲۲، جو مفصلۂ ذیل تواریخ کا اتباع کرتا ہے پوسانیاس ۹، ۱، ۲؛ پلوطارک: "دیمون" ۱؛ پاڈلی کا مجموعہ ۱، ۲ (۲)۔
تھبز کے دعاوی کے لیے طوسی دیدش ۳، ۶۱، ۶۶۔ آرکیڈیا، تھسلی اور اکائیہ کے بادشاہوں کی طرح اکائیہ کے حکمرانوں کا ذکر بھی مشتبہ ہے۔

[2] بارکلے و، ہیڈ: "بیوتی سکوں کا سنوی تسلسل" Barclay V. Head: On the Chronologiroal Sequence of the coins of Boeotia.
لندن ۱۸۸۱ء، یعنی جریدہ مسکوکیات، Num. Chroniole سلسلہ ۳، جلد ۱۔

باب۸

اورخومینوس سے تعلقات زیادہ دیرینہ تھے، اور اس کے اور اُئی گینا کے باہمی مخالفے کی تصدیق اس روایت سے ہوتی ہے جس کے مطابق اورخومینوس کو قدیم کالوری لیگ کا ایک رکن بیان کیا جاتا ہے۔ ان اورخومینوسی سکّوں کے ساتھ ساتھ کچھ تھوڑے زمانے کے بعد بیوتی و ناقیہ کے سکّے بننے لگے، ان میں سے بعض ہم تک پہنچے ہیں اور ان پر جو ڈھال بنی ہے اُس سے تو بیوتیہ مراد ہے اور حروف کسی نہ کسی شہر مثلاً تھیبز، ہالیارتوس یا تناگرا کے ابتدائی حروف ہیں:

بیوتیہ کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ اس ملک میں اس نظم کو عام مقبولیت کا درجہ حاصل ہوا جس کی بنیاد ایشیائے کوچک میں رکھی گئی تھی! گو اسمیں بھی شک نہیں کہ یہاں آکر اس کے انداز میں ذرا تبدیلی ہوگئی۔ ہسیود ساکن اشکرا بیوتیہ کا ہی رہنے والا تھا اور اُسے جو شہرت حاصل ہوئی جو شاید ہومر کی شہرت سے کچھ ہی کم ہوگی۔ اس کے اشعار پر قدیم دنیاتی شاعری گویا ختم ہو جاتی ہے اور اس کے زمانے کی زندگی اور ماحول کا ایک مرقع ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ اس کا خاندان ورآل کیمے واقع ایشیائے کوچک سے آیا تھا جہاں اس کا باپ صاحب جائداد تھا۔ باپ کے مرنے پر ہسیود اور اُس کا بھائی پرسیس وارث ٹھہرے، لیکن بے انصاف عادتوں کی مدد سے پرسیس نے ہسیود کو نقصان پہنچا کر خود جائداد پر قبضہ کرلیا۔ اس کی موت کا یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ اُسے لوکریسی بلادیۂ مئو یا کتوس میں کسی نے قتل کر کے سمندر میں پھینک دیا لیکن مچھلیاں اس کی نعش کو کنارے پر لے آئیں۔ متقدمین نے جن اشعار کو ہسیود کی طرف منسوب کیا ہے ان میں سے صرف چند ہی ہم تک پہنچے ہیں، اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جن اشعار کے سرنامے پر اُس کا نام لکھا ہو وہ یقیناً اُسی کے ہوں گے۔ اپنی نظم "اعمال و ایام" میں وہ انسانی زندگی کی بابت اپنی رائے ظاہر کرتا ہے اور دو قصوں یعنی "صندوق پاندورہ" اور "چہار ازمنۂ عالم" کو بیان کرتے ہوئے (جو قصص قدیمیہ میں مشہور و معروف ہونے کی وجہ سے ممتاز ہیں) وہ جہاز رانی

اور کشتکاری کے قواعد سے ہمیں مستفید کرتا ہے ۔یہ امر قابل غور ہے کہ اُس نے ان دونوں پیشوں کا باہمی تعلق دکھایا ہے اور یہ فرض کرلیا ہے کہ جو شخص موسم بہار کی ابتدا تک زمین جوتیگا وہ بالالتزام اس کے بعد کے مہینوں میں تجارتی سفر کرکے ضرور بالضرور دولت کمائیگا ۔جس سے زرعی اور خوینوس اور جزائرائی گینا و کالوریا کا باہمی تعلق معلوم ہوتا ہے ۔ایک اور نظم جو ہسیود کی طرف منسوب کی جاتی ہے "آفرینش آلہہ" ہے جسمیں پیدایش عالم کے مسائل و رموز حل کرنے اور بڑے بڑے معبودوں کا باہمی تعلق دکھانے کی کوشش کی گئی ہے اور الٰہیات عمومی اور انفرادی استدلال کا گویا ایک مرکب تیار کیا ہے ۔ایک تیسری نظم جو اُسی کی بتائی جاتی ہے وہ "سپر ہرقل" ہے لیکن وہ اس قدر باوقعت نہیں ہے ۔لیکن اس سے زیادہ اہم یہ امر ہے کہ متقدمین چند اور نظموں کو اس کی جانب منسوب کرتے تھے جن میں سورماؤں کے قصے خصوصاً چند خاص خاص عورتوں اور ایویائے کی فہرست تھی اور ان فہرستوں کی ابتدا میں اُن عورتوں کا نام رکھا گیا تھا جن کے بچے معبودوں سے پیدا ہوکر اپنی زندگی میں مشہور و معروف ہوئے ۔یہی پیرو مے تھیوس اور پیرھا ، ہیلن اور اولاد ہیلن یعنی دوروس ، ایولوس اور زوتھوس (جسکے بیٹوں کا نام اخائیوس اور ایون تھے) قصوں کی ابتدا تھی ، جو زمانۂ مابعد میں اس قدر زباں زدعام ہو گئے ۔

بعض متقدمین کا خیال تھا کہ ہومر اور ہسیود ہی سے یونانی دیوتاؤں کی ابتدا ہوتی ہے ؛ یہ صرف اس حدتک درست ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کے سامنے سب سے پہلے انفرادی معبودوں کا مرقع پیش کیا اور اس رشتے کو ظاہر کیا جو اُن کے نزدیک اُن معبودوں کا آپس میں اور انسانوں کے ساتھ تھا۔ ہومر نے ان کا باہمی تعلق دکھایا اور یونانیوں کی نظر میں زیوس کی بجنسہ وہی تصویر تھی جو ہومر نے اپنی قابل یادگار نظموں میں تیار کردی تھی ۔لیکن جب لوگ انھیں قابل لمس ہستیاں تصور کرنے لگے تو ان کی یہ خواہش ہوئی کہ انکے شجروں اور نسب ناموں سے بھی واقفیت حاصل کریں ، اور اس خواہش کو

ہسیود نے پورا کر سکے گویا ہومر کی ایجاد کردہ معبودوں کو ایک حکمتی جامہ پہنا دیا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہومر اور ہسیود سے محض فروعات مذہب مہیا کئے؛ اور حق یہ ہے کہ یونانی مذہب کی تخلیق کے ذمہ دار شعرا نہیں ہیں بلکہ یہ مذہب در اصل اسی قوم کی جبلت اور خصلت کا ایک جزو تھا جس میں شعرا نے کچھ زیادہ تبدیلی نہیں کی۔ یونانی مذہب میں پہلے ہی سے انسانوں کو الوہی جامہ پہنانے کا مواد موجود تھا اور ہومر اور ہسیود نے یعنی ان تمام شعرا نے جن کی نظمیں اُن دو شاعروں کی طرف منسوب کی جاتی تھیں، صرف یہی کیا کہ اِن کیفیات کو جو پہلے ہی سے قوم کی جبلت و فطرت میں موجود تھیں، ترقی دے کر انھیں چلتی پھرتی ہنستی بولتی شخصیتوں کے سانچے میں ڈھلا دیا

باب نوزدہم

یونانیوں کا رشتۂ ارتباط باہمی۔

اِمفکٹ تیونیز، فالگاہیں، کھیل۔

ہسیود پہلا شخص ہے جس نے اپنی قوم کے جملہ افراد کے ہم نسل ہونے کا اعلان کیا۔ اس نے اتحاد نسلی کا یہ نظریہ اپنے دل سے نہیں گھڑا ہوگا بلکہ امر واقعہ یہ ہوگا کہ اس نے عوام الناس کے حسیات اور خیالات کو الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر نظم کے پیرایے میں بیان کیا ہوگا لیکن اسمیں شبہہ نہیں کہ اس کے بعد عامتہ القوم کا مجموعی نام ہیلے نیس پڑ گیا۔ جن مدارج کو عبور کر کے یہ نام تمام یونانی قوم پر حاوی ہو گیا ان کا محض اندازہ ہی ممکن ہے۔ ہومری تصانیف[1] میں ہیلاس کو اکی لیس کا وطن بتایا گیا ہے اور ہیلے نیس سے وہ قوم مراد لی گئی ہے جو فیتوتس میں رہتی تھی اور جو اکی لیس کے پیرو تھی۔ اس کے بعد ہم ایک اور قوم یعنی سیلوئی یا ہیلوئی سے دوچار ہوتے ہیں جو دودونا کے چاروں طرف آباد تھی اور جسے ارسطاطالیس کے بیان کے بموجب[2] پہلے تو گری کوئی کہتے تھے لیکن بعد میں ان کا نام ہیلے نیس پڑ گیا۔ ہم پڑھتے ہیں کہ اکی لیس دودونا کے زیوس کے سامنے دست دعا بلند کرتا ہے، لیکن محض اس واقعے سے ہم سلوی اعتبار سے ذرا پیچھے کی طرف ہٹ جاتے ہیں۔ بہرحال ہمیں اس بات کا مطلق

---

[1] ہومر: الیاڈ، ۱۶، ۵۹۴: ۲/ ۶۸۳ ۔

[2] گری کوئی اور ہیلے نیس: ارسطاطالیس "مابعد الطبیعیات"، ۱، ۳، ۳۹۔

باب ۱۹

علم نہیں کہ اکی لیس کی قوم کا نام تمام یونان پر کس طرح حاوی ہوگیا، اور نہیں یہ خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ طوسی دیدش اس قول سے کہ ہیلین اور اس کے بیٹے فیتوتس ہیں اس قدر طاقتور ہو گئے کہ ہر قوم نے ان سے مخالفے کی خواہش ظاہر کی جس کی وجہ سے دیگر اقوام یونان کا لقب بھی رفتہ رفتہ ہیلے نیس ہی ہو گیا، در اصل اس کی طبع آزمائی اور جدت طرازی ظاہر ہوتی ہے اور اس سے کسی خاص تاریخی واقعے کا ثبوت بہم نہیں پہنچتا [۱] ہومری تصانیف میں قدیم یونانیوں کو اکائیائی کے نام سے پکار آگیا ہے' پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان کا نام ہیلے نیس کیسے پڑ گیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ نسب ناموں کو سب سے پہلے ہسیود ہی نے منتظم کیا تھا، اور یہ بہت سی تبدیلیوں کے بعد مقبول عوام ہوئے تھے۔ ان نسب ناموں میں امفکٹیون کو ہیلین کا بھائی بتایا گیا ہے، جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یونانی امفکتیونی لیگ (مجلس ہمسائگاں) اور ہیلے نیس کے نام کے مابین نہایت قریبی ارتباط و تعلق تصور کرتے تھے۔ اگر ہم یہ فرض کریں کہ منجملہ ان اقوام کے جو ابتداءً اس انجمن میں شریک تھیں، فیتوتی اکائیائی تو وسط ملک میں رہتے تھے اور جہاں تک ہماری معلومات کی دست رس ہے، انھیں اولین زمانے میں ہیلے نیس کہتے تھے، تو پھر یہ ایک فطری امر ہے کہ چونکہ فیتوتیوں کو ایک خاص قسم کی فوقیت حاصل تھی اس لیئے اس انجمن کے باقی ماندہ ارکین اپنے آپ کو ہیلے نیس کے نام سے مخاطب کرنا پسند کرتے ہوں گے۔ حتیٰ کہ یہ مشترک نام دوریانیوں کے ذریعے سے پیلوپونیز میں شائع ہوا، اور جب یونانیوں نے سرزمین ایشیا پر اپنی نوآبادیاں قائم کیں تو وہاں یہ پہلے سے بہت زیادہ عام ہو گیا، نیز چونکہ ہیلے نیس اور ایشیائیوں کے مابین ایک خاص قسم کا تخالف پایا جاتا تھا اسلیئے اُسے یہاں عام طور پر اختیار کر لیا گیا۔ ہیروڈوٹس کے نزدیک یونانیوں کی باہمی عزیز داری یا سب کا

---

[۱] ہیلے نیس کے نام کے پھیلنے کے لیئے طوسی دیدش ۱/۳۔

یک جدی ہونا، مشترک مذہب اور زبان، اور ایک ہی طرح کے رسم و رواج اور عادات و اطوار، یہی وہ تمام امور ہیں جو یونانیوں میں مشترکاً پائے جاتے ہیں اور جن کی وجہ سے بالآخر وہ ایک متحد قوم بن گئے۔ اگر ہم ان کے یکجدی ہونے کے مفروضے پر نظر ڈالیں تو ہم اپنے اس خیال کے اظہار کرنے پر مجبور ہوں گے کہ متقدمین کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی وسیلہ نہ تھا کہ تمام یونانی ایک ہی مورث اعلیٰ کی اولاد سے ہیں، لہذا اگر وحدت نسلی کے لغوی معنے لیئے جائیں تو اس کی حیثیت محض ایک مفروضے سے زیادہ نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں خود متقدمین بھی صرف دوریانیوں، ایونیانیوں، اکائیائیوں اور ایولیائیوں ہی کو یک جدی بتاتے تھے، اور ان چار میں سے دو گئے یعنی اکائیائی اور ایولیائی اقوام کے جو حدود بتائے گئے ہیں وہ نہایت درجہ مبہم ہیں۔ متقدمین کے اس خیال کی یہ سب قومیں ہم نسل تھیں، ایک افسانے سے زیادہ حیثیت نہیں سمجھ میں آتی، لیکن اگر ان میں وہ قومیں بھی شامل کرلی جائیں جن کی مادری زبان صرف ایک ہی تھی تو ایسی حالت میں ضرور یہ نظریہ کچھ کارآمد ہو جائیگا۔ بہرحال ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ جن قوموں کو ہیلینیس کا لقب دیا جاتا تھا ان کے افراد ایسی بولیاں بولتے تھے جنھیں خود یونانی ایک دوسرے کا ہم رشتہ تصور کرتے تھے۔ ان تمام اسباب کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہیروڈوٹس کے پہلے معیار کا ثبوت، یعنی یہ کہ جملہ یونانی ایک ہی مورث اعلیٰ کی اولاد تھے، ان ماخذوں سے نہیں دیا جاسکتا جن تک ہماری دست رس ہے، بلکہ ممکن ہے کہ خود ہیروڈوٹس اور اُس کے ہمعصروں کے پاس بھی اس نظریے کا کوئی ثبوت نہ ہو، اور وہ صرف اس عام اثر کو ملحوظ رکھنے پر قناعت کرتے ہوں جو کسی قوم کی زبان اور اُس کے رسم و رواج کا اُن کے قوائے ذہنیہ پر پڑتا ہے۔

ہیروڈوٹس نے وحدت نسلی کے علاوہ جو معیار قائم کئے ہیں وہ مشترک مذہب، یکساں رسم و رواج اور عادات و اطوار پر مشتمل ہیں۔ بلاشبہ جہاں تک ان امور کا تعلق ہے ہم ایک حد تک آسانی سے اُن اقوام کی بابت رائے قائم

باب ۳

کرسکتے ہیں جو اپنے آپ کو یونانی سمجھتے تھے؛ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شمالی سرحدی علاقے ایشیائی یونانیوں اور ہمسایہ بربری قوموں کے عادات واطوار کے مابین امتیاز کرنا تقریباً ناممکن ہے[۱]۔

یونانیوں کے مشترک مذہب پر یہاں دو مختلف پہلوؤں سے نظر ڈالنی چاہیئے گو مختلف مقامات میں مختلف دیوتاؤں کے صفات میں ضرور کچھ نہ کچھ فرق پیدا ہو جاتا ہوگا، لیکن بلاشبہہ جملہ بلاد یونان میں دیوتاؤں کے ایک ہی سلسلے کی پوجا کی جاتی تھی؛ مثلاً ہر یونانی کے نزدیک اولمپوس میں دیوتاؤں کا وہی سلسلہ آباد تھا اور ان امتیازات کا اثر، جن کا ذکر اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے (مثلاً ایلفی سوس اور ڈیلوس کے ارتیمس کے درمیان فرق) عوام الناس کے قوت مخیلہ پر نہیں پڑتا تھا۔ ایک طرف تو ایتھنز کے کسی باشندے کا اپولو دیوتا کی بابت تقریباً وہی اعتقاد تھا جو کسی باشندۂ اسپارٹا کا تھا۔ دوسری جانب یہ بھی ممکن تھا کہ چند مخصوص بت خانوں کا اثر، جنھیں یونانی خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اس مملکت کے حدود کے باہر بھی ہو جن میں وہ قائم تھے، اور اس طرح یہ بت خانے تمام قوم یا کم از کم جزو قوم کے لیئے باعث ارتباط باہمی بن جاتے تھے، یہ دوسرا امر ہے جس کی طرف ہم ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کڑی جس سے ہمسایہ یونانی اقوام منسلک ہو گئیں ابتدا میں صرف مشترک پوجا پر عموماً اور مخصوص بت خانوں کی خاص خاص قربانیوں پر خصوصاً

---

[۱] ہیروڈوٹس ۸، ۱۴۴ میں اُن ادارات کا ذکر ہے جو یونانیوں میں مشترک تھے طوسی ویدیس (۲، ۸۰) کی رائے ہے کہ ایپائیروسی بربری یعنی غیر یونانی تھے، لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اُن کے بعض حکمرانوں کے نام بالکل یونانی وضع قطع کے ہیں۔ ہیروڈوٹس کی تاریخ کے پڑھنے والے کے دل پر جو اثرات ہوتے ہیں ان میں سے یونانی اور بربری کا امتیاز بھی ہے؛ اس نے ان دونوں کے افعال کی جو تصویر کھینچی ہے، اور غیر یونانیوں کے ادارات اور طرز معاشرت کا جو حال بیان کیا ہے اُس سے ہم اس امر کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ باوجود یونانیوں کے جملہ نقائص کے ان میں اپنی ہمسایہ غیر یونانی اقوام سے کہیں زیادہ انسانیت کا جذبہ بھرا ہوا تھا۔

منتسل تھی۔ ان مشترک مذہبی رسوم کی وجہ سے مختلف دیار یونان کے مابین ایک طرح کا سیاسی رشتہ قائم ہوگیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ اس کے اثباتی نتائج مختلف مقامات پر مختلف ہوں گے[۵] اس کلیے کی مثال ان بت خانوں سے دی جاسکتی ہے جہاں یونان کے مختلف حصوں میں مختلف بلدیات کے شہری جمع ہوتے تھے، جیسے بیوتی شہر ہالیارتوس کے قلمرو میں اونخستوس کے مقام پر پوسئیڈون کا مندر، کورونتیہ کے علاقے میں اتھینے اتونیا کا بتخانہ اور جزیرۂ کالوریہ میں پوسئیڈون کی عبادت گاہ۔ ان میں سے موخر الذکر لیگ کا نام امفکتیونی تھا، اور فی الحقیقت وہ ایک عہدیت تھی جس میں تروئے زینے، ہرمیونے، ناوپلیا، پرازی اے، ایجی دوروس، الی گینیا، ایتھنز اور بیوتی اورخومینوس شامل تھے۔ زمانۂ مابعد میں بلاد یونان کے دو بڑے بڑے بلدیات یعنی آرگوس اور اسپارٹا نے ناوپلیا اور پرازی اے کی جگہ اس کی رکنیت قبول کرلی اسی طرح ایشیائے کوچک کے دوریانی اور ہمسایہ جزائر کے باشندے

[۵] اونخستوس میں عبادت کا طریقہ، استرابو ۹، ۴۱۲۔ اتھینے اتونیا کی پوجا، پوسانیاس ۹، ۳۴، ۱۔ جزیرۂ کالوریا، استرابو ۸، ۳۷۵؛ اکرتیوس (کالوریا کی بحری عہدیت E.Curtius Der See bund von Calauria "ہرمیس" ۱۰، ۳۸۶ وغیرہ) نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پہلے اس کا جو خیال تھا کہ بیوتی اورخومینوس اس عہدیت کا رکن تھا وہ غلط تھا، بلکہ فی الحقیقت آرکیڈی اورخومینوس اس میں شریک تھا۔ لیکن ہم اس سے قبل یہ دکھا چکے ہیں کہ بیوتی اورخومینوس اور الی گینیا کے سکوں میں بہت کچھ ہمرنگی پائی جاتی ہے۔ اتھینے اتونیہ کی پوجا، راس تریوپیوم پر، ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۴؛ راس میکالے پر، ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۸؛ استرابو ۱۴، ۶۳۳؛ دیلوس میں، طوسی ویدیس ۳، ۱۰۴، پلوٹارک .Thes ۲۱، پوسانیاس ۸، ۴۸، ۳؛ ارتمیس امارنتھیا، استرابو ۱۰، ۴۴۸۔ سامیکون، استرابو ۸، ۳۴۳۔ مقابلہ کرو میولر Mueller Amphiktioneen انجمن ہمسائگان مجموعۂ پاؤلی ۱، (۲)

باب ۱۹

تریوپی اپولو کی پوجا کی غرض سے کنیڈوس کی راس تریوپیوم پر، اور ایشیائے کوچک کے بارہ ایونیائی بلدیات کے باشندے ہیلی کونی پوسیڈون کی پرستش کے لیے ضلع پری ایینے کی راس میکالے پر، جمع ہونے۔ جزیرۂ دیلوس میں اپولو دیوتا کی جو پوجا کی جاتی تھی اسے بھی امفکٹیونی کا لقب دیا گیا تھا جس کا صدر بلدیۂ ایتھنز تھا اور یہاں سے ہر سال ایک جہاز اپولو کے جشن بھوم کی جاترا کی غرض سے دیلوس جایا کرتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ یوبیہ کے شہروں کا بھی ایک مذہبی مرکز ارتمیس امارنتھیا کی اس زیارت گاہ میں تھا جو ایرتیریا میں واقع تھی، اور اسی طرح تری فالیہ کے شہروں کا مرکز سامینوم کی پہاڑی پر پوسیڈون کی عبادت گاہ میں واقع تھا لیکن یونانی قوم کی سب سے اہم مذہبی عہدیت وہ تھی جسے مخصوص طور پر انجمن ہمسائگاں یا امفکٹیونی لیگ کا لقب دیا جاتا تھا، جس کا مرکز پہلے تو انتھیلا والے دمیتر کا بت خانہ تھا جو درۂ تھرموپلی کے قریب سمندر اور ایتہ کی چٹانوں کے درمیان واقع تھا لیکن کچھ زمانہ گزرنے پر یہ اپولو کے اس مشہور بت خانے کو منتقل ہو گیا جس کے لیے دلیفی مشہور ہے۔ اس لیگ میں بارہ قومیں شریک تھیں، یعنی پالسی، فیتوتی اکائیائی، اسکرینیائی یا ایتوئی، دولوپیس، ماگنیتیس، پرھے بی، تھسالوی، لوکرسی، دوریائی، فوکسی، بیوتی اور ایونیائی؛ اس فہرست کو دیکھنے سے

لہ امفکٹیونی لیگ Schöm ۲ Abschn ۴، ۲۔ اراکین کی فہرست پوسانیاس ۱۰، ۸، ۲۔ اور ایس خیلوس F.Leg ۱۱۶ سے بنائی جا سکتی ہے اس انجمن کا حلف نامہ ایس خیلوس F.Leg ۱۱۵ میں دیا ہوا ہے جہاں چند الفاظ سے خاص طور پر دلیفی مراد ہے۔ تھرموپلی کی بابت ہیروڈوٹس ۷، ۲۲۸، ۲۱۳۔ اسپارٹیوں کی تحریک پلوٹارک تھمسطاکلیس ۲۰ تیلوس اور کیمونوس کے مابین تصفیہ لو یا تسفر آثار یات Lebas: Voy. Arch. جلد ۳ حاشیہ ۱۔ اسپارٹیوں پر جرمانہ ہو یودوروس ۱۶، ۲۳، و ۲۹ سیکی روس کے دولوپیوں پر بحری قزاقی کی وجہ سے جرمانہ، پلوٹارک: سوانح کیمون ۸۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایسی قومیں شامل تھیں جن کے اقتدار میں زیادہ بابودیں کی بیشی پیدا ہوگئی، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس لیگ کی بنیاد اُس وقت ڈالی گئی ہوگی جب دوریانیوں نے جزیرہ نمائے پیلوپونیز کا بیشتر حصہ فتح نہیں کیا تھا، اور یہ کہ در اصل ابتداءً اس اتحاد میں تھسلی اور وسطی یونان کے ہی باشندے شامل ہوں گے اور وہ مملکتیں جو اس میں شریک ہوں گی سب کی سب پیلوپونیز کے شمال ہی میں واقع ہوں گی۔ مجالس لیگ میں جملہ اراکین کا رتبہ بالکل مساویانہ تھا اور ان میں شرکت کی غرض سے ہر مملکت کی طرف سے دو دو قائم مقام روانہ کئے جاتے تھے جنھیں ہیئے رومیمونیس (نگران امور مقدسہ) کہتے تھے اور ان کے ساتھ پیلاگوراسئے بھی ہوتے تھے۔ اس مجلس کے جلسے سال میں دو مرتبہ، یعنی موسم بہار اور موسم خزاں میں انتھیلا اور ڈیلفی میں منعقد ہوتے تھے۔ اس لیگ کا مقصد صرف یہی نہ تھا کہ ان دو مقامات کی قربان گاہوں پر قربانی کی نگرانی رکھے بلکہ اس کے ذریعے سے چند ایسے قواعد کی بھی حفاظت کی جاتی تھی جو مختلف اراکین کے باہمی تعلقات کا تعین کرنے کے لیے بنائے گئے تھے۔ اگر وہ یہ اصول مدون کرتے کہ حلیف ریاستوں کے ابین ہمیشہ امن و امان رہنا چاہیئے تو یہ بالکل ناممکن العمل ہو جاتا لہذا اُس کی بجائے انھوں نے یہ کوشش کی کہ اگر جنگ چھڑ جائے تو فریقین چند ایسے قواعد کی پابندی کرنے پر مجبور ہوں جن کی بنیاد اصول انسانیت پر رکھی گئی ہو۔ علاوہ ازیں لیگ کے سپرد خاص طور پر حرم ڈیلفی کی حفاظت بھی تھی، اور جب ۵۹۵ ق م، ۳۵۵ ق م، ۳۴۰ ق م اور ۲۸۰ ق م میں کریزائیوں، فوکسیوں، امفِسائیوں اور ایتولیوں نے علاقۂ ڈیلفی پر حملہ کر دیا اور وہاں کے مجاوروں پر سختیاں کر کے اُن سے روپیہ وصول کرنا شروع کیا، تو ان چاروں موقعوں پر مجلس انجمن نے حملہ آوروں کے خلاف لڑائی ٹھان لی اور ان محاربات کو تاریخ یونان کی اصطلاح میں "مقدس جنگوں" کا لقب دیا گیا ہے "مجلس ہمسائیگاں" کی دیگر قراردادوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انھوں نے یونانیوں کے مشترک احساسات کی حفاظت کا، بیڑا اٹھایا تھا، لیکن

اُن کے اکثر و بیشتر معاملات میں مذہبی رنگ نمایاں ہوتا تھا۔ جب کبھی ولیفی میں وطن پرستی کے کسی شاندار مظاہرے کی یادگار قائم کرنے کا مسئلہ پیش ہوتا تھا تو اراکین انجمن حرم ولیفی کے محافظوں کے جامے میں نظر آتے تھے۔ اور دو امور سے معلوم ہوتا ہے یعنی ایک تو تھرمویلی میں عین اُس مقام پر یادگار نصب کرنے سے جہاں شہدا نے اپنی جانیں ملک کی نذر کی تھیں اور دوسرے غدار ایفیالتیس کے اخراج سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ضلع تھرمویلی دیمیتر کے اس مندر کے قریب تھا جو انتھیلا میں واقع تھا لہذا اس پر مجلس امفک تیون کا خاص اثر تھا۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ جنگ پلاٹیہ کے بعد اسپارٹیوں نے یہ تحریک پیش کی کہ وہ یونانی ریاستیں جنھوں نے جنگ ایران میں کوئی حصہ نہیں لیا، اس "انجمن ہمسائگاں" سے نکال دی جائیں، اور اس تحریک کو ہم اس انجمن کے اندرونی کاروبار کی ایک مثال کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ جب چند کمزور ریاستوں کے مابین کوئی تنازع پیدا ہو جاتا تو مجلس انجمن اُن کی پنچایت کرا دیتی، لیکن اگر فریقین میں سے کوئی طاقتور ہوتا تو وہ جنگ کو ہی ترجیح دیتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب اسپارٹا نے دھوکا دیکر کاڈمیہ پر قبضہ کر لیا تو اس پر انجمن والوں نے جرمانہ کر دیا، اور اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانیوں میں بین قومی قانون تو ضرور تھا لیکن اس کا نفاذ صرف چیدہ چیدہ موقعوں پر ہی ممکن تھا۔ اس کے برعکس یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر ڈاکو کو مال غنیمت پر قبضہ رکھنے کا اختیار دے دیا جائے تو پھر رقمی جرمانہ بالکل بے سود ہوگا۔ امفک تیونی لیگ کے اقتدار کی بعینہٖ وہی کیفیت تھی جو اور دوسری وفاقی جمعیتوں کی ہوتی ہے جن کے اقتدار معین نہیں ہوتے؛ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک معمولی مسائل پیش آتے رہتے ہیں اُس وقت تک یہ اختیارات کم ہوتے ہیں، لیکن غیر معمولی موقعوں پر حوصلہ مند اور طاقتور اراکین اُن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان میں اضافہ کر لیتے ہیں۔

یونان کے اتحاد کو ایک اور طرح بھی یعنی فالگاہوں کے ذریعے سے تقویت پہنچتی تھی جن میں سب سے مقتدر وہ فال گاہ تھی جو ولیفی میں واقع تھی

اور جو انجمن ہمسایگاں کی نگرانی میں تھی[۵۷] مذہب کا جو اثر اس طرح یونانیوں کی اجتماعی زندگی پر پڑا وہ اصل میں ہومر کے بعد شروع ہوا اور دو ریانی حملوں اور جنگ ہائے ایران کے درمیانی زمانے میں انتہائے عروج کو پہنچا۔ اس اثر کا اصلی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں ان بڑے بڑے جرائم کی بابت جو انسان سے سرزد ہوتے رہتے ہیں چند اہم نظریئے قائم ہوئے جن کا اثر ان فالگاہوں پر پڑا۔ ابتدا میں ارتکاب قتل ایک ایسا جرم تصور کیا جاتا تھا جس کا تعلق محض خاندان مقتول سے ہو اور اس کی بابت جملہ کارروائی اسی کے سپرد ہوتی تھی۔ یہ خیال کہ مذہب کے ذریعے سے قاتل پاداش جرم کو پہنچ سکتا تھا اسوقت تک

---

۵۷ دیلفی کی فالگاہ کے لیے دیکھو پریلر Preller کا مضمون پاؤلی کے مجموعے جلد ۲ میں جس کا واحد نقص یہ ہے کہ وہ اسے ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتا ہے گیوٹلنگ: "مقالۂ تاریخی" Geottling: Ges. Abh جلد ۲، شیومان Schoemaun جلد ۲، ۴، ۳ و ۵، ۱۱ دیلفی کے جغرافی حالات، برسیان: "تاریخ یونان" Bursian: G. von Gr. جلد ۱، ۱۷۰ وغیرہ؛ بیڈیکر۔ ہومر نے فیثوی اپولو کے لیے جو حمد لکھی ہے اس میں دیلفی کے نام کی بجائے محض کریسا کے نام پر اکتفا کیا ہے۔ اس فالگاہ کے ابتدائی قابضوں کے لیے ائس خیلوس "یومنیس (ابتدا)۔ ابتدائی زمانے میں فالیں صرف ماہ بیوزیوس یا فیثیوس میں کھولی جاتی تھیں Plut. Qu. Gr ۹، اسپارٹا میں فیثوی پجاری ہیروڈوٹس ۶، ۵۷۔ افرو جیہ میں دیلفی کا اعزاز، میڈاس، ہیروڈوٹس ۱، ۱۴؛ لدیہ میں گی گیس کے عہد میں ہیروڈوٹس ۱، ۱۳، ۱۴؛ الیاتیس ۱، ۱۹؛ کریسوس کا مکمل قصہ بھی نہیں دیا ہوا ہے۔ دیلفی کی فالوں کے لیے گیوٹ لنگ: "مقالۂ تاریخی" ۲ $\frac{۲۲۱}{۲۵۰}$۔ حال میں دیلفی میں جو مقامی انکشافات ہوئے ہیں ان کی ابتدا اکرتیوس نے ابتدا کی اور فرانسیسی ماہروں خصوصًا ویشر Wescher اور فوکارٹ Foucart کے عہد تک برابر جاری رہی۔ ان سے اس کے بعد کے عہد کی تاریخ کی بابت بہت کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں اور یونانی زندگی پر فی الجملہ بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ زمانۂ موجودہ میں فرانس کی طرف سے دیلفی کی کھدائی کا بہت کچھ کام ہوا ہے۔

باب ۱۹

کسی کے دماغ میں نہ آیا تھا۔ دوریانی حملے کے زمانے میں یہ خیال عام ہو گیا کہ قتل سے اُس کے مرتکب اور اُس کے اقارب کے ہاتھوں پر گویا کلنک کا ٹیکا لگ جاتا ہے جو چند مخصوص رسوم کے بغیر نہیں چھوٹ سکتا؛ اور چونکہ اپولو دیوتا مجرموں اور قوائے الٰہیت زیوس یا "الالٰہ" کے بیچ میں پڑ کر فریقین میں مفاہمت کرانے کا مجاز سمجھا جاتا تھا اس لیے یہ رسوم اسی دیوتا کے پجاری خاص خاص مقامات پر ادا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اپولو خدائے برتر اور انسان کے درمیان ثالث یا شفیع سمجھا جانے لگا لیکن عملاً اُس کی شفاعت محض اس کام آتی تھی کہ وہ مختلف درخواست گزاروں کو اُن کے مفید مطلب اطلاعیں دیتا اور انھیں وہ طریقے بتاتا جن کے ذریعے سے وہ اپنے دلی مقاصد پورے کر سکیں [۵]۔ اس کا اہم ترین مستقر ڈیلفی میں تھا اور یہاں اُس کا اور خدائے عزّ و جل کا تعلق نہایت مہتم بالشان طور سے دکھایا جاتا تھا:

فینیشو کا مقدس حرم کوہ پارناسوس کے جنوبی دامن میں ایک نالے کے

---

[۵] اپولو کے مذہب کا اس حد تک ایک خارجی پہلو تھا کہ وہ عام طور پر محض چند مخصوص رسموں کا خواہاں رہتا تھا۔ وہ اشخاص جن کے احساسات میں عمق اور گہرائی تھی انھوں نے یہ محسوس کر لیا کہ اگر انسان اپنے گناہوں کے تلوث سے آزاد ہونا چاہے تو اُسے چند خیالات اور عقائد کو اختیار کرنا پڑے گا؛ اور یہی "اسرار یونانی" کی ابتدا تھی۔

اپولو کی پوجا کا مرکز ڈیلوس بھی تھا جس کو اسکا فخر حاصل تھا کہ ایک طرف تو اس کا ایشیا سے اور دوسری جانب ہیپربوریانیوں سے (جو شمال کی طرف ایک نہایت متقی اور پرہیزگار قوم تھی) تعلق ہے۔ مقابلہ کیا جائے ہیروڈوٹس ۴، ۳۲-۳۶؛ اس سلسلے میں اباریس اور اریسٹیاس اپولو کے ترجمان کی جا سے ہمارے سامنے آتے ہیں (اریماسپی، پروکونیسوس، میتاپونتوم)۔ ایتھنز اور ڈیلوس کے ابین دیرینہ رسل و رسائل کا سلسلہ تھا۔

میری رائے میں ہیپربوریانیوں، کارستوس، تینوس، ڈیلوس کے راستے سے ہیں ملطہ، اریتریا اور ایتھنز کے باہمی خوشگوار تعلقات کا پتا چلتا ہے۔

کنارے پر واقع تھا جس کے منبع کے قریب سے مشہور چشمہ کا ُستالیا نہایت زور و شور سے نکلتا تھا۔ اس پہاڑ کی مغربی چٹان کے دامن پر ایولو کا بت خانہ تھا جس میں اومفالوسؔ نامی نیم بیضوی شکل کا پتھر عین اُس مقام پر رکھا تھا جسے ناف دنیا کہتے تھے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں زیوس کے فرستادہ دو عقاب ایک مشرق سے اور ایک مغرب سے آکر مل گئے تھے۔ اور ان عقابوں کے دو طلائی مجسمے اس پتھر کی دونوں جانب بنے ہوئے تھے۔ ادیتوم یا حرم خاص میں زمین کے اندر ایک شگاف تھا جس پر ایک تپائی استادہ تھی، اور اسی تپائی پر فتھیہ یا ایولو کی پجارن اپنے فیصلے صادر کرتے وقت بیٹھتی تھی۔ ان فیصلوں کو ایک پجاری اس کے برابر کھڑا ہوا لکھتا جاتا تھا اور انھیں بعد میں اشعار کی شکل میں منظوم کیا جاتا تھا؛ اس پجاری کو پروفی تیس یا "ترجمان" کہتے تھے۔ اس فالگاہ کا تعلق پہلے تو گے دیبی سے تھا، لیکن پھر تھیمس سے ہوا اور بالآخر ایولو سے ہو گیا جس نے فیتھو اژدہے کو اسی مقام پر مارا تھا؛ یہاں کے قریب ہی کے ساحل پر وہ ایک جہاز کو لایا تھا جسے کریٹی کھے رہے تھے، اور یہ وہی کریٹی تھے جنکے سپرد وہ اس عبادت گاہ کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ ابتدا میں تو فتھیہ اپنے فیصلے صرف ایک مخصوص مہینے میں صادر کرتی تھی لیکن پھر اس کے لئے کوئی دن یا مہینہ مخصوص نہیں رہا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس فالگاہ پر لوگ صرف اپنے خانگی معاملات ہی لے کر نہ جاتے تھے بلکہ یہ مرجع ممالک بھی تھا جہاں مختلف مملکتیں قائم مقام بھیج کر اپنے مذہبی اور سیاسی معاملات کی بابت استفسار کرتی تھیں۔ مثلاً اگر قانون سازی کی ضرورت پڑتی یا نوآبادی کے قیام کا مسئلہ پیش آتا تو یہ ازبس ضروری سمجھا جاتا کہ مجوزہ قانون یا اس مقام کی بابت جہاں نوآبادی کے قائم کرنے کا خیال ہے، دیوتا کا استمزاج کر لیا جائے۔

بلاشبہہ فال گو کا جواب اس قسم کا ہوتا تھا کہ اُس کی تاویل میں سائل کی عقل و فہم و فراست درکار ہوتی تھی؛ اگر بالفرض ایسی کارروائیوں میں، جنکے کرنے کی

باب ۱۹

ہدایت کی جاتی، ناکامی ہوتی تو اُس کو جواب کی غلط تاویل پر محمول کیا جاتا تھا۔ بایں ہمہ بت خانے کے مجاوروں کو معاملات یونان کا وسیع علم بھی درکار رہتا تاکہ محض معنی کے فقدان کی وجہ سے جوابات لغو نہ سمجھے جائیں۔ ڈیلفی کے پجاریوں کے لیئے یہ بیسا ضروری تھا کہ انھیں مختلف یونانی مملکتوں کے سیاسی حالات وواقعات سے بخوبی واقفیت حاصل ہو، اور چونکہ ڈیلفی میں مختلف بلادیونان کے باشندے، خواہ بحیثیت قائم مقام کے خواہ اپنے خانگی معاملات لے کر آموجود ہوتے تھے، اس لیئے انھیں دیگر حصہ جات ملک کے حالات سے نسبتہً آسانی کے ساتھ معلومات حاصل کرنے کے وسیلے موجود تھے؛ نیز چونکہ بت خانوں کے چڑھاووں سے اُن کے خورد ونوش کا انتظام بھی ہو جاتا تھا اس لیئے انھیں مفصلۂ بالا امور پر غور کرنے کے لیئے کافی وقت ملتا تھا۔ یہ خیال نہایت عام ہے کہ بعض مسائل مثلاً آبادکاری کے ضمن میں انھوں نے تفصیلات پر پورا عبور حاصل کر لیا تھا یہاں تک کہ وہ جغرافی معلومات پر حاوی ہو کر نوآبادیوں کے لیئے خاص خاص موقعوں کا انتخاب بھی کرنے لگے، اور فی الحقیقت یہ مجاور ہی تھے جنھوں نے نوآبادیاں قائم کرنے میں مختلف بلادیونان کی رہبری کی۔ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ خیال محض غلط فہمی پر مبنی ہے اور اس میں بہت کم شبہہ کی گنجائش ہے کہ نوآبادیوں کے موقعوں کا تعین نادر بلد یا تارکان وطن کے مفاد کو ملحوظ رکھ کر کیا جاتا ہوگا۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ پجارن نے مقام کا بھی تعین کر دیا؛ مثلاً اگر اسی نے اسپارٹا کو اپنے آبادکار مقام تارنتوم کی طرف یا کورنتھ کو مقام اورتی گیا کی طرف روانہ کرنے کی ہدایت کی تو اس واقعے کی سب سے آسان تاویل یہ کی جا سکتی ہے کہ اسپارٹی اور کورنتھی پہلے ہی سے اس نتیجے پر پہنچ گئے ہوں گے کہ اُن مقامات پر بہ آسانی نوآبادیاں قائم ہو سکتی ہیں، اور انھوں نے فال گو سے محض یہ التجا کی ہوگی کہ وہ عوام کو اپنی اجازت سے مطلع کر دے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سائل اور مسئول دونوں کے لیئے یہی امر مفید مطلب تھا کہ حق اولیت دیوتا ہی کو حاصل ہو، اور یہی اصول مذہب کی

ماہیت کے عین مطابق ہے ۵۹

۵۹ فال گاہ دیلفی کا جو اثر یونانی آبادکاری پر تھا اس کے لیئے اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم ہرمان Hermann کی اس رائے کی طرف رجوع ہوں جو اُس نے "مملکت قدیمہ" St A ۵، ۵، ۷ میں ظاہر کی ہے جس کے مطابق آبادکار جماعتوں کو مختلف نوآبادیوں کی طرف رسمی حشم وخدم کے ساتھ بھیجا جاتا تھا جس میں دیلفی کا تصفیہ بھی شامل ہوتا تھا۔ آجکل عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فال گوئے دیلفی نہ صرف ذہنی اور مذہبی رہنمائی کرتا تھا بلکہ یونانی آبادکاروں کی رہبری بھی اُسی کے ذمے تھی۔ فال گو کے انفرادی فیصلوں کے علاوہ، جن میں نوآبادیوں کے مقامات کا تعین بھی ہوتا تھا، صرف ایک فقرہ ایسا ہے جس سے اس نظریئے کی تائید ہوتی ہے اور وہ سیسیرو Divin ا، ا، ۳ میں ہے سیسیرو دریافت کرتا ہے کہ "آخر یونان اپنی نوآبادیاں کس طرح ایولیہ، ایونیہ، ایشیا، سسلی اور اٹلی بغیر دیلفی یا دودونا یا امون کی اجازت کے بھیج سکتے ہیں؟ اور وہ کونسی جنگ ہے جو یونانیوں نے بغیر دیوتاؤں کے استمزاج کے لڑی ہے؟" یہاں سیسیرو کے دوسرے سوال سے، جو جنگ کے متعلق ہے، پہلے سوال پر روشنی پڑتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جیسے کوئی یونانی ریاست اس وقت تک میدان جنگ میں نہیں کودتی تھی جب تک وہ خود اپنے نفع ونقصان کا پورے طور پر اندازہ نہ کرے اسی طرح تاوقتیکہ موقع آبادکاری پر پورے طور سے غور نہ کرلیا جاتا تھا اُس وقت تک آبادکار اس مقام پر نہ جاتے تھے؛ اور بجنبسہٖ جس طرح یونانی اور رومانی دونوں جنگ آزمائی سے پہلے دیوتاؤں سے نیک شگون لیاکرتے تھے اُسی طرح آبادکاری سے پہلے بھی وہ اسی قسم کے فالوں کے خواستگار رہوتے تھے۔ ہیروڈوٹس ۴، ۱۵۹ میں اپولو کی پجارن جملہ یونانیوں کو سرنہ جانے کی رائے دیتی ہے اُس زمانے میں لوگ بالکل اسی طرح فال گاہ جاکر رائے لیاکرتے تھے جیسے آجکل وہ مختلف معاملات کی بابت اخباروں میں سلسلہ جنبانی کرتے ہیں؛ مثلاً ہیروڈوٹس ۴، ۱۵۹ میں فال گو کی وہی کیفیت ہے جو زمانۂ حال کے مبالغہ آمیز لفظوں کی ہوتی ہے، اور لوگوں کو گویا یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر جلد درخواست نہ دوگے تو آخر میں مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ (طوسی دیڈس ا، ۲۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ نوآبادیوں کی کیفیت مشترک سرمایے والی شرکتوں کی ایسی تھی، اور کہا جاتا ہے کہ جب سرقوسہ آباد کیا گیا تو

باب ۱۹ خانگی معاملات کی بابت بھی مختلف فالگاہوں اور خصوصاً دیلفی کی فال گاہ کا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اس شرکت کا نی حصہ ایک ایک بیٹھی نکیہ کے معاوضے میں
فروخت کیا گیا) علاوہ ازیں سیرو کے الفاظ سے وہ اہمیت ظاہر نہیں ہوتی جو
دیلفی کو بعض مرتبہ دی جاتی ہے اس لیئے کہ اس میں دیلفی، دودونا اور لیبیہ کا نخلستان
بالکل ہم پلہ بتا یا گیا ہے، اور اگر دودونا اور آمون کا ماحصل وہی تھا جو دیلفی کا، تو
پھر ظاہر ہے کہ اس کی کیفیت محض خانہ پری سے زائد نہ رہے گی۔ نیز یہ بھی یاد رکھنا
چاہیئے کہ آبادکاری کے مقامات کی بابت جو کچھ سیرو کے الفاظ سے ثابت نہیں ہوتا
وہ فال گو کے انفرادی فیصلوں (مثلاً دیو دوروس ۸) سے بھی ثابت ہونا ناممکن ہے،
اس لیئے کہ یہ امر نہایت درجہ مشتبہ ہے کہ جن واقعات کا ان فیصلوں سے پتا لگتا ہے وہ
اصلی ہیں یا ان کا بعد میں اختراع کیا گیا ہے۔ یہ امر قرین قیاس نہیں کہ فال گو کے جوابات بہ نسبت
دیگر امور کے نوآبادیوں کے متعلق زیادہ صاف اور صریح ہوتے تھے۔
اگر بالفرض تارنتوم کے متعلق جو تفاول کیا گیا اُس کے حالات صحیح بھی ہوں، با اینہمہ
ہمیں اس کی بابت مفصلۂ ذیل امور پر غور کرنا پڑیگا:۔ آٹھویں صدی ق م کے یونانی اطالوی
ساحل سے اتنے ہی واقف ہوں گے جتنے ہم مغربی آفریقہ کے ساحل سے واقف
ہیں۔ جب فلنتیہ نے یہ الفاظ اپنی زبان سے نکالے کہ "کروتون یا تارنتوم میں جاکر آباد ہو یا
ان پر اپنا علم آویزاں کردو" تو ان مقامات کا تعین نہایت دشوار تھا۔ فالوں اور پیشگوئیوں
میں جو التباس لفظی ہوتا ہے اس کی حقیقت ظاہر کرنا ہمارا مقصود نہیں؛ جس مقام پر
پیشگوئی پوری اُترتی ہے وہی ہوتا ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، اور اگر کوئی نقص
رہ جاتا ہے تو اُس کی فوراً یہ تاویل کی جاتی ہے کہ فال گو کے الفاظ کی صحیح تعبیر نہیں کی گئی۔
لیکن اگر کوئی نوآبادی ایسی فال کے ذریعے سے عمل میں آتی اور فال گو کے الفاظ صریح ہوتے
تو اس کی کیفیت بالکل متغائر ہوتی اس لئے کہ محض اس فال کے ذریعے سے یہ فہم دائرۂ جواز
میں آئی ہوگی بعینہ اسیطرح پوپ سکندر ششم کے حکم کیوجہ سے ہسپانوی اور پرتگیزی نوآبادیوں کو بہت تقویت پہونچی
سکندر ششم کے فیصلے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ اسکے دربار میں جغرافیہ داں علما و فضلا کا جمگھٹ رہتا ہوگا، بلکہ صرف یہ ثابت
ہوتا ہے کہ اس زمانے کی آبادکار اقوام کسی نہ کسی مذہبی اجازت کے خواہاں ہوتی تھیں، اور یہی قسم کی کیفیت یونان قدیم میں بھی سمجھنی چاہیئے:

باب ۱۵

استمزاج کیا جاتا تھا؛ مثلاً لیکرگوس نے جب اسپارٹا کے لیئے قوانین بنائے تو انھیں منظوری کے لیئے ڈیلفی میں پیش کیا؛ اسی طرح فنتیہ نے سولن کو حکم دیا کہ ایتھنز کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے، اور اسی کے حکم سے زالیوکوس نے لوکری اپی زیفیری کے لیئے قوانین تیار کئے۔ لیکن اس سے کوئی یہ نتیجہ نہیں نکالیگا کہ نفس قوانین ہذا کی ابتدا ڈیلفی کے مجاوروں نے کی ہوگی، بلکہ یہ بھی بعید از قیاس ہے کہ انھیں یہ علم ہوگا کہ ایتھنز اور لوکری میں کسی نئے قانون کی فی الواقع ضرورت نہ بھی ہے یا نہیں، یا یہ کہ قانون سازی کے لیئے سولن اور زالیوکوس سے بہتر مقنن نہیں مل سکتے۔ ڈیلفی کی فالگاہ امور عامہ کے لیئے اعلیٰ ترین عدالت مرافعہ تھی، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ سمجھنی چاہیئے کہ اول تو معاملۂ زیر بحث صرف اسی وقت پیش ہو سکتا تھا جب یہاں کے مجاور اس کا پیش کرنا مناسب تصور کرتے تھے، اور درخواست گزار کے لیئے یہ لازمی نہ تھا کہ وہ فال کے بموجب عمل کرے۔ بہرحال اس کی نوعیت ایک عدالت کی مانند تھی اور اسے قانون سازی کے اختیارات مطلقاً حاصل نہ تھے، گو اس میں بھی شبہ نہیں کہ بعض مرتبہ وہ ایسے امور میں بھی رائے زنی کرتا تھا جو امر زیر بحث سے غیر متعلق ہوتے تھے[۱] مثلاً اسپارٹا

---

[۱] فنتیہ کا فرض تھا کہ اہم امور کی (جن میں خانگی معاملات بھی شامل تھے) مذہب کی طرف سے اجازت دے۔ گو یہ اجازت ان الفاظ میں دی جاتی تھی کہ "فال گوئے ڈیلفی نے ایسا حکم دیا ہے" لیکن اگر ہم اس فقرے کے لغوی معنے لیں تو یقیناً ہم نہایت فاش غلطی کے مرتکب ہوں گے یہی وجہ ہے کہ پریلر Preller نے اپنے اس مضمون میں جس کا اوپر اقتباس دیا گیا ہے، ایسی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ کلس تھنیس کے قبیلوں کے نام ڈیلفی کے حکم کے مطابق رکھے گئے تھے (پیوسانیاس ۱۰/۱۰) کہتا ہے کہ ان کی توثیق ربانی الفاظ کے ذریعے سے کی جاتی تھی) درانحالیکہ یہ امر بالکل صریح ہے کہ کلس تھنیس کی حکمت عملی کا اختراع جس میں اس کی غیر اہم تدابیر بھی شامل ہیں، اس نے اور اس کے ایتھنزی دوستوں نے ہی کیا ہوگا؛ اس واقعے کو متقی اور پرہیزگار ہیروڈوٹس نے بھی تسلیم کر لیا ہے (۵، ۶۶) ہم واضح ہو کہ ہر ایک معاملے میں ڈیلفی کے اجازت نامے کی نوعیت بالکل حکم نامے کی سی ہوتی تھی۔

اور فال گاہ **ڈیلفی** کے تعلقات نہایت دیرینہ تھے لہذا باہمی تنازعات کو دور کرنے کی غرض سے **اسپارٹا** میں ایک خاص عدالت قائم تھی جس میں دو عہدہ دار نشست کرتے تھے جنھیں "**فیثویاں**" کہتے تھے۔ علاوہ ازیں یونانیوں اور غیر یونانیوں دونوں میں **ڈیلفی** کی شہرت تھی مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ **میداس** اور **گی گیس** کے بعید زمانے میں اور ان کے بعد **مرمنادی** خاندان شاہی کے عہد میں **افروجی** اور **لِدوی** دونوں قومیں اپنی استدعائیں پیش کرتی ہیں؛ نیز عہد خاندان **ٹارکوئین** میں رومانی بھی اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ الغرض ان تمام باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ابتدائی زمانے سے ہی یونانی تہذیب و تمدن کا بیرونی اقوام پر معتدبہ اثر پڑ رہا تھا اور ہر جگہ فال گاہ **ڈیلفی** کو یونانی مذہبی خیالات کا ایک وقیع اور مستند قایم مقام سمجھا جاتا تھا[۱]۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب کبھی اس کے فیصلے اخلاقی پہلو لیے ہوتے تھے تو ان کا اثر اعتدال کی طرف مائل ہوتا تھا، اور یہ صفت یونانی ذہنیات کی نمایاں خصوصیات میں سے ہے کہ اس میں انتہا پسندی کا غلبہ کبھی نہیں رہا۔ **ڈیلفی** نے یونانی مذہب کی جو نگرانی کی اُس کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس کی وجہ سے یہاں کے مسلمہ قومی دیوتا غیر ملکی معبودوں کے حملے سے بچ گئے؛ اور اُس کی خاص توجہ سے توحید باری تعالیٰ کا اعلیٰ و ارفع تخیل محض ارباب پرستی کی بدولت تیرہ و تاریک نہیں ہو سکا؛ یعنی بجائے اس کے کہ یونانی **اپولو** کو خود مختار معبود تصور کریں، وہ اسے **زیوس** کا نفس ناطقہ اور اس کی مرضی کا ترجمان حقیقی ماننے پر اکتفا کرتے تھے۔ جب موقع ملا تو **ڈیلفی** والوں نے بعض اخلاقی مسائل کے شیوع میں خاص حصہ لیا، مثلاً قتل کے کفارے کا طریقہ اور بدلا لینے کی ممانعت دونوں تعزیری مسائل کا

---

[۱] درانحالیکہ ڈیلفی میں یونانی اور غیر یونانی دونوں اپنی اپنی اغراض لے کر آتے تھے، اولمپیا میں کوئی غیر یونانی گھسنے بھی نہ پاتا تھا۔ اسی وجہ سے جس معنی کر کے اولمپیا یونانیوں کے لیے باعث اتحاد و اتفاق تھا، ڈیلفی نہ تھا۔ لہذا جس وقت ہم ڈیلفی کی فال گاہ کی تنقید کے لیے بیٹھیں تو یہ امر نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔

باب ۱۹

نفاذ اسی کے احکام کے ذریعے سے ہوا تھا۔ اس کے صدر دروازے پر چند چھوٹے چھوٹے فقرے کندہ تھے جن کا اثر یونانیوں کی اجتماعی زندگی پر پڑتا تھا۔ انمیں سے ایک فقرہ "خود کو پہچان" اور دوسرا "حد سے تجاوز نہ کر" تھا جنمیں۔ انمیں سے بعض فقرے تو یونان کے سات عقلا کی طرف اور بعض محض نخیے لوں کی طرف منسوب کیئے جاتے تھے۔ جن حقیقی خصوصیات قوم کا ان کہاوتوں سے اظہار ہوتا تھا ان میں سے شائد سب سے ممتاز وہ تھی جس میں حد سے تجاوز نہ کرنے کی ہدایت تھی اس لیئے کہ ڈیلفی کی فالوں کا عام رجحان ہمیشہ اعتدال پسندی کی طرف رہتا تھا اور یہ اثر ان کی وجہ سے زندگی کے ہر شعبے پر پڑ گیا۔ آخر میں ہمیں یہ بھی کہنا ہے کہ ڈیلفی نے آٹھویں، ساتویں اور چھٹی صدی ق م تک تمدن میں معتدبہ اضافہ کیا[۱۳]۔

ان اسباب کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈیلفی کے اثر کا میلان اعتدال کی جانب تھا، یعنی جو امور اخلاقاً برے ہوتے یا جن میں تعصبانہ انداز پایا جاتا ان کی ممانعت کی جاتی تھی۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ اس فال گاہ کے ذریعے سے قوم کے دماغوں میں ترقی پذیر خیالات پیدا ہوتے تھے یا اُس کے ذریعے سے نئے نئے راستوں کا انکشاف ہوتا تھا بعض مصنفوں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ تاریخ یونان کے بعض خاص خاص عہدوں میں ڈیلفی تقریباً تمام بڑے بڑے اور اہم ترین امور میں رہبری کرتا تھا، یعنی اسی کے ذریعے سے یونانیوں کو اُنکی جنتری، فن راہ سازی اور دوریانی طرز تعمیر سکھایا گیا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہیں سے

---

۱۳ گرتیوس (: "تاریخ یونان" ۱ (۴) ۴۷۲) کہتا ہے کہ چونکہ "اپولو کے دربار میں ایک عورت کے ذریعے سے کل کام انجام کو پہنچتا تھا اس وجہ سے طبقۂ اناث کی وقعت اور عزت میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا"۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر اپولو کے اس اثر کو نظرانداز بھی کر دیا جائے تاہم پینے لوپے، اندرو ماخے، اور نوزی کا آکی جو وقعت ہے وہ دوریانی ترک وطن کے بعد کی بیشتر عورتوں سے زیادہ ہے، چنانچہ دوریانی ترک وطن کے زمانے میں اپولو کا اثر اپنے معراج کمال کو پہنچ چکا تھا کم از کم کاساندرا کی حکایت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ افسانے سے ان واقعات کا ثبوت نہیں ملتا جن کا کرتیوس کے مفصلۂ بالا الفاظ سے پتا چلتا ہے۔

وہ مسائل نکلے تھے جو فیثاغورس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ اغلب امر یہ ہے کہ ڈیلفی کے پجاریوں نے اپنا اثر ان امور میں سے بعض پر ضرور ڈالا ہوگا مثلاً انھوں نے یقیناً اپنی توجہ بعض یونانی ریاستوں کے طرز تقویم کی طرف مبذول کی ہوگی اور خود ان کا مفاد اس امر کا مقتضی تھا کہ اُن کے بت کدے کے قرب و جوار کی سڑکیں عمدہ حالت میں رکھی جائیں۔ لیکن اس اثر کی نوعیت کلیتہً مقامی تھی، اور اس کا نہ تو اس وقت تک کوئی ثبوت دیا گیا اور نہ یہ ظن غالب ہی ہے کہ انھوں نے دریائی طرز تعمیر پر کوئی قطعی اثر ڈالا ہو بلکہ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ انھوں نے یونانی طرز تعمیر میں کوئی خاص دل چسپی لی ہو۔ اس کے برعکس ڈیلفی کے بت خانے کی ضروریات اس درجہ لاثانی اور عجیب و غریب تھیں کہ ان کی وجہ سے وہاں کے پجاریوں کو معمولی مندروں کی طرز تعمیر یا ان کی صحیح اور متناسب ترتیب میں کوئی دل چسپی پیدا نہ ہوتی ہوگی۔ اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ متقدمین کے خیال کے بموجب فیثاغورس خدائے ڈیلفی کا پیامبر تھا (معاذ اللہ) جس پر اس معبود کے الہام ہوا کرتے تھے، مگر غالباً یہ فیثاغورس کے نام کی ایک محض خیالی تعبیر تھی اور اس کی تائید میں ہم کسی اور واقعے سے واقف نہیں ہیں۔

اب ڈیلفی کے پجاریوں کے اُس حیطۂ اختیار کو لیجیے جس کے تحت اُن کی طرف عظیم الشان اور بڑا آفرین تخیلات کی تخلیق منسوب کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں دو واقعات کی توجیہ نہایت دشوار ہے۔ ڈیلفی ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، اور اُس کے پجاریوں کا انتخاب بعض مخصوص جماعتوں یا انجمنوں کی طرح جملہ مقامات اور جملہ اقوام کے افراد سے نہیں ہوتا تھا بلکہ اُس میں جو کچھ بھی قابلیت یا اہلیت تھی وہ سب موروثی تھی۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اس جماعت کو اس قدر عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی ہو۔ دوسرے یہ مسئلہ بھی قابل غور ہے کہ ان میں سے ایک شخص بھی اپنا ذاتی اقتدار اور شہرت کو بڑھانے کی طرف مائل نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس ہر ایک کے منھ سے یہی صدا نکلتی تھی کہ کم از کم میں نے تو ان تخیلات کی

باب ۱۹

ابتدا کی نہیں۔[۱۴۵] دنیا کا قاعدہ ہے کہ تخلیقی قابلیت کسی خاص دیہاتی رقبے کا حصہ نہیں ہوتی، اور جب کوئی قابل شخص تماشا گاہ عالم پر نمودار ہوتا ہے تو وہ

---

۱۴۵ ا، کرتیوس (۱، ۴۶۴) نے ان دونوں اعتراضات کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے لیکن ان کے خلاف کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اس کا بیان ہے کہ فال گاہ کے پجاری متدعی سے اعتراف گناہ کرا لیتے تھے، لیکن جس فقرے سے وہ یہ استدلال کرتا ہے اسکا تعلق "سامو تھریسی اسرار" سے ہے جس کی نوعیت بالکل مختلف تھی صفحہ ۴۶۴ سے کرتیوس اس اثر پر بحث کرتا ہے جو ڈیلفی کا مختلف اطراف وجوانب کے ملک پر تھا۔ یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکے مفصلۂ ذیل ملخص کو مدنظر رکھ کر ہر ایک امر پر فرداً فرداً بحث کی جائے۔ صفحہ ۴۶۳ پر وہ کہتا ہے کہ "یونانی مہینوں کا تعین اپولو کی فال گاہ کے ذریعے سے ہی ہوا تھا" لیکن اس سے زیادہ درست اور صحیح یہ بیان ہوگا کہ شمسی اور قمری سال میں جو تفاوت تھا اُسے ڈیلفی کے فیصلوں کے ذریعے سے درست کیا جاتا تھا۔ صفحہ ۴۸۳ پر کرتیوس کہتا ہے کہ ڈیلفی نے ہی سب سے پہلے سڑکیں تعمیر کرائیں۔ صفحہ ۴۹ پر وہ یہ کہہ چکا ہے کہ فنیقیوں نے "تباہ کن پہاڑی چشموں کا زور توڑا، پشتے بنائے اور یونان میں سب سے پہلے سڑکیں تعمیر کیں"؛ لیکن صفحہ ۴۸۴ پر اس کے برعکس اس کا قول ہے کہ "سڑکوں اور پلوں کے بنانے کے فن کی ابتدا، جن کے ذریعے سے پہاڑی چشموں کی قوت ٹوٹ جاتی تھی، دراصل قومی حرم گاہوں سے نکلا تھا جن میں سب سے ممتاز ڈیلفی کا بت خانہ ہے"۔ ہمارے نزدیک ان دونوں نظریوں میں سے کسی کا ثبوت نہیں دیا گیا "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" Corp.Ins.Gr. جلد ۱، ۱۶۸۸ کے مطابق بلاشبہہ یہ مجلس اُمفک نیون کا فرض تھا کہ بعض سڑکوں اور پلوں کی نگرانی رکھیں، اور اغلب یہ ہے کہ یہ ڈیلفی کے راستے میں ہوں گے؛ لیکن اس سے کرتیوس کے نظریے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اور نہ اسکا یہ خیال ہی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ میلے میں شرکت کے لیئے جاتے تھے، خصوصاً جو لوگ رتھ دوڑ میں شریک ہوتے تھے اُنھیں گاڑیوں کی سڑک کی ضرورت رہتی ہوگی۔ اول تو گاڑیوں کی سڑک معمولی تجارت اور بیوپار کے لیئے بھی ضروری تھی، اور دوسرے ہمیں معلوم ہے کہ چھٹی صدی ق م تک ڈیلفی میں گاڑیوں کی دوڑ کی ابتدا نہیں ہوئی تھی۔

باب ۱۹

بہت جلد اپنی قابلیت کو تسلیم کرا لیتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ دیلفی کے پجاریوں سے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اس سے پہلے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آبادکاری کے میدان میں فال گاہ کسی قسم کی رہبری نہیں کرتی تھی اور نہ اُس کے احکام میں کوئی خاص فراست پائی جاتی تھی اس لیئے کہ گُرتیوس کا یہ قول کہ "وہ آبادکاری پر دیلفی کا جواثر تھا وہی اُس کی سب سے بڑی اور سب سے دیرپا خدمت ملک تھی" بالکل بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ چہار سالہ عیدوں کی چہل پہل کے ساتھ تجارتی میلے بھی ہوتے تھے؛ اس سے گُرتیوس یہ استدلال کرتا ہے کہ "علاوہ ملطہ اور دیلفی کے حرموں کے دیلوسی بت خانہ) ساموسی ہیرائیوم، اور ایفی سوس کے ارتی میزیوم کے ذریعے سے بیرونی تجارت اور رسل ورسائل کا بازار گرم رہتا تھا" (صفحہ ۴۸۷) ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ اس قسم کی تجارت کو مذہب سے کوئی تقویت نہیں پہنچی، اور ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ لفظ Ausgangspunkt "موقع برآمد" سے اصلی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ وینس کے کنیسا؛ مرقس، جنوا کے کنیسا جرجیس اور فلورنس کے کنیساء یوحنا کو کوئی وینسیوں، جنوائیوں اور فلورنساویوں کے "تجارت کے موقع برآمد" نہیں بتاتا؛ لیکن ہمیں یہ معلوم ہے کہ جہاں کہیں وینسی جاتے وہاں وہ بالالتزام سنت مرقس کے نام کا ایک گرجا بعینہ اسی طرح تعمیر کرتے چلے جاتے تھے کہ جیسے ملطی جہاں کہیں جاتے ضرور دیلفی کے نام کا ایک بت خانہ بناتے محض اس وجہ سے کہ جنوا والوں نے اپنی بنک کا نام "سنت جرجیس بنک"، اور نیپلز والوں نے اپنی بنک کا نام "سنت یعقوب بنک" رکھا تھا، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان بلدیات کی تجارت کو بھی احساس کی وجہ سے کوئی تقویت پہنچی ہوگی۔ جب نیپلز کے "کنیساء روح القدس" کی آمدنی بہت بڑھ گئی تو اُس نے ایک بنک کی بنیاد ڈالی جس سے صرف اپنا ہی نہیں بلکہ عوام کا فائدہ بھی مقصود تھا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سود کے سوالات حل کرنے سے بحری تجارت میں ہاتھ ڈالنا کہیں دشوار تر ہے، اور حلقۂ مسیحی کے افراد بھی عرصۂ دراز تک بحری تجارت کو جاری نہ رکھ سکے۔ ان تمام اسباب کو ملحوظ رکھ کر ہمارا خیال ہے کہ دیگر امور کی طرح بحری تجارت کے میدان میں بھی اپولو کے پجاریوں نے قوم کی مطلق رہبری نہیں کی۔ مقصد بالا تنقید کے بعد ہم گُرتیوس کے اس قول پر (صفحہ ۴۸۸) کوئی اعتراض

باب ۱۹ وہ تمام افعال سرزد ہوتے تھے جو اُن کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں، تو پھرا یہ نقصہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نہیں کرتے کہ یونانی بت خانوں میں لین دین کے سلسلے قائم تھے۔ صفحہ ۴۹۳ پر وہ تحریر کے استعمال پہ بحث کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اُس کی ابتدا ضروریات عامہ کی غرض سے بت خانوں میں ہوئی ہوگی؛ لیکن یہاں بھی دلیفی کو دیگر مقدس مقامات میں کوئی امتیاز حاصل نہ تھا۔ گرتیوس کو اس امر کا اقرار ہے کہ دلیفی کی "مرتب کردہ تاریخ" دراصل حقیقی واقعات کی قطع وبرید کرنے کے بعد مرتب کی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے (صفحہ ۴۹۸) کہ "بقائے ابدی" کے مسئلے کی ابتدا دلیفی سے ہی ہوئی؛ لیکن اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاتا کہ دیگر مقامات سے پہلے یہاں اُس کی ابتدا ہوئی ہوگی، اور جو تصویر پولیگنوتوس نے کھینچی ہے وہ پانچویں صدی ق م سے قدیم تر نہیں ہے۔ گرتیوس کہتا ہے کہ دلیفی کی فال گاہ میں یونان کے سات بڑے بڑے عاقلوں کی گویا کہ ایک اعیانیت جمع ہو گئی تھی، اور اُن کے اقوال، جو بت خانے کے صدر دروازے پر کندہ تھے، دلیفی کی عقلمندی اور فراست کے ممتاز ترین نشانات سمجھے جاتے تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر بالفرض یہ اقوال انھیں عاقلوں کے تھے جن کی طرف وہ منسوب کیئے جاتے تھے با ایں ہمہ وہ انھیں کے فکر وتخیل، اور اُس عہد کے جملہ میلانات اور رجحانات کا نتیجہ تھا جن کا دلیفی یا اُس کی پجارن سے مطلق کوئی تعلق نہ تھا۔ صفحہ ۵۰۲ پر گرتیوس کہتا ہے کہ لیکرگوس کی طرح فیثاغورس کی فراست کا ماخذ بھی فتیہ ہی تھی جس کی وجہ سے اس فلسفی کا نام فیثاغورس پڑ گیا، اور وہ پجارن جس کی نسبت ان مسائل کا ودیعت کرنا بیان کیا جاتا ہے اس کا نام "تمسطا کلیہ تھا"۔ باوجود ہیرو ڈوٹس کے بیان (۱، ۶۵) کے ہمارے نزدیک لیکرگوس نے اپنی تعلیم کا بیشتر حصہ فتیہ سے اخذ نہیں کیا اور زمانہ حال کے دیگر مصنفوں کی طرح ہمارے خیال کے بموجب بھی تمسطا کلیہ کی بابت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب کا سب خود ساختہ ہے؛ نیز ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ تمسطا کلیہ کی ملاقات سے پہلے ہی فیثاغورس کا یہ نام کیسے تھا، ورنہ ہمیں یہ فرض کرنا پڑے گا کہ ابتدا میں اس کا کچھ اور نام ہوگا (جس کا ہمیں علم نہیں)۔ صفحہ ۵۰۷ پر دوریانی طرز تعمیر کا تعلق بھی دلیفی سے دکھایا گیا ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا؛

باب ۱۹

یونان کے فرماں روا بننے میں ہرگز دیر نہ لگتی، اور ہم تاریخ یونان میں ایسی مذہبی حکومت کا حال پڑھتے جس کا فی الحقیقت مطلق وجود نہ تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس کے برعکس بہت سے عناصر ایسے پائے جاتے ہیں جن کی وجہ اس کا تعلق کورنتھ سے معلوم ہوتا ہے "عمال مقدس کا حکم تھا کہ دوریائی حکومت میں خانگی مکانات کے دروازے اور چھتیں کلہاڑی اور آرے سے بنائے جائیں" لیکن اسے لیکرگوس کے قوانین کا ایک جزو تصور کر کے محض اسپارٹا تک محدود کر دیا گیا ہے صفحہ ۵۰۰ پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ "دوریائی طرز تعمیر کے ارتقا اور توسیع کا یقینی تعلق اس حرم کے ساتھ تھا جس نے دوریائی مملکتوں کی بنیاد رکھی" لیکن محض اس بیان سے کچھ ثابت نہیں ہوتا یہ ایک بالکل فطری امر تھا کہ پجاری مختلف بت خانوں کے باہمی تناسب کا تعین کریں لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ عام طور پر ہر ایک بت کدے کی تعمیر کی نگرانی کرتے ہوں گے۔ صفحہ ۵۲۷ پر کرٹیوس کہتا ہے کہ ہسیود کے خیالات "محض دیلفی کے پجاریوں کے تخیلات پر مشتمل ہیں" اگر ہم ان مشہور معروف اقوال کو نظر انداز کر دیں جن کا تعلق در اصل زمانہ مابعد سے تھا، اور جن کا اختراع پجاریوں نے نہیں بلکہ "مجلس ہمسائگاں" نے کیا تھا، تو پھر پجاریوں کے خیالات کا معلوم کرنا نہایت دشوار ہوگا۔ صفحہ ۵۳۸ پر کرٹیوس اپنی رائے کا ملخص بیان کرتا ہے کہ نویں صدی ق م سے یونان نے جو کچھ ترقی کی "خواہ مذہبی اور اخلاقی خیال آفرینیوں کے میدان میں ہو، خواہ موسیقی اور شاعری کے زمرے میں یا سیاسیات، تعمیرات اور سنگ تراشی کے شعبوں میں، غرض زندگی کے ہر ایک محکمے میں یونانیوں نے جو کچھ ترقی کی اس کا مبداء اور ماخذ دیلفی کا بت خانہ ہی تھا" ہم ان امور کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں۔ صفحہ ۵۳۹ پر کرٹیوس کہتا ہے کہ کلیس تھنیس خود سر حکمران سکیون کے عہد سے دیلفی کے طرز عمل میں ایک بدیہی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور اب اس میں موقع و محل کے لحاظ سے حکمت عملی اختیار کی جاتی ہے" لیکن کلس تھنیس چھٹی صدی ق م کے ابتدائی حصے میں تھا، اور یہ وہی زمانہ ہے جب فال گاہ دیلفی کے نوشتے ایک حد تک محض افسانوں کے میدان سے نکل جاتے ہیں اور وقت فی میں ہفت عقلائے یونان جمع ہو جاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ سب محض "حیلہ ساز موقتی" طرز عمل کا نتیجہ تھا؟ بدیں وجوہ یہ کہیں زیادہ صحیح ہوگا کہ دیلفی کے

باب ۴

ڈیلفی نے جو حصہ لیا تھا اُس کی کبھی کوئی قابل لحاظ مخالفت نہیں ہوئی جس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ان میں کوئی ممتاز قابلیت نہ تھی۔ جو لوگ ہمیشہ اپنی خدمات دوسروں کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں اُن میں عام طور پر نہایت معمولی قابلیت ہوتی ہے اور ایسے ہی لوگوں کی تعریف و توصیف میں ہر شخص رطب اللسان رہتا ہے۔ ڈیلفی سے ہر مملکت کے تعلقات اچھے تھے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رہبری کرنے کی بجائے فال گو ان تمام امور کو مذہبی جامہ پہنانے پر قناعت کرتا تھا جن کی مستدعی خواہش کرتے تھے۔ اگر بعض مرتبہ ڈیلفی کی جانب سے کسی خاص مملکت کی خواہشات کی مخالفت بھی ہوتی تو وہ صرف فال گاہ کا اثر قائم رکھنے کے لیئے ہوتی۔ بعض مرتبہ ایسی باہمی سازشوں کا انکشاف ہو جاتا جن کا نتیجہ نام نہاد کلمات زبانی کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا، یا کم ازکم لوگوں کو گمان ہوتا کہ ان سازشوں کا انکشاف ہو گیا ہے؛ لیکن ایسے نازک موقعوں سے نکلنے کا طریقہ بھی پجاری خوب اچھی طرح جانتے تھے، اور بوقت ضرورت خود مہا پجارن فتشیہ تک کو بھینٹ چڑھا دیا جاتا۔ لطف یہ ہے کہ جب جنگ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اثرات کے نظریئے کو چھوڑ کر اس کے واقعی کارناموں پر نظر ڈالی جائے؛ اور ہم نے اس کتاب میں یہی کیا ہے۔ کیا ہمارے اس خیال سے کہ یونانیوں کے بڑے بڑے کارہائے نمایاں دراصل اُن کے بڑے بڑے مفکّروں اور گیانیوں نے کیئے تھے، اُن کی قابلیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا اور کیا یہ نظریہ درست ہے کہ یونان نے دو سو سال تک جو کچھ ترقی کی اسکا مبداء و منبع پجاریوں کا ایک گروہ تھا جو ہمیشہ قوم کے نام احکام صادر کیا کرتا اور جو کچھ قوم کرتی اُسے تقویت پہنچایا کرتا؟ یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ میں بھی اس سے کہیں زیادہ تنوّع پایا جاتا ہے۔ ہم ہرگز فال گاہ ڈیلفی کے اقتدار کے منکر نہیں ہیں لیکن ہم یقیناً اس سے انکار کرنا اپنا فرض تصور کرتے ہیں کہ اُس کے پجاری فہم و فراست میں اوروں سے بالاتر تھے اور مختلف معاملات کی ابتداء انھیں سے ہوتی تھی۔ اس مختصر تنقید کی یہاں اسلیئے ضرورت پیش آئی کہ کرٹیوس کی نہایت وقیع اور مقتدر کتاب کے وہ فقرے جو صفحہ ۳۰۸ سے شروع ہوتے ہیں، اگر صحت پر مبنی ہیں تو اُن سے ہماری رائے کی بالکلیہ تکذیب ہوتی ہے:۔

باب ۱۹

ایران کی ابتدا میں فال گاہ والوں نے ایرانیوں سے مل کر آرگوسیوں اور کریٹیوں کو غیر جانبدار رہنے کی ترغیب دی، جو یونانی مفاد کیلئے نہایت درجہ مضرت رساں تھی، اور اتھنز کو بھی لڑائی میں شامل ہونے سے باز رکھنے کی کوشش کی تو بھی اُس کی عزت اور وقار میں انجاماً کوئی فرق نہیں آیا۔[۱] جنگ کے آخری دور میں اُس نے

[۱] شیومان Schoemann فال گاہ پر الزام لگانے سے انکار کرتے ہوئے، کہتا ہے کہ (۲، ۴۴) ایرانیوں کی صریح فوقیت اور برتری کی وجہ سے ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے گریز ممکن نہ تھا، اور یہ یاد دلاتا ہے کہ جب قسمت نے پلٹا کھایا تو ڈیلفی نے قومی جھنڈا بلند کرنے میں مدد دی۔ لیکن اس سے پجاریوں کے مکر و فریب کے علاوہ کچھ ظاہر نہیں ہوتا اور وہ کسی حالت میں اخلاقاً معذور نہیں قرار دیئے جاسکتے۔ فالگاہ ڈیلفی کی جا اور بیجا اس قدر تعریف کی جاتی ہے، اور لوگوں کی آنکھوں پر کچھ ایسی پٹی بندھی ہے کہ عمدہ سے عمدہ تصانیف میں بھی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے قومی مقاصد کی پشت پناہی کی، درانحالیکہ واقعہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ ان اسباب کی بنا پر ہمارے نزدیک اُس کے خلاف جو نظریہ ہے اُس پر زور ڈالنے کی بہت ضرورت ہے، اور یہاں ہماری خواہش ہے کہ ایک خاص امر کی جانب خاص توجہ دلائیں۔ زمانۂ حال کے خیال کے مطابق، جس کا نہایت وقیع مؤید گیوٹلنگ (Goettling) ہے (جو کچھوے اور بھیڑ کے گوشت کے قصے تک سے جو کریسوس کو دیا گیا تھا، فالگاہ کے عمق اور فطری عقلمندی پر زور دیتا ہے)، پجاری نہایت عالم و فاضل تھے، اور اگر اُس کا استدلال صحیح ہے تو پھر اُن کی ذہانت اور فطانت کے بعد اُن کا مکر و فریب اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اگر یونانیوں کا ہر ایک فعل ان پجاریوں کے جغرافی اور اعدادی معلومات کا نتیجہ تھا تو پھر یہ کہنا کہ جو کچھ وہ کہتے تھے معبود کی طرف سے ہوتا تھا، بڑا بھاری دھوکا تھا؛ اگر پجاری مستدعی کے اشاروں کی بنا پر ان ناقابل فہم آوازوں کو جو فتیہ کی زبان سے نکلتی تھیں، قابل ادراک جامہ پہنا دیتا تھا، تو اکثر و بیشتر صورتوں میں وہ اپنے آپ کو صحیح معنوں میں دیوتاؤں کا ملہم علیہ سمجھ سکتا تھا چونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ انھیں غیر معمولی علم حاصل تھا اس لیئے مناسب ہے کہ اُسکے فرض کرنے سے اُنکے خصائص میں جو اخلاقی پستی نظر آنے لگتی ہے اُس سے ہم باز رہیں:-

باب ۱۵

یہ بھانپ لیا تھا کہ آخر کار یونانیوں ہی کو فتح ہوگی، اور اب وہ بلا تامّل محبان وطن سے مل گئے ۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود فال گاہ والوں کو قومی مقاصد سے مطلق دل چسپی نہ تھی، بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر فی الجملہ وہ یونانیوں کی مخصوص فال گاہ تھی تو بربری اقوام بھی اُس سے اسی قدر فائدہ اُٹھا سکتی تھیں ۔

ڈیلفی کا تعلق اُس زنجیر کی تیسری کڑی سے بھی تھا جو یونانیوں کو ایک رشتے میں منسلک کرتی تھی، اور یہ قومی کھیل تھے جو تعداد میں چار تھے یعنی اولمپیائی، **فیثوی، نِمیائی** اور **خاکنائی** ۔ ان کے علاوہ دیگر مشہور مقامات پر بھی عیدیں منائی جاتی تھیں لیکن اُن کی حیثیت محض مقامی تھی ۔ یونانیوں کی زندگی میں یہ کھیل اُن کی قومی خصوصیات کی وجہ سے خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ۔ ہر یونانی اپنے شہر والوں کی تعریف و توصیف کرنے کا خواہاں تھا، اور اُس کی فطری آرزو اور حوصلے کا یہی تقاضا تھا کہ وہ اپنے آپ کو عامۃ الناس سے ممتاز ثابت کرے اور قوم کی نگاہ میں اُسے دوسروں پر فوقیت حاصل ہو ۔ اسکے نزدیک اپنے آپ کو بڑھانے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ مقابلۂ عامہ میں وہ دوسروں کو نیچا دکھائے ۔ ان مقابلوں کو یونانی تہذیب و تمدن کے ارتقا میں جو عظیم الشان رتبہ حاصل تھا اُس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ناٹک نگار شعرا کے انعامی مقابلوں کی وجہ سے جو ایتھنز میں ہوا کرتے تھے، ورویہ اور سرودیہ کی ترقی میں بہت بڑا ہیجان پیدا ہوا ۔

اولمپیائی کھیل ہیرائیوں کے حرم موسومہ اولمپیا میں منعقد ہوتے تھے ۔[۱۵]

شلہ ان اجتماعوں Panegyris کے لیئے دیکھو الیسقُطراطیس : ”پایانے گیرس“ ۴۳ وغیرہ ۔ جرمانیوں نے اولمپیا میں ۱۸۷۵ء ۱۸۸۱ میں جو کھدائیاں کی ہیں اُن کی وجہ سے وہاں کے متعدد ایوانات برآمد ہو گئے ہیں ۔ یہ کھدائیاں در اصل اکُرتیوس کی تحریروں کی وجہ سے عمل میں آئیں، ان کھدائیوں اور مختلف انکشافوں کے لیئے جملہ معلومات سرکاری روئداد اولمپیا کی کھدائیاں Ausgrabungem zu Olmpia میں ملینگی جو پانچ جلدوں میں شائع ہوئی ہے ۔ مفصلۂ ذیل کتاب اسی موضوع پر پہلی تصنیف ہے

باب ۱۹

جو دریائے الفیوس پر ساحل سمندر سے خط مستقیم پر سات میل پر اور دریا کے کنارے کنارے دس میل کے فاصلے پر اس مقام پر واقع تھا جہاں ایک اور ندی (جس کا نام کلادیوس تھا) شمال کی طرف سے آکر الفیوس میں مل جاتی ہے۔ بعض یونانیوں کی رائے تھی کہ اس میلے کی ابتدا ہرقل نے کی بعض کہتے ہیں کہ اس کا سہرا پیلوپس کے سر ہے اور بعض کا خیال تھا کہ پیزا کے مورونی سردار پیزوس نے اس کا آغاز کیا ہوگا۔ ان تینوں میں سے سب سے زیادہ جس شخص کو اولمپیا میں عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا وہ پیلوپس تھا؛ اور چونکہ اس کی بابت یہ خیال تھا کہ وہی بیشتر حصہ پیلوپونیز کے ان حکمرانوں کا مورث اعلیٰ تھا جنھیں ہرقلیوں نے بیدخل کر دیا تھا اس لیئے غالباً اس کا مذہب ہرقل کے مذہب سے قدیم تر ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اولمپیا کا کوئی حصہ ہرقل کے نام پر وقف نہ تھا اسی لیئے زمانۂ مابعد تک اولمپیا کے میلے کا موجد ہرقل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ میلا لیکرگوس کے اس میں از سر نو روح پھونکنے سے عرصۂ دراز پہلے سے قائم ہوگا۔ اسی زمانے میں ایلس پیزائیوں کے ماتحت تھا اور اس پر ایفی توس حکمراں تھا جسے فال گاہ کی طرف سے حکم ملا کہ وہ میلے کا احیا کرے۔ اس مقصد کے حصول کے لیئے اس نے لیکرگوس سے

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ جس میں مختلف معلومات کو نہایت بسیط اور باترتیب پیرایے میں جمع کر دیا گیا ہے: "اولمپیا و اطراف" مع نقشہ جات، مرتبۂ کاؤپرٹ و ڈوربے فیلڈ Olympia und Umgegend زیر ادارت کرتیوس و آڈلر Curtius und Adler برلن ۱۸۸۲ء۔ جریدۂ آثاریات، عنوان "عید اولمپیا اور اس کا رتبہ" Olympia, das Fest und seine Staett مصنفۂ بیوٹی شر Boettischer برلن ۱۸۸۳ء میں بہت سی تصاویر اور بیڈیکر Baedecker کا ترتیب دیا ہوا اٹلس بھی نہایت نفیس ہے۔ ہم اس مقام پر ایسے اقتباسات نہیں دے سکتے جن سے وہ بے شمار مسائل سمجھ میں آسکیں جو ان کھدائیوں کی وجہ سے زیر بحث آگئے ہیں یا جن کا اب تصفیہ ہوگیا ہے۔

مل کر یہ طے کیا کہ جب تک عید کی چہل پہل جاری رہے اُس وقت تک اُن مملکتوں کے باہمی جنگ و جدال بالکل موقوف ہو جائیں جو اس میں حصہ لیں۔ یہ قصہ تو روایات پر مبنی ہے؛ دوسری صدی عیسوی میں پوسانیاس کے زمانے میں ہیرائیوم کے اندر ایک گھیرا رکھا ہوا تھا جس پر ایفی توس اور لیکرگوس کے نام مندرج تھے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اولمپیائی کھیلوں کی بقا و بہبودی کے معاملات میں اسپارٹا بہت دلچسپی ظاہر کرتا تھا، اور اغلب امر یہ ہے کہ وہ اُس کے محافظ ہونے کی نیم دفتری حیثیت کو سیاسی اغراض کے لیے استعمال کرتا ہوگا۔ زمانۂ مابعد میں ایلیسی مسلسل امن اور اپنے ملک کے محفوظ و مصئون ہونے کا برابر مطالبہ کرتے رہے لیکن ان کی اس آواز پر مطلق توجہ نہ کی گئی، بلکہ اس کے برعکس صرف میلے کے دوران میں امن و امان قائم رہتا اور اگر کوئی شخص ان زائرین کو کچھ نقصان پہونچاتا جو اولمپیا میں آتے تھے تو اُسے رقمی جرمانہ ادا کرنا ہوتا۔ ابتدا میں تو اُس میں صرف ہمسایہ اقوام حصہ لیتی تھیں، لیکن امتدادِ زمانہ سے ان قوموں کی تعداد جو اس میں شریک ہوتی تھیں، بڑھتی گئی اور رفتہ رفتہ ہر ایک یونانی قوم اس میں حصہ لینے لگی۔

دیگر اہم تہواروں اور عیدوں کی طرح مختلف مملکتیں اپنے وفد اولمپیائی میلوں کے موقع پر بھی بھیجتی تھیں۔ یہ میلا ہر چوتھے سال یوم اطول النہار کے بعد دوسرے بدر کے قریب لگتا تھا، اور ابتدا میں اس میں زیوس اور دوسرے دیوتاؤں کے نام کی قربانیوں کو باقی تمام امور سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی، لیکن رفتہ رفتہ ان سے وہ مقابلے کی بازیاں بڑھ گئیں جو دیوتاؤں کے اعزاز میں لگائی جاتی تھیں۔ سب سے قدیم بازی جو عرصۂ دراز تک تنہا جاری رہی معمولی پیدل آدمیوں کی دوڑ تھی جو دوڑ گاہ میں (جس کا طول ۶۰۰ اولمپیائی قدم تھا) ہوا کرتی تھی؛ جو شخص اس دوڑ میں اول آتا اُسی کے نام پر اس مخصوص اولمپیاد کا نام رکھا جاتا اور یہی اس سال کے جملہ کھیلوں کا میری قرار پاتا تھا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اولمپیاوی سنوی شمار اور ان جملہ معلومات کا سلسلہ ۷۷۶ ق م سے پیشتر شروع نہیں ہوتا اور یہ وہ سال ہے جب کوروئے بوس

باب ۱۹

میری تھا، لیکن اولمپیاد کو سنوی شمار کے معیار بنانے کا سہرا تمائیوس ساکن تورڈومے نیوم کے سر ہے جس نے تیسری صدی ق م میں اس رواج کی ابتدا کی۔ اٹھارھویں اولمپیاد میں معمولی پیدل دوڑ میں اس پنجگانہ بازی کا اضافہ ہوا جس میں کودنا، دوڑنا، کھیر اپھیکنا، نیزہ بازی، اور کشتی گیری شامل تھی؛ اس کے علاوہ پہلوانوں کا علیحدہ دنگل بھی ہونے لگا تیئیسویں اولمپیاد میں گھونسہ بازی شروع ہوئی اور پچیسویں میں محض نمائشی اغراض سے گاڑی دوڑ کی ابتدا کی گئی جو دوڑ گاہ کے جنوب اسی کے متوازی اسپ سدان میں منعقد ہوتی تھی پیدل دوڑ سے میری کی تیز قدمی اور پنجگانہ بازی سے اسکی قوت اور چلت پھرت کا امتحان ہوتا تھا، لیکن گاڑیوں کی دوڑ سے صرف جیتنے والے کی دولت و ثروت کا اندازہ ہوتا تھا اس لئے کہ گاڑی بان کی بجائے گاڑی اور گھوڑوں کا مالک جیتتا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ جو گڑھی کے اخراجات کے متحمل صرف امیر ہی ہو سکتے ہیں۔ اس دوڑ میں اکثر خود سر حکمران حصہ لیتے تھے اور درباری شعرا اُن کی تعریف و توصیف کے طومار باندھ دیتے تھے۔ الغرض شہرت کا ایک حصہ جو ذاتی جدوجہد کے لیئے وقف ہونا چاہیئے، اس شخص کی ملک سمجھا جاتا تھا جس کے پاس علاوہ دولت کے کچھ نہ ہوتا۔ گاڑی دوڑ میں محض میری کی ہی شہرت نہ ہوتی بلکہ اُس کی مادر بلد کا بھی حصہ ہوتا، اور بعض مرتبہ تو جو گڑی کا مالک محض چاپلوسی یا خوشامد کی غرض سے خانۂ مالکانہ کے اندر کسی اور کا نام اندراج کرا دیتا یا بجائے اپنے شہر کے کسی اور بلدیئے کا نام لکھا دیتا۔ یہ واقعہ ہے کہ ایسی صریح لغو گوئی کے ذریعے سے لوگ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہو جاتے تھے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی نہایت سادہ لوحی سے اپنی شہرت پر نہایت محظوظ و مسرور ہوتے تھے۔

کھیلوں کے کارکنوں اور عادیوں کو ہیلانودکائے کہتے تھے جنھیں املیسی نامزد کرتے تھے اور اِن بازیوں کو باکرہ لڑکیاں، غیر ملکی باشندے اور غلام بھی دیکھ سکتے تھے۔ ان مقابلوں سے جو جرمانے وصول ہوتے تھے اُنکے ذریعے سے زیوس کے مجسمے یا زانیس ڈھال کر حرم کے اندر رکھ دیا جاتا تھا۔

اور میری کو جنگلی زیتون کے اُس درخت کا ایک گھیرا بطور انعام کے دیا جاتا تھا جسے **ہرقل** نے اولمپیا میں بویا تھا۔ جب میری اپنے وطن مالوف کو واپس جاتا تو وہاں اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا اور اُس کی بے حد عزت کی جاتی۔ وہ ایک گاڑی میں بیٹھ کر، جس میں چار سبزہ گھوڑے جُتے ہوتے، اپنے دوستوں کے ساتھ شہر میں داخل ہوتا، اور اپنا فاتحانہ گھیرا شہر کے افضل ترین حرم پر چڑھا دیتا۔ تماشا گاہ میں اس کے لیئے ایک معزز جگہ مخصوص ہوتی اور اکثر اُس کے بلدیئے کی طرف سے اُس کے خورونوش کا انتظام کر دیا جاتا۔ بعض جگہ اُسے رقمی انعام بھی دیا جاتا اور اسپارٹا میں میدان جنگ کے لیئے اُس کے واسطے خود بادشاہ کے قرب میں ایک جگہ مختص ہوتی۔ انسٹھویں یا اکسٹھویں اولمپیاد کے بعد میریوں کو یہ اجازت مل گئی کہ اگر چاہیں تو اولمپیا کے مجسمے نصب کریں، لیکن انھیں خود اپنی شبیہ کے مجسمے تیار کرانے کی صرف اُس وقت اجازت دی جاتی تھی جب وہ تین مقابلوں میں مسلسل اول آتے تھے۔

چونکہ مختلف اطراف و اکناف یونان کے باشندے جوق جوق ان میلوں میں جمع ہوتے اس لیئے زمانۂ مابعد میں مصنف اس موقع سے فائدہ اٹھا کر یہاں اپنی تصانیف عوام کے سامنے پیش کرتے۔ مثلاً **ہیروڈوٹس** کی بابت کہا جاتا ہے کہ اُس نے اپنی تاریخ کا ایک حصہ یہاں پڑھ کر سنایا تھا، اور **گورگیاس** نے اپنی **اولمپیائی** تقریر اسی موقع پر کی تھی۔ یہی وہ مجمع تھا جہاں آ کر خطاب اپنے کمالات کے جوہر دکھاتے اور نقاش اپنے بنائے ہوئے مجسمے رکھ کر لوگوں کو محظوظ کرتے۔ **تمسطاکلیس** کی طرح جو باوقار شہری **اولمپیا** جاتے تو وہاں عوام الناس انھیں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ خوش آمدید کہتے اور وہ اپنے اس جوشیلے استقبال کو اپنی وطن پرستانہ کارروائیوں کا بہترین صلہ تصور کرتے۔

اولمپیائی میلے کا یونان کی زندگی کے میدان میں جو رتبہ تھا وہ ہماری دانست میں اہم ترین اور عجیب ترین تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ پیدل دوڑ میں جو شخص اول رہتا وہی میری قرار پاتا اس لیئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض جسمانی قوت کی بجائے تیزی اور پھرتی کو ہی اعزاز و اکرام کا مستحق قرار دیا جاتا تھا۔ یہ بات یونانی قوم کے

باب ۱۹

خصائص میں داخل تھی کہ وہ محض جسمانی قوت سے کبھی متاثر نہ ہوتے تھے پیدل دوڑ میں کامیابی کے یہ معنی تھے کہ فاتح کی جسمانی بناوٹ میں ایک خاص تناسب ضرور ہوگا۔ کامیاب امیدواروں کی جو عزت کی جاتی تھی اُس کا مذہب سے بھی ایک خاص تعلق تھا اس لیئے کہ ورزش کے ذریعے سے بدن کو مضبوط و طاقتور بنانا محض زیوس کی عظمت و توقیر کے لیئے تھا، اور اس طرح اولمپیا کے واسطے سے مذہب کی خاطر حسن و جمال کی تلاش یونانی تعلیم کا ایک خاص عنصر بن گئی، جس کے اساس میں تناسب اعضا اور خوبصورتی داخل کرلی گئی۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے کہ ان کھیلوں سے یونان کے فنون لطیفہ میں سب سے کمل فن کو براہ راست مدد ملی؛ وہ اس طرح کہ ان کھیلوں میں برہنہ بدن کی نمائش ہوتی تھی، اور سنگ تراش اسی برہنگی کے مجسمے تیار کرتے تھے، لہذا یونان کے نقاشوں کو یہ موقع ملا کہ وہ انسان کی فطری کیفیت اور اس کے خوبصورت و تنومند جسم کی تشکیل کریں۔

ہم جانتے ہیں کہ وہ انسان کے چہرے کی نقل اُتارنے میں ذرا کچے تھے، لیکن چونکہ جسم کی تشکیل کی مشق کے ساتھ ہی چہرے کی نقل اُتارنے کی مشق بھی لازمی تھی اسلیئے اس خامی سے فن پیکر پذیری کی محض ابتدائی حالت ہونے کی وجہ سے کچھ زیادہ حرج واقع نہ ہوتا تھا۔

اولمپیا میں یوں کے مجسموں کے علاوہ ہر قسم کے چڑھاووں سے بھرا ہوا تھا جن کی ایک خاص فنی حیثیت تھی، اور مختلف مقدس ایوانوں کی تعمیر کے سبب سے فن تعمیر اور مذہبی اور آرائشی سنگ تراشی کو بہت کچھ تقویت پہنچی تھی الغرض رفتہ رفتہ یہ مقام ایک عظیم الشان عجائب خانے کے مماثل ہوگیا۔ زمانۂ حال تک جو کچھ معلومات ہمیں حاصل تھیں ان سب کا ماخذ وہ مفصل سفرنامہ تھا جو پوسانیاس نے بلاد یونان کے سفر کی یادگار کے طور پر چھوڑا تھا؛ لیکن پچھلے چند سالوں میں ماہرین آثاریات کی دیرینہ آرزو بالآخر پوری ہوئی اور کھدائیوں کے ذریعے سے اولمپیائی میلوں کا محل وقوع عریاں کردیا گیا؛ اس کیلیئے فن تاریخ ا۔ کرتیوس کا رہین منت ہے جن کے ذریعے سے جرمانیوں نے یہ عظیم الشان کام انجام دیا۔

اولمپیا کا سب سے اہم حصہ آلتس یعنی مقدس باغیچہ تھا جس کے مشرق میں اکھاڑے اور میدان مثلاً دوڑ گاہ اور اسپ میدان واقع تھے آلتس کو السوس بھی کہتے تھے اور یہ دریائے الفیوس کے شمال اور کلادیوس ندی کے مشرق میں، دونوں کے سنگم پر کرونوس پہاڑی کے جنوبی دامن میں واقع تھا۔ ابتدا میں اس باغیچے کے درختوں کی ٹہنیوں پر چڑھاوے لٹکا دیئے جاتے تھے اور اس کے سایہ دار درختوں کے بیچ میں سیدھے سادے بے گھڑے پتھروں کی قربان گاہیں بنی تھیں، جن پر قربان کردہ جانوروں کی راکھ ڈالی جاتی تھی؛ لیکن رفتہ رفتہ وہاں ہیرا، زیوس اور ام الارباب کے نام پر بڑے بڑے مندر بن گئے اور ان کے ساتھ ساتھ پیلپس اور ہپوڈامیا کے نام پر چھوٹے چھوٹے احاطے بھی بنا دیئے گئے۔ اس مقدس حرم کے عین وسط میں زیوس کی عظیم الشان قربان گاہ تھی، اور شمالی چبوترے پر متعدد خزانے اور چھوٹے چھوٹے حرم تھے جنھیں مختلف بلدیات نے اپنے چڑھاووں اور پیش کشوں کو محفوظ رکھنے کے لیئے تعمیر کیا تھا؛ ان میں سے ہم سکیون، سرقوسہ، اپی دامنوس، بیزنطہ، سیبارس، سیرینی، سلی نوس، میتاپونتوم، میگارا، اور گیلا کے ایوانوں کی شناخت کر سکتے ہیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ان دس خزانوں میں سے بیزنطہ کا خزانہ تو گویا ایک مشرقی نوآبادی کے متعلق تھا، سیرینی ایک افریقی شہر تھا، اور اسی طرح اپی دامنوس الریائی، میتاپونتوم اور سیبارس اطالوی بلدیات، اور سرقوسہ، سلی نوس اور گیلا سسلی کی نوآبادیاں تھیں؛ گویا کہ صرف سکیون اور میگارا ہی ایسے بلدیات ہیں جو یورپی یونان سے متعلق تھے۔ اس فہرست میں دیار مغربی کو ایک نمایاں فوقیت حاصل ہے اور یونان کے ساتھ انکا جو اتحاد و تعلق تھا وہ اس دلچسپی سے صاف ظاہر ہوتا ہے جو وہ اولمپیا میں لیتے تھے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اولمپیا کا منہ مغرب کی طرف کو ہے، الفیوس مغرب ہی کو بہتا ہوا گویا کہ سسلی میں دریائے اورتی گیا کی شکل میں از سر نو نمودار ہوتا ہے؛ اور سسلی والوں کو اولمپیائی کھیلوں سے جو دلچسپی تھی وہ اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے سکوں پر چوکڑی کی شبیہہ کندہ تھی۔ ان تمام باتوں کو ملحوظ رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اولمپیا مثل ایک زنجیر کے تھا جو یونان کو مغربی نوآبادیوں سے منسلک کرتی تھی۔

باب ۱۹

یہ امر بھی خاص طور پر غور کے قابل ہے کہ سیبارس اور میتاپونتوم کے علاوہ جتنے خزانے اولمپیا میں تھے وہ سب دوریانی بلدیات سے متعلق تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولمپیا اور دوریانی قوم کا باہمی تعلق نہایت خاص قسم کا تھا[۱۶]۔

فیثوی کھیلوں کی وقعت اولمپیائی کھیلوں سے ذرا کم تھی[۱۷]۔ پہلی مقدس جنگ سے قبل ہر آٹھویں سال بربط بازوں کا ایک مقابلہ دلیفی میں ہوا کرتا تھا اور اس میں اپولو دیوتا کی حمد گائی جاتی تھی۔ جب اس جنگ کی وجہ سے میدان کریسیا معبود دلیفی کی ملکیت ہو گیا تو اڑتالیسویں اولمپیاد کے تیسرے سال اولمپیا کی طرح ورزشی مقابلوں کا اضافہ کیا گیا اور یہ مقابلہ ہر آٹھویں سال کی بجائے ہر چوتھے سال میدان میں منعقد ہونے لگا۔ لیکن اس کے بعد بھی اس اجتماع میں سب سے اہم واقعہ فیثوی اپولو کی حمد ہی رہی جسے بانسری پر بجایا جاتا تھا۔ اس مقابلے کے پنچ کو "مجلس ہمسایگاں" مقرر کرتی تھی اور اول آنیوالے کو سدا بہار کا ایک گجرا بطور انعام دیا جاتا تھا۔

رنمیائی کھیل[۱۸] رنمیا نامی ایک سنسان جنگلی وادی میں منعقد ہوتے تھے جو ایک چھوٹے سے آرگوسی گاؤں مسمی کلیونائے کی اراضی میں واقع تھی۔ ابتداءً اس موقع پر سورما آرخے موروس یا اوفیلتیس کے اعزاز میں ایک عید منائی جاتی تھی؛ بعد ازاں بعد اس میں زیوس کی پوجا کا اضافہ کیا گیا اور اکیاونویں اولمپیاد سے اس میں ورزشی کھیل بھی شامل کر دیئے گئے۔ اس عید کا انتظام و انصرام اول تو کلیونائے والوں کے ذمے اور پھر عام طور پر آرگوسیوں کے

---

[۱۶] اغلباً خودسر حکمرانوں کے حوصلوں اور آرزوؤں کی وجہ سے ان خزانوں کی ظاہری شان و شوکت میں بہت اضافہ ہو گیا ہو گا۔

[۱۷] فیثوی کھیلوں کے لیے استرابو ۹، ۴۲۱؛ پوسانیاس ۱۰، ۷، ۴ وغیرہ؛ شیومبرگ ۲، ۵، ۶ وغیرہ۔

[۱۸] استرابو ۸، ۳۷۷؛ پوسانیاس ۲، ۱۵؛ شیومبرگ ۲، ۶۷۔

باب ۱۹

سیر دہ ہوگیا، اور یہ چار سال میں دو مرتبہ یعنی ایک مرتبہ موسم گرما میں اور ایک مرتبہ موسم سرما میں منائی جاتی تھی۔ اس میں دیلیفی کی طرح جسمانی ورزش، چابک سواری، اور موسیقی میں بازی لگائی جاتی تھی اور جو شخص کامیاب ہوتا اُسے اجمود کے پتوں کا ایک گھیرا دیا جاتا تھا۔ علاوہ تین ستونوں کے جو اس وقت تک استادہ ہیں، نمیا کے بت خانے کا باقی ماندہ حصہ زلزلوں کی وجہ سے گر گیا ہے اور آج بھی اُس کے اُفتادہ فیل پائے زمین پر قطار در قطار پڑے دکھائی دیتے ہیں:۔

چوتھا عظیم الشان قومی میلا خاکنائی کھیلوں کے زمانے میں لگایا جاتا تھا جو[۱۹] خاکنا کے کورنتھ پر اول تو ملی کرتیس اور پھر پوسیڈون کے اعزاز میں (جسے تھیسیوس نے یہاں کارکشک دیو مقرر کیا تھا) منعقد ہوتے تھے۔ تاریخی زمانے میں ان کھیلوں نے جو صورت اختیار کر لی تھی وہ فیثوی یا نمیائی کھیلوں کے زمانے (یعنی ۵۸۶ء ق م یا ۵۸۲ء ق م) سے برابر جاری تھی۔ یہ ورزش، چابک سواری، اور موسیقی پر مشتمل تھے اور انعام کے طور پر پہلے تو اجمود کی مالا اور پھر صنوبر کا ہار دیا جاتا تھا۔ ان کھیلوں میں جو دو ریائی سرزمین پر منعقد ہوتے تھے، ایتھنزی خاص طور پر حصہ لیتے تھے اور جو ایتھنزی اول آتا تھا اُسے بلدیۂ ایتھنز اپنے خزانے سے ایک سو درہم بطور انعام کے ادا کرتا تھا:۔

ان چاروں عیدوں کا خاص اثر یہ پڑا کہ دنیا کے سامنے یونانی اپنے مذہب کی خاطر متحد و متفق اپنے رسم و رواج پر عمل پیرا، اپنی جسمانی اور ذہنی ترقی کے لیے کوشاں نظر آنے لگے، اور انہیں یہ خاص بات پیدا ہو گئی کہ اُنکی ریاستوں کے درمیان کیسی ہی جنگ زرگری کیوں نہ ہو رہی ہو لیکن کم از کم سال کے ایک حصے میں تو وہ ضرور ہی آپس میں امن و امان قائم کر لیتے:۔

---

[۱۹] خاکنائی کھیلوں کے لیے پوسانیاس (۱، ۴۴، ۱۱؛ ۲، ۱، ۳)؛ پلوٹارک؛

باب بستم

یونانی مملکتوں کا ارتقا: ملوکیت، اعیانیت، مقنن اور خود سر

ہم نے انیسویں باب میں ان حالتوں کا شمار کیا ہے جن میں یونانیوں کے باہمی اختلاط و ارتباط کے میلان کی تشکیل ہوئی اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ انھوں نے ان رشتہائے اتحاد کو خود اپنی ہی خوشی سے تسلیم کر لیا تھا ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی کبھی ایسی سلطنت قائم کرنے کی خواہش نہیں ہوئی جس میں تمام چھوٹی چھوٹی مملکتیں شامل ہو جائیں؛ بلکہ اس کے برعکس ان کا تخیل صرف ایسی مملکت تک محدود تھا جہاں اراضی متعلقہ کا مرکز ایک محدود شہر ہو اور اس میں یا تو جملہ شہری رہتے ہوں ورنہ کم از کم اس میں اتنی گنجائش ہو کہ بیرونی حملے کے وقت وہ تمام شہریوں کے لیئے مامن بن سکے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی مملکت کی حقیقت ایک کم و بیش ارتقا شدہ بلدیئے سے زیادہ نہ تھی [1] ممکن تھا کہ بعض مرتبہ متعدد بلدیات

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ تھیسیوس، ۲۵، جہاں لفظ "یروئندریا" (آقتدار صدارتی) سے یہ مراد نہیں کہ ایتھنزیوں کو باقی ماندہ اشخاص پر کوئی خاص فوقیت حاصل تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر فرد کو یہ اختیار حاصل تھا۔ از سر نو تنظیم کی تاریخ کے لیئے ڈنکر Dunoker ۶، ۷، ۵ اور شیومبرگ ۲، ۸، ۶ کا مطالعہ کیا جائے۔

[1] ایک کتاب جس میں نہایت شرح و بسط اور عمق کے ساتھ اپنے مختص موضوع پر گویا قبضہ

کے مابین اس قدر تعلق پیدا ہو جائے کہ وہ ایک دوسرے کی حفاظت کو اپنا فرض عین تصور کرنے لگیں، مثلاً جب کوئی قبیلہ کسی ملک کو فتح کر کے مفتوحہ اراضی پر جگہ جگہ اپنی نوآبادیاں قائم کر لیتا تھا تو ایسی صورت میں ان نوآبادیوں کا باہمی تعلق ناگزیر ہوتا اور ان کا یہ احساس بھی لابدی تھا کہ وقت پڑے تو ایک دوسرے کی حفاظت کرنا اُن کا فرض ہے؛ مثلاً ہم روایات میں پڑھتے ہیں کہ بیوتیہ کی فاتح قوم میں باہمی اتفاق و اتحاد زمانہ مابعد تک قائم رہا اور ان میں بھی اسی قسم کے جذبات پیدا ہو گئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہی کیفیت ان اضلاع کی بھی تھی جن کی فتح کی بابت ہمیں مطلق کچھ معلومات حاصل نہیں ہیں، جیسے ایتولیہ، فوکس وغیرہ۔ عام طور پر وہ کڑی جو ایسے اضلاع کو باہم گر منسلک کرتی تھی بالکل ڈھیلی ڈھالی ہوتی؛ اور یہ محض شغل بیکاری ہوگا اگر ہم ان قواعد و قوانین کو دریافت کرنا چاہیں جو اُن کے باہمی تعلقات کے تعین کے لیے بنائے گئے ہوں گے اور جن کے ذریعے سے اُن کے افعال عامہ کی نگرانی کی جاتی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بعید زمانے کی زندگی کے حالات کچھ ایسے تھے کہ اُن کے واسطے تحریری قوانین ضروری نہ سمجھے جاتے، اور خانگی امور کی طرح افعال و اقوال عامہ کے میدان میں بھی قاعدہ سازی شاذ تھی[۵۲]۔ ان اسباب کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یونان میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ کر لیا ہے، فیوسٹل دی کولانژ کی تصنیف "مدینۂ قدیمہ" Fustel de Coulanges: La cite antique (آنتیک، نویں اشاعت) ہے۔ اس کتاب میں مختلف واقعات کو ایک جدید نظریے کی روشنی میں دکھایا گیا ہے۔ نیز فاؤلر Fowler کی کتاب بھی، جس کا اس سے پہلے حوالہ دیا گیا ہے، دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ کتاب اس موضوع پر بہترین تصنیف ہے اور اس میں اس کے مصنف کے فلسفیانہ خیالات صاف نظر آتے ہیں۔ تفصیل کے لیے گلبرٹ: "مملکت قدیمہ" Gilbert: St. Alt جلد ۲ کا مطالعہ کیا جائے۔

۵۲۔ دو مختلف اتحادوں اور لیگوں کے لیے دیکھو شومان "یونان قدیم" Schoemann: Gr, Alt

باب ۲

مملکت اور بلدیہ دونوں ایک ہی شئے کے دو مختلف نام تھے اور ان دونوں کا اظہار لفظ "پولس" سے کیا جاتا تھا۔ پولس نہ صرف "مملکت یعنی شہریوں کے مجموعے" کا نام تھا بلکہ اس سے قلعہ بند، فصیل دار شہر بھی مراد لیا جاتا تھا جو نہ صرف مملکت کا مستقر تھا بلکہ اسی مرکز کے ذریعے سے مملکت کی حفاظت بھی کی جاتی تھی۔ ساتھ ہی ہر مملکت کا دار و مدار کلیتہً خود اپنے وسائل پر تھا، اور اگر اُسے اپنے شہریوں کے لیئے بیرونی امداد کی ضرورت پڑتی تو (یونانیوں کے زعم میں) اس کی خود مختاری اور آزادی میں فرق آجاتا۔ اُس زمانے کی ضروریات زندگی نہایت مختصر تھیں، اور اگر بلدیے کے متعلق اتنی اراضی ہوتی کہ اُس کے ذریعے سے شہریوں کو معمولی روٹی سالن مل جاتا تو یہ بالکل کافی سمجھا جاتا تھا؛ اسی سبب سے یونانی مملکتوں کا رقبہ نہایت مختصر ہوتا تھا۔ عام طور پر شہری اپنے اپنے مکان اپنے کاشتکاری مقطعوں کے قریب ہی بنا لیتے، لیکن چونکہ اُنھیں لٹیروں کا کھٹکا اور آفات سماوی کا خطرہ لگا رہتا تھا اس لیے وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر رہیں۔ اسی لیئے ہر مملکت میں صدر بلدہ کے علاوہ "کومائے" یا گاؤں بھی ہوتے تھے بعض مرتبہ مستقر مملکت، جو عام طور پر "پولس" کہلاتا تھا، قلعہ بند شہر ہونے کی بجائے اسپارٹا کی طرح متعدد "شوماۓ" کا مجموعہ ہوتا اور اس کی بابت یہ کہلاتا کہ وہ مختلف "کومائے" کے اختلاط سے بنا ہے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ کسی ضلع میں صرف گاؤں ہی گاؤں ہوں اور کوئی ایسا مستقل سیاسی مرکز نہ ہو۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ۳، ۶، ۷ وغیرہ، اور و، فیشر "مکتوبات مختصر" W. Visober: Kleine Sohriften (جلد ۱، لائپزگ، ۱۸۷۷ء) جہاں مختلف مملکتوں اور لیگوں کے قیام یا تمرکز اور وفاقیہ سازی کی بابت بہت کچھ مواد ہے۔ یونان میں ایسی عہدیتیں بھی تھیں جن کا کوئی صدر مقام نہ تھا، مثلاً فوکس، لوکرس، اکارنانیہ، ایتولیہ، اور اکائیہ تھسلی کی تنظیم ان سب سے زیادہ خود ساختہ تھی، اور بیوتیہ کا صدر مقام قلعہ بند شہر تھیبز تھا۔

باب ۲

جیسے فصیل دار شہر کا لقب دیا جا سکے اور جس کی قلعہ بندی انسان کے ہاتھ سے نہ ہوئی ہو بلکہ ذرائع حفاظت محض قدرتی ہوں؛ ایسی مملکت میں مشترکہ امور پر بحث و تمحیص کرنے کے لیے کسی مناسب و موزوں مقام کا انتخاب کر لیا جاتا تھا اور اس تمام آبادی کو "منتشر القریٰ" کا لقب دیا جاتا تھا۔ اصل یہ ہے کہ یہ کیفیت صرف اُن قوموں کی تھی جن کی تہذیب و تمدن کا پایہ زیادہ بلند نہ تھا، جیسے آرکیڈیہ اور اکارنانیہ۔ ان ممالک میں بھی ان قریوں کو جن میں بیرونی حملہ آور کی مدافعت کی اہلیت نسبتہً زیادہ ہوتی ایک طرح سے "بلدہ" کا لقب دیا جا سکتا تھا۔ اگر مفصلۂ بالا تعریفات کے مطالعے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ بسبب بجائے اس کے کہ نفس مضمون پر روشنی پڑے پہلے سے بھی زیادہ تاریکی پیدا ہو گئی ہے، تو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یونانی زندگی کا انحصار حکمتی اصول پر نہ تھا، بلکہ اس کی بجائے ممکن ہے کہ نوع بنوع حقیقت و واقعات کے اظہار کے لیے حکمتی تخیلات اس درجہ غیر موزوں ہوں کہ ایک ہی لفظ کو مختلف معنے پہنائے جا سکیں۔ اس سے زیادہ کوئی بات آسان نہیں کہ مختلف اصطلاحات کی اہمیت حد سے بڑھا دی جائے[۱]۔

---

[۱] ان امور پر اے۔ کوہن کی تصنیف: "زمانۂ قدیمہ میں بلدیات کا قیام" A. Kuhn: Ueber die Entstehung der Staedte der Alten، (لائپزگ ۱۸۷۸ء) کا مطالعہ سودمند ہوگا، لیکن یہ یاد رہے کہ اس تصنیف میں مصنف نے تنظیم پر ضرورت سے زیادہ زور دیا ہے۔ اس وقت تک اس امر کا کافی لحاظ نہیں کیا گیا کہ الفاظ "کاتا" کو "ماکسی" کے دو مختلف معنے ہیں یعنی جب کل قوم کا ذکر ہو تو اُس کے ایک معنے ہوتے ہیں اور جب صرف ایک بلدیے کا تذکرہ کیا جائے تو دوسرے معنے لیے جاتے ہیں۔ اگر کسی آبادی کا کوئی خاص سیاسی مرکز نہیں تو اُسے "منتشر القریٰ" کا لقب دیا جاتا ہے؛ لیکن ممکن ہے کہ بعض گاؤں قلعہ بند ہوں، اور ایسی صورت میں وہ صحیح معنے میں "بلدیات" کہلائے جانے کے مستحق ہوں گے۔ مقابلہ کیا جائے طوسی ویدش ۳، ۹۴؛ ۳، ۹۷؛ طوسی ویدش ۱، ۵

باب ۲

ہمارا یہ خیال اصولاً درست معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یونانیوں کے نزدیک اُن کے باہمی ارتباط و اتحاد کا اظہار مشترک مذہب اور یکساں رسم و رواج کی شکل میں ہوتا تھا اسی طرح وہ بعض قسم کے امور عامۃ کو بھی مختص طور پر یونانی سمجھتے ہوں گے، جیسے دوسرے الفاظ میں یوں ادا کیا جاسکتا ہے کہ یہاں کی مملکتوں کے دستور اس ملک کی قومی خصائص کے مطابق ہوں گے۔ لیکن اس موقع پر بھی ہمیں محض اصولوں پر ضرورت سے زیادہ زور نہ دینا اور الفاظ کو حد سے زیادہ وقیع نہ سمجھنا چاہئیے۔ ہم جانتے ہیں کہ یونانیوں کے ذہن میں بلدیہ محض چند افراد کے مجموعے سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا جس میں ہر شہری مادی طور پر امور عامۃ میں حصہ لے سکتا تھا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی مملکت کا رقبہ بہر نوع معتدل ہی ہوگا)؛ اسی طرح ان کے نزدیک ایک عمدہ دستور کے معنے یہ تھے کہ ہر ایک شہری امور عامۃ کی کار فرمائی میں (بذات خود) شریک ہوسکے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں تخیلات کا ایک دوسرے سے نہایت قریبی تعلق ہے۔ ایک طرف تو کسی بڑے رقبے والی مملکت میں کسی شخص واحد کی سیادت کا یہ سبب ہوسکتا ہے کہ ایسی مملکت میں عوام الناس کو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کہا گیا ہے کہ چونکہ شہر اسپارٹا میں مکانات کے مختلف مجموعے قلعہ بند نہ تھے اس لیئے اُسے "منتشر الاجزاء (ھ کا تا کو ماس)" کہتے تھے؛ اور جبتک شہر سمرنا کے فصیل نہ تھی اُس وقت تک اُسے بھی اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ ہیروڈوٹس (۱، ۱۷۰) کہتا ہے کہ جب تک ایونیائی قصبوں میں کوئی مشترک کمرہ عدالت نہ ہوتا تھا اُسوقت تک وہ دیموئے ہی میں شمار ہوتے تھے۔ ہمارا اپنا خیال ہے کہ یونانی لفظ "کو مائے" (ایونیائی "دیموئے") اور پولیس (بلدیات) کو ذرا الگ سے استعمال کرتے تھے؛ اور یہ ممکن ہے کہ ایک مقام کو ایک معنے کر کے "کومے" کہا جاتا ہو اور دوسرے معنے میں "پولس"۔ اسی قسم کی معنوی بست و کشاد کی ایک مثال لفظ "پازی لیوس" سے ملتی ہے جس سے یونانی زبان میں متعدد معنے لیئے جاتے تھے؛ اور یہ دراصل رومانی اوامرات سے واقفیت ہی ہے جسکے سبب سے ہم اس لفظ کے معنے میں ضرورت سے زیادہ قطعیت پیدا کر دیتے ہیں۔

امور عامہ پر نظر غائر ڈالنے کا موقع نہیں ملتا، اور چونکہ انھیں پر مملکت کی حفاظت کا دارومدار ہے اس لیئے یہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ تمام شہری مل کر اسکی کماحقہٗ نگرانی کریں۔ ساتھ ہی ہم جانتے ہیں کہ یونان جیسے ملک میں مطلق العنان ملوکیت نہ صرف بے کار بلکہ نقصان رساں بھی ثابت ہوئی[۹۴] یہی وہ اسباب تھے جن کی بنا پر عام قاعدے کے مطابق یونانیوں کی ہر مملکت میں شہری کو امور عامہ کی بابت رائے دینے کا اختیار حاصل تھا[۹۵] اور یہ طرز عمل مختلف النوع حکومتوں میں روا رکھا جاتا تھا۔ متقدمین کا یہ خاص شیوہ تھا کہ وہ اپنی توجہ حکومت کی ان اقسام پر غور کرنے کی طرف مبذول کرتے رہتے، اور آج کل بھی مملکت کی جو تقسیم ملوکیتوں، اعیانیتوں اور عمومیتوں میں کی جاتی ہے ان کی بنیاد انھیں متفکروں کے نظریوں پر ہے جن کا سرتاج ارسطاطالیس تھا۔ یہ موقع اس تقسیم کی حکمتی قیمت کے اندازے اور ان اصطلاحات کی صحیح تعریف کا نہیں ہے، لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ ملوکیت یا شاہی اعیانیت اور عمومیت کے تخیلات کی کوئی جداگانہ اہمیت نہیں، اور خود متقدمین کی تحریریں بھی ان اصطلاحات کی تعریفوں میں متحد و متفق نہیں ہیں[۹۶] بہرنہج یونانی زندگی ان

۹۴ یہی وجہ ہے کہ ایپائروس اور مقدونیہ میں ملوکیت قائم رہ سکی۔ وہ اقوام جنہیں اندرونی اتحاد کے احساس کے ساتھ نسبتاً ادنیٰ درجے کا ہوتا اور شہریوں کی تعداد کم ہوتے ہوئے رقبہ وسیع ہوتا وہاں موروثی ملوکیت نہایت مناسب تھی۔

۹۵ بہرحال اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ کسی باضابطہ منتظم قوم کو قانون سازی کے اختیارات بالالتزام حاصل ہوں گے خواہ اس میں عمومیت کا رواج ہی کیوں نہ ہو۔ اس ضمن میں ہمارے خیالات کلیتہً رومانی ادارات سے ماخوذ ہیں جو یونانی ادارات سے متغائر تھے۔ یونانی تاریخوں میں اس واقعے پر کماحقہٗ زور نہیں ڈالا گیا۔ یونانیوں کو آزادی تقریر (یا دوسرے الفاظ میں مساوات حق تقریر) بےحد محبوب تھی لیکن اس کے ذریعے سے خودسری کی مخالفت کی بجائے اعیانیت کی مخالفت کیجاتی تھی (ہیروڈوٹس ۵، ۷۸)۔

۹۶ ہمارے نزدیک یہاں صرف یہ یاد رکھنا کافی ہے کہ تھیسیوس کو ایتھنز کا دستور کا

ہانبک

تینوں قسموں میں سے ہر ایک کے مطابق تھی۔ اس کے علاوہ تقریبًا ہر ایک یونانی ریاست کے دستور کا ارتقا ایک ہی طرح ہوا، اور جو مستثنیات ہمیں نظر آتی ہیں اُن کا فرق صرف ظاہری تھا۔ ہر جگہ ابتدا میں ملوکیت کا دور دورہ تھا، اس کے بعد اعیانیت قائم ہوئی اور آخر میں عمومیت کا رواج ہوا۔ اس کلیے کے برعکس جب تک اسپارٹا آزاد رہا وہاں مسلسل ملوکیت قائم رہی؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یونان میں اسپارٹا کی شخصیت اور اُس کی ملوکیت کی وضع قطع بالکل جداگانہ نہ تھی، چنانچہ اس کتاب میں بھی اس کی تاریخ پر بالکل علیحدہ بحث کی گئی ہے ۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بانی خیال کیا جاتا تھا، بایں ہمہ اُس زمانے میں اُس ادارے کا جس کا زمانۂ مابعد میں عمومیت نام پڑ گیا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ جب لوگ تھے سیوس کی "عمومیت" کا ذکر کرتے تھے تو دراصل لفظ "دیموس" یا "عموم" سے ان کا مطلب ذی اختیار شہریوں کے اس مجموعے سے ہوتا تھا جو اعیانیت کے مماثل تھا۔ مقابلہ کیا جائے پلوٹارک: "تھے سیوس" ۲۵، جہاں تھے سیوس کی عمومیت کا ایسے پیرایے میں ذکر کیا گیا ہے جس سے اسکا اعیانی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ ہیروڈوٹس ۶، ۱۳۱ میں کلس تھینیس کو "عمومیت آفرین" کا لقب دیا گیا ہے درانحالیکہ بجائے کسی قسم کے نئے حقوق برتنے کے اس نے صرف "دیموس" کی ازسرنو تقسیم کر دی ۵۔

ؔ۵ اگر کوئی شخص یونانی سیاسی نظاموں کا اُن کے نظری مقاصد کے اعتبار سے مطالعہ کرنا چاہے تو اُس کی مدد کے لیے ہمارے نزدیک ارسطاطالیس کی "سیاسیات" سے بہتر کوئی کتاب نہیں ملیگی، اور ہمیں اس کا ازحد تاسف ہے کہ یونان کے وساتیر کے موضوع پر اُس کی جو تصنیف تھی وہ مفقود ہو چکی ہے۔ میولر نے اپنی تصنیف جلد ۲ میں اس کے اجزا جمع کیے ہیں۔ ہیرمان اور شیومان Hemann & Schoemann کی تصانیف متعلقہ قدیم ممالک یونان Gr. Staatsalterthuemer میں یونان کے مختلف وساتیر کی خصوصیات کا جو ذکر کیا ہے اُس سے اس وقت بھی زمانۂ حالیہ کے خیالات پر اثر پڑتا ہے۔ مختلف طرزہائے حکومت کی عمدہ تنقید کی خواہش ہو تو شیفلے کی "محیط المحیط سیاسیات"

سب سے پہلے ہم یونانی مملکتوں میں شاہی طرز کے رواج کا بیان کرینگے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ آرگوس کے پہلے بادشاہ کا نام تمے نوس تھا؟ اسی خاندان شاہی کا آخری فرماں روا ملتاس ہوا جس کے زمانے کا تعین صحت کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا؛ اس کے بعد ایک اور خاندان تخت پر بیٹھا اور بالآخر شاہی اقتدار محض نام کا رہ گیا۔ کورنتھ میں الی تیس کے وارثوں نے آٹھویں صدی ق م کے وسط تک حکومت کی؛ پھر اُس کی جگہ اعیانی گروہ برسر اقتدار رہا۔ اس صدی میں اوکسی لوس کا بیٹا ایلس میں حکمراں تھا۔ دوسری جنگ مسینیہ میں ارسطقراطیس شاہ اورخومینوس کا نام پڑھنے میں آتا ہے؛ وہ مسینیوں کے خلاف غداری کرتا ہے اور آخر کار لڑائی میں کام آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کودروس کی موت کے بعد ایتھنز میں ملوکیت کا خاتمہ ہو گیا، اسی طرح تھبز میں بھی روایتی زانتھوس کے بعد ہم کسی اور بادشاہ کے نام سے دوچار نہیں ہوتے۔ شمالی یونان میں ایپائروس والوں نے ایاکوسیوں کے خاندان کی حقیقی ملوکیت کو قائم رکھ کر اپنا تعلق قدیم روایات سے جتایا۔ اس کے برعکس تھسلی، جس کی قسمت یونان اور اس کی ترقی کے ساتھ وابستہ تھی۔ ملوکیت اور اعیانیت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Sehaeffe: Encyklopaedie der Staatslehre (ٹیوبنگن ۱۸۵۸ء) صفحہ ۳۲۲ تا ۳۲۶ کا مطالعہ کیا جائے۔ مختلف یونانی مملکتوں میں ملوکیت کے قیام کے لئے شیومان جلد ۱ اور گلبرٹ Gilbert جلد ۲ خاص طور پر دیکھنا چاہیئے۔ ۵۶۰ ق م کے قریب آرگوس میں بادشاہ، ہیروڈوٹس ۱ ، ۶۷؛ آرکیڈیا؛ دیکھو بوسولٹ؛ "لکدمونیان" Busolt: Die Lakedaemonier جلد ا ۔ ہیسیود: "اعمال و ایام" Hes. Of. et.D, (۳۸) میں جن بادشاہوں کا ذکر ہے وہ دراصل صرف بزرگان عوام تھے۔ تھسلی میں بادشاہ، پندار: پیتھیاس Pind:Pyth ۱۰، ۳؛ ہیروڈوٹس ۷، ۶ ۔ الیونانی طلبیات کے بادشاہ، بیان مسلسل ۴۴ Conn. narr ۔ ہیوپکلس خیوس میں Plut. mul Virt. ۳ تا ۳ ذنتوم میں، ہیروڈوٹس ۳ ، ۱۳۶۔

باب ۲

کے درمیان ڈگمگا رہی تھی، اور گو آخر کار اعیانی گروہ کو ہی غلبہ حاصل ہو گیا۔ با ایں ہمہ مختلف بلدیات میں شاہی خطاب کی ممانعت نہیں کی گئی۔ مقدونیہ میں ہر قلیوں کی ملوکیت قائم رہتی ہے۔ ایشیا کی ایولیائی قوم میا اور سسلیا کے خاندان کے حکمران پینتھی لوس کی اولاد حکمرانی کرتی ہے، اور ایونیائی نوآبادیوں میں نے لیوسی بلاشبہ ابتدا میں سر آرائے حکومت نظر آتے ہیں۔ ایریتھرا کے میں ایک خاندان (معبازمی لیوسیان) کو اختیارات حکمرانی حاصل تھے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ارکین کسی زمانے میں خاندان شاہی سے تعلق رکھتے تھے۔ ساموس اور خیوس میں بھی بادشاہوں کا ذکر سننے میں آتا ہے۔ دردور یانی نوآبادیوں یعنی یالی سوس اور ہالی کارناسوس میں بادشاہتیں نظر آتی ہیں۔ کھجبز میں بھی ملوکیت قائم تھی، اور عرصہ دراز تک سرنہ (شمالی افریقہ) میں (جسے کھجبزیوں نے ساتویں صدی ق م میں آباد کیا تھا)، بادشاہ حکومت کرتے رہے جن کی بابت تاریخوں میں بہت کچھ معلومات پائی جاتی ہیں، لیکن چونکہ وہ ایک حد تک مشرقی طرز پر حکومت کرتے تھے اس لئے ان تاریخوں میں ہمیشہ ان کے موافق مواد نہیں ملتا۔[۵۸] ہمیں مغربی نوآبادیوں کی بابت بہت کم کہنا ہے۔ واریوش ہستاس پیس کے عہد تک تارنتوم میں ایک بادشاہ کا ذکر بھی کیا آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سسلی میں غاصب اور خود ساختہ حکمرانوں کو کبھی بادشاہ کا لقب مل جاتا تھا لیکن انکی حالت قدیم بادشاہوں کی کیفیت سے بالکل متغائر تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ نوآبادیاں اسوقت قائم ہوئی تھیں جب خود یونان میں ملوکیت کو زوال ہو رہا تھا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ادارہ ملوکیت کا رفتہ رفتہ کیوں خاتمہ ہو گیا۔ چونکہ متقدمین نے اس کے خارجی اسباب پر زور دیا ہے اس لیے ہمیں اندرونی اور خارجی اسباب کے مابین امتیاز کرنا پڑیگا۔ انکے بیان کے مطابق

---

[۵۸] ہیروڈوٹس (۴ $\frac{161}{162}$) کا وہ فقرہ نہایت پر از معلومات ہے جسکے مطابق مین تی نیہ کا دیموناکس باتوس کو "اراضی اور مندی پجاریوں" پر پورا اقتدار دیتا ہے، اور آرخی لوخوس اپنے آبا و اجداد کے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے۔

ملوکیت اس لیئے زوال پذیر ہوئی کہ بادشاہ خود سر بن کر یا تو عیش و آرام میں پڑ گئے ورنہ اپنی رعایا پر جبر و تشدد کرنے لگے ۹ یہ بالکل ممکن ہے کہ بہت سے مواقع پر انھیں اسباب کی وجہ سے ہیجان پیدا ہوا ہو لیکن حقیقی اسباب کہیں زیادہ عمیق تھے قدیم یونانی بادشاہوں کی حیثیت محض بڑے بھائیوں جیسی تھی اور جب تک بادشاہ قناعت سے اپنی زندگی بسر کرتے رہے اُس وقت تک معاملات رو براہ رہے۔ لیکن بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ جو کام انھیں تفویض کیا گیا اُس تک اُن کا لائحۂ عمل محدود نہیں رہا؛ مثلاً اگر بالفرض وہ سپہ سالار اعظم بننا چاہتے تو خواہ کتنی ہی خوش اسلوبی سے وہ تمام معاملات انجام کو پہنچاتے اور مظالم سے گریز کرتے، پھر بھی امرا اپنے حقوق کی حفاظت کے لیئے متحد و متفق ہو جاتے اور اپنے بچاؤ کی خاطر بادشاہ...ت کے عہدے کا ہی خاتمہ کر دیتے۔ جب ہم اتھنز کی تاریخ پر غور کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ بعض مرتبہ ارتقائی دور میں اس کا تعین نہایت دشوار ہوتا ہے کہ دستور کی بنیاد ملوکیت پر ہے یا اعیانیت پر:

اس مسئلے کو کوئی خاص وقعت نہیں ہے کہ اس دوسری شکل کو، جسکے ذریعے سے

---

۹ ملوکیت کے انخلاع کی فوری وجہ، پولی بیوس ۶، ۴، ۷، ۱، د، ۷، ۶ تا ۹۔ افلاطون ۔۔ کتاب النوامیس ۳، ۶۹۰؛ ارسطاطالیس: سیاسیات ۵، ۸، ۲۲، ۲۳:

نے خاندان میں اقتدار ابوی کی بنا مذہب پر ہے۔ جہاں کہیں پہلے قبیلے، نسل اور مملکت (”پولس“) کی تشکیل ہوئی وہاں عامل اعلٰے کے اقتدار کی بنیاد صرف یہ ہے کہ اُسے مختلف خاندانوں اور قبیلوں کے سرگروہوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مطلق العنانی کی جڑ پکڑنے کی ایک وجہ بیرونی ممالک کی فتوحات بھی ہے:

اس مسئلے کے لیئے کہ آیا ایسی قوم میں جس کے جملہ افراد یک جدی ہوں یا ان میں باہمی عزیز داری ہو وہاں اعیانیت قائم ہو سکتی ہے یا نہیں، رسالہ ”اخبار عالم“ Allgemeine Zeitung ۱۸۸۵ء میں براؤن ویسباڈن Braun-Wiesb کا مضمون کرده شیہ پر، جو ممکن ہے کہ مطالعۂ تاریخ یونان کے لیئے بھی مفید ثابت ہو:

صدیوں تک یونان پر حکومت ہوتی رہی، اعیانیت کا لقب دیا جائے یا عدیدیت کا؛ لیکن ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ عدیدیت تھی تو بھی یہ خراب قسم کی نہ تھی۔ یہ قدرتی بات تھی کہ وہ امراجن کے ہاتھ میں ملوکیت کے زوال کے بعد عنان حکومت آگئی، ضابطۂ عامہ کے متعلق چند ایسے قواعد بنائیں جن کا فقدان ان کے نزدیک ملوکیت کے زوال کا باعث ہوا تھا۔ اس طرح ملوکیت کے زوال کے بعد مملکت کی حالت پہلے سے زیادہ باضابطہ اور آئینی ہوگئی لیکن نئے وساتیر کی تفصیل کی بابت ہم رائے زنی ذرا مشکل سے کر سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ہم ان مقامات کا شمار کریں جن میں (متقدمین کے بیانات کے مطابق) اعیانیت کا دور دورہ رہا تھا، لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ بیانات محض جزوی حالت میں ہم تک پہنچے ہیں، جن میں نہ تو اعیانیتوں کی ابتدا کا ذکر ہے اور نہ اُن کی مدت قیام کا۔ بدیں سبب ہمیں اس مقام پر محض عام تبصرے پر قناعت کرنی پڑے گی، اور چونکہ تاریخ ایتھنز کا ہمیں زیادہ علم ہے اس لیئے ہم تفصیل کے لیئے ناظرین کی توجہ اُسکی طرف مبذول کرتے ہیں؛

جن بلدیات میں اعیانی طرز پر حکومت کی جاتی تھی وہاں جملہ سیاسی اختیارات چند ممتاز خاندانوں کے ساتھ وابستہ ہوا کرتے تھے جنھیں نبیل الاصل بھی کہا جاسکتا ہے۔ نبیل ہونے کی شرط یہ تھی کہ کسی قطعۂ اراضی پر قدیم زمانے سے قبضہ چلا آتا ہو، اور عام قاعدے کے مطابق ایسے خاندانوں کی ابتدا بڑے بڑے سورماؤں یا دیوتاؤں سے کی جاتی تھی۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جن ناموں سے یہ خاندان پکارے جاتے تھے اُن کا تعلق بجائے ان مشہور سورماؤں اور دیوتاؤں کے زمانہ مابعد کے نسبتاً غیر معروف افراد سے ہوتا تھا؛ مثلاً متی لنہ میں پنتھی لوسی خاندان تھا جن کا بیان تھا کہ اُن کا مورث اعلیٰ پنتھی لوس ولد اورس تیس ہے، اسی لیے اگر وہ اپنے آپ کو تنتالوسی کہتے تو بھی بیجا نہ ہوتا۔ کورنتھ کے باکھوسی خاندان کے افراد یہ کہتے تھے کہ ان کا مورث اعلےٰ باکھوس ہرقل کی نسل سے ہے لیکن ان کا نام ہرقلی نہیں بلکہ باکھوس تھا۔ الکبیادیس یوری ساکیسی قوم کا ایک فرد تھا لیکن خود یوری ساکیس ایاکوس کی اولاد سے تھا

اس لیئے اگر اس قوم کا نام ایاکوسی ہوتا تو اس میں اعیانیت کی جھلک ذرا زیادہ پائی جاتی۔ شاہان اسپارٹا اپنے آپ کو آگسی اور یوری پونی کہتے تھے، اور زمانۂ مابعد میں ان کا تعلق یورس تھنیس اور پروکلیس کے ذریعے سے ہرقل کے ساتھ قائم کیا گیا تھا۔ اکثر و بیشتر خاندانی نام غیر معلوم اشخاص کے ناموں کی مناسبت سے رکھے گئے تھے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمانۂ مابعد میں نبیل اور سربرآوردہ خاندانوں کے حوصلہ مند افراد نے اپنے شجروں میں مشہور آفاق سورماؤں کے نام اضافہ کر کے اپنے حوصلوں کو پورا کیا۔

ارسطا طالیس کہتا ہے[۱] کہ چونکہ فوجی اقتدار کا دارومدار سواروں پر تھا اس لیئے ملوکیت کے زوال کے بعد ابتدا میں مبارز طبقے کے افراد ہی برسر حکومت ہو گئے۔ شاید بہت سے مقامات پر یہی ہوا ہو، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر مقام پر بادشاہوں کی جگہ مبارزوں کو سیاسی اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ اول تو گھوڑوں کی پرورش ملک کے ہر حصے میں نہیں ہو سکتی تھی، اور ان مقامات میں بھی جہاں میدان ہونے کی وجہ سے گھوڑے پالے جاتے تھے۔ یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ باشندے سوار سے کو ہی اہم ترین آلۂ مخاصمت بنائیں مثلاً علی العموم دوریانی پیدل فوج پر زیادہ زور دیتے تھے، اور یونان کے عنفوان شباب کے دور میں اس کی افواج کی قوت و سطوت کا مرکز بھاری ہتھیار والے سپاہیوں کی پلٹنیں تھیں۔ بہر حال بہت سے اضلاع ایسے بھی تھے جہاں شہریوں کے ذی اختیار طبقے کو "ہیپائس" یعنی سوار یا مبارز کا لقب دیا جاتا تھا۔ اسکے علاوہ ہم بعض دیگر خطابوں (مثلاً "اصحاب فربہ") سے بھی دوچار ہوتے ہیں جو ذی اقتدار جماعت کو عوام الناس نے دیئے۔ نیز جب اُن کے اقتدار کی بابت جھگڑے پڑنے شروع ہوئے تو وہ خود اپنے آپ کو ایسے اعزازی خطاب دینے لگے جو اُن کے مخالفوں کو ناپسند ہوتے، مثلاً "بہترین"، یا "اعیان" (جس سے لفظ "اعیانیت" نکلا ہے) "خوبصورت"، "نیک"، "معزز"

[۱] ارسطا طالیس (: سیاسیات، ۴، ۱۰، ۹) کا بیان ہے کہ پہلے اعیانی حکام مبارز ہی تھے۔

باب ۲

"نامور" ("گنوری موئے" = لاطینی "نوبیلیز")۔ بلاشبہ ایسے خاندانوں کے سرگردہ مجلس مباحثہ میں شریک ہوتے اور عمال کا تقرر کرتے تھے؛

تاریخ کے مختلف عہدوں میں عوام کے طبقوں کی کچھ ایک ہی کیفیت نظر آتی ہے۔ ہر جگہ وہ مختلف قبیلوں میں منقسم تھے جن میں بہت سی برادریاں یا کنبے شامل ہوتے تھے۔ ابتدا میں خاندان ہی مذہبی اور قانونی مقاصد کے لیے ناقابل تقسیم ادارہ سمجھا جاتا تھا، اور کنبہ متعدد خاندانوں کے مجموعے کا نام تھا۔ ہم بہت سے قبیلوں اور اُن کی تعداد سے بھی واقف ہیں، مثلاً دوریائیوں میں ہیلیس، دیمانیس اور پامفیلیس قبیلوں کے نام سننے میں آتے ہیں۔ بعض دوریائی ریاستوں میں ان سے بھی زیادہ تعداد نظر آتی ہے، مثلاً کورنتھ میں ہمیں آٹھ قبیلوں کے نام معلوم ہیں جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی حیثیت محض مقامی تھی۔ یہاں ہمارے سامنے ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا حل ذرا مشکل ہے؛ وہ یہ کہ جن قبائل کا ہمیں علم ہے ان میں سے کس کس کی حیثیت محض مقامی تھی۔ بہ نسبت دیگر ریاستوں کے ہم اٹیکا کی تاریخ سے زیادہ واقف ہیں، لیکن یہاں بھی یہ مسئلہ ویسا ہی پیچیدہ نظر آتا ہے۔ اس امر کا بھی عام طور سے تعین نہیں کیا جا سکتا کہ ان قبیلوں اور اصول اعیانیت میں کیا خاص تعلق تھا۔ ممکن ہے کہ جملہ قبائل کے حقوق مساویانہ ہوں یا بعض کے حقوق دوسروں سے زیادہ ہوں، یا مختلف قبائل کے افراد کے حقوق میں مساوات نہ پائی جاتی ہو؛ بہرحال اس مسئلے پر ایتھنز کی تاریخ کے مطالعے سے بھی ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا؛

باوجودیکہ اعیانیت ان ممتاز خاندانوں کی حکومت تھی جن کے ارکین عامۃ القوم کے افراد سے تعداد میں کم تھے، لیکن ان اصولوں میں جن کی بنا پر کسی خاص خاندان کو حکومت میں حصہ لینے کا حق حاصل ہو جاتا، بست و کشاد کی بہت کچھ گنجائش تھی۔ اس کے لیے عام طور پر خاندانی قدامت اور قبضۂ اراضی کافی سمجھے جاتے تھے، لیکن بعض مرتبہ محض قبضۂ اراضی سے بھی سیاسی حقوق پیدا ہو جاتے اور اس کے بعد جلد یا بدیر ایسے نسب ناموں کے ذریعے سے، جن کا اختراع کرنا

ایسا زیادہ مشکل نہ تھا، نو دولتے خاندان بھی اپنے صحیح النسب ہونے کا ثبوت فراہم کر لیتے تھے۔ اس طریقے سے تقریباً ہر ایک امیر آدمی یہ دعویٰ کرنے لگا کہ اُسے امور عامہ میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے اور جہاں تہاں اعیانیت کی جگہ اماریت (یعنی امیر آدمیوں کی حکومت) قائم ہونے کی وجہ سے اعیانیت میں سقم پیدا ہونے لگا۔ یہ ضروری نہیں کہ دولت، خصوصاً جب اس کی بنیاد تجارت پر ہو، لازماً کسی شخص کے بعد اُس کے ورثا کے پاس ہی پہنچے، اور جب وہ اغیار کے قبضے میں جانے لگے گی تو مسلسل توریث جائداد، جو اعیانیت کا جزو لاینفک ہے، مفقود ہو جائیگا۔ الغرض امتداد زمانہ سے اعیانیت کا خود بخود خاتمہ ہونے لگا اور اُس کی حالت اسقدر سقیم ہو گئی کہ پہلے ہی حملے سے اس کا زوال یقینی ہو گیا۔ اُس کے زوال کے اسباب پر غور کرتے وقت ہمیں چاہیئے ہم اندرونی اور خارجی اسباب کے مابین امتیاز کریں۔ خارجی اسباب میں سے ایک پر زیادہ زور دیا جاتا ہے، وہ یہ کہ رفتہ رفتہ اعیانیوں میں ترفع پیدا ہونے لگا یعنی وہ اپنی ذاتی خواہشات کو قانون کا رتبہ دینے لگے اور دیگر شہریوں کے حقوق کو ٹھکرانے لگے مثلاً متی لنہ کے پنتھی لوسیوں کی بابت کہا جاتا تھا کہ وہ سڑکوں پر ڈنڈے لیکر نکلتے اور اگر شاہراہ پر انھیں کوئی ایسا شخص ملتا جس کے افعال انھیں ناپسند ہوتے تو وہ بلا تکلف اُس کے ڈنڈا رسید کر دیتے[۱۲]۔ اس کے علاوہ خود اعیانیوں کے باہمی قضیوں سے اُن کے دشمنوں کو تقویت پہنچی اور انکے افراد مختلف جنگوں میں بھی کام آئے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ مفصلۂ بالا اسباب سے انکے دشمنوں کو غلبہ ضرور حاصل ہوا، مگر اُن کے زوال کا اصلی سبب یہ تھا کہ جن طبقوں کو حکومت میں حصہ لینے کی اجازت نہیں تھی وہ ہمیشہ بےچینی پھیلاتے رہتے تھے، خصوصاً وہ شہری جو دولت و تعلیم میں برسر اقتدار فریق کے ہم پلہ تھے۔ اگر اعیانیت کے معنی یہ ہیں کہ صرف چند ہی اشخاص کو سیاسی اختیارات حاصل ہوں گے تو یہ طرز حکومت صرف اسی حالت میں حق بجانب ہوتا ہے جہاں مختلف طبقوں میں دولت و تمدن

۱۲؎ ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۸، ۱۳۔

باب ۲

کا فرق بیّن ہو، لیکن جہاں تعلیمی مساوات ہوگی وہاں مساوات حقوق بھی لازمی ہے۔ بدیں وجہ جن طبقوں کو کمتر حقوق حاصل ہوتے ہیں اُن کی بےچینی بالکل قانون قدرت کے مطابق ہوتی ہے، اور اگر تعلیم میں (یونان کی طرح سے) ترقی ہو تو ظاہر ہے کہ اعیانیت کے ساتھ ہی ساتھ اُس کے زوال کے جراثیم بھی موجود رہتے ہیں:

ملوکیت اور اعیانیت کے خاتمے پر عمومیت کا دور شروع ہوتا ہے۔

بہ نسبت ملوکیت کے اعیانیت کے ارباب حل و عقد کو مغلوب کرنا زیادہ دشوار ہوتا ہے اس لیئے کہ وہ بغیر پورے طور پر جھگڑا کیئے ہوئے ہتھیار نہیں ڈال دیتے اور اس جھگڑے کا نتیجہ مختلف مقامات پر یکساں نہیں ہوتا۔ بہرحال ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ ذی اقتدار طبقے کو قطعی طور پر کامیابی حاصل ہونے کی وجہ سے حالت ماسبق بدستور قائم رہی ہو، ورنہ پھر سیاسی ترقی مسدود ہو جانا یقینی ہے اور یہ یونان قدیم میں نہایت درجہ دشوار تھا۔ لیکن اس کے یہ معنے نہ لینے چاہئیں کہ عوام کو فیصلہ کن غلبہ حاصل ہو جاتا ہوگا اور حکومت کی شکل نہایت سہولت کے ساتھ اعیانی سے بدل کر عمومی ہو جاتی ہوگی۔ عام کلیے کے مطابق جنگ ایران سے پہلے یونان کی حالت ایسی نہ تھی کہ عمومیت آسانی سے قائم ہو جائے۔ باہمی جھگڑے کے بعد عام طور پر چند اصلاحات کے ذریعے سے بےچین جماعت کی اشک شوئی کر دی جاتی تھی لیکن سیاسی تنظیم میں کوئی انقلاب نہیں کیا جاتا تھا؛ اس اصلاح کے کئی طریقے تھے مثلاً قانون سازی کے ذریعے سے تبدیلیاں، خودسرانہ حکومت کا عروج اور نوآبادیوں کا قیام:

جب کبھی ذی اقتدار حکام اور اس جماعت کے مابین جھگڑے پیدا ہو جاتے تھے جو اپنے آپ کو مکمل یا جزوی سیاسی مساوات کا اہل سمجھتے تھے، تو عام طور پر اس کی ثالثی ایسے لوگوں کے سپرد کر دی جاتی تھی جو اپنی ذاتی وجاہت و فراست کے سبب سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ یونانی فطرت اور اس زمانے کی خصوصیات کا یہ مقتضی تھا کہ ذاتی اقتدار کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے، اسی لیئے قانون سازی کا کام ہمیشہ ایک شخص واحد کے سپرد کر دیا جاتا اور اس کی تحریکات کو ہمیشہ

تسلیم کرلیا جاتا تھا۔ شومیٔ قسمت سے اس قسم کے قوانین کی بابت ہمیں مفصل معلومات حاصل نہیں، اور اکثر و بیشتر حالات میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو تبدیلیاں اس طرح کی گئیں، اُن سے کسی نئے دستور کی ترویج ہوئی یا محض چند نئے قواعد مرتب کرنے پر ہی اکتفا کیا گیا؛ لیکن یہ امتیازات اگرچہ نظریہ سازی کے میدان میں وسیع ہوں، مگر کم از کم عملاً ان کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پہلا مقنن لیکرگوس تھا جس کی بابت ہم اس سے پہلے بہت کچھ بحث کر چکے ہیں؛ اور جو مقنن یونان کی تاریخ میں سب سے اہم شمار کیا جاتا ہے وہ سولن تھا جس کا عنقریب بیان کیا جائیگا۔ لیکن سولن کے زمانے سے پہلے بھی بعض مقامات پر مقنن گزرے ہیں، مثلاً لوکرس کا زالیوکوس اور کتانے کا خارونداس؛ اسی طرح فیلولاؤس ساکن کورنتھ نے تھیبز کے لیے اور دیموناکس ساکن مین تی نیہ نے سرنہ کے لیے قوانین مرتب کئے۔[۱۳] پیٹاکوس ساکن متی لینہ جسے ائی سیمنے تیس یا "مرتب مطلق" کا لقب دیا گیا تھا، سولن کا ہمعصر تھا۔ یہ خطاب ان لوگوں کو دیا جاتا تھا جنھیں باہمی نزاعات کے زمانے میں اعلیٰ ترین اختیارات خواہ زندگی بھر کو، ورنہ ایک مدت محدود کے لیے دیئے جاتے تھے[۱۴] اور اس دوران میں وہ مملکت کے مطلق العنان حاکم تصور کیے جاتے تھے۔ اس مدت کے بعد اُن کا طرز عمل خود اُن کے حالات اور واقعات ماحول پر مبنی

[۱۳] ملکیوں سے زیادہ غیر ملکی غیر جانبدار سمجھے جاتے تھے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ اگر کسی ملک کے قوانین وہیں کے باشندے مرتب کریں گے تو وہ لازماً جانبداری برتیں گے؛ اسی لیے حتی المقدور اس سے گریز کرنا ہی مناسب سمجھا جاتا تھا۔ دراصل یہی خیال ہے جسکی بنا پر ازمنہ متوسطہ میں اٹلی کی ریاستوں میں بیرونی حکمران ("پودستا") مقرر کیے جاتے تھے، مثلاً فلورنس میں کاتالانو اور لوڈنگو، دانتے: "جہنم" ۲۳ Dante : Inferno.

[۱۴] "ائی سیمنے تائی" کے لیے ہرمان: "مملکت قدیمہ" Hermann : St. A. سو۶۳؛ پلاس: "خود سرانہ حکومت" Plass : Tyrannis ۱/۱۵۰، ۱۱۔
بعض مقامات پر ائی سیمنے تائی مستقل عہدہ دار تھے۔

باب ۱۲

ہوتا تھا، لیکن کم از کم اپنے مدت عہدہ کے دوران میں تو انکی حیثیت رومن "آمر مطلق" کی جیسی ہوتی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ائی سمنے ٹیس مقنن اور خودسر حاکم کی درمیانی کڑی تھی، یعنی شہری تو اُسے مقنن سمجھتے تھے اور وہ بالکل خودسر حاکم کی طرح شہریوں پر حکومت کرتا تھا۔

یونانی سیاسی زندگی کے عجائبات میں سے خودسرانہ حکومت بھی ہے[۱۵]۔

۱۵؎ پلاس، "قدیم یونان میں خودسری کے دو عہد" Plass: Die Tyrannis in ihren beiden Perioden bei den alten Griechen (برمین ۱۸۵۲ء) ایک نہایت کارآمد کتاب ہے، اور جب مصنف اس میں خودسری کا بیان کرتا ہے تو اس سے صرف ایک جگہ لغزش ہوتی ہے، یعنی جہاں وہ متقدمین کے چند بیانات پر بحث کرتے ہوئے ابتدائی اور آخری زمانے کی خودسری میں تفریق کرتا ہے اور ابتدائی خودسری کو ایک ایسا ہیولیٰ قرار دیتا ہے جو اُس کے نزدیک اُس گڑبڑ اور طوائف الملوکی کا لازمی نتیجہ تھا جو اعیانیت اور عمومیت کے درمیانی ارتقا کے زمانے میں ہوگئی تھی؛ وہ خودسری کے آخری عہد کی بابت یہ کہتا ہے کہ اس کی بنا محض قوت حیوانی پر تھی، اور یہ محض اتفاقاً وجود میں آگئی تھی۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ابتدائی خودسروں مثلاً فالارس، پی سِسترانوس، اور پولیکراتیس کے اقتدار کے قیام کیلئے بھی قوت حیوانی اتنی ہی درکار تھی جتنی زمانۂ مابعد کے خودسروں کے لیے۔ نیز موخر الذکر مثلاً دیونی سیوس، اور اگاتھوکلیس کے اقتدار کی بنا بھی مری تنفر تھا جو طبقۂ ادنیٰ کو اعیان سے تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ زمانہ بدل گیا تھا، اور تعلیم پہلے سے زیادہ عام ہوگئی تھی لیکن خودسری کی ابتدا اور اُس کی ماہیت میں مطلق کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ خودسری کی تعریف کے لیے ارسطاطالیس: سیاسیات ۴، ۸، ۳ دیکھنا چاہیئے۔ ہم یہاں ناظرین کرام کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ ہیروڈوٹس ملوکیت اور خودسری میں مطلق کوئی امتیاز نہیں کرتا، اور یہ وہ امر ہے جو شائد بعض مرتبہ نظرانداز کردیا جاتا ہے۔ دیکھو ۳، ۸۰، ۵، ۴۴؛ تفتیہ کے الفاظ، ۵، ۹۲۔ لفظ "بازیلیوس" سے یونانی اور "تیرانوس" سے غیر یونانی حکومت کا اظہار ہوتا تھا بعض مورخوں کے نزدیک گی گیس پہلا خودسر حکمران تھا۔ ژراد ے: "لدیہ" Radet: La Lydie ، ۱۴۶۔

باب

اس نام کی ہنوز کوئی کافی وضاحت نہیں کی گئی؛ جہاں تک ہمیں معلوم ہے، سب سے پہلے یہ لفظ یونانی شاعر آرخی لاوس کی نظموں میں ملتا ہے، جو ساتویں صدی ق م کی ابتدا میں تھا، اور یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ یہ ایشیائے کوچک کی کسی مقامی بولی سے اخذ کیا گیا ہو۔ ارسطاطالیس کی تعریف کے مطابق خودسر اُن فرماں رواؤں کو کہتے تھے جو مفادِ عامہ کی بجائے خود اپنی ذاتی اغراض کے لیے اپنا اقتدار کام میں لاتے تھے، اور اپنے افعال کے کسی دوسرے کے سامنے جواب دہ نہ تھے۔ باوجودیکہ یہ تعریف نہایت درجہ مبہم ہے، لیکن بایں ہمہ اس سے ہماری مطلب براری ہو جاتی ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جملہ دستوری اقتدارات پر کسی نہ کسی قسم کی نگرانی ہوتی ہے، اور یہی وہ ذمہ داری ہے جس کی بابت ارسطاطالیس اپنی کتاب میں ذکر کرتا ہے۔ وہ شخص جو دستور کے منشاء کے خلاف اقتدارِ اعلیٰ اپنے قبضے میں کر لیتا ہے، اور محض اپنے مفاد کی غرض سے دستوری اقتدار کی تخریب کرتا ہے، وہی خودسر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم یونانی معنی میں ہم ایسے حاکموں کو خودسر کہتے ہیں جو گو اپنے قانونی حق کی بنا پر تخت پر بیٹھے ہوں، لیکن جنھوں نے مطلق العنانی سے حکومت کی ہو۔ عام طور پر اس لفظ کا اطلاق اُن فرماں رواؤں پر ہی ہو جاتا ہے جو ایسی مملکت میں اَمرِ مطلق بن جائیں جہاں اس سے قبل حکومت کا دارومدار شہریوں کی رائے پر تھا۔ جہاں تک ہماری معلومات کی دسترس ہے یونان میں سب سے پہلا خودسر تقریباً ساتویں صدی ق م کے ابتدا میں برسرِ حکومت ہوا۔ خودسروں کی قوت کا انحصار اس امر پر تھا کہ وہ عوام الناس کے ارذل ترین طبقے کے قائم مقام بن کر اعیانیت کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ عوام الناس حکومت میں حصہ لینے کے اس قدر خواہشمند نہ تھے جتنے وہ بے قاعدہ اقتدار کے مخالف تھے؛ گویا وہ انصاف کے خواہاں تھے، حقوق کے خواستگار نہ تھے۔

اگر اشراف مملکت کی دماغ داری برابر جاری رہتی تو اس کی مدافعت کی غرض سے عوام الناس اپنی قوت کا مظاہرہ کرتے اور اُس کے واسطے کسی رہنما کی ضرورت پڑتی۔ اگر اس رہنما کے حوصلے بڑھے ہوئے ہوتے تو وہ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر غیر محدود اقتدار غصب کر لیتا، اور اس طرح گویا ایک مضطرب قوم کی اضطراب ہی سے

باب ۲

خودسری کی ابتدا ہوتی۔ اس نئے طرز حکومت کے قیام کے بعد حاکم کی ذاتی قابلیت کی وجہ سے خودسری ایک مدت تک قائم رہ سکتی تھی، لیکن امرا اپنے حقوق کی حفاظت کرتے اور نیچے طبقے کے افراد یہ سمجھتے کہ خودسروں ہی نے اُن کو ایذا رسانوں کے مظالم سے نجات دی ہے۔ امتداد زمانہ سے امرا کی خلاف قانونی کارروائیاں لوگوں کے دلوں سے محو بھی ہو جاتیں تو پھر خودسروں کی بداخلاقیاں ناقابل برداشت ہو جاتی اور عوام اُس کے خاتمے کی دعا مانگنے لگتے۔ اگر خودسر کے دشمن امرا کی مستقل بےچینی اور رہبران عوام کے نئے جوش کے مابین اتحاد عمل پیدا کر سکتے تو پھر خودسری حکومت کے دن شمار ہونے لگتے۔ بعض اوقات کسی خودسر خاندان کا بانی اپنی زندگی بھر اپنی مقتدر حیثیت قائم رکھتا تھا جس سے دوسری یا تیسری پیڑھی تک خودسری قائم رہتی تھی۔ لیکن اگر پہلے فرماں روا کے وارث کی تربیت بحیثیت ایک ولی عہد کے ہوئی تھی، تو عام طور پر وہ اس تندہی اور کاوش سے حکومت نہیں کر سکتا تھا جو خودسری کی بقا کے لیئے لازمی تھی؛ اور اگر بالفرض بیٹا تخت پر متمکن ہو بھی گیا تو پوتے کا زوال لازمی تھا۔ الغرض تاریخ یونان کے مطالعے سے ہم کسی مملکت میں ایسی خودسری سے دوچار نہیں ہوتے جو ایک صدی سے زائد قائم رہی ہو۔

وہ خودسر جنھیں حکومت وراثتاً نہیں ملی، بلکہ جنھوں نے خود اس کی بنیاد ڈالی کم از کم چست و چالاک ضرور ہوتے تھے، اور عام طور پر اپنی تنومندی کیساتھ ہی انھیں اپنے عہد کے ترقی یافتہ رجحانات کا صحیح اندازہ بھی ہوتا، یعنی انھیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ تجارت کے لیئے کون کون سے راستے موزوں ترین ہیں، بیرونی ممالک سے تعلقات قائم رکھنے میں کس قسم کے فوائد مضمر ہیں، اور علوم و فنون کی ترویج سے ملک میں کس طرح ترقی ہو سکتی ہے۔ جب کبھی انکے ذریعے سے اُن کے شہر کو کوئی خاص کامیابی ہوتی تو اس سے اُن کی اور انکے شہر دونوں کی عزت بڑھتی اور اُن کے اقتدار کی حفاظت کا ایک جدید عنصر پیدا ہو جاتا، یہی وجہ تھی جس کے سبب سے خودسرانہ خاندان کا بانی، یا اُس کا دوسرا فرماں روا اپنے دربار اور اپنے شہر دونوں کے لیئے ایک خاص اثر پیدا

کرلیتا تھا جس کی مثالیں کورنتھ، ایتھنز اور سرقوسہ کی تاریخ میں ملتی ہیں لیکن خودسروں کی ظاہری حالت کیسی ہی خوش آیند کیوں نہ ہو اُن کی حکومت کی بنیاد جبر و اشتداد ہی پر ہوتی جس کی وجہ سے رعایا کی اخلاقی حالت لازماً خراب ہو جاتی، چنانچہ مذہبی اور سیاسی مصلح ہمیشہ خودسری کی مخالفت پر کمربستہ رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یونان کا اول ترین خودسر اندریاس یا اورتاغورس تھا جو ساتویں صدی ق م میں سکیون پر حکومت کرتا تھا۔ ہم رفتہ رفتہ اُس کے خاندان کا حال بیان کریں گے اور ساتھ ہی کیپسیلوس جیسے خودسران کورنتھ، تھیاگنیس خودسر میگارا، پی سستراتوس، پولیکراتیس، لیگداموس ساکن ناکسوس اور تھراسی بولوس خودسر ملطیہ کا بھی تذکرہ کریں گے۔ ان کے علاوہ فلیوس، کرلیسیا، خالکِس اور مشرقی یونان کے دیگر مقامات میں بھی خودسروں کا دور دورہ رہا۔ اٹلی اور سسلی کے بلدیات میں ابتدائی زمانے سے ہی خودسرانہ حکومت ہمارے سامنے آتی ہے، لیکن اُن کا ذکر مناسب موقع پر کیا جائیگا۔

اعیانی سرگروہوں اور حوصلہ مند عوام کے باہمی جھگڑے نوآبادیوں کے قیام کے ذریعے سے بھی طے ہوتے تھے، لیکن اس سے صرف چند روز کے لیئے امن ہو جاتا تھا۔ اگر کسی نے شہر کے ایسے طبقے کا کوئی فرد، جسے زیادہ اختیارات حاصل نہ تھے، کسی نوآبادی کے قیام میں حصہ لیتا، تو وہ نئے شہر کا زمیندار اور امیر بنجاتا تھا۔ اس طرح مادر بلد کو بجین عنصر سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا اور اعیانیوں کو موقع ملتا کہ بجائے ہدف حملہ بننے کے وہ بیسیوں بلکہ سیکڑوں برس تک نوآبادیاں قائم کرکے زمام حکومت اپنے ہی ہاتھ میں رہنے دیں۔

اب ہم ان عناصر یعنی اعیانیت، متمنوں، خودسروں اور حوصلہ مند عوام کے اثرات کا، جو تاریخ یونان پر درجہ بدرجہ پڑتے رہے، مطالعہ کریں گے۔ یہ تاریخ در اصل ان یونانی مملکتوں کی تاریخ ہے جن میں تبدیلی کی اہلیت تھی اور جن کا تمدن ترقی پذیر تھا۔ ہم دیکھیں گے کہ اس سے اسپارٹا کو بہت ہی کم تعلق ہے۔

باب بست و یکم

یونانی نوآبادیوں کا قیام

اس باب میں ہم آبادکاری کے مسئلے پر غور کریں گے اور یہ بتائیں گے کہ یونانی قوم رفتہ رفتہ بحیرۂ روم کے سواحل پر کس طرح پھیل گئی۔[1] حقیقت یہ ہے کہ یونانی نوآبادیوں کی ابتدا کا اصلی راز یہاں کی مملکتوں کے اُس اندرونی ارتقا میں مضمر تھا

---

[1] راؤل روشیت ("یونانی نوآبادیوں کے قیام کی انتقادی تاریخ"
Raoul Rochette : Histoire critique de l'etablisse -
ment des colonies grecques چار جلد، پیرس ۱۸۱۵ء) افسانوں اور واقعی تاریخ میں کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ ہرمان "مملکت قدیمہ" : Hermann
Staatsalter thuemer (اشاعت چہارم) اور بوسولٹ "تاریخ یونان" : Busolt
Gr. G. جلد ۱، میں یونانی آبادکاری کی انتقادی تاریخ کا اجمالی نقشہ دیا ہوا ہے۔
ا، کرتیوس کے مضمون "انتشار قوم یونانی" (روداد انجمن علمیہ پروشیہ برائے مطالعۂ تاریخ و فلسفہ" ۱۸۸۲ء) E. Curtius : Die Griechischen in der Diasposa
Sitzungsber. der Koenigl preussr Akad d. Wiss. Phil-hist
Kl. 1882 میں یونانی نوآبادی کی تاریخ کی ایک نہایت عمدہ تمہید دی ہوئی ہے۔ ہرمان نے اپنی کتاب "مملکت قدیمہ" § ۷۶ میں مختلف نوآبادیوں کی مرکب آبادی کے مسئلے پر زور دیتے ہوئے طوسی دیدیش ا، ۲۷ کا اقتباس دیا ہے جس میں ان کو انجمن سرمایۂ مشترکہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مغربی بلاد کیلئے اُ، میلتزر "تاریخ اہل قرطاجنہ" جلد ا برلن ۱۸۷۹ء O. Meltzer : Geschichte der
Karthager کے بعض فقرے نہایت عمدہ ہیں محض اختصار کیلئے میں نے اس باب کے حواشی میں متقدمین کی تحریروں سے وہ نقل نہیں کئے جن میں مختلف نوآبادیوں کے قیام کا ذکر ہے۔

باب ۱۲

جس پر ہم اس کتاب کے ایک باب میں بحث کر چکے ہیں۔ یونانی نوآبادیاں مختلف اطراف و جوانب میں صدیوں تک قائم ہوتی رہیں، لیکن آٹھویں صدی ق م کے ابتدائی زمانے سے لے کر چھٹی صدی ق م کے اوسط تک کا زمانہ اس تحریک کا سب سے عمدہ اور شاندار زمانہ تصور کرنا چاہیئے۔ سب سے پہلے جن بلدیات سے وہاں کے باشندے دیگر ممالک میں بھیجنے شروع ہوئے وہ ایسے بلدیات تھے جو بحیرۂ ایجین کے سواحل اور جزائر پر واقع تھے[۱]۔ ہمارے نزدیک ان نوآبادیوں کی دو مختلف نوعیں تھیں، یعنی ایک تو وہ بستیاں جو تجارتی شاہراہوں پر آباد ہوئیں اور دوسرے وہ

[۱] یونان کے بحری ممالک کی تاریخ میں بحری سیادت کی تاریخ بھی شامل ہے جس کی سنوی جدول زمانۂ قدیم کے بعض مورخوں مثلاً کاستور، الیفوردس، سوسی بیوس (؟) نے تیار کی ہے اور جسکی نقل دیودورس نے (یوسے بیوس کے حوالے سے) اپنی تصنیف میں ثبت کی ہے؛ یہ نقشہ ڈنڈورف Dindorf کی "دیودورس"، جلد ۲، صفحہ ۱۱۶ میں ملیگا۔ اس فہرست میں سترہ مملکتوں کے نام دیئے ہوئے ہیں اور اس کی ابتدا جنگ ٹروا سے ہوتی ہے، جس کے بعد بحری سیادت کی سرداری کا طرۂ امتیاز لڈیوں، پیلاسیگیوں، تھریسیوں، رھوڈزیوں، اور جبولیا، قبرسیوں، فینیقیوں، اور مصریوں کو حاصل ہوا۔ اس طرح ہم تقریباً آٹھویں صدی ق م تک پہنچ جاتے ہیں جسکے وسط سے (اٹھارہ سال تک) ملطیوں کو بحری سیادت حاصل رہی، پھر یہ درجہ بدرجہ کاریائیوں، لسبوسیوں اور نوکیائیوں کو یکے بعد دیگرے پہنچی؛ چھٹی صدی ق م سے ۵۰۰ ق م تک ساموس، لکدمونی (۵۱۵-۵۰۵ ق م)، ناکسوس (۵۰۵-۵۱۵ ق م)، ایرتیریائی (۴۹۰-۵۰۵ ق م) اور ائی گینائی (۴۹۰-۴۸۰ ق م) برسر اقتدار ہوئے۔ بعض مرتبہ کسی خاص مملکت کے بحری اقتدار کا خاتمہ اسکی فیصلہ کن بحری شکست سے ہوجاتا ہے۔ درحقیقت یہ فہرست اسی لیئے کارآمد ہے کہ اس سے اس قسم کی شکستوں کے حالات معلوم ہوجاتے ہیں، ورنہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں خالکس اور کورنتھ کا ذکر تک نہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مختلف یونانی مملکتوں کی بحری اہمیت کی تاریخ کے لیئے یہ بالکل بیکار ہے۔ مقابلہ کیا جائے ہائنے کا مضمون روئداد انجمن علمیہ گوٹنگن جلد اول ۲ میں Heyne . Nov. Comm.Soc.Goeting؛ گڈون: قدیم اقوام کی سیادت بحری Goodwin : De Potentiae Veterum gentium maritimae epochis گوٹنگن ۱۸۵۵ء

باب ۱۲

آبادیاں تھیں جو اُن مقامات پر قائم ہوئی تھیں جہاں تجارتی تعلقات پیدا ہونے کے بعد تہذیب و تمدن کی ترویج ہو رہی تھی۔ ہم اس سے قبل دیکھ چکے ہیں کہ اوزان اور سکوں کے معیاروں میں ایک طرف تو اِنگیوی معیار جو بابل سے فنیقیہ سے آیا اور دوسری جانب یوبیائی معیار کی ترویج یونان میں بابل سے ایشیائے کوچک کے راستے سے ہوئی۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ یونان سے مشرق کی طرف دو مختلف تجارتی شاہراہیں تھیں، ایک تو جنوبی راستہ جو فنیقیہ ہو کر ایشیا سے یونان کی دوریائی ریاستوں کو مربوط کرتا تھا اور دوسرا شمالی راستہ جو ایشیائے کوچک سے ایونیائی ساموس ہو کر ایونیائی یوبیہ کو ملاتا تھا۔ یہاں یہ واضح ہونا چاہیئے کہ یہ دونوں دھارے بہت جلد ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے :

نفس آبادکاری پر بحث کرنے سے پہلے بعض آبادیوں کی مقامی تنظیم کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایشیائے کوچک کی یونانی بستیوں کو جن کی آبادی مرکب تھی، خاص امتیاز حاصل تھا۔ ہیروڈوٹس کے بیان کے مطابق بعض ایونیائی تارکان وطن نے کاریائی عورتوں سے شادی کر لی تھی[۵۳] اور چند ایونیائی ریاست پر گلاؤکوس اور ہپولوخوس کے خاندانوں کے لیسیائی نسل کے فرماں روا حکمرانی کرتے تھے۔ ایک طرف تو ملطیہ، تیوس، پرنتھوس اور ملطی نو آبادیوں میں اٹیکائی قبیلوں کے نام سے سننے میں آتے ہیں، اور دوسری جانب دیگر مقامات میں قبیلوں کے نام ان سے بالکل جداگانہ ہیں، اور الیفی سوس[۵۴] کے متعلق تو خاص طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں کے آبادکاروں اور اصلی باشندوں کے مابین ایک عہدنامہ مرتب ہوا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اور حال کی ف۔ فلوئے گل کی تصنیف "کورش اور ہیروڈوٹس" V. Floigl : Cyrus and Herodotus لائپزگ ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۴۱:

۵۳ ایونیائیوں کی شادی کاریائی عورتوں سے، ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۶/۱۴۷ :-

۵۴ الیفی سوس، پوسانیاس ۷، ۲، ۸؛ استھانی ساکن بیزنطہ :

باب ۲۱

ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارا یہ نتیجہ نکالنا بجا اور درست ہے کہ دوسرے قبائل میں ایک قبیلہ یہاں کے اُن باشندوں کا تھا جو ارتمیس کے تیمخانے کے گرد رہتے تھے۔ ایونیایوں کا مذہبی مرکز پوسیڈون کا بت خانہ تھا جو راس میکالے پر واقع تھا۔ پوسیڈون کی پرستش تو دراصل پیلوپونیز سے ہی رائج کی گئی تھی، لیکن سب سے مشہور معبود جیسے ایفی سوس کا ارتمیس، کلاروس کا اپولو اور ساموسی ہیراسیب کے سب دیسی معبود تھے جنھیں یونانی جامہ پہنا دیا گیا تھا۔ ایشیائی اور یورپی ایونیائی دراصل دیلوسی اپولو کی پوجا کی وجہ سے باہمدگر منسلک تھے۔ جزیرۂ دیلوس جہاں کا موسم ہمیشہ معتدل رہتا تھا، سورج کے دیوتا کے نام پر معنون تھا اور ایونیائی ملک کے تقریباً وسط میں واقع تھا۔ یہی وہ مقام تھا جہاں لیتو کے بطن سے اپولو اور ارتمیس پیدا ہوئے اور جہاں تھے سیوس نے اُن نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں سے جنھیں وہ کریٹ سے بچا کر لایا تھا، اپولو کے اعزاز میں قربان گاہ کے سامنے ناچ نچوایا تھا اور سب سے اچھے رقاص کو مقدس کھجور کی ایک شاخ بطور انعام کے دی تھی۔ معبود دیلوس کے تعلقات ایتھنز اور ملطہ کے حدود سے آگے ہیپربوریائی ملک تک پھیلے ہوئے تھے۔

میدان سیاسیات میں ایونیائی بلدیات کے اندر وہی ردّ و بدل ہوا جس کا ذکر بیسویں باب میں کیا جا چکا ہے، یعنی ملوکیت کی جگہ امرا کی حکومت قائم ہو گئی۔ واضح ہو کہ مختلف بلدیات میں تبدیلی حکومت کی بابت جو کچھ معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ سب جزوی ہیں، اور تسلسل واقعات کے لحاظ سے اُنکی مطلق کوئی مستقل بنیاد نہیں ہے۔ ملطہ میں[۵۵] ایپی منیس کو از سر نو دستور کے ترتیب دینے کا کام تفویض کیا گیا، اس کے بعد کبھی تو زمام حکومت کسی نہ کسی خود سر کے ہاتھ میں آجاتی اور کبھی عاملانہ اقتدار ایک منتخب شدہ بزرگ یا صدر کو تفویض کیا جاتا۔[۵۶] کولوفون کے امرا اپنی شہسواری کے لیئے ممتاز تھے اور ان کی ناقابل تسخیر قوت

---

[۵۵] نکلہ دمیاں مسلسل "Con.Narr." ۴۴ Ver; Nic.Dam.54M.

ارسطاطالیس: سیاسیات ۵، ۴، ۵۔

[۵۶] کولوفون، اِسترابو ۱۴، ۱، ۲۸-۶۴۳۔

باب ۱۲

ضرب المثل تھی؛ یہاں ایک ہزار کی ایک مجلس کے ذریعے سے حکومت کی جاتی تھی جس کے ارا کین کا انتخاب شہر کے مالکان اراضی کرتے تھے۔ واضح ہو کہ کولوفون ہی ایسا بلدیہ نہ تھا جہاں شہسواری امرا کی شان تھی بلکہ بعض دیگر بلدیات میں بھی یہی قاعدہ جاری تھا۔

یہاں صرف چند چیدہ چیدہ واقعات بیان کیے جائیں گے۔ ساتویں صدی ق م کے اختتام کے قریب ملطہ میں اعلیٰ ترین اختیارات ایک خودسر مسمی تھراسی بولوس[۵۸] کو حاصل تھے جو امرا کے خاندانوں میں سے ایک کا رکن تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب اس کے دوست پری اندر نے اس سے دریافت کرایا کہ کونسا طریقہ حکومت کرنے کا بہترین طریقہ کونسا ہے، تو وہ اس کے فرستادہ ایلچی کو ایک اناج کے کھیت میں لے گیا اور بغیر کچھ کہے ہوئے اپنی چھڑی سے جتنی اونچی اونچی بالیاں تھیں سب توڑ ڈالیں۔ اس کے انتقال کے کچھ عرصے کے بعد تک ملطہ میں بدامنی رہی اور امیروں غریبوں کے مابین مناقشے برپا ہوتے رہے جن میں فریقین نے اپنے اپنے نام پلوتس اور خیرو ماخے یا اے نوتاے اور گرگتھاے رکھے۔ ان دونوں فریقوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے ایتھنز کا مقدس زیتون کا درخت مرجھا گیا جس کے باعث فالگاہ کی طرف سے انھیں کفارے کا حکم ملا۔ اس پر ملطیوں نے جزیرۂ پاروس کے باشندوں کو ثالث مقرر کیا۔ پاروسی سفرا نے ملطہ آتے ہی اراضی مزروعہ کا دورہ کر کے ان لوگوں کے نام یاد کر لیے جن کے کھیتوں کی حالت عمدہ تھی اور معاً یہ فیصلہ سنا دیا کہ شہر کا انتظام اُن لوگوں کے سپرد کیا جائے جن کی کاشت اچھی ہے، اسلیے

---

[۵۸] تھراسی بولوس، ہیروڈوٹس ۵، ۹۲، ۱۶؛ $\frac{۱}{۲۲}$؛ ۵، ۸، ۶ Plut. Qu. Gr. ؛ ۳۲ Ath ۱۲، ۵۲۴۔ مشتبہ تسلسل واقعات کے لیے ڈنکر ۶، ۲۹۰۔ ارسطاطالیس (سیاسیات" ۳، ۸، ۳ اور ۵، ۸، ۷) کے نزدیک یہ صلاح پری اندر نے تھراسی بولوس کو دی تھی۔ دراصل اس چھوٹے سے قصے سے خودسری حکومت کی ماہیت معلوم ہوتی ہے۔

باب ۲۱

کہ جب انھوں نے اپنی ذاتی مملوکات کا انتظام بحسن وخوبی انجام دیا ہے تو یقین ہے کہ وہ شہر کے معاملات بھی اسی عمدگی سے طے کریں گے تاجروں (ائے نوتائے) اور صناعوں میں جو باہمی تنازعہ چلا آتا تھا اس کا بھی تصفیہ اس طرح ہوا کہ بجائے اُن کے سیاسی اختیارات ایسے زمینداروں کو مل گئے جو اپنی زمینداری کا انتظام عمدہ طور پر کرتے تھے۔ ان اصلاحات نے ملطہ کی مرفہ الحالی میں ایک نئے دور کا آغاز کیا۔

اسیطرح ساموس میں چھٹی صدی ق م میں امرا اور عوام کے مابین تنازعہ ہوگیا[۵۹]۔ شہر پرنتھوس میگارا اور اسکی نوآبادی بیزنطہ کے درمیان حائل تھا لہذا میگاری اُسپر کسی نہ کسی طرح سے قبضہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ یہ خبر سن کر ساموس کے گیوموروئے یا حکمران امرا نے پرنتھوس کی مدد کے لیئے تیس سہ طبقہ کشتیاں روانہ کیں۔ اور دونوں نے میگاریوں کو شکست دے کر وہاں کے چھ سو باشندوں کو قید کر لیا۔ لیکن ساموسی بیڑے میں صرف عمومی ہی عمومی تھے جنھوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر قیدیوں کو انقلاب کے لیئے اپنا آلہ کار بنانا چاہا یعنی انھیں مسلح کر کے ساموس کی جمعیت عوام میں بھیج دیا اور ان کے ذریعے سے گیوموروئی کا قتل عام کرا دیا۔ اس کے بعد عرصہ دراز تک ساموس میں عمومی طرز کی حکومت ہوتی رہی، لیکن جب پولیکراتیس یہاں خودسر ہوا ہے تو بجائے عمومیت کے از سرِ نو اعیانیت قائم ہو چکی تھی۔

ایشیائی ایولیائیوں کی قوت و اقتدار کا مرکز جزیرہ لسبوس تھا یہاں بھی ملوکیت کا خاتمہ ہوگیا، لیکن حکومت کی باگ پنتھی لوسیوں کے ہاتھ ہی میں رہی۔ ان اعیانیوں کی زندگی کے حالات اور اُن کے اور عوام کے باہمی مناقشوں کے متعلق اکثر و بیشتر معلومات اُن کے قومی شاعر الکائیوس کے اشعار اور ادبی تاریخ سے اخذ کیئے گئے تھے۔ یہاں خودسر حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی اور جو تنازعے برپا ہوئے اُن میں تیتاکوس ساکن متی لنہ کا نام نہایت

۵۷۔ Pauly' R. Enc. ۵۸

باب ۱۱

ممتاز ہے۔ پِٹاکوس کو عوام نے تقریباً ۵۹۰ ق م میں آئی سیمنیٹیس یا حکمران منتخب کیا؛ اُس نے اپنا دور حکومت نہایت عمدگی سے پورا کیا اور بجائے اس کے کہ نئے نئے قوانین جاری کرے صرف چند قواعد بنانے پر ہی اکتفا کیا جن میں سب سے قابل یادگار وہ قانون ہے جس کی رو سے اگر کسی شخص سے نشے کی حالت میں کوئی جرم سرزد ہوتا تو وہ معمولی حالت سے نسبتہً زیادہ سزا کا مستحق سمجھا جاتا۔ اُس نے ایتھنز سے صلح کرنے کے بعد جن باشندوں کو جلاوطن کیا تھا انھیں واپس بلالیا اور تقریباً دس سال حکومت کرکے اپنے عہدے سے مستعفی ہوگیا۔ پِٹاکوس فی الواقع عقلائے یونان کے زمرے میں شریک ہونے کا اہل تھا اور اس کا چال چلن اور عام خصائل اتنے قابل تعریف سمجھے جاتے تھے کہ اس کے استعفے کے بعد کسی شخص نے اُسے کوئی ایذا نہیں پہنچائی۔[۵۹]

برّ اعظم میں جس قدر ایولیائی شہر تھے اُن میں سب سے ممتاز شہر کیمے تھا۔[۶۰] یہاں ہم آٹھویں صدی ق م میں ایک بادشاہ مسمی اگامیمنون سے دوچار ہوتے ہیں جس کی بیٹی کی شادی مید اس شاہ افروجیہ سے ہوئی تھی۔ اس جگہ ابتداءً اعیانی اصول کے مطابق حکومت کی جاتی تھی، لیکن ایک شخص مسمی فیدون کی تحریک پر ان تمام اشخاص کو جنھیں گھوڑے پر فوجی خدمت بجالانے کی مقدرت واستطاعت تھی، شہری حقوق دے دیئے گئے اور اس طرح امارت قائم ہوگئی۔ بالآخر پرومے تھیوس نے ایک قانون منظور کرایا جس کی رو سے سیاسی اختیارات ایک ہزار آدمیوں کی ایک مجلس کو تفویض کردیئے گئے۔ اس کے بعد جنگ ایران تک کوئی سیاسی تبدیلی عمل میں نہیں آئی۔

دوریائی بلدیات کی تاریخ میں کوئی امر قابل تذکرہ نہیں ہے۔

یورپ کی بحری مملکتوں میں سے میگارا اور کورنتھ کا ذکر اس کے بعد کیا جائیگا اور ایتھنز کے تذکرے کے لیے ایک مختص باب کی ضرورت ہوگی۔

---

۵۹ پِٹاکوس کے لیے پاؤلی کی محیط المحیط Pauly's R. Enc. ملاحظہ ہو۔

۶۰ کیمے کے لیے خاص طور پر Herakl. Pont. ۱۱ ملاحظہ کیا جائے۔

لہٰذا یہاں ہم صرف یوبیہ کے شہروں کا بیان کریں گے۔ خوبصورت اور زرخیز جزیرہ یوبیہ میں علاوہ چند چھوٹے چھوٹے قصبوں کے دو شہر یعنی خالکس اور ایرتیریا اُس خاکنائے پر واقع ہیں جو جزیرے کو برّ اعظم سے ملاتی ہے؛ انہیں سے خالکس تو خاکنائے کے تنگ حصے کی ایک سطح مرتفع پر، اور ایرتیریا خاکنائے کے ذرا چوڑے حصے پر جنوب کی جانب ایک میدان میں واقع ہے۔ بادشاہوں کے زمانے میں ہم امفی داماس کا نام سنتے ہیں[۱۱]؛ اس حکمران کی موت کے بعد جو ادبی مقابلے ہوئے اُن میں ہسیود کو انعام ملا تھا۔ تھوڑی مدت کے بعد خالکس میں ایسے اعیان برسر اقتدار ہوئے جنھیں گھوڑے پالنے کا شوق تھا[۱۲] اور اسی وجہ سے انھیں ہیپوبوتائے یا "اسپ پرور" کا لقب دیا جاتا ہے؛ اس عہد میں اور اماریت کے دور میں یہ قاعدہ تھا کہ پچاس برس کی عمر سے پہلے کسی شخص کو کوئی عہدہ نہیں دیا جاتا تھا۔ خالکس اور اُسکے ہمسایوں میں ہمیشہ نزاعیں اور لڑائیاں رہا کرتی تھیں جنکی وجہ سے اسکی قوت و اقتدار میں بہت کچھ ترقی ہوگئی۔ اگر ہم اس روایت کو باور کریں کہ ایک مرتبہ ارتیمس اماریتھیا کے تہوار کے میلے میں جو جلوس نکلا تھا اُسمیں گھوڑوں کی ساٹھ جوڑیاں، چھ سو سوار اور تین سو ہوپ لیت تھے، تو ہمیں یہ ماننا پڑیگا کہ شہر ایرتیریا کی آبادی نہایت ہی گنجان ہوگی۔ کارستوس اور ستیرا کے علاوہ (جہاں دریوپی قوم رہتی تھی) جنوبی یوبیہ کے بیشتر حصے پر اُسی کا قبضہ تھا، اور یہ دونوں بلدیات بھی

---

[۱۱] امفی داماس کے لیے ہسیود: "افعال و ایام" Hesiod: Op. et D. ۶۵۲ وغیرہ؛ Plut. conv. sept: صفحہ ۱۰ ب؛

[۱۲] خالکس؛ ہیروڈوٹس ۵، ۷۷؛ اِسترابو ۱۰، ۱، ۴۴؛ ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۴، ۳، ۲؛

Pont Harakl ۳۱ (میول)۔ جنگ میدان لیلانتی کیلئے مقابلہ کرو ک، ف؛ ہرمان: K. Fr. Hermann: Gesammelte Abhandlungen "مجموعہ مقالات" اور دوندورف: "معاملات خالکس" Dondorff· De ribns Chalcidensium ہالے ۱۸۵۵ء؛ اس جنگ سے جن اقوام کا تعلق تھا انکے مجموعوں کیلیے ہولم: "جنگ طویل" (کتاب یادگار برجشن ستر سالہ سالگرہ) اکرتیوس Holm. Lange Fehde; Abh. Zu E. Curtius 70 Geburstag

خالکس میں متعدد دستکاریاں رائج تھیں، اور کورنتھی یہاں سے بہت سا خام پیداوار اپنے ملک کو لیجاتے تھے؛

باب ۱۲

ایریتریا کے محالفے میں شامل تھے؛ جزیرے کا شمالی حصہ خالکس کے زیر اقتدار تھا۔ خالکس اور ایریتریا دونوں کے عقب میں لیلانتی میدان پھیلا ہوا تھا، اور اسی اراضی کے قبضے کے لیئے وہ مشہور جھگڑا شروع ہوا جسمیں تقریباً تمام یونان ملوث ہوگیا اور جس کا تذکرہ طوسی دیدش بھی کرتا ہے۔ اس جنگ میں تھسالوی سوار ے، تھریسی نوآبادیوں اور ساموسیوں نے خالکسیوں کو مدد دی اور ملطیوں نے ایریتریا کا ساتھ دیا؛ اگر ہم زمانہ مابعد کے یونانی مملکتوں کے مخالف مجموعوں پر غور کریں تو ان کو بھی کم و بیش اسی تقسیم کے مطابق پائیں گے۔ بالآخر ایریتریا مغلوب ہوگیا اور خالکسیوں نے لیلانتی میدان فتح کرلیا[۱۳]۔

اب ہم یونانی آبادکاری کے اصول کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، جو فنیقی اور رومن آبادکاری کے اصول سے مختلف ہے۔ یونانی اپنی قوت و قابلیت محض یک طرفہ کوشش میں صرف کرنا کبھی پسند نہ کرتے تھے، بلکہ ان کی یہ آرزو ہوتی تھی کہ وہ ایک مملکت کے آزاد شہری ہوجائیں تاکہ ان کی محنت کا ثمر انھیں حاصل ہوجائے اور وہ اپنی زندگی نہایت خوشحالی سے بسر کرسکیں، یعنی وہ یہ چاہتے تھے کہ انھیں اپنے قوائے فطری کے ارتقا کے لیئے کافی وسیع میدان مل جائے۔ اگر کسی یونانی کو یہ سب گھر پر میسر نہ ہوتا تو وہ چند ساتھیوں کے ہمراہ ایسے ملک کو نکل جاتا جہاں اس کے لیئے کسی قسم کے فائدے کی صورت نکل سکتی

[۱۳] جزائر مدوّر Cyclaea کی تاریخ کی یونان قدیم میں بہت کچھ اہمیت ہے، لیکن ہنوز کسی مصنف نے اس پر کماحقہٗ بحث نہیں کی۔ برسیان نے اپنی کتاب "جغرافیۂ یونان" کی دوسری جلد میں اس کی تحقیقات کے ماحصل پر بحث کی تھی؛ اس کے زمانے سے فرانسیسیوں خصوصاً ادمول Homolle نے دیلوس کی تحقیقات کی ہے، اور حال کے زمانے میں تھیوڈور بنٹ Th. Bent نے جزائر مدوّر میں سے اکثر جزیروں کے باب میں جس قدر تحقیقات ہوئی اُسے یک جا کر لیا ہے (جریدہ مطالعات یونان جلد ۵)۔ مقابلہ کرو بوسولٹ: "تاریخ یونان" جلد ۱، $\frac{۲۰۶}{۲۱۲}$۔

بشرطیکہ اُن سے اپنی حفاظت کی طرف سے بھی پورا اطمینان ہوتا۔ اس نئی آبادی کے باشندوں کی عموماً یہ آرزو ہوا کرتی تھی کہ جلد از جلد وہ ایک آزاد مملکت کا رتبہ حاصل کرے اس لیئے کہ اگر اپنی تعداد کے اعتبار سے وہ خود اپنی حفاظت کرنے کے قابل ہوتے تو اُن میں خود بخود اس کی خواہش بھی پیدا ہو جاتی کہ انھیں اپنے اوپر حکومت کرنے کا اقتدار حاصل ہو جائے۔ یہی اسباب ہیں جن کی وجہ سے ہر یونانی نوآبادی اکثر خود مختار ہوتی تھی۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ اُس کا اپنے مادری بلد سے کوئی تعلق بھی باقی نہ رہتا، بلکہ جدائی کے بعد وفاداری کے احساس میں پہلے سے بھی زیادہ قوت پیدا ہو جاتی۔ یونان میں یہ رسم جاری تھی کہ آبادکار اپنے ساتھ اپنے وطن مالوف کے پری تانیوم کے آتش دان سے کچھ انگارے لے جایا کرتے جن سے نئے شہر کے آتش دان عامہ کی آگ سلگائی جاتی تھی اور وہ کبھی سرد نہ کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ نئی آبادی میں مادری بلد کے خاص خاص دیوتاؤں کی بھی پوجا کی جاتی اور بڑے بڑے میلوں کے موقعوں پر مختلف نوآبادیوں سے وفود آتے تھے جن کے ارکین کے لیئے معزز مقامات مختص کیئے جاتے تھے۔ اسی طرح کسی نوآبادی میں خانگی جھگڑے پیدا ہونے کی شکل میں یہاں کے منفذ کا کوئی ذی اقتدار شخص طلب کیا جاتا کہ وہ ان تنازعات کا تصفیہ کر کے از سر نو امن و امان قائم کر دے۔ نوآبادی اور مادری بلد میں باہمی نزاع بہت ہی کم پیدا ہوتا اور ہوتا بھی تو اس کے واقعات نہایت غیر معمولی ہوتے تھے۔ جب تارکان وطن اپنے قدیم جنم بھوم کو چھوڑتے تو اُن کے دلوں سے اپنے مصائب کی یاد محو ہو جاتی اور انھیں صرف وہی خوشگوار تعلقات یاد رہتے جو اُن کے اور اُن کے وطن مالوف کے مابین رہ چکے تھے۔ لیکن یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ کسی ایک نوآبادی میں ہمیشہ صرف ایک ہی شہر کے تارکان وطن جا کر سکونت اختیار کرتے تھے۔ ہم ایونیائی بلدیات کے ذکر کے اثنا میں کہہ چکے ہیں کہ بعض مرتبہ ایونیائی اور دوریائی دونوں قومیں مل کر ایک جدید شہر آباد کرتیں، بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی مرکزی مقام پر

باب ۲۱

غیر ملکیوں کے گروہ جمع ہو جاتے اور وہاں سے جو استعماری مہم روانہ ہوتی اُسمیں وہ حصہ لیتے۔ علاوہ ازیں بعض مرتبہ مختلف بلدیات کے باشندے مل کر کسی نئے شہر کی بنیاد ڈالنے کی کوشش کرتے، لیکن ایسی نو آبادیوں کو اُسوقت تک کوئی خاص وقعت حاصل نہ ہوتی جب تک ذرا زیادہ تزک و احتشام کے ساتھ (بعض مرتبہ فال گاہ ڈیلفی کی خاص اجازت سے) اُسے ازسر نو آباد نہ کیا جاتا؛ اس طرح ابتدائی آبادکاروں اور جدید مستعمروں کے دوش بدوش رہنے کی وجہ سے اس نو آبادی کی حیثیت مرکب ہو جاتی۔ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ یونانی نو آبادی کسی غیر آباد مقام پر قائم کی گئی ہو بلکہ بعض مقامات پر تو اصلی باشندوں کو بھی وہیں رہنے دیا گیا جس کی وجہ سے ان مقامات کی نسل دوغلی ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ ایسے بلدیات کے باشندے جن میں مختلف مقامات کے لوگ اور قدیم بربری اقوام ایک ساتھ رہتی ہوں، مادر وطن کا صرف ادب ہی ملحوظ رکھ سکتے تھے اور عام طور پر یہ امید کرنا کہ ایسی مرکب آبادی کے افراد اسکا حکم مانیں خارج از بحث تھا۔ بلاشبہ اصلی بلدیے کے لیئے متعدد نو آبادیوں کا ہونا باعث فخر و مباہات تھا، لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس سے اگلے لوگوں کی قوت و اقتدار میں شمہ بھر اضافہ ہوتا تھا؛ بلکہ محض اس لیے کہ نو آبادیوں کے قیام سے بلدیے کے بہترین افراد ترک وطن کر کے چلے جاتے تھے، ایتھنز سے شہر کو اصول آبادکاری کبھی پسند نہ آیا۔

یونانی آبادکار ہمیشہ اپنی قومیت پر نازاں رہتے تھے اور گو وہ بلاشبہ اپنے نئے وطن کی بہت سی مذہبی اور رسمی خصوصیات اخذ کر لیتے تھے لیکن دل سے وہ ہمیشہ یونانی رہتے۔ نیز چونکہ وہ اقلیم یونان کے بڑے بڑے میلوں میں ہمیشہ دلچسپی لیتے رہے اس لیئے اپنے اصلی وطن سے ان کا تعلق برابر قائم رہا۔

آخر میں اس امر کا تذکرہ کرنا بھی ہمارا فرض ہے کہ یونانیوں نے جو نو آبادیاں غیر ممالک میں قائم کیں ان میں سے کبھی کسی نو آبادی میں حقیقی جمہوریت قائم نہیں ہوئی۔ بہت سے بلدیات ایسے تھے جو بربری اقوام کے درمیان یونانی تہذیب و تمدن کے مرکز کا کام دیتے تھے اور جن کا اثر اس ملک پر پڑتا تھا۔ چنانچہ بحیرۂ ایڈریاٹک کی

شمالی نوآبادیوں، اسپین کے اکثر حصوں، لبیہ اور ایشیائے کوچک کے جنوب و مغربی ساحل کی بجنسہ یہی کیفیت تھی۔ ہمیں امید ہے کہ اس قسم کی یونانی نوآبادیوں کے متعلق ہمیں مزید معلومات حاصل ہوں گی:
غالباً پہلی مملکت جس کے ذریعے سے یونانی تمدن کو فروغ ہوا، خالکس تھی؛ اس کے بعد ایونیہ کی باری آتی ہے، اور چونکہ ہم سب سے پہلے مشرقی بلدیات کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں اس لیے یہاں اسی کے بلدیات کا بیان کیا جائیگا۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جملہ ایونی بلدیات کے باشندوں کو بحری سفر اور دور و دراز مقامات پر اپنی بستیاں قائم کرنے کا شوق یکساں تھا۔ سب سے کم جس بلدیئے میں حرکت اور ترقی کے آثار پیدا ہوئے وہ ایفی سوس تھا؛ اس کے برعکس ایونیہ کے سب سے شمالی اور سب سے جنوبی بلدیات یعنی فوکیہ اور ملطہ کو تجارت اور جہازرانی کی وجہ سے بہت کچھ فروغ حاصل ہوا یہاں تک کہ ان کا مقابلہ جنوآ اور وینس سے کیا جا سکتا ہے[۱۴۴]
ملطہ کی حیثیت پر اس سے قبل بحث کی جا چکی ہے یہاں کے باشندے قرب وجوار کے اضلاع سے، جہاں بھیڑیں پالی جاتی تھیں، اون خریدتے اور اس کا کپڑا بن کر دوسرے ممالک کو روانہ کرتے تھے۔ ان کے ملک میں کاشتکار، دستکار، اور تاجر دوش بدوش رہتے۔ گو شہر کا رخ جنوب کی طرف تھا لیکن یہاں کے باشندے اکثر شمالی ممالک کو جاتے، یعنی ہیلیس پونٹ، پروپونٹس اور بوسفوروس ہو کر وہ بحیرۂ اسود کو نکل جاتے جس کی خصوصیات یونانی سواحل سے بالکل متغائر ہیں۔ بحیرۂ ایجین میں ہر جگہ راسیں اور جزیرے نظر آتے ہیں، ہر جگہ سے کہیں نہ کہیں کا ساحل قریب ہے، اکثر سواحل پتھریلے ہونے کے باوجود ان پر جگہ جگہ نہایت نفیس قدرتی بندرگاہیں پائی جاتی ہیں لیکن بحیرۂ اسود حد نگاہ سے بھی آگے بڑھ گیا ہے۔ اس سمندر میں جزیرے

[۱۴۴] فوکیہ اور جنوآ پہاڑیوں پر، اور ملطہ اور وینس نشیبی زمین پر آباد کئے گئے۔ اسی طرح دیگر حالات کے اعتبار سے بھی مقابلہ ممکن ہے:

نایاب ہیں اور طوفان روز مرہ کی بات ہے؛ اس کا شمالی ساحل بالکل مسطح ہے اور اس میں دلکشی کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا؛ اس میں سے ایک اور سمندر کو رستہ نکلتا ہے جس میں ایک عظیم الشان دریا گرتا ہے۔ غرض یہ کہ اس سمندر کے شمال کی طرف قدرت نے بیسیوں طرح کے مناظر پیدا کر دئے ہیں، لیکن ساتھ ہی یہی سب باتیں ایک یونانی مسافر کے لیۓ باعث خوف و ہراس تھیں اسی لیئے اس سمندر کو ابتدا میں "اکسی نوس" یا "غیر متواضع" کا لقب دیا گیا تھا۔ لیکن جب تجربے سے یہ ثابت ہوا کہ اس کے سواحل کے ساتھ تجارت کرنے میں بڑے بڑے فائدے ہیں تو سوداگروں نے اس کا نام بدل کر "یوکسی نوس" یا "مہمان نواز" رکھ دیا۔ اس کے ساحلوں پر بہت سی کارآمد اشیاء پائی جاتی تھیں: مثلاً خالی بیں، تبارینی اور موسخی اقوام جو جنوبی ساحل پر رہتی تھیں، پہاڑوں سے تانبا، چاندی اور سونا، اور چوڑے چکلے جنگلوں سے لکڑی بھر کر لاتیں؛ شمالی ساحل پر اسکیت قوم رہتی تھی جس کا پیشہ کاشتکاری اور گلہ بانی تھا، علاوہ ازیں اس عظیم الشان جھیل سے بے شمار مچھلیاں پکڑی جاتی تھیں اور اس کے پانی سے نمک برآمد کیا جاتا تھا۔ ملطی باشندے نہایت قدیم زمانے ہی سے ان تمام فوائد کو بھانپ گئے تھے؛ اسی لیئے اس کے سواحل کی اکثر نوآبادیاں ملطہ والوں ہی نے قائم کی تھیں۔ گو ممکن ہے کہ بعض بلدیات کو قدیم عناد کی بنا پر ان مہمات میں شریک ہونے سے منع کر دیا گیا ہو لیکن چونکہ یہاں کی نوآبادیوں میں سے اسی کے قریب ملطہ کی طرف منسوب کیجاتی ہیں اور یہ بغیر ایونی بلدیات کے تعاون کے ناممکن تھا اس لیئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ملطی آبادکاروں کیساتھ دیگر ایونی بلدیات کے باشندے بھی ضرور شریک ہو گئے ہوں گے۔[۵]

---

[۵] ملطی نوآبادیوں کے لیۓ "وقائع سکمنوس" ۷۳۴ اور استرابو ۱۴، ۶۳۵۔ مشرقی نوآبادیوں کے قیام کی تاریخ کے لیۓ مزید تحقیقات کی ضرورت ہے اور ان کے حالات استرابو، سکمنوس اور ستیفان ساکن بزنطہ میں ملتے ہیں۔ ل۔ بیورخنر "ملطیوں کی نوآبادیاں ساحل بحیرۂ اسود پر"
L. Buerchner: Die Besiedelung des Pontos Euxinos

باب ۲۱

سب سے پہلے ملطی یونٹوس کے جنوبی ساحل کی طرف روانہ ہوئے
جو مشرقی دھارے کی وجہ سے نسبتاً زیادہ قابل گزار تھا۔ آٹھویں صدی قدم
جیسے بعید زمانے میں انھوں نے ایک راس پر، جس پر دو عمدہ بندرگاہ تھے،
اسنوف کی نوآبادی قائم کرلی تھی، جہاں کے باشندوں نے زمانۂ مابعد میں
ایک اور شہر ترا پی زوس یا طرابزون ذرا مشرق کی طرف قائم کیا[۱۶]۔ ساتھ ہی
بحیرۂ اسود کا سفر پہلے سے زیادہ محفوظ کرنے اور دیگر اہم مقامات پر قبضہ
کرنے کی غرض سے انھوں نے ہیلیس پونٹ اور پروپونٹس پر دیگر نوآبادیاں
بھی قائم کیں۔ انھوں نے ابتدائی زمانے میں ان ممالک کو غالباً اس وجہ سے
نظر انداز کر دیا تھا کہ وہ سمجھے تھے کہ ایولیائی ان کے دعویدار ہیں؛ لیکن معلوم
ہوتا ہے کہ ایولیائی ملاحوں کی سی زندگی بسر کرنے کے آرزومند نہ تھے بلکہ
راس سگیوم کے جنوب کی طرف کی اراضی کو اپنے لیے بالکل کافی سمجھتے تھے۔
الغرض ملطیوں نے ہیلیس پونٹ پر ابی دوس اور پروپونٹس پر کیزکوس کی
نوآبادیاں قائم کیں، جن میں سے پچھلا شہر ایک ایسے جزیرہ نما پر آباد کیا گیا جو
اس کے بعد اقلیم ایشیا سے بالکل جدا کر دیا گیا[۱۷]۔ کیزکوس ایک خاص قسم کی

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ durch die Milesier جلد ا، گمبٹن ۱۸۸۵ء) کے ساتھ ایک نقشہ
بھی شامل ہے اور اس پر فاضل مصنف نے نہایت محنت کی ہے۔ واضح ہو کہ کلازومینیائی پالوس مایوتس
(بحیرۂ ازوف) کے قریب رہتے تھے؛ استرابو ۱۱، ۴۹۴؛ پلینی ۴، ۷۔

[۱۶] اسنوف کی ابتدائی تاریخ نہایت مشکوک ہے۔ مقابلہ کیا جائے شترو ائیبر: "اسنوف"
Streuber : Sinope بازل ۱۸۵۵ء؛ زینگے بش: "مسائل اسنوف" Sengebusch : Quaest.
Sinopicar Spec. برلن ۱۸۴۶ء۔ اسنوف کے سکوں کے لیے، سکس: "اسنوف" "جدید مسکوکیات"
Six: Sinope in numis. Chr. ۱۸۸۵ء۔ بیوخنر Buerchner (ص ۵۶) اپنی کتاب کے
حصہ اول میں خاص طور پر طرابزون، کیراسوس، کوتیورا اور استروس پر بحث کرتا ہے؛ یونٹوس کے جنوبی ساحل کی آبادی کیلیے
ایڈوارڈ مے یر: "تاریخ ملوکیت یونٹوس" E Meyer : Geschichte des Koenigr.
Pontos لائپزگ ۱۸۷۹ء۔

[۱۷] کیزکوس کے لیے مارکوارٹ: "کیزکوس اور اس کی اراضی" Marquardt :

مچھلی کے لیے مشہور تھا جس کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کو بہت کچھ آمدنی
ہوتی تھی، اور انھیں یہ مچھلی اس قدر عزیز تھی کہ اُن کے سکّوں تک پر اس کی شبیہ
بنی ہوئی ہے - ملطیوں اور پاروسیوں نے مل کر ہیلیس پونٹ پر پاریوم
کو آباد کیا۔

جب یونتوس کا جنوبی ساحل یونانی تجارت کے دائرے میں آگیا تو انھوں
نے اس کی رہ گزر پر زیوس اوریوس یا "زیوس فرستادہ باد" کے نام سے ایک
بت خانہ تعمیر کیا، جس کے بعد ملطیوں نے مغربی اور شمالی سواحل کی طرف رجوع کیا۔[۱۸]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — Cyzikus und s. Gebiet برلن ۱۸۳۱ء۔

[۱۸] یونتوس یوکسینوس کے لیے پریلر: "قدیم زمانے میں تجارت اور رسل و رسائل کیلئے
بحیرۂ اسود کی اہمیت" Preller. Ueber die Bedeutung des schwarzen
Meeres Fuer Handels und Verkehrs d. alten Welt ڈوریپیلڈ
۱۸۴۲ء۔ ملک روس کے جنوب میں یونانی نوآبادیوں کے لیے بیکر: "بحیرۂ اسود کا شمالی ساحل"
Becker: die Nordgestate des Pontos Euxinos پیٹرسبرگ ۱۸۵۲ء؛
میورالٹ: "مسائل قدیمہ" Muralt: Melanges d' Antiquité زیورش ۱۸۵۲ء؛
اوواروف: "تحقیقات متعلق جنوب روسیہ" Ouvaroff· Recherches sur
la Russie meridionale پیٹرسبرگ ۱۸۵۵ء۔ نوئی مان:
"اسکیتھیہ میں یونانی" Neumann: Die Hellenen in Skythenlande
برلن ۱۸۵۵ء؛ کیپرٹ: "جغرافیہ قدیم" Kiepert: Lehrb. d. Alten Geogr·
۳۰۳ وغیرہ؛ راؤل روشیت: "کیمیری بوسفوروس یونانی آثار" Raoul Rochette: Antiquités
grecque du Bospore Cimmerien پیرس ۱۸۲۲ء؛ کیوپن: "بحیرۂ اسود کے
شمالی ساحل کے آثار قدیمہ" Koeppen. Alterthuemer an Nordgestade
des Pontos وائنا ۱۸۲۳ء؛ کیوہلر: "سیراپیس" Koehler: Serapis پیٹرسبرگ
۱۸۵۰ء؛ ژیل: "کیمیری بوسفوروس کے باقیات" Gille: Antiq.du Bosp. Cimm
۱۸۵۴ء؛ اشاعت جدیدہ زیر ہدایات راناش Reinach پیرس ۱۸۹۲ء و بعد سالہا

باب ۲۱

ساتویں صدی ق م کے وسط کے قریب انھوں نے دہانۂ ڈینیوب کے جنوب میں شہر استروس آباد کیا؛ اس دریا کے دہانے (ڈیلٹا) سے ذرا اوپر کی جانب ساحل کی ایک خاص کیفیت ہو جاتی ہے، یعنی خلیج کے متوازی ریگستانی ٹیلوں کا ایک سلسلہ کھاری جھیلوں کو (بالٹک کی جھیلوں کی طرح) گھیرے ہوئے ہے، اور یونانی لفظ "لیمن" یا "بندرگاہ" سے لے کے اس مقام کا نام ہمیشہ کے لیے "لیمان" پڑ گیا ہے۔ اس ساحل پر رفتہ رفتہ بہت سے بڑے بڑے یونانی بلدیات مثلاً دنیستر کے لیمان پر تیراس، تیلی غول کے لیمان پر اودیسوس اور ذرا شمال کی طرف اس مقام پر جہاں ہیپانس اور بورس تھنیس تقریباً ایک ہی مقام پر سمندر میں داخل ہوتے ہیں ۶۴۵ ق م میں اولبیا (بورس تھنیس) آباد کیے گئے۔ اس کے بعد وہ مشرق کی طرف متوجہ ہوئے، اور توری خرسونیز (کریمیہ) میں تھیودوسیہ اور پانتی کاپیوم اور دوسرے کے عین مقابل جزیرہ نمائے تامان پر فاناگوریا آباد کیا۔ واضح ہو کہ آج بھی اس کے قریب دیسی سرداروں کے "کرگان" یا قبروں کے ٹیلوں سے یونانی تمدن کے اثر کا پتا لگتا ہے۔ یونانیوں کے پانتی کاپیوم اور فاناگوریا کے ذریعے سے بحیرۂ ازوف کے دروازے یعنی جھیل مایوتس پر قبضہ کر کے دریائے ڈون کے کنارے شہر تانائس آباد کیا، اور پھر اس شہر کی وساطت سے ناوارس اور ایکسو پولس آباد کیے۔ آخر میں یہ ذکر کرنا باقی ہے کہ کوہ قفقاز کی طرف یونانیوں نے فاسس اور دیوسکوروس کی بنیاد ڈالی۔

معلوم ہوتا ہے کہ یونانی پونتوس کے شمالی ساحل پر، جہاں کے سمندر اور زمین و آسمان میں کوئی یونانی خصوصیت نہیں پائی جاتی تھی محض منافع کے لیے جا کر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ "روئداد امور یہ آثار پیٹرسبرگ" Comptes-rendus de la Commission archeologique de S. Petersbourg ۱۸۵۹ء وغیرہ جسے خاص طور پر ستیفانی Stephani نے ترتیب دیا ہے۔ ہیرودوتس، ۴ میں ان ممالک کا ذکر نہایت تفصیل سے درج ہے جو بحیرۂ اسود کے مشرق میں واقع ہیں۔

باب ۲۱

آباد ہوئے ہوں گے۔ یہاں پہنچ کر انھوں نے اپنے ہمسایہ اسکیتیوں کو مغلوب کیا اور دور و دراز کے قبائل سے اتنے اچھے تعلقات پیدا کیے کہ قافلوں کے گزرنے کے لیے ان کے ملک میں کچی سڑکیں بنائی گئیں جن میں ہو کر تجارتی سامان بحیرۂ بالٹک کے سواحل تک جا سکتا تھا۔[۱۹]

یونانیوں نے یہ بھی کوشش کی کہ بحیرۂ اسود کا اپنے قدیم تاریخی افسانوں سے تعلق پیدا کریں، اور اس مقصد کے لیے انھوں نے آرگو جہاز کے سفر سے حسب دلخواہ فائدہ اٹھایا۔ انھوں نے یہ فرض کر لیا کہ اےئیٹیس کا وطن بحیرۂ اسود کے مشرقی ساحل پر کولخس میں ہوگا، اور اس قصے کی تاویل اس طرح ہوئی کہ "زرین اون" کے افسانے سے اس ملک کی قدرتی مرفہ الحالی مراد ہے۔ ہیلیس پونٹ کے بعد پہلا مقام جہاں جہاز رکا تھا، کیزیکوس تھا؛ یہاں ام الارباب کے نام کا ایک بت خانہ تھا جس کا بانی یاسون بتایا جاتا تھا۔ یونانیوں کے خیال کے بموجب اِسنوپ کی آبادی کا سہرا آرگو کے ایک ملاح مسمی اوتولیکوس کے سر تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اپسیرتوس ولد اےئیٹیس کو اس کی بہن میدیا نے ایسارس کے قریب مار ڈالا تھا اور بحیرۂ اسود کے جنوبی ساحل پر امیزون کا وطن اور شمالی ساحل پر اَتی گینیا کی جانبازیوں کا مقام تھا؛ کہا جاتا تھا کہ وہ اَولس میں قتل نہیں ہوئی بلکہ اُسے ارتمیس تاوری اٹھا لے گئی، جو یونانیوں کے نزدیک کریمیہ میں واقع تھا۔ یہاں کے دیسی باشندوں کی یہ عادت تھی وہ اپنی باکرہ دیوی کے نام پر اجنبی سیاحوں کو قربان کیا کرتے تھے، اور یونانیوں کا خیال تھا کہ وہ اُنھیں کی ارتمیس دیوی تھی۔

ملطیوں کے جذبۂ سرفروشی کے لیے جنوب میں بھی ایک حسب دلخواہ میدان نکل آیا۔ مصر میں آشوریوں کو ساتویں صدی ق م کے ابتدائی حصے میں غلبہ حاصل ہو چکا تھا، لیکن انھوں نے اپنی عادت کے مطابق اس ملک پر دیسی

---

۱۹ بحیرۂ اسود سے شمال کی طرف جو راستہ جاتا تھا اس پر گینیلے نے کانگرس و ہے کی لسانیاتی کانفرنس (۱۸۸۳ء) کے سامنے بحث کی تھی۔

فرماں رواؤں کو بحال رکھا۔ ان میں سے ایک یعنی بسامطیق حکمران سائس نے یہ تہیہ کیا کہ وہ اپنے اور مصر کے کندھوں پر سے اشوری اطاعت کا جوا اُتار کر پھینک دیگا؛ چنانچہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیئے اُسنے گی گیس والی لدیہ سے خط وکتابت کرنی شروع کی اور وہاں سے ایونیائی اور کاریائی اجیر سپاہی اپنی فوج میں بھرتی کرنے کے لیئے بلائے جن کی مدد سے بسامطیق بالآخر آزاد ہوگیا؛[۵] اس واقعے کے بعد وہ غیر ملکیوں پر اعتبار و اعتماد کرنے لگا اور اُن کے لیئے اپنے ملک کے دروازے ایسے کھول دیئے کہ پہلے کبھی نہ کھلے تھے۔ اُس نے دریائے نیل کی شاخ پیلوزیم پر، ایونیائی اور کاریائی اجیر سپاہیوں کے لیئے مستقل خیمہ گاہیں تیار کرائیں، اور ملطیوں کو شاخ بول بیٹی نوم پر آباد ہونے کی اجازت دی۔ یونانیوں سے شاہ اماسس کے تعلقات اُس کے پیش رو سے بھی زیادہ گہرے تھے؛ اُس نے ایونیائیوں اور کاریائیوں کو دریائے نیل کی شاخ سے ممفس کو منتقل کردیا تاکہ وہ بجائے سرحدی حفاظت کے اُس کی ذات کی حفاظت کرسکیں اور اس طرح نوکراتس اپنے زمانے کا ایک مرفہ الحال شہر بنگیا؛ یہاں مختلف یونانی بلدیات کے باشندے اپنے اپنے بت خانوں کے چاروں طرف اسی طرح آباد ہوگئے جیسے صلیبی جنگوں کے زمانے میں اطالوی، خصوصاً جنوا اور وینس کے باشندوں نے اپنے اپنے قومی گرجاؤں کو گھیر کر شامی بندرگاہوں میں اپنے اپنے قومی گرجا بنا لیئے تھے اور اُن کے گرداگرد سکونت اختیار کرلی تھی۔ تین ایونی شہروں یعنی تیوس، کلازومنائے اور فوکیہ ایک مندر تھا جسکا نام ہیلے نیوم تھا؛ تین دوریائی شہروں یعنی کنیدوس، ہالی کارناسوس

---

[۵] بسامطیق کا یونانیوں کی مدد سے مصر کا حکمران بن جانا؛ ہیرودوٹس ۲، ۱۵۴-۱۵۲؛ دیودوروس ۱، ۶۶؛ اِسترابو ۱۷، ۸۰۱ کے مطابق بسامطیق میلیس جہازوں کی مدد سے، جو ملطیہ سے آئے تھے، اِناروس کے ساتھ جنگ آزما ہوا۔ ان روایات کا انتقاد ویدےمان نے اپنی کتاب "تاریخ مصر" Viedemann ; Aegypt. Gesch.؛ گوٹا سنہ ۱۸۸۴ء صفحہ ۱۰۶ وغیرہ میں کیا ہے؛

باب ۲۱

فاسے لِس، جزیرہ رھوڈس اور ایولیا کی متی لنہ کی ایک مشترک عبادت گاہ تھی۔ اس طرح سامُوس کا معبد ہیرا، ای گینا کا معبد زیوس اور ملطہ کا معبد اپولو علیحدہ علیحدہ بنے ہوئے تھے؛ اور یہی وہ مرکز تھے جن کے ذریعے سے یونانی تمدن مصر میں پھیل گیا۔ بسامطیق نے یونانی زبان سیکھنے کے لیئے مصری نوجوانوں کو اُن یونانیوں کے پاس بھیجا جو اُس کے ملک میں آکر سکونت پذیر ہوگئے تھے، اور کہا جاتا ہے کہ طریقۂ ترجمانی کے موجد یہی لوگ تھے[۲۱]۔ وادیٔ نیل میں جنوب کی طرف مصریوں کی موجودگی کی عجیب وغریب علامت یہ ہے کہ ابوسمبل کے مقام پر یونانی اجیر سپاہیوں نے بسامطیق دوم کے عہد میں رامسیس دوم کی عظیم الشان مورت کی ران پر اپنے نام کھود دیئے تھے، جو اس وقت تک موجود ہیں[۲۲]۔

دوسرا ایونی بلدیہ جس کی وقعت اور اہمیت کو اُسکے تجارتی تعلقات کی وجہ سے چار چاند لگ گئے تھے نوکریہ تھا۔ یہ شہر ایک اس پر آباد تھا اس لیئے

---

[۲۱] اماسس اور یونانیوں کے باہمی تعلقات کے لیئے دیکھو ویڈے مان: "تاریخ مصر" صفحہ ۶۵۲ وغیرہ، جہاں بہت سے کتابوں کا حوالہ دیا ہوا ہے۔ استیفان ساکن بیزنطہ ایلی دوس کو ملطی الاصل بتاتا ہے۔ ہیروڈوٹس (۳، ۲۶) کا بیان ہے کہ بڑے نخلستان میں سامُوسی آباد تھے۔ اس مضمون کے لیئے ۲، ۱۷۸ وغیرہ بہترین مقام حوالہ ہے نوکراتس کو از منۂ وسطیٰ کے بہت سے بندرگاہوں کی طرح محاصل درآمد وبرآمد جمع کرنے کا حق حاصل ہوگیا تھا۔ ہیروڈوٹس (۱، ۱۵۴) کہتا ہے کہ اس شہر کے یونانی محلّے کا نام "ستراتوپیدا" ("خیمہ گاہ تھا") حال میں فلنڈرز پیٹری Flinders Petrie نے نوکراتس کا اکتشاف کیا ہے اس لیئے ہمیں معلوم ہوگیا ہے کہ وہ دمن حور کے قریب واقع تھا اور اماسس سے پہلے یعنی غالباً بسامطیق کے عہد سے اس کا تعلق ہوگا۔ اس موقع کی کھدائی کی نگرانی فلنڈرز پیٹری اور ارنسٹ گارڈنر Ernest Gardner نے کی ہے۔ مقابلہ کرو "نوکراتس" جلد ا (مصنفہ فلنڈرز پیٹری) اور جلد ۲ (مصنفہ ارنسٹ گارڈنر) اور فلنڈرز پیٹری کی کتاب "مصر میں دہ سالہ کھدائی" Flinders Petrie : Ten Yeais Digging in Egypt لندن ۱۸۹۲ء۔

[۲۲] ابوسمبل کے نوشتوں کے لیئے ویڈے مان ۱، ۱۳۲۶۔

باب ۲۱

اُس کے باشندوں کی توجہ لازماً سمندر کی طرف مبذول ہوئی اور اُس نے اپنی پوری قوت مغرب کی طرف صرف کردی۔ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ فوکیہ والوں نے دیار مغرب میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے[۲۳]۔ یونانیوں میں یہی وہ قوم تھی جس نے تاریخ میں پہلی مرتبہ طویل بحری سفر اختیار کیے اور جس نے پہلی بار بحیرۂ ایڈریاٹک، اتروریہ، اسپین اور تارتےسوس میں جاکر اس پچھلے مقام کے بادشاہ سے ایک محالفہ کیا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ فوکیہ کے باشندے معمولی کشتیوں میں نہیں بلکہ پچاس پچاس چپّو والے جنگی جہازوں میں سفر کرتے تھے۔ ہیروڈوٹس کے اس بیان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ تارتےسوس کی بابت (جو ایک ہسپانوی بندرگاہ تھا) یہ لکھا ہے کہ فوکیہ والوں سے پہلے وہاں ایک ساموسی کشتی اتفاق سے پہنچ گئی تھی۔ نیز یہ بیان کہ انھوں ہی نے ایڈریہ دریافت کیا اس قصّے سے مطابق نہیں ہوتا کہ یونانیوں میں سب سے پہلے لوگ جو وہاں جاکر آباد ہوئے خالکسی تھے، اور راس طرح بھی یہ امر کہ فوکیہ والے پہلے یونانی تھے جو بحیرۂ ایڈریاٹک میں گئے ہوں فی نفسہ قابل یقین نہیں معلوم ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ گو اُن کی مغربی نوآبادیوں کی اہمیت میں شبہہ نہیں ہوسکتا لیکن وہ مدت دراز کے بعد قائم ہوئی تھیں۔

دیگر ایشیائی یونانیوں میں سب سے زیادہ جس بلدیے نے بحری میدان میں امتیاز پیدا کیا، وہ ساموس تھا، اور ہم رفتہ رفتہ اُس کی نوآبادیوں کا بیان کریں گے۔ حالانکہ ملطہ اور فوکیہ میں باہمی دوستی تھی، ساموس ملطہ کی عظمت پر حسد کرتا تھا اور وہ ملطہ اور ایریتریا کے مقابلے میں خالکس کا طرفدار تھا۔

ایریتریا اور کارستوس کے باہمی تعلقات نہایت عمدہ تھے، اور پہلے اُن جزائر کو اپنا مطیع و منقاد کرلیا تھا جو جزیرۂ یوبیہ کے جنوب میں واقع تھے، جیسے اندروس، تینوس اور کیوس۔ اس کے برعکس خالکس نے شمالی جزائر

---

[۲۳] ہیروڈوٹس ا/ ۱۶۳۔

باب ۱۲

مثلاً سکسیاتھوس، اکِوس اور پیپاریتھوس کو مغلوب کر کے ان مقامات پر اپنی نوآبادیاں قائم کرلیں؛ اس کے بعد انھوں نے شمالی ممالک کی طرف رخ کیا، اور یہاں دریائے اکسیوس اور دریائے ستری ہون کے دہانوں کے عین وسط میں انھیں ایک پہاڑی خطہ مل گیا جو تین راسوں کی شکل میں سمندر کی طرف نکلا ہوا ہے، اور جہاں (تھریسی ساحل کے برعکس) سمندر اور زمین کے اتصال سے جو کیفیت پیدا ہوگئی ہے اس میں اور یونانی ساحل میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے۔ ان جزیرہ نماؤں پر خالکس والوں نے متعدد بستیاں آباد کیں جس کی وجہ سے انھیں مجموعی طور پر خالکسی بلدیات کہنے لگے اور اس خطے کا نام خالکدیس پڑ گیا[۲۴]۔ ان تین راسوں میں سے سب سے مغربی راس یعنی جزیرہ نمائے پے لے نے کی اراضی نہایت زرخیز ہے، اسی لیئے ان بلدیات میں جو اس مقام پر آباد تھے زراعت ہوتی تھی۔ یہاں ایک شہر مِنڈے تھا جسے ایرتیریوں نے آباد کیا تھا اور جس کے سکوں پر باکھوس کی پوجا کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ دوسرا ممتاز شہر سکیونے تھا جسے پے لے نے کے اکائیوں نے آباد کیا تھا لیکن تجارتی اعتبار سے ان سب بلدیوں میں ممتاز بلدیہ پوتی دیا تھا جسے کورنتھیوں نے اس جزیرہ نما کے عین خاکنائے پر آباد کیا تھا۔ وسطی راس یعنی ستھونیا پر لوترونے اور سنگوس تھے۔ تیسرے جزیرہ نما کا نام اکتے تھا، اور یہی وہ مقام تھا جہاں کوہ آتھوس واقع ہے؛ یہاں آٹھ چھوٹے چھوٹے شہر آباد تھے اور آجکل بھی یہ جزیرہ نما خانقاہوں کے لیئے مشہور ہے۔ ۴۳۲ ق م تک یہ سب شہر بالکل آزاد اور خود مختار تھے، لیکن اس سنہ میں پردکاس نے چھوٹے چھوٹے ساحلی خالکدیسی بلدیات کو شہر اولنتھوس کے ساتھ متحد کردیا۔ ان شہروں کے مشرق کی جانب خلیج دریائے ستریمون پر چند ایونی نوآبادیاں یعنی آرگیلوس، اکانتھوس، ساتے، اور ستاگی روس تھیں جنھیں جزائر مدرر،

[۲۴] خالکدیس کے لیے ہوفمان: "Hoffmann : Descript. Chalcidicae" برومبرگ ۱۸۵۶ء اندروس ایرتیریا کے زوال کے بعد اپنی نوآبادی کی بنیاد رکھنا شروع کرتا ہے۔

خصوصاً اندروس کے باشندوں نے آباد کیا تھا۔ آگے بڑھ کر ذرا مشرق کیطرف ہم چند ایونی بلدیات سے دوچار ہوتے ہیں کیونکہ آٹھویں صدی ق م کے اواخر میں پارو سیوں نے تھاسوس کو آباد کرکے ہمسایہ ساحل پر اپولونیا، گالیسوس، اور اوسے سیمے کے بلدیات کی بنیاد ڈال دی تھی[۲۵]۔

یہاں سے مشرق کی طرف کو قدم اٹھائیے تو آپ تھریسی اراضی میں پہنچ جائیں گے۔ ساتویں صدی ق م میں کلازومے نائے کے چند باشندوں نے ابدیرا کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ بیکار ثابت ہوئی۔ تھریسی انسے زیادہ خوش قسمت نکلے اس لیئے کہ جب ایرانیوں نے ان کا تعاقب کیا تو وہ ان سے بچ کر ابدیرا میں آباد ہوگئے[۲۶]۔ کلو نے کے ضلع میں جس کی شراب ہومر کے زمانے میں مشہور آفاق تھی اور جس کی شہرت آج بھی کچھ کم نہیں ہے، خیوس نے اپنی نوآبادی بمقام مورونیا قائم کی۔ اس کے برعکس اے نوس دریائے ہیبروس کے دہانے پر ایک ایونی نوآبادی تھی جسکے سکے ہرمیس کی خوبصورت شبیہ کے لیئے مشہور تھے۔ تین جزیرے جنھیں عام طور پر تھریسی جزائر کا لقب دیا جاتا ہے[۲۷]، یعنی ساموتھریس، امبروس اور

---

۲۵ تھاسوس کے لیئے ہاسل باخ: "جزیرہ تھاسوس Hasselbach : De insula Thaso، ماربرگ ۱۸۳۶ء؛ پیرو: "یادداشت متعلق جزیرہ تھاسوس" Perrot : Mem. sur l'ile de Thasos پیرس ۱۸۶۴ء؛ کونزے: "سفرنامہ جزائر بحیرۂ تھریس" Conze: Reise auf der Ins. d. thr meeres ہانوور ۱۸۶۰ء

۲۶ ابدیرا کے لیئے ک، ف، ہرمان: "مقالۂ تاریخی" K. Fr Hermann: Gesch. Abh. صفحہ ۹۰ وغیرہ۔ اس کے اور تیوس دونوں کے سکوں پر ایک خیالی جانور مسمی گریفن کی تصویر کندہ ہے، جس سے ان دونوں کا باہمی تعلق ظاہر ہوتا ہے، تھریسی سکوں پر ابدیرا کا اثر نمایاں ہے۔ پانتی کاپیوم کے سکوں پر بھی گریفن بنا ہوا تھا، اور اسی طرح فاناگوریا کو بھی جو اسکے مقابل واقع تھا، تیوسی نوآبادی سمجھا جاتا تھا۔

۲۷ بحیرۂ تھریس کے جزیروں کے لیئے کونزے کی تصنیف دیکھنی چاہیئے جس کا حاشیہ ۲۵ میں

لیمنوس زمانۂ مابعد تک یونانی حیطۂ اثر سے باہر ہی رہے۔ بیان کیا جاتا ہے سامو تھریس (جو ختونی معبودین یعنی کابیری کی پوجا کے لیئے مشہور تھا) ساموس کے باشندوں نے آباد کیا تھا، لیکن غالباً واقعہ یہ ہے کہ یہ تعلق محض دونوں جزیروں کے ناموں کی یکسانی کی وجہ سے قائم کیا گیا؛ ہم جانتے ہیں کہ ساموسی کبھی جزیرۂ کیفالونیا میں جا کر آباد نہیں ہوئے؛ بایںہمہ اس کو بھی سامے کہتے تھے لہٰذا محض ناموں کی یکسانی سے کوئی استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

اس طویل و تنگ جزیرہ نما میں جو اس کے مشرق کی طرف واقع ہے یعنی تھریسی خرسونیز میں (جہاں دراصل دولونکی قوم آباد تھی) ایولیائیوں اور ایونیائیوں نے اپنی نوآبادیاں قائم کیں۔ ایولیائیوں نے تو ملطی بلدیۂ ابی دوس کے بالمقابل ہیلیس پونٹ کے سب سے تنگ حصے میں سستوس آباد کیا؛ تیوسیوں نے اس کے جنوبی کنارے پر ایلائیوس، اور ملطہ و کلازومینائے کے باشندوں نے اُس خاکنائے پر جو جزیرہ نما کو تھریسی سرزمین سے ملاتی ہے، کارد یا کی مشترکہ نوآبادی قائم کی۔ پرد پونتس میں دو خلیجوں کے درمیان ایک پہاڑی راس پر سے پرنتھوس کا شہر نظر آتا ہے جسے ساموسیوں نے تقریباً [28] ۵۹۹ قم میں آباد کیا تھا؛ اس کا نام بعد میں ہرقلیہ پڑ گیا۔ اسکے قریب ہی

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ حوالہ دیا ہوا ہے۔ سامو تھریس کے لیئے کریتوس کا مضمون ماہانہ رسالۂ انجمن علمیہ برلن Monatsber. der Berl. Akad (۱۸۵۵ء) میں دیکھا جائے۔ آسٹریا میں اس جزیرے کی علمی تحقیقات کرنے کے لیئے مہمات روانہ کئے گئے اور کونزے Conze، ہاؤزر Hauser اور نوئی مان Neumann نے ایک نہایت نفیس کتاب لکھی جو ۱۸۷۵ء اور ۱۸۸۰ء میں طبع ہوئی؛

۲۸ تھریسی خرسونیز کے لیئے شلتز: "تھریسی خرسونیز" Schultz: De Chers. thr. برلن ۱۸۵۳ء۔ آودیت بیسنو: "جریدۂ مراسلات یونانی" Hauvette-Besnault: Bull, de Corr. hellen.

باب ۱۲

ایک اور ساموسی نوآبادی بسا سکتے تھے۔ لیکن اس نواح میں جو شہر سب سے زیادہ اہم تھا وہ دوریانی بیزنطہ تھا جسے میگاریوں نے آکر آباد کیا تھا۔[۴۲۹]

یہ امر نہایت عجیب و غریب ہے کہ میگارا کی ارض یونان میں تو بہت ہی کم وقعت تھی، لیکن یہاں کے باشندوں نے جو نوآبادیاں قائم کیں اُن کی اہمیت اور اُن کے رتبے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ میگاری ان یونانیوں میں سے تھے جنھوں نے سب سے پہلے مغرب کا رخ کیا تھا، لیکن وہ بہت جلد مشرق کی طرف پلٹ پڑے، اور ۶۷۵ ق م میں اُنھوں نے بوسفورس کے ایشیائی کنارے پر خال خیدون یا خالکیدون ۷، اور پروپونتس کے ایک خلیج کے ساحل پر استاکوس آباد کیا۔ استاکوس سے ایک میدان اندرون ملک میں چلا جاتا تھا

۴۲۹ میگارا کے لیے رائن گانوم: "میگارہ قدیم" Reinganum: Das alte Megara. برلن ۱۸۲۵ء؛ ووگٹ: "معاملات میگارا" Vogt: De rebus Megarens. ماربرگ ۱۸۵۵ء۔ بیزنطہ کے لیے دیگر تصانیف پر فرک کے بسیط اور قابل قدر مضمون کو جو پاؤلی کے مجموعے میں چھپا ہے، ترجیح حاصل ہے (۱، ۲، ۲)؛ اس میں جملہ قدیم و جدید مواد کا ملخص دیا ہوا ہے۔ ابتدائی تصانیف میں جن میں ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے مفصلۂ ذیل قابل اعتبار ہیں: (۱) دیونی سیوس: "حالات بیزنطہ و بوسفورس" میولر: جغرافیہ جلد ۲ Dionysi Byzanti Anaplus Bospori (Mueller's Geog.. min) (۲) ہامر: "قسطنطنیہ و بوسفورس" Hammer: Constantionopel und die Bosporus دو جلد، پسٹ ۱۸۲۲ء (۳) پے۔ گی لیوس: "توصیف قسطنطنیہ" P. Gyllius: de topographia Const. ۱۵۶۱/۱۵۶۲ء (۴) ہینی نے: "قدیم بیزنطہ" Heyne: Antiqu. Byzantinae گوٹنگن؛ (۵) شوین: "تاریخ بیزنطہ" Schwen. Hist. Byz ۱۸۷۵ء (۶) پاسپاتیس: "تحقیقات متعلق بیزنطہ" Paspates: Byzantinai meletai ۱۸۷۷ء (۷) دیتیر و مورڈٹمان: Dethier und Mordthmand: "نوشتہ جات بیزنطہ" (مجلس علمیہ وائنا) Epigr. von Byzantion, Vienna, Ak. 1864

باب ۱۲

جس کی وجہ سے یہاں سے ایشیائے کوچک کے ساتھ تجارت میں بہت سہولت ہوگئی تھی۔ اُس زمانے میں ایشیا تہذیب و تمدن کا مرکز تھا، اور میگاریوں نے یہ خیال کرکے کہ ان متمدن اقوام سے تعلقات پیدا ہونے کی وجہ سے انھیں صرف کچھ نہ کچھ نفع ہوگا، بتینیا میں ایک نوآبادی بنام ہرقلیہ قائم کی جس کی متعلقہ اراضی بہت کچھ طویل و عریض تھی۔ یہاں کے باشندوں نے زمانۂ مابعد میں شمال کی طرف جزیرہ نمائے تاورک (کریمیہ) میں اس مقام پر ایک شہر آباد کیا جہاں بہت سی خلیجیں ایک سطح مرتفع کو گھیرے ہوئے ہیں اور اس کا نام خرسونیز یا ہرقلیہ رکھا، لیکن چند روز کے بعد اُس کا محل وقوع تھوڑا سا مشرق کی طرف اُس جگہ ہٹا دیا گیا جہاں آجکل شہر سباستوپول واقع ہے بہرحال خود میگاری بہت جلد یہ محسوس کرنے لگے کہ انھوں نے شمالی ساحل چھوڑ کر جنوبی ساحل کو آنے میں غلطی کی ہے۔ انھوں نے ۶۵۸ق م میں شہر بزنطہ اُس مقام پر آباد کیا جو بوسفورس کے دروازے اور اُس تنگ خلیج کے درمیان واقع ہے جسے شاخ زریں کہتے ہیں۔ اس مقام پر

۳۰ ہرقلیہ کے لیے پولس برو: معاملات ہرقلیہ بہ ساحل پونتوس Polesberw: De rebus Heracleae Ponti براندن برگ ۱۸۳۳ء اور اسی کی کتاب "معاملات خرسونیز" De rebus Chersonesitarum، برلن ۱۸۳۸ء؛ کیوہنے: "تحقیقات متعلق تاریخ و آثاریات خرسونیز" Koehne: Beitr. Z. Gesch. und Archaeologie von Chersonesus in Taurien پیٹرسبرگ ۱۸۴۸ء؛ بیکر Beeker De Herakleot Halbinsel: "جزیرہ نمائے ہرقلیہ" ۱۸۵۶ء؛ Koehne کتے ریون: بلدیات آباد کردۂ در تورک خرسونیز De Civitat quae a Graecois in cherson. Taur. Cond, fuer. بلاوئین نانسی ۱۸۸۵ء؛ کیمل: "معاملات ہرقلیہ" Kaemmel: Heracleotica ۱۸۶۹ء؛ شٹینے: "جمہوریہ ہرقلیہ" Stiene: De Herakl. Pontic. republ ۱۸۷۰ء؛ شنائیڈ ویرٹ: "ہرقلیہ بہ ساحل پونتوس" Schneidewirth Heraklea am Pontos ۱۸۸۲ء و ۱۸۸۴ء۔

اس سے قبل بھی متعدد مرتبہ یونانی آکر آباد ہوئے تھے، اسی لیے فال گوکی اجازت لازم تھی تاکہ قبضے کی قانونی صورت پیدا ہو جائے۔ ہم بار بار دیکھتے ہیں کہ یونانی اپنے دیہات چھوڑ کر بحیرۂ روم کے سب سے قریب اور سب سے دور مقامات پر چھوٹی بڑی بستیاں قائم کر لیتے ہیں، حالات امید افزا نہیں ہوتے تو واپس چلے جاتے ہیں، اور جب انھیں مستقبل امید افزا معلوم ہوتا ہے تو اپنے اور ساتھیوں کو بلا لیتے ہیں، اگر ان کی جنگی قوت کم ہوتی ہے تو دوسرے بلدیات سے تعاون کرنے میں گریز نہیں کرتے، اور آئندہ جھگڑوں کا استیصال کرنے کی غرض سے اس مملکت کے حق میں اعزاز اولیت سے دست بردار ہونے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جو سب سے زیادہ قربانیاں کرنے پر رضامند ہو اور جس نے اپنے حقوق کو دلیلی سے تسلیم کرا لیا ہو۔ بیزنطہ والے ماہی گیری سے بہت کچھ روپیہ کماتے تھے؛ ماسوا اس کے شہر کے محل وقوع اور مقامی بحری دھاروں کے ذریعے سے شہر والے ان تمام جہازوں کی آمد و رفت کی نگرانی کر سکتے تھے جو بحیرۂ اسود کے ساتھ غلے یا کسی اور چیز کی تجارت کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیزنطہ اور بلدلہ کے باہمی تعلقات خوشگوار تھے۔ اس شہر کے مغرب میں میگاری نوآبادی سیلیمبریا اور بحیرۂ اسود سے میسامبریا تک واقع تھی جن میں سے موخر الذکر کو بی زنطہ اور خالکیدون والوں نے بسایا تھا۔

اب مغرب کی طرف رخ کیجیے یہاں کورنتھ اور رکورکائیرا کی دو نوآبادیاں یعنی اپی دامنوس اور اپولونیا تھیں جن کی اندرونی تنظیم میں بہت سی ندرتیں پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا بیان بعد میں کیا جائیگا[۱۳۱]۔ زمانۂ مابعد میں اس حصے کے اندر سرقوسیوں کو بھی ایک حد تک اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ یونانی نوآبادیوں کا میلان جنوبی اٹلی اور سسلی کی طرف تھا اور یہاں بھی ہر خطے کے یونانی ایک دوسرے کے گویا مدمقابل بنے ہوئے تھے۔ یہاں سب سے پہلے

۱۳۱؎ اپی دامنوس میں صناعوں کو "دیموزیوئی" کہتے تھے، ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۲؍۱۴، ۱۳؍۱"۔

باب ۱۲

ایونیائی خالکسی پہنچے اور بہت سے قدیم مصنفوں کی روایت کے بموجب کمپانیا میں شہر کیمے گیارھویں صدی ق م میں ہی آباد ہو گیا تھا[۳۲] لیکن ہم کو اتنے بعید

---

[۳۲] کیمے کے قیام کی تاریخ Hieron. Sch. ۶۰،۲ / ۹۱ Abron. ۹۶۸ سنہ۱۰۴۶ق م Vell ۱،۴ کے مطابق اس کا قیام ایشیائی یونانی نوآبادیوں سے پیشتر ہوا تھا اور اس حساب سے یہی تاریخ درست معلوم ہوتی ہے۔ ڈنکر (۵، ۴۰۵) کا خیال ہے کہ اس کیمے اور ایشیائی کیمے میں التباس ہو گیا ہے؛ اس کے خیال کے مطابق التباس کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے جب ورجل نے یہ لکھا کہ سبل نے اے نیاس سے کیوا ے میں پیشین گوئی کی تھی حال ہی میں ہیلبگ Helbig نے اپنی کتاب "ہومری دور" Dashomer. Epos (لائپزگ سنہ۱۸۸۴ع صہ ۳۲۱ / ۳۲۳) میں قیام کیمے کی تاریخ کا حوالہ دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ باعتبار سنویت و تسلسل واقعات کے یہ شہر اُن یونانی نوآبادیوں کے قیام کے بعد آباد ہوا جو سسلی کے مشرقی ساحل پر واقع تھیں سب سے آخر میں ہولم ٹ اپنی کتاب "تاریخ یونان ۱، ۲۴۷ وغیرہ میں اس مسئلے کے اثنائے بحث میں لکھتا ہے کہ کیمے سسلی کی نوآبادیوں سے قدیم تر یا کم از کم اتنا ہی قدیم ضرور تھا۔ متقدمین کا یہ خیال تھا کہ مشہور آفاق ایشیائی کیمے نے کمپانی بلدیہ آباد کرنے میں تعاون کیا ہوگا، لیکن اب اس رائے کو مطلق معتبر نہیں سمجھا جاتا بلکہ اُس کی بجائے اب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر کسی شہر نے اس کی آبادی میں مدد دی تو وہ یوبیائی کیمے ہے جس کے آثار مطلقاً باقی نہیں رہے۔ استرابو (۵، ۴/۳ ۲۴۳) کہتا ہے کہ کیمے کو خالکدیسیوں اور کیمائیوں نے مشترک طور پر آباد کیا، اور اسی کو اٹلی اور سسلی کے بلدیات میں اولیت کا فخر حاصل ہے؛ میں پھر ایک مرتبہ اس واقعے کی طرف ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرتا ہوں کہ راس منروا اور راس گیتا کے درمیانی ساحل سے زیادہ کسی اطالوی ساحل کو قطعی طور پر یونانی کا لقب نہیں دیا جا سکتا چونکہ کیمے کی چٹان ایسی جگہ واقع ہے کہ یہاں سے جہازوں کی بہ آسانی نگرانی ممکن ہے اس لیئے ہمیں اس رائے پر یہ اعتراض نہیں کہ کیمے سسلی کے شہر ناکسوس سے قدیم تر تھا اور ہمیشہ بحری ڈاکوؤں کا جولان گاہ رہتا تھا۔

کمپانیا کے لیئے عام طور پر دیکھو بیلوخ: "کمپانیا کی توصیف تاریخ اور سوانح عمریاں بزمانہ قیام نیپلز"

I. Beloch: Campanien, Topograph. Gesch: und Leben d. Umg. Neapel in Alterthums. برلن سنہ۱۸۷۹ع۔ اس کتاب میں ایک نقشہ بھی ہے

زمانے میں اس خطۂ زمین پر کسی یونانی بلدیئے کے وجود کا مشکل سے یقین آتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سنہ ۱۰۰۰ ق م میں بھی کمپانیا میں اکثر مقامات پر یونانی آباد ہو گئے ہوں گے، اور نہیں اس میں مطلق کوئی شبہ نہیں کہ کیمے نہ صرف دیار مغربی کی قدیم ترین نو آبادی تھی بلکہ اس کی قدامت کو تسلیم بھی کیا جاتا تھا۔ بہرحال اطالوی کیمے جسے خالکدیس اور کیمے کے باشندوں نے آباد کیا تھا، آٹھویں صدی ق م کے بعد تک مشہور نہیں ہوا:

یونانی تارکان وطن ابتدا میں آتش فشاں جزیرۂ اے ناریا (اسکیا) میں آباد ہوئے جہاں سے وہ پر و خیتے (پروچیدا) ہو کر قریب کی راس تک پہنچ گئے جس کے جنوب میں خلیج فلیگرا اے واقع ہے۔ اس خلیج کے اس ساحل پر جس کا رخ شمال کی جانب ہے انھوں نے ایک علٰحدہ اور محفوظ چٹان پر کیمے کی بنا ڈالی، اور ایک ایسے عہد میں جس کا ہم اپنی معلومات کی کمی کی وجہ سے تعین نہیں کر سکتے، کیمے والوں نے شہر نیپلز آباد کیا۔ استرابو کہتا ہے کہ نیپلز رھوڈز یو کی نو آبادی تھی جو پہلی اولمپیاد سے بیشتر قائم ہوئی تھی[۳۳]، اور چونکہ اس مقام کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ جس میں مقامی کتابوں کے اقتباسات دیئے ہوئے ہیں۔ اس مسئلے کے آثاری پہلو پر جس پر بیلوخ کافی بحث نہیں کرتا، ف، فون ڈون **Fr. von Duhn** نے بحث کی ہے (تیسری لسانیاتی کانفرنس کی روداد **Verh der trier Philologenvers.**)

شہر نیپلز کی توصیف کیلئے بہترین سند ب، کاپاسو: ناپولی اور پالی پولی کے محل وقوع نیپلز **B. Capasso: Sull' antico Sito de Napoli e Palepoli** سنہ ۱۸۵۵ء:

۳۳ رھوڈز والوں کے سفروں کے لیے استرابو ۱۴، ۲، ۵ کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کے قول کے مطابق انھوں نے ائی بیریا میں شہر رھوڈے آباد کیا، اسی طرح اوپی کی قوم کے ملک میں پار تھے نوپے اور داؤنیائی قوم کے ملک میں کوائیوں کے تعاون سے ایلپیائے قائم ہوا۔ استرابو کہتا ہے کہ بعض مورخوں کے قول کے مطابق ٹروائے سے واپس آنے پر انھوں نے گیمنے زیا یا جزائر بیلیا ریہ آباد کئے:

باب ۱۲

نواح میں ایک سیرن یا پری کی قبر نظر آئی اس لیئے اُس کی مناسبت سے شہر کا نام پارتھے نو پے رکھا گیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ جزیرہ نمائے سورنتو اور اُس کے قرب وجوار کے مواضعات میں سیرن کی پوجا کی جاتی تھی؛ اور جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ سورنتو اور کاپری عین اس موقع کے مقابل جہاں نیاپولیس آباد کیا گیا تھا چند ٹیلوں اور ایک چھوٹے سے بندرگاہ کے درمیان (جو اب بھر گیا ہے)، واقع ہیں، تو ہم یہ آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ باشندگان کاپری کو یہ خواہش ضرور رہی ہوگی کہ اس زرخیز خطے میں آکر آباد ہوجائیں۔ درحقیقت ہم پڑھتے ہیں کہ تیلے بوائی قوم، جو دراصل مغربی یونان میں رہتی تھی، نہایت بعید زمانے میں کاپریا سے میں آکر آباد ہوگئی۔ اس سے دراصل ایک واقعے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر متقدمین کی تصانیف میں تو کہیں پایا نہیں جاتا لیکن جس کے سمجھنے میں مطلق کوئی دقت محسوس نہ ہوگی۔ مغربی یونان اور اٹلی کے مابین اس قدر قرب تھا کہ یونانیوں کو اٹلی جانے کی خود بخود خواہش پیدا ہوئی ہوگی، اور جب وہ اٹلی کے قریب ترین حصے یعنی کالابریا پہنچے ہوں گے تو انھیں ساحل کے قریب ہوکر مغربی حصے کو پہنچنے کا شوق پیدا ہوا ہوگا۔ چونکہ خلیج نیپلز جملہ اطالوی خلیجوں سے زیادہ ملک کے اندرونی حصے میں داخل ہوجاتی ہے اور اُس کے مقابل نہایت خوبصورت اور پرفضا جزائر ہیں اس لیئے اُس کی ظاہری شکل اقلیم یونان کی سی ہوگئی ہے، اسلیئے یونانیوں کے اس نہایت خوبصورت مقام تک پہنچنے سے ہمیں مطلق تعجب نہ ہونا چاہیئے۔ اس دور کی تاریخ کے متعلق ہمارے پاس بہت ہی کم مواد ہے، اور اس کمی کا سبب معلوم کرنے کے لیئے زیادہ غور وفکر درکار نہیں۔ طوسی ویدش کا بیان ہے کہ کیمے کے بحری قزاقوں نے زانکلے مسانا کی بنیاد ڈالی، اور ظاہر ہے کہ بحری قزاقوں کی نوآبادی کی بابت کسی کو مواد بہم پہنچانے کی غرض ہی کیا ہوگی؟ ہم کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خواہ تیلے بوئی قوم خلیج نیپلز آباد کرنے میں شریک ہوئی یا نہیں، اس میں مطلق شبہہ نہیں کہ کیمے والوں نے ضرور نیپلز میں اپنی نوآبادی قائم کی۔ واضح ہو کہ ابتدا میں کیمے کا ڈنکا اس تمام حصۂ ملک میں بجتا تھا[۳۴] دکائے آرخیا

[۳۴] کیمے کے ہاتھوں نیپلز کی آبادی Lut. Cat: جزو ۷۔ اس امر کا ہنوز یقین نہیں کیا جا سکتا

باب ۲۱

جو کیمے اور نیپلز کے درمیان واقع ہے، اور جو دراصل کیمے ہی کا ایک قلعہ تھا، اُس وقت تک خود مختار نہیں ہوا جب تک (چھٹی صدی میں) سامونیتی وہاں نہیں پہنچے:

جنوبی اٹلی کے بعد دیار مغربی میں جس ملک پر یونانیوں کی نظر پڑتی تھی وہ سسلی تھا۔[۳۵] یہ ایک ایسا جزیرہ تھا جسے قدرت کی طرف سے بہت کچھ ملا تھا،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کہ نیپلز کے قریب پالیپولس کہاں واقع تھا؛ اس کا ذکر صرف رومانی دور میں سننے میں آتا ہے اور یہ امر یقینی ہے کہ تقریباً ۳۲۸/۳۲۶ ق م میں اس کی حیثیت بالکل جداگانہ ہوگی۔ لیوی ۸، ۲۲/۲۶ گا Fasti Triumph. a. u ۴۲۷ :-

۳۵ جزیرۂ سسلی اور اس کی آبادکاری کی بابت جملہ مسائل پر اڈولف ہولم نے اپنی کتاب "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیمہ" Ad. Holm: Geschichte Siciliens im Alterthum (دو جلد مع نقشہ جات؛ لائپزگ ۱۸۷۰ء و ۱۸۷۴ء) میں بحث کی ہے، اور اس میں جملہ ماخذوں کا جن کی کچھ بھی اہمیت ہے، اقتباس دیا ہوا ہے۔ ان تصانیف میں اہم ترین مفصلۂ ذیل ہیں: طامس فازیلی: "دو معاملات صقلی بزمانۂ بست سالہ" Thom. Fazelli: De rebus Siculis decades duae "؛ امیکو: "سسلی کی قاموس توصیفی" Amico ۱۸۵۵ء؛ دورویل: "دو سسلی" Lexicon topographicum Siculum ۱۷۵۷/۱۷۵۹ء؛ اوویل: "دو سفر دلکش" D'Orville: Sicula امسٹرڈام ۱۷۶۴ء؛ Houel Voyage pittoresque پیرس ۱۷۸۲/۱۷۸۷ء؛ سیرادی فالکو: "دو قدیمیات سسلی" Serradifalco: Antichita di Sicilia ۵ جلد مع تصاویر؛ ڈینس: "رہبر مسافران سسلی" Dennis: Handbook for travellers in Sicily لندن، مرے ۱۸۶۴ء؛ سکے: سلینس کی تصانیف اور عجائب خانۂ برطانیہ کی فہرستیں بعنوان "دو سسلی" "؛ سرقوسہ کے سکوں کے لیے خاص طور پر ہیڈ: "دو تاریخ سکہ جات سرقوسہ" Head: History of the Coinage of Syracuse لندن ۱۸۷۴ء؛ مجموعۂ نوشتہ جات لاطینی Corpus Inscrip. Latin. ایلیمیون، سکانیوں اور صقالیوں کے لیے ہولم: "دو تاریخ سسلی" Holm: Gesch. Siciliens جلد ا، سسلی کی آبادکاری اور ان کے

جس کی آب و ہوا اور پیداوار نہایت اعلیٰ درجے کی تھیں، اور جسکا محل وقوع تجارت اور جہازرانی کے لیئے بے مثل تھا سسلی میں جو غیر یونانی اقوام آباد تھیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ آنے سے پہلے کی بستیوں کا حال طوسی دیدش ۱۲ وغیرہ میں دیکھنا چاہیئے؛ نیز دیکھو استرابو کتاب ۶؛ دیودوروس ۵/۲ وغیرہ؛ دیونی سیوس ساکن ہالی کارناس ۱/۲۲ وغیرہ:

سسلی اور نشیبی اٹلی کی آباد کاری کی تاریخ ابھی تک پایۂ تحقیق کو نہیں پہنچی، اس کے لیئے گ، بوسولٹ کا مضمون Rhein. mus. ۱۸۸۵ء میں دیکھنا چاہیئے:

کتانے کے لیئے اڈولف ہولم: "کتانیہ قدیمہ" Ad Holm: Das alte Catania (لیوبک ۱۸۷۳ء) کا مطالعہ کیا جائے جس میں نقشے بھی دیئے ہوئے ہیں:

لیون تی نی کے لیئے شوبرنگ: "مطالعات سسلی" جریدۂ تاریخ برائے مطالعۂ جغرافیہ" Schubring: Sicelische Studien, Zeitschr. d. Ges. Fuer Erdekunde جلد ۹:

زانکلے کے معاملات، ایبل "معاملات زانکلے مسانا" Ebel; De Zanclensium Mess. rebus برلن ۱۸۴۲ء؛ زیفرٹ: "زانکلے مسانا" Siefort: Zancle Messana التونا ۱۸۵۴ء:

سرقوسہ؛ اڈولف ہولم وکاوالاری: "سرقوسہ کا جغرافیہ باعتبار آثار قدیمہ" Ad. Holm e Cr. Cavallari: (مصنفہ حسب الحکم وزارت تعلیمات اطالیہ) Topographia archeologica di Siracusa esequita per ordine del Min. della P. Istr پارلمو ۱۸۸۳ء، ۴ جلد مع ۵ التصاویر۔ اس کتاب میں کتاب ہذا کے مصنف نے سرقوسہ کی مکمل تاریخی توصیف رومن سلطنت کے دور تک دی ہے اور ساتھ ہی شوبرنگ اور دیگر با وقعت مصنفوں کے اقتباسات دیئے ہیں:

کورنتھ کے تجارتی اور خارجی تعلقات؛ ا، کرتیوس: مطالعات تاریخ کورنتھ E: Curtius: Studien zur Geschichte von Corinth' رسالہ Hermes جلد ۱۰۔ بحری امن کے لیئے کورنتھیوں نے جد و جہد کی اسکے لیئے طوسی دیدش

باب ۲۱

ان میں سے ایلیمی اور سکانی جزیرے کے مغرب میں رہتے تھے - پہلی یعنی ایلیمی قوم کی بابت یہ خیال تھا کہ وہ ٹروائے سے بھاگ کر یہاں آ بسے؛ غالباً وہ ایشیائی نسل سے ہوں گے اس لیئے اُن کے قومی نام ایلیمی (ایلام) ان کے صدر مقام کے نام، اریکس (اریخ) اور اریکینیائی افرودیت کی پوجا سے ان کا ایشیائی نسل سے ہونا ظاہر کرتا ہے - اسکانی بھی غالباً سقالیوں ہی کی نسل سے تھے جو جزیرے کے مشرقی حصے میں رہتے تھے، اور اسمیں شبہہ نہیں کہ اصل میں یہ قوم اٹلی ہی سے آئی ہوگی - اغلب امر یہ ہے کہ ابتدائی زمانے سے ہی یونانی اس جزیرے میں آنے جانے لگے ہوں گے اور یہاں زمانۂ مابعد میں متعدد فینیقی نو آبادیاں بھی قائم ہوئی ہونگی، لیکن یونانیوں کو اس میں اپنی مستقل نو آبادیاں قائم کرنے کا فخر (جن کی منظوری دیلفی کی فال گاہ سے بھی مل گئی) آٹھویں صدی ق م کے نصف آخر تک نہیں حاصل ہوا - سب سے پہلے خالکیسیوں نے کوہ اٹینا کے شمال میں آنیائے کے قریب اپولو کی ایک قربان گاہ کے محاذی شہر ناکسوس آباد کیا، اور زمانۂ مابعد میں یہ قاعدہ ہو گیا کہ جو مذہبی سفراء (تھیوروئی) جاتے تو وہ یہاں بالالتزام قربانی کرتے - اس شہر میں باکوس دیوتا کی پوجا کی جاتی، اور اس امر سے، و نیز شہر کے نام سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جزیرۂ ناکسوس کے باشندوں نے اُس کے آباد کرنے میں قابل امتیاز شرکت کی ہوگی، گو الیفوروس کہتا ہے کہ آبادکاروں کا سرگروہ ایک ایتھنزی تھیوکلیس نام تھا - رفتہ رفتہ خالکسی بہت جلد جزیرے کے مشرقی ساحل پر پھیل گئے اور ناکسوس کو اپنا مرکز قرار دے کر انھوں نے تقریباً ۷۲۹ ق م میں ذرا جنوب کی طرف کتانا اور لیون تینی آباد کئے جنمیں سے گو اول یعنی کتانا کوہ اٹینا کے دامن میں واقع تھا اور اسے ہمیشہ آتش فشانی کا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ ۱۳۸ سرقوسی نو آبادیات میں سے صرف کامارینا کو فروغ حاصل ہوا - مقابلہ کرو شوبرنگ: "کامارینا"، رسالہ "فلولوگس" جلد ۳۲، ۳

Schubring: Camarina, philologus XXXII, 8.

خطرہ لگا رہتا تھا لیکن سمندر کے ساحل سے قریب ہونے کی وجہ سے اُس کی آبادی اور دولت میں کسی قسم کی کمی نہیں رہی۔ اس کے برعکس لیون تینی سمندر کے کنارے سے ذرا دور آباد تھا لہذا اس میں بہت جلد زوال شروع ہوگیا۔ یہ دونوں شہر کوہ اٹینا کے جنوبی زرخیز میدان میں واقع تھے یعنی کتانا تو اسی پہاڑ کے نشیبی ڈھال پر اور لیون تینی اس میدان میں آباد تھا جسے دریائے سیماتے تھوس سیراب کرتا ہے۔ ان شہروں کی آبادکاری کے بعد خالکسیوں نے زانکلے آباد کیا (جسے اب مسینا کہتے ہیں) اور اس کے بعد رھےگیوم کی اُس جگہ بنیاد پڑی جہاں ساحل کی شکل مدوّر ہوگئی ہے۔ اس آبنائے کے نقشے پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ سسلی کے ساحل میں سے ایک ہلالی جزیرہ نما ایک بیک نکل کر ایک عمیق بندرگاہ کو بحفاظت تمام گھیر لیتا ہے؛ خالکسیوں کے آنے سے پیشتر کمپانی کیمے کے بحری قزاق یہاں آکر آباد ہوگئے تھے، اور اب خالکس والوں نے اپنے ہم وطن پری ریز اور ایک شخص مسمی کراتیمینس کی سرکردگی میں (جو کیمے یا ساموس کا باشندہ تھا) ایک مستقل نوآبادی کے لیئے منتخب کیا، جو بالآخر بعض مفرور مسینیوں کی مدد سے قائم ہوئی چونکہ آبادکار اپولو دیوتا کو اپنا محافظ تصور کرتے تھے اس لیئے یہ قرار پایا کہ یہاں کے باشندوں کا دسواں حصہ ہمیشہ اپولو کی خدمت کے لیئے گویا وقف رہیگا۔ واضح ہو کہ زانکلے اور رھےگیوم خالباً سنہ ۷۵۰ ق م کے بعد آباد ہوئے تھے:

زانکلے (مسانا) کے بعد سسلی کی نوآبادیوں میں سب سے اہم بلدیہ جو دیار مغرب میں یونانیوں کی سب سے بڑی اور سب سے طاقتور مملکت ہوگیا، ایک کورنتھی نوآبادی یعنی سرقوسہ تھا۔ مدت دراز سے کورنتھ پر الیتیس کے خاندان کے بادشاہ حکمرانی کرتے چلے آئے تھے لیکن آٹھویں صدی ق م میں ملوکیت کو زوال ہوکر اعیانی حکومت اُس کے مقام پر قائم ہوئی، اور نئے دستور کے ماتحت یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ ہر سال تمام اعیان و اکابر باکھوسی خاندان سے کسی رکن کو پری تانس یا "صدر مملکت" منتخب کرلیں گے۔ کورنتھ کے بہت سے شہریوں نے اِن تبدیلیوں سے متاثر ہوکر اپنا وطن چھوڑ دیا جو اعیانیت کے عروج

کی وجہ سے بلد یئے کے دستور میں رونما ہوئیں، لیکن ہم اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے کہ آٹھویں صدی ق م میں بلاد یونان کے اکثر شہروں کی قوت و مرفہ الحالی میں جو اضافہ ہوا اُس کی وجہ سے بھی بہت سے باشندوں نے اپنے وطن مالوف کو چھوڑنا پسند کیا، اور یہی صدی ملطہ، خالکس، کورنتھ، میگارا اور اکائیہ کی نوآبادیوں کی تاریخ کا سب سے درخشاں زمانہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جن بلدیات نے نوآبادیاں قائم کیں اُن میں دسویں صدی ق م سے دو ڈھائی سو سال پیشتر سے بادشاہ حکمران تھے، اور چونکہ اُنکی مرفہ الحالی میں معتدبہ اضافہ ہو گیا تھا اور اعیان و اکابر کا اقتدار بہت وسیع ہو گیا تھا اس لیئے تقریباً ۷۰۰ ق م میں اُن کے دستوروں کی از سر نو ترتیب و تنظیم عمل میں آئی، یعنی اعیان نے بادشاہوں کو تخت سے علیحدہ کر دیا۔ اگر ہمارا مفروضہ درست ہے اور ان بلدیات کے نئے فرماں رواؤں نے عوام الناس سے اتنی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا جتنا اُن کے پیش رو بادشاہ کرتے تھے، تو ایسی صورت میں وہ طبقے جنھیں نسبتاً کم حقوق حاصل تھے ترک وطن کرنے پر مجبور ہوئے ہوں گے، اور انھیں خود طبقۂ اعیان میں سے ہی ایسے افراد مل گئے ہوں گے جو ان تارکان وطن کے رہبر بن کر خود بھی کہیں اور آباد ہو جانا چاہتے ہوں۔ بجنسہٖ یہی صورت کورنتھ کی بھی تھی۔

ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اس شہر کا محل وقوع تجارت کے لیئے نہایت موزوں تھا۔ اس کے تین بندرگاہ تھے، یعنی مشرق کی جانب خلیج سارون میں کنکریا، اور سکوئے نوس اور مغرب کی طرف خلیج کورنتھ میں لیخایئوم۔ کورنتھی ظروف گلی اور جہاز سازی کے لیئے نہایت مشہور تھے اور انھوں نے بحری قزاقی کے استیصال میں جو شرکت کی تھی اس سے یونان میں انکا نام بہت عزت سے لیا جاتا تھا۔ انھوں نے خالکدیس میں ایک نہایت مناسب مقام پر قبضہ کر لیا؛ مغرب میں اُن کی نوآبادیاں متعدد مقامات پر پھیلی ہوئی تھیں، مثلاً ایتولیہ میں خالکس اور مولیکریہ، اکارنانیہ میں اناکتوریوم اور شمال کی جانب امبریسیہ، اپولونیہ اور ایپی دامنوس، لیکن جملہ کورنتھی

باب ۱۲

نوآبادیوں میں سب سے عمدہ کورکائرا اور سرقوسہ تھے جو اس شہر کی ابتدائی نوآبادیوں میں سے تھے۔ ہم اس موقع پر انھیں دو کا ذکر کریں گے؛

کہا جاتا ہے کہ کورکائرا میں[۳۶] جو جزائر ایونیہ میں سب سے شمالی جزیرہ ہے، کسی زمانے میں فایا کی قوم آباد تھی؛ لیکن جب یونانی ایریتریائی سب سے پہلے یہاں آئے تو اُس وقت یہاں کے باشندے ایریائی لبرنیائی تھے۔ ایریتریائیوں کے بعد روایت کے بموجب سرقوسہ کی آبادکاری کے سال یعنی سنہ ۷۳۴ ق م میں، یہاں کورنتھی آکر بس گئے۔ جزیرہ نہایت خوبصورت اور زرخیز ہے؛ اور شہر ایک راس پر آباد ہے جس میں دو نہایت نفیس بندرگاہیں بن گئی ہیں۔ کورکائرا کی دولت اور مرفہ الحالی بہت جلد بڑھ گئی۔ اس کے سکّوں سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہاں کے باشندے اپنا تعلق بہ نسبت کورنتھ کے ایریتریا اور کارِستوس سے زیادہ تصور کرتے تھے، اور چونکہ کورنتھ کے تعلقات ایریتریا کے مدمقابل یعنی خالکس کے ساتھ نہایت خوشگوار تھے اس لیے کورکائرا والوں کو کورنتھ سے بہت ہی کم ہمدردی تھی۔ ان دونوں کے باہمی عناد کی وجہ سے اوائل زمانۂ تاریخ میں ہی ان دونوں میں جنگ چھڑ گئی جس میں تاریخ یونان کی پہلی بحری لڑائی طوسی ویدس کے

---

[۳۶] کورکائرا کی واقعی شکل کے لیے استرابو ۶، ۲۶۹؛ Schol. Ap. Rb. ۴، ۱۲۱۶ میں تمائیوس کا اقتباس دیا ہوا ہے۔ مستوکسی دی: "مرقعات کورکائرا" Mustoxidi: Illustrazione Corciresi ملان ۱۸۱۱ تا ۱۸۱۴ء۔ اسی مصنف کی کتاب Delle cose Corciresi جلد ۱، کورفو ۱۸۴۸ء؛ میولر: "جمہوریۂ کورکائرا" Mueller: De Corcyraeor. repub گیوٹنگن ۱۸۳۵ء؛ یانسکے: "معاملات کورکائرا" Janske: De rebus Corcys بریزلاو ۱۸۴۹ء؛ ریمان، "جزائر ایونیہ کے متعلق آثاری تحقیقات" Riemann: Rech. arch. sur les iles Ion. (روئداد مدارس روما و ایتھنز Bibl. des ecoles de Rome et d Athe nes ۱۸۷۹ تا ۱۸۸۰ء) کورنتھیوں اور کورکائریوں کی بحری لڑائی کا ذکر طوسی ویدس ۱، ۱۳ میں ملیگا۔

قول کے مطابق جنگ پیلوپونیز سے ۲۶۰ سال قبل ہوئی :-

آرخیاس ساکن کورنتھ جو روایت کے بموجب تے نوس کی دسویں پشت میں تھا، بہت سے تارکان وطن کو ہمراہ لے کر چلا۔ ان لوگوں کو آبادکاری کے لیئے بہترین موقع جزیرۂ اورتی گیا میں ملا جس میں ایک محفوظ خلیج کے وسط میں واقع ہونے کی وجہ سے (جس میں دریائے اناپوس گرتا ہے) ایک عمدہ بندرگاہ بن گیا ہے۔ اس جزیرے میں ایک بہت بڑا چشمہ تھا جس کا نام خالکس کے چشمے کی طرح ارے تھوزا تھا، لیکن چونکہ لوگوں کا خیال تھا کہ پیلوپونیزی دریائے الفیوس سسلی کے ارے تھوزا کی شکل میں از سر نو نمودار ہوتا ہے اسلیئے بہ نسبت اپنے ہمنام چشمے کے یہ زیادہ مشہور تھا۔ گو مختلف سورماؤں کے ناموں اور ان افسانوں کے مطالعے سے، جو ان کے ساتھ وابستہ ہیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ خالکس کے یوبیائی اور غالباً ایلِس کے یونانی یہاں آ کر کسی زمانے میں آباد ہوئے ہوں گے۔ لیکن کورنتھیوں نے دیلفی کے فالگہ سے رائے حاصل کر کے اس مقام پر مستقل قبضہ کر لیا۔ اس شہر کی خوبی بہت جلد دوچند ہو گئی اور یہ قریب کی اقلیمی اراضی پر پہلے تو ایک نشیبی میدان میں اور پھر اس سے بھی آگے ایک وسیع سطح مرتفع تک پھیل گیا جہاں آخر ادینا کا محلہ آباد ہوا جو سرقوسہ میں اورتی گیا کے بعد سب سے اہم مقام سمجھا جانے لگا۔ ان دونوں مقاموں کے درمیان ایک چھوٹا سا بندرگاہ بھی تھا۔ سرقوسیوں نے خواہ براہِ راست یا بالواسطہ سسلی کے جنوب و مشرقی حصے پر قبضہ کر کے وہاں ۶۶۴ سنہ ق م میں اکرائے (حالیہ یا لاتسولو)، ۶۶۴ سنہ ق م میں کازمیناے اور ۵۹۹ سنہ ق م میں کامارینا آباد کیئے، لیکن ان میں سے پچھلا یعنی کامارینا ہی سرقوسہ سے ذرا فاصلے پر آباد تھا، اس لیئے ان تینوں میں سے صرف اسی کو آزادی حاصل تھی :-

میگاری بھی تقریباً اسی زمانے میں سسلی گئے۔ چونکہ ان کا بھی ایک بندرگاہ میگائے خلیج کورنتھ پر تھا لہذا وہ بھی کورنتھیوں کی طرح مشرق اور مغرب

۱۲ب

دونوں طرف نہایت آسانی سے سفر کر سکتے تھے۔ سسلی پہنچ کر انھوں نے سب سے پہلے سرقوسہ سے آگے شمال کی طرف جزیرہ نمائے تھاپسوس (مگنیسی) پر قبضہ کیا اور پھر ذرا شمال کی طرف قدم بڑھا کر اسی خلیج کے ساحل پر (جسے اب خلیج اوگستا کہتے ہیں) ایک مقام میں اپنی نوآبادی قائم کی جسے ہیبلون نے، جو صقالی قوم پر حکومت کرتا تھا، انھیں دیدیا تھا۔ اس نوآبادی کا نام پہلے محض ہیبلا رکھا گیا لیکن بعد میں اُسے میگارا ہیبلایا کہنے لگے، اور یہ مقام شہد کی پیداوار کے لیے نہایت مشہور ہو گیا[۲۳]۔

اب پھر اٹلی کی طرف نگاہ اُٹھائیے۔ یہاں بھی آٹھویں صدی ق م کے دور آخر میں (مشرقی سسلی کے بلدیات سے ذرا بعد) چند مہتم بالشان یونانی نوآبادیاں قائم ہوئیں۔ اگر ہم اٹلی کے نقشے پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ جنوب کی طرف اس جزیرہ نما کے دو حصے ہو جاتے ہیں، جن میں سے مغربی حصے میں تو کوہ ایپے نین کا سلسلہ چلا جاتا ہے اور مشرقی حصہ ایک وسیع سطح مرتفع ہے۔ ان دونوں حصوں کو، خصوصاً جزیرہ نما کے انتہا کے قریب صرف چند چھوٹی چھوٹی ندیاں سیراب کرتی ہیں، لیکن ان کے مابین جو میدان واقع ہے اس میں ہو کر دو دریا بہتے ہیں جو کوہ ایپے نین سے نکل کر خلیج تارنتوم میں (جو دونوں جزیرہ نماؤں کو جدا کرتا ہے) جا گرتے ہیں۔ ان اضلاع کے مشرقی حصے میں مساپی، سلین تینی اور کالابڑی قومیں آباد تھیں جن میں سے پچھلوں کے نام پر اس خطے کا نام کالابریا پڑ گیا (گو جیسا ہر شخص کو معلوم ہے، آجکل کالابریا اٹلی کے بالکل مختلف خطے کو کہتے ہیں)؛ وسطی اور مغربی حصے میں اطالوی صقالی، خونیس اور اوے نوتری قومیں مقیم تھیں یہ تمام اقوام بنی نوع انسان کے اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جن سے

---

[۲۳] میگارا ہیبلایا کے لیے مقابلہ کرو شوبرنگ: "سفرنامۂ خلیج میگا راموقوعہ جزیرۂ سسلی" مخزن جغرافیۂ عالم سلسلۂ جدید Schubring: Umwanderung des Megarischen Meerbusens in Sicilien; D Ztschr. F. allgem. Erdk; Neue F 17

باب ۱۲

در اصل رومانی اور یونانی پیدا ہوئے تھے اور ان میں سے مسابی تو غالباً شمالی یونانیوں کے، اور باقی ماندہ رومن قوم کے ہم نسل تھے۔ اس تمام ملک میں جسے اب ارض اوترانتو، باژی لی کاتا اور کالابریا کہتے ہیں یونانی آکر آباد ہو گئے اور اس خطے کو اس حد تک یونانی اطوار و اوضاع سے متاثر کر دیا کہ اُس کا نام ہی "یونان کبیر" پڑ گیا۔ چونکہ یہاں کے بلدیات کی آبادکاری کی تاریخ کا تعین قطعی طور پر نہیں کیا جا سکتا اُس لیئے مذکورہ ذیل بیان میں ہم سنوی تسلسل قائم نہیں رکھ سکیں گے۔[۹۵]

۳۸ه "یونان کبیر"۔ ان الفاظ کا مفہوم مختلف کتابوں میں مختلف ہے۔ اگر صحیح مفہوم لیا جائے تو اس میں تارنتوم سے لوکرس تک جملہ بلدیات شامل تصور کرنا چاہئیں (دیکھو پلینی ۳، ۹۵)۔ پولی بیوس (۲، ۳۹) کہتا ہے کہ یہ الفاظ فیثاغورس کے زمانے میں بھی رائج تھے۔ Athen. ۱۲، ۵۲۳ کے مطابق اس میں وہ جملہ مواضعات شامل تھے جہاں یونانی جاکر آباد ہو گئے، اور اسٹرابو کے نزدیک اس میں سسلی بھی شامل تھی۔

"یونان کبیر" پر جو تذکرے لکھے گئے ہیں ان میں پہلا نمبر ف، لینورمان کی کتاب "یونان کبیر" F. Lenormant: La Grande Grece (۳ جلد، پیرس ۱۸۸۱ء) اور سفرنامہ "اپولیا و لوکانیا" A travers l' Apulie et Lucanie (۲ جلد، پیرس ۱۸۸۱ء) دیکھنا چاہئیے جس میں بہت سی جدید اور عمدہ معلومات ملیں گی؛ افسوس ہے کہ اس کتاب کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض یادداشت کی بنا پر لکھی گئی ہے اور اس میں کسی تحریر سے مدد نہیں لی گئی۔ ان کے علاوہ مفصلۂ ذیل تصانیف سے بھی بہت کچھ مواد دستیاب ہو سکتا ہے:۔ کلوورز: "اطالیۂ قدیمہ" Cluvers: Italia antiqua۔ رومانیلی: "سلطنت نیپلز کی قدیم تاریخ توصیفی" Romanelli Antica topografia storica del regno di Napoli ۳ جلد، نیپلز ۱۸۱۵ء؛ گ، ف، گروٹے فینڈ: "مقالۂ تاریخ و جغرافیۂ اطالیۂ قدیم" G. F. Grotefend: Zur Geographie und Gesch. Von Alt Italien ۵ جلد، ہانوور

"یونان کبیر" کا سب سے قدیم شہر غالباً سیبارس تھا جسے اکائیوں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سنہ ۱۸۴۲ء؛ راط گیبر: "یونان کبیر و فیثاغورس"
گوٹا سنہ ۱۸۶۶ء Rathgeber: Grossgriechen land und Pythagoras
مجموعہ نوشتہ ہائے لاطینی کے رومانی نوشتے؛ کریلی و سانبوں: "تحقیقات
متعلق سکہ ہائے جزیرہ نمائے اطالیہ" Carelli et Sambon :Recherches
sur les monnaies de la presq' ile italique نیپلز سنہ ۱۸۷۰ء؛
عجائب خانۂ برطانیہ کے اطالوی سکوں کی فہرست؛۔

یں متقدمین کے تذکروں میں ہر شہر کے متعلق جو بیانات ہیں اُن کا یہاں
فرداً فرداً ملخص دینے سے قاصر ہوں۔ عام بیانات کے لیے دیکھو اِسترابو، سکیمنوس؟
پلی نیوس (۳)، لیکوفرونس، اسکندرہ مع تفسیر؛ دیودوروس کا بیشتر حصہ اور
ہیئے رونیموس میں واقعات کے سنین۔ مختلف شہروں پر زمانہ حال میں جو تصانیف
مرتب کی گئی ہیں ان میں سب سے پہلے مارنکولا پیستویا Marincola Pistoja
کا نام لینا چاہیے جس نے سیباری (نیپلز سنہ ۱۸۴۵ء) پنڈوسیا مپتے لیا، سکی لیتریو
(سکی لیتیون)، کالونیا، میتھا، اپونیو، تیمیسا کے موضوع پر رسالے لکھے ہیں جو
کاتانتسارو Catanzaro میں سنہ ۱۸۶۶ء اور سنہ ۱۸۷۳ء کے درمیان شائع ہوئے ہیں؛

سیبارس پر اُلرخ: معاملات سیبارس Ulrich: Rerum Sybarit.
برلن سنہ ۱۸۳۶ء؛۔

کروتون؛ گروسر: تاریخ و قدیمیات بلدیہ کروتون Grosser: Geschichte
und Alterthnemer der Stadt Croton منڈن سنہ ۱۸۶۷ء؛

لورنتز نے ان جملہ معلومات کو اپنے مقالوں میں جمع کر دیا ہے جو تارنتوم کے
متعلق متقدمین کی تصانیف کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہیں: "ابتدائے تارنتوم"
De orig. Tar برلن سنہ ۱۸۲۷ء؛ "بلدیہ تارنتوم" De civitate Tar سنہ ۱۸۳۳ء
"معاملات مذہبی و فنون" De rebus sacris et artibus سنہ ۱۸۳۶ء؛
"معاملات طے شدہ" Res gestae ایلبرفیلڈ سنہ ۱۸۳۸ء؛ اس کے توصیفی حالات کیلیے

باب ۱۲

اور تروئے زنیون نے آباد کیا تھا، لیکن تقریباً سنہ ۲۰۰ ق م میں خود انھیں نے شکست دی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ل، ویولا L. Viola کی تحقیقات کا جس کا بیان Notizie d. Sc. سنہ ۱۸۸۱ء میں دیا ہوا ہے۔ پولی بیوس (۱۰،۱) کی رائے ہے کہ بظاہر ترنتوم برین تے سیون سے قدیم تر ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا پولی بیوس کا یہ خیال درست بھی ہے؟

دو لیوئین اور دوباک نے اپنی کتاب "میتاپونتوم" میں اس شہر پر بحث کی ہے De Luynes et Debaco Metaponte (پیرس سنہ ۱۸۳۳ء) اور اسی موضوع پر ہولینڈر نے بھی ایک کتاب لکھی ہے Hollaender : De rebus Metapontinorun (گیوٹنگن سنہ ۱۸۵۱ء)۔

سیرس اور ہرقلیہ کے لیے لورنتز کا مضمون R G. Tar جلد ۸/۱۶ اور رچیاردی، "سفرنامۂ سیرستان" Ricciardi : Viaggioalla Siritide نیپلز سنہ ۱۸۷۲ء۔

رھیگیوم "موریسانی ..... نوشتہ جات رجینا" Morisani : Inscrip. Reginae نیپلز سنہ ۱۷۷۰ء؛ شنائیڈے وین، "دیانا فاکے لتیس" Schneidewin : Diana Phacelitis گیوٹنگن سنہ ۱۸۵۲ء۔ اس خطے کی بابت جسے آجکل کالابریا کا لقب دیا جاتا ہے باری کی ابتدائی تصانیف (Barri)، روما سنہ ۱۷۳۷ء؛ مارافیوتی (Marafioti) نیپلز سنہ ۱۵۹۶ء؛ گربالدی "مطالعات آثاریات کالابریا" Stud. Archeol. sulla Cal. دو جلد، نیپلز سنہ ۱۸۴۵ء۔ موجودہ کتاب کے مصنف نے بھی اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے جو برسیان کے سالیانے Busran's Jabresberichte میں چھپا ہے۔

"یونان کبیر" کی زمانۂ اولین سے زمانۂ حال تک کی مجموعی تاریخ سسلی کی تاریخ سے زیادہ ناقص طور پر جمع کی گئی ہے۔ اس کے دو سبب ہیں؛ یونان کبیر کے بلدیات میں ایک بھی ایسا مورخ پیدا نہیں ہوا جسے دوسرے مصنفوں میں امتیاز حاصل ہو، درانحالیکہ سسلی میں ایسے مورخ بکثرت تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گو غیر ملکی مصنفوں نے کہیں کہیں یونان کبیر کی

باب ۱۱

کراتھس کے باشندوں نے نکال باہر کیا۔ سیبارس کے قبضے میں کوئی بندرگاہ نہ تھی اس لیئے اُس کے بحری میدان میں مطلق کوئی اہمیت نہ تھی، لیکن اُس کا ملک بہت زرخیز تھا جس کی وجہ سے اس کی دولت ضرب المثل ہوگئی[۱]۔ اکائیایوں نے کروتون کو بھی راس لکینیوم کے جنوبی حصّے کے قریب آباد کیا، جو اپنے عام خصائص کے اعتبار سے سیبارس سے بالکل متغایر تھا۔ درانحالیکہ ہم سیبارس کے کسی مخصوص دیوتا سے واقف نہیں، کروتوں میں اپولو، راس لکینیوم والی ہیرا، اور ہرقل کی پوجا ہوتی تھی جن میں سے پچھلے کے باب میں مشہور تھا کہ وہ قدیم زمانے میں یہاں آکر مدت تک مقیم رہا تھا۔

لیکن ان اطالوی شہروں کی واقعی تاریخ سے پہلے ہم (مشرقی یونان کے بلدیات

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ تاریخ پر نظر ڈالی ہے لیکن انھیں اس خطے سے کبھی کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوئی تھی۔ شبہہ تماکوس نے یونان کبیر کی تاریخ پر بہت کچھ توجہ کی؛ لیکن اول تو وہ خود سسلی کا باشندہ تھا اس لیئے اُس کا فطری میلان اپنے وطنی مالوف کی طرف تھا؛ دوسرے اس کا رجحان یہ تھا کہ قدیم روایات کو یکجا کرے، اسی لیئے ہمارے پاس ان روایات کا ایک بڑا اور دلچسپ ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن جب ہم تاریخی زمانے کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہمیں اس دور کی بابت بہت ہی کم مواد ملتا ہے۔ دوسرا نقص یہ ہے کہ یونان کبیر میں سسلی کی طرح چار سو سال تک خود سر حکام نے حکومت نہیں کی لہٰذا اُسکی سیاسی اہمیت نسبتاً کم رہی اور ساتھ ہی اس میں کسی قسم کی جغرافی، سیاسی اور ذہنی یکسانی نہیں پائی جاتی یہی وجہ ہے کہ قدیم مورخ بہت کم اس کے شہروں کی تاریخ کا حوالہ دینے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، لیکن سرقوسہ کی تاریخ پر انھیں مجبوراً رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ ترتیب تاریخ پر فیثاغورس کے عقائد کا بہت کچھ اثر پڑا۔ فیثاغورس کے نام کیساتھ اتنے افسانے وابستہ ہوگئے ہیں کہ ہم اس امر کا مشکل سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ فیثاغورسیوں نے یونان کبیر کی چھٹی صدی ق م کی تاریخ کو کس حد تک مسخ کردیا تھا۔ غرض یہ ہے کہ جو کچھ مواد ہم تک پہنچا ہے وہ یا تو ابتدائی افسانوں کا ہے ورنہ چھٹی صدی ق م کے قصے کہانیوں پر مشتمل ہے، اور جب ہم پانچویں صدی ق م پر آتے ہیں تو ہمیں یونان کبیر کا زوال نظر آنے لگتا ہے۔

باب ۲۱

کیطرح) ایسے افسانوں کا حال پڑھتے ہیں، جن سے اٹلی اور یونان کے مابین نہایت قدیم تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یونانی نوآبادیاں سورماؤں اور نیم معبودوں کے عہد میں قائم ہوئیں، اور آرگو کے ملاحوں نے جو کارہائے نمایاں مشرق میں انجام دیئے تھے اُن ہی کے مماثل مغرب میں ہرقل اور ان سورماؤں کے کام، جو جنگ ٹروائے کے بعد واپس آئے تھے نہایت ممتاز ہیں۔ ان افسانوں کی بنیاد در اصل اس واقعے سے ہے کہ یونان اور تشبیبی اٹلی کے مابین تعلقات نہایت قدیم زمانے میں بھی قائم تھے، اور ابتدائی عہد ہی میں یونانی وقتاً فوقتاً جنوبی اٹلی کے ساحل پر آباد ہو گئے تھے۔ اس طرح اگر ہم افسانوں کا اتباع کریں تو ہم یہ تسلیم کریں گے کہ ایک اور اکائیائی شہر یعنی متیاپونتوم، جو خلیج تارنتوم کے شمال و مشرق میں واقع تھا، جنگ ٹروائے کے زمانے میں ہی آباد ہوا ہوگا۔ یہ اس سمت میں اکائیائی اراضی کی گویا سرحد پر واقع تھا اور اپنے زرخیز میدانوں کے لیئے شہرۂ آفاق تھا۔ ہم متیاپونتوم کے قیام کی واقعی تاریخ کا تعین نہیں کر سکتے:

اب دوریائی شہر تارنتوم کو لیجئے جسے اسپارٹی نوآبادی ہونے کا دعوے تھا۔ لیکرگوس عہد کے بعد بھی اسپارٹا میں ایسے واقعات پیش آئے تھے جن کی وجہ سے اُن شہریوں میں بےچینی پیدا ہو گئی جنھیں نسبتاً کم سیاسی حقوق حاصل تھے، اور خود اسپارٹی قوم کا وجود بھی معرض خطر میں آگیا۔ اس خطرے کا ازالہ محض ایک استعماری مہم روانہ کرنے سے ہی ممکن تھا اور جب فال گو سے رجوع کیا گیا تو اُس نے آبادکاری کے واسطے مقام تاراس کو ترجیح دی۔ خلیج تاراس کے شمالی حصے میں ایک اور چھوٹی سی خلیج ہے جس کا کھلے سمندر سے ایک تنگ آبنائے میں ہو کر تعلق ہے، اور نیا بلدیہ اُس راس پر جو خلیج کو سمندر سے جدا کرتی ہے، ایک نہایت خوبصورت اور زرخیز مقام پر ۷۰۸ ق م میں آباد کیا گیا۔ اس کی مصنوعات بہت جلد چار دانگ عالم میں مشہور ہو گئیں جن میں اہم ترین رنگ ریزی، پارچہ بافی اور ظروف سازی تھی، اور تاراس کا سیاسی اثر تمام جزیرہ نمائے کالابریا پر مسلم ہو گیا، جہاں اُس کے

باشندوں نے کالی پولس (غالی پولی) اور ہید روس (او ترانتوم) آباد کیے۔ شہر برن تی سیون (برنڈزی)، جو بحیرۂ ایڈریاٹک کا سب سے ممتاز بندرگاہ تھا، مسابی قوم کا صدر مقام تھا، جنھوں نے تارنتوم کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ بحیرۂ ایڈریاٹک پر راس کوہ گارگانوس تک نشیبی ملک کا نام یاپی گیا یا اپولیا تھا، اور یہ خطہ بھی تارنتوم کے سیاسی اثر سے نہیں تو کم از کم تمدنی اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔

میتاپونتوم اور سیبارس کی اراضی کے درمیان ایک غیر مفتوحہ علاقہ واقع تھا جس پر غالباً ساتویں صدی ق م کے ابتدائی حصے میں ایشیائے کوچک کے ایولیائیوں نے اپنی نوآبادیاں قائم کیں۔ تقریباً ۸۰ ق م میں لدیہ کے بادشاہ گی گیس نے یونانی شہر کولوفون پر قبضہ کر لیا، چنانچہ بہت سے کولوفونی اپنا گھر چھوڑ کر اٹلی آ گئے اور یہاں میتاپونتوم اور سیبارس کے درمیانی میدان میں پولی ائیون یا سیرس آباد کیا۔ لیکن اس شہر کی آزادی دو سو برس بھی قائم نہیں رہی، اس لیے کہ چھٹی صدی ق م میں اس کے ہمسایہ اکائیائیوں نے اسے برباد کر دیا۔ تقریباً اسی زمانے میں لوکرسیوں نے صقالیوں کے ملک میں یعنی اٹلی کے سب سے جنوبی حصے میں راس زیفریوم کے قریب ایک شہر آباد کر کے اس کا نام لوکری اپی زیفری رکھا۔ اس شہر کے باشندوں کا پیشہ عام طور پر زراعت تھا، اور اس کے مشہور مقنن زالیوکوس کے باعث بلادِ یونان میں اس کا نام مشہور ہو گیا[۳۹]۔

---

[۳۹] لوکری کے باب میں متقدمین میں بہت کچھ باہمی اختلاف تھا، مقابلہ کیا جائے پولی بیوس ۱۲، ۵ وغیرہ۔ بعض تو اس کا بانی ازولی لوکرسیوں کو بتاتے تھے اور بعض اوپنٹی لوکرسیوں کو؛ استرابو اول نظریے کا اتباع کرتا ہے (۶، ۲۵۹)۔ ارسطاطالیس کے نزدیک اس کے پہلے آباد کار غلام اور نیچ ذات کے مرد تھے جن کے ساتھ شریف عورتیں آ گئی تھیں؛ یہی وجہ ہے کہ اس شہر میں حق وراثت عورتوں کے ذریعے سے حاصل ہوتا تھا۔ اس مسئلے پر باخوفن نے اپنی کتاب حقوق مادری Bachofen. Das Matterrecht

باب ۱۲

کروتون اور لوکری کے درمیانی ساحل کا اکثر و بیشتر حصہ کروتون ہی کے زیراثر تھا، اور یہاں دو شہر یعنی سکی لے تیون (سکولیٔ لاکے) اور کاؤلونیا آباد تھے جن میں سے پچھلا قطعی طور پر کروتون کی نوآبادی تھی۔

اب جہاں تک یونان کبیر یعنی اس نصف دائرے کا تعلق ہے جو خلیج تارنتوم کے ساحل پر واقع ہے، ہم کافی بحث کر چکے ہیں، لیکن اگر اس اصطلاح کے معنی کو ذرا وسعت دی جائے تو اس میں وہ سب نوآبادیاں بھی شامل قرار دی جا سکتی ہیں جو یہاں کے مغربی شہروں سے نکل کر بحیرہ ترھینیہ تک پھیل گئی تھیں۔ ان شہروں میں سے سب سے پہلے سیرس کا ذکر کرنا مناسب ہے اور یہ بھی بیان کر دینا چاہیے کہ اس شہر اور پکسوس کے باہمی تعلقات نہایت عمدہ تھے۔[۴۰] آبادکاری میں شہر سیبارس نے خلیج سالرنو کے ایک نشیبی میدان پر سمندر کے ساحل کے قریب شہر پوسیدونیا (پیئیستوم) آباد کر کے بہت نام پیدا کیا؛ یہ شہر گلاب کے پھولوں کے لیے نہایت مشہور تھا اور آج بھی اپنے مندروں کے عظیم الشان باقی ماندہ آثار کی وجہ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (شٹگارٹ سنہ ۱۸۶۱ء صفحہ ۳۰۹ وغیرہ) میں بحث کی ہے۔ تمائیوس ابتدائی آبادکاروں کے بیچ ذات ہونے سے منکر ہے۔ بجیب الطرفین لوکریسیوں کی اس نوآبادی میں شریک نہ ہونے کی وجہ اس روایت کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ عین اس استعمار کے موقع پر وہ اسپارٹیوں کو مسینیوں کے خلاف مدد دے رہے تھے، اور اسی نظریے کو ارسطاطالیس بھی تسلیم کرتا ہے۔ پوسانیاس (۳، ۳، ۱) کی رائے میں اسپارٹیوں نے شاہ پولی دوروس کے عہد میں لوکری اور کروتون کی بنیاد ڈالی۔

لینورمان نے سکی لے تیون پر خصوصاً اسکے محل وقوع پر نہایت مفصل بحث کی ہے۔ (یونان کبیر) Lenormant : La Grande Grece جلد ۲، ۳۲۹ وغیرہ)۔

[۴۰] سیرس اور پکسوس کے باہمی تعلقات کیلیے پرسی گارڈنر: "انواع" Percy Gardner. "Types" "سکہ جات متقدمین" صفحہ ۸۱، Coins of the Ancients ۱، ج ۱۴ء۔

باب ۱۲

شہرۂ آفاق ہے[۱۴۱] معلوم ہوتا ہے کہ پکسوس کو (جسے آجکل پولی کاسترو کہتے ہیں) سیبارس ہی نے آباد کیا ہوگا۔ کروتون کو مغربی سمندر تک پہنچنے کیلئے بہت زیادہ مسافت طے کرنا نہ تھا؛ یہاں اُس نے تیمیسا یا تیمپسا اور تیرینا آباد کئے۔ جن میں سے تیرینا کے سکے نہایت خوشنما ہونے کی وجہ سے زبان زدِ خلائق تھے۔ اسی طرح لوکری نے بھی میدما اور ہپونیون تک (جسے بعد میں ویبو کہنے لگے اور جو آجکل کے مونتے لیونے کے قریب ہی واقع تھا) اپنے لئے راستہ بنا لیا۔ ہم ایلیا کا عنقریب ذکر کریں گے؛۔

اب ذرا سسلی واپس آیئے۔ اس کے شمالی ساحل پر زانکلے کے ایونیا یوں اور بعض دوریانیوں نے ۶۴۸ قم میں ہمرا کی بنیاد ڈالی جس میں ایونیائی عنصر غالب تھا۔ چونکہ فینیقی قوم شمالی ساحل کے مغرب میں آباد تھی اس لئے یونانی ہمرا سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ ابتدا میں ساحل پر جتنے جزیرے اور راس تھے ان سب پر فینیقیوں کا قبضہ تھا، لیکن جب یونانی پہنچے تو فینیقی تین ایسے مقامات کو

---

[۱۴۱] پوسیدونیا؛ استرابو ۶، ۲۵۱۔ اس کے باقیات کی جانچ کامل طور پر اٹھارھویں صدی عیسوی کے وسط تک نہیں ہوئی۔ اس کے باب میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں وہ مفصلۂ ذیل ہیں:
Souflot "دو نقشے" وغیرہ نیپلز ۱۷۵۶ء سوفلو: Sei vedute di Pesto :
Meyer "باقیات پئیسقوم" پیرس ۱۷۶۰ء؛ مے یر: Suite de Plans. etc
۱۷۶۴ء۔ دولاگارڈیت: "باقیات پئیسقوم" The Ruins of Paestum
پیرس ۱۷۹۹ء، صفحہ ۴۸ Delagardette : Les ruines de Paestum
Crosse : Comm. qua in "پئیسقوم کے ابتدا کا مفصل حال" وغیرہ؛ کروس:
Paesti origg. etc ۱/۱، ۱۸۶۸ء؛ لابروسٹ: "پئیسقوم کے مندر" تجدید عمارات قدیمہ
Labrouste : Temples de Paestum in (مجلس علمیہ فرانس بمقام روما)
Restaur. des monum anciens par les archit. de l' Acad.de
Lenormant "سفرنامۂ اپولیہ" لینورمان: پیرس ۱۸۸۳ء مع ۱۲ تصویریں اور نقشے۔ France a Rome
A travers l' Aquitie جلد ۲ ۶۷/۲۲۴ میں نہایت عمدہ عمدہ نقشے دیئے ہوئے ہیں۔

باب ۲۱

ہٹ گئے جہاں سے اُن کے مستقل مقبوضات یعنی ہسپانیہ اور لبیہ سے آسانی کیساتھ
رسل ورسائل ممکن تھی، یعنی سولوس، یا نورموس (جو زمانۂ حال کے پالرمو کے وسطی
حصے کے مقام پر واقع تھا) اور موتیہ (سسلی کے مغربی کنارے کے قریب)۔
یونانی جنوبی ساحل کی طرف بھی بڑھے جسے فنیقیوں نے عمدہ بندرگاہ نہ ہونے
کی وجہ سے چھوڑ رکھا تھا۔ ۶۸۹ قم میں چند کریٹیوں اور جزیرۂ رھوڈز کے
لنڈوسیوں نے آکر سمندر اور دریائے گیلاس کے درمیان میں ایک
پہاڑی پر جہاں سے ایک زرخیز میدان نظر آتا تھا، شہر گیلا (تیرانووا) آباد کیا۔
۶۲۸ قم میں میگارا ہیبلایا اور یونانی میگارا نے متفقہ طور پر جزیرے کے
مغربی کنارے اور سمندر کے ساحل کے قریب شہر سلی نوس کی بنیاد ڈالی، اور
جیسا اُس کے بت خانوں کے عظیم الشان آثار باقیہ سے معلوم ہوتا ہے، یہ بہت جلد
ایک وسیع اور ذی اقتدار شہر بن گیا۔ گیلا اور سلی نوس کے مابین ایک طویل ساحلی
علاقہ حائل تھا؛ ۵۸۱ قم میں گیلائیوں نے اُس کے ایک نہایت اہم مقام پر
قبضہ کرلیا جس کی شکل پیالے سے مشابہ تھی اور جو ساحل سے دو تین میل کے
فاصلے پر تقریبًا ... افٹ سمندر کی سطح سے بلندی پر تھا؛ یہاں شہر اکراگاس کی
ایک وسیع پیمانے پر داغ بیل ڈالی گئی اور بہت جلد اس جدید آبادی کا اقتدار
اور مرفہ الحالی میں معتد بہ اضافہ ہوگیا۔ تقریبًا اسی زمانے میں رھوڈزیوں اور
کنیدوسیوں نے جزائر ایولیائی یا لیپاری کے سب سے بڑے جزیرۂ لیپارا
پر ایک شہر آباد کیا جو بہت جلد بحیرۂ ترھینیہ کے قزاقوں کی مدافعت کے لیئے ایک
نہایت مستحکم مقام بن گیا۔[۵۴۲]

۵۴۲؂ ہمرا کے لیئے دیکھو کاوالاری: "وہ ہمرا کی ترقی" Canallari : Avanzi d' Imera, Bull. d. Comm d. arch. di. Sicil جریدۂ آثاریات سسلی نمبر ۲، اور ہولم: "تاریخ سسلی" Holm : Gesch. Sic جلد ۱ صفحہ ۳۴۹۔
تینوں فنیقی شہروں یعنی سولوس، پانورموس اور موتیہ کے لیئے ہولم: "تاریخ سسلی" جلد ۱ ص ۲۷۱ - ۲۷۳ کلوور Cluver کے اتباع میں میں نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

باب ۲۱

مغربی بحیرۂ روم میں جملہ قوت و اقتدار اٹروریوں، فنیقیوں اور قرطاجنیوں کا حصہ تھا جس کی وجہ سے یونانیوں کی بحری ترقی رک گئی۔ لیکن ان کی مجموعی طاقت کے باوجود فوکیہ والوں نے ۶۰۰ ق م کے قریب ایک نہایت اہم نوآبادی بمقام مسالیا قائم کی جس کی وجہ سے اس علاقے کا ایک وسیع ضلع ان اقوام کے دست برد سے آزاد ہو گیا۔ افسانے کی رو سے اس نوآبادی کے قیام میں اس لیئے اور بھی سہولت پیدا ہو گئی کہ ایک ایونیائی رہبر نے وہاں کے بادشاہ کی لڑکی سے (جو ایک لیگوری قبیلے مسمی سالی ایز پر حکومت کرتا تھا) شادی کر لی تھی لیکن بہت جلد یونانیوں اور دیسی باشندوں میں جھگڑے پیدا ہونے شروع ہوئے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ پالرمو کو دراصل یونانیوں کے منتشر مجموعوں نے آباد کیا تھا۔ (”مطالعات تاریخ پالرمو“ Studi di Storia palermitana کاغذات تاریخ سسلی Arch. Stor. Sic. ۱۸۸۳ع) ۔

موتیہ کے لیئے دیکھو ا۔ کولی تورے ”موتیہ“ کاغذات تاریخ سسلی I. Coglitore Mozia, Arch. Stor. Sic. ۱۸۸۴ع ۔

گیلا کے لیئے شوبرنگ: ”قدیم سسلی کا تاریخی جغرافیہ“ Schubring : Histor geogr. Studien ueber Alt-Sicilien, Rh. Mus. N.F.28

سلی نوس کے لیئے رائن گانم: ”سلی نوس و اراضی متعلقہ“ Reinganum : Selinus und sein Gebiet لائپزگ ۱۸۲۳ع؛ شوبرنگ: ”توصیف سلی نوس“ Schubring : Topographie von Selinus, Goett. Ges. d. Wiss. گیوٹنگن کی انجمن علمیہ ۱۸۶۵ع؛ ہولم ”تجریدۂ معاملات سسلی قدیمہ“ Bull. d. Comm. d. antich. di Sic نمبر۴ پالرمو ۱۸۷۱ع؛ بین ڈورف: ”سلی نوس کی مورتی تختیاں“ Benndorf : Die Metopen von Selinunt ۱۸۷۳ع ۔

اکراگاس کے لیئے زیفرٹ ”اکراگاس و اراضی متعلقہ“ Siefert : Akragas und sein Gebiet ہامبرگ ۱۸۴۵ع؛ شوبرنگ: ”اکراگاس کی تاریخی توصیف“ Schubring : Histor. Topographie von Akragas

باب ۲۱

مسالیہ والوں کو ایک دیسی عورت اور یونانی نوجوان کے باہمی عشق و عاشقی کے واقعے نے بچا لیا۔ فوکیہ والوں نے اپنے نئے شہر کیلئے ایک نفیس مقام تجویز کیا جہاں ایک قدرتی بندرگاہ کو جو ۰۰۰ ۷ گز طویل اور ۳۰۰ گز عریض ہے ایک نہایت تنگ گورگاہ (جو پتھریلی راسوں کیوجہ سے محفوظ ہو گئی ہے) سمندر سے ملا دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مقام کو فوکیہ کے جلاوطنوں نے اپنے شہر کی مماثلت کی وجہ سے منتخب کیا ہوگا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ فوکیہ، ویلیا اور مسالیہ یہ سب پتھریلی راسوں پر واقع ہے جو ملاحوں کی ایک بہادر قوم کے لئے سب سے اچھی فرودگاہیں تھیں۔ مسالیہ نے اپنا اثر مشرق اور مغرب دونوں طرف پھیلایا؛ چنانچہ اُس نے مشرق میں نقیہ (نیس) اور موتوئے کوس (موناکو) کے مقام پر اور مغرب میں ساحل ایبریا پر ایم پوریائے (امپوریاس) اور رھوڈے (روزاس) نامی نوآبادیاں قائم کیں۔ جس طرح ملطی نوآبادیوں کے ذریعے سے بحیرۂ اسود کے شمالی ساحل کے راستے تجارت کے لئے کھل گئے اسی طرح مسالیا کے ذریعے سے شمالی ملکوں کے ساتھ تجارت ہونے لگی، اور اپنے ہمقوم دیگر ایونیائی بلدیات کی طرح یہاں کے باشندوں نے ممالک غیر میں سفر کر کے تجسس کی قابلیت کا ثبوت دیا؛ مثلاً چوتھی صدی کا ایک مشہور یونانی سیاح پی تھیاس یہیں کا باشندہ تھا۔[۱۵۴۵]

[۱۵۴۵] مسالیہ کے لئے ارسطو فانیس: "غوکان" ۲۳۹؛ جسٹن ۴۳، ۳؛ طوسی دیدش ۱، ۱۳؛ ہیروڈوٹس ۱، ۱۶۵، ۱۶۶۔ ہیروڈوٹس کی رائے ہے کہ بحری جنگ سے تقریباً پچیس سال پیشتر الالیہ کی بنیاد پڑی تھی، اور فوکیہ کے مفرور باشندے پانچ سال تک الالیہ میں مقیم رہے تھے۔ غالباً مسالیہ کے محل وقوع پر اس کے قبل فنیقیوں کا شہر آباد تھا؛ یوہانسن: "معالات مسالیۂ قدیمہ" Johanssen : vet. Mass. res. کیل ۱۸۱۸ء؛ بروکنر وٹیڈ: "تاریخ جمہوریۂ مسالیہ" Bruckner und Ternaux Hist. reip. Massil. گوٹنگس ۱۸۲۶ء؛ کلیس کا مضمون پاؤلی کی محیط المحیط میں Cless in Pauly's R. Enc. IV گئی سوو "جمہوریۂ مسالیہ" Geisow : De Mass. rep. بون ۱۸۶۵ء، میولن ہوف "قدیمات المانیہ"۔

باب ۱۲

طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ جب فوکیہ والوں نے مسالیہ پر قابض ہونا چاہا تو انھیں قرطاجینوں سے لڑنا پڑا اور اس معرکے میں قرطاجینوں کو شکست ہوئی۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ جب یونانیوں نے مغربی بحیرۂ روم میں آباد ہونا چاہا ہوگا تو ان میں اور اُن اقوام میں جو وہاں اُن سے پہلے سے موجود تھیں، ضرور جھگڑا ہوا ہوگا۔ فوکیہ والوں نے ۵۶۶ ق م میں جزیرۂ کورسیکا میں شہر الالیہ آباد کرکے اتروریوں کے مقبوضات پر گویا اپنا قدم جما لیا تھا۔ لیکن یہ نوآبادی زیادہ دن تک قائم نہیں رہی، گو جب ایرانیوں نے شہر فوکیہ پر قبضہ کیا تو وہاں کے بہت سے مفرور باشندے بھاگ کر یہاں آ گئے۔ قرطاجینوں اور اترور یوں نے ان یونانیوں کا مقابلہ کرنے کی غرض سے آپس میں اتحاد کر لیا، اور ایک بحری معرکے میں، جس میں ساٹھ یونانی سہ طبقہ کشتیوں نے ایک سو بیس قرطاجنی اور اتروری کشتیوں کا (یونانیوں کے قول کے مطابق) کامیابی سے مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں فاتح اور مفتوح دونوں کو نقصان کثیر ہوا، اور یونانیوں نے الالیہ کو چھوڑ کر ریگیوم جا کر اپنے خالکسی دوستوں کے ساتھ صلاح و مشورہ کرنا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ Muellenhof : Deutsche alter thumskunde جلد ۱، صفحہ ۱۷۰ وغیرہ؛ تسورن: "فوکیہ کی آبادکاری غالیہ کے جنوبی ساحل پر" Zorn: Niederlass. der Phok. an der Suedkueste von Gallien تالو و تز ۱۸۷۹ء؛ بوسولٹ: "تاریخ یونان" Busolt : Gr. G. جلد ۱، ۳۸۵ وغیرہ؛ میلتزر: "تاریخ قرطاجنہ" Meltzer : Gesch. d. Karthager صفحہ ۱۴۳؛ ایلیا کے لئے میونٹر: "ویلیا بہ ضلع لوکانیہ" Muenter : Velia in Lucanien، آلٹونا ۱۸۱۸ء؛ ف، لینورمان: "سفرنامۂ اپولیا و لوکانیہ" Lenormant : A travers l' Apulie et Lucanie ۲۸۹/۳ وغیرہ۔ لینورمان پہلا مورخ ہے جس نے ویلیا کے باقیات کا بیان ہماری موجودہ معلومات کی بنا پر کیا ہے لیکن یہ بیان بھی سرسری طور پر کیا گیا ہے۔ و، شلوئی ننگ کا بیان سب سے بہتر ہے: "ویلیا بہ ضلع لوکانیہ" W. Schleuning : Velia in Lucanien سالیانہ انجمن آثاریات ۴، ۳۲۔ Jahrb. des arch Instituts

شروع کیا۔ انھیں اُن سے یہ معلوم ہوا کہ پوسیڈونیہ کے جنوب میں اطالوی ساحل کے ایک راس پر ایک مقام اوسکانی قوم کے قبضے میں ہے جو نوآبادی کے لیئے نہایت مناسب ہے لہٰذا اُس پر قبضہ کر کے اُنھوں نے سنہ ۵۴۰ ق م میں ایک شہر آباد کیا جو نشیبی اٹلی کے شہروں میں بہت جلد نہایت ممتاز ہوگیا؛ اس کا نام ہیئےلے یا ایلیا تھا، اور یہ وہی شہر ہے جسے رومن ویلیا کہتے تھے:

اس واقعے سے ایک صدی پیشتر شمالی افریقہ میں ایک نوآبادی قائم ہونے کی وجہ سے بحیرۂ روم کی یونانی نوآبادیوں کا دائرہ مکمل ہوگیا۔ مصر کے مغرب کی جانب صحرا کے شمالی کنارے پر ایک مدور سطح مرتفع سمندر ہی کو نکل جاتی ہے جہاں قدرتی چشموں اور بارش کی وجہ سے پانی کی کمی نہیں ہے؛ یہاں ساتویں صدی ق م (یعنی تقریباً سنہ ۶۳۰ ق م) میں پیلوپونیزی دوریانیوں نے باتوس کی سرکردگی میں ایک نوآبادی کی بنیاد ڈالی جس کا نام سیرنہ پڑگیا جو ایسے مقام پر واقع تھی جہاں سے اندرون ملک کو بخوبی تجارت ہوسکتی تھی، انھوں نے ساتھ ہی دیگر خطوں، مثلاً برقہ پر بھی قبضہ کرلیا اور سیرنہ کی مناسبت سے تمام ملک سیرے نیکا (یا سیرستان) مشہور ہوگیا۔ لیکن یہاں کے آبادکاروں نے بہت جلد اپنے نئے وطن کے رسم و رواج کو اختیار کرلیا اور خود نیم بربری ہوگئے اور باتوس اور اُس کے وارثوں نے ایسی موروثی حکومت قائم کرلی جسے خودسری کہنا بیجا نہ ہوگا۔ اس خودسری حکومت کے جو نتائج نکلے وہ تاریخ یونان میں لاثانی ہیں[۵۴۴]۔

[۵۴۴] سیرنہ کے لیئے ہیروڈوٹس ۴ $\frac{145}{167}$؛ I. Pind. Pyth. ۴، ۱۰، یوسے بیوس۔ مقابلہ کرو تھریگے: تاریخ Thrige: Historia Cyrenes اشاعت دوم، کوپن ہاگن سنہ ۱۸۲۸ء؛ بارث۔ "سفرنامۂ سواحل بحیرۂ روم" Barth · Wanderungen durch die Kuestenlaender des Mittelmeeres برلن سنہ ۱۸۴۹ء؛ سمتھ و پورچر: "تاریخ انکشافات جدیدہ بمقام سیرنہ"

باب ۱۲

الغرض چھٹی صدی ق م کے دور آخر میں ہمیں یونانی یورپ میں تو اُن مذہبی مرکزوں کے دارول طرف ۱ کھٹے ملتے ہیں جو تمام یونانی قوم کے لیئے گویا حبل المتین کا کام دیتے تھے؛ ایشیائے کوچک میں ان کی آبادیاں صرف مغربی ساحل تک محدود ہیں، لیکن سِسِلی اٹلی اور سسلی کی طرح یہ اضلاع بھی خطۂ یونان ہی بن گئے ہیں؛ اور یہ مشرقی اور وسطی بحیرۂ روم کے ہر ایک ساحل پر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Smith & Porcher : Hitory of the recent discoveries at Cyrene لندن ۱۸۶۴ء؛ ہیروڈوٹس پر شٹائن Stein کے حواشی ۴: ڈنکر ۲، ۲۶۰ وغیرہ؛ بُوسولٹ: "تاریخ یونان" Busolt : Gr. G. جلد ۱، ۳۴۳ وغیرہ میں اس شہر کے قیام کی تاریخ اور افسانہ ہائے متعلقہ پر بحث کی گئی ہے۔ سکوں کے لیئے ل، میولر: "سکہ جات افریقۂ قدیمہ" L. Mueller : Numismatique de l'ancienne Afrique جلد ۱، کیوبن ہاگن ۱۸۶۰ء سیرینہ کی خاص پیداوار سلفیون کا درخت تھا جس کی شکل یہاں کے سکوں پر بھی پائی جاتی ہے؛ نیز ایک ظرف پر ایک مشہور تصویر آر کے سی لاؤس کی بنی ہوئی ہے جہاں وہ سلفیون کے وزن کی نگرانی کرتا ہوا نظر آتا ہے (Mon. d. Inst. T. tav. ۴۷) متقدمین سلفیون کو دوائی طور پر استعمال کرتے تھے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسوقت تک یہ قطعی طور پر معلوم نہیں ہوا کہ اس لفظ کے صحیح معنی کیا ہیں۔ سیرینہ اور ساموس کے مابین دوستی، ہیروڈوٹس ۴، ۱۵۲۔ ان دونوں مملکتوں کے باہمی مخالفے کو سکوں کے ذریعے سے ثابت کیا گیا ہے ہیڈ: "تاریخ سکہ جات" Head : Hist. Num. صفحہ ۷۲۷۔ سکوں پر سیرینہ کے خاص معبود یعنی زیوس عمان کی شبیہ بھی ملتی ہے جس کے سر پر مینڈھے کے سے سینگ بنے ہوئے ہیں۔ واضح ہو کہ اس دیوتا کا اصلی وطن مصری تھبز تھا، جہاں سے وہ گویا بحیثیت ایک فال گو معبود کے نخلستان سیوا پر عبور کرتا ہوا سیرینہ پہنچا ہے۔ دیکھو کے، مے یر کا مضمون روشر کی لغت میں Meyer in Roscher's Lexicon. (صفحہ ۳۰۲۸ وغیرہ) لکدسونی دوریوس چھٹی صدی ق م کے اختتام پر ضلع ترپی پولس پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ ۱۔ یہ ضلع دریائے کنیپس پر واقع ہے اور ہیروڈوٹس ۴، ۱۹۸ میں اسے تمام ملک لیبیا کا سب سے زرخیز طبقہ بتایا گیا ہے۔

پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یونانی دیسی باشندوں کے رسم و رواج سے واقفیت حاصل کر لیتے ہیں، اپنے نئے وطن کی پیداوار کو تجارت میں لگاتے ہیں اور نئے نئے خیالات اور طرح طرح کے مطالب کا اضافہ کر کے یونانی ذہنیت میں پہلے سے بھی زیادہ تنوّع پیدا کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بحیثیت قوم کے تاریخ عالم میں ان کا ثانی ملنا نہایت دشوار ہے:۔

باب بست و دوم

کورنتھ، سکیون اور میگارا میں غاصبوں کی حکومت

یونانی نو آبادیوں کو چھوڑ کر اب ہم پھر اس قوم کے آبائی یا اختیار کردہ وطن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یونانی قوم کے افراد کی حیثیت ذی اختیار شہریوں کی مانند تھی، یعنی اس قوم کا فرد واحد جب کوئی کام کرتا تھا تو اس کی حیثیت شہریوں کی جماعت کے ایک رکن کی طرح سمجھی جاتی تھی، یہی وجہ ان کی سیاسی زندگی کی اہمیت کی تھی جس پر وہ اپنی تمامتر ذہنی قوت صرف کردیتے تھے۔ ہمارے اس قول سے یہ مطلب نہ نکالنا چاہیئے کہ ان میں کسی قسم کے وسیع تر تخیلات پیدا ہی نہیں ہوئے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایسے تخیلات ابتدا میں تو ان کے ادبیات میں کہیں کہیں ملتے ہیں، پھر رفتہ رفتہ ان میں حکمی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو بالآخر ایک عملی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یونانی قوم کی قسمت پر اس کے ماحول اور ان اقوام کے حالات کا بھی بہت زبردست اثر پڑا جن کی ہمسائگی میں وہ رہتے تھے۔ یہ تینوں عناصر یعنی اندرونی معاملات، ذہنی حوصلہ مندیاں اور غیر ملکی اثرات سب آپس میں ایک دوسرے سے ملے جلے ہیں۔ پچھلے باب میں ہم نے اُن واقعات پر بحث کی ہے جن کی بنیاد تقریباً آٹھویں صدی ق م میں پڑی اور جو برابر دو سو برس تک جاری رہی؛ اب ہم اہم ترین یونانی مملکتوں کے اندرونی سیاسیات کی طرف ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرتے ہیں۔ ہمارا تعلق اب اُس دور سے ہے جس کی ابتدا تقریباً سنہ ۶۵۰ ق م میں ہوئی، جسکا سلسلہ سنہ ۵۰۰ ق م سے بھی آگے تک چلا گیا اور جس کے عین وسط میں ہمیں چند بڑے بڑے طاقتور

باب ۲۲

بیرونی ممالک کے زبردست اثرات سے سابقہ پڑے گا جو برابر جاری رہتا ہے۔ ہم اس دور کے واقعات جنگ ایران تک مفصلۂ ذیل ترتیب سے بیان کریں گے۔ سب سے پہلے تو وسطی یونان کے خودسر حکمرانوں کا ذکر کیا جائیگا، اس کے بعد ہم اُن تبدیلیوں کا حال لکھیں گے جو ایشیائے کوچک کے واقعات نے مشرق میں رونما کردیئے، بعد ازاں یونانِ کبیر کے تمدن اور ارتقا پر غور کرتے ہوئے آخر میں ایتھنز کی تاریخ کا بیان اس کی ابتدا سے آغاز جنگ یونان تک کریں گے:۔

یونان میں خودسرانہ حکومت کا مرکز وہ ضلع تھا جو خاکنائے کورنتھ کی ہر چہار طرف واقع تھا۔ اس حصۂ ملک میں قدیم زمانے سے ایونی قوم آباد تھی جس پر مشرق اور مغرب کے مابین رسل و رسائل کا بہت بڑا اثر پڑا۔ اگر سکیون اور کورنتھ کا باہمی مقابلہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ ہم اس نتیجے پر پہنچیں کہ اول الذکر مقام کے اورثاغورسی خاندان کی حکومت کورنتھ کے کیپ سے لوسیوں کی خودسری سے پہلے قائم ہوئی تھی، لیکن چونکہ علم یونان کے لیئے فی الجملہ کورنتھ اور کیپ سے لوسی کہیں زیادہ باوقعت ہیں لہذا ہم اُن ہی کا ذکر سب سے پہلے کریں گے:۔[1]

کورنتھ کو جو رتبہ قدیم زمانے کی تجارت میں حاصل تھا اُس سے ہم اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں۔ کوہِ اکرو کورنتھوس کی چوٹی جو اندازاً ۱۸۰۰ فٹ بلند ہوگی چشمۂ پے رینے کے باعث (جس کا پیگاسوس کی ایک لات سے

[1] ان تین شہروں میں جو خودسرانہ حکومتیں قائم ہوئیں اُن کے خصائص کا اندازہ بوسولٹ نے اپنی کتاب "ددلکڈ مونیان" Busolt : Die Lakedaimonier جلد ا میں نہایت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ تاریخ یونان میں دیگر مسائل سے زیادہ خصوصیت کے ساتھ خودسروں کے باب میں مختلف اسنادمیں بہت کچھ تبائن پایا جاتا ہے، لیکن ان میں جو مبالغہ آمیزی کی کیفیت ہے وہ محسوس تو ہوتی ہے لیکن اس کا ثبوت آج آسانی سے نہیں دیا جاسکتا:۔

باب ۲۱

پیدا ہونا بیان کیا جاتا تھا) تقریباً ناقابل تسخیر ہوگئی تھی، اور یہ نہ صرف خلیج سارونی اور خلیج کورنتھ کے درمیانی راستے کا بلکہ وسطی اور جنوبی یونان کی شاہراہ کا سب سے بڑا مقام تھا۔ ایک زمانۂ مدید تک کورنتھ یونان کے سب سے باوقعت تجارتی بلدیات میں شمار کیا جاتا تھا، اور جیسا اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے، وہ صنعت و حرفت میں جملہ یونانی شہروں سے سبقت لے گیا تھا۔ ہم اُس کی نوآبادیوں کا ذکر بھی کر چکے ہیں، اور اس کے اور کورکائرا کی باہمی مخاصمت اور دونوں کی بحری جنگ کا حال بھی دیکھ چکے ہیں، جس میں کورنتھ کو شکست ہوئی۔ کورنتھ میں اس سے پہلے باکھیادی خاندان کے افراد برسر اقتدار تھے، لیکن اس شکست کے بعد ایک شخص مسمی کیپ سے لوس نے جو نہایت چالاک اور بہادر تھا، عنان حکومت اس خاندان سے چھین لی ہے۔[۲]

---

۲ کورنتھی خودسری کے لیے مقابلہ کرو ولش: "کورنتھ کی اندرونی تاریخ کی تحقیقات"
Wilisch: Beitraege zur Innere Geschichte der alten Korinth
تسیتاؤ ۱۸۸۷ء؛ کناپ: "خاندان کیپ سی لیسی" Knapp: Kypsiliden
ٹیوبنگن ۱۸۵۵ء۔ بنیادی اسناد میں ہمیں دو مختلف روایتیں ملتی ہیں، ایک کا قائم مقام ہیروڈوٹس اور دوسرے کا نکولاؤس دمشقی ہے۔ کیپ سے لوس کے لیے ہیروڈوٹس ۵، ۹۲؛ ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۹، ۲۲؛ نکولاؤس دمشقی، جزو ۵۸ (میولر ۳)؛ ۱، شوبرنگ: "کیپ سے لوس" گیوٹنگن ۱۸۹۲ء۔ باکھیادائے کی جلاوطنی کے باب میں پولی آئے نوس ۵، ۳۱، ۱؛ Plat. Lys. ۱؛ دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسس ۳، ۴۶؛ لیوی ۱، ۳۴۔ ارسطاطالیس ("سیاسیات" ۵، ۹، ۲۲) کی رائے ہے کہ کیپ سے لوسی خاندان کورنتھ پر ۷۳ ۱/۲ سال برسر اقتدار رہا جن میں سے خود بانی خاندان نے ۳۰ سال تک حکمرانی کی۔ Diog. L. ۱، ۹۸ کے بموجب پری اندر چالیس سال خودسر رہا۔ مقابلہ کرو بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۱، ۶۴۴ میں جو مفصل انتقاد کیا ہے، اس کے مطابق کیپ سے لوس نے ۶۵۷ ق م میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی۔

باب ۱۲

کیپ سے لوس کے حسب و نسب کے باب میں بہت سے افسانے زبان زد مخلوق تھے، اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ اُسے اور اُس کے بیٹے کو اپنی زندگی میں بڑی بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں تو ان افسانوں کا مخرج و ماخذ ہماری سمجھ میں آجاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ باکھیادائے خاندان کے ایک فرد امفیون کی ایک بیٹی لابدا نامی تھی جس کا نکاح لاپیتھی کائے نیوس کے ایک جانشین اے تیون کے ساتھ ہوا۔ بعد ازاں فیثیہ نے یہ پیش گوئی کی کہ لابدا اور اے تیون کے بیٹے کا اقتدار کورنتھ میں بہت بڑھ جائے گا لہذا باکھیادی خاندان کے لوگوں نے یہ سن کر اُسے قتل کرنے کی سازش کی۔ لیکن جن جلادوں کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا انھیں اس بچے پر رحم آیا اور قبل اس کے کہ اس پر کوئی آنچ آئے اس کی ماں نے اُسے ایک صندوق میں بند کر دیا۔ خود لفظ کیپ سے لوس کے معنے صندوق کے ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کے باپ نے اُس کا یہ نام محض اسی واقعے کی مناسبت سے رکھا تھا۔ العرض یہ شخص تقریباً سنہ ۶۵۵ ق م میں کورنتھ کے عمومی رہبر کی حیثیت سے وہاں کا سب سے زیادہ ذی اقتدار شہری ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اکثر باکھیادیوں کو جلاوطن کر دیا؛ جن میں سے بعض تو اسپارٹا چلے گئے؛ (روایت کے بموجب) کورنتھ کا امیر و امارتیوس ایترو ریہ بھاگ گیا، اور اسی کا بیٹا تارکوئی نوس پرسکوس بالآخر روما کی گدی پر بیٹھا؛ بہت سے کورکائرا چلے گئے، اور بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک کی اولاد نے کوہ پیدوس کے لینکستی خاندان کی بنیاد رکھی۔ کیپ سے لوس نے جب یہ دیکھا کہ اُس کی مملکت کے حیطۂ اقتدار سے کورکائرا نکل گیا ہے تو اُس نے مغرب میں متعدد نوآبادیاں امبراکیہ، اناکتوریوم اور لیوکاس آباد کیں[۵۳] کورنتھ کے اقتدار کی

---

۵۳ امبراکیہ، اناکتوریون اور لیوکاس کی نوآبادیوں کی بنیاد کیپ سے لوس ہی کے عہد میں پڑی تھی، استرابو ۷، ۴۵۲؛ Scymn. ۴۵۴ - پلوٹارک "Ser Mim. Vind

باب ۲۲

یہ توسیع دیکھ کر کورکائرا والوں کو بھی نوآبادیاں قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا، لہذا انھوں نے کورنتھیوں سے مل کر راس اکروکیرونیہ اور دہانۂ دریائے آؤس کے شمال میں اپولونیہ (بندرگاہ اولون) اور ذرا شمال کی طرف الیریائی قصبہ دیراخیوم (حال دوراتسو) کے قریب اپی دامنوس آباد کیا، لیکن رفتہ رفتہ اس کا نام بدل کر اسے دیراخیوم ہی کہنے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ کپسے لوس ایک ظالم حکمران تھا، لیکن ساتھ ہی اس کا عہد کورنتھ کی تاریخ کے سب سے درخشاں زمانوں میں شمار کیا جاتا ہے اور بہت سی مالی اصلاحیں (جن میں سے بعض کی بنیاد محض افسانوں پر تھی) اس کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ یہ بالکل فطری امر تھا کہ اعیانی اس کے عہد حکومت کی تخریب کریں۔ اس نے دیلفی میں کورنتھی چڑھاووں کے محفوظ رکھنے کے لیے ایک خاص ایوان تعمیر کرایا جو غالباً ان خزانوں میں سب سے پہلا خزانہ تھا جو اس مقدس حرم کو زینت دیتے تھے؛ اولمپیا کے لیے اس نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اپولونیہ، اناکتوریوم اور لیوکاس کے سلسلے میں پری اندر کا نام لیتا ہے، لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ ان مقامات کو اسی خودسر حکمران نے آباد کیا تھا۔ اپی دامنوس اور اپولونیہ کے لیے طوسی دیدیش ۱، ۲۴؛ استرابو ۷، ۳۱۶۔ اناکتوریوم اور لیوکاس کی آبادکاری میں کورکائرا والوں کا حصہ، طوسی دیدیش ۱، ۵۵؛ پلوٹارک: دوسرت سطاکلیس سکوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ لیوکاس، اناکتوریوم اور امبراکیہ کا تعلق ایک طرف تو کورنتھ، اپولونیہ اور اپی دامنوس سے اور دوسری جانب کورکائرا سے اور اس کی وساطت سے اپیریا اور کارستوس سے تھا؛ مقابلہ کیا جائے پرسی گارڈنر: "انواع" Percy Gardner · Types ص ۳۹۔ اشترابو ۸، ۳۵۷) کی رائے ہے کہ دیس پوتیوم کے وہ باشندے جو ایلسیوں کے مخالف تھے، اپولونیہ اور اپی دامنوس چلے گئے۔ کرتیوس نے اپنے مضمون "مطالعات تاریخ کورنتھ"، (ہرمیس جلد ۱۰) Curtins : Studien zur Gesch. von Korinth, Hermes I میں یہ دکھایا ہے کہ کورنتھی خودسروں نے اس شہر کی نوآبادیوں کو ملا کر ایک طرح کی عہدیتی سلطنت قائم کر لی تھی۔

باب ۱۲

زیوس کا ایک عظیم الشان طلائی مجسمہ روانہ کیا جو ہیرا کے بت کدے کے قریب نصب کیا گیا۔ اس مجسمے کو زمانۂ مابعد میں بھی دنیا کے عجائبات سے تصور کیا جاتا تھا، اور ان دونوں مذہبی اوقاف کی وجہ سے اس کا نام دنیائے ممالک میں مشہور ہو گیا۔

کیپ سے لوس کے بعد کورنتھ کی خودسرانہ مسند پر اس کا بیٹا پری اندر ۶۲۵ ق م میں بیٹھا۔[۵۴] اُس نے اپنے باپ کے قدم بہ قدم چل کر نہایت امتیاز کے ساتھ حکومت کی، نہ صرف باعتبار ایک مدبر کے

۵۴ پری اندر کے لئے ہیرو ڈوٹس ۳، ۴۸-۵۴؛ ارسطا طالیس: "سیاسیات" ۳، ۸، ۳؛ ۵، ۸، و ۹؛ Eph. جزو ۱۰۶؛ ہرقل ساکن پونتوس جزو ۵؛ نکولاؤس دمشقی جزو ۵۹ (میولر ۳)۔ ان تمام مصنفوں نے اس خودسر کے اخلاقی طرز حکومت پر زور دیا ہے۔ نکولاؤس دمشقی (جزو ۱۰) کہتا ہے کہ پری اندر نے پوتی دیا کی بنیاد ڈالی۔ اس مصنف نے پری اندر کے خاندان کا جو ذکر لکھا ہے اس میں اور ہیرو ڈوٹس کے بیان (۳، ۵۰) کے ناموں اور واقعات میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے (مقابلہ کرو Diog. L ۱، ۹۴) کیپ سے لوس کے صندوق کا ذکر پوسانیاس ۵، ۱۷-۱۹ میں دیکھا جائے۔ پری اندر کے لئے دیکھو واگنر: "پری اندر" Wagner: De Periendro ڈارمشٹاٹ ۱۸۳۱ء ہولے: "پری اندر" Holle: Die Per میونخ ۱۸۶۵ء؛ بوسولٹ: "لکدمونیان" Busolt: Die Lakedaim. صفحہ ۲۰۵ وغیرہ۔ آریون کے لئے ہیرو ڈوٹس ۱، ۲۳؛ Suid. s.v Arion ۱۶، ۱۹؛ Ael. V.H ۱۲، ۴۵-۴۔ ڈنکر ۶، ۲۶ نے دکھایا ہے کہ پری اندر کے آخری زمانے کے متعلق جو قصے مشہور ہیں وہ ناقابل قیاس ہیں؛ اور کرتیوس نے اپنی کتاب "تاریخ یونان" Curtius: Gr. Gesch میں اُسکے آخری ایام کی تکالیف اور پریشانیوں کا نہایت عمدہ تذکرہ لکھا ہے۔ کورنتھ میں خودسری کے اختتام کے لئے نکولاؤس دمشقی جزو ۶۰۔ بوسولٹ نے نہایت تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کی ہے کہ اسکا کوئی تحریری ثبوت نہیں کہ کورنتھ کی خودسری کے خاتمے میں اسپارٹا نے کسی قسم کی شرکت کی ہو۔

باب ۲۲

بلکہ بحیثیت تہذیب وتمدن کے سرپرست کے بھی اُس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ کور کائرا کو مغلوب کرکے اُس نے گویا ایک شاندار سیاسی مہم سر کی اور وہاں اپنے بیٹے نکولادس کو اپنا نائب بنا کر روانہ کیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی توجہ دیارِ مشرق کی طرف مبذول کی، یعنی اپنے دوسرے بیٹے ایواغورس کی ماتحتی میں آبادکاروں کا ایک گروہ خالکدیسی راسوں میں سے ایک یعنی پیلے نے کو روانہ کرکے پوتی دیا کی بنیاد ڈالی، جو بہت جلد اس نواح میں ایک باوقعت یونانی شہر بن گیا۔ درانحالیکہ مغربی کورنتھی نوآبادیوں میں اپولو دیوتا کی پوجا کی جاتی تھی، لیکن شہر پوتی دیا کے نام سے پوسئیدون کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے، اور ممکن ہے کہ اس خاکنائے سے، جس پر یہ شہر آباد کیا گیا تھا، آبادکاروں کو خود اپنے وطن مالوف یعنی کورنتھ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔ پری اندر نے کورنتھ کے قرب میں شہر ایپی دوروس کو مغلوب کرکے (جہاں اُس کا خسر پروکلیس حکومت کرتا تھا) اپنا اثر بڑھایا، چنانچہ ممکن ہے کہ جزیرۂ ای گینا بھی، جو ابتداءً ایپی دوروس کا ماتحت تھا، اسی طرح کورنتھ کے زیر اقتدار ہو گیا ہو۔ ان تمام واقعات کے سبب سے پری اندر کا نام چہار طرف پھیل گیا، یہاں تک کہ ایک معاملے میں ایتھنز اور متی لنہ نے اسے ثالث مقرر کیا۔ ہوا یہ کہ ایتھنزیوں نے ہیلیس پونٹ کے دہانے پر مقام سی گیوم پر قبضہ کر لیا تھا، لیکن متی لنہ والوں کا اقتدار ضلع ٹروائے میں سب سے زیادہ تھا لہٰذا اُنھوں نے ایتھنزیوں کو اس سرزمین سے بے دخل کرنے کی کوشش کی اور ان کے کاٹ کی غرض سے سی گیوم کے قریب ایک قلعہ اکی لاایوم تعمیر کیا۔ اس پر دونوں میں باہمی جنگ و جدال کی نوبت پہنچی لیکن اس کا کوئی قطعی نتیجہ نہیں نکلا۔ اب متی لنہ کے سب سے زیادہ سربرآوردہ شخص پتاکوس اور ایتھنزیوں نے مل کر یہ طے کیا کہ معاملے کا آخری تصفیہ کرنے کے لیے پری اندر کو ثالث مقرر کیا جائے۔ پری اندر نے یہ تجویز سنائی کہ حالت موجودہ بدستور جاری رہنی چاہیے، یعنی ایتھنزی سی گیوم پر اور متی لنی اکی لاایوم پر قابض رہیں۔ پری اندر کے تھراسی بولوس خودمختار ملطہ کے ساتھ بھی تعلقات خوشگوار تھے۔

ہمیں افسانوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح پری اندر نے تھراسی بولوس کو فال گو کی ایک پیش گوئی کی اطلاع دی جس سے ملطہ کا دشمن الیاتیس واقف ہو گیا تھا، اور اس کی وجہ سے کس طرح تھراسی بولوس نے لدیہ والوں کے خلاف حسن تدبیر سے ملطہ کو بچا لیا۔ پری اندر کے بھتیجے کا نام بسامطیق تھا جس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اس کے عہد میں کورنتھ اور مصر کے باہمی تعلقات بھی نہایت عمدہ تھے۔ چونکہ اس کی یہ خواہش تھی کہ فنون لطیفہ کے ذریعے سے اس کا نام باقی رہے اس لیے اس نے (یا پئوساییناس کے قول کے مطابق کیپ سے لوسیلوں میں سے کسی نے) اولمپیا کو ایک نہایت نفیس صندوق بھیجا جس پر سورماؤں کے قصوں کی تمثالیں منبت کی ہوئی تھیں۔ متقدمین کا خیال تھا کہ یہ وہی صندوق تھا جس میں بند ہو کر اس کے باپ کے ایام طفولیت میں جان بچی تھی، اور غالباً اسی مناسبت سے اسے "صندوق کیپ سے لوس" کہتے تھے۔

اس میں مطلق کوئی شبہ نہیں کہ پری اندر نے دیونی سوس کی پوجا کو رواج دیا تھا، اور اگر بعض مورخوں کے خیال کے بموجب اس نے خاکنائی کھیلوں کا بھی احیا کیا تو اس کی وجہ سے کورنتھ کے مذہبی اثر میں یقیناً بہت کچھ اضافہ ہو گیا ہوگا۔ اس کام میں اس کی مدد آریون ساکن میہمنا نے کی، جو ترپاندر ساکن انتیسا کے جانشین کی حیثیت رکھتا تھا، وہ ایک مشہور آفاق بربط نواز تھا اور جس نے اب ایسی غزلیں کہنی شروع کی تھیں جن کو تماشاگاہ میں سانگ بن کر گاتے تھے۔ واضح ہو کہ عرصۂ دراز سے بحیرۂ ایجین کے جزیروں میں دیونی سوس کے اعزاز میں بھجن گائے جاتے تھے جنھیں ویتھرامب کہتے تھے؛ ان بھجنوں کو آریون نے غزلوں کی صورت میں کر دیا تھا جن کے مختلف حصوں کو دیونی سوس کی قربان گاہ کے ہر دو جانب کھڑے ہو کر سانگی باری باری سے گاتے تھے۔ لیکن ہمیں آریون کے نام سے جو واقفیت ہے وہ اس کی غزلوں کی وجہ سے نہیں، جو سب کی سب مفقود ہو گئی ہیں،

بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اُسے ایک مچھلی نے موت کے منہ سے بچا لیا تھا۔ ہوا یہ کہ جب وہ تارنتوم سے کورنتھ جا رہا تھا تو اُسے ملاحوں نے پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا، لیکن ایک مچھلی اُس کی جان بچا کر اسے راس تینے ناروم لے آئی۔ آریون نے اپنے بچنے کی یادگار کے طور پر اسی مقام پر ایک مرد کا بت تیار کرایا جو ایک مچھلی پر بیٹھا ہوا نظر آتا تھا۔ واضح ہو کہ پانی پر کھیلتی ہوئی دُولفن مچھلیاں اپولو دیوتا کی نسبت سے مقدس سمجھی جاتی تھیں؛ اور تارنتوم اور میتھیمنا کے سکوں پر ایک شخص کی شبیہ کندہ ہے جو ایک دُولفن کی پشت پر بیٹھا ہوا ہے اور جس کا نام تاراس تھا، ان امور کو مدنظر رکھ کر ہم آریون کے قصے کی ابتدا کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

دوسرے خودسروں کی طرح پری آندر کے عہد حکومت کے بارے میں کم و بیش مشکوک قصے ہم تک پہنچے ہیں۔ بعض قصوں میں تو قتل و غارت کی گرما گرمی، ایک عظیم الشان محافظ دستے کا استقلال، عورتوں کے زیوروں کی ضبطی اور اسی نوع کے دیگر واقعات کا حال پڑھنے میں آتا ہے؛ اور بعض مورخ اس کے دور کو گویا اخلاق مجسم تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اپنی رعایا سے کسی قسم کا محصول نہ لیتا تھا، دلّالہ عورتوں کا مطلق روادار نہ تھا، غلاموں کی خرید و فروخت اور سامانِ عیش و نشاط کی اُس نے ممانعت کر دی تھی اور کورنتھ کے شہریوں کو آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرنے دیتا تھا۔ اگر ہم یہ یاد رکھیں کہ ایک قدیم روایت کے بموجب سولن اور پتاکوس کے ساتھ وہ بھی ہفت عقلائے یونان میں سے ایک شمار کیا جاتا تھا تو ہم غالباً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ وہ محض اندرونی اقتدار یا بیرونی اثر کے سبب سے نہیں بلکہ اپنے مخصوص اندازِ حکومت کی بدولت بھی نہایت ممتاز تھا۔ چنانچہ وہ طرح طرح سے کورنتھی شہریوں کی خوشی و مسرت میں مزید اضافہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ لیکن کوئی یہ حکم نہیں لگا سکتا کہ ان مبالغہ آمیز قصوں میں کتنا رطب ہے اور کتنا یابس[۵]۔

۵ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی خودسر کس طرح ایک طرف تو نیکی اور رجز رسی کی تعلیم دے سکتا ہے اور

باب ۲۲

پری اندر کے خصائص اور اُس کے عہد حکومت میں ہمیں ایک خاص قسم کی سنجیدگی محسوس ہوتی ہے جو اُس کی زندگی کے خاتمے کے افسانوں میں اُداسی سے بدل جاتی ہے۔ جب اُس نے اپنی بیوی ملیسا کو جان سے مار ڈالا تو اس کے خسر پری وکلیس نے اپنے نواسوں کو اس واقعۂ فاجعہ کی اطلاع دی۔ پری اندر کا بڑا بیٹا کیپ سے لوس تو ذرا کم عقل تھا، اُس کے دوسرے بیٹے یعنی لیکوفرون کو یہ خبر سُن کر اپنے باپ سے دلی نفرت پیدا ہوگئی۔ پری اندر نے اُس کے ساتھ پہلے تو نہایت سختی کا برتاؤ کیا، اور اُسے کورکائرا بھیج دیا؛ لیکن اس کے بعد اُسی کو اپنا جانشین مقرر کردیا۔ مگر لیکوفرون کو کورکائرا والوں نے قتل کردیا، جس کی پاداش میں تین سو کورکائری نوجوانوں کو لدیہ جلاوطن کردیا گیا، لیکن جب ان کا جہاز جزیرۂ ساموس پہنچا تو یہ سب کے سب رہا کردئے گئے۔

نکولاؤس دمشقی نے جو قصے جمع کئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ پری اندر کی زندگی میں ہی اُس کے بیٹوں نے وفات پائی لہذا اُس کے انتقال پر اُس کا بھتیجا پسامطیق کورنتھ کے تخت پر بیٹھا۔ خود اپنے ہی محل میں تنہائی کا احساس، جن کاموں کی ابتدا ہوئی تھی اُن کے انجام کے متعلق تردد، غالباً اپنے خلاف انصاف حرکات کا تاسف، یہ وہ جذبات تھے جن سے اس قابل رشک حکمران کے آخری ایام تاریک ہوگئے تھے۔

پسامطیق صرف تین سال حکمران رہا جس کے بعد اُسے بعض کورنتھیوں نے

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ دوسری جانب دیوی سوس دیوتا کی پوجا کی سرپرستی کرسکتا ہے۔ اگر اسنے واقعتاً دلالہ عورتوں کو سمندر میں پھنکوادیا تو اس کا مقصد صرف یہ ہوگا کہ کورنتی دیبیوں کے مستقل پجارنوں کو اپنے کاروبار میں خانگی مقابلے سے محفوظ رکھے۔ اسی طرح آجکل بعض حکلتیں خانگی لوٹری کی ممانعت کردیتی ہیں، لیکن اس لیئے نہیں کہ لوٹری فی نفسہ مخرب اخلاق ہے بلکہ اس لیئے کہ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ رعایا کی قمار بازی کے خدائی سے جو نفع ہو وہ سرکاری خزانے میں جائے۔

باب ۲۲

قتل کردیا۔ اُس کے بھائی کو بھی جس کا نام پری اندر ہی تھا، معزول کر دیا گیا۔

خود سری حکومت کے زوال کی وجہ سے کورنتھ کے اقتدار میں گونہ کمی واقع ہوئی، یعنی گو مشرق میں پوتی دیا برابر کورنتھ کے حکم کا تابع رہا لیکن مغرب میں کورکائرا از سر نو خود مختار ہو گیا۔ بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ کورنتھی اعیانیوں نے نہایت عمدہ طرز پر حکومت کی، اور اگرچہ وہ اسپارٹی مخالفے میں شریک ہو گئے، لیکن بجائے اسپارٹی مفاد پر اپنا مفاد قربان کر دینے کے وہ توازن قائم رکھنے کی غرض سے ایتھنز کے عروج میں مدد و معاون ہوئے۔

باوجودیکہ نسابوں نے سکیون کے بادشاہوں کی ایک طویل فہرست مرتب کی ہے، لیکن یہ مملکت کبھی کورنتھ کے ہمسر و ہمرتبہ نہیں ہوئی، اور حقیقت یہ ہے کہ سکیون کا محل وقوع ہی اس کا سدراہ ہوا۔ بہر حال چونکہ شہر سکیون ہیلیسون نالے اور دریائے آسوپوس کے درمیان (جس کا افسانوں میں بار بار ذکر آتا ہے) ایک سطح مرتفع پر واقع تھا اس لئے وہ نہ صرف عام تندرستی اور حفظان صحت کے اعتبار سے اچھا تھا بلکہ محفوظ و مامون بھی تھا۔ جب دوریائی فاتحوں نے اس بلدیے کی تنظیم کی تو انھوں نے تین قبیلوں یعنی ہیلیس، دیماناتیس اور پامفی لی کے علاوہ ایک اور قبیلے یعنی ائی گیالی کو بھی شریک کر لیا جس میں غالباً اس ملک کے ابتدائی باشندوں کی اولاد شامل تھی[۵۶] ایسے زمانے میں جب ہر جگہ اعیانیوں کے خلاف بے چینی پھیلی ہوئی تھی ایک ائی گیالی جس کا نام اورثاغورس تھا اعیانی حکومت کا خاتمہ کرنے اور خود سر بن بیٹھنے میں کامیاب ہوا[۵۷] اورثاغورس کے بعد

---

۵۶ ہیرودوٹس (۵، ۶۸) میں صریح طور پر یہ بیان نہیں کیا گیا۔ ائی گیالیوں کا قبیلہ ایونی الاصل تھا، لیکن اس کے نام اور تسلسل بیان سے ہم یہ استدلال کرنے میں حق بجانب ہیں۔

۵۷ ارسطاطالیس (سیاسیات ۵، ۹، ۲۱) کے مطابق اورثاغورس اور اُس کے جانشینوں کی خود سری ایک صدی تک قائم رہی۔ دیودوروس (جزو ۸، ۲۴) میں مذکور ہے کہ سکیون کی خود سری کا بانی غالباً ایک باورچی مسمی اندریاس تھا، لیانیوس اورثاغورس ہی کو

اُس کا بیٹا میرون خود سری حکومت کی مسند پر بیٹھا - یہ میرون ۶۴۸ ق م میں اولمپیا کی رتھ دوڑ میں اول آیا اور بطور یادگار کے اُس نے آلتس میں ایک ایوان تعمیر کرایا؛ پوسانیاس کہتا ہے کہ اس ایوان میں دو کمرے تھے جنمیں سے ایک دوریائی اور دوسرا ایونیائی طرز پر آراستہ کیا گیا تھا۔[۵۸]

میرون کے بعد سکیون کے تخت پر جو فرماں روا بیٹھے اُن کی ترتیب کا صحیح تعین اس وقت تک نہیں کیا جا سکا ہے - بہرنہج اس خاندان کے سب سے یادگار حکمراں کا نام کلس تھنیس تھا جسنے تقریباً ۶۰۰ ق م میں حکومت کرنی شروع کی۔[۵۹] وہ ایک نہایت مستعد اور کارگزار فرماں روا تھا، اور اُسے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ بورچی بتاتا ہے (رائس کے Reiske صفحہ ۲۵۱)؛ یہی وجہ ہے کہ اورثاغورسی خاندان کے فرماں رواؤں کی ترتیب کا صحیح تعین نہیں کیا جا سکتا - مقابلہ کرو ڈنکر کے نہایت دور رس خیالات (۶، ۸۷) پوسانیاس (۶، ۱۹، ۲،۱) کہتا ہے کہ میرون تینتیسویں اولمپیاد یعنی ۶۴۸ ق م میں اولمپیا گیا تھا۔

۵۸ اولمپیا میں جو کھدائیاں ہوئی ہیں اُن سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ خزانے کے ایوان کی عمارت دوریائی اصول پر بنائی گئی تھی؛ اس لیئے غالباً یہ کمرے (تھالاموئے) اس ایوان کے اندر علیحدہ بنے ہوں گے، اس کا حصہ نہ ہوں گے۔

۵۹ کلس تھنیس کے لیئے مقابلہ کرو ہیروڈوٹس ۵، ۶۷/۶۸ - چونکہ ہومر اور "دورِ ہومری" میں ہر جگہ آرگوس کا ذکر تھا اس لیئے سکیون میں کوئی شخص اُسے بہ آواز بلند نہیں پڑھ سکتا تھا - کلس تھنیس کے مسند پر بیٹھنے کے واقعے کے لیئے نکولاؤس دمشقی جزو ۶۱ (میولر ۳) دیکھا جائے - ہیروڈوٹس ۶، ۱۲۶/۱۳۰ میں اگارستہ کے نکاح کا قصہ مذکور ہے؛ اس کے اور کلس تھنیس کے متعلق دیگر امور کی بابت تسیولکے Zuehlke نے اپنی کتاب "دو نکاح اگارشتہ" De Agaristus nuptus میں بحث کی ہے (النسٹر بروک ۱۸۸۰ء) - کلس تھنیس کے پہلی جنگ مقدس میں شریک ہونے اور ۵۸۲ ق م کے فیثوی کھیلوں میں شریک ہونے کی وجہ سے اس کی صحیح تاریخ کا تعین کیا جا سکتا ہے (پوسانیاس ۱۰، ۷، ۳) - ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ میگاکلیس نے اگارستہ سے ۵۷۰ ق م سے پہلے

اپنی قابلیت کے جوہر دکھانے کا بہت جلد موقع مل گیا۔ وہ اس طرح کہ ۱۲۱ ب
ڈیلفی والوں نے انجمن ہمسائگاں میں یہ شکایت پیش کی کہ کریسا کے باشندوں
نے ڈیلفی کے جاتریوں پر بہت سی سختیاں عائد کی ہیں اور اُن پر ہر طرح کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ نکاح کیا ہوگا۔ اگارستہ کے عاشقوں کے ناموں کی صحت کا کوئی ثبوت نہیں؛ کیونکہ جو کچھ مواد ان میں سے چند کی نسبت دستیاب ہوا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم بعض تو کسی حالت میں ۵۷۰ ق م میں اگارستہ سے نکاح کے متمنی نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن یہ بعید از قیاس نہیں کہ ان امیدواروں میں سے ایک ہیوکلئی دیس بھی تھا۔ اصل میں مقابلہ اُس کے اور میگاکلیس کے مابین تھا، اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے نام نہایت آسانی سے اختراع کیے جا سکتے ہیں ہمیں یقین ہے کہ اس قصے کی بنیاد واقعات پر ہے، اور عاشقوں کے یک جا ہونے میں کوئی امر بعید از قیاس نہیں ہے۔ اس واقعے سے کہ اُن یونانی ریاستوں میں جہاں سے امیدوار ازدواج کے آئے تھے، ہمیں ساموس، خالکس وغیرہ کے مجموعے میں سے کسی ریاست کا نام نہیں ملتا، بلکہ صرف اُن مملکتوں کے نام ملتے ہیں جو اُن کے مخالف گروہ، ایریتریا، ملطہ وغیرہ میں شامل تھے (جسمیں ایجی دامنوس بھی شریک تھا)، بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قصے میں حقیقت کے کچھ عناصر موجود ہیں۔ میں نے اس سے اپنے رسالۂ "منازعۂ طویل" Lange Fehde میں بحث کی ہے۔ اس قصے میں اُس زمانے کے عادات واطوار کی ایک عمدہ تصویر نظر آتی ہے لیکن ساتھ ہی ہمیں اسکی عام روش کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ اسمیں عشاق کے قدیم قصوں سے ایک دلچسپ تباین ظاہر ہوتا ہے، جو ہیلن اور پینے لوپے کے عاشقوں کے قصوں کی طرح ہمیشہ قتل وغارت، جنگ وفساد پر ختم ہوتے ہیں۔

ڈنکر (۶ ۸۸/۸۹) نہایت عمدگی سے اس رائے کا اظہار کرتا ہے، کہ آرگوس نے ادراستوس کو نمیائی کھیلوں کے موقع پر اسکی سعزدلی کا معاوضہ دیا تھا۔ دیونی سوس کی پوجا کو جو ترجیح دیگئی وہ یہی اندرسکے طرز عمل کے مماثل ہونیکی وجہ سے قابل لحاظ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کلس تھنیس نے سکیونی حکمرانوں کی فہرست میں سے وہ سب نام قلمزد کردئے جو سکیون کی آزادی کے نظریے کے مطابق نہ تھے اور زمانۂ حال کی تحقیق وتدقیق کے ذریعے سے یہ امر تعریباً پایۂ ثبوت کو بھی پہنچ گیا ہے۔ تاریخ کے قطع وبرید کی یہ ایک اور مثال ہے۔ مقابلہ کرو بوسولٹ "تاریخ یونان" Busolt : G.G جلد ا، ۶۶۹۔

باب ۱۲

ظلم وستم روا رکھتے ہیں۔ اس انجمن میں ایتھنز کا قائم مقام سولن تھا لہذا اپنے شہر کی جانب سے اُس نے دیلفی کی حفاظت کے لیئے ایک تحریک پیش کی۔ ایتھنز کے علاوہ سکیون اور تھسلی دونوں نے مداخلت کے لیئے آمادگی ظاہر کی؛ لیکن اس جنگ میں جو تقریباً ۵۹۰ ق م میں ہوئی، باوجود ان حلیفوں کی جرأت وہمت کے حسب دلخواہ کامیابی نہیں ہوئی، لہذا انھوں نے ایک تدبیر ایسی نکالی جو عام طور پر جنگ میں ممنوع سمجھی جاتی تھی یعنی دشمن کا پانی بند کردیا۔ کریسا کی اراضی اپولو، ارتیمس، لیتو اور اپولو پر ونویا کے نام پر معنون تھی، لہذا دیلفی کے پجاری بین قومی قانون کے ماتحت ایک کلیسائی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ کلس تھنیس نے مال غنیمت کے اُس حصے سے جو اُسے ملا تھا، سکیون میں متعدد ایوان اور مجسمے تعمیر کیئے، اور اسی لیئے یہ شہر یونانی فنون لطیفہ کے میدان میں بادقعت شمار ہونے لگا۔

اس خودسر کی یہ آرزو تھی کہ اپنے چھوٹے سے شہر کو آرگوس کا (جو شمال ومشرقی پیلوپونیزیوں کا سرگروہ تھا) مدمقابل بنادے۔ یونانیوں میں یہ قاعدہ جاری تھا کہ حالات موجودہ کو افسانہائے ماضیہ کی مناسبت سے قرین انصاف ٹھہرایا جاتا تھا، لہذا اسی اصول کا اتباع کرتے ہوئے آرگوسیوں نے یہ دعوے کیا کہ ادراستوس نے آرگوس پر حکمرانی کے زمانے میں سکیون پر بھی حکومت کی تھی۔ اس کے برخلاف کلس تھنیس یہ کہہ سکتا تھا کہ اُدراستوس نے دراصل آرگوس کو سکیون کے فرماں روا کی حیثیت سے فتح کیا تھا، اور اسی نوع کے دوسرے افسانوں کی طرح اس کی تاویل بھی کچھ مشکل نہ ہوتی؛ لیکن اس قسم کے دل خوش کن استدلال سے کلس تھنیس کو اطمینان قلبی حاصل نہیں ہوسکتا تھا، لہذا اُس نے یہ کوشش کی کہ اُدراستوس کے جسم سے گویا سکیونی سورما کا جامہ ہی اُتار کر پھینک دے۔ سب سے پہلے تو اُس نے فتنیہ کی رائے لی، لیکن اس کا جواب حسب دلخواہ نہیں ملا۔ اس کے بعد اُس نے ایک طبعزاد طریق پر عمل کیا، یعنی اُس نے تھبزیوں سے یہ استدعا کی کہ وہ اپنے سورما میلانی پوس کو (جس نے اُدراستوس کے

حملے کے موقع پر تھیبزیوں نہایت جانفشانی اور تندہی سے دشمن کی مدافعت کی تھی) سکیون کے نام منتقل کردیں۔ تھیبزیوں کو اس کی یہ چاپلوسی نہایت پسند آئی اور اور اُس کی خواہش کے مطابق عمل کیا۔ اس پر کلس تھنیس نے میلانی پوس کے نام پر پری تانیوم میں ایک تیرتھ بنایا، اور جو اعزاز اڈراستوس کا کیا جاتا تھا اس کا ایک حصہ اُس کے لیئے وقف کردیا؛ ساتھ ہی سانگی گیتوں میں اُس کے نام کی بجائے دیونی سوس کا نام شامل کردیا۔ ان تمام باتوں کے باوجود بھی اُسے حسب دلخواہ اطمینان نہیں ہوا، (بلکہ ہیروڈوٹس کے بیان کے بموجب) اُس نے سکیون کے چار قبیلوں کے دوریائی ناموں کی بجائے توہین آمیز لقب مقرر کردیئے اور خود اپنے قبیلے کے لیئے ایک معزز نام یعنی آرخے لوئی ("حکام قوم") تجویز کیا؛ ہی لیس اپیہ ہیاتائے ("سؤر بچے") دیا تائیں خوریاتائے ("خنزیر") اور یا سُفی لی اونیاتائے ("بچہ خر") ہوگئے ہیروڈوٹس یہ نہیں کہتا کہ ان تین ذلیل قبیلوں کے سیاسی اختیارات سلب کرلئے گئے یا نہیں، لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ اس ذلت آمیز سلوک کیساتھ اُن کے شہری حقوق میں بھی ضرور کمی ہوگئی ہوگی۔ واضح ہو کہ کلس تھنیس کے انتقال کے ساٹھ سال کے بعد تک یہ نئے نام مروج رہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ کلس تھنیس کے کوئی اولاد نرینہ موجود نہ تھی بلکہ صرف ایک لڑکی اگارستہ نامی تھی جس کے لیئے اُسے ایک ممتاز شوہر کی تلاش تھی۔ کلس تھنیس کی دولت مملکت یونان میں مشہور ہونے کی وجہ سے اس رشتے کے لیئے نبیل اور شریف خاندانوں کے امیدواروں کی کچھ کمی نہ تھی۔ ہم اس امر سے واقف نہیں ہیں کہ اولمپیا کی دوڑ میں اول آنے کے کتنے عرصے کے بعد اُس نے ان امیدواروں کو سکیون آنے کی دعوت دی، لیکن ہمیں ان امیدواروں کے نام معلوم ہیں جو کلس تھنیس کے دروازے پر حاضر ہوئے؛ یہ مفصلۂ ذیل تھے: سمندریداس ساکن سیبارس، جو اپنے زمانے کا سب سے عیش پرست شخص تھا؛ داماسوس ساکن سیرس، جو مفکر امیرس کا بیٹا تھا؛ امفیم نس توس ساکن اپی دامنوس؛ مالیس ساکن ایتولیہ جو مشہور

پہلوان تیوتوموس کا بھائی تھا؛ امیانتوس ساکن طرابزون (ملک آرکیڈیا)؛ لافانیس ساکن ازانیہ؛ اونوماستوس ساکن ایلیس؛ لیورکدیس ولد فیدون ساکن آرگوس؛ دیاکتوریدیس ساکن کرانون، ملک تھسلی؛ الکون ساکن ملک مولوسی؛ لیسانیاس ساکن ایریتریا؛ اور ایتھنز کے دو شریف خاندانی نوجوان یعنی ہپوکلیدیس اور الکیمونی میگاکلیس۔ کلس تھنیس کو یہ دونوں ایتھنزی باقی سب امیدواروں سے زیادہ پسند آئے، اور ان دونوں میں سے اُس نے ہپوکلیدیس کو ترجیح دی۔ لیکن عین انتخاب کے دن ایک نیا شگوفہ کھلا۔ یہ قرار پایا تھا کہ ایک دعوت کے موقع پر جملہ امیدوار اپنے اپنے معاشری اوصاف کی نمائش کریں گے۔ ان میں سے ہپوکلیدیس نے فن رقص میں کمال دکھایا؛ گو کلس تھنیس کی نظر میں وہ پورا نہیں اترا۔ لیکن جب اُس نے میز کے وسط میں سر کے بل کھڑے ہوکر اپنے پاؤں ایک دوسرے سے مارنے شروع کئے تو کلس تھنیس سے رہا نہ گیا اور اُس نے فوراً میگاکلیس کے نام کا اعلان کر دیا۔ یہ خبر سنتے ہی ہپوکلیدیس کی زبان سے نکلا کہ "ہپوکلیدیس کو کیا پروا" اور یہ فقرہ یونانی زبان میں ضرب المثل ہو گیا۔ مقابلے کے اختتام پر کلس تھنیس نے ہر امیدوار کو ایک ایک تالنت* بطور انعام کے نذر کیا۔

کلس تھنیس کا بھی تاریخ میں ایک خاص رتبہ ہے لیکن وہ پری اندر سے بالکل مختلف ہستی تھا۔ پری اندر کے انداز میں اُداسی اور پستی پائی جاتی ہے، لیکن کلس تھنیس ہمیشہ ہنستا بولتا نظر آتا ہے۔ کلس تھنیس جو کرتا ہے سمجھ کے کرتا ہے، اپنے ہمعصروں کو پورے طور پر بھانپ لیتا ہے اور اُنکا اور اُن کے معبودوں کا مذاق اُڑاتا ہے۔ جب ادراستوس کا جانی دشمن میلانی پوس ایک دروازے سے داخل ہوتا ہے تو ادراستوس کو دوسرے دروازے سے نکل جانا پڑتا ہے، اور قدیم شریف خاندانوں میں سے

*ایک تالنت = تقریباً ۱۹۰۰ روپے۔

باب ۲۲

ایک ایک فرد کو سرکاری خطاب "بچۂ خنزیر" کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔
اگار رشتہ کے عاشقوں کے قصے کے انجام کی بنا پر بلا شبہہ یہ معلوم ہوتی ہے
کہ کلس تھنیس نے ہپوکلیڈیس کے بھگانے کے لیئے ایک چال پھیلایا تھا
جس میں وہ بے دھڑک پھنس گیا۔ میگاکلیس کے جانشینوں نے کلس تھنیس
خودسر سکیون کی طرح انسانوں کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے میں عیاری
اور چالاکی سے کام لیا۔ ظاہر ہے کہ کلس تھنیس نے نہایت ہوشیاری سے
حکومت کی ہوگی ورنہ اس کی اصلاحیں اتنی دیرپا ثابت نہ ہوتیں، اور جب
ان اصلاحات سے گریز کیا گیا تو سکیون کو اسپارٹا کا ماتحت ہو جانا پڑا[10]۔

شمال و مغربی پیلوپونیز کے خودسروں میں سے ہم اس سے قبل ہی
پروکلیس والئ ایپی دورس سے واقف ہو چکے ہیں، جو پیری اندر کا خسر
اور اورخومینوس کے ایک امیر کا داماد تھا۔ پروکلیس کے دھوکا دیکے مسی نیوں
سے جا ملنے کی وجہ سے آرکیڈیوں نے اسے قتل کرا دیا۔ میگارا کا خودسر
تھیاگنیس پروکلیس سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ یہ شہر سمندر سے تقریباً ڈیڑھ
میل کے فاصلے پر دو پہاڑی قلعوں کے دامن میں جن کے درمیان ایک گھاٹی
تھی، واقع تھا، جن میں سے مشرقی قلعے کا نام کاریا تھا۔ یہ ایک ترقی پذیر تجارتی
قصبہ تھا اور جیسا ہم اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں، یہاں سے متعدد نو آبادیاں
دوسرے ممالک میں جا کر قائم ہوئیں۔ غالباً سلی نوس کی آبادکاری (۶۲۸ ق م)
کے بعد ہی تھیاگنیس طبقۂ ادنیٰ کی مدد سے یہاں کا حکمران بن بیٹھا[11]، ہمیں اسکے
شہری کارناموں کے بارے میں بہت کم معلومات حاصل ہیں؛ پوسانیاس

---

[10] غالباً اکس تھنیس یہاں کا آخری خودسر تھا De Malign. Herod ۲۱؛۔

[11] تھیاگنیس کے لیئے ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۴، ۵؛ طوسی دیدس ۱، ۱۲۶؛ پوسانیاس ۱، ۲۸، ۱؛ ۱، ۴۰، ۱؛ ۱، ۴۱، ۲؛ Plut. Qu. Gr. ۱۸۔ مقابلہ کیا جائے پلاس Plass جلد ۱، ۱۷۶، ۱۷۷؛ بوسولٹ: "تاریخ یونان" Busolt: G.G جلد ۱ صفحہ ۴۹۷ وغیرہ۔

اپنی کتاب میں ایک نہایت عمدہ کاریز کا ذکر کرتا ہے جو اس نے تعمیر کیا تھا لیکن وہ ایتھنز کے اندرونی ہنگاموں میں ملوث ہو گیا، ہم دیکھیں گے کہ کیلون نے اس شہر میں خودسری حکومت قائم کرنے کی کوشش کی جس میں وہ ناکام ہوا۔ اس ناکامی کے بعد ایتھنز اور میگارا میں باہمی آویزش ہوئی اور بالآخر تھیاگینیس جلاوطن کردیا گیا۔ چھٹی صدی ق م کے آخری دور کے واقعات میگارا سے ہمیں بہت ہی کم واقفیت ہے، پچھلے باب میں اس کی خارجی تاریخ کے ایک واقعے کا حال بیان کیا جاچکا ہے، اور اس کی اندرونی تاریخ میں ایک انقلاب قابل ذکر ہے جس میں عوام نے اعیان کو شکست دی، لیکن چونکہ انھوں نے اپنے دور حکومت میں طرح طرح کے ظلم روا رکھے اس لئے انھیں بھی بالآخر نیچا دیکھنا پڑا اور ایک مرتبہ پھر اعیانیت برسر اقتدار ہو گئی۔ اگر ہم تھیوگنس کے اشعار کو قابل وثوق قرار دیں تو یہ باور کرنا پڑے گا کہ آخرکار عوام اور اعیان باہم متفق ہو گئے لیکن اس واقعے کی سند محض اس شاعر کے مرثیے ہیں اور ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ تمدن یونان کا ایک نہایت قابل لحاظ فرد گزرا ہے۔ وہ خود ایک نجیب خاندان کا فرد تھا اور اس کے مرثیوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے ذات کی قیود کا بہت کچھ خیال تھا، جن کا اظہار وہ نہایت تیزی اور طراری سے مزاح آمیز الفاظ میں کرتا ہے [۱۲]۔

---

۱۲ ویلکر Welcker نے تھیوگنس کے مرثیوں کو شائع کیا ہے (تھیوگنس: "باقیات" Theognis : Peliquiae فرانکفرٹ ۱۸۲۶ء)؛ اسکا مقدمہ خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔ حال کی تصانیف میں سے منجملہ اور کتابوں کے بوسولٹ: "لکدمونیان" Busolt : Die Lakedaimonier ا، $\frac{۲۳۶}{۲۴۴}$، $\frac{۲۸۴}{۲۹۴}$۔ نیز ڈنکر ۶، ۴۲۸ وغیرہ میں میگاری معاملات کا مفصل بیان ہے جو تھیوگنس پر مبنی ہے مقابلہ کرو وغیرہ کانر: "ایتھنز و میگارا میں سیاسیات اور سیاسی فریق بندی" F. Caner. Parteien und Politiker in Megara und Athen ٹیوبنگن ۱۹۱۰ء۔

باب بست وسوم

ایشیائے کوچک کے یونانی اور لیدیہ اور ایران کے ساتھ اُن کے جھگڑے

دوریانی حملے کی وجہ سے یورپ میں تو یونانی تہذیب وتمدن کی ترقی رُک گئی، لیکن سرزمین ایشیا میں اس کو بہت کچھ فروغ حاصل ہوا۔ قدرت نے ایشیائی یونانیوں میں سرفروشی کی قابلیت اور مہمات سرکرنیکی جرأت وہمت ودیعت رکھی تھی، جس کی وجہ سے وہ دور دراز ممالک میں سفر کرنے سے ذرا نہ جھجکتے تھے؛ یہی سبب تھا جس کے باعث اُنھوں نے دور ودراز ساحلوں پر نو آبادیاں قائم کیں اور یونان کا نام بحیرۂ اسود کے ساحلی ممالک، لبیہ اور اٹلی میں زبان زد خواص وعوام ہوگیا۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایشیائے کوچک کے یونانیوں کی قومی ہستی، جنھوں نے اپنی قوم کا نام روشن کردیا تھا، ہرگز محفوظ نہ تھی۔ وہ برّ اعظم ایشیا کے کنارے پر رہتے تھے جس کے اندرونی حصے میں ایسی بڑی اور طاقتور سلطنتیں قائم تھیں جن کی مادّی قوت وسطوت یونان سے چند در چند زیادہ تھی اور جن کی تہذیب وتمدن یونان کی تہذیب سے کہیں قدیم تر اور بہت سے حالات کے اعتبار سے بہت ارفع واعلیٰ تھی۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے یونانیوں کے اتنے عرصے تک اپنی خودمختاری اور آزادی قائم رکھنے کے بہت سے بیرونی اسباب تھے، جن میں امتداد زمانہ سے تبدیلی پیدا ہوگئی؛ لیکن سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اُن کی ہمسایہ اقلیمی سلطنتوں کی نگاہ میں ساحل بحری کوئی

خاص وقعت نہ تھی، لہذا انھوں نے کاسیائیوں اور دیگر آباد کاروں کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ رکھا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس روش میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہو گئی؛ یعنی اندرون ملک میں سمندر سے قریب ہی ایک ایسی عظیم الشان سلطنت قائم ہوئی جس کے حکمران ساحل تک پہنچنے کو نہایت ضروری سمجھنے لگے، اور جب انھیں یونانی بندرگاہوں کی روز افزوں ترقی کا علم ہوا تو انھیں ان پر قبضہ کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔ دریائے ہالیس کے مغرب میں جو دو قومیں، لیدوی اور افروجی، رہتی تھیں، ان میں سے افروجی کہیں زیادہ قدم بڑھانے کے شوقین اور ان کی خواہش صرف تجارتی فوائد ہی تک محدود نہ تھی بلکہ وہ اپنے آبائی ملک کی سرحدوں سے باہر اپنا حلقۂ اقتدار وسیع کرنے کے بھی خواہاں تھے۔ یہ دونوں ملوکیتیں عرصۂ دراز تک دوش بدوش قائم رہیں، یہاں تک کہ غالباً ساتویں صدی ق م کے اختتام پر لیدیہ والوں نے افروجیہ کا اپنے ملک میں الحاق کر لیا۔ ان کے اور یونانیوں کے مابین مذہبی معاملات اور عام تہذیب و تمدن میں کوئی خاص تباین نظر نہیں آتا؛ مثلاً ایک طرف تو گوردیوس اور میداس کی حیثیت تقریباً یونانیوں کی سی ہے، اور دوسری جانب لیفے سوسی ارتیمس اور امے زونون کو یونانی مذہب کے زمرے میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح جہاں تک افسانوں کا تعلق ہے، پیلوپس کو مشکل سے کوئی یونانی اجنبی تصور کرتا ہوگا؛ اور ہم ساتویں صدی ق م میں اسپارٹا میں ایک مزاری شاعر الکمان کا نام پڑھتے ہیں جو شہر سارڈس سے پابزنجیر اسپارٹا لایا گیا تھا۔ ہم اسے بہ آواز بلند فخریہ انداز سے کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ وہ کوئی تھسالوی یا اکارنانی نہیں بلکہ مشہور آفاق شہر سارڈس کا باشندہ ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے گمان میں یونان کی سب سے بڑی مملکت کی شہریت ایک تھسالوی کی بہ نسبت ایک لیدوی کے لیے زیادہ موزوں و مناسب تھی۔ یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے کہ ایشیائے کوچک کے یونانیوں میں سب سے ترقی یافتہ جو قوم تھی اسکا ساتھ

اندرون ملک کی سب سے زیادہ اقبالمند قوم سے ہوا، اور دونوں نے ایک دوسرے پر نہایت گہرا اثر ڈالا۔ ایولیائی تو اس حصۂ ایشیا کے شمال میں اور دوریائی جنوب میں آباد تھے، لہٰذا انھیں اندرون ملک کے باشندوں سے زیادہ خطرہ نہ تھا؛ اس کے برعکس ایونیائی ہرموس، کیسترا اور میاندر کی ندیوں کے کناروں پر آباد تھے جو لدیہ کو سیراب کرتی تھیں؛ چنانچہ لیدیہ کے باشندوں کو خود بخود اُن بلدیات میں جو ان ندیوں کے دہانوں پر آباد تھے، یعنی فوکیہ، سمرنا، ایفسوس اور ملطیہ میں فطری دلچسپی پیدا ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ جس وقت لیدویوں نے اپنے آپکو ایونیائیوں سے زیادہ طاقتور تصور کرنا شروع کیا، فوراً ان دونوں میں باہمی تنازعہ بالکل ناگزیر ہو گیا؛

یہ جھگڑا اُس خاندان کے دور حکومت میں پیش آیا جسے افسانوں میں لیدوی قوم کا تیسرا خاندان شاہی شمار کیا گیا ہے۔ لیدیہ کے تخت پر اولاد آتیس کے بعد ہرقل کی اولاد بیٹھی، جس کی بابت طرح طرح کے افسانے مشہور رہے۔ شاہ ادیاتیس کے بعد اُس کے بیٹے کادیس اور آردیس تخت نشین ہوئے؛ ان میں سے کادیس نے تو صرف قلیل مدت تک حکومت کر کے وفات پائی، اور آردیس کو جلا وطن کر دیا گیا۔ آردیس نے سائزدس سے کیسے جا کر پہیہ سازی کی ایک دوکان کھول لی اور جب تک کہ اُسے اپنا آبائی ملک واپس نہ مل گیا برابر یہی کام کرتا رہا۔ سادیاتیس ولد آردیس خفیہ طور پر ایک ہرمنادی مسمی داسکیلوس کے ساتھ فرار ہو گیا تھا۔ اب میلیس اور میرسوس کے بعد سادیاتیس (جسے ہیروڈوٹس کانداولیس کے نام سے مخاطب کرتا ہے) تخت پر بیٹھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہرمنادی خاندان کے افراد اپنے دشمنوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کے ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے، اور اب سادیاتیس کے عہد حکومت میں داسکیلوس کے پوتے سگے گیس نے اپنی جلا وطنی سے واپس آ کر پہلے تو دربار شاہی میں رسوخ پیدا کیا،

باب ۲۳ بے

اور پھر بادشاہ کو قتل کرکے خود تخت پر بیٹھ گیا [۱] اس طرح ہرقلی خاندان شاہی کا خاتمہ ہوکر اب مرمنادی خاندان کے دور کی ابتدا ہوئی - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ انقلاب سہولت اور آسانی سے انجام کو نہیں پہنچا، اس لیئے کہ لیدیہ کے باشندے اپنے قدیم حکمرانوں کے خاندان کو بغیر جھگڑے کے صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیئے تیار نہ تھے - لہٰذا گی گیس نے دارالکاہن دیلفی سے استفسار کیا، اور وہاں سے اُسی کے حق میں فیصلہ صادر ہوا - ہیرو ڈوٹس کہتا ہے کہ گی گیس نے دیلفی والوں کو چھ طلائی پیالے جن میں سے ہر پیالہ تیس ٹالنٹ وزن کا تھا بھیجے؛ بلاشبہ، اُس نے اس تحفے کا وعدہ پیشتر ہی سے کر لیا ہوگا اور اُسے مقدس پروہتوں نے نہایت شکریہ و امتنان کے ساتھ قبول کیا ہوگا؛

گی گیس نے یہ تصفیہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے ملک کے قدرتی بندرگاہوں پر اپنا تسلط ضرور قائم کر لیگا، اور جب اُس نے یونانی بلدیات پر حملہ کیا تو

---

[۱] ہیرو ڈوٹس ۱، ۸ وغیرہ، نکولائوس دمشقی جزو ۴۹ (میولر) جس نے غالباً اپنا بیان زانتھوس سے اخذ کیا ہوگا؛ Plut. Q. Gr. ۴۵ - متقدمین کے بیانات میں آخری ہرقلیوں کے ناموں اور ترتیب جانشینی کی بابت بہت کچھ اختلاف ہے - گی گیس کی انگشتری کے متعلق Plut.Rep ۲، ۳۵۹، ۱۰ میں جو قصہ بیان کیا گیا ہے وہ بالکل فرضی معلوم ہوتا ہے۔ شوبرٹ: "تاریخ ملوک لیدیہ" R. Schubert: Geschichte der Koenige von Lydier 1884 رادے: "لیدیہ" Radet: La Lydie پیرس سنہ ۱۸۹۳ء

زانتھوس اور ہیرو ڈوٹس کے بیان کے مطابق تسلسل سنین حسب ذیل ہے:

گی گیس کی تخت نشینی سنہ ۶۹۹ ق م؛

الیاتیس سوم (اردیس) سنہ ۶۶۱ ق م؛

سادیاتیس دوم سنہ ۶۲۵ ق م؛

الیاتیس چہارم سنہ ۶۲۱ ق م؛

کروسیس سنہ ۵۶۱ ق م تا غایت سنہ ۵۶۰ ق م؛

یونانیوں نے اُس کی خفیف مدافعت پر اکتفا کیا اور اُس پر اتنی قوت صرف نہ کی کہ اُسے شکست ہو جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں باہمی کوئی سیاسی ربط نہ تھا؛ تمام ایشیائے کوچک کے یونانی تو کجا، ایک قبیلے کے افراد بھی باہم متحد و متفق نہ تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گی گیس نے سب سے پہلے مگنیشیا پر حملہ کیا، جو سارڈس کی طرح دریائے ہرموس کی وادی میں کوہ سیپی لوس کے شمالی ڈھال پر آباد تھا، اور وہ بہ نسبت پایۂ تخت لیدیہ کے سمندر سے قریب تر واقع تھا؛ مگر چونکہ ساحل سے ذرا دور تھا اس لیے اسے اندرونی شہر تصور کیا جاتا تھا۔[۵۲] ساحل سے بُعد کی وجہ سے یہ ممکن تھا کہ بیرونی ممالک سے

---

[۵۲] مگنیشیا کے خلاف جو مہم سر کی گئی اُس کے لیے مقابلہ کرو نکولاؤس دمشقی جزء ۶۲ (میولر)۔ نکولاؤس یہ نہیں کہتا کہ یہ مگنیشیا اس نام کا شمالی شہر تھا۔ زمانۂ حال کے مورخوں کے نزدیک تسخیر مگنیشیا محض قصہ کہانی سے زیادہ نہیں ہے۔ گی گیس کے عہد کے واقعات، مرمنادی خاندان کے عروج، اس کے اسباب اور تسلسل واقعات کے لیے دیکھو گیلٹزر: "عہد گی گیس" Geltzer: Das Zeitalter des Gyges; Rh.mus 30 & 35 ص ۱۵۱/۱۸۶ اور رادے: "لیدیہ" Radet: La Lydie رادے کے نزدیک گی گیس نے سکّے ایجاد کیے۔ وہ کہتا ہے کہ گی گیس کی خواہش تھی کہ یورپی یونانیوں کے ساتھ محالفہ کرے اور ایشیائی یونانیوں پر محمیہ قائم کرے۔ کیمیریائیوں نے جب آخری فتوحات کئے ہیں تو ان کا قائد لیگداِمس تھا، جس کے نام سے اس کا لیدوی الاصل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ رادے صفحہ ۱۸۰۔ اشوربنی پال کے لیے اسمتھ: "تاریخ اشوربنی پال" Smith: History of Assurbanipal صفحہ ۶۴ وغیرہ اور رالنسن: "مغربی ایشیا کے پیکانی نوشتے" Rawlinson: Cuneiform Inscriptions of Western Asia ۳، ۹۵ وغیرہ، عام حالات کے لیے مطالعہ کرو مے یر: "تاریخ قدیمات" Meyer: G. d. A. ۲ ۵۴ وغیرہ۔ مے یر دیگر مصنفوں کے ساتھ اسے قرین قیاس سمجھتا ہے کہ کیمیریائی ایشیائے کوچک کے مشرق کی طرف ہو کر نہیں بلکہ تھریس کے راستے سے آئے ہوں، اور

اُس کے رسل و رسائل منقطع کر دیئے جائیں، چنانچہ غالباً گی گیس نے اُسے اپنا مطیع کرنے کا یہی طریقہ اختیار کیا۔ جب اُس نے شہر سمرنا پر حملہ کیا تو اول تو یہاں کے باشندے میدانِ جنگ میں ناکام ہوئے اور لیدیوی لشکر نے اُنھیں شہر کی طرف بھگا دیا؛ لیکن بالآخر کامیابی کا سہرا اُنھیں کے سر رہا۔ اسی طرح جب اُس نے ملطیہ پر فوجکشی کی تو یہ بھی بیکار ثابت ہوئی۔ یہاں سے وہ کولوفون آیا، اور بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے شہر کو فتح کر لیا، جس سے یہ نتیجہ نکالنا بیجا نہ ہوگا کہ وہ قلعے کو مغلوب نہ کر سکا۔ انجام کار حملہ آور اور محصورین میں ایک مصالحہ ہو گیا، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو گی گیس نے اپنے دعوے کم کر دیئے اور دوسری جانب اُسکے معاوضے کے طور پر شہر والوں کو چند رعایتیں حاصل ہوگئیں۔ بہرحال اس میں شبہہ نہیں کہ گی گیس کے عہد میں لیدیہ نے عظیم الشان ترقی کی، لیکن اُس کی زندگی کا انجام اچھا نہ ہوا۔ بحیرۂ اسود کے شمالی ساحل پر ایک قوم کیمیریائی آباد تھی، جسے اسکیتیوں نے اپنا وطن مالوف چھوڑنے پر مجبور کیا تھا، اور اب وہ جوق جوق اُن ممالک میں داخل ہونا شروع ہو گئے جو اس بحیرے کے جنوب میں واقع تھے۔ اس قوم کے جو منتشر حالات ہم تک پہنچے ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی ق م کے وسط میں اُنھوں نے مغربی ایشیاے کوچک پر جو حملہ کیا تھا وہ اپنی نوع کا پہلا حملہ نہ تھا، بلکہ اس سے قبل بھی یعنی آٹھویں صدی ق م میں ہی وہ اپنے آبائی وطن کو ترک کر کے ان ممالک میں نمودار ہو چکے تھے۔ اشوربنی پال کے نوشتوں سے (جو غالباً ۶۶۹ ق م میں تختِ اشوریہ پر بیٹھا) یہ معلوم ہوتا ہے کہ گی گیس ان کیمیریائیوں سے کسی لڑائی میں مارا گیا۔ وہ کہتا ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ یہاں سے اُنھوں نے اپنے ساتھ تریریس کو لیا۔ ہیروڈوٹس ۱، ۱۵ میں بیان کرتا ہے کہ آردیس کے زمانے میں کیمیریائیوں نے سارڈس کو فتح کر لیا تھا نیز مقابلہ کرو ہیروڈوٹس ۴، ۱۲ اور شٹائن کے حواشی ۔

باب ۱۲

گی گیس نے جو ملک لیدیہ کا حکمراں تھا اپنے سفرا شاہ اشوریہ کے پاس اظہار وفاشعاری و عقیدتمندی کے لیے روانہ کئے۔ اس واقعے کے بعد ہی فرماں روائے لیدیہ کو کیمیریائیوں سے جنگ آزما ہونا پڑا جس میں اُسے فتح ہوئی اور اُس نے اُس کے دو سرداروں کو پابجولاں نینواہ بھیج دیا۔ لیکن اشوربنی پال کے قول کے مطابق گی گیس نے اپنے عہد وپیماں کو توڑ دیا، اور اس کی بجائے اُس نے پسا ٹلکی (پسامطیق) والیٔ مصر کو، جس نے اشوریہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا، مدد بھیجی۔ اس پر اشوربنی پال نے اپنے معبودوں یعنی اشور اور اِستار سے دعا مانگی کہ وہ اپنے اثر سے گی گیس کی لاش اُس کے دشمنوں کے سامنے پھنکوا دیں۔ گی گیس نے بعینہ اسی طرح سے اپنی جان دی یعنی کیمیریائیوں سے لڑتے لڑتے مارا گیا، اور اُس کے جانشینوں نے بالآخر شاہ اشوریہ کی فرماں روائی تسلیم کرلی۔ کیمیریائیوں نے گی گیس کا خاتمہ کرنے کے بعد ایفسوس میں ارتمیس کا بت خانہ جلا کر خاکستر کردیا؛ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ وہ اسکے جانشین آردیس کے عہد میں لیدیہ واپس آئے، اور علاوہ قلعے کے شہر سارڈس پر قبضہ کرکے ایونی بلدیات کو تاخت و تاراج کیا۔ رفتہ رفتہ اُن کی قوت واقتدار میں زوال آنا شروع ہوا، اور آردیس کے عہد حکومت کے اختتام پر لیدیہ کو اُن کی طرف سے زیادہ خطرہ باقی نہیں رہا۔ یہی کیفیت اُس کے جانشین سادیاتیس کے عہد کی تھی؛ اس کے بعد آلیاتیس نے جس نے سنہ ۶۱۰ ق م سے سنہ ۵۶۱ ق م تک حکومت کی، انھیں شکست دیکر ان کا خاتمہ کردیا۔

لیدیہ کے ان بادشاہوں کے یونانی بلدیات سے جو تعلقات تھے اُن سے ہمیں بہت ہی کم واقفیت ہے۔ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ آردیس نے ملطہ پر حملہ کیا، لیکن اسمیں اُسے کامیابی نہیں ہوئی۔ بہرحال آردیس نے پری اینے پر قبضہ کرلیا اور سادیاتیس نے سمرنا پر ایک مہم کو روانہ کیا[۱] اور ملطہ پر

---

[۱] سادیاتیس کی سرفروشیوں کیلیے ہیروڈوٹس ا، ۱۶، ۱۸؛ نکولاوس ساکن دمشق، جزو ۶۳ دیکھو۔

قبضہ کرنے کی کوشش کی جس کا خود سر حکمراں تھراسی بولوس تھا۔ وہ اور اُس کے جانشین دونوں نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ ہر سال ملطہ کی طرف جاتے اور شہر کے چاروں طرف کی اراضی کو تباہ و برباد کرکے چلے آتے۔ ملطی اس سے نہایت پریشان ہوئے لیکن علاوہ خیوسیلوں کے کسی اور بلد یے کے باشندوں نے ان کا ساتھ دینا پسند نہ کیا۔ بالآخر ایک خاص واقعے نے صورت حال کو نازک تر کر دیا۔ ہوا یہ کہ الیاتیس نے بلا سوچے سمجھے ملطہ کے قریب اسے سوس کا بت خانہ جلا دیا، جس کے کفارے کے طور پر اُسے ازسر نو تعمیر کرنا لازم ہوا جو بغیر التوائے جنگ کے ناممکن تھا۔ پری اندر نے تھراسی بولوس کو یہ اطلاع دی کہ الیاتیس ضرور التوائے جنگ کی درخواست کرے گا، لہذا جب لیدیہ کے سفرا تھراسی بولوس کے پائے تخت پہنچے تو اُس نے حکم دیا کہ ملطی نہایت فراخ اور بلند حوصلگی سے دعوتوں اور خوشی و مسرت کے جلسوں میں شریک ہوں تاکہ سفیروں پر یہ اثر پڑے کہ تھراسی بولوس یا اُس کے ہم وطنوں کو جنگ کی وجہ سے مطلق تردد نہیں ہے۔ جب سفیروں نے صورت حال کی خبر الیاتیس کو دی تو اُس نے فوراً صلح کرکے ملطہ کے ساتھ محالفہ کر لیا۔ سمرنا اور سار دیس کے قرب کی وجہ سے ان میں جو باہمی رقابت تھی وہ اُن کے لیئے قطعاً ناقابل برداشت تھی لہذا الیاتیس نے اس شہر پر قبضہ کر لیا[۶۳]۔ اسٹرابو کہتا ہے کہ اس تسخیر کے بعد سمرنا کے باشندے صدیوں تک اس غیر مستحکم شہر میں رہا کیئے، سمرنا کے بعد

---

[۶۳] الیاتیس کیلیئے ہیروڈوٹس ۱، $\frac{16}{25}$ (اسکے مقبرے کیلیئے ۱، ۹۳)؛ نکولاؤس سائن دمشق، جز و ۶۴ (میولر)؛ اسٹرابو ۱۴، ۶۴۶۔ سمرنا کے حالات کیلیئے مقابلہ کرو ڈنکر ۲، ۴۴؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ "وو کومیدون" کے معنی لازماً "متعدد مقامات عامہ" کے نہیں ہیں؛ ممکن ہے کہ یہ ایک مقام ایک ہی ہو۔ سمرنا کی تجارت فوکیہ نے چھین لی، جب فوکیہ کو ایرانیوں نے تباہ کر دیا تو ایفیسوس کی تجارتی اہمیت بہت بڑھ گئی دیکھو رمزے: ایشیائے کوچک Ramsay: Asia Minor ۶۲ ہیڈ نے اپنی "فہرست عجائب خانہ برطانیہ" (ایونیہ) Head: Cat. Brit. Mus. Ionia لندن ۱۸۹۲ء صفحہ xv وغیرہ میں لیدیہ اور ایونیہ کے سکوں کا تذکرہ کیا ہے۔

باب ۱۲

اُس نے کلازومے نائے پر حملہ کیا، لیکن یہاں اُسے شکست فاش اُٹھانی پڑی۔ لیدیہ والوں کے قبضے میں اب سمرنا اور کولوفون ایسے نفیس بندرگاہ تھے، اور چونکہ انھوں نے ملطیوں سے محالفہ کرلیا تھا اس لیئے ملطہ کا بندرگاہ بھی اُن کے حیطۂ اقتدار میں آگیا تھا۔ رہا ایفی سوس، سو اُس کے اور لیدیہ کے باہمی تعلقات دیرینہ تھے، چنانچہ اس کے حکمران خاندان شاہی اور لیدیہ کے مرمنادی خاندان میں باہمی عزیزداری ہونے کی وجہ سے لیدیوں کو اُس کی طرف سے مطلق اندیشہ نہ تھا۔ شمال کی طرف لیدیہ والوں کے قبضے میں ادرامیتیم اور داسکی لیوم تھے۔ الیاتیس نے اپنے پائے تخت کی مشرقی سرحد کو مفصلۂ ذیل طریقے سے محفوظ کرلیا، اس سمت میں اشوریوں کی سلطنت کی جگہ میدیوں اور بابلیوں کی سلطنتیں قائم ہوگئی تھیں۔ ان میں سے میدیوں نے اسکیتھی حملہ آوروں کو اپنے ملک واپس جانے پر مجبور کیا تھا، اور اب وہ اپنے ملک کی سرحد کو شمال و مغرب کی طرف بڑھانے کے آرزومند تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ الیاتیس اور میدیوں میں باہمی جنگ ہوئی جو سالہائے دراز تک برابر جاری رہی۔ اس جنگ کے اثنا میں ایکروز سورج گرہن پڑگیا (جس کے باب میں کہا جاتا تھا کہ اسکی طالیس نے پیش گوئی کی تھی)، اور چونکہ فریقین روشنی کے معبود کی پوجا کرتے تھے لہذا وہ دونوں انجام کے غور و فکر میں پڑ گئے آخر کار بابل کے بادشاہ اور کیلیکیہ کے سینے نیسس* نے بیچ میں پڑکر لیدیہ اور میدیہ کے مابین صلح کرادی، جس کے مطابق دریائے ہالیس دونوں ملکوں کی درمیانی سرحد قرار پایا اور الیاتیس کی بیٹی کا عقد سیاکزار (سیاوش) کے بیٹے اشتیاغ (افراسیاب) کے ساتھ ہوگیا۔[۵] الیاتیس نے کاریہ والوں کو بھی

---

* کیلیکیہ کے فرماں رواکو سینے نیسس کہتے تھے (مترجم اردو)۔

۵ بعض کے نزدیک لیدیوں اور میدیوں کے درمیان لڑائیاں ۶۱۰ ق م میں ہوئیں

مغلوب کرلیا اور اس طرح وہ دریائے ہالیس کے مغرب اور جبل طاروس کے شمال میں جملہ ممالک کا فرماں روا ہوگیا۔ اپنی زندگی میں اُس نے بے شمار دولت پس انداز کی جس کی نمائش اُس کے مرنے کے بعد کریسوس نے کی۔ الیاتیس کا مقبرہ عرصۂ دراز تک چار دانگ عالم میں مشہور رہا، اور خود ہیروڈوٹس اُس کے بیان میں لکھتا ہے کہ مصری اور بابلی مقبروں کے بعد اسی کا نمبر آتا ہے۔ اس کے نشیبی حصے کا محیط چھ ستادیا اور وہ پلتھرا (یعنی تقریباً ۱۲۸۰ گز) تھا، جس میں بڑے بڑے پتھر لگائے گئے تھے؛ اور اس کا بالائی حصہ مٹی کا تھا جس کے بنانے میں تاجروں، دوکانداروں، صناعوں، مزدوروں اور بازاری عورتوں نے مدد دی تھی۔ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ اُس نے خود اپنی آنکھ سے پانچ پل پائے دیکھے جن کے بالائی حصوں میں ہر قسم کے معماروں کے کام کی مقدار اور نوعیت کندہ تھی، اور اُس کے مطالعے سے اُسے یہ معلوم ہوا کہ جملہ معماروں میں بازاری عورتیں سبقت لے گئی تھیں۔ اگر یہ واقعہ صحت پر مبنی ہے تو لیدوی قوم اپنے اخلاق کی طرف سے یقیناً مطمئن ہوگی۔ آج بھی لیدوی بادشاہوں اور امرا کی قبروں کے تودے دریائے ہرموس کی دوسری جانب سارڈس کے شمال میں نظر آتے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سب سے بڑا، جس کا محیط اس وقت ۱۱۶۰ گز سے زیادہ ہے، الیاتیس کا ہی مقبرہ ہوگا۔

الیاتیس نے ۵۶۰ق م میں وفات پائی[۵۶] منجملہ دیگر اولاد کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (دیکھو ڈنکر ۲، ۳۳۹)؛ لیکن بعض مورخ ۵۸۵ق م کا تعین کرتے ہیں اور یہی قیاس حقیقت پر مبنی معلوم ہوتا ہے؛ دیکھو میر Meyer ۴۸۶ جہاں تاریخ ۲۸ مئی بتائی گئی ہے۔

[۵۶] کریسوس کے عہد حکومت کو میر (: تاریخ قدیمہ Meyer: G. d. A. صفحہ ۵۸۳) ۵۶۰ق م سے ۵۴۶ق م تک ہونا بتاتا ہے۔ واقعات ہیروڈوٹس

باب ۱۳

اس کے دو بیٹے کریسوس اور پنتالیون تھے جن میں سے دوسرے کی ماں یونانی تھی، اور گو دربار میں ایک فریق ایسا بھی تھا جو پنتالیون کو تخت پر بٹھانا چاہتا تھا، لیکن بالآخر کریسوس ہی تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اُس کی عمر پینتیس سال کی تھی، اس کی سلطنت مرفہ الحال تھی، صیغۂ مالیات نہایت عمدہ حالت میں تھا، اور اُس کی فوج کی تحقیر و تذلیل کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ اُس نے تہیّہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے آبا و اجداد کے منصوبوں کو پیش نظر رکھیگا یعنی ساحلی یونانی بلدیات کو اپنا مطیع کر لیگا۔ اگر یہ شہر متحد و متفق ہو کر جوش و خروش اور پوری قوت سے غنیم کے حملے کی مدافعت کرتے تو ممکن ہے کہ اُن کی آزادی قائم رہتی اور شاہ لیدیہ کو ناکامی کا منھہ دیکھنا پڑتا، لیکن اندیسے بعض کو تو کچھ پس و پیش تھا اور بعض کو آزادی کی مطلق پروا نہ تھی۔ ملطہ کے باشندے اپنے اُس حلافے پر قائم رہے جو اُنھوں نے لیدیہ کیساتھ کیا تھا، اور کریسوس نے ملطی اپولو کو دلیفی کے برابر نذرانہ بھیج کر یہ دکھا دیا کہ اُس کے دل میں دونوں کی مساوی وقعت ہے۔ دیگر بلدیات میں سب سے افضل افسوس تھا، جس کے حکمران کا کریسوس سے کچھ جھگڑا ہو گیا جب اُس نے ہتھیار رکھنے سے انکار کیا تو کریسوس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ منجنیقوں کے ذریعے سے شہر پر حملہ کریں۔ ان سپاہیوں نے شہر پناہ کا ایک برج گرا دیا، اور جب شہر والوں کو خیال ہوا کہ مبادا اُنھیں مغلوب ہونا پڑے تو ایسے نازک وقت وہ یہ چال چلے کہ شہر پناہ اور ارتمیس کے بت کدے کو (جن کے مابین سات ستادیا یعنی تقریباً پون میل کا فصل تھا) ایک رسی سے منسلک کر کے شہر کو بھی بت خانے کی طرح مامون و مصئون کر دیں۔ اس تدبیر کا اصل مقصد یہ تھا کہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ا:۲۶ میں مذکور ہیں۔ کریسوس کے عہد حکومت کا بہترین حال راوے: ''لیدیہ'' Radet: La Lydie میں ملیگا۔

کریسوس سے رحم وکرم کی درخواست کی جائے، اور اس میں انھیں کامیابی ہوئی۔ اس نے اس مندر کے لیے پتھر کے ترشے ہوئے بیل یا تے جن کی اسے بہت کچھ ضرورت تھی تحفۃً بھیجے، اور ارتمیس دیبی پر سونا چڑھایا۔ ایلفی سوس کے بعد بہت سے یونانی شہر جن میں ایوتیائی اور ایولیائی بلدیات شامل تھے مسخر ہوئے، اور کریسوس نے اپنی خواہش کے مطابق ان پر خراج قائم کیا۔ جب اس نے ساحلی بلدیات فتح کرلیے تو اس کی نظر یونانی جزائر پر پڑی، لیکن ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ اس زمانہ کے مفکر بیاس سے مشورہ کرنے کے بعد وہ اپنے ارادے سے باز آیا۔ جب کریسوس نے بیاس سے دریافت کیا کہ یونانی کیا کیا کارروائیاں کررہے ہیں تو بیاس نے اسے فوراً یہ جواب دیا کہ جزیروں کے باشندے سواروں کو جمع کرکے شہر سارڈس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ کریسوس نے یہ سنکر فوراً کہا کہ اس سے زیادہ کوئی امر اس کے لیے باعث مسرت نہیں، اسلیے کہ ایسی حالت میں وہ اپنے دشمنوں کو بہ آسانی مغلوب کرلیگا۔ اس پر بیاس بولا کہ اگر اس نے جزائر پر جہازوں کے ذریعے سے حملہ کیا تو انھیں بھی بعینہ اتنی ہی مسرت حاصل ہوگی۔ یہ سن کر شاہ لیدیہ اپنے ارادے سے باز آگیا۔

کریسوس کی خواہش تھی کہ یونانیوں کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم کرے، اور اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے نہ صرف ساحلی یونانی بلدیات کو ان کے اندرونی معاملات میں بالکلیہ آزاد چھوڑ دیا اور انسے کسی قسم کی فوجی کمک کا مطالبہ نہیں کیا، بلکہ وہ ہمیشہ یونانی حرموں اور ممتاز اشخاص کا اعزاز و احترام کرنے کے خیال میں لگا رہتا تھا۔ اسنے ایولو کے ملطیہ، تھیبز اور دیلفی والے بت خانوں اور امفیار اوس کی تعبیر گاہ کو تحفہ تحائف سے مالامال کردیا۔ جب اسپارٹیوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ کوہ تھورناکس پر ایولو کا ایک طلائی مجسمہ نصب کرنا چاہتے ہیں تو کریسوس نے انھیں جس قدر سونا مطلوب تھا بالکل مفت

باب ۱۲

نذر کر دیا۔ اسی طرح افیسوس کے ایک یونانی کو جس نے اسکی تخت نشینی سے پہلے اُس سے کچھ رقم قرض لی تھی، اُس نے ایک گاڑی بھر سونا دیدیا۔ ایتھنز میں ایک شخص الکمیون نامی تھا جس نے کریسوس کے سفیروں کی دیلفی جاتے وقت دعوت کی تھی؛ لہذا اب کریسوس نے اُسکو اجازت دے دی کہ وہ خزانے سے جس قدر سونا چاہے لے جائے۔ گو اُس کا دعویٰ تھا کہ وہ نسطور کی اولادیں سے ہے، لیکن اُس نے اسکیتھیوں کے طرز کے مطابق ڈھیلے ڈھالے کپڑے اور چوڑا چکلا جوتا پہننے میں مطلق کسر شان نہیں سمجھی۔ اُن میں اُس نے جتنا ہو سکا بھرا، طلائی خاک اپنے بالوں میں چھڑکی، اور منھ میں جس قدر سونا بھر سکا بھر لیا۔ کریسوس اس شعبدے کو دیکھ کر نہایت محظوظ ہوا اور اس مسخرے کو اتنا ہی اور عطا کر دیا[۵۷]۔ کریسوس پر سولن کے برابر کسی کا اثر نہیں پڑا جب

---

[۵۷] کریسوس اور الکمیون کا قصہ ہیروڈوٹس ۶، ۱۲۵ میں مذکور ہے اور کریسوس اور سولن کی ملاقات کے قصے کی طرح یہ بھی تاریخی حیثیت سے ناقابل اعتبار ہے۔ ہیروڈوٹس ا، $\frac{۳۰}{۳۳}$؛ مقابلہ کرو مے یر، "تاریخ قدیمہ" Meyer. G.d A. ۲ ۴۸۸۔ یہ کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کہ ضرورت کے وقت سولن، طالیس اور الکمیون کی باہمی ملاقات میں مضائقہ نہیں۔ درحقیقت اس قسم کے قصوں کی ایک مخصوص نوعی اہمیت ہے، اور اسی لیئے ان کا اعادہ نامناسب نہیں؛ یہی خیال رادے ("لدیہ" Radet: La Lydie صفحہ ۲۴۰) کا بھی ہے، گو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے میری کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ کریسوس سے گفت و شنود کے دوران میں طالیس فلسفۂ یونان اور سولن فہم و ادراک یونان کی قدر و قیمت بتاتا ہے، اور الکمیون یونانی خصائص کے ایک کمزور پہلو کا ذکر کرتا ہے، جو شومئی قسمت سے بار بار ہمارے سامنے آتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یونانی قوم کے افراد اپنی ذاتی منفعت پر کسی چیز کو مشکل سے فوقیت دیتے تھے۔ اس کے برعکس کریسوس مالدار بربری حکمرانوں کا گویا قائم مقام ہے، لہذا جو کچھ اُس کے بارے میں لکھا گیا ہے وہ نہایت مناسب ہے۔

باب ۳

(افسانوں کے مطابق) وہ اپنی سیاحتوں کے دوران میں سارڈس گیا تو کریسوس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اُس کی مدح سرائی کرے؛ لہذا اُس نے دریافت کیا کہ تو دنیا میں کس کو سب سے زیادہ خوش و خرم سمجھتا ہے۔ سولن نے سب سے پہلے تو ایک ایتھنزی ٹیلوس کا نام لیا جس نے اپنی زندگی نہایت عزت و وقار سے ختم کر کے اپنے ملک کیلئے اپنی جان دی تھی۔ اس کے بعد اُس نے دو بھائیوں یعنی کلیوبس اور بیتون کا ذکر کیا، جنھوں نے اپنے اوپر تکلیف اُٹھا کر اپنی ماں کو، جو ایک پجارن تھی، اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کا موقع دیا، اور بالآخر بلا جاں کنی کی تکلیف کے موت کا جام نوش کیا۔ جب کریسوس کو صبر نہ آیا اور اُس نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ آخر سولن اُسے کیوں دُنیا میں سب سے زیادہ خوش و خرم انسان تصور نہیں کرتا، تو اُس نے جواب دیا کہ حقیقی خوشی دولت سے حاصل نہیں ہوتی اور نہ دولت کے زوال سے انسان ضرورتاً رنجیدہ و مغموم رہتا ہے بلکہ درحقیقت موت سے پہلے کسی کو شادکام کہنا ہرگز مناسب نہیں۔ اس قصے سے یونانی خصائص کی سب سے ممتاز صفت کا اظہار ہوتا ہے، وہ یہ کہ یہ قوم غلو اور افراط و تفریط کو ہمیشہ ناپسند کرتی تھی؛ یہ صفت یونانیوں میں سب سے زیادہ، اور ایتھنزیوں میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ) زمانۂ مابعد میں اماسس نے بھی یہی روپ بدلا ہے ہم یہ حکم لگانے میں حق بجانب ہیں کہ اگر یہ قصے صحیح نہیں تو کم از کم اُن کے موجد نے نہایت عقل و فراست سے کام لیا ہے۔ ہیروڈوٹس کے بیان کی بلند پروازی منجملہ اور امور کے اس امر سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ یونانی خصائص کو زمانۂ حال کے مورخوں سے زیادہ سادگی سے بیان کرتا ہے، لیکن درانحالیکہ اکثر و بیشتر مادی مفاد پر بہت کچھ منحصر ہوتا تھا، آجکل کے مصنف ہر چیز کو خیالات کی عینک سے دیکھتے ہیں۔ یہ تخیل بھی نہایت دل خوش کن ہے کہ کریسوس کی باقی ماندہ زندگی دربار ایران میں بسر ہوئی جہاں اُس نے یونانی فہم و ادراک کی قائم مقامی کے فرائض انجام دیئے:-

باب ۲۳

سب سے زیادہ سولن میں پائی جاتی ہے[۵۵]۔

ایشیائے کوچک کے جو یونانی شہر لیدیہ کے فرماں بردار تھے انھیں اپنے بلدی معاملات میں مکمل سوراج حاصل تھا، اور انھیں اندرون ملک کی تجارت کے لیے بہت سی آسانیاں تھیں۔ لیکن یہ حالت زمانۂ دراز تک قائم نہیں رہی، اور لیدیویوں کو اپنا اقتدار اپنے سے قوی تر دشمن کے سپرد کر دینا پڑا۔ میدیہ کے حکمراں قبیلے کی طرح ایرانی بھی آریہ نسل کے افراد تھے، لیکن درانحالیکہ میدی ہمدان اور رائس کے نواح میں جاکر آباد ہو گئے تھے، ایرانیوں نے جنوب کی طرف اپنا قدم بڑھا کر اُس خلیج کے چہار طرف بود و باش اختیار کر لی جو آجتک "خلیج فارس" کے نام سے مشہور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پہنچ کر اس قوم کے دو حصے ہو گئے اور دونوں پر ہخامنشی خاندان کے فرماں روا حکمراں ہو گئے۔ مغربی شاخ خطۂ انشان کے ایک حصے میں رہنے لگی جہاں اُسنے ملوکیت انشان قائم کر لی جس کا بادشاہ کورش ولد کیکاؤس تھا۔ یہی وہ بادشاہ ہے جس نے استیاژ (افراسیاب) شاہ میدیہ کا خاتمہ کر دیا۔ ابتدا میں میدیہ کے

---

۵۵ زمانۂ حال کی بعض کتابوں میں کریسیس کے سونے چاندی کے سکوں کا حال بیان کیا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس بادشاہ نے ایک ایسی ایجاد کی جسکی وجہ سے الیکٹرون کا رواج جاتا رہا۔ اسوقت ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان بیانات کی اصل محض قیاس پر ہے، اور وہ کتنے ہی قابل وثوق کیوں معلوم نہ ہوتے ہوں، ان میں واقعات کی قوت نہیں ہے۔ سونے چاندی کے سکے جو کریسوس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، اسوقت بھی موجود ہیں، (سکہ جات متقدمین" Coins of the ancients I A ۱۲/۳ کریسوس کا ستاتر بنانا ثابت ہو گیا ہے۔ مقابلہ کرو Poll ۳، ۷، ۸، ۹، ۸۴، ۸۸ لیکن یہ سوال کہ آیا مذکورہ بالا سکے وہی ہیں جنھیں "کریسوسی ستاتر" کا نام دیا گیا ہے ابھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا، اور یہی کیفیت اس بیان کی ہے کہ کریسوس نے بجائے الیکٹرون کے ... کا معیار قائم کیا۔ آجکل اکثر مبصروں کے قیاسات کو آمنّا وصدّقنا کہا جاتا ہے، لیکن ہم کو دیکھنا چاہیے کہ مبصروں کے اقوال کس حد تک واقعات پر مبنی اور کس قدر محض قیاس پر ہیں۔

باب ۲۳

باشندوں کے عادات سیدھے سادے اور بدن خوبصورت اور ورزشی تھا، لیکن دیگر مشرقی اقوام کی طرح ان میں بھی قوت و اقتدار اور دولت کی وجہ سے نسائیت کا غلبہ ہوگیا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ خود ایرانیوں کا بھی بالآخر یہی حشر ہوا۔ مشرق میں ہمیشہ سے یہ قاعدہ چلا آتا ہے کہ اکھڑ اور جنگی قوم ہمیشہ تہذیب اور نسائیت پر غالب آتی ہے، اسی طرح ایرانی غالب اور میدوی مغلوب ہوگئے۔ علاوہ ازیں مشرقی ممالک میں ایک اور عنصر بھی ہے جو سلطنتوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیتا ہے، وہ یہ کہ جن سلطنتوں کا رقبہ نہایت وسیع ہوتا ہے اور جن پر اعیانی اصول پر حکومت کی جاتی ہے، انہیں بد اطواری کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عیش و عشرت اور شخصی فرماں روائی دونوں مل کر قوموں کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ ہم افسانوں میں پڑھتے ہیں کہ کورش اور استیاژ (افراسیاب) دونوں میں باہمی عزیزداری تھی، لیکن اس امر کی تصدیق بالفعل ناممکن ہے؛ اور ممکن ہے کہ مفتوح میدویوں نے یہ قصہ محض اپنی شکست کی ندامت مٹانے کے لیے اختراع کر لیا ہو! یہ امر حال ہی میں بابلی نوشتوں کے ذریعے سے پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ کورش انسان کا حکمراں تھا، جو ایلام کا ایک حصہ تھا[۵۹] ان نوشتوں سے ایک اور

---

۵۹ نوشتۂ نابونِد، پنچز Pinches کا مضمون "روداد انجمن آثاریات انجیلیہ" Proc Soc. Bibl Arch. ذیز شمارہ وینرز رو داد انجمن مذکورہ Transac. S. B. A ۷، ۱۳۹۔ کورش کے نام نہاد استوانی، کہ روش کے اعزاز میں بابلی پجاریوں کے نوشتے، راالنسن: "مغربی ایشیا کے پیکانی نوشتے" Rawlinson: Cuneif. Insc of West. Asia ۵، ۳۵، اور جریدۂ شاہی مجلس ایشیائی: Journ. R. Asiat-Soc ۱۸۹۰ء۔ مقابلہ کرو ایورز: "کورش کے عہد میں ایران کا عروج" Evers: Das Empor Kommen der pers. Macht unter Cyrus روداد انجمن شاہی برلن ۱۸۸۴ Progr Koenigst. Realg. Berl. 1884 یونان کے کورش کے افسانوں کو نئے سانچے میں ڈھالنے کے لیے دیکھو باؤئر: "افسانۂ کورش"

باب ۱۲

حیرت انگیز واقعے کا انکشاف ہوا ہے، وہ یہ کہ کورش ایرانیوں کے خالص مذہبی عقائد کی مطلق پروانہ کرتا تھا، اس لیئے کہ جب وہ بابل آیا تو اُس نے فوراً اعلان کر دیا کہ وہ اس شہر کے دیسی معبودوں کے پوجنے کیلئے آمادہ ہے[۱۵]۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Bauer: Kyrossage مجلس علمیہ وائنا Wiener Akad ۱۸۸۲ء۔ آجکل اس امر پر یقین کیا جاتا ہے کہ انشان اور سوسیانا ایک ہی مقام کے نام ہیں۔

۱۵ کیروش کے خصائص کی مے یر Meyer نے اپنی کتاب "تاریخ قدیمہ" G. d. A. ۳ ۵۰۲ میں بہت تعریف کی ہے، لیکن ہم اس رائے سے متفق نہیں ہیں کیروش کی عظمت میں کسی کو شبہہ کی گنجائش نہیں، اور ایرانی جو اس کی تعریف و توصیف کرتے تھے وہ بالکل حق پر تھے (ہیروڈوٹس ۳، ۱۶۰)۔ نپولین اول بھی ایک عظیم الشان فرماں روا تھا، اور جہاں تک اس کی قابلیت اور جودت ذہن کا تعلق ہے، ان دونوں حکمرانوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن علاوہ عظمت کے ایک اور خصوصیت میں بھی دونوں مشابہ ہیں۔ جس طرح کورش نے بابل پہنچ کر مرُدوک اور نابو کے پرستار ہونے کا اعلان کیا اور یہودیوں کو رہا کرنے اور ان پر اپنی مہربانیوں اور عنایات کی بوچھار کرنے سے اُس نے اُن پر غالباً یہ اثر پیدا کیا کہ وہ خدائے بنی اسرائیل کو اپنا معبود تصور کرتا ہے، اسی طرح نپولین اعظم نے مصر پہنچ کر مسلمانوں کا روپ بھرا؛ الغرض ان دونوں کی ترکیب اور حکمت عملی صاف عیاں ہو جاتی ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے مے یر کہتا ہے کہ کورش نہایت خلوص اور سچائی سے اہورامزدا کی عبادت کرتا تھا حالانکہ اپنے خیال کا مطلق کوئی ثبوت نہیں دے سکتا بلکہ قرائن اس کے خلاف ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ اہورامزدا کا ویسا ہی پرستار ہو جیسا نپولین اعظم ایک پرہیزگار کیتھولک تھا، لیکن اس مفروضے کے بعد اس کا اتقا بالکل لایعنی سا ہو جاتا ہے۔ اگر ہمیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ جو طرز عمل اُس نے مذہبی معاملات میں اختیار کیا وہ محض تدبیر ملکی پر مبنی نہ تھا یا یہ کہ وہ محض اثر پیدا کرنے کا خواہاں تھا تو ہم ضرور اُس کے اتقا اور پرہیزگاری کا یقین کر لیں گے۔ ہیروڈوٹس (۳، ۸۹) کورش کو سلیم الطبع بتاتا ہے؛ یہ ظاہر ہے کہ محض حکمت عملی کی

دو سلطنتیں یعنی بابل اور لیدیہ ایسی تھیں جن پر نئی سلطنت ایران کے خلاف اپنا بچاؤ کرنا گویا فرض تھا، لہذا مجبور ہو کر انھوں نے باہمی معالفہ کر لیا۔ بابل میں مشہور آفاق اور قوی شوکت شاہ بخت نصر کے بعد چند نہایت غیر اہم اور کمزور بادشاہ تخت پر بیٹھے، جن میں سے آخری فرماں روا کا نام نابونا ہد تھا۔ چونکہ اس سے قبل ہی گی گیس نے مصر سے گفت و شنود شروع کر دی تھی اس لیئے یہ ممکن تھا کہ اس معاہدے میں مصر کو بھی شامل کر لیا جائے۔ اس ملک پر بجائے بسامطیق کی اولاد کے ایک شخص مسمیٰ اماسس نے حکومت کو غصب کر لیا تھا، اور یہ بادشاہ اپنے پیشرووں سے بھی زیادہ یونانی تہذیب و تمدن کا گرویدہ ہو گیا تھا بہر حال کریسوس مہم کو تنہا سر کرنا ہی اپنے حق میں بہتر سمجھا۔ ہیروڈوٹس افسانوں کا اتباع کرتے ہوئے کہتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے فالگاہوں کی جانچ سے اطمینان کر لیا کہ صرف دلفی والے ہی اس امر سے واقف ہیں کہ دور دراز مقامات پر کیا کیا واقعات پیش آرہے ہیں، لہذا اس نے مستقبل کی بابت اپنا کلی اعتماد اس فالگاہ کے ساتھ وابستہ کر کے اپنی فوجکشی کے باب میں فالیں نکلوائیں۔ اسے یہاں سے یہ جواب ملا کہ اگر اس نے دریائے ہالیس کو عبور کر لیا تو ایک عظیم الشان سلطنت مغلوب ہو جائے گی، اور ظاہر ہے کہ اس سلطنت سے اس نے سلطنت ایران ہی مراد لی۔ اسیطرح جب اسنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ بنا پر اس کا سلیم الطبع بن جانا ممکن تھا، اور ہم جانتے ہیں کہ موقع و محل کے اعتبار سے نپولین کی طبیعت میں سلامت روی پیدا ہو جاتی تھی۔ ان دونوں بادشاہوں کے مقاصد کی شباہت محض خارجی نہیں ہے، لیکن یہاں اس پر ہم صرف سرسری نظر ڈالنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ رادے (" لیدیہ " Radet: La Lydie صفحہ ۲۵۶) کہتا ہے کہ ابتدائی ایرانی حکمرانوں کو کبھی کبھی ارباب پرستی سے بھی شغف پیدا ہو جاتا تھا، اور مگنیشیا کے نوشتے کا حوالہ دیتے ہوئے دکھاتا ہے کہ داریوش اپنے آباؤ اجداد کیطرح اپولو کی پرستش سے بھی گریز نہ کرتا تھا (جریدۂ مراسلات یونانی Bull. Corr. Hell ۱۸۸۹ء ص ۵۳۸-۵۴۱)۔

باب ۱۳

ایک اور مرتبہ رجوع کیا تو اُسے یہ جواب ملا کہ جب تک میدوی کسی خچر کو اپنا بادشاہ نہ بنالیں گے اُس وقت تک اُسے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں، اور چونکہ یہ بالکل ناممکن معلوم ہوا اس لیئے کریسوس پوری طور پر مطمئن ہو گیا ساتھ ہی اُسے یہ صلاح بھی دی گئی کہ وہ سب سے طاقتور اور ذی اقتدار یونانی مملکت کو اپنے ساتھ شامل کرلے تو اُس کے حق میں بہتر ہوگا[۱] کریسوس نے

[۱] ڈنکر یہ کہتا ہے کہ "سلطنت عظیمہ" سے فال گاہ کی حقیقی مراد سلطنت کورش سے تھی۔ (۴ (۴)، ۱ ۳۲۲)، اس لیئے کہ جب اُس نے اسپارٹیوں سے مخالفہ کرنے کی صلاح دی تھی تو اُسے مغلوب دیکھنا کیونکر گوارا ہو سکتا تھا۔ لیکن ڈلفی کے پجاری خواہ کتنے ہی عمدہ جغرافیہ داں کیوں نہ ہوں، اُنھیں یہ ہرگز معلوم نہیں تھا کہ کورش کی سلطنت کسقدر عظیم الشان اور وسیع ہے؛ لہٰذا جب وہ اسپارٹیوں کو اس جنگ میں گویا کشاں کشاں لارہے تھے تو وہ در اصل اُن کے لیئے بہت سے خطرات پیدا کر رہے تھے۔ بدیں سبب اگر ہم یہ کہیں کہ اُنھوں نے جان بوجھ کر مبہم سا جواب دیا تھا تو یہ کوئی ناانصافی نہ ہوگی۔ ساتھ ہی یہ امر بھی بعید از قیاس نہیں ہے کہ وہ اسپارٹیوں کی دوستی پر لیدیہ کے سونے کو ترجیح دیتے تھے، اس لیئے کہ ہم واقف ہیں کہ جب ایران و یونان میں جنگ ہوئی تو اُنھوں نے بعینہٖ اسی قسم کا طرز عمل روا رکھا۔ جہاں تک کریسوس کے پہلے سوال کا تعلق ہے، کہ وہ ایک مخصوص دن کیا کر رہا تھا (ہیرو ڈوٹس ۱، ۴۷)، فال گاہ ڈلفی کے زمانۂ مابعد کے حامی مختلف دلائل استعمال کرتے ہیں۔ گیوٹلنگ کو "مقالہ جات" (Goettling Abh. ۶۶، ۶۷) اس کے جواب میں ایک عمیق معنی نظر آتے ہیں۔ ڈنکر (۴ (۴)، ۳۱۶) کا یہ خیال ہے کہ فال گو نے اس قسم کے سوالات کا جواب دینے سے قطعی انکار کر دیا ہوگا؛ لیکن اگر (ڈنکر کی رائے کے بموجب) خود پجاری نے ہی یہ سوال ایجاد کر لیا تھا، تو پھر اُس کے حسب حال نہ ہونے کی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ بہر حال سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہم کسی فال گو کے جواب میں قدیم زمانے کے متقی اور پرہیزگار اصحاب سے بھی زیادہ (جن کا قائم مقام ہیرو ڈوٹس تھا)، عمیق معنی ڈھونڈنے میں حق بجانب ہوں گے ہیرو ڈوٹس کا خیال ہے کہ فال گو کا بنی نوع انسان سے ہمیشہ عیاری اور چالاکی کی صفات میں

باب ۲۳

اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ ہو نہ ہو یہ اشارہ اسپارٹا کی طرف ہے (اور یہی امر واقع بھی تھا)، لہذا اُس نے اس یونانی مملکت کے ساتھ محالفہ کر لیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی فوج کو ساتھ لے کر، جس میں اکثر و بیشتر اجیر سپاہی تھے، دریائے ہالیس کو عبور کیا، اور پٹیری پر قبضہ کرتا ہوا کاپادوسیہ پر حملہ آور ہوا۔ جہاں اُس کی کورش سے مڈبھیڑ ہوئی۔ لیکن یہ لڑائی فیصلہ کن ثابت نہ ہوئی، اس لیئے کریسوس نے مناسب سمجھا کہ آئندہ سال تک جنگ کو ملتوی کر دیا جائے تاکہ سال بھر کے بعد وہ سپاہیوں کی زیادہ تعداد کو ساتھ لے کر ایرانیوں کا مقابلہ کرے۔ لہذا اُس نے سارڈس واپس آ کر اماسس شاہ مصر، نابونائد (لابی نیتوس) شاہ بابل اور لکدمونیوں سے مدد طلب کی، اور یہ خیال کر کے کہ کورش بھی موسم بہار تک تامل کرے گا، اُس نے اپنے اجیر سپاہیوں کو برخاست کر دیا۔ اب کورش نے نہایت تیزی سے سارڈس کی طرف قدم بڑھانے شروع کیئے، اور گو کریسوس کے پاس اس حملے کی مدافعت کے لیئے صرف مٹھی بھر سپاہی تھے، کورش نے یہ لڑائی محض ایک چال چل کر جیتی۔ اُسے یہ معلوم تھا کہ گھوڑوں کو اونٹ کی بو سے نفرت ہوتی ہے، لہذا اُس نے اپنی فوج کے مقدمۃ الجیش کے طور پر سانڈنی سوار متعین کیئے جنھیں دیکھتے ہی لیدوی سواروں کو اُن کے گھوڑے میدان سے بھگا لے گئے، اور گو اپنے گھوڑوں کی پیٹھ پر سے کود کر دست بدست لڑنے لگے، لیکن بالآخر انھیں شکست ہوئی اور کریسوس قلعے میں محصور ہو گیا جہاں اُس نے تھوڑی سی مدافعت کے بعد ہتھیار رکھ دیئے۔ شاہ لیدیہ کو ایرانی پابجولاں کشاں کشاں پائے تخت ایران لے گئے جہاں اُس کے زندہ جلا دیئے جانے کا حکم صادر ہوا۔ جب اُس کے لیئے چتا تیار کر لی گئی اور اُسے اس پر بٹھا دیا گیا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ گویا مقابلہ ہو رہا تھا، اور ہمارے لیئے یہ قول زمانۂ حال کے مطمح نظر سے کہیں زیادہ قابل لحاظ ہے۔

واضح ہو کہ کریسوس کو معلوم تھا کہ بلادِ یونان میں سب سے قوی مملکت اسپارٹا کی ہی ہے۔

تو اُسے وہ گفتگو یاد آئی جو اس کے اور سولن کے درمیان ہوئی تھی چنانچہ اُس نے سولن کا نام بہ آواز بلند پکارا۔ شاہ ایران کے استفسار پر اُسے تمام بکمال قصہ دُہرانا پڑا، جس پر کورش نے یہ خیال کر کے کہ انسانی عظمت و جبروت کی بنیاد محض ناپائدار ہے، فوراً اُس کی جاں بخشی کر دی۔ لیکن آگ کی لپیٹ اس قدر بلند ہو گئی تھی کہ اُس کا پیچھا چھڑانا قطعاً ناممکن تھا؛ اگر اپولو (نعوذ باللہ) اُس کی آہ و بکا سُن کر فوراً بارش نہ کرا دیتا تو یقیناً کریسوس جل کے خاکستر ہو جاتا۔ اس واقعے کے بعد شہنشاہ ایران کے دربار میں کریسوس کا بہت کچھ رسوخ ہو گیا۔ جب اُس نے دیلفی کے فال گو سے اس کی دھوکہ بازی کی شکایت کی تو دیوتا کی طرف سے یہ جواب ملا کہ وہی تھا کہ جو کریسوس کا زوال مسلسل تین سال تک ملتوی کرتا رہا اور آخر کار اس کی جان چتا پر بچا دی۔ فال گاہ کی طرف سے اُسے یہ پیغام ملا کہ کریسوس نے خچر کا صحیح مطلب نہیں سمجھا اس لیئے کہ خود کورش نیم میدی اور نیم ایرانی ہونے کی وجہ سے گویا خچر کے مماثل تھا؛ اسی طرح عبور ہالیس کے معنی بھی اُسکی سمجھ میں نہیں آسکے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ اُس نے فی الواقع ایک عظیم الشان سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ کریسوس کو یہ جواب سن کر ایک حد تک اطمینان ہو گیا، لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہوگا۔ [۵۱۲]

---

۵۱۲ زوال سلطنت لیدیہ کے لیئے بہترین مقام ہیروڈوٹس کا بیان (۱، ۸۴ وغیرہ) ہے، جس پر ہم ایفوروس (جزو ۱۰۰) اور دیودوروس (Exc. Vat. 26 virt.) کا اضافہ کر سکتے ہیں جن میں سے موخر الذکر یوری باتیس کی غداری کے قصے کا اعادہ کرتا ہے نیز نکولاؤس دمشقی نے چتا کا قصہ نہایت دردناک انداز سے بیان کیا ہے۔ کتے سیاس کا بیان ان بیانات سے بالکلیہ مختلف ہے۔ زینوفون ہیروڈوٹس کی نقل نہایت آزادانہ انداز سے کرتا ہے، درانحالیکہ جسٹن ۷، ۱۱ اور پولے اےنوس ۶، ۹ کے واقعات کا ماخذ ہیروڈوٹس اور زینوفون ہیں۔ جملہ بیانات کا مفصل اعادہ ڈنکر ۴ (۴)، ۲۹۸ وغیرہ میں کیا گیا ہے اور ان پر انتقاد کیا گیا ہے۔ کریسوس کا چتا پر جلایا جانا

سلطنت لیدیہ کی فتح کے بعد اب ساحلی یونانیوں کی باری تھی[۱۳] وہ کریسوس کی رعایا ضرور تھے، لیکن اُن پر فوجی خدمت لازم نہ تھی، اور جب کورش نے اُن سے کریسوس کے خلاف محاذ لینے میں شامل ہونے کو کہا تو اُنھوں نے صاف انکار کر دیا۔ وہ اس انکار میں بالکل حق کی جانب تھے اس لیے کہ لیدیہ کی ماتحتی میں وہ کم و بیش امن چین سے رہتے تھے، اور کورش سے حوصلہ مند فاتح سے، جو اتنے دور دراز مقام پر حلیف تلاش کر رہا تھا، وہ کسی بھی خواہی کی امید نہ کر سکتے تھے۔ اس پر کریسوس نے اُن سے مدد چاہی، اور ہماری رائے میں اگر وہ اُس کی مدد کرتے تو ممکن ہے کہ سارڈس کی تسخیر میں کچھ دیر لگ جاتی؛ مصر، بابل اور اسپارٹا سے کمک آجانے کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ جاتا اور اُنھیں اس سے فائدہ پہنچتا۔ لیکن ان بلدیات نے دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا اور وہ کوئی بات بروقت طے نہ کر سکے جس کی اُنھیں سزا مل گئی۔ جب کورش کو لیدیہ پر غلبہ حاصل ہو گیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اُنھیں اس موقع پر کچھ نہ کچھ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: ایرانی رسم و رواج کے خلاف تھا، لہذا معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے خود اپنی خواہش کے مطابق اپنی قوم کے قائم مقام کی حیثیت سے جل جانے کی خواہش ظاہر کی ہوگی۔ بہر حال راوے نہایت انصاف کے ساتھ کہتا ہے (دو لیدیہ: Radet: La Lydie صفحہ ۲۵۶) کہ مزدا کا خاص مذہب پورے طور پر سلطنت ایران میں داخل نہیں ہوا تھا۔

مقابلہ کرو جیسے یر: تاریخ عہد عتیق Meyer: G. d. Alt. ۲، ۵۰۳ و ۵۰۳ میں نے اس میں اور شٹائن (حواشی ہیروڈوٹس Stein: Notes to Herodotus) سے متفق ہو کر کریسوس کے زوال کی تاریخ ۵۴۶ ق م قرار دی ہے۔ زمانۂ حال میں تاریخی مسائل متعلق سنین پر بہت سے مورخوں نے، جن میں بیوڈنگر Buedinger اور اُنگر Unger بھی ہیں، مفصل بحث کی ہے۔

[۱۳] ایرانیوں کا ایشیائے کوچک کے یونانیوں کو فتح کرنا، ہیروڈوٹس ۱، ۱۴۱/۱۷۶۔ ارسطوبولس سائکن کیسے اور پریانئی دائے کے فال گو کے درمیان جو داؤ پیچ ہوئے وہ ہیروڈوٹس ۱، ۱۵۸/۱۵۹ میں مذکور ہیں، اور نہایت دلچسپ ہیں۔

ضرور کرنا چاہیئے، لہٰذا انھوں نے شاہ ایران کے سامنے سرِ اطاعت اس شرط پر خم کیا کہ انھیں وہی مراعات حاصل ہوں جو کریسوس کے عہدِ حکومت میں حاصل تھیں، یعنی وہ صرف خراج ادا کیا کریں۔ کورش کے لیئے یہ بالکل ناکافی تھا، چنانچہ اُس نے علاوہ ملطہ کے باقی ماندہ بلدیات کی شرائطِ مطلقاً مسترد کر دیا، اور صرف ملطہ کے ساتھ یہ رعایت کی گئی کہ جو عہد نامہ اس شہر کے اور کریسوس کے مابین تھا اُس کی بجنسہٖ تجدید کر دی جائے؛ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ مدت دراز سے ملطیوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ ان کی تجارتی ترقی کے لیئے یہ امر لابدی ہے کہ ایشیائی سیاسیات کے ساتھ ان کا کم سے کم تعلق رہے۔ چونکہ خود ایونیائی بلدیات نے بھی اپنے آئندہ طرزِ عمل کے بارے میں کوئی بات طے نہیں کی تھی۔ اس لیئے ایولیائی سفرا کا میکالے آکر یہ اعلان کرنا کہ وہ اپنے ایونیائی بھائیوں کا ساتھ دیں گے، بالکل بے سود تھا۔ آخر یہ طے پایا کہ جن شہروں کی فصیلیں لیدیہ والوں نے مسمار کر دی ہیں اُن کی مرمت ہونی چاہیئے اور جن بلدیات کی آبادی امتدادِ زمانہ سے شہر پناہ سے آگے بڑھ گئی ہے اُن کی فصیلوں کو مکمل کرنا چاہیئے، اور اسپارٹا کے سامنے دستِ استمداد پھیلانا چاہیئے۔ چنانچہ ایولیائیوں اور ایونیائیوں نے ایک مشترک سفارت پائتھرمس ساکنِ فوکیہ کی سرکردگی میں اسپارٹا روانہ کی، لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ ابتدا میں اسپارٹیوں نے کریسوس کو مدد دینے کا تہیہ کر لیا تھا، اور اُن کی کشتیاں خروج کو ایشیا لے جانے کے لیئے بالکل تیار تھیں لیکن کریسوس کی شکست کی خبر پہنچنے کے باعث انتظام وہیں کا وہیں رہ گیا۔ یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ ایسے نازک وقت میں اپنے یونانی بھائیوں کی مدد کر کے انھیں بچا لیتے لیکن وہ کسی قسم کے ایثار کے لیئے تیار نہ تھے۔ اسپارٹیوں نے صرف اس پر اکتفا کیا کہ انھوں نے ایک شخص مسمی لاکری نیس کو پچاس چپو والی ایک کشتی میں بٹھا کر فوکیہ کے راستے سے سارڈس بھیجا جہاں کورش موجود تھا،

اور اُس نے وہاں پر پہنچ کر اسپارٹا کے قائم مقام کی حیثیت سے کورش سے مطالبہ کیا کہ اگر سرزمین یونان کے کسی شہر کو اُس کے ہاتھ سے نقصان پہنچا تو اسپارٹا کے لیئے اُس کا یہ فعل قطعًا ناقابل برداشت ہوگا۔ کورش نے اس کی طرف التفات نہیں کیا، اور ادھر اسپارٹیوں نے بھی صرف زبانی جمع وخرچ پر اکتفا کیا۔ خود کورش بھی مغربی ایشیائے کوچک کے بلدیات کی فتح کی تکمیل نہ کر سکا اس لیئے کہ اُسے اندرون ملک کے واقعات کے سبب سے واپس چلا جانا پڑا۔ اپنے پیچھے اُس نے ایک ایرانی مسمی تابالوس کو لیدیہ کا صوبہ دار اور ایک لیدوی مسمی پاکتیاس کو اُس کا مددگار مقرر کر دیا۔ جوں ہی کورش کی پیٹھ مڑی، فورًا پاکتیاس نے بغاوت کر دی؛ غالبًا اس کے پاس بہت کچھ روپیہ تھا اس لیئے بہت سے یونانی بھی اُس کے شریک حال ہو گئے اور اُنھوں نے تابالوس کو سارڈس کے قلعے میں محصور کر لیا۔ اس پر شہنشاہ ایران نے مازاریس کو اپنے صوبہ دار کی مدد کے لیئے روانہ کیا جس نے پہنچتے ہی بغاوت کو فرو کر دیا۔ پاکتیاس کیمے بھاگ گیا جہاں کے باشندوں کو ملطی اپولو کی طرف سے ایرانیوں کو حوالے کرنے کا حکم ملا؛ لیکن کیمے والوں نے اُس کی تعمیل کرنیکی بجائے اُسے خیوس فرار ہونے دیا۔ اب مازاریس یونانی بلدیات کے خلاف پلٹ پڑا، اور پہلے تو پری اینے اور پھر دریائے میانڈر والے مگنیشیا کو تسخیر کر کے دونوں شہروں کے باشندوں کو غلام بنا لیا۔ ان کامیابیوں کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد مازاریس کا انتقال ہو گیا لہذا کورش نے اُس کی جگہ میدیہ ہی کے ایک باشندے مسمی ہارپاگوس کا تقرر کیا جسنے جائزہ لیتے ہی فوکیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ غالبًا فوکیہ ایونیائی بلدیات میں سب سے اہم اور بڑا شہر تھا، اور گو اُس کی تجارت اور تمدن کا پایہ ملطہ کے برابر بلند نہ تھا، لیکن اُس کے باشندوں میں ملطہ والوں سے زیادہ کارکنی کی قابلیت موجود تھی۔ اسکے اور ایبیری تارتے سوس کے درمیان (جس کا راستہ ساموسیوں نے کھول دیا تھا) جو تجارت کا

۲۱ب

سلسلہ تھا وہ سب خود اُس کے ہی باشندوں کے قبضے میں تھا۔ جب ایرانیوں نے فوکیہ والوں کو بہت دبایا تو اگان تھیونیوس شاہ تارتےسوس نے اُنھیں اپنے ملک میں آباد ہونے کی اجازت دے دی، اور جب اُنھوں نے شکریئے کے ساتھ انکار کر دیا تو جدید قلعے تعمیر کرنے کے لیئے اُن کے پاس روپیہ بھیج دیا۔ اب ہارپاگوس نے شہر کا محاصرہ کر لیا جس کی نو تعمیر فصیل تاب نہ لا سکی۔ جب وہ شہر پر قبضہ کرنے کے بالکل قریب ہو گیا اُسوقت یکایک اُس نے اعلان کیا کہ اگر محصور باشندے نشان اطاعت کے طور پر ایک برج مسمار کر دیں گے اور شہر کا ایک مکان خالی کر دیں گے تو وہ آئندہ حملے سے باز آئیگا؛ لیکن فوکیہ والوں نے اس شرط کو قبول نہ کیا، بلکہ اُسکی بجائے ایک دن کی مہلت کی درخواست کرتے ہوئے یہ استدعا کی کہ اس روز ہارپاگوس اپنی فوج شہر سے معتدبہ فاصلے پر رکھے؛ اور گو ہارپاگوس اس التوائے جنگ کی اصلی غایت سے واقف ہو گیا تھا لیکن اُس نے فوکیہ کی استدعا کو قبول کر لیا۔ جنگ ملتوی ہوتے ہی شہر کے باشندے جلد ہی جلد اپنا مال و متاع لے کر جہازوں پر بیٹھ جزیرہ خیوس کو چل دیئے، جہاں انکا خیال تھا کہ جزائر اوئے نوسائے خرید کر آباد ہو جائیں۔ لیکن خیوسیوں نے اس خوف سے کہ انھیں ایسے چالاک سوداگروں کی وجہ سے انھیں تجارتی نقصان نہ پہنچے جزیرہ مذکورہ بالا فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ اب فوکیہ والے یک بیک اپنے وطن مالوف کو واپس آ گئے اور ایرانی لشکر کا خاتمہ کر دیا۔ انھوں نے لوہے کا ایک ٹکڑا سمندر میں پھینک کر قسم کھائی کہ جب تک کہ وہ ٹکڑا سطح آب پر واپس نہ آئیگا اُسوقت تک وہ واپس نہ آئیں گے اور جہازوں پر بیٹھ بیٹھ کر جزیرہ کورسیکا کی راہ لی جہاں بیس سال پیشتر اُنھوں نے شہر الالیا کی بنیاد ڈالی تھی۔ ہارپاگوس نے فوکیہ کو جلا کر خاکستر کر دیا، اور تیوس پر فوج کشی کر کے اُس کو بھی مسخر کر لیا، جسکے باشندوں نے تھریسی ساحل پر جا کر شہر ابدیرا آباد کیا۔ اسی طرح دوسرے ایولیائی اور ایونیائی شہروں کو بھی مغلوب کر کے وہاں کے باشندوں کو لشکر ایران میں بھرتی ہونے پر مجبور کیا گیا۔ ہے دوریائی، چونکہ اب لیدیہ کا سونا ایرانیوں کے

قبضے میں آگیا تھا اس لیئے اُن کی تسخیر میں فال گاہ دلیفی نے مدد دی۔ کنیدوس کے باشندوں نے یہ کوشش کی کہ وہ اُس خاکنائے کے وار پار، جو اُن کے شہر کو اقلیم ایشیا سے ملاتی تھی، ایک خندق کھود کر اُسے ایک جزیرے کی شکل میں تبدیل کردیں، لیکن جب اس کام میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی اور اُنھوں نے فال گاہ دلیفی کی رائے طلب کی تو وہاں سے یہ جواب ملا کہ نہ تو خاکنائے کا مزید استحکام کرنا چاہیئے اور نہ کوئی خندق بنانا چاہیئے، اس لیئے کہ اگر زیوس چاہتا تو وہ اس مقام کو خود ایک جزیرہ بنا دیتا؛ یہ سُنکر کنیدوسیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ کاریہ کے شہر پیداسوس نے حملہ آور ولی کی نہایت سختی سے مدافعت کی، لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ لیکیہ والے اپنے جذبہ حریت کی وجہ سے مشہور تھے لہٰذا اُنھوں نے نہایت جرأت اور بہادری سے ایرانیوں کا مقابلہ کیا؛ جب وہ زانتھوس میں محصور ہوگئے تو پہلے تو اُنھوں نے اپنی بیویاں، بچے، مال واسباب سب جمع کرکے اُن میں آگ دیدی، پھر وہ دشمن پر جا پڑے اور ایک ایک کرکے سب اپنی جانیں قربان کردیں۔ خیوسی اور لسبوسی اپنی جزیریت کی وجہ سے ایرانی حملے سے محفوظ تھے، اور گو ایرانیوں کے پاس جہازوں کا بیڑہ نہ تھا، لیکن چونکہ وہ سرزمین ایشیا پر اپنے مملوکات کو محفوظ رکھنا چاہتے تھے اس لیئے اُنھوں نے بھی آخرکار ہتھیار ڈال دیئے ؛

کورش نے مفتوحہ بلدیات [illegible]

جن میں سے صوبہ شمال و مشرق میں افروجیہ شامل تھا جس کا مستقر داسکی لیون (بحیرۂ مارمورا کے قریب) تھا، اور دوسرے صوبہ جنوب و مشرق میں منجملہ دیگر مقامات کے لیدیہ بھی واقع تھا جس کا مستقر ساردس تھا۔ یونانی بلدیات کو اپنے اندرونی معاملات میں خودمختاری حاصل تھی؛ وہ حسب سابق شہنشاہ کی خدمت میں خراج ادا کرتے اور ضرورت کے وقت سپاہی مہیا کرتے تھے؛ نیز چونکہ ایرانیوں کے پاس یونانی معبدوں پر اعتماد کرنے کے اسباب موجود تھے، لہٰذا اُن کے مذہب [illegible] منظور کی گئی۔ اسی طرح

پہلے کے طریقے کے مطابق ایونیائیوں کو کوہ میکالے پر بلا روک ٹوک ملنے جلنے کی اجازت دی گئی، چنانچہ جب انھوں نے ایران پر قبضے کے بعد پہلی مرتبہ اس مقام پر ملاقات کی تو بیاس نے تحریک پیش کی کہ حسب اتباع فوکیہ اور تیوس انھیں فوراً ایسی جگہ چلا جانا چاہیئے جہاں فائدے کی صورت پیدا ہو، اور اُس نے کہا کہ ایسا مقام جزیرۂ سارڈینیا ہے جہاں پہنچ کے وہ متفقہ طور پر ایک شہر آباد کریں[۱] لیکن اول تو یہ تحریک مقبول عام نہ ہوئی، دوسرے اغلب امر ہے کہ اگر بالفرض لوگ جانے کے لیے تیار ہوتے جب بھی یہ ناممکن تھا کہ انسانوں کا اتنا بڑا مجموعہ عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ایک ہی کام کرلے اور اسکے علاوہ جزیرۂ سارڈینیا کی آب و ہوا آبادکاری کے لیے موزوں نہ تھی۔ الغرض یونانی ایشیائے کوچک ہی میں مقیم رہے، اور چونکہ اُن کی تہذیب و تمدن کے وہ یادگار تھے اس حیثیت سے وہ اپنے ملک کی خدمت کرتے رہے۔ اسمیں شبہہ نہیں کہ اس سرزمین میں حریت و آزادی کا مستقبل زیادہ تابان و درخشاں نہ رہا، اس لیے کہ کورش نے اپنی حکومت پہلے سے زیادہ مستحکم کرنے کی یہ تدبیر نکالی کہ یونانی بلدیات کے اختیارات ایک جدید طرز حکومت قائم کرکے پہلے سے محدود کردیئے جائیں۔ چونکہ وہ مختلف بلدیات کی مرفہ الحالی کو قائم رکھنا اپنے لیئے مفید سمجھتا تھا، اور اُس کا یہ بھی خیال تھا کہ غیر ملکی عمال کی سختیوں سے اُن کی ثروت و دولت میں کمی ہو جائیگی، اس وجہ سے اُس نے یہ طے کیا کہ ہر شہر میں اپنا ایک ایک قائم مقام رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ اُن کی جگہ اُس نے ملک کے دیسی باشندوں پر اعتبار کرکے انھیں میں سے خودسر حکمران مقرر کردیئے۔ چونکہ ان حکمرانوں کا دار و مدار سلطنت ایران ہی پر تھا اس لیئے اُنکا فائدہ اسی میں تھا کہ وہ شہنشاہ ایران کے احکام کی تعمیل کریں۔ واقعات نے

[۱] چھٹی صدی ق م کے انسانی یونانی سارڈینیا کی تعریف و توصیف میں ضرورت سے زائد رطب اللسان تھے؛ ہیروڈوٹس ۱، ۱۷۰؛ ۵، ۱۰۶؛ ۶، ۲۴۔ یہ دراصل اس مبالغہ آمیزی کی ایک بدیہی مثال ہے جس سے ہم آبادکاری کے جوش و خروش کے عہد میں دوچار ہوتے ہیں۔

کورش کی دور اندیشی کا ثبوت دیا، یعنی یونانی بلدیات اور اُن کے خود سر حکمراں اُس وقت تک ایران کے وفادار رہے جب تک پچاس سال بعد چند نئے حالات نے اُنھیں بغاوت پر آمادہ نہ کر دیا۔ کچھ عرصے تک ایرانی تمام تر ایشیائے کوچک کے مالک بن رہے۔ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ ایرانیوں نے لیڈیہ والوں کو مردانہ پیشوں میں شرکت کی ممانعت کر کے اُسکی بجائے اُن کے لیئے عیش و عشرت کے سامان بہم پہنچائے اور رفتہ رفتہ اسکا عادی کر دیا جس کی وجہ سے اُن کی قوت و اقتدار کا بالکلیہ خاتمہ ہو گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس طریقے کا موجد خود کرسیوس ہی تھا، جس نے اسکا اختراع اپنے ہم قوموں کو غلامی کے خطرے سے محفوظ کرنے کے لیئے کیا تھا۔ بہر حال خواہ کورش نے لیڈیہ والوں کو نامرد بنانے کے کیسے ہی وسائل اختیار نہ کیئے ہوں (اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے وہ زیادہ ترکیبیں نہیں چلا) اگر حُبِ عیش اور حُبِ زر دونوں خصائل لیڈیوں کی گویا گھٹی میں ہی نہ پڑے ہوتے تو اس کی کامیابی ناممکن تھی۔ ان کی اس کمزوری کا ثبوت سکوں کی ایجاد اور الیاتیس کے مقبرے کی تعمیر کے قصے سے بھی چل سکتا ہے ؀

باب بست و چہارم

ایشیائے کوچک میں یونانی فلسفہ، ادبیات و فنون لطیفہ کی ابتدا؛ اور سرزمین یونان کا فن تعمیر اور سنگتراشی کے میدان میں پہلا قدم

اس سے قبل کے ابواب میں ہم یہ دکھا چکے ہیں کہ ایشیائے کوچک کے بلدیات نے اندرون ملک کی سلطنتوں کے مقابلے کے لیے کس انداز سے مدافعت کی اور انھیں کہاں تک کامیابی ہوئی، اور اُن کے باب میں ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ گو انفرادی طور پر بعض بلدیات کا گویا خاتمہ ہوگیا، لیکن جو باقی رہ گئے تھے انھوں نے اپنے قومی خصائص کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایشیائے کوچک اور جزائر کے یونانی چھٹی صدی ق م تک اپنے مغربی بھائیوں کے دوش بدوش یونانی ذہنی ترقی کا مقدمۃ الجیش بنے رہے[1] اور انھوں نے ہی ایسے نیم تاریخی عہد میں جس میں جیتے جاگتے انسان رہتے تھے، اُس ستارہ کی طرف قدم بڑھایا جسے کسی زمانے میں ہومر کی سی تاریک شخصیت عبور کر چکی تھی۔ اسی حصہ ایشیا میں اُن مغنیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے جنھوں نے نہ صرف ہومری نظموں کے پڑھنے اور سنانے کا پیشہ اختیار کیا بلکہ انھیں مکمل

۱؎ اس باب کے مواد کیلیے ناظرین کرام کو ادبیات، فلسفہ و فنون لطیفہ یونان کے متعلق اُن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے جنکا حوالہ میں اس کتاب کی تمہید میں دے چکا ہوں۔

کرنے کا بھی تہیہ کر لیا تھا، اور یہ کام ایسے قصہ خوانوں نے جاری رکھا جن کی کوئی خاص تاریخی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن ہومر کی درخشاں مثال سے اس کے علاوہ دوسرے نتائج بھی برآمد ہوئے، مثلاً ایسے شاعروں نے جنھیں خداداد قابلیت تھی، افسانۂ جنگ ٹروائے کے دوسرے اجزا کو رزمیہ انداز میں بیان کیا۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جنگ ٹروائے کا موضوع ہی ایسا تھا جس کی طرف اکثر و بیشتر شعرا کی توجہ مبذول ہوئی اور ایسے شاعروں نے جن کے ناموں کے متعلق ہمیں حسب دلخواہ معلومات حاصل نہیں، الیاڈ سے پہلے اور بعد کے واقعات کو نظم کیا یعنی انھوں نے شہر ٹروائے کی بربادی اور سورماؤں کی واپسی کا حال بیان کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی رزمیہ نظمیں ہیں جن کے نام تھیبائس، اودے دی پودیا اور ایپی گونی ہیں:۔

علاوہ ازیں ہرقل کے قصے سے بھی بیانیہ نظموں کے لیے بہت کچھ مواد فراہم ہو گیا۔ ہرقل کی زندگی کا ایک مختصر سا کارنامہ یہ بھی تھا کہ اُسنے اوئے خالیا پر قبضہ کر لیا، اور یوریتوس کو قتل کر کے اُس کی بیٹی یولے کو بھگا لے گیا؛ نیز ظن غالب یہ ہے کہ اسی سلسلے میں اُس کی زندگی کے آخری حصے کے واقعات بھی بیان کئے گئے ہوں گے۔ پی سانڈر ساکن کامئی روس نے ساتویں صدی ق م میں ہرقل کے پورے حالات اپنے خاص انداز میں بیان کئے؛ یومیلوس نے کورنتھی افسانوں کا اعادہ کیا اور یہ وہی شاعر تھا جو تقریباً ۷۳۵ ق م میں شہر سرقوسہ کی آبادکاری میں شریک ہو رہا تھا۔ متقدمین کی رائے میں یہ سب نظمیں ہومری نظموں یعنی الیاڈ اور اوڈیسی سے کمتر درجے کی تھیں؛ اور گو بعینہٖ اُن کے الفاظ تو مفقود ہو چکے ہیں، لیکن مضامین یونانی سورماؤں کے افسانوں کی شکل میں ہم تک پہنچے ہیں:۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں ہے کہ یونان میں سب سے پہلے اشعار اُن پر مشتمل ہوں گے جو شاعروں نے اپنے معبودوں کے بھجنوں میں مرتب کئے لیکن ان میں سے اب کوئی نظم باقی نہیں رہی۔ بہر حال جب بیانیہ نظم کا دور دورہ شروع ہوا تو بھجن ایک خاص سانچے میں ڈھالے گئے، یعنی معبود اور دیوتاؤں نے

انسان کی شکل اختیار کر لی اور بھجنوں میں ان کے سرفروشیوں کے حالات کا تذکرہ کیا جانے لگا۔ جو بھجن ہومر کے ساتھ منسوب کیے جاتے ہیں ان میں سے متعدد اس وقت تک موجود ہیں، اور گمان غالب یہ ہے کہ وہ ایونیہ اور بحیرۂ ایجین کے ایونی جزائر میں نظم کئے گئے ہوں گے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ یونان میں رزمیہ شاعری کا زمانہ اور ملوکیت کا دور ایک ساتھ تھا، اور چونکہ رزمیہ نظموں میں سے اکثر اس وقت مرتب کی گئی تھیں جب ملک پر بادشاہ حکومت کرتے تھے، لہٰذا اُن میں فی الجملہ اسی عہد کے ادارات اور طرز زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، لیکن اعیانیت کے غلبے کے ساتھ ہی ایک اور طرز کی نظم، جسے "مزاری" کا لقب دیا جاتا ہے، تماشا گاہ ادبیات پر نمودار ہوتی ہے۔ برخلاف ملوکیت کے اعیانیت کی بنیاد اس تخیل پر ہے کہ صرف وہی شخص اعزاز کا مستحق نہیں ہے جو مملکت کے سب سے اعلےٰ فرائض انجام دیتا ہے، بلکہ قوم کے دیگر ذی اقتدار رہبروں کو بھی قائم رکھنا چاہیئے۔ جس طرح اعیانی دستور میں موضوعی عنصر نہایت نمایاں ہوتا ہے، بجنسہ اسی طرح یہ عنصر مزاری نظم کی گویا جان ہے، اور جس طرح اعیانیت نے ملوکیت کی جگہ دفعتًہ اور یک بیک نہیں لے لی، اسی طرح جب رزمیہ شاعری پر پژمردگی اور زوال کا عالم آتا ہے تو اُس کے اور مزاری نظم کے درمیان ایک کڑی نمودار ہوتی ہے جس سے صاف طور پر ایک ارتقا کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ کڑی مرثیہ نما نظم ہے جس میں قدیم رزمیہ شش رکنی مصرع پر ایک جدید شش رکنی مصرع کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ سب سے پہلا ممتاز مرثیہ نویس کالی نوس ساکن افیسوس تھا؛ جب بحیرۂ اسود کے شمالی ساحل والے کیمریائیوں نے ایونیہ کے ساحلی شہروں پر حملہ کیا تو اسی شاعر نے اپنے ہموطنوں میں دشمن کے خلاف بہادرانہ اور سرفروشانہ مدافعت کے لیے جوش پیدا کیا۔ دیگر مرثیہ کہنے والوں کا تذکرہ یا تو ہم اس سے پہلے ہی کر چکے ہیں، ورنہ آئندہ کریں گے؛ اس وقت ہم اپنی پوری توجہ کے پہلے اور سب سے بڑے مزاری شاعر

یعنی آرخی لوخوس کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں جسے متقدمین ہومر کا تقریباً ہم رتبہ تصور کرتے تھے؛ لیکن افسوس ہے کہ اُس کے کلام کے صرف چند مختصر اجزا اس وقت موجود ہیں جو زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ خود جزیرہ پاروس کا باشندہ اور ایک شخص مسمی تیلے سکلیس کا بیٹا تھا جو دیمیترتھس موفوردس کا پجاری تھا اور جس کی تحریک سے جزیرۂ تھاسوس میں نوآبادی کی ابتدا کی گئی تھی۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ آرخی لوخوس اس جزیرے میں بود و باش اختیار کرنے کی غرض سے روانہ نہیں ہوا، لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ جب کولوفونیوں نے خلیج تارنتوم پر شہر سیرس کی بنیاد ڈالی تو اس نوآبادی میں اس نے ضرور شرکت کی ہوگی۔ تارنتوم سے وہ تھاسوس گیا جہاں وہ آبادکاروں کے ساحلی دشمنوں کی خانہ جنگیوں میں شریک ہوا؛ لیکن اُس کی نظموں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس جزیرے میں رہنے سے خوش نہیں تھا، کیونکہ وہ اُس مقام کے مناقشوں کا ذکر کچھ ایسے پیرائے میں کرتا ہے گویا کہ وہ ایک عالی مرتبہ شخص ہے جو خود اُن میں شریک ہونا پسند نہیں کرتا۔ اسکے کلام میں لڑائیوں کا ذکر ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اپنے فرض منصبی کو بجالاتے وقت وہ کبھی کبھی شراب کا جام چڑھانے سے بھی باز نہیں رہتا۔ وہ اپنے رہبروں کی شکل و شباہت اور عام انداز پر نکتہ چینی کرتا ہے، اور جب اُس کی سپر جاتی رہتی ہے تو وہ اس خیال سے اپنے دل کو تسکین دیتا ہے کہ اب اُسے اس سے بہتر سپر مل جائے گی۔ پاروس کے واقعات کی مدد سے اس نے اپنی سب سے مشہور نظمیں مرتب کیں اور اُن میں اُس نے وزن اوتادی کا استعمال کیا۔ ان ہجویہ نظموں میں اُس نے لی کامبیس کو ہدف ملامت بنالیا ہے، جس نے پہلے تو شاعر کے ساتھ اپنی بیٹی نیوبولے کے بیاہنے کا وعدہ کرلیا، لیکن جب اُسے ایک اور شخص مل گیا جو آرخی لاخوس سے زیادہ مالدار تھا تو اُس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کردی؛ لیکن بالآخر شاعر کے پے در پے حملوں سے تنگ آکر باپ بیٹی دونوں زندگی سے عاجز ہوگئے اور خود اپنے گلوں میں پھانسی لگا کر جان دیدی۔ تقریباً ۶۶۰ق م میں

باب ۱۳

جنگ ناکسوس کے دوران میں ایک شخص مسمی کالوندامس نے آرخی لوخوس کو قتل کردیا، لیکن اُسے فتیہ کی طرف سے یہ حکم ملا کہ چونکہ مقتول شاعر سے دیوتا بے حد خوش تھے اس لیئے اُسے چاہیئے کہ ایسی تدبیریں اختیار کرے جس سے مقتول کی روح اُس سے راضی ہو جائے۔

گو آرخی لوخوس بھجن بھی لکھتا تھا، لیکن اس فن میں جس قوم نے کمال حاصل کیا وہ لسبوس کے ایولیائی تھے، یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان بھجنوں میں اور ہومر کے بھجنوں میں بہت کچھ فرق تھا، اس لیئے کہ اُن کا انداز رزم نہ تھا بلکہ اُن میں دیوتاؤں کی حمد و ثنا پر انحصار رہا۔ ان ایولیائیوں میں سب سے پہلا شخص جس نے بھجن لکھے ترپاندر تھا جس کا زمانہ ساتویں صدی ق م ہے۔ ایک مرتبہ جب اسپارٹیوں میں مناقشات برپا تھے تو دیلفی کے فال گو نے انھیں یہ حکم دیا کہ ترپاندر کا بربط بجائیں؛ یہ طریقہ کامیاب ہوا اور مقدس نغمے سے جملہ مناقشے ختم ہو گئے۔ اُس نے ایک نئی طرز کا سنگتی گیت بھی ایجاد کیا جس میں متعدد لسبرام یا " " ہوتے۔ واضح ہو کہ اسپارٹا میں اپولو کی تقریب میں ایک میلا جس کا نام "کارنیا" تھا اگست کے مہینے میں جمع ہوتا تھا جس میں مشاعرے ہوا کرتے اور جن کا کلام اچھا ہوتا تھا اُن شاعروں کو انعام بھی دیا جاتا تھا۔ ایسے میلوں میں سنگتی گیتوں کے لکھنے والوں کو اپنا جوہر دکھانے کے لیئے اچھا موقع ملتا تھا، اور جب اُن میں ترپاندر کی نظمیں پڑھی گئیں تو اُس کو بھی انعام ملا۔ اُس کی نظموں کا سامعین کے دل پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ ہر سال جب کبھی مشاعرہ ہوتا تو پہلے یہ دریافت کر لیا جاتا کہ حاضرین میں کوئی لسبوسی شاعر تو نہیں ہے تاکہ اُس کو اوروں پر سبقت دی جائے اور وہ اپنا کلام سنا کر سب کو محظوظ کرے۔ ترپاندر کے بعد آریون کا زمانہ آتا ہے جو شہر میتھیمنا کا باشندہ تھا یعنی اپنے پیشرو کا ہم وطن تھا اس لیئے سنگتی گیت کو سب سے پہلے دیونی سوس دیوتا کی حمد و ثنا کے لیئے کام میں لایا گیا اور اپنے ہمعصروں میں یہ دیتھرامب یا مستانہ طرز کی نظم کا استاد مشہور ہو گیا۔ اس کی تنظموں کی شہرت یونان میں ہر طرف پھیل گئی، اور چونکہ ان میں

خوشی و مسرت کے جذبات بھرے ہوئے تھے اس لیئے وہ کورنتھیوں میں جہاں کی خلقت عیش پرست تھی بے حد مقبول ہوئیں۔ اسی زمانے سے خودسر حکمرانوں کے درباروں میں بھی شعر شاعری کا چرچا شروع ہو جاتا ہے ۔

خالص مضمون طرز کی مزاری نظم کا رواج بہ نسبت اور مقامات کے جزیرۂ لسبوس میں زیادہ رہا، جہاں دو مشہور شعرا یعنی الکائیوس اور عاشق مزاج عشرت پسند عورت سافو کا نام سننے میں آتا ہے۔ الکائیوس ایک عالی شان اعیانی خاندان سے تھا، اور ان شریف سیاسی رہبروں کا بھائی تھا جنھوں نے تقریباً سنہ ۶۱۲ ق م میں پتاکوس کی مدد سے خودسر متی لنہ کو مغلوب کر کے جان سے مار ڈالا۔ اور اسی کی سرکردگی میں وہ قلعۂ اخی لائیوم کے بچانے کی غرض سے ایتھنزیوں کے مقابل ہیلیس پونتر پہ لڑا جس کا آخر کار پتاکوس نے اولمپی میری فری نون کو دست بدست لڑائی میں قتل کر کے بالآخر بچا لیا۔ جب الکائیوس میدان جنگ سے فرار ہو رہا تھا تو اس نے (اپنا بوجھ ہلکا کرنے کی غرض سے) اپنی سپر پھینک دی، لہذا وہ آرخی لوخوس کی طرح اپنے اس نقصان کا تمسخر کر کے اسی اثنا میں عقلمند اور بہادر پتاکوس کی تضحیک کرتا ہے۔ الکائیوس کی قابلیت خداداد تھی، اور وہ اپنے اشعار میں عشق و عاشقی، شراب و کباب پر اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ سب درختوں سے پہلے انگوری بیل لگائے۔ زمانۂ مابعد میں لاطینی شاعر ہورس نے اپنے اشعار میں اسکی بہت سی خصوصیات کا اتباع کیا جن میں سے ڈھال کا پھینکنا اور اور انگوری بیل کا لگانا بھی ہیں۔ یہ امر کچھ تعجب انگیز نہیں کہ الکائیوس پتاکوس سے بغض و عناد رکھتا تھا، اس لیئے کہ پتاکوس ہی وہ حکمران تھا جس نے حکم صادر کر دیا کہ جس شخص سے نشے کی حالت میں کوئی جرم سرزد ہو جائے اسے دُہری سزا دی جائے ۔

جب مزاری نظموں کے مقابلے کا وقت آیا تو سافو کہ متی لنہ نے

باب ۲

اُلکائیوس کے مقابلے میں انعام کا دعویٰ کیا۔ سافو خود ایک شریف خاندان کی عورت تھی، لیکن اُس نے ایک خاص طرز کی نظموں میں جس کا موضوع عشق و عاشقی تھا، اور جس میں اُس کے ذاتی جذبات و احساسات کو بہت کچھ دخل تھا، نام پیدا کیا اور اپنی شہرت برابر قائم رکھی۔ قدیم زمانے میں ایک قصہ زباں زد عوام تھا کہ جب فاؤن سے اُس کی محبت بالکل بے اثر ثابت ہوئی تو اُس نے کوہ لیوکاس پر سے سمندر میں کود کر اپنی جان دیدی۔ جو شہرت سافو کے کلام کو حاصل ہوئی اُس سے ہم اُس رتبے کا اندازہ کرسکتے ہیں جو یونان کے بعض حصوں میں عورتوں کو حاصل تھا۔

اگر ہم نظم نویسی کے مزید ارتقا پر غور کرنے کے لیے پہلے ایونیہ اور اُس کے مرثیے کے انداز کی شاعری کی طرف رجوع کریں تو ہم کو معلوم ہو کہ گو کالی نوس اور آرخی لوخوس میں اب بھی زندگی کو ہنسی خوشی سے بسر کرنے کا میلان اور اُس کا بہت کچھ زور پایا جاتا ہے، لیکن یہ آخری عنصر (یعنی زور) رفتہ رفتہ شاعری سے مفقود ہو چلا ہے۔ سمونِدیس ساکن ساموس اس نتیجے پر پہنچا کہ انسان کو اپنی قسمت پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ لہٰذا اُسے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ زمانۂ آئندہ کا منتظر رہنا چاہیئے۔ یہ شاعر عورتوں کی ہجوگوئی کے لیے بھی مشہور ہے۔ مِمنَرموس ساکن کولوفون اپنے ہم وطنوں کی قدیم بہادری کو یاد کر کے لیدیہ والوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نہایت زبردست الفاظ میں اُن کا دل بڑھاتا ہے، لیکن اُس کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوتی ہیں اسلیئے کہ ایونیہ والے اپنی آزادی قائم نہیں رکھ سکتے، اور مِمنَرموس کے کلام کے جو اجزا ہم تک پہنچے ہیں وہ زندگی کو ہنسی خوشی بسر کرنے کی تعریف سے بھرے ہوئے ہیں۔ فوکی لِدیس ساکن مِلطہ کا زمانہ ذرا بعد کا ہے اس کے اشعار میں ناصحانہ انداز پایا جاتا ہے اور وہ اُن میں اعتدال کو جو خالص یونانی اصول تھا پیش کرتا ہے۔ ہیوناکس ساکن افیسوس، ایک ہجوگو شاعر تھا اور نہایت افلاس کی حالت میں کلازومینائے میں رہتا تھا، بدصورت ہونے کی وجہ سے ہمسائے اُسکی ہنسی اُڑاتے تھے لیکن وہ بھی انھیں ترکی بہ ترکی جواب دینے میں کسی سے

کم نہیں تھا۔ اُسے جب کبھی بھوک، پیاس اور سردی کی وجہ سے زیادہ تکلیف پہنچتی تھی تو وہ اپنے اشعار میں فوراً امرفۃ الحال اور فارغ البال امراکو مخاطب کر کے اُن سے اپنے دلی جذبات کا اظہار کیے بغیر نہ رہتا تھا۔

چھٹی صدی ق م میں ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، یعنی شعرا اپنے اشعار میں اخلاقی مسائل پیش کرنے لگتے ہیں، اور شاعری میں ایک تعلیمی اور نصیحت آمیز عنصر پیدا ہو جاتا ہے، بلکہ محض بیانیہ نظم کو بھی کچھ اس طرح مرتب کرتے ہیں جس سے پڑھنے والے کے دل و دماغ پر ضرور اخلاقی اثر پڑتا ہے۔ اُس زمانے میں تقسیم مقاصد کا مطلق پتا نہ تھا بلکہ ہر ایک فن کا مقصد خدمت بنی نوع انسان تھا خواہ وہ کسی طرح سے بھی ادا کی جائے لہٰذا ہر فن کے ذریعے اخلاقی اثر ڈالنا مقصود ہوتا تھا؛ اس خصوصیت میں ہسیوڈ کی نظموں نے بہت ترقی کی۔ لیکن زمانۂ مابعد میں شاعری کے ہر مسلک کا جداگانہ مقصد ہو گیا، مثلاً رزمی اور مزماری اشعار اس قدر پند آمیز نہ رہے جتنے وہ اشعار جن کی ظاہری شکل مرثیے کی سی تھی اور جن میں عشق و عاشقی کے جذبات کا اظہار کیا جاتا۔ یونان میں یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ جب پند و نصائح کو عملی نفع کی غرض سے بیان کرتے تھے تو ہمیشہ الفاظ میں بے حد اختصار سے کام لیا جاتا تھا؛ یونانی انھیں Gnomoi کہتے تھے، اور چونکہ شعر کی صورت میں یہ ایجاز آسانی سے پیدا ہو سکتا تھا اس لیے ابتدا میں اسی کو ترجیح دی جاتی تھی۔ لیکن جب شعر کے محدود دائرے کی وجہ سے الفاظ کے معانی میں غیر ضروری پیچیدگی پیدا ہونے لگی تو اس لیے نظم کے عوض نثر کو اختیار کیا گیا۔ علاوہ اسکے عوام کو ایسے اشخاص کے افعال میں عقلمندی کے اصول نظر آنے لگے جو ظاہری تشکیل الفاظ کی پروا کرنے کے بدلے اپنی زندگی کو اصول فلسفہ سے متاثر کرتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ انسان کے سب سے اعلیٰ حوصلوں اور آرزوؤں پر بھی بعض ایسے میلان اور رجحان اثر ڈالتے ہیں جن کو اُس عہد کے رسم و رواج سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ۶۰۰ ق م سے قریب زمانے میں تمام یونان کے اندر

باب ۱۱

اس امر کی تعلیم کی خواہش کا غوغا اُٹھ کھڑا ہوا کہ کون کون سی باتیں اچھی ہیں اور کون کون سی مناسب حال ہیں۔ واضح ہو کہ یونانی مذہب میں عقیدے کو زیادہ دخل نہ تھا، بلکہ لوگ مذہبی رسوم کی پابندی صرف دیوتاؤں کو رام کرنے کی غرض سے کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ حقیقی خوشی اور مسرت کے حصول کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ زندگی صحیح اصول پر ترتیب دی جائے، اور اس طریقے پر کاربند ہونے سے انسان کے اصلی نصب العین کا حصول بہ نسبت محض دیوتاؤں کو خوش کرنے کی کوشش سے زیادہ آسان ہو جائے گا۔ اس اصول کو سرسری طور پر سب محسوس کرتے تھے، اور بہت سوں کو اس سے کماحقہٗ واقفیت حاصل تھی، لیکن ایسے لوگ بہت کم تھے جو اس مسلمہ اصول کے اظہار کے لیئے کوئی چھوٹا سا فقرہ اختراع کر سکیں، اور ان کا قول بھی صرف اسی وقت مستند سمجھا جاتا تھا جب خود اُن کے افعال سے اُن کے اصول کی حقیقت ظاہر ہو۔ ایسے اشخاص کی تعداد سنہ ۶ ق م میں کچھ کم نہ تھی؛ انھیں "عقلا" یا "حکما" کا خطاب دیا جاتا تھا، اور چونکہ ایسے لفظ کے ساتھ کوئی معین عدد نہایت خوبی سے چسپاں ہو سکتا ہے اس لیئے اُن کا نام "عقلائے سبعہ" پڑ گیا۔ ظاہر ہے کہ ان سات میں سے صرف چند ہی ایسے تھے جن پر "عاقل" یا "حکیم" کے لفظ کا بالکلیہ اطلاق ہو سکتا ہو، اور جس طرح ہر ایک دیکھنے والے کے لیئے اول درجے کے ستاروں میں ایک خاص امتیازی کیفیت نمایاں ہوتی ہے، اور نیچے درجے کے ستاروں کی حیثیت اُس کو کم و بیش مساوی نظر آتی ہے، ایسے ہی علاوہ چوٹی کے حکما کے (جن کی برتری کو ہر شخص تسلیم کرتا تھا) بعض کے نزدیک ایک حکیم ان سات میں شامل تھا، اور بعض کے نزدیک دوسرا۔ زمانۂ مابعد میں ان کے لیئے ایک نیا اخلاقی معیار قائم ہو گیا جس کی وجہ سے قدیم رائے میں گونہ تبدیلی پیدا ہو گئی۔ چونکہ فال گاہ ڈیلفی کا مقصد عام یہ تھا کہ عملی زندگی پر مذہب کا اثر پڑنے لگے اور عرصۂ دراز سے اُس کی خاص تعلیم تھی کہ عوام میں غور و فکر اور اعتدال کے خواص پیدا ہو جائیں اس لیئے ابتدا ہی سے (جہاں تک اخلاقی اثرات کا تعلق تھا)

اُس نے اپنے آپ کو رائے عام کا قائم مقام بنا لیا تھا۔ بہرنہج ہر شخص اس امر پر متفق تھا کہ سات ناموں کی اس فہرست میں سب سے پہلا نام تالیس Thales کا ہی ہونا چاہیئے۔ عام طور پر تالیس کے بعد بیتاکوس کا نمبر آتا تھا اور اسکے بعد بیاس ساکن پری اینے کا نام لیا جاتا تھا جس نے میدان سیاسیات میں بہت کچھ جلیت پھرت اور تیزی دکھائی تھی اور جو اپنے اصول کو نہایت مختصر الفاظ میں بیان کرنے میں بالکل عدیم المثال ثابت ہوا تھا۔ اسکی بہت سی کہاوتیں مشہور ہیں، مثلاً "عقل خدا کی بہترین دین ہے"۔ "کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے خوب سوچ سمجھ لے اور پھر اُس پر سختی سے ثابت قدم رہ"۔ "جو شخص بدقسمتی کو برداشت نہیں کرسکتا، خود بدقسمت ہے"۔ "جب تو کوئی نیکی کرے تو ہمیشہ اُسے اپنے معبود کی طرف منسوب کر"، وغیرہ وغیرہ۔ بیاس کے بعد سولن ساکن ایتھنز اور اس کے بعد قدیم مسلمہ اصول کے بموجب کلیوبولوس ساکن لنڈوس کا نام لیا جاتا تھا جو اپنے شہر پر بحیثیت بادشاہ یا خودسر حکمراں کے حکومت کرتا تھا؛ یہی وہ شخص تھا جس نے لنڈوس میں ایتھنزی بت خانے کو ازسرنو تعمیر کیا، اشعار کہے اور پہیلیاں بنائیں۔ چھٹا حکیم خیلون ساکن اسپارٹا تھا، جس نے اسپارٹے کی مملکت کی بہت کچھ خدمت کی تھی، اور ساتواں پری اندر خودسر کورنتھ کا تھا چونکہ حکیم افلاطون پری اندر کو اس عالمگیر اعزاز کا مستحق نہیں سمجھتا تھا اس لیئے اُسنے اُسکی جگہ ایک نسبتہً غیر معروف باشندۂ جزیرۂ مالوس مسمی میزون کا نام رکھدیا جسے معبود دیلفی نے کسی زمانے میں "اعقل الرجال" کا لقب دیا تھا۔

منجملہ دیگر اشخاص کے جن کا شمار عقلائے سبعہ میں کیا جاتا تھا، فیرے کیدیس ساکن سیروس (جو حکیم فیثاغورس کا استاد تھا)، ارسٹودیموس ساکن اسپارٹا، مشہور حکیم ایپی مینڈیس ساکن کریٹ، اور ایک اسکیتھی مسمی اناخارسیس تھے۔ ان عقلائے سبعہ کو اس طرح پر تقسیم کیا گیا ہے کہ ان میں سے دو ایونیہ کے، ایک ایولیہ کا، ایک دریائی جزیرۂ رھوڈس کا، اور تین یونان کے تینوں بڑے بڑے شہروں یعنی اسپارٹا، ایتھنز اور

باب۱۲

کورنتھ کے باشندے تھے؛ اس فہرست پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انمیں سے اکثر مشرقی یونان کے ہی رہنے والے تھے، اور ایک بھی ایسا نام نہیں پایا جاتا جس کا تعلق مغربی یونان سے ہو، جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس خطۂ یورپ نے ابھی تک اپنے عقلا کو شناخت نہیں کیا ہوگا۔ غالباً چونکہ کورنتھ میں پریاندر سے قابل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اس لیے اُس کا نام بھی مجبوراً اُس ممتاز فہرست میں شامل کرلیا گیا۔ حکماء عقلا کا یہ مجموعہ دراصل اس تاباں و درخشاں جماعت کا گویا جواب تھا جو سکیون میں کلس تھینیس کے مکان پر جمع ہوا کرتی تھی۔ یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ ایتھنز کے اندر ایک طرف تو ادبی لطافت کے میدان میں فلایوسی اور الکمیونی افراد نے کمال حاصل کیا، اور دوسری جانب نیلوسی خاندان کے ایک رکن یعنی سولن نے عقل و فراست میں بے مثل شہرت پیدا کی ؛۔

لیکن اسی زمانے میں جب یونانی قوم اُن لوگوں کے اعزاز و احترام میں مصروف تھی جو اپنی عقل و فراست کو شہری زندگی کے لیے کارآمد بنا رہے تھے، ایسے لوگ بھی پائے جاتے تھے جو نظری علوم میں یکتائے روزگار تھے۔ خالص نظری حکمیات کا موجودہ مکتشف حکیم تالیس تھا، جو بہ اتفاق رائے نہ صرف تمام عقلا و حکما کا سرتاج ("سوفوس") تھا، بلکہ اسی کے سر یونان کے پہلے فلسفی ("فلوسوفوس") ہونے کا سہرا تھا۔ وہ ایک شخص مسمی ہگزامیوس کا بیٹا تھا، جو خود تھے لوسیوں کے شریف خاندان کا فرد تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تالیس ۶۲۴ء ق م میں پیدا ہوا اور اُس نے ۵۴۶ء ق م میں وفات پائی۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ اُسنے طبعیات کی تعلیم مصر میں پائی، اور چونکہ مصر اور ملطہ کے مابین نہایت عمدہ تعلقات تھے اس لیئے ہمیں اس کے باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی[۵۲] اسنے

۵۲۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ چھٹی صدی ق م میں یونانی تہذیب و تمدن پر مشرق کا کچھ کم اثر نہیں پڑا۔ یونانی ہمیشہ علم کی جستجو میں منہمک رہتے تھے، اور طلبیات کی مختلف شاخوں میں

باب ۱۲

اہرام مصریہ کی بلندی سائے کے ذریعے معلوم کی، اجرام فلکی کی اضافی جسامت اور اُن کی رفتار کا مطالعہ کیا، اور وہی پہلا شخص ہے جس نے یونانیوں کو یہ بتایا کہ چاند اپنی روشنی سورج سے اقتباس کرتا ہے اور اُسی نے سورج گرہن کے اصلی سبب سے مطلع کیا۔ ایک مخصوص سال کے چاند گرہن کی پیشین گوئی اُس کی طرف منسوب کی جاتی ہے، اور جہاں تک ہمیں علم ہے یہ گرہن ۵۸۵ ق م لیدیوں اور میدیوں کے باہمی جنگ کے دوران میں پڑا تھا۔ تالیس کی معلومات کی شہرت ایک قصے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جب اُس نے علامات فلکی کے ذریعے سے یہ معلوم کرلیا کہ آئندہ فصل نہایت زرخیز ہوگی تو فوراً ملطہ اور خیوس کے تمام تیل کے پیچ کرائے پر لے لیئے، اور جب اُن کی مانگ بہت زیادہ بڑھی تو اُنھیں صرف یہ ثابت کرنے کے لیئے بڑے کرائے پر دے ڈالا کہ اگر کوئی فلسفی چاہے تو نہایت آسانی اور سہولت سے روپیہ کما سکتا ہے۔ تالیس نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ مشرق یونانیوں سے کہیں آگے بڑھا ہوا تھا۔ یونانی برّاعظم کے ساحل پر آباد تھے، درانحالیکہ اندرونِ ملک میں اُن سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ اقوام آباد تھیں۔ نظر بر اں اس میں شبہہ کرنے کی کہاں گنجائش ہے کہ اُنھوں نے اس تمدن سے واقفیت حاصل کرنے کی کما حقہٗ کوشش کی۔ ہر ملک کے دروازے باشندوں کے لیئے بند نہ تھے (مثلاً مصر نے اپنے دروازے چھٹی صدی ق م میں ہی کھول دیئے تھے)؛ لیکن جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، جو ممالک دریائے فرات کے کناروں پر آباد تھے اُنھوں نے اُس وقت تک اپنے ملک میں غیر اقوام کے داخلے کے لیئے برابر قیود قائم رکھی تھیں۔ بلا شبہہ ہمارے پاس یونانیوں کے مصر و بابل کے سفرنامے موجود نہیں ہیں، لیکن اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ عام باشندگان یونان تو درکنار، اہم اور باوقار افراد کی سوانح عمری سے بھی ہم واقف نہیں اس لیئے کہ اول تو اس زمانے کے بہت ہی کم نوشتے ہم تک پہنچے ہیں، اور دوسرے اُن دنوں میں اس قسم کے حالات ضبط تحریر میں لانے کا رواج نہ تھا۔

صرف ایسے آثار قدرت کی ماہیت کے بتانے پر اکتفا نہیں کیا جن میں کوئی باہمی ربط و اتحاد نہ تھا بلکہ ایک قدم آگے بڑھا کر تکوین عالم کا ایک نظریہ پیش کیا جسکی وجہ سے ہم اسے مخصوص معنی میں یونان کا پہلا فلسفی کہہ سکتے ہیں؛ اسے اس خاص قسم کی عقل و دانش کا ابوالآبا کہا جا سکتا ہے، جس کے حصول کی ہم سب کو خواہش ہوتی ہے، اور جس کے لیے ہم سب کوشش کرتے ہیں لیکن جو ہمیں کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہی پہلا شخص تھا جس نے بعید الفہم امور کو الفاظ کے ذریعے سے بیان کیا۔ کسی چیز کو سمجھانے سے مراد اُس کے علل و اسباب بیان کرنا یعنی اُس کے ابتدائی حالات سمجھانا ہے؛ اسی طرح تالیس نے مبداء کائنات، خصوصاً آفرینش زمین کی تحقیقات کی، اور یہ نظریہ پیش کیا کہ ہر چیز کا آغاز پانی سے ہوتا ہے۔ اس اصول کو پیش کرنے میں اُس نے کسی ایسے عقیدے کی تردید نہیں کی جو یونانیوں کے نزدیک مسلمہ تھا، اس لیے کہ اس سے پہلے جو شعرا گزرے تھے، اُنھوں نے اوقیانوس کو سب سے قدیم مخلوقات میں شمار کیا تھا اور اسی کو جملہ اشیا کا مبداء و ماخذ قرار دیا تھا۔ تالیس کہتا ہے کہ کرۂ زمین پانی پر استادہ ہے، جس کی وجہ سے زلزلے آتے ہیں؛ اور یہاں بھی اس کا تخیل یونانیوں کے اُس عام عقیدے کے مطابق ہے جس کی رو سے زمین کو پوسئیڈون دیوتا ہلاتا ہے۔

تالیس نے جو کوشش فطرت کے پوشیدہ اسرار کی تحقیقات میں کی وہ اُس کے ہمعصر اور ہم ملک اناسی ماندر نے جاری رکھی۔ یہ فلسفی ہندسی تجربوں میں منہمک ہو گیا؛ اسی نے یونان میں پہلی مرتبہ بابلی طرز کی دھوپ گھڑی بنائی اور تختی پر ساحل زمین کا خاکہ کھینچا۔ اس کی رائے تھی کہ زمین مرکز کائنات پر بے حس و حرکت رکھی ہوئی ہے، اور سیارے اپنے اپنے دائروں سمیت زمین کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ اس کے نزدیک پانی کا ابتدائی عناصر میں شمار نہ تھا، بلکہ بجائے اس کے وہ کائنات کے جوئے بحت کی طرف از سر نو رجعت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی حالت سے

سب سے پہلے سردی اور گرمی پیدا ہوئی اور ان کے امتزاج باہمی سے سیلان ہوا۔ جس سے آگ کا تفاعل شامل ہو کر ہوا، پانی اور زمین پیدا ہوئی۔ یہ سیلان ابتدا میں ایک قسم کی مٹی تھی جس سے جملہ زندہ جانور بنائے گئے، جن کی پہلی وضع مچھلی کی سی تھی۔ اناسی ماندر یونان میں پہلا شخص تھا جس نے اپنے اُن خیالات کو جو کائنات کی ہیئت کے متعلق تھے، ایک رسالے کی صورت میں شائع کیا۔

ان دو فلسفیوں کے بعد اناسی منیس کا نمبر آتا ہے جو تقریباً ۵۵۰ ق م میں پیدا ہوا تھا اور اناسی ماندر کی طرح ملطہ کا باشندہ تھا۔ اس کی اور اسکے پیش روؤں کی تعلیم میں سب سے بڑا فرق یہ تھا کہ جہاں کائنات کی ابتدا اور اُس کے درجہ بدرجہ ارتقا کا بیان تالیس اور اناسی ماندر کے فلسفے کا محض ایک جز و تھا، ان کی تحقیق و تفتیش اناسی منیس کا موضوع خاص تھا۔ وہ اپنے پیش روؤں کے نکالے ہوئے نتائج سے مطلق مطمئن نہ تھا، بلکہ اس کا خیال تھا کہ ہوا ہی زندگی کے جملہ کرشموں کی گویا بنیاد ہے۔ اناسی منیس ایونی فلسفیوں میں سب سے آخری تھا، اور گو زمانۂ مابعد میں ہرقلیطوس اُن کے قدم بہ قدم چلا، لیکن یہ اُن سے کہیں آگے بڑھ گیا۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ایونیہ جغرافیہ اور تاریخ کا مولد تھا۔ ہکاتایوس ساکن ملطہ نے نہ صرف اناسی ماندر کے نقشے میں اضافے کئے بلکہ ایک رسالہ زمین، اُس کے سمندروں، دریاؤں، پیداوار، آبادی، قصبوں، شہروں کے موضوع پر لکھا اور اس کا نام «سفرنامۂ زمین» رکھا۔ تاریخ کی ابتدا وقائع نگاروں نے کی، جنھوں نے ملکوں، قوموں، اور شہروں کی قدیم تاریخ کے شاعرانہ اور عامیانہ نوشتوں کو جمع کرکے اُنھیں نثر میں بیان کیا۔ ان سے پیشتر ہی ہسیودی مسلک کے شعرا نے اپنے کلام میں نسب ناموں سے مطابقت کا خاص لحاظ رکھا تھا، اور یومیلوس (ساکن کورنتھ) جیسے شاعروں نے مقامی افسانوں کو بھی بیان کرنا شروع کر دیا تھا۔ بعد ازاں ممنرموس نے کولوفونیوں اور سمرنائیوں کی اُن سرفروشیوں کا ذکر، جو انھوں نے گی گیس کے مقابلے میں

باب ۲۷

کی تھیں، صرف اس مقصد سے بیان کرتا ہے کہ اس سے بجائے محض افراد کے ذکر کے اُن کے بلدیات کا بول بالا ہو، اور آبادکاری کو لوفون کے تذکرے کے طرح جو زینو فانیس نے لکھا تھا اُس نے اپنے موضوع پر تقریباً تاریخی انداز سے بحث کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حقیقی تاریخ نویسی کی بنیاد ایک ملطی مسمی کادموس نے رکھی جس نے چھٹی صدی ق م کے قریب قریب اپنے بلدیئے اور بعض دیگر ایونی شہروں کی تاریخ کے موضوع پر تصنیف و تالیف کی تھی۔ اس کے بعد جن لوگوں نے تاریخ پر خامہ فرسائی کی اُن کے ذریعے ہم اُن سنوی حدود سے ذرا باہر نکل جاتے ہیں جو ہم نے اس باب کے لیے مقرر کی ہیں، اس لیئے کہ ان کے بعد کے وقائع نگاروں کا زمانہ خواہ کتنا ہی غیر معین اور مبہم کیوں نہ ہو، اس میں شبہہ نہیں کہ یہ جنگ ایران تک برابر لکھتے رہے تھے۔ خارون نے ایک کتاب اپنے وطن لمپساکوس کی تاریخ پر لکھی، اور اُس میں دیونی سوس ساکن ملطہ کی طرح ایران کے حالات پر بھی بحث کی؛ اسی طرح زانتھوس نے اپنے وطن مالوف لیدیہ کو اپنا موضوع تحریر قرار دیا۔ مورخوں میں اکوزی لاؤس خالص یونانی تھا، لیکن مغربی مورخوں کی فہرست میں سب سے پہلا نام ہپیس ساکن رھیگیوم کا آتا ہے۔ بہرحال وقائع نگاروں میں جس شخص کی تصانیف کی اہمیت اور وقعت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا وہ ہکاتایوس ساکن ملطہ ہے، جس کے مختصر حالات کا ہم جغرافیہ نویسی کے ضمن میں ذکر کر چکے ہیں، اور جس نے بغاوت ایونیہ کے دوران میں سیاسیات میں معتدبہ شرکت کی تھی۔ وہ اپنی کتاب کی ابتدا، جس کا نام اُس نے "کتاب الانساب" رکھا ہے، دیوکالیون اور ہیلین سے کرنے سے گویا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ہیسیود کے مسلک کا نہایت وفادار معتقد اور پیرو ہے۔ اسکے بعد وہ غالباً اپنے ذاتی تخیلات سے کام لے کر اپنی تصنیف کے پہلے حصے میں دیوکالیون کی اولاد کا ذکر کرتا ہے، اسی طرح دوسرے حصے میں ہرقل کی اولاد کا، تیسرے میں پیلوپونیز کے سورماؤں اور چوتھے میں ایشیائے کوچک کے یونانیوں کا بیان کرتا ہے۔ گو ہکاتایوس کا دعویٰ تھا کہ وہ (سولھویں پشت میں) دیوتاؤں کی اولاد سے ہے، لیکن اُس نے اُن تمام باتوں کو باور کرنے میں، جو اُس سے قدیم

باب ۲۲

سورماؤں کے متعلق کہی گئی تھیں، بہت کچھ تامل کیا، اور اس طرح اس عقلی تحریک کا آغاز کیا جو زمانہ مابعد میں یوہمریت کے نام سے مشہور ہوئی۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ واقعات کی تحقیقات و تفتیش کی ابتدا یوریپدیس اور سوفسطائیوں نے کی، بعض کو اسکے مبادی ہیروڈوٹس کی تحریرات میں نظر آتے ہیں۔ لیکن ہیکاتایوس نے واقعات باقاعدہ تصنیف کر کے جلا دینا شروع کر دیا، اور واقعہ یہ ہے کہ اُس سے پہلے بھی یونان میں ایسے لوگوں کا پتا چلتا ہے جنھوں نے اپنے زمانے میں اس کام کا ذمہ لیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تفتیش واقعات یونانی خصائل کا ایک جزو اعظم تھی، اور اگر اس قوم میں تجسس، انتقاد اور استدلال کا مادہ نہ ہوتا تو وہ ہرگز اپنے مقاصد میں اس حد تک کامیاب نہ ہوتی۔ آخری وقائع نگار یعنی ہیلانیکوس ساکن متی لنہ نے اپنے مدارج حیات و ممات کلیتہً پانچویں صدی ق م میں طے کئے ہیں اور یہ دراصل قدیم اور جدید طرز تحریر کے درمیان (جس کی ابتدا ہیروڈوٹس سے ہوتی ہے) گویا ایک واسطہ ہے۔

ہمیں کتنی ہی ہمدردی فوکیہ والوں کے ساتھ کیوں نہ ہو جنھوں نے ایرانیوں کی حمایت میں خود اپنے آبائی وطن میں رہنے سے گھر چھوڑ کر دیگر ممالک کو چلا جانا پسند کیا، لیکن ہم اس پسند اور صابر و شاکر اہالیان ملطہ کے ساتھ بھی انصاف کئے بغیر نہیں رہ سکتے جن کا تمدن بہ نسبت فوکیائی تہذیب کے یقیناً زیادہ جامع تھا۔ یہ ثابت کرنے کے بعد کہ ان میں جنگ آزمائی کا مادہ بھی موجود تھا، ملطیوں نے مناسب شرائط پر ایرانیوں کے ساتھ صلح کر لی جسکی زمانہ مابعد میں ایرانی بار بار توثیق کرتے رہے۔ اُن کے اس فعل کا اصل باعث یہ تھا کہ وہ اپنی تجارت پر اپنی تمام تر قوت کو صرف کر دینا چاہتے تھے، جس کی وسعت میں کسی قسم کے مبالغے کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ بہت سے ملطہ والوں کے دوست و احباب اور اعزا و اقربا کریمیہ، اشنوف اور مصر میں رہتے تھے، اور یہاں ایسے شہری بھی آباد تھے جو خود ان مقامات کی سیر کر آئے تھے۔ ساتھ ہی ہم جانتے ہیں کہ وہ نہ صرف ان مشرقی ممالک سے واقف تھے بلکہ اُن کے تعلقات مغربی ملکوں سے بھی نہایت قدیم تھے، یہاں تک کہ شہر سیبارِس اُن کے لئے گویا وطن ثانیہ کا رتبہ رکھتا تھا، اور وہ سیبارِی

اور اتروری سوداگروں کے ساتھ بحیرۂ ترھینیہ کے ساحلوں تک جاتے تھے، جس کی وجہ سے وہ قرطاجیوں، لگوریائیوں، کلٹوں، ایبیریوں، بلکہ شائد غیر معروف رومنوں سے بھی ملتے رہتے تھے؛ جب حالت یہ تھی تو ہمیں اس امر سے ہرگز متعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ ان دور دراز ممالک اور مختلف اقوام سے ربطہ ضبط رکھنے کی وجہ سے ان کے دل و دماغ پر عظیم الشان اثر پڑا ہوگا جس میں پہلے ہی سے حکمی تجسس کا مادّہ بھرا ہوا تھا، نہ ہمیں یہ معلوم کرکے ذرا بھی تعجب کرنا چاہیئے کہ ملطہ ہی وہ شہر تھا جو اپنے تعلقات کی بنا پر یونانی بلدیات میں ممتاز تھا، اور جو یونانی جغرافیہ، تاریخ اور فلسفہ کا پہلا وطن تھا۔ بہرحال ہم ملطی قوم اور ملطی حکومت کی درخشاں و تاباں کامیابی سمجھتے ہیں کہ انھوں نے اس ذہنی ترقی میں ایک خاص قسم کا جوش پیدا کرنے میں مدد دی۔ اسمیں شک نہیں کہ ملطی تجارت کو کسی ایک فنیقی شہر سے وہی مناسبت تھی جو تمام یونانی تجارت کو تمام فنیقی تجارت سے تھی، لیکن ملطہ نے ذہنی ترقی کی جو خدمت انجام دی وہ کسی فنیقی شہر نے نہیں دی، اور حقیقت یہ ہے کہ جنگ ایران سے پہلے ملطہ کا بجنسہٖ وہی رتبہ تھا جو اس جنگ کے بعد ایتھنز کا تھا:۔

اب ہمیں یونانی فنون لطیفہ کی طرف از سر نو پھر توجہ کرنا چاہیئے، اور اُنکی تاریخ اُن غیر معین مدارج سے بیان کرنی چاہیئے جہاں ہم نے اُن کو ہومری اور دوریائی عہدوں سے پہلے چھوڑا تھا۔ اگر ہم ظروف گلی کے چند نہایت قدیم نمونوں اور ادبی روایات کو، جن میں ناموں کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا، بالفعل نظر انداز کردیں تو ہم فنون لطیفہ کے مطالعے کے لیئے ساتویں صدی ق م تک مطلق کچھ مواد نہ پائیں گے؛ اُس وقت البتہ یہ فنون پھر بت خانوں کے کھنڈروں، مجسموں اور برتنوں کے نقش و نگار کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ گو ان میں سے بہت سی اشیاء کا تعلق عالم یونانی کے نصف مغربی سے ہے، جس کی سیاسی تاریخ کا ہم نے ہنوز مطالعہ نہیں کیا۔ لیکن مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس مضمون کے اجزا میں، جن میں باہمی ربط پایا جاتا ہے تفریق نہ کریں، بلکہ اسی مقام پر جو کچھ ہمیں پانچویں صدی ق م سے پہلے کے

تھوڑے بہت حالات بیان کرنے ہیں، بیان کریں :۔

یہ بالکل صاف ظاہر ہے کہ یونانی فنون لطیفہ میں مشرقی ممالک کے اثرات کی وجہ سے جوش پیدا ہوا، لیکن ساتھ ہی اس میں بھی شبہہ کی گنجائش نہیں کہ نہایت بعید زمانے ہی میں فنی اعتبار سے یونان خود استقلال پیدا کرچکا تھا جس کے بعد اس نے اپنے ہی اصول پر ترقی کرنی اختیار کی اور اپنے ہی اختراعی طریقوں کو استعمال کرنا شروع کیا۔ اس جوش کی ابتدا کچھ تو فنیقیہ سے اور کچھ ایشیائے کوچک سے ہوتی ہے، لیکن چونکہ یونان کا ایشیائے کوچک سے نہایت گہرا تعلق تھا اس لئے یونان پر اس کا اثر نسبتہً زیادہ اہم تھا۔ اگر ہم ایشیائی فنی ترکیب اور یونانی مخصوص طرز کا باہمی تعلق دیکھنا چاہیں تو ہمیں ظروف گلی کی نقاشی اور مجسمہ سازی کا غور سے مطالعہ کرنا پڑے گا؛ لیکن اس ارتقا کا کوئی اثر یونانی فن تعمیر میں نہیں پایا جاتا، بلکہ یونانی فن تعمیر یونانی اشعار کی طرح ہمارے سامنے یک بہ یک اس طور سے آجاتا ہے جیسے کوئی دیبی (تصویر یابت کی صورت میں) دفعۃً کسی نقاش کے دماغ سے نکل کر ہمارے سامنے آکھڑی ہو :۔

ایشیائی فنون لطیفہ کا یونانی فنون پر جو اثر پڑا ہے وہ سب سے زیادہ ظروف گلی کے نقش ونگار سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نقاشی سے اہم فن کے میدان میں ان ظروف کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا۔ ہم اس سے پیشتر ہی میکے نائی کے باقیات پر بحث کرتے ہوئے ان برتنوں کا حوالہ دے چکے ہیں جو اس شہر کی مناسبت سے میکے نادی ظروف کہلاتے ہیں، اور ان برتنوں کا بھی ذکر کرچکے ہیں جن پر ہندسی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ حال ہی میں علمائے تاریخ و فنون کی توجہ خالکدیسی اور میلوسی برتنوں کی طرف منعطف ہوئی ہے، لیکن یہ کورنتھی اور ایشیائی ظروف کے برابر اہم نہیں، اور ان کی نقاشی و آرائش کا اسلوب براہ راست اُن ممالک سے اخذ کیا گیا ہے جو دریائے فرات کے قریب واقع تھے۔ ان پر گلکاری کے ذریعے عجیب وغریب خیالی جانوروں

باب ۱۲

اور پردار انسانوں کی جو شکلیں بنی ہیں، اُن سے آشوریہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اور بڑے بڑے برتن انسانوں یا جانوروں کے مجموعوں اور دینیاتی موضوعوں کی تصاویر اور نقشوں سے مزیّن ہیں۔ ان کی زمین عام طور پر زرد ہے، اور اُس پر مختلف رنگوں کی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد چھٹی صدی ق م میں ظروف کی سرخ زمین پر سیاہ شکلیں بننے لگیں اور انھیں دیوتی سوس، ہرقل، تھےسیوس اور جنگ ٹروائے کے افسانوں کی تصاویر سے آراستہ کرنے لگے۔ وہ دو دستے والی صراحیاں جو مِن اتھے نیا کے تہوار کے ساتھ منسوب کی جاتی ہیں، دراصل اسی قسم کی ہیں۔ چھٹی صدی ق م کے اختتام پر ایسے برتن بنائے جانے لگے جن کی زمین تو سیاہ تھی اور اس پر جو تصاویر بنی تھیں اُن کا رنگ سرخ تھا۔ واضح ہو کہ بعض سیاہ تصویر والے ظروف فنی اعتبار سے بالکل لاثانی ہیں، جیسے فلورنس والی "فرانسوائی" صراحی جسے ارگوتیمس اور کلی تیاس نے بنایا تھا[۳۵]۔

یونانی فن پیکر سازی کی تاریخ روایتی ددئے دالوس سے شروع ہوتی ہے، جو ایتھنز کا باشندہ سمجھا جاتا تھا، اور جس نے فن سنگ تراشی کے بہت سے نمونے نہ صرف یونان میں بلکہ یونان سے باہر بھی چھوڑے۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے مجسموں میں ہاتھ پاؤں کا امتیاز کر کے ان میں گویا جان ڈال دی۔ اُس کے مجسموں سے اُس فن کے ابتدائی مدارج کا پتا چلتا ہے، جبکہ مورت محض ایک بیل پائے کی شکل کی ہوتی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ متروک ہوئے اور ایسے مجسمے بننے لگے جو کم و بیش انسان کی شکل سے ہوتے تھے۔ ہم ساتویں صدی ق م کے نصف دوم میں جزیرۂ ساموس اور خیوس میں فنون لطیفہ کے متعدد ماہروں سے دوچار

[۳۵] ایتھنز کے اکروپولس پر ایران کے حملے سے برابر جو کوڑا کچرا پڑا ہوا تھا اُسکی کھدائی کی وجہ سے ہمیں "نقاشی ظروف" کے ابتدائی طرز کے باب میں بہت کچھ واقفیت حاصل ہوگئی ہے۔

ہوتے ہیں؛ ساموس میں رھوئے کوس اور اُس کے بیٹے تھیودروس نے میر تعمیر کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، اور روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ تانبا ڈھالنے کا فن بھی ایجاد کیا؛ خیوس میں ماہران فن کے بہت سے نام پڑھنے میں آتے ہیں، مثلاً میلاس اور اُس کی اولاد یعنی بیٹا مکیادیس، پوتا آرخرموس، اور دو پڑپوتے یعنی بوپالس اور اسھےنِس سب کے سب سنگ تراش تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اُسی جزیرے کے باشندے یعنی گلاؤکوس نے لوہے پر ٹانکا لگانے کا فن ایجاد کیا تھا۔ جس دور کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُس میں جزیرۂ کریٹ کو فنون لطیفہ سے خاص لگاؤ تھا، اور اُس میں دو مشہور سنگ تراش سکی لس اور دیوئے نوس پیدا ہوئے، لیکن وہ نقل وطن کر کے پیلو پونیز چلے گئے اور شہر سکیون میں جاکر آباد ہو گئے۔ جزیرہ نمائے پیلو پونیز میں بھی فنون لطیفہ کو بہت کچھ فروغ حاصل ہوا۔ مثلاً ہم دو لقونوی سنگ تراشوں یعنی دونتاس اور دورکلائی دیس کا نام سنتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پیلو پونیز میں سنگ تراشی کو خصوصاً اس وجہ سے ترقی ہوئی کہ وہاں کے رواج کے بموجب جو شخص اولمپیا کے ورزشی کھیلوں میں اول آتا اُس کا مجسمہ نصب کیا جاتا؛ ابتدا میں تو قدیم مورتوں کی طرح ان میں بہت کچھ سختی اور کرختگی ہوتی تھی، لیکن رفتہ رفتہ ان میں نرمی اور نزاکت آگئی اور اُن کی صورت بتدریج اصل کے مثل ہونے لگی۔ زمانۂ زیر بحث میں نہ تو سکیونی، آرگوسی اور ائی گینوی مسالک کا پتا ہے اور نہ فنی اعتبار سے ایتھنز کی وہ حیثیت ہے جو آگے چل کر پانچویں صدی ق م میں ہو گئی؛ بہر حال ہم اس امر سے واقف ہیں کہ ہپیاس کے ایتھنز کے چلے جانے کے بعد وہاں کے آزاد شہریوں نے دونوں خود سر کشتوں یعنی ہارموديوس اور ارسطوگئی تون کے بت انتے نور سے بنوا کر قلعے میں نصب کرائے، اور یہ وہی بت تھے جنھیں جنگ ایران کے زمانے میں شہنشاہ زرکسیز اپنے ساتھ ایران لے گیا۔ چھٹی صدی ق م کے نمایاں اور ممتاز اشیا میں اولمپیا والے کپسے لوس کے صندوق اور دوسرے

بائیکلیس ساکن مگنیشیا (بہ دریائے میاندر) کے بنائے ہوئے منقش ومزین تخت اپولو کا ذکر بھی لازم ہے۔

لیکن خوش قسمتی سے فن پیکر سازی کی تاریخ محض ان ناموں کے شمار پر ہی مشتمل نہیں ہے، بلکہ ہمارے پاس بہت سی ایسی اشیا موجود ہیں جو یقیناً دور زیر بحث میں بنائی گئی ہوں گی اور جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۵۰۰ق م سے پیشتر کے یونانی کیا کر سکتے تھے۔ انہیں سے بعض اشیا کا علم تو مدت دراز سے چلا آتا ہے اور بعض (خصوصاً وہ جنکا ارض یونان سے تعلق ہے) حال ہی میں برآمد ہوئی ہیں مثلاً ہم تقریباً ساٹھ برس سے سلی نوس کے سقفی حاشیوں سے واقف ہیں جن میں سے وہ حواشی جو سب سے قدیم بت خانہ ("ج") پر بنے ہوئے ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے تراشنے والے کو جسم کے اعضا کی صحیح مناسبت کا کماحقہٗ احساس نہ تھا، اور بت کدہ "ی" سے سنگ مرمر کے آئی گینوی بتوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بعض منبت کاریاں جو ان کے بعد اسپارٹا میں برآمد ہوئی ہیں اسی قسم کی ہیں جیسے سلی نوس کے حاشیئے، لیکن وہ اتنی اہم نہیں ہیں؛ مثلاً ان میں برہنہ نوجوان لڑکوں کا ایک مجموعہ پیلوپونیزی مسلک کے اصول کو نمایاں کرتا ہے جس پر سکی لیس اور دیوئے نوس نے اپنا اثر ڈالا تھا؛ ممکن ہے کہ اوزخومینوس اور تھیے پر اکے بتوں کی طرح، جو اب ایتھنز میں ہیں، یا اُس مجسمے کی طرح جو اب میونخ میں رکھا ہوا ہے، یہ شکلیں بھی اپولو ہی کی ہوں۔ اُن مجسموں میں جو حال ہی میں جزیرۂ دیلوس میں نکلے ہیں، ارتمیس کا ایک نہایت ہی قدیم بُت ہے، جس سے مقدس چوبی مورتیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے؛ ساتھ ہی انہیں ایک پردار دوڑتی ہوئی عورت کا بھی مجسمہ ہے جو شائد "فتحمند اتھینا" کا بت ہوگا اور جو ہمارے لیئے اس واسطے اور بھی نہایت دلچسپ ہے کہ غالباً اُسے اُسی آرخرموس نے بنایا تھا جس نے فتحمند اتھینا کا سب سے پہلا بت فی الواقع تراشا تھا۔ آسوس کے حاشیے والی شبیہیں اور اُس راستے کے نشستہ مجسمے جو ملطہ سے برانخی دائے کو جاتا ہے (جو افسوس ہے کہ امتداد زمانہ سے نہایت خراب ہو گئے ہیں) فنون قدیمہ کی یادگار کی حیثیت سے نہایت ہی قابل قدر ہیں۔ لیکن

باب ۱۲

جو مجسمے وغیرہ اٹیکا میں ملے ہیں یعنی قبروں کی لوحیں جن پر مردوں کی شبیہیں بنی ہوئی ہیں، مجسمے اور منبت کاریاں (خصوصاً وہ مجسمے جو اکروپولس میں ملے ہیں)، خاص طور پر دلچسپ ہیں؛ منجملہ ان کے سب سے زیادہ قابل لحاظ ارسطو کلیس کا بنایا ہوا ارسطیون کا وہ لوحی بت ہے جو اس وقت تک تھسیوم میں محفوظ ہے۔ ان سب شکلوں کے چہروں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ کا سا تبسم پایا جاتا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونانیوں نے چہروں کو حتی الامکان زندہ انسان کے چہرے سے مشابہ کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ یہاں ہم پختہ مٹی کی ان اشیا کا محض تذکرہ کرنے پر اکتفا کریں گے جو یونان کے مختلف حصوں میں ملی ہیں اور جن میں چہرے کے احساسات ایک مخصوص انداز سے ظاہر کیے گئے ہیں؛ ہمیں یقین ہے کہ کیکولے کی کتابوں سے اس مسلک کے متعلق مزید معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ اس موقع پر فنی میدان میں سکوں کے باوقعت اثرات کا ذکر بھی خارج از بحث ہے، بلکہ یہاں صرف یہ معلوم کرنا کافی ہے کہ خوبصورت سکے بنانے میں مغربی یونان مشرقی یا وسطی یونان سے کہیں آگے بڑھ جاتا ہے۔ الغرض سنہ ۵۰۰ ق م تک یونان سنگ تراشی کے زینے پر قدم رکھ چکا تھا اور پانچویں صدی ق م میں جنگ ایران و یونان کے سبب سے جو حب وطنی کے جذبات موج زن ہوئے اُن کی بدولت اس فن کو بالآخر انتہائی عروج حاصل ہو گیا۔

ہمیں یونانی فن تعمیر کے بارے میں جو معلومات حاصل ہیں اُن کی حیثیت کچھ عجیب و غریب ہے۔ اگر ہم فن تعمیر کی تدریجی ترقی کا خاکہ بالکل ابتدائی حالت سے منتہائے کمال تک کھینچنے پر قادر بھی ہو جائیں تو یہ تاریخی زاویہ نگاہ سے فن پیکر سازی کی درجہ بدرجہ ترقی کے ذکر سے بھی زیادہ مفید ہوگا، لیکن افسوس ہے کہ اس کے لیے ہمارے پاس کافی مواد موجود نہیں ہے۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ جہاں فن پیکر سازی ایک محض تقلیدی فن ہے، وہاں فن تعمیر میں اختراعی عنصر زیادہ نمایاں ہے، اور اس کے موضوعات زیادہ تر مذہب ہی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان موضوعات تک فن تعمیر کے اُستاد

کیونکر پہنچے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس وقت ہم یونانی فن تعمیر کے مختلف طریقوں
سے واقف ہوتے ہیں، فوراً ہمیں یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہمیں اُنکی
پہلی حالت کا علم نہیں بلکہ ہمارے سامنے جو عمارتیں ہیں اُن سے پہلے ہی
اس فن میں بہت کچھ ترقی ہو چکی ہے۔ بایں ہمہ یونانی فن تعمیر کا اصول نہایت
خوبی اور عمدگی سے سمجھ میں آسکتا ہے؛ ان کی سب سے ممتاز چیز پیل پایہ
ہے، اور جہاں تک ظاہری شکل کا تعلق ہے، اُس کی دو قسمیں یعنی دوریائی
اور ایونیائی کی جاتی ہیں، اور تیسرا طرز یعنی کورنتھی دراصل ایونیائی طرز کی ہی
ایک بدلی ہوئی شکل ہے۔ دوریائی پیل پائے کی کرسی کے فقدان اور
سرپائے کی سادگی کی وجہ سے اس میں ایک خاص امتیاز پایا جاتا ہے؛
اس کے برعکس ایونیائی عمارت کہیں زیادہ خوبصورت ہوتی ہے اسلیئے
کہ اسکا ستون نازک، کرسی کی شکل میں ایک خاص انداز اور سرپائے میں تزئین
و زیبائش کا پہلو نمایاں ہوتا ہے، لیکن کو پیل پایوں کے حاشیے میں نسبتہً
زیادہ تنوع پایا جاتا ہے، لیکن اس میں خوبصورت تریکھے اور سقفی حاشیے
نہیں ہوتے۔ یہ نسبت ایونیائی کے دوریائی طرز میں کہیں زیادہ دل گرفتگی
پائی جاتی ہے، یعنی جہاں ایونیائی عمارت میں نزاکت نمایاں ہے وہاں دوریائی
عمارت مردانہ خشونت کا پہلو لیئے ہوئے ہے اسی لیئے یہ گمان کیا جاتا ہے
کہ دوریائی طرز پر مصری اثرات اور ایونیائی پر ایشائی اثرات غالب ہوں گے۔
جن ستونوں کو ہم "پیش دوریائی" کا لقب دیتے ہیں اسی قسم کے ستون مصر میں بھی پائے جاتے
ہیں۔ ایونیائی سرپائے پر ایک قسم کی "لولبی" مغزی بنی ہوئی ہے جس کا طرز نہایت قدیم ہے
اور جو کہیں تو اکہری اور کہیں دُہری ہے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ "لولبی مغزی" صرف پیل پائے
کے ساتھ مخصوص ہوگی، مثلاً اکہری مغزی خزانۂ اورخومینوس کی چھت میں
جسے شلی مان نے برآمد کیا ہے اور دوہری میکلے نائی کے طلائی پیالوں میں
پائی جاتی ہے؛ لیکن یونانیوں نے اس مشہور طرز آرائش کو پیل پایوں کے
ساتھ کچھ اس طرح منطبق کر دیا گویا کہ اُس کا خاص یہی مصرف تھا، اور اس سے
یونانی فنون کی اختراعی قابلیت کا پتا لگتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ بعض نظریہ سازوں نے

باب

اپنے نزدیک یہ قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ یہ طرز آرائش فی الواقع ستونوں ہی کے لیئے ایجاد کیا گیا تھا۔[۵۹]

اب ہم ان مسائل کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اگرچہ زمانۂ دراز سے زیر بحث ہیں لیکن جنکا ہنوز کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ پہلا سوال یہ ہے کہ آیا یہ سب طریقے ابتدا میں چوبی مکانات کے لیئے ایجاد ہوئے تھے یا نہیں؟ یہ واقعہ ہے کہ متعدد یونانی بت خانوں کے ملاحظہ کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں لکڑی کے ایوانوں کی نقل کی گئی ہے، لیکن بہت سے ایسے امور ہیں جو اس نظریے سے مطابقت نہیں رکھتے، اور نہ ان کا کوئی ثبوت دیا جا سکتا ہے۔ اب سے اخیر عہد کی تحقیقات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غالباً بت خانوں کی دیواریں ایسی اینٹوں سے بنائی جاتی ہوں گی جن کو پکانے کے عوض محض دھوپ میں خشک کر لیتے تھے۔ دوسرے مسئلے کا تعلق اس عہد سے ہے جس کے باقیات ہنوز موجود ہیں، اور وہ ستونی درجہ بندی کا مسئلہ ہے۔ سیمپر Semper کے زمانے سے بہت سے مورخوں نے دوریائی طرز تعمیر کی تقسیم مختلف عہدوں میں کی ہے، مثلاً یہ کہ سب سے قدیم طرز کے ایوان کا زمانہ آتا ہے جن میں کوئی خاص اصول مدنظر نہ تھا اس کے بعد ان کی تعمیر چند مخصوص اصول کی بنا پر ہونے لگتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ شومئی قسمت سے اس نظریئے کی بنیاد ضرورت سے زیادہ

---

[۵۹] ایونی "سرمایہ" کیلیئے دیکھو پخشٹائن: "سرمایۂ ایونیہ" Puchstein: Das ionische Kapitell برلن ۱۸۸۷ء۔ میرا خیال ہے کہ سرمائے کی ابتدائی حالت ہمیں ایک عجیب و غریب آراستہ پیل پائے کی تصویر میں نظر آتی ہے جو قدیم مصری شہنشاہی عہد کے ایک مقبرے میں ملی ہے۔ پیرو و شپی پی اے Perrot et Chipiez جلد ا، تصویر ۱۳۱ اس سے بھی زیادہ جس چیز کا تعلق ایونی سرمائے سے ہے وہ ۸۲۰ ق م کی ایک یادگاری عمارت کا ایک سرمایہ ہے جو اسیار (بابل) میں ملا ہے دیکھو ہومل: "تاریخ بابل و اشوریہ" Hommel: Gesch. Babylon Assyr. برلن ۱۸۸۵ء (جس کے صفحہ ۵۹۶ پر تصویر دی ہوئی ہے)۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس سے ستون کی کرسی کا کام لیا گیا ہے اور یہ یونانی فنون کی ہم آہنگی سے بہت دور جا پڑا ہے۔

نامعلوم حالات یہ ہے، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ واقعات کے اعتبار سے جس حد تک تقسیم ممکن ہے اُس سے زیادہ مکمل تقسیم کردی جاتی ہے، اور جو کچھ کم و بیش عمارتیں اِس وقت تک موجود ہیں اُن کے باب میں صحیح خیال قائم کرنے کیلئے ہمیں اس نظریئے سے بہت ہی کم مدد ملتی ہے۔

اُس عہد کے بت خانوں کے کھنڈر جس کا اس وقت ذکر کیا جا رہا ہے، دوریائی طرز کے ہیں؛ ممکن ہے کہ اس کا اصلی سبب یہ ہو کہ بہ نسبت ایونی طرز کے اس عہد میں دوریائی طرز تعمیر زیادہ مقبول عام تھا، اور کم از کم اس میں تو شبہہ نہیں کہ دیار مغربی میں لوگ دوریائی طرز ہی کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایونی طرز سب سے پہلے چھٹی صدی ق م میں ایفی سوس کے بت کدۂ ارتمس کی تجدید و مرمت کے وقت رائج ہوا، لیکن اس میں مطلق کوئی شک نہیں کہ اس طرز کی عمارتیں اس سے قبل بھی بنائی جاتی تھیں۔ یہ امر تعجب انگیز ہے کہ بتخانۂ ایفی سوس کے میر تعمیر دو کریٹی، یعنی خرسفرون ساکن کنوسوس اور اُس کا بیٹا میتاگنیس تھے۔ اس بت خانے کا رقبہ نہایت وسیع تھا، یعنی وہ چار سو قدم سے زیادہ طویل اور دو سو قدم سے زیادہ عریض تھا؛ اس کے دو بازو تھے جن میں سے ہر ایک میں ستونوں کی دو دو قطاریں تھیں۔ جو باقیات حال میں برآمد ہوئی ہیں وہ دراصل اس مرمت کی ہیں جو سکندر اعظم کے زمانۂ ولادت کی مشہور آتش زدگی کے بعد ہوئی تھی اور غالباً ابتداءً ایونیائیوں نے مصری عمارتوں میں اس قسم کے عظیم الشان ستونوں کو دیکھ کر اُن کی نقل اُتارنی چاہی ہوگی۔ ساموس کا بتخانۂ ہیرا بھی اُتنا ہی عظیم الشان تھا؛ اُس کی تعمیر رھوئے کوس ساکن ساموس نے شروع کی اور پولیکراتیس نے اختتام کو پہنچایا۔ اسی زمانے کے بنے ہوئے بت خانے کلاروس، نوکیہ اور برانخی دائے میں بھی تھے۔ بات یہ ہے کہ لوگ چاہتے تھے کہ ایشیائے کوچک کے ممتاز معبودوں کی فرودگاہ نہایت نفیس اور عالی شان ہونی چاہیئے، اور انھیں کی دیکھا دیکھی پی سِسترا توس نے بھی اپنی اتھینا دیبی کے لیئے ایتھنز میں ایک بت خانہ تعمیر کیا۔ مغربی ممالک میں مندروں کی تعمیر کا بہت کم ثبوت فراہم ہوا ہے، لیکن بعض عالی شان دوریائی طرز کے باقیات

ایسے مقاموں میں دریافت ہوئے ہیں جن کی اہمیت قدیم زمانے میں ہی کم ہو چکی تھی اور جو آج بالکل ویرانی کی حالت میں پائے جاتے ہیں - ان میں سے دو ہیکلوں کے کھنڈر میتاپونتوم کے دلدلوں اور تین کے پیسٹوم (پوسئیڈونیا) میں ہیں جو سب کے سب نہایت عمدہ حالت میں ہیں، اور ان کا محل وقوع ایک ایسا میدان ہے جو سمندر اور پہاڑوں کے درمیان ہونے کی وجہ سے دیکھنے والے کے دل و دماغ کو تازہ کرتا ہے - سرقوسہ میں بھی تین مندروں کے کچھ آثار ہنوز باقی ہیں، افسوس ہے کہ ان میں سے دو سے بالکل ملحق ایسی عمارتیں بنا دی گئیں کہ جن کی وجہ سے یہ بالکل پوشیدہ ہو گئے ہیں اور تیسرے مندر کے جو میدان میں کھڑا ہے صرف دو ستون باقی رہ گئے ہیں - ان تمام آثار باقیہ سے زیادہ وسیع سلی نوس کے کھنڈر ہیں جنھوں نے تاریخ فنون لطیفہ میں اپنی اہمیت کا گویا سکہ بٹھا دیا ہے، لیکن تعمیری زاویۂ نگاہ سے اُن پر ہنوز کافی غور نہیں کیا گیا - مورخوں کا خیال ہے کہ موجودہ عمارات میں سب سے قدیم دوریانی مندر وہ ہیں جن کے کھنڈر آج تک کورفو اور کورنتھ میں استادہ ہیں -

باب ۲۵

باب بست و پنجم

یونان کبیری اور سسلی کے سیاسی حالات

اور تمدنی ترقی

یونانی تہذیب و تمدن کی درجہ بہ درجہ ترقی کا حال ختم کرنے سے پہلے اس کی ضرورت ہے کہ ہم عالم یونان کے مغربی حصوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں۔
جزیرہ نمائے اطالیہ میں یونانی زندگی کے دو مرکز بن گئے تھے یعنی خلیج نیپلز اور خلیج تارنتوم؛ ساتھ ہی اگر ہم یونانی آبادکاروں کی بابت مکمل معلومات حاصل کرنی چاہتے ہیں تو ہمیں ایک اور مرکز یعنی اُس حصے کا اضافہ کرنا پڑے گا جو اب کالابریا کہلاتا ہے اور جس کا بہ نسبت اٹلی کی دوسری نوآبادیوں کے اُس کا تعلق سسلی سے زیادہ تھا۔ باہمہ دوسرے مجموعے جس میں تارنتوم، میتاپونتوم، سیبارس اور کروتونا شامل تھے، اور تیسرے مجموعے کے مابین جس کے ممتاز بلدیات لوکری اور رھے گیم تھے، بہت ربط و ضبط تھا، لیکن کیمے اور نیپلز بالکل علحدہ رہنا پسند کرتے تھے، اور میدان سیاسیات میں ان کا رشتہ نہ تو خلیج تارنتوم کے بلدیات سے تھا، اور نہ جزیرہ نما کے اقصائے جنوب سے۔ ان کی اس بے تعلقی کا اصل باعث اس حصے کی جغرافی ترکیب تھی؛ اگر ہم نقشے پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ یہاں کمپانیا کے مشرق میں چاروں طرف سے چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں مل کر ایک اچھے خاصے سلسلۂ کوہی کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں اور اسطرح کمپانیا کو میدان اپولیا سے جدا کر دیتی ہیں؛ یہی وہ مقام ہے جہاں کے باشندوں نے آخر اپنی سیادت نشیبی اٹلی کے یونانیوں سے تسلیم کرالی۔ اگر ہم اس مسئلے پر غور کریں کہ مرحلہ کس قسم کے اثرات تھے جن کی بنا پر یونانیوں نے ان تین خطوں کو ہی اپنی

باب ۲۵

آباد کاری کے لیئے منتخب کیا تو اُس کے دو جواب ملیں گے، یعنی اول تو اس حصۂ ملک کی جغرافی حالت اور دوسرے اُس کے اصلی باشندوں کی کیفیات و خصوصیات؛ ایک طرف تو یونانیوں نے ملک کی قدرتی حالت کو اپنے مزاج کے مطابق پایا ہوگا اور دوسرے جو قومیں یہاں آباد تھیں اُنھوں نے نوواردوں کی زیادہ مخالفت نہ کی ہوگی یا وہ خود نسبتہً آسانی سے مغلوب ہوگئی ہوں گی۔ واقعہ یہ ہے کہ صرف ان ہی تین مقامات پر یہ دونوں شرطیں پائی جاتی تھیں۔ یونانی ملاحوں کے لیئے تین چیزیں یعنی خلیجیں، جزیرے اور جزیرہ نما، نہایت لازمی اور ضروری تھیں؛ یہ کمپانیا میں بدرجۂ اکمل اور دوسرے درجے پر خلیج تارنتوم کے ساحل پر ملتی تھیں، اور اُس ضلع کا ساحل جسے اب کالابریا کہتے ہیں، چھوٹی چھوٹی راسوں اور خلیجوں کی وجہ سے تھوڑا بہت یونانی ساحل کی وضع کا ہوگیا تھا۔ اس ملک میں جو قومیں یونانیوں کو ملیں اُن میں سے مساپی خاصے جنگ جو تھے لیکن اُن کے اور یونانیوں کی تہذیب و تمدن اور رسم و رواج میں کچھ زیادہ بُعد نہ تھا، لہٰذا اُنھوں نے نوواردوں کی تہذیب رفتہ رفتہ بلا تکلف اختیار کرلی۔ ان سے ذرا مغرب کی طرف خونیس، اوئے نوترَی اور صقالی مساپیوں کے برابر جنگ جو نہ تھے لہٰذا وہ یونانیوں کے راستے میں زیادہ حائل نہیں ہوئے۔ رہے کمپانیا کے اوسکانی سو اُنھوں نے یونانیوں کے تجارتی تعلقات سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا، لیکن ساتھ ہی ان آباد کاروں کا سیاسی دباؤ کسی طرح اپنے اوپر نہیں پڑنے دیا، لیکن کیمے اور نیپلز نے اندرون ملک کے اصلی باشندوں سے بہت کچھ دوستانہ تعلقات پیدا کرلیئے۔ چونکہ بحیرۂ ترھینیہ کے شمال کی طرف جو ضلع تھا اس میں یہ دونوں شرطیں پوری نہیں ہوتی تھیں، یعنی نہ تو وہ یونانی استعمار کے لیئے مناسب تھا اور نہ وہاں کے باشندے آسانی سے مغلوب ہوسکتے تھے، اس لیئے یونانی آباد کاروں نے اسی طرف رخ نہیں کیا۔ اس حصۂ اٹلی میں اوزبی تیلو اور ریپوم ہینو کے درمیان جو ساحل ہے اُس میں دور راسیں آگے کو سمندر میں نکلی ہوئی ہیں علاوہ اس کے دو جزیرے یعنی جبلیو اور ایلبا اس خوبصورت حصے کو زیادہ خوبصورت کردیتے ہیں؛ اسے دیکھ کر انسان کو معاً خلیج نیپلز اور اسکیا کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح قدرت نے اسکیا کو یونانی استعمار کے لیئے گویا منتخب کرلیا تھا اسی طرح یہ حصہ بھی اُسکے واسطے

باب ۲۵

نہایت مناسب ہوتا؛ لیکن اس میں اتروری قوم آباد تھی، اور وہ ہرگز اس کی روادار نہ ہوتی کہ غیر ملکی سوداگروں کا ایک گروہ آکر اُن کے ملک میں چند خود مختار بلدیات آباد کرے۔ اسی لئے تو اس ملک میں ایک بھی ایسی نوآبادی قائم نہیں کی گئی جسے حقیقی معنی میں یونانی بلدیئے کا لقب دیا جاسکتا، لیکن بلاشبہ اس حصے میں بہت سے یونانی قریے اور چھوٹی چھوٹی نوآبادیاں پھیلی ہوئی تھیں جن کی تعداد کا اندازہ لگانا ناممکن ہے ؛۔

یونانیوں نے جزیرۂ سسلی کے مشرقی جنوبی حصوں پر خاص طور سے قبضہ کرلیا تھا۔ اس جزیرے کے مشرقی حصے میں تو چند عمدہ عمدہ بندرگاہیں پائی جاتی ہیں لیکن جنوبی حصے میں کوئی قدرتی بندرگاہ نہ ہونے کے باوجود انھوں نے گیلا، اگری گنتم اور سلی نوس سے عالی شان اور ذی اقتدار بلدیات آباد کئے۔ سسلی کے شمالی ساحل پر صرف چند ہی یونانی بستیاں تھیں، لیکن مغربی ساحل تک یونانیوں کی مطلق رسائی نہ تھی اسلئے کہ شمال و مغرب میں فنیقیوں نے اپنا پڑاؤ ڈال رکھا تھا، اور ان کے قریب ہی دوسری ایشیائی قوم یعنی ایلی می عرصۂ دراز سے آزادانہ زندگی بسر کرتی تھی۔ ان کے قبضے میں تین نسبتہً اہم مقامات یعنے کوہ اریکس، شہر سگستا اور قصبۂ اینتیلا تھے جن میں سے پہلا افرودیت کی پوجا کے لئے مشہور تھا، اور سگستا کے آثار باقیہ آج تک اُس کے آبادکاروں کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ فنیقیوں اور ایلی میون کے علاوہ سسلی میں دو بااقتدار اطالوی قومیں یعنی مغرب میں توسکانی اور مشرق میں صقالی آباد تھے، لیکن یونانیوں نے جزیرے میں قدم رکھتے ہی ان کو مجبور کیا کہ بیشتر ساحلی علاقہ ان کے حوالے کردیں؛ وہ خود مدت دراز تک اندرون ملک میں آزادانہ طور پر بود و باش کرتے رہے، لیکن یونانی تہذیب و تمدن سے متاثر ہونا ممکن تھا؛۔

اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اٹلی اور سسلی کے یونانیوں کی حالت ایشیائے کوچک کے یونانیوں سے کچھ ملتی ہوئی تھی، گو جہاں تک ملک کے قدیم باشندوں اور اُن غیر ملکیوں کا تعلق ہے جو باہر سے آکر یہاں آباد

ہو گئے تھے، سسلی اور اٹلی کے یونانیوں کی حالت ایشیائی یونانیوں سے ذرا بہتر تھی؛ یعنی ایک طرف تو دونوں ملکوں میں انھیں اپنے ہمسایوں کے مقابلے میں اپنی حیثیت اور اقتدار کو قائم رکھنا پڑتا تھا، دوسری جانب اٹلی اور سسلی کے فریق مخالف کے پشت وپناہ بننے کے لیئے کوئی زبردست سلطنت موجود نہ تھی اور نہ یونانیوں کی ترغیب وتحریص کے لیئے کوئی قدیم تمدن رائج تھا۔ اس واقعے میں اعتراض کی گنجائش نہیں کہ مغربی یونان یعنی اٹلی اور بخصوصاً سسلی میں مشرقی یونان سے کہیں زیادہ تعداد مدبر اور سیاست داں لوگوں کی گزری ہے:۔

سب سے پہلے ہم خلیج نیپلز کی نوآبادیوں کا تذکرہ کریں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ چھٹی صدی ق م کے اختتام سے پیشتر اُن کی سیاسی تاریخ کے باب میں ہمیں نہایت ہی کم حالات معلوم ہوئے ہیں، اور اس کے بارے میں صرف ایک ہی امر وثوق سے بیان کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ اس عہد میں نیاپولس، مطلقاً کوئی چیز نہ تھا بلکہ ہر اعتبار سے اس نواح میں کیمے ہی کو تفوق حاصل تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کیمے کا طرز عمل نہایت امن پسندی کا تھا، مثلاً یہاں کے باشندوں نے خواہ براہ راست خواہ بالواسطہ اپنے ہمسایوں یعنی اوسکانیوں، امبریائیوں، ایٹروریوں اور سابیوں کو حروف ہجا کی تعلیم دی، اور اسی شہر کے ذریعے سے یونانی ظروف گلی وسطی اطالیہ میں جانے لگے۔ کمپانیا کے مقبروں میں تانبے کی بعض نہایت خوبصورت اشیاء برآمد ہوئی ہیں جو غالباً خالکس سے کیمے ہو کر وہاں پہنچے ہوں گے۔ واضح ہو کہ اس شہر سے متعدد شاہراہیں نولا، سوئسولا اور کاپوا ہو کر اندرون ملک کو جاتی تھیں[۱]۔ معلوم ہوتا ہے کہ کیمے والوں کے سیاسی حوصلے پست ہونے کی وجہ سے اُن کے تجارتی تعلقات ایٹروریہ والوں کے ساتھ بہت عمدہ تھے، جو غالباً نویں صدی ق م میں جبراً کمپانیا میں گھس آئے تھے:۔

---

[۱] کیمے کے اثر کے لیئے دیکھو، فون ڈوہن: "خصوصیات تاریخ کمپانیا" F. von Duhn Grundzuege einer Gesch. Camp: (Verh. d. Philol. Vers in Trier, 1879)

کیپے کا او سکانیوں اور اتزوریوں پر جو اثر تھا اُس کا عکس اُس اثر میں نظر آتا ہے جو تارنتوم نے جنوب و مشرقی اقوام یعنی مسابیوں، سامن لی نیوں اور کالابریوں پر اور ذرا شمال کی طرف ہٹ کر پاپی کیون پر ڈالا۔ واضح ہو کہ پاپی کی قوم شمال میں پہاڑی راس گارگانوس تک پھیلی ہوئی تھی اور اُس کی دو شاخیں پیوکیتی اور دونیائی تھیں جنھیں اوسکانی مجموعی طور پر اپولیوں کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔ وہ پانچویں صدی ق۔م تک برابر اہالیان تارنتوم کے حملوں کی مدافعت کرنا اپنا فرض تصور کرتے رہے، لیکن ان کی لڑائیوں کا ثبوت خود شہر تارنتوم کے بانی فالانتوس کے عہد تک ملتا ہے، جبکہ یہاں کے باشندوں نے اپنی کامیابی کے موقع پر دلیفی کی قربان گاہ پر چڑھاوے چڑھانے کے لئے تحفے بھیجے تھے۔ باوجود ان تمام مناقشوں کے ان اقوام پر تارنتوم کا نہایت زبردست اثر پڑا، یہاں تک کہ زمانۂ مابعد میں یہ دعوے کیا گیا کہ دراصل یہ سب قومیں آرکیڈی نسل سے ہیں، اور اُن کے مورث یعنی یاپکس، داؤنوس اور پوکے تیوس، لی کاؤں کے بیٹے تھے۔ اس کے بعد اور بھی بہت سے یونانی سورما گویا ان کی نذر کر دیئے گئے، جیسے اودمے نیوس، پودالئی ریوس اور دیومیدیس، جس نے دونیائیوں کی سرزمین میں شہر آرگی رپیے آباد کیا؛ یہ غالباً وہی شہر ہے جس کا نام بعد میں آرگوس ہیپیوم پڑ گیا۔ چونکہ تارنتوم کا بندرگاہ اس خلیج کے جملہ بندرگاہوں میں سب سے عمدہ تھا اس لئے اُس کا محل وقوع تجارت کے لئے خاص طور پر مناسب تھا۔ اس زمانے میں جہاز حتی المقدور ساحل کے قریب ہی رہا کرتے تھے اس لئے جو جہاز ادھر سے ہو کر گزرتا وہ یہاں ضرور رُکتا تھا۔ اور اس طرح اس شہر کی تجارت کی روز افزوں ترقی میں ممد و معاون ہوتا تھا۔

ہم بالفعل خلیج تارنتوم کے سرے والے بلدیات کو نظر انداز کر کے جنوب و مغرب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، جہاں کے ادارات و واقعات سنین اعتبار سے سیبارس اور کروتون کے سب سے اہم حالات سے پہلے وقوع پذیر ہو چکے تھے۔ بلدیات بروتیوم کے دساتیر کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سسلی کے شہروں سے اُن کے نہایت قریبی تعلقات تھے، مثلاً لوکری اور کتانے دونوں میں

باب ۲۵

قدیم وضع قوانین کی مثالیں ملتی ہیں۔ جب لوکری میں اندرونی بد امنی پھیلی ہوئی تھی تو فال گاہ ڈیلفی سے معاملات رجوع کرنے پر یہ حکم ملا کہ انھیں اپنے شہر کے لیئے نئے قوانین مرتب کرنے چاہئیں، لہٰذا انھوں نے یہ اہم کام ایک شخص مسمی زالیئوکوس کے سپرد کیا جس پر (نعوذ باللہ) اتھینا دیبی کی جانب سے الہام ہوا کرتا تھا[۱]۔ یہ جدید قوانین تقریباً سنہ ۶۶۰ ق۔م میں لکھے گئے جو یونان میں تحریری قوانین کی سب سے پہلی مثال ہے۔ ایفوروس کہتا ہے کہ یہ کریٹی، اسپارٹی اور اریوپاگوسی (یعنی ایتھنزی) قوانین سے اخذ کیئے گئے تھے، اور ان میں یہ جدت کی گئی تھی کہ اگرچہ پہلے تو عاملوں کو سزا کے تعین کا کلّی اختیار رہتا، لیکن اب ہر ایک جرم کے لیئے بیش از بیش سزا مقرر کر دی گئی۔ قدیم رواج کے مطابق ان قوانین کے استقلال پر بہت زور دیا جاتا تھا، چنانچہ اگر کسی شخص کی ترمیم نامنظور ہو جاتی تو اسے سزائے موت کا مستوجب گردانا جاتا۔ زالیئوکوس کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب اس کا بیٹا کسی عورت سے زنا کا مرتکب ہوا تو قانون کے مطابق اس کی دونوں آنکھیں نکلوا دینے کا حکم صادر ہوا، لیکن جب باپ نے یہ سنا تو اس نے اس کے قصاص میں ایک آنکھ اپنی اور ایک اپنے بیٹے کی نکلوا دی؛ اور ہم یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہیں کہ باپ کی حیثیت سے اس کا یہ فعل خواہ کتنا ہی قابل تحسین کیوں نہ ہو مگر مقنن کی حیثیت سے اس میں بہت کچھ سقم پایا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ لوکری کا انتظام ایک ہزار اراکین کی

---

[۱] زالیئوکوس پر Schol. Pind. Ol. ۱۱، ۱۷ میں ارسطاطالیس کا اقتباس دیا ہوا ہے (میئولر جز و ۲۳۰) ۔ ایفوروس کا اقتباس انسٹرابو ۶، ۲۶۰ میں ؛ دیموس تھنیس وتموکراتیس ۱۳۹ وغیرہ۔ اکثر متقدمین زالیئوکوس اور خاروندا س میں خلط مبحث کر دیتے ہیں۔ مقابلہ کرو Herm. St. A. (۸۸ و ۸۹)۔ یوسی بیوس کہتا ہے کہ اس کا زمانہ انتیسواں اولمپیاد تھا؛ لیکن چونکہ یہ بھی معمول کے مطابق مختلف سنین کے از سر نو ترتیب دینے کا نتیجہ ہے اور زالیئوکوس کو دراکو سے چالیس سال پہلے رکھ دیا گیا ہے اس لیئے اس پر زیادہ حصر نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں تک زالیئوکوس کا تعلق ہے بہترین بیان بوسولٹ کی "تاریخ یونان" Busolt: G. G. (جلد ۱ صفحہ ۲۷۶) میں دیا ہوا ہے۔

باب ۲۵

ایک مجلس کے سپرد تھا جس کے صدر کو کوزمو پولس کہتے تھے۔

خارونداس نے کتانہ کی اُسی طرح خدمت کی جیسے زالیوکوس نے لوکری کی کی تھی[1]۔ خارونداس عمر میں زالیوکوس سے چھوٹا تھا، بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اُس کا شاگرد بھی تھا۔ ارسطاطالیس کہتا ہے کہ اُس کے بنائے ہوئے قوانین قطعی و معین ہونے کی وجہ سے بہت قابل تعریف تھے۔ دیودوروس کے قول کے مطابق اُس نے یہ قانون بنایا کہ اگر کسی شخص کی بیوی قضائے الٰہی سے فوت ہو جائے اور وہ دوسرا ازدواج کرے تو اُس کے جملہ حقوق شہریت سلب ہو جائیں گے۔ نیز اُس نے متولیوں کے فرائض اور دوسرے ضروری امور کے لیئے بھی جدید قوانین نافذ کیئے، لیکن چونکہ دیودوروس یہ کہتا ہے کہ یہ سب قوانین شہر تھوری کے لیئے مدون کیئے گئے تھے، اس لیئے اُس کے اُس قول کو کہ انھیں خارونداس ہی نے بنایا تھا، باور نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے زیادہ موثق یہ امر ہے کہ اُس کے ایک قانون کے مطابق اگر کوئی امیر آدمی عادلانہ فرائض کی انجام دہی سے انکار ہی ہوتا تو اُسے غریب آدمی سے زیادہ سزا دی جاتی، اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کتانہ میں حکومت اکابر کا اصول رائج تھا۔ خارونداس کے قوانین سسلی کے خالکدیسی بلدیات میں بھی نافذ کیئے گئے، لیکن ہر ایک بلدیئے میں اُن کا مساوی اثر نہ تھا، اس لیئے کہ ہمارے علم میں پانئے تیوس لیونتی نی کا خود سر حکمراں تھا اور یہ سسلی کی تاریخ میں خود سر حکمراں کی پہلی مثال ہے[2]۔ پانئے تیوس نے پہلے تو طبقۂ ادنیٰ کے افراد سے یہ کہہ دیا کہ جنگ سے امیروں کو ہی سب سے زیادہ فائدہ پہنچ رہا ہے، اور جب وہ ایک مرتبہ فوج کا جائزہ لیتے وقت سپہ سالاری کے فرائض انجام دے رہا تھا تو یکایک اُس نے موجودہ امرا کے گھوڑے اور ہتھیار ضبط کر... ...میں طبقۂ ادنیٰ کے افراد کے ہاتھوں مروا ڈالا۔ اس قصے سے یہ

---

[1] خارونداس کے لیئے ہولم "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیم" Holm: Gesch. Sic. im Alterth جلد ۱، ۱۵۳ وغیرہ کو۔

[2] پانئے تیوس کے لیئے ہولم "تاریخ سسلی" جلد ۱، ۱۵۳ کو۔

باب

یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو میسون تی نی کے باشندوں میں کسی قسم کا صحیح سیاسی احساس نہ تھا لیکن خاروندا اس کے دستور کے سبب سے یہاں بھی حکومت پر ایک خاص طبقے کا اثر پڑ گیا تھا۔

دوریائی شہر اکراگاس کے آباد کاری کے کچھ ہی عرصے کے بعد یہاں ایسی خود سرانہ حکومت قائم ہوئی جس کی مثال ملنا دشوار ہے[۵] یہاں کے باشندے زیوس پولی ایوس کے نام پر شہر کے قلعے میں ایک عالی شان بت خانہ بنوانا چاہتے تھے، اور انھوں نے اس کام کی نگرانی کے لیئے ایک متمول شہری مسمی فالارس کو مقرر کیا۔ اسی طرح فالارس کے پاس روپے کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا اور شہر کے مزدوروں پر اس کا اثر قائم ہو گیا؛ اب اُس نے یہ ظاہر کیا کہ چونکہ بہت سی اشیا جو اس نے بت خانے کی تعمیر کے لیئے جمع کی تھیں چوری گئیں ہیں لہذا قلعے کی چاروں طرف ایک اور دیوار بنانے کی ضرورت پیش آئے گی۔ اس کی اجازت ملنے کے بعد اُس نے اپنے وفادار مزدوروں سے تھس موفوریا عید کے موقع پر عوام پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور انھیں شکست دے کر خود شہر کا فرماں روا بن بیٹھا۔ اس نے اپنے سولہ سال کے عہد حکومت میں یعنی (۵۷۰ ق م سے ۵۵۴ ق م تک کے زمانے میں) جزیرے کے اس قدر حصے پر اپنا اثر پیدا کر لیا کہ بعض مرتبہ اُسے سسلی کے خود سر کا لقب دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے ظلم و ستم کی وجہ سے نہایت بدنام تھا، اور بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایک شخص نے اُس کی خوشنودی کے لیئے ایک آہنی بیل تیار کیا تاکہ اُس میں وہ اپنے مخالفوں کو زندہ جلوایا کرے، تو اُس نے سب سے پہلے اس آلۂ جبر و ظلم کے موجد کو ہی اُس میں بند کرا کے جلا دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فالارس ان سپہ سالاروں میں سب سے پہلا سپہ سالار تھا جنھوں نے صدیوں تک جزیرے کے یونانی اور دیسی باشندوں کو سامی اقوام سے محفوظ رکھا اس لیئے کہ ہمیں بہت سے واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے فنیقیوں اور قرطاجینوں کی مدافعت کے لیئے گویا ایک مرکز قائم

[۵] فالارس کے لیئے ہولم: تاریخ سسلی ج ۱، ۱۴۹ وغیرہ۔

باب ۴

کرلیا تھا، اور یہ کام اُس وقت تک انجام کو نہ پہنچا جب تک رومنوں نے اُس کی تکمیل کا بیڑا نہ اُٹھایا۔ بالآخر فالارس کے خلاف اُسی کے شہر والے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس کے زوال کا باعث ہوئے۔ پنڈار کہتا ہے کہ اس کے قابل نفرت افعال کے مقابلے میں کریسوس کی شرافت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا، اور اسی زمانے سے اُسے خودسرانہ فرماں روائی کا بدترین نمونہ تصور کیا جاتا ہے۔

چھٹی صدی ق م میں ایشیائے کوچک کے یونانیوں پر جو مصائب نازل ہو رہے تھے اُن سے اٹلی کو بہت کچھ فائدہ حاصل ہوا۔ یونانی مشرق بعید اور مغرب اقصیٰ کے باہمی تعلقات نہایت عمدہ تھے، لہذا جب ایشیائی زندگی میں جذب کا مادہ نہیں رہا تو یہاں کے یونانیوں کا خیال سب سے پہلے مغرب کی طرف منعطف ہوا، اور چونکہ نشیبی اٹلی کی آب وہوا معتدل اور اراضی زرخیز تھی، اور ساتھ ہی اس حصۂ ملک میں کوئی ایسا قوی بادشاہ نہ تھا جو اُن کی مخالفت کرتا اس لیئے اُنھوں نے اسی خطے کو ترجیح دی۔ اگر ہم غور کریں تو اُس زمانے میں نشیبی اٹلی کا وہی رتبہ تھا جو زمانۂ مابعد میں امریکہ کا ہو گیا۔ چنانچہ ساتویں صدی ق م کے نصف اول سے بعید عہد میں چند کولوفونیوں نے خلیج تارنتوم پر شہر سیرس کی بنیاد ڈالی، اور اسی طرح چھٹی صدی ق م میں فوکیہ کے باشندوں نے جزیرۂ کورسیکا میں الالیہ اور خلیج سالرنو اور خلیج پولی کاسترو کے مابین ہیئے لے یا ایلیا کے بلدیات آباد کئے جب پولیکراتیس نے جزیرۂ ساموس کی حکومت کو اپنے قبضے میں کرلیا تو وہاں کے بہت سے آزادی پسند باشندوں نے آکر خلیج نیپلز پر ایک شہر آباد کیا، جس کا نام اپنے مقاصد کی اشاعت کی غرض سے دِکائے آرخیا یا "حکومت صحیحہ" رکھا (جسے آجکل پوتسوء ولی کہتے ہیں)۔ ساحل کے اس حصے پر کیمے والے قابض تھے، لیکن چونکہ خالکس اور ساموس کے باہمی تعلقات نہایت عمدہ تھے اور غالباً ساموسیوں نے کیمے والوں کی اجازت پہلے سے حاصل کرلی تھی اس لیئے اُنکو یونانیوں کے اقتدار میں یہ مزید اضافہ ضرور خوش آئند معلوم ہوا ہو گا۔ ہم اسکے بعد کے کسی باب میں کیمے کے خودسر ارسطودیموس مالاکوس کا حال بیان کریں گے۔

چھٹی صدی ق م کے وسط میں نشیبی اٹلی کے سب سے باوقعت شہر

باب ۲۵

سیبارس اور کروتون تھے، اور ان دونوں میں سے سیبارِس سب سے اہم شمار کیا جاتا تھا گو اُس کے قبضے میں کوئی عمدہ بندرگاہ نہ تھا۔ اس کے اور ملطہ کے تعلقات نہایت عمدہ تھے اور ملطی جہاز برابر سیبارس آتے جاتے تھے۔ وہ مال واسباب جو ملطہ کے جہاز سیبارس لاتے اگر شہر یا اُس کے نواح میں فروخت نہ ہو سکتا، تو اُن سے خشکی کے راستے بحیرۂ ترصینیہ کے اُن ساحلی مقامات کو بھیج دیتے جہاں اُس کی مانگ ہوتی۔ اس مال کا بازار خصوصیت کے ساتھ اترؤریہ میں تھا جہاں کے سوداگر اپنے ملک کی پیداوار اُسی راستے سیبارِس کو ملطہ کے جہازوں پر بار کرانے کی غرض سے روانہ کردیتے۔ یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ نہ تو ملطی کبھی بحیرۂ ترصینیہ میں جانے کی جرأت کرتے اور نہ اترورِی کبھی مشرق کی طرف جاتے، بلکہ ملطہ اور اترؤریہ کے عظیم الشان تجارتی اور بحری مملکتوں کے درمیان جو کچھ تجارت ہوتی وہ سب کی سب شہر سیبارس میں ہوکر گزرتی جس کے سبب سے اس شہر کی مرفہ الحالی میں بہت کچھ ترقی ہوگئی۔ یہی وجہ تھی کہ ان شاہراہوں کو محفوظ کرنے کی غرض سے جو اس شہر اور بحیرۂ ترصینیہ کے درمیان واقع تھیں انھیں اپنے اقتدار کے بڑھانے کی فکر ہوئی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ چار اوئے نوتری قبیلے جو پچیس قصبوں میں پھیلے ہوئے تھے، سیبارس کا حکم مانتے تھے۔ اس نواح میں سب سے قریب مقام لاؤس تھا، جو اسی نام کے ایک دریا کے دہانے پر واقع تھا، اور وہ مدتوں اٹلی کی شمالی سرحد تصور کیا جاتا تھا؛ اس کے شمال میں پکسوس (بگزنتیوم) تھا جسے آجکل پولیکاسترو کہتے ہیں؛ اس شہر کے پوسیڈونیا سے بھی نہایت اچھے تعلقات تھے۔ گو ان دونوں شہروں کے درمیان براہِ راست خشکی کے راستے سے رسل ورسائل کا طریقہ قائم تھا، تاہم تاجروں کو بڑے چکر سے، غالباً دریائے نیگرو یا کالورے کی وادی سے گزر کر اکثر وبیشتر اُسی راستے سے جانا پڑتا تھا جس پر ہوکر رومن عہد میں شاہراہ پوپلیا بنائی گئی چھٹی صدی ق م کے وسط میں سیبارس کی وسعت، اُس کی آبادی اور اُس کی دولت بہت بڑھی ہوئی تھی، اور لکھا ہے کہ شہر کا محیط پچاس ستادیا یعنی تقریباً چھ میل، اور اس کی آبادی ایک لاکھ تھی؛ اس کے علاوہ شہر میں پانچ ہزار سوار رہتے تھے جو میلوں

باب ۲۵

اور تہواروں کے موقع پر جلوس میں شریک ہوتے تھے ۔ اس کی مرفہ الحالی اور اُن تعلقات کی وجہ سے جو ملطہ کے عیش پرست شہریوں کے ساتھ اُس کے قائم تھے، اُس کی عیاشی بڑھتے بڑھتے ضرب المثل ہوگئی اور اس کے باشندوں پر نسائیت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ وہ تھوڑی سی تکلیف کو بھی برداشت نہ کر سکتے تھے اور اپنی اس نازکی پر فخر کرتے تھے ۔ اس شہر کے اس قدر جلد زوال پذیر ہونے سے بھی یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہاں کے لوگوں میں وہ معائب اور نقائص موجود تھے جو اُن کی طرف منسوب کئے جاتے تھے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ابتداءً میں جو قصے اُن کی طرف منسوب تھے وہ سب زبانی بیان کئے جاتے تھے، اور ہم جانتے ہیں کہ زبانی جمع خرچ میں کس قدر مبالغہ ممکن ہے، لہٰذا یہ سمجھنا درست نہیں کہ وہ سب کے سب حقیقت پر مبنی ہوں گے ۔ لیکن ساتھ ہی ہم کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر خود سیباریسیوں کی طرز زندگی قابل انگشت نمائی نہ ہوتی اور اگر وہ جا و بیجا بانکپن کے ساتھ اپنی نزاکت پر فخر نہ کرتے تو ان میں سے ایک قصہ بھی اُنکے ساتھ منسوب نہ ہوتا ۔[۵۶]

کروتون اور سیبارس کے مابین بعد المشرقین نظر آتا ہے چھٹی صدی ق م میں علاوہ اسپارٹا کے کسی اور شہر نے ورزشی کھیلوں میں کروتون کے برابر ترقی نہیں کی ۔ اُس کے باشندوں کی اولمپیا میں ۵۸۸ ق م سے کامیابیاں شروع ہوئیں اور یہ مدت دراز تک مسلسل جاری رہیں، جس فن میں وہ یکتائے روزگار تھے، وہ کشتی کا فن تھا، اور پہلوانوں میں سب سے مشہور شخص میلو تھا، جو پہلے تو جوانوں کے اکھاڑے میں اول آتا رہا، اور پھر چھ مرتبہ اولمپیاڈ کے میلوں میں یعنی ۵۳۲ ق م سے ۵۱۲ ق م تک مسلسل کشتی میں انعام حاصل کرتا رہا جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اہالیان کروتون نے یونانی کھیلوں میں کتنی کامیابی حاصل کی،

---

۵۶ سیبارس اور ملطہ کے قصوں کا انداز تقریباً ایک سا ہے ۔ لیکن سیبارسی قصوں میں ظرافت کا پہلو نمایاں ہے ۔ ان میں سے بہت حکایات سے زمانۂ حال کی کہانیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے جہاں ایک قصہ گو دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے ۔

باب ۵

اور یہ کھیل ایسے ہوتے تھے کہ ان میں کامیابی کا دار و مدار پہلوان کی آزمودہ کار اور دانشمندانہ تعلیم پر ہوتا تھا، تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کروتون والوں کے پاس وقت بھی کافی ہوگا اور وہ دنیا کے حالات سے باخبر بھی ہوں گے، اور یہ صفات بغیر اعیانیت کے میلان کے لیئے ناممکن ہیں۔ اس فطری میلان پر حکیم فیثاغورس ساکن ساموس کے طویل قیام سے گویا مہر لگ گئی اور اس نے کروتون کی شہرت میں چار چاند لگا دیئے۔

شومیٔ قسمت سے فیثاغورس کے بارے میں ہماری معلومات نہایت غیر مکمل حالت میں ہیں اور نہ صرف اس کی سوانح عمری بلکہ اس کے اصول سے بھی ہمیں بہت ہی کم واقفیت ہے[۱]۔ اس عدم واقفیت کے متعدد اسباب ہیں:

[۱] حکیم فیثاغورس کے لیئے، علاوہ ابتدائی تصانیف کے، مقابلہ کرو کریشے "(۱) معاشرۂ سیاسی بزمانۂ فیثاغورس" Krische: Die Societatis a Pythagora oond Scopo polit گیوٹنگن ۱۸۳۰ء؛ تسیلر Zeller کا مضمون پاؤلی کے محیط المحیط Panly's R. Ene ۶، ۱۷ میں، اور اس کی کتاب "تاریخ فلسفۂ یونان" Geschichte der Philos. der Griechen روٹ: تاریخ فلسفہ Roth: Geschichte der Philos. جلد ۲ (روٹ روایات پر بہت کچھ تکیہ کرتا ہے)؛ راتگیبر "یونان کبیر و فیثاغورس" Rathgeber Grossgriechenland und Pythagoras (یہ کتاب فہرست کتب متعلقہ کے لیئے نہایت دلچسپ ہے۔ قدیم مورخوں میں یامبلی خوس کا رتبہ نہایت ممتاز ہے، جس کے لیئے مقابلہ کرو روڈے: "(۱) ماخذ یامبلی خوس" Rohde: Die Quellen des Iamblichos (ان ماخذوں میں نکوماخوس کا پایہ بلند ہے، جس کی تحریر پر اپولونیوس نے اضافے کیئے) Rh. mus. ۲۶ و ۲۷۔ حال ہی میں گ۔ ف۔ انگر G. F. Unger: Zur Geschichte der Pythagoreer "(۱) تاریخ پیروان فیثاغورس" انجمن علمیہ سویریا ۱۸۸۳ء)۔ فیثاغورس کی زندگی کے واقعات کا تسلسل حسب ذیل بیان کیا ہے: ولادت ۵۸۲ ق م؛ ساموس میں ملی تقریباً ۵۳۲ ق م؛ ۔۔۔ حکیم ۔۔۔ میں فیثاغورس جانا؛ موت تقریباً ۔۔۔ ق م۔ انگر رسالۂ فیلولاوس میں زینوفانیس کے واقعات زندگی کے باب میں بھی کچھ لکھا ہے (۱۸۸۳ء)۔

اول تو اُس نے اپنی کوئی تصنیف نہیں چھوڑی، بلکہ اُس کی تعلیم کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عوام الناس سے بعض خاص قسم کے علوم مخفی رکھے جائیں؛ دوسرے، اسکے ملک میں ایسے ہمعصر مورخ نہ تھے جو اُس کی زندگی کے واقعات ضبط تحریر میں لانے کی زحمت گوارا کرتے؛ سب سے بڑی وجہ اُس کے حالات سے کما حقہٗ واقف نہ ہونے کی یہ ہے کہ زمانۂ مابعد میں فیثاغورس کے معرفوں نے اُس کے افعال میں جو چاہا بڑھا دیا۔ یہ ایک عام کلیہ ہے کہ جس قدر اقتدار کسی شخص کا ہوتا ہے اتنا ہی روایات اور افسانوں کے ذریعے سے اُس کی زندگی کے حالات میں اضافہ اور تبدیلی کردی جاتی ہے، لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ افسانے عام طور پر عوام الناس ہی کے خیالات کا اتباع کرتے ہیں۔ اگر ہمارا یہ خیال صحت پر مبنی ہے تو ایسی حالت میں مذہبی روایات کی وہی حیثیت ہوگی جو کسی تصویر میں تیز گہرے رنگوں کی ہوتی ہے جن کے بغیر تصویر اتنی صاف نظر نہیں آتی۔ بہرحال جہاں تک فیثاغورس کا تعلق ہے ہم صرف انھیں اثرات کو بیان کرسکتے ہیں جو اس عجیب وغریب انسان نے اپنی صفات کے ذریعے سے اپنے ہم عصروں پر ڈالے۔ ہمیں یہ قطعی طور پر نہیں معلوم کہ یہ کس سال میں پیدا ہوا اور کس سال میں وفات پائی، لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کم و بیش پچاسویں اور باونویں اولمپیاد کے درمیان یعنی ۵۸۰ق م سے ۵۶۸ق م تک کسی سال میں پیدا ہوا ہوگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ فیرے کیدس ساکن سیروس کا شاگرد تھا جو نثر نویسی میں یکتائے روزگار سمجھا جاتا تھا، اس کے علاوہ دوسرے اہل فکر اور حکما مثلاً تالیس، بیاس، اور اناسی ماندر بھی اُس کے اُستاد بیان کئے جاتے ہیں، بلکہ ہم بعض کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ خود فشیہ دیبی نے اُسے تعلیم دی تھی۔ اُسنے بہت سے ممالک میں سفر کیا اور ہمیں اس کے باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ وہ مصر بھی ہو آیا تھا، اس لئے کہ ساموسیوں کے لئے مصر جانا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی کیا ... وہ اسپین سے دور دراز جزیرہ نما کو بھی جاتے اور مصر میں اپنی چھوٹی چھوٹی نو آبادیاں قائم کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ بابل کے سفر کا حال اُس کے معرفوں نے ایجاد کیا ہو، لیکن اس میں بھی کوئی بات خلاف قیاس نہیں معلوم ہوتی۔ لکھا ہے کہ وہ چالیس برس کی عمر میں اٹلی چلا گیا، لیکن یہ نہیں معلوم کہ اُس کے جانے کا مقصد کیا تھا؛

باب ۱۵

بہر حال ہم مختلف امور سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جس طرح بہت سے ایشیائی یونانیوں نے اپنا وطن چھوڑ کر اٹلی کا راستہ صرف اس لیئے اختیار کیا کہ اُن کے میدان عمل میں توسیع ہو، اسی مقصد کے حصول کے لیئے فیثاغورس نے بھی اپنا دیس چھوڑ کر دیار مغربی کی راہ اختیار کرلی ہوگی۔ اُس وقت تک کسی کو اس امر کا شبہہ بھی نہ تھا کہ بعض اطالوی قوموں کی قوت اور اُن کا اقتدار ایرانیوں اور لیدیویوں سی پست قوموں سے بھی بڑھ جائے گا۔ اُس نے شہر کروتون کو غالباً اسلیئے اپنے قیام کے لیئے منتخب کیا کہ ایک طرف تو اس شہر اور ساموس کے باہمی تعلقات دوستانہ تھے اور دوسرے خود اس شہر کے عام میلان بھی فیثاغورس کے حسب دلخواہ تھے، یعنی اس میں ایسے اعیان واشراف برسر اقتدار تھے جن میں جسمانی قوت اور قابلیت کے ذریعے سے ممتاز ہونا قابل فخر ومباہات سمجھا جاتا تھا، لہذا فیثاغورس نے کوشش کی کہ ان لوگوں میں اس سے بھی بلند تر مقام یعنی ذہنی ترقی کے بام پر پہنچنے کی خواہش پیدا کی جائے، اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوا۔ اس نے تین طریقوں سے یعنی بحیثیت مدرس کے بحیثیت ایک معلم کے اور بحیثیت ایک سیاس کے اپنے ہمعصروں پر اپنا اثر ڈالا، لیکن چونکہ اُس نے مذہبی رسوم کا اضافہ کرنے کے عوض موجودہ مذہبی عقائد پر ہی زور دینا اور انھیں اخلاقی زندگی کے اصول سے منطبق کرنا کافی سمجھا اس لیئے ہم اسے مذہبی مصلح نہیں کہہ سکتے۔ اس کا نصب العین یہ نہ تھا کہ اپنے عقائد ہر ایک شخص کے سامنے ایک ہی طرح پیش کرے بلکہ وہ تعلیم یافتہ اور ان پڑھ لوگوں کے درمیان امتیاز کر کے فہم وادراک کی تدریجی تعلیم دینا چاہتا تھا۔ فیثاغورس کے طریق کا ایک اہم جزو کہ انسان کا ایک فریضہ عورتوں کی عزت ووقار کو قائم رکھنا بھی ہے۔ ایونی فلسفیوں نے یہ سکھایا تھا کہ دنیا کا انتظام مادی اصول پر چلتا ہے، فیثاغورس نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے اس کی جگہ ایک تصوری اصول پیش کیا ہے جس کی بنیاد اُس نے اعداد یعنی ترتیب پر رکھی۔ ایک طرف تو اُس نے ریاضی کا مطالعہ کیا جس میں اُسے بہت کچھ کامیابی ہوئی اور دوسری جانب مسئلۂ فضیلت اعداد کو اخلاقیات پر منطبق کر کے اپنا خاص

باب ۱۵

اصول اعتدال و یک رنگی کا پیش کیا۔ اس طرح وہ یونانی خیالات مروجہ کا گویا ترجمان بن گیا اور ساتھ ہی اُن بڑے بڑے عملی کارگزاروں کا ہم آہنگ ہو گیا جنھوں نے اُس سے پہلے کی پشت میں عقلائے سبعہ کے نام سے اپنے زمانے کے یونانیوں پر عظیم الشان اثر ڈالا تھا۔ یونانی مذہب میں صرف ظاہری عبادت پر زور دیا جاتا تھا، لیکن فیثاغورس نے یہ اصول پیش کر کے کہ ظاہری طہارت کے ساتھ باطنی صفائی عبادت کا جزو لاینفک ہے، اس مذہب میں گویا ایک قسم کا اضافہ کر دیا۔ اس کے ماورا یونانی مذہب میں اور بھی بہت سی خامیاں تھیں، جیسے کہ اُس نے مسئلۂ معاد کے باب میں مطلقاً کوئی تعلیم نہ دی تھی، جس کے معلوم کرنے کی نہ صرف عقلا کو جستجو تھی بلکہ عوام بھی خواہشمند تھے۔ انسان کی روح جس دلجمعی اور اطمینان کو تلاش کرتی تھی اُس کے حصول کی غرض سے جگہ جگہ خفیہ انجمنیں اور پوشیدہ رسوم رائج ہو گئے تھے، اور اب فیثاغورس نے انھیں مستقل اور بلند رتبہ دینا چاہا۔ بلاشبہہ اُس کی تعلیم پر مشرقی فلسفے کا ضرور اثر پڑا ہو گا؛ اس سے پیشتر بقائے روحانی کے اصول کی تعلیم فیرے کیدیس، ساکن سیروس دے چکا تھا، نیز مصری مذہب کے عقائد سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ موت کے بعد ہر شخص کا انصاف زمین کے نیچے کے طبقے میں ہو گا۔ اب حکیم فیثاغورس نے یہ اصول تسلیم کر کے اُس پر آواگون یا تناسخ کے اصول کو بڑھا دیا، جس کا ماحصل یہ تھا کہ جو روح پاک نہیں ہوتی وہ موت کے بعد کسی اور جسم میں داخل ہو جانے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ زمانۂ مابعد میں یہ قصہ بیان کیا گیا تھا کہ خود حکیم موصوف کا اپنے بارے میں یہ قول تھا کہ اس نے پانچویں مرتبہ انسان کے قالب میں جنم لیا ہے بلکہ بعض روایات کے مطابق اسکا یہ دعویٰ بھی تھا کہ وہ اُس ڈھال کو پہچانتا ہے جو اُس نے یوفوربوس کے چولے میں جنگ ٹروائے کے وقت اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ اُس کے مخالفوں نے اُسپر استہزا کرنے کی غرض سے یہ مشہور کر دیا تھا کہ ایک مرتبہ ایک کتے کے بھونکنے کی آواز سُن کر وہ بول اُٹھا یہ آواز میرے ایک مردہ دوست کی ہے[۵]۔

---

[۵] اکثر مورخوں کی یہ رائے ہے کہ اس حکیم پر مشرقی فلسفے کا اثر پڑا، لیکن یہ امر کسی ایک مشرقی ملک

باب ۲۵

حکیم فیثاغورس کا کروتون کے اعیانیوں پر بہت بڑا اثر پڑا، اور اُس نے ان اعیانیوں کے رتبے میں معتدبہ اضافہ کر دیا۔ میلو اُس کا چیلہ تھا، اور ان لوگوں کی تعداد جنھیں اُس کے عقائد کے اسرار سے واقفیت تھی، تین سو تھی، جن کا مال و اسباب مشترک تھا۔ فیثاغورس کے اثر نے کروتون کی قوت و اقتدار کو بڑھا دیا، اور اُس جنگ میں جو اُس کے اور سیباریس کے درمیان چھڑی اسی بلدیئے کو فتح ہوئی ؛۔

سیباریس اور کروتون دونوں اصل میں ایک ہی یونانی ملک یعنی اکائیہ کی نو آبادیاں تھیں۔ یہ دونوں بلدیئے اپنی تاریخ کے ابتدائی عہد میں اکثر متحد و متفق نظر آتے ہیں، چنانچہ چھٹی صدی ق م کے نصف اول میں انھوں نے مخالفہ کر کے سیرس کا خاتمہ کر دیا جو کولوفون کی نو آبادی تھی۔ ہمیں اس حملے کے اصلی اسباب کے متعلق معلومات حاصل نہیں، لیکن غالباً سیرس اور سیباریس کے درمیان تجارتی وجوہ سے رنجش رہتی ہوگی، اور اس وقت تک ایسے سکے موجود ہیں جو سیرس اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔ مقابلہ کرو اے گلاڈش: "مبادیات تاریخ عالم"
A. Gladisch : Einleitung in das Verstaendniss der Weltgesch.
جلد ا، پوزن ۱۸۴۱ء؛ ل، فون شریوڈر "فیثاغورس و اہل ہند" L. von Schroeder : Pythagoras und der Inder لائپزگ ۱۸۸۴ء۔ اس ملک کے مورخ اس کے مسلک کا تعلق مصر کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ م، کانتور M. Cantor علوم متعارفہ کی حیثیت سے اس حکیم کی تعلیم پر بحث کرتا ہے: "اقوام کی تمدنی ترقی میں ریاضی کی امداد" Mathematische Beitraege Zum Culturleben der Voelker ہالے ۱۸۶۳ء؛ نیز دیکھو اُس کا مضمون "ریاضی" کے موضوع پر (مجموعۂ پاؤلی Pauly's R. E. جلد ۲، اشاعت اول، صفحہ ۴۰۰ و غیرہ) وہ کہتا ہے کہ "یونانی ریاضیات کو ہم صرف اُس وقت سمجھ سکتے ہیں جب ہم اُن بیانات کو یاد رکھیں جن کے مطابق فیثاغورس نے پہلے تو مصری علم ہندسہ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور اس کے بعد تقریباً ۵۳۰ ق م میں بابل میں ریاضی کی تعلیم پائی ؛۔

باب ۷

پکسوس کے مخالفے کی یادگار میں ڈھالے گئے تھے: اس سے پتا چلتا ہے کہ سپرس نے ایسے مقامات میں مداخلت کرنی شروع کردی تھی جن کے معاملات کو سیپارس اپنے خانگی حیطۂ اقتدار میں تصور کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے کروتون کو کچھ تعلق نہ تھا، لیکن یہ ممکن ہے کہ اس زمانے میں اُس پر سیپارس کا اثر ہو۔ بہر حال اُسے بہت جلد اس جنگ میں شریک ہونے کی سزا بھگتنی پڑی۔ چونکہ اس لڑائی میں لوکری نے سپرس کا ساتھ دیا تھا اس لیئے اب اُس کے اور کروتون کے مابین جنگ چھڑ گئی جس میں ریگیوم نے دوسرے کا ساتھ دیا۔ اس جنگ میں ان حلیفوں کے سپاہیوں کی تعداد دشمن کے سپاہیوں سے کہیں زیادہ تھی لیکن باوجود اس تفوق کے کروتون ہی کو فتح نصیب ہوئی۔ اس کی اصلی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اُن سورماؤں نے جن کی عزت و وقعت شہر کے باشندے خاص طور پر کرتے تھے، (یعنی ایاکس ولد اوئے لیوس اور دیوسکوری نے) جنگ میں انکا ساتھ دے کر انھیں کو قوی اپشت کردیا بلکہ بہت سے لوگوں کا بیان تھا کہ ہم نے خود ان سورماؤں کو عین میدان جنگ میں سرخ چغے پہنے سبزہ گھوڑوں پر سوار دیکھا تھا۔ لیکن بہت جلد ثابت ہوگیا کہ اس شکست سے کروتون کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ محض ایک وقت تک اُس کے اقتدار میں کمی ہوگئی ہے۵۹۔

اسی دوران میں سیبارس کی حکومت بجائے ایک ہزار ارکین کی مجلس کے ایک شخص واحد مسمی تیلیس کے قبضے میں آگئی تھی جس نے اپنے آپ کو خودسر حکمران بناکر پانچ سو شریف سیبارسیوں کو جلاوطن کردیا تھا۔ یہاں سے یہ بیچارے سیدھے کروتون گئے اور وہاں کے بازار کی قربان گاہ پر کھڑے ہوکر نہایت لجاجت سے امداد کے لیئے استدعا کی۔ تےلیس کو اپنے دشمنوں کے ساتھ کروتونیوں کا یہ سلوک مطلق پسند نہ آیا لہٰذا اُس نے فوراً کروتون کی حکومت سے اُن کی واپسی کا دعویٰ کیا اور یہ دھمکی دی کہ اگر اُن کی اس سے زیادہ پشتی کیگئی تو وہ لڑائی چھیڑ دیگا۔

۵۹ اگر ستے سی خوروس کی نظم جنگ دریائے ساگراس کے زمانے میں ہی لکھی گئی ہے تو یہ لڑائی یقیناً ۵۵۶ ق م سے پہلے ہی ہوئی ہوگی (تاریخ سسلی، جلد ۱، ۱۶۷)۔

باب ۱۳

اس نازک زمانے میں اکثر اہل کروتون چاہتے تھے کہ وہ واپس بھیج دیے جائیں، اور اگر فیثاغورس اُن کا ساتھ نہ دیتا تو یقیناً اُن کا انجام بہت ہی بُرا ہوتا۔ بہرحال کروتونیوں نے انھیں واپس نہیں کیا اور ۵۱۱ ق م میں دونوں بلدیوں کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی۔ جہاں تک محض تعداد کا تعلق ہے، سیبارس کو فوقیت حاصل تھی، اس لیے کہ اُس کی تین لاکھ فوج کے مقابلے کے لیے کروتون کے صرف ایک لاکھ نفوس میدانِ جنگ میں آسکے، لیکن جبکہ سیبارس کے سپاہیوں میں بزدلی کے آثار نمایاں تھے، کروتون کی فوج کا سب سے اچھا حصہ، جو میلو کے زیرِ حکم لڑ رہا تھا، اتنا ہی جری و تنومند تھا۔ فریقین دریائے تراائس پر جنگ آزما ہوئے اور جلد شگون سیبارسیوں کے اس قدر مخالف تھے کہ ان کی فوج کا نجومی یعنی کالیاس ساکن الیس اُن کا ساتھ چھوڑ کر دشمن سے جا ملا۔ بہرحال انھیں پوری شکست ہوئی جس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب کروتونیوں نے عین لڑائی کے وقت باجہ بجانا شروع کیا تو سیبارسی فوج کے گھوڑے، جنھیں ناچ سکھایا گیا تھا، بیخود ہو کر ناچنے لگے اور خود اپنی صفیں تتر بتر کر دیں۔ فاتحوں نے مفتوحوں کا اُن کے شہر کے دروازے تک تعاقب کیا۔ اب شہر میں بغاوت ہوگئی چنانچہ باغیوں نے اپنے حکمراں تےلیس کو قتل کر کے خود دشمن کی مدافعت کرنی شروع کر دی اور ستر روز تک برابر لڑتے رہے۔ بہر نہج کروتونیوں نے سیبارس پر قبضہ کر کے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور محض اس غرض سے کہ اُس کی تعمیر دوبارہ ناممکن ہو جائے انھوں نے دریائے کراتھیس کا دھارا بدل کے اُس کا ایک نیا راستہ کھول دیا[۱]۔ بہتیرے باشندگانِ سیبارس بحیرۂ ترھینیہ کی سیبارسی نو آبادیوں مثلاً لاؤس، سکدروس اور پوسئیدونیا چلے گئے۔ اس انقلاب کا اُن تمام شہروں پر اثر پڑا جن کے

---

[۱] کروتونیوں نے سیبارس کی مکمل بربادی کے لیے شہر کو پانی سے ڈبونے کے حال کے لیے دیکھو کاوالاری کا مضمون "کھدائیوں کے حالات" Cavallari: Notizie degli Scavi (Lincei) روما، ۱۸۷۹ء۔

باب ۲۱

سیبارس سے تعلقات تھے، لیکن سب سے زیادہ جس کا نقصان ہوا وہ ملظہ تھا۔ کروتون نے سیبارس کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک کیا وہ ناقابل معافی ہے، اور اس کا اصلی سبب یہی ہو سکتا ہے کہ اس میں سیبارس کے خلاف عرصۂ دراز سے مخالفت اور عناد کی آگ بھڑک رہی تھی؛ نیز بلا شبہہ تجارتی مخالفت اور ساتھ ہی ایک طرف تو سیبارس و ملظہ اور دوسری جانب کروتون اور ساموس کے باہمی گہرے تعلقات کا بھی اس پر ضرور اثر پڑا ہوگا۔ بہر حال اس سے کروتون کا کچھ بھلا نہ ہوا، اس لیئے کہ بہت جلد نیچے کے طبقے کے لوگوں میں بےچینی پھیل گئی اور چونکہ انھوں نے پچھلی لڑائی کی فتح میں بخوبی شرکت کی تھی لہذا وہ اپنے آپ کو سیاسی پہلو سے ترقی کا مستحق تصور کرتے تھے اور انھوں نے گویا یہ طے کر لیا تھا کہ اپنی تکمیل اعیانیوں کے ہاتھ میں ہرگز نہ دیں گے۔ لیکن اعیانی بھی نہایت سخت تھے، اور کسی طرح اپنی شکست تسلیم کرنا نہ چاہتے تھے چنانچہ انھوں نے محض اپنی عقل و فراست پر بھروسہ کر کے اس راستے کے اختیار کرنے سے انکار کر دیا جو انھیں عملی تدبیر کے طور پر اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ الغرض ایک شخص مسمی کیلون نے اپنے آپ کو اس بےچین گروہ کا سرگروہ بنایا جو شہر کے دستور میں تبدیلی کے خواہاں تھے اور چاہتے تھے کہ مجلس خاص کے انتخاب کا عوام الناس کو حق حاصل ہو جائے، عہدہ دار ذمہ دار گردانے جائیں اور سیبارس کی اراضی جملہ باشندوں میں تقسیم کر دی جائے۔ لیکن مجلس نے ان تمام تحریکات کو مسترد کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بغاوت کا علم بلند کر دیا گیا اور چونکہ اعیانیوں میں سے سب سے ممتاز اشخاص فیثاغورس کے پیرو تھے اس لیئے اس گروہ کا مقصد ان کا خاتمہ کرنا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مسلک کے جملہ اشخاص میلو کے مکان پر جمع ہوئے، جہاں ان کا محاصرہ کر کے بہت سوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ لیکن خود فیثاغورس بچ کر میتاپونتوم بھاگ گیا اور عرصے تک یہی مقام اس کے پیروؤں کا خاص مستقر رہا۔ لیکن یہاں کے باشندے بھی ان نوواردوں کے خلاف ہو گئے؛ چنانچہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تمام جنوبی اٹلی میں جہاں جہاں فیثاغورسی انجمنیں تھیں وہاں ان کے دفاتر جلا دیئے گئے جن میں میتاپونتوم کا صدر دفتر بھی شامل تھا، یہاں تک کہ ان میں سے صرف دو نوجوان بچ کر نکل سکے۔ یہ بھی

معلوم ہوتا ہے کہ فرقی تنازعات کی وجہ سے ان شہروں میں قتل و غارت کا بازار عرصہ تک گرم رہا۔ لیکن کروتون کی حکومت کی باگ عرصۂ دراز تک عموم کے ہاتھ میں رہی ہوگی اس لیئے کہ یہاں کے اعیان نے بہت جلد از سر نو بیدار ہو کر عمومی فریق کے ارکین کو جلا وطن کر دیا؛ اس کے بعد ایک شخص مسمی کلئی نیاس عمومی فریق اور مسلح غلاموں کی مدد سے خود سر بن گیا اور اُس نے سر برآوردہ اعیان کو یا تو قتل کر دیا یا شہر سے نکال دیا۔ ان تمام واقعات کی تاریخ کا صحیح تعین بالکل ناممکن ہے، اور ہمارا خیال ہے کہ جس قدر تاریکی یونان کبیر کے اس دور پر چھائی ہوئی ہے اتنی تاریکی زمانۂ تاریخ میں یونان کے کسی اہم واقعے کو پوشیدہ کئے ہوئے نہیں ہے۔ کروتون اب بھی برابر ورزشی کھیلوں میں دلچسپی لیتا تھا، لیکن اُس کے اقتدار اور رتبے میں بتدریج زوال کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔

کروتون میں فلسفے کے ذریعے سے عام زندگی پر اثر ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن مخالف عناصر کی قوت و سطوت کے سبب سے اس میں ناکامی ہوئی۔ بہرحال یہ شدید رد عمل جو اس اصول کے خلاف برپا تھا اُن کونپلوں کو بیجان کرنے کے ناقابل ثابت ہوا جو بعد میں جیل کر عمدہ اور تندرست پودوں کی صورت میں جلوہ نما ہوئے۔ فیثاغورس کا مذہب برابر ترقی کرتا رہا، اور ابتداءً تو اس کی حیثیت محض فلسفے کے ایک مسلک کی جیسی تھی، لیکن بہت جلد اس کا اثر زندگی کے اصول پر پڑنے لگا اور بالآخر عملی سیاسیات کا میدان بھی اس سے تھوڑا بہت متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ فیثاغورس کی تعلیم کا عملی اثر چوتھی صدی ق م میں نمایاں ہوتا ہے جب اُس کے پیرو دیونی سوس کے مخالف نظر آتے ہیں؛ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک پیرو لی سس اپیامنونڈ اس کا استاد تھا اور دوسرے پیرو آرخیتاس نے مدت دراز تک تارنتوم پر حکومت کر کے ہر شخص کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ہمارا خیال ہے

کہ افلاطون کے فلسفے سے بھی زیادہ اس فلسفے کی بدولت ہونہار افراد قابل
اور تنومند شہری ہو گئے، لیکن اس سے ایسا سیاسی مسلک قائم نہ ہو سکا
جس میں مدافعت کی مستقل قابلیت ہو۔

دوسرا ایونی فلسفی جس نے چھٹی صدی ق م میں یونان کبیر کو
اپنا مسکن بنایا، زینوفانیس ساکن کولوفون تھا۔ اس کی اور فیثاغورس
کی عالی شان شخصیت میں بہت ہی بڑا تباین نظر آتا ہے۔ ہمیں اسکی
زندگی کے باب میں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں، لیکن ہم یہ کہہ سکتے
ہیں کہ وہ اُس شخص کے مثل، جس کا دار و مدار کسی مخصوص پیشے سے
ہو، جگہہ جگہہ سفر کرتا پھرتا تھا۔ وہ شاعر ضرور تھا، لیکن اس کی نظمیں
دل خوش کرنے کے لئے نہیں بلکہ تعلیم و تدریس کی غرض سے منظوم
کی جاتی تھیں۔ وہ پانچویں صدی ق م تک سسلی کے مختلف مقامات
میں سکونت پذیر رہا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اسے ایلیا کو بہ نسبت دیگر
بلدیات کے زیادہ پسند تھا۔

زینوفانیس نے جو ایلیائی مسلک کا بانی ہے، مرثیے کی سی
بحر میں عمومی خیالات کے مغالطوں اور نقائص کو پیش کیا۔ اُس کے
فلسفیانہ نظریئے اُس کی ایک نظم میں پائے جاتے ہیں جس میں وہ کہتا
ہے کہ ذات خداوندی ایک ہے اور اُس میں اور مخلوق میں مطلق کوئی
امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔ ساتھ ہی اس نے مطالعۂ فطرت کو بھی نہیں چھوڑا
بلکہ صدفی باقیات اور آتش فشاں پہاڑوں کی طرف اپنی توجہ مبذول
کی۔ لیکن ان تمام امور سے زیادہ جس چیز کا اس کے ہمعصروں پر بیش از بیش
اثر پڑا وہ خیالات عامہ کے انتقاد کی وجہ سے تھا۔ وہ کہتا تھا کہ انسان
خود اپنے تخیل میں دیوتاؤں کا اختراع کرتا ہے۔ اسے یہ ناپسند تھا کہ محض
جسمانی ورزش کو نیکی اور دانشمندی پر اس قدر زیادہ ترجیح دی جائے،
اور گو علم انسان کی صحت پر وہ مطلق اعتماد نہیں کرتا تھا، لیکن اُسکا خیال
تھا کہ انسان کی موجودہ حالت سے ترقی ممکن ہے۔ وہ عقیدہ پرست فیثاغورس

کے برعکس خالص نقاد نظر آتا ہے، اور دونوں کی شخصیتوں میں جدت کا پہلو نمایاں ہے۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں یونان کبیر کے باشندوں کو علم کی نئی اور اہم شاخوں میں ترقی کرنے اور غیر ملکی علماء و فضلا سے تعلقات پیدا کرنے کے لیئے بہت سے موقعے حاصل تھے۔

نظم کا پہلا مقصد بجائے تعلیم و تدریس کے خوبصورتی اور حسن ہوتا ہے، اور اس فن میں بہ نسبت ایلیا کے یا اُن شہروں کے جہاں بیٹھ کر فیثاغورس نے تعلیم دی، اُن بلدیات نے زیادہ امتیاز پیدا کیا جو ابنائے سسینا کے چاروں طرف واقع تھے۔ ان میں وہ شہر شامل تھے جو سسلی میں تو ہمرا سے کتانا تک اور نشیبی اٹلی میں رھیگیوم کی داہنی جانب لوکری سے لے کر اسکی بائیں طرف اسی شہر کی نوآبادیوں تک پھیلے ہوئے تھے، اور یہیں وہ مقامات تھے جو خارونداس اور زالیوکوس سے حکما کا وطن ہونے پر فخر کرتے تھے۔ لوکری کی ایک نوآبادی کا نام ماتاؤروس تھا جو بحیرۂ ترھینیہ پر واقع تھی؛ اسی مقام سے ہمرا کے شاعر ستےسی خوروس کے آبا و اجداد آئے اور خود اسنے ۶۴۰ ق م میں پیدا ہو کر ۵۵۵ ق م میں وفات پائی۔ وہ مزاری بحر میں رزمیہ اشعار کہتا تھا، اور اس نے وقفے اور جوابی وقفے میں ایک ٹیپ کے بند کا اضافہ کر کے قصیدے کو کامل کر دیا۔ ایک نظم میں ہیلینا پر حملہ کرنے کی وجہ سے اُسکی بینائی سلب کر لی گئی، اور اس وقت تک اُس کی آنکھوں میں روشنی واپس نہ ہوئی جب تک اُس نے اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ نہ کر لی۔ اس کے اشعار میں عاشقانہ انداز بھی پایا جاتا ہے جس کا اتباع اُس کے جانشین ابی کوس ساکن رھیگیوم نے کیا، لیکن وہ بہ نسبت اپنے اشعار کے اس وجہ سے زیادہ مشہور ہے کہ وہ ڈاکوؤں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔

واضح ہو کہ ہم اس سے پیشتر کے باب میں مغربی فنون لطیفہ کا ذکر کر چکے ہیں۔

باب بست و ششم

ایتھنز کے حالات سولون کے عہد تک؛

قوانین سولون

یونان کے مختلف اطراف و اکناف میں پھرتے پھراتے ہم آخر کار ایتھنز پہنچ جاتے ہیں[1] ہم مطالعہ کر چکے ہیں کہ اولین عہد الاوثان کے بعد، جس کے مطلق کوئی آثار، علاوہ چند باقیات فنون لطیفہ کے، موجود نہیں ہیں، سرزمین ایشیا پر ہومری نظموں کی

[1] تاریخی زاویۂ نگاہ سے ہمارے نزدیک ایتھنز اور یونان مترادف الفاظ ہیں، چنانچہ علاوہ محض ترصیف البلدان اور جغرافیہ کے ایتھنز کی تاریخ کا بالکل علٰحدہ مدون کرنا خارج از بحث ہے۔ لیکن چونکہ متقدمین ایسے متفرق واقعات کی فضا میں رہتے تھے جو ہمیں مسلسل اور متعلق نظر آتے ہیں اس لیئے وہ ایتھنز کی بجائے خود مکمل تاریخ مرتب کرنے پر قادر تھے۔ بہت سے قدیم مورخوں نے اس قسم کی کتابیں چھوڑی ہیں جن میں اُنھوں نے محض تفصیلی واقعات کو بہت کچھ اہمیت دی ہے۔ میولر کے "اجزائے تاریخ یونان" Mueller's Fragments of Greek History میں ایتھنز اور اٹیکا کی تواریخ و قدیمیات کی ان تالیفوں کی فہرست دی ہوئی ہے جن کے اجزا یا حوالے اس وقت تک محفوظ ہیں۔ اس میں سب سے پہلے تو اُن مورخوں کے نام نظر آتے ہیں جنھوں نے کوئی "آتھس" (یا اٹیکائی زبان میں تاریخ) لکھی تھی، اور اسی زمرے میں ایسے قدیم مورخ بھی شامل کر دیئے ہیں جیسے ایتھنزی فیرے کیڈیس اور ہیلانیکوس، آتھس مصنف دراصل اُس عہد کے علما میں سے ہیں جنھوں نے ارسطاطالیس کے بعد اپنی کتابیں لکھی ہیں اور ان میں کلی دیموس، فانو دیموس، دیمو ن، اندروتیون، اِسترِوس شامل ہیں۔ اس زمرے میں سب سے ممتاز نام فلوخوروس کا ہے

شکل میں حقیقی یونانی تمدن ترقی پذیر ہوتا ہے۔ یورپ میں اسپارٹا کے شدید اور سخت

باب

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ جس نے اپنی کتاب کی تلخیص بھی مرتب کی اور ایٹیکا کے موضوعات پر چند رسالے لکھے۔ ایتھنز کے دستور کا بیان ارسطاطالیس، ہرقلی دیس اور دیکائے آرخوس کی تصانیف میں ملتا ہے (میوکر جلد ۲)

کتاب "دستور ایتھنز" کے انکشاف سے، جو بلاشبہہ وہی کتاب ہے جسے متقدمین ارسطاطالیس کے ساتھ منسوب کرتے تھے، ایتھنز کی تاریخ اور دستور کے مطالعے میں ایک خاص تہیج پیدا ہو گیا ہے۔ (اس کی پہلی مرتبہ کینی ان Kenyon کے زیر ادارت ۱۸۹۱ء میں لندن میں اشاعت ہوئی اور دوسری مرتبہ سین ڈینیز Sandys نے نہایت مفید اور کارآمد حواشی کا اضافہ کرکے ۱۸۹۳ء میں شائع کیا)۔ اس موضوع پر جو بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں انکا ذکر نہیں کیا جاسکتا؛ یہاں صرف یہ کہنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مورخ اس کا مصنف ارسطاطالیس کو ہی تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس خیال کے مخالفین بھی ہیں جن میں سب سے ممتاز رُیل Ruehl کاؤئر Cauer اور شوارتز Schwarz ہیں۔ بہرحال ہر ایک اس امر پر متفق ہے کہ بیالیسویں باب سے آخر تک یہ کتاب تاریخ قدیم کے مطالعے کیلئے بالکل بے مثل ہے، لیکن چونکہ ابتدائی تاریخی حصے میں بہت سے ایسے واقعات مندرج ہیں جن کی بابت آئیں دیگر معلومات حاصل نہیں ہیں اس لیے انھیں تسلیم کرنے سے بیشتر اُن کا پورا اطمینان کر لینا مناسب ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمیں اس کتاب کی تنقید سے محض ارسطاطالیس کے نام کی وجہ سے نہیں جھجکنا چاہیئے، لیکن یہاں ہم صرف ایسے نکات بیان کریں گے جن میں یہ کتاب اور اس سے پہلے کی حاصل کردہ تصانیف میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

منجملہ اہم ترین تالیفات کے ایک تالیف مقدونوی کراتے روس کی تھی جس کا نام "مجموعۂ قوانین ایتھنز" تھا۔ ان مورخوں میں سے جو مختلف مقامات میں جاکر وہاں کے قابل لحاظ واقعات کو لکھتے اور انھیں سمجھاتے، سب سے مرقع دیو دوروس اور پولےموں تھے (جن میں سے سابق الذکر کے بیانات ۳۰۸ تک محدود ہیں)۔ خوش قسمتی سے ہمارے پاس پوسانیاس کا سفرنامہ اس وقت تک موجود ہے جو دوسری صدی عیسوی میں لکھا گیا ہے۔ واضح ہو کہ پلوٹارک نے تھےسیوس اور سولون کی جو سوانح عمریاں لکھی ہیں اُن کے اکثر واقعات محض ثانوی معلومات پر

باب ۲۶　نظام حکومت کی ترقیوں کا حال ہم اچھی طرح بیان کر چکے ہیں، اور ساتھ ہی ہم نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پر مبنی ہیں۔

زمانۂ حال کے مورخ ابتدائی ایتھنز کی تاریخ کو تین مختلف پہلوؤں سے دیکھتے ہیں، اور اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ اُس کے واقعات میں ہی زاویہ ہائے نگاہ سے یعنی تو خرافوں اور افسانوں کی تحقیقات، قدیم تاریخ دستوری کا مطالعہ اور توصیف البلدان اور جغرافیے کی مدد سے بیان کئے جا سکتے ہیں۔ ان تینوں امور میں سب سے پہلے (یعنی خرافوں اور افسانوں) کی حیثیت محض ثانوی ہے، اور مسلسل بیانات میں کبھی دوسرے اور کبھی تیسرے زاویۂ نگاہ پر زور دیتے ہوئے پہلے سے مدد لی جاتی ہے۔ زمانۂ حال میں ایتھنز کی تاریخ دستوری پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن کا ذکر ذیل میں کیا جائے گا؛ بالفعل ہم صرف اُس ترقی کا تذکرہ کافی سمجھتے ہیں جو زمانۂ حال میں ایتھنز کی توصیفی تاریخ کے ضمن میں ہوئی ہے۔ لیک Leake کی تصانیف کے بعد ("توصیف ایتھنز" Topography of athens ۱۸۲۱ء و ۱۸۴۱ء) کُرتیوس Curtius کا نمبر آتا ہے؛ اس کی تصانیف مفصلۂ ذیل ہیں: (۱) "مطالعاتِ اٹیکا" Attic studies جریدۂ انجمن علمیہ گیوٹنگن Schriftend. Goett. Ges.d. Wiss جلد ۱۱ و ۱۲ (۲) ایتھنز کے سات توصیفی نقشوں کی تفسیر (۳) ایتھنز و اٹیکا کی جغرافی معلومات میں وہ اضافہ جو اُسکی اور کاؤپرٹ Kaupert کی کتاب "نقشہ جات اٹیکا" Karten von Attica کے ذریعے سے ہوا ہے جس کے اس وقت تک صرف نو حصے شائع ہوئے ہیں۔ برسیان Bursian نے اپنی کتاب "جغرافیۂ یونان" Geographie von Griechenland میں ایتھنز کی توصیف پر بحث کی ہے۔ نیز اُس نے پاؤلی کے مجموعے Pauly's R. Enc. اور ملشس ہوفر Milchhoefer نے بومنیسٹر کی "یادگارہائے متقدمین" Baumeister's Denkmaler des Alterthums میں مضامین لکھے ہیں۔ واخسموٹ کی کتاب "بلدیۂ ایتھنز بزمانۂ قدیمہ" Wachsmith Die Stadt Athen in Alterthums (جلد اول لائپزگ ۱۸۷۴ء جلد دوم لائپزگ ۱۸۹۰ء) نہایت صحت کے ساتھ لکھی گئی ہے اور اس میں جملہ انکشافات پر بحث کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ دو کتابیں قابل ذکر ہیں، یعنی کرتیوس: "تاریخ بلدیۂ ایتھنز" Curtius : Die stadtgeschichte von Athen برلن ۱۸۹۱ء اور ہیرسن و

باب ۲۶

یہ بھی دیکھا کہ باقی ماندہ ممالک یونان میں جو سیاسی ارتقا ہوا، وہ اسپارٹا سے کہیں زیادہ قوانین قدرت کے مطابق تھا، یعنی وہاں کے دساتیر ابتدا میں تو سیدھے سادے اور سختی لیئے ہوئے تھے، لیکن باوجود خود سرانہ حکومت کے سدراہ ہونے کے امتداد زمانہ سے وہ پہلے سے زیادہ دقیق اور ترقی یافتہ ہو گئے۔ ہم اس کا بھی مطالعہ کر چکے ہیں کہ عہد ہومر کے بعد بھی ایشیا ہی تہذیب و تمدن کا گہوارہ بنا رہا، لیکن یونانی قوم مشرقی اور وسطی بحیرۂ روم کے تقریباً ہر ایک ساحل پر پھیل گئی اور آخر کار جب یونانیت کو ایشیا میں مختلف قسم کے خطرات کا سامنا کرنا پڑا تو انھوں نے پہلے سے بھی زیادہ دیار مغربی کے استعمار کی طرف اپنی توجہ مبذول کر دی، چنانچہ یہ ممالک اب مادّی اور ذہنی شعبہ جات زندگی میں ایشیائے کوچک کے گویا مد مقابل بن گئے لیکن ان سب امور سے واقف ہونے کے بعد بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہمنے یونان قدیم کے میدان کو تمام و کمال عبور کر لیا ہے، اس لیئے کہ ہم نے ابھی تک ایتھنز پر نظر نہیں دوڑائی، اور یہی وہ شہر ہے جس نے تمام شہروں پر اپنے تمدنی اثرات چھوڑے ہیں اور جو چھٹی صدی ق م میں بھی اپنے فطری خصوصیات و امتیازات کے باعث کسی دوسرے یونانی بلد یئے سے کم نظر نہیں آتا۔

ہمیں جس قدر واقفیت آرگوس اور بیوتیہ کے ابتدائی حالات سے ہے اُس سے کچھ ہی زیادہ معلومات اٹیکا کے ابتدائی واقعات سے حاصل ہیں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کیکردپس، اریختھیوس، پاندیون، ایئے گیوس، اور تھےسیوس کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ویرال: ''دیومالا و عمارات ایتھنز'' Harrison & Verrall : Mythology and Monuments of Athens لندن ۱۸۹۰ء۔ لیکن مسز الذکر میں اکثر ڈاکٹر ڈورپ فیلڈ Dr. Doerpfeld کی تحقیقات کی جو آجکل کے علمائے ترمیم ایتھنز میں سب سے ممتاز ہیں، نقل کر دی گئی ہیں۔ ان تمام کتابوں میں مصنفوں نے ایتھنز کی قدیم ترین تاریخ پر بحث کرنے میں بڑی دور رسی اور معلومات سے کام لیا ہے، اور اگر اس کتاب میں گنجائش ہوتی تو ہم بہت سے امور پر بحث کرتے اور جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں اُنکا ذکر کرتے۔ واضح ہو کہ آجکل نوشتوں کی اہمیت روز بروز زیادہ محسوس ہوتی جا رہی ہے۔

باب ۲۶

افسانوں کو اتنی ہی تاریخی اہمیت حاصل ہے جتنی داناؤس، ہرقل، پرسیوس، یا اسے ودیوس کو ہے، بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ سابق الذکر افسانوں کی اتنی بھی تاریخی اہمیت نہیں اس لیئے کہ اُن کی ابتدا ایسے ملک میں ہوئی جس نے دیگر ممالک سے زیادہ ادبیات میں کمال حاصل کیا۔ ہر یونانی کا محبوب ترین شغل یہ تھا کہ اپنے وطن مالوف کا نام چار دانگ عالم میں روشن کرے، اور ظاہر ہے کہ وہی یونانی قوم جسے بہ نسبت دیگر اقوام کے ادبیات سے زیادہ لگاؤ ہوگا، اس قسم کے بیانات کو جن کے باعث اُس کا شہر مشہور ہو جائے نسبتہً آزادی کے ساتھ اختراع کرے گی۔ لیکن ایتھنزیوں کے دو بیانوں کی، جن کا ایک دوسرے سے تعلق تھا، ایک خاص تاریخی وقعت ہے؛ یعنی ایک تو یہ کہ وہ ملک کے اصلی باشندے تھے، اور دوسرے یہ کہ انھیں کبھی بیرونی قوم نے مغلوب نہیں کیا بلکہ جب دیگر ممالک کے باشندوں نے اٹیکا میں آباد ہونا چاہا تو یہاں والوں نے نہایت فراخ دلی سے انھیں خوش آمدید کہا۔[1] اسکی بہت سی مثالیں دی جاتی ہیں؛ مثلاً اودے دیوس نے ہرقلیوں کی طرح اٹیکا میں پناہ لی، اور اسی ملک میں اورس تیس نے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کیا۔ ان سورماؤں نے اٹیکا میں اپنے وارث نہیں چھوڑے، بلکہ اُن کی بجائے دیگر اشخاص نے اس ملک کو اپنا وطن قرار دے کر یہاں اپنے اپنے خاندانوں کی بنیاد ڈالی، جن میں نے لیوس کی اولاد کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ انھیں میں سے ایک میلانتھوس تھا جو برادر نسطور کا نگریتا اور کودروس کا باپ تھا؛ اس کے خاندان کے چند اراکین ایتھنز میں رہ گئے، باقی چند نفوس ایونیائیوں کو ساتھ لے کر ایشیا میں بس گئے۔

---

[1] اٹیکا میں غیر ملکیوں کی جو قدر افزائی کی جاتی تھی اس کا ذکر طوسی ودیدش ۱/ ۲ میں ہے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ابتدا میں الیوسس اور سالامس کا تعلق اٹیکا سے نہ تھا، لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ دونوں شہروں پر اٹیکائی رنگ کب سے چڑھا؟ ہم اس کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ ساتھ ہی ہمیں ان کی خود مختاری میں مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لینا چاہیئے، اور کم از کم الیوسس کو تو خارجی معاملات میں کسی قسم کے اختیارات حاصل نہ تھے۔

باب ۲

اسی طرح پایونیوں کے آباؤ اجداد کی بابت مشہور تھا کہ وہ انتی لوخوس کی اولاد سے تھے جو خود نسطور کا فرزند اکبر تھا تیسرا ممتاز خاندان اَلکمیونیوں کا تھا جو پلوسی سورما کے دوسرے بیٹے تھراسی مدیس کی نسل سے تھے۔ اسی طرح خود سر پی ستراتوس کی بابت یہ بیان کیا جاتا تھا کہ وہ نسطور کے چھوٹے بیٹے کی اولاد سے ہے جس کا نام بھی اُسی کی طرح پی سستراتوس ہی تھا۔ ظاہر ہے کہ چند نیلوسیوں کے ایتھنز آکر آباد ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ لوگ ضرور پیلوس سے ایتھنز آئے ہوں گے، لیکن ہم عام طور پر یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ غالباً بہت سے غیر ملکی نہایت ابتدائی زمانے میں آکر اٹیکا میں رہ پڑے ہوں گے۔ بلاشبہ اٹیکا سرزمین یونان کے ایک کونے میں واقع ہے، اور اُس کی زمین کے پہاڑی ہونے کی وجہ سے باہر سے آنے والوں کو یہاں آباد ہونے کے لئے کوئی امر باعث ترغیب نہیں ہے خصوصاً جب اُس کے قریب ہی ایسے اضلاع موجود ہیں جو مختلف اعتبار سے اُس سے بہتر ہیں؛ لیکن یونان کے ایک کونے میں واقع ہونے کے باعث وہ بڑی بڑی شاہراہوں سے بالکل علٰحدہ تھا لہٰذا انسانوں کی اُن ٹولیوں کے لئے جنھیں اپنے ملک کو چھوڑنا پڑا، وہ ایک بہترین جائے پناہ بن گیا۔ علاوہ ازیں اگر ہم غور کریں تو اٹیکا میں حاکم و محکوم کے مابین اتنا امتیاز نہیں پایا جاتا جتنا پیلوپونیز کے ایک بہت بڑے حصے اور تھسلی میں ملتا ہے اور اسی لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس اعتبار سے تھسلی، آرگوس، اسپارٹا اور مسینیا پر غیروں کا تسلط ہو گیا اسی طرح اٹیکا کو کبھی کسی غیر قوم نے فتح نہیں کیا، بلکہ ان کے برعکس مختلف اوقات میں یہاں ایسی بیرونی اقوام آکر آباد ہو گئیں جن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو امتداد زمانہ سے بالآخر باہم متحد و متفق ہو گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایتھنزی نہایت وثوق سے کہتے تھے کہ اُن کے آباؤ اجداد نہ فاتح تھے نہ مفتوح، بلکہ وہ بغیر کسی مدِ جنگ و جدال کے ملک میں آکر متسلط ہو گئے تھے، نیز چونکہ وہ خود ابتداءً غیر ملکی تھے اس لئے ان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ اُنھوں نے ہمیشہ غیر ملکیوں کو خوش آمدید کہا۔

الغرض یہ امر ناقابل قبول نہیں کہ بعض ایتھنزی اُن اقوام کی اولاد سے تھے

باب ۱۲

جو دوریانیوں کی آمد کی بعد جزیرہ نمائے پیلوپونیز سے فرار ہو گئے۔ یوسپلی یونان میں ایتھنز ایونی قوم کی گویا بدرجۂ اتم قائم مقامی کرتا تھا۔ اٹیکا میں بہت کم زرخیز میدان ہیں؛ ان میں سے مشرق میں مارا تھون، مغرب میں الیئوسس اور تیسرا خود ایتھنز کا میدان ہے؛ اسی مناسبت سے ارا تھون میں ہرقل کی الیئوسس میں دیمیتر کی، اور ایتھنز میں پالاس اتھینے کی پوجا ہوتی تھی۔ موخر الذکر مقام میں ایک وادی ہے جس کے شمالی حصے کو دریائے کیفی سوس اور جنوبی کو الی سوس ندی سیراب کرتی ہے؛ اس وادی کے کنارے پر ایک اونچی پہاڑی اکروپولس ہے جو شہر ایتھنز کی گویا ناف ہے۔ کوہ اکروپولس شمال و مشرق سے جنوب و مغرب کی طرف کو جاتا ہے اور ایک مقام پر جسے قلعۂ لیکابیوس کہتے ہیں، وہ شہر سے ۹۰۰ فٹ بلند ہو جاتا ہے۔ یہ سلسلہ اکروپولس سے جنوب و مغرب میں ایک نشیبی ٹیلے کی شکل میں آگے کو بڑھ گیا ہے جس کی سب سے اہم چوٹی کو متقدمین موزیون کہتے تھے۔ یہی وہ چوٹی ہے جس کے اوپر اور نیچے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے نالوں کے کناروں پر نہایت قدیم آبادی کے آثار پائے گئے ہیں؛ لیکن تاریخی اعتبار سے ان کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں ہے؛ اور اس پر اکروپولس کی آبادی کو بدرجہا فوقیت حاصل ہے، جو سطح سمندر سے

۵۳ بعض مورخ، جن میں سب سے ممتاز ہرمان («مملکت قدیمہ» St. A. Hermann ۹۵) ہے ایون کی تخت نشینی کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ اُس کے ساتھ ایک جنگجو طبقے اٹیکا کی رہبری کے فرائض انجام دینے لگا۔ ہرمان کا یہ میلان بلاشبہ حق بجانب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا تعلق کسی بیرونی حملے سے نہ تھا۔ لیکن ہمارا یہ خیال ہے کہ اس نظریے کی جو بنیاد قرار دی جاتی ہے (یعنی ایون کی تخت نشینی) اس کی کوئی تاریخی وقعت نہیں ہے بلکہ یہ قصہ صرف قوم کے نام کی اصل قائم کرنے کے لیئے ایجاد کر لیا گیا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب عنان حکومت کسی فوجی طبقے کے قبضے میں آجاتی ہے تو عام طور پر اس کے ذریعے سے وہ رعایا پر ظلم و ستم ڈھاتے ہیں؛ لیکن اٹیکا میں اس ظلم کا پتا بھی نہیں ملتا۔ ہمارے نزدیک جس ایونی انقلاب کا ہرمان نے ذکر کیا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا؛۔

باب ۲۱

پانچ سو فٹ بلندی پر ایک ایسے موقع پر واقع تھی جو دیگر پہاڑیوں سے بالکل علیحدہ ہونے کی وجہ سے حفاظت کے لئے بہترین مقام تھا۔ اس مقام کو نہایت قدیم زمانے سے ہی اٹیکائی اقوام میں سے ایک نے اپنا مسکن بنا لیا تھا، اور یہ زمانۂ قبل تاریخ ہی میں اٹیکا کی سیاسی زندگی کا گویا محور و مرکز بن گیا تھا۔ اس اتحاد و اتفاق کو تھے سیوس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اور جو تبدیلی اس موقع پر ہوئی اُس کا ہو بہو حال طوسی ویدِش نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ابتدا میں ہر ایک اٹیکائی بلدیہ بالکلیہ خود مختار تھا، بلکہ بعض بلدیات کے حکمران تو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے جیسے ایریختھیوس ساکن اتھینز اور یومولپوس ساکن الیوسس۔ تھے سیوس نے ہر قوم کی علیحدہ علیحدہ مجالس کو برخاست کر کے صرف اتھینز کی مجلس اور پری تانیوم کو باقی رہنے دیا جہاں ہر بلدیئے کے مسائل حل ہونے لگے۔ متقدمین تھے سیوس کی اس تدبیر کو سیونوئے کِزموس یا "اختلاط اٹیکا" کہتے تھے، اور طوسی ویدِش کے بیان کے مطابق یہیں سے عید "سی نوئے کیا" کی ابتدا ہوتی ہے[۱]۔ یہ بھی بیان کیا جاتا تھا کہ پری تانیوم خاص قلعے کے اندر واقع تھا؛ اسی زمانے میں پین اتھے نیا کی قربانی کی ابتدا ہوئی اور اُس رقبے کو جو طوسی ویدِش کے قول کے مطابق قلعے کے جنوب میں پھیلا ہوا تھا، اتھے نائے "یا اتھینز" کا لقب دیا گیا[۲]۔

---

[۱] طوسی ویدِش (۲، ۱۵) کہتا ہے کہ ....

....

زمانہ ما بعد میں لوگوں کا یہ قول تھا کہ کیکروپس نے بارہ شہروں کو "مخلوط" کیا، لیکن یہ اختلاط تھے سیوس کے اختلاط بلدیات سے بھی زیادہ فرضی ہے۔ ان میں سے گیارہ بلدیات کے نام تو استرابو، ۹، ۳۹۷ میں اور ایک فلوخورس میں دئیے ہوئے ہیں۔ مقابلہ کرو پلوٹارک "تھے سیوس" ۲۴، کانزل، اختلاط تھے سیوس، Kansel : De Thesei Synoikismo ماربرگ سنہ ۱۸۸۲ء۔

[۲] حقیقت یہ ہے کہ قدرتی خزانوں ہی کی بنا پر آیرِختھونیوس، ایریختھیوس اور کیکروپس کے قصے اختراع کئے گئے ہیں۔ یومولپوس اور ایریختھیوس کے مابین جو جھگڑا ہوا اُس سے اصل مراد اتھینز اور ایلیوسس کے باہمی تنازع سے ہے۔ ظاہر ہے کہ ایون نام کا کوئی شخص کبھی تماشاگاہ عالم پر نمودار

یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ قدیم ترین عہد سے کوئی یونانی ریاست ایسی نہ تھی جس کا
[illegible] قدر وسیع ہو یا اتنی متحد ہو جتنی مملکت اٹیکا تھی۔ اسپارٹا ضرور مستثنیات سے
[illegible] لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹی راج کی بنا تہدید و تشدد پر تھی برخلاف اسکے
ایتھنز کی حکومت کی بنیاد جبر و تشدد پر نہیں تھی تاہم یونان میں اپنی قسم کی مملکتوں میں سے
وہی ایسی تھی کہ اگر دشمن حملہ کرتا تو اس کے جملہ باشندے دو گھنٹے کے اندر اندر
شہر پناہ میں یک جا نہیں ہو سکتے تھے اور ایتھنز ہی ایسا شہر تھا جس سے متعلق ایک بڑا
متعلقہ اراضی بھی تھا۔ اس کا اور دیگر بلاد یونان کا یہ خاص فرق ہمیشہ ملحوظ نہیں رکھا جاتا
حالانکہ یہی اس شہر کی آئندہ عظمت و سطوت کا اصل باعث تھا۔ شہر کی اس خصوصیت
سے اس کے باشندوں میں ابتدائی زمانے ہی سے سیاسی معاملات میں ایک قسم کا
اطمینان ہو گیا جس کی وجہ سے مابعد میں انھیں اس امر کا احساس ہونے لگا کہ وہ ایک
عظیم الشان مملکت کے شہری ہیں۔ اٹیکا کے دیگر بلدیات میں صرف ایک یعنی
ایلیوسس ہی ایسا تھا جسے اندرونی معاملات میں ایتھنز کا مد مقابل بننے کی اہلیت تھی،

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ نہیں ہوا، لیکن چونکہ ایونیائیوں کو ایک جد امجد کی ضرورت تھی اسلیئے
حسب معمول اُسے کسی غیر ملک میں تلاش کیا گیا اور اُس کا نام ایون رکھا گیا۔ اور چونکہ وہ ایک
یادگار شخص زوتھوس کا بیٹا تھا لہٰذا وہ حکومت ایتھنز کا مستحق گردانا گیا۔ لیکن بہت سے ایتھنزی
[illegible] رندیت کو اپنے وطن مالوف کے لیئے توہین آمیز خیال کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے
[illegible] اپولو اور ایرکتھیوس کی بیٹی کریوزا کا بیٹا بنا دیا۔ اس قصے سے قدیم معبودوں کا انحطاط
ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیئے کہ علاوہ پوسئیڈون کے ایونیائی اپولو کی بھی پرستش کرتے تھے۔
اسی طرح [illegible] بالکل ناممکن ہے کہ پانڈیون کے بیٹوں یعنی ایگیوس، پالاس، نسوس اور لیکوس
کے افسانوں سے تاریخی استخراج کیا جاسکے، اس لیئے کہ نسوس اور لیکوس کا اٹیکا سے کوئی
تعلق نہیں ہے۔ ان کا نام صرف تزئین کی خاطر لیا گیا ہے جس سے غالباً صرف اُس اثر کا اظہار
کیا گیا ہے جو اٹیکا کا میگارا اور لکیہ پر پڑا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ پالاس کی اولاد کی وقعت
محض خرافی دیووں سے زیادہ نہیں ہے، اور ایگیوس دراصل محض پوسئیڈون ہی ہے جسے
انسانی جامہ پہنایا گیا ہے:۔

اور اسی لیئے اُسے خاص رتبہ حاصل تھا۔ وہ بغیر لڑے ایتھنز کا ماتحت نہیں بنا لیکن زمانۂ مابعد میں مذہبی دُنیا کے اندر اُس کی وقعت اس قدر بڑھ گئی کہ سیاسی خود مختاری کے نہ ہونے کی وجہ سے اُس کے اعزاز میں جو کمی ہوگئی تھی وہ پوری ہوگئی۔ ایتھنز کو دیگر مقامات اٹیکا پر اپنے جغرافی محل وقوع کی وجہ سے جو سیادت حاصل ہوئی اُس کا اصل سبب یہ تھا کہ وہی ایسا بلدیہ تھا جس کا موقع محفوظ، اراضی نسبتہً زرخیز اور مقام ساحل سے قریب تھا۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اٹیکا کے باشندوں کو ان فوائد کا ہمیشہ اندازہ رہتا ہوگا، اور یہ بالکل ممکن تھا کہ کسی مناسب وقت پہ اس احساس اور عام جغرافی حالات سے فائدہ اُٹھا کر کوئی دوررس رہبر کسی مناسب وقت پر ایتھنز کو ملک کا صدر مستقر بنانے میں کامیاب ہو جائے۔ الغرض نہایت بعید زمانے میں ہی بغیر زیادہ جبر واکراہ کے ایک ایسی مملکت قائم ہوگئی جس کا ارض یونان میں کوئی ثانی نہ تھا، اور جو ملک کے رقبے کے اعتبار سے خاص بڑی کہی جا سکتی ہے۔ اس کے قیام سے اسپارٹا کی سی عالی شان فوجی مملکت کا ایتھنز مد مقابل بن گیا۔ اسی مقابلے کی وجہ سے بعد میں ایتھنز اپنے فرضی حلیفوں کے ساتھ جبر کرنے پر مجبور ہوا، اور یہی اُس کے زوال کا اصلی باعث ہوا۔

ظاہر ہے کہ بعض قدیم مورخوں کے اس بیان کے کہ اٹیکا کے جملہ باشندے شہر کی چار دیواری میں آجاتے تھے، ظاہری معنی نہیں لینے چاہئیں[^1]۔ ایتھنز شاہ دسوس

[^1]: زمانۂ حال میں یہ مسئلہ بہت کچھ زیر بحث رہا ہے کہ شہر ایتھنز ابتدا میں ایسے حصوں پر مشتمل تھا جو ہمسایہ ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے بالکل علحدہ تھے، اس کی بابت خصوصیت کے ساتھ واخسموتھ کی کتاب "بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth : Die stadt Athen کا مطالعہ کیا جائے جس کا اوپر اقتباس دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف قلعے کے پیلاسگی عنصر، جنوبی حصے کی تھریسی آبادی قلعے کے مشرق میں ایونی بستیوں اور فنیقیوں اور دوسرے غیر ملکیوں کے ملتے والے جائے قیام کے مابین امتیاز کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک فنیقیوں اور تھریسیوں کا قیام بہت مشتبہ ہے، اور پیلاسگیوں کا نام صحت پر مبنی نہیں ہے، پھر بھی ہم اس امر سے متفق ہیں کہ شہر کی آبادی کا ایک حصہ جو قلعے پر قابض تھا اور اتھینے دیوی کا پرستار تھا

باب ۲۶

متمول شہریوں کے مکانات ہوں گے جن میں وہ کبھی کبھی آکر قیام کرتے تھے؛[۵۶] اسکے علاوہ اُن دیہات کے باشندے بھی شہر پناہ کے اندر رہتے تھے جو اب بلدیۂ ایتھنز میں شامل ہو گئے تھے۔ باوجود اس کے بعض مورخوں کا بیان ہے کہ ایتھنز میں ہر اٹیکائی کے لیئے محلۂ لیتنخاسے[۵۷] میں جلسہ گاہیں بنی ہوئی تھیں جن کی تعداد تین سو ساٹھ بیان کی جاتی ہے۔ اس تعداد کے تعین کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ زمانۂ دراز سے تمام ایتھنزی آبادی چار فیؤلون یا کٹموں میں منقسم تھی جن میں سے ہر ایک میں تین تین فراتریاں یا برادریاں تھیں اور ہر برادری میں تیس تیس قبیلے شامل تھے؛ صرف اسی تقسیم پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ کسی زمانے میں ہر قبیلے کے گھرانوں کی تعداد بھی تیس ہی مقرر تھی۔ اس تقسیم در تقسیم کی اصلی جہت معلوم کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ ہم ان چار ایونی کٹموں کے نام سے واقف ہیں جو دوسرے ایونیائی شہروں میں بھی پائے جاتے تھے؛ وہ گے لیون تیس، ہوپ لیتیس، ائے گی کوریس اور آرگادیس ہیں؛ ان میں سے ہوپ لیتیس کے معنی زرہ پوش کے، آئی گی کوریس کے معنی گلہ بان کے اور آرگادیس کے معنی دستکار کے ہیں، اور ممکن ہے کہ گے لیون تیس سے بھی کسی ایسے پیشے کا اظہار ہوتا ہو جو زمین (۔ گے) سے منسوب ہو۔ لیکن یہ بالکل ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کٹموں کا کسی ورن یا ذات سے کوئی تعلق ہو، اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان طبقوں کی حیثیت محض مقامی تھی مشکل یہ ہے کہ نہ تو ہم ان الفاظ کے اصلی مفہوم سے واقف ہیں نہ یہ جانتے ہیں کہ زمانۂ مابعد میں ان کے مابین کیا فرق پیدا ہوا۔[۵۹] یہ بھی وثوق کے ساتھ معلوم نہیں کہ ان کٹموں کا قدیم اٹیکائی طبقوں یعنی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ایک دوسرے حصے سے جسے ہم ایونی کہہ سکتے ہیں ممیز تھا۔ واضح ہو کہ کرٹیوس اپنی "تاریخ بلدیہ" میں اس سے ذرا اختلاف کرتا ہے (Curtius Stadtgeschichte صفحہ ۲۴)۔

۵۷ Etym, magna کے مطابق کوپاترو شہری رہتے تھے۔

۵۸ Procl. ad Hes. E ۴۹۲۔ یہ معلوم کرنا کوئی آسان کام نہیں کہ ان ۳۶۰ قبیلوں نے کس طرح شہر کے اندر کی اراضی پر قبضہ کر لیا۔

۵۹ ایونی کٹموں کے لیئے ناظرین کرام کو قدیم تاریخ دستوری کے کتابچوں کا مطالعہ سودمند ہوگا۔

باب ۲۱

یو پاتر دائے، گیوموروئی، یاگیورگی اور دیمیورگی سے جو تھیسیوس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، کیا تعلق تھا؛ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہر ایک کنٹم میں یہ تینوں طبقے پائے جاتے تھے، نیز آیا ہر کنٹم کی تینوں برادریوں میں ان تینوں طبقوں کے افراد شامل تھے یا صرف ایونی کنٹموں میں صرف یو پاترد ہی پائے جاتے تھے۔ اغلب امر یہ ہے کہ جو لوگ اعیان و کلیاریں شامل نہ ہوتے تھے وہ کسی نہ کسی کنٹم کے رکن ضرور ہوتے ہوں گے۔

تاریخ ایتھنز کے دوران میں، اس کے سیاسی دستور یعنی طرز حکومت میں بہت ہی کم تبدیلی ہوئی، اور جو ہوئی وہ بھی نہایت آہستہ آہستہ اور بتدریج ہوئی۔ بلاشبہ روایات کے مطابق یہاں کی تاریخ دستوری کو مختلف عہدوں میں تقسیم کیا گیا ہے، مثلاً کودروس کی وفات تک ملوکیت قائم رہتی ہے، اس کے بعد تقریباً ۱۰۶۹ق م میں جمہوریت قائم ہو کر حال اعظم کے عہدے پر بجائے بادشاہ کے ایک "آرخن" عمر بھر کے لیئے خاندان کودروس ہی میں سے مقرر کیا جاتا ہے۔ ۷۵۲ق م میں آرخنوں کی مدت حکومت دس سال کے لیئے محدود ہو جاتی ہے، اور میدونتی خاندان کے افراد کو خود اپنے ہی میں سے آرخنی عہدے کے پُر کرنے کا جو اختیار حاصل تھا وہ ۷۱۲ق م میں سلب کر لیا جاتا ہے جس کے بعد جملہ یو پاترد اس اعزاز کے مستحق سمجھے جانے لگتے ہیں۔ جہاں تک موجودہ بیانات کا تعلق ہے، ۶۸۳ق م میں ایک اہم تبدیلی یہ کی جاتی ہے کہ بجائے ایک کے نو آرخن صرف ایک ایک سال کے لیئے مقرر ہونے لگتے ہیں۔ ارسطاطالیس کا جو رسالہ حال ہی میں دستیاب ہوا ہے اُس کے مطابق آرخنوں کی تعداد میں بتدریج تبدیلی ہوئی یعنی بازی لیوس کے بعد پولیمارخ اور پھر چھ تھسموتھیٹائی مقرر ہونے لگے۔ حال میں بعض مصنفوں نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ہمارے نزدیک پیٹرسن کی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ ان اموں کا تعلق چار رکھشک دیوتاؤں اور دیوی یعنی زیوس اہتائیوس، پوسیڈون اور اتھینے سے ہے (اٹیکائی کنٹموں کی بابت مختلف مسائل پر بحث Petersen : Qaest de hist. Gent. Attic شائع شدہ گذشتہ ۱۸۸۰ء

یہ خیال پیش کیا ہے کہ میدون کے زمانے میں جمہوریہ قائم نہیں ہوئی بلکہ دہ سالہ آرخنی دور میں بھی ملوکی سلسلہ برابر جاری رہا، یہ مصنف اپنے نظریئے کی تصدیق کے لیئے بعض قدیم مورخوں کے بیانات نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ[۱] اُن کو آرخنوں میں سے جو سال بسال منتخب ہوتے تھے دوسرے آرخن کا لقب برابر بازی لیوس ہی رہا۔ روایات اور استدلال کے درمیان یہ فرق جو پایا جاتا ہے اُس کی حقیقت سے ہم قدیم تاریخ یونان پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے واقف ہوسکتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جو دقت ہے وہ صرف ناموں کی وجہ سے ہے جس کے حل سکنے کے بعد یہ جملہ واقعات گویا آئینہ ہو جاتے ہیں۔ متقدمین کو اسکا یقین تھا کہ کودروس کی موت اور میدون کی تخت نشینی سے دستور ایتھنز کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے اس لیئے کہ میدون اور اُس کے جانشین اعیانی طبقے کی بہ نسبت اپنے اجداد کے کہیں زیادہ دست نگر تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ، جس کے مطابق فرض کیا جا سکتا ہے کہ بادشاہ کا لقب برابر جاری رہا ساتویں صدی ق۔م تک کی تاریخ اٹیکا سے بالکل مطابق ہے۔ اس اثنا میں ملک میں اس درجہ سکون تھا کہ وقائع بالکل ساکت ہیں، جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ملک پر زمینداروں اور اعیانیوں کی حکومت ہوگی جو اپنی اراضیات کے لگان پر نہایت چین سے زندگی بسر کرتے ہوں گے اور جنھیں بیرونی جھگڑوں میں پڑنے کی مطلق آرزو نہ ہوگی۔ اس عہد میں مملکت کا سردار خواہ اُسے بادشاہ کہیئے یا نہیں، ان اعیانیوں کا آلۂ کار بنا ہوا تھا، اور نقلی ملوکیت اور اعیانیت کے مابین وہ تنازعات جن سے رزمیہ دور بھرا پڑا ہے بالکل مفقود ہو گئے تھے، اعیانیوں کی قطعی کامیابی کے بعد اب ملوکیت محض برائے نام باقی رہ گئی اور اعیانیوں نے مملکت کے عامل اعظم کے لیئے بادشاہ کا خطاب برقرار رکھنے میں کوئی خاص ہرج نہ سمجھا۔ ہمارے پاس

---

[۱] دیکھو قیام جمہوریہ کیلیئے مقابلہ کرو پؤسانیاس ۴، ۵، ۱۰؛ ۷، ۲، ۱ اور ۱، ۲، ۳ میں وہ کہتا ہے کہ زوال ملوکیت برپا ہوا۔ ستاہوں وہ بالتعین میدون مقرر ہوا۔ مختلف مورخوں نے، جن میں لوگے بل سب سے ممتاز ہے (تمہ سالیانۂ لسانیات قدیمہ" Lugehil Jahrb. f. class. Philolog. Suppl.

تاریخ اٹیکا کی صدیوں کے حالات موجود ہیں، لہذا ہم ملک کے سربرآوردہ خاندانوں
کے ناموں سے واقف ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے یہ خاندان اعیانی کہلائے جانے
کے کس حد تک مستحق تھے[۱۲]۔ مثلاً دستے دالوسیوں کا جد اعلیٰ ایریختھیوس تھا، اور
بوتاداے، جن کے سپرد ایریختھیوم کی نگہداشت تھی (اور جن میں سے ایک فرد
چوتھی صدی ق۔م والا لی کرگوس تھا) ایریختھیوس کے ایک بھائی کی اولاد سے
تھے، بوزےگی، جو ایک سورما مسمی بوزےگیس کے وارث ہی تھے جن میں مشہور
مدبر فارقلیس کا گھرانا شامل تھا اور اُن کے نام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں ایک خاص
رسم ادا کرنے کے لیے ہل چلانا پڑتا تھا۔ فیتالوسی زیدس مسمی لیخیدس کے پجاری تھے
اور ان کا مورث اعلیٰ ایک سورما فیتالوس نامی تھا جس نے دیمیتر کی ضیافت کی تھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۳۹۵ وغیرہ) نظریۂ مدت قیام ملوکیت سے اختلاف کیا ہے پوسانیاس
۴/۱۰۵ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مملکت کے افسر اعلیٰ اور مملکت کے قائم مقام اعیانیوں
کے مابین جو تعلقات تھے اُن میں ضرور تبدیلی ہوئی ہوگی۔ یہ تبدیلی ممالک یونان کے عام
دستوری ارتقا کے بالکل مطابق ہے، وہ یہ کہ ایک خاص عہد میں مملکت کے اعلیٰ ترین
عہدہ دار پر سب سے زیادہ نگرانی عائد کر دی جاتی ہے، خواہ اُس کا خطاب بادشاہ رہے
خواہ وہ کسی اور نام سے پکارا جائے۔ بہرحال ہم اس نگرانی کے طریقے سے واقف نہیں ہیں
یہ بحث کہ ۱۰۶۹ ق۔م سے ۶۸۳ ق۔م تک ایتھنز میں بادشاہ حکومت کرتے تھے یا آرخن، محض
ناموں کی بحث ہے، اور اُس کی اہمیت صرف اتنی ہے جتنی کسی مختص واقعے کے تعین کی ہو سکتی
ہے۔ ہم یہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ محض خطاب سے اصول حکومت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ ہم جانتے ہیں کہ
پولستان میں صدیوں تک سیاسی انتظام کی کیا حالت رہی اور اس امر پر بحث کرنا کہ اس کا دستور ملوکی
تھا یا جمہوری محض لا طائل معلوم ہوتا ہے۔

[۱۲] ایتھنز کے اعیانی خاندانوں کے لیے مقابلہ کرو مئی یر: "بنالا ے اٹیکا" Meier De gentilitate Att ہالے، ۱۸۳۵ء؛ گ۔ پیٹرسن: "مسائل قبائل اٹیکا" G. Peterson Quaestiones de historia gentium Atticarum شلیسوگ ۱۸۸۰ء اس موضوع پر بہترین تصنیف ٹوپفر: "انساب اٹیکا" Toepffer : Attische Geneologie برلن ۱۸۸۹ء ہے۔

پجاریوں کے خاندان جو کسی نہ کسی ایسے شخص کی اولاد سے تھے جس کی ہستی پر ایک تاریک پردہ پڑا ہوا ہے؛ ان میں لیکومیدی، ہسی کیدی اور کنتریادی بھی شامل تھے، جن میں سے موخرالذکر کے نام سے اُن کی اصل ظاہر ہوتی ہے یعنی اُن کا فرض تھا کہ دیپولیائی عید کے موقع پر وہ اپنی آنکس یا "کنترون" سے ایک بیل کو قربان گاہ کی طرف ہانکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ کیری کیس (جن میں سے دولتمند ہپیاس اور ہپونیکوس کے[1] نام ممتاز ہیں)، اور داڈوخی (جن کے نام سے اُن کا دیمیتر کی خدمت میں نقیب مشعلچی ہونا ظاہر ہوتا ہے) نقیبوں کے معبود یعنی ہرمیس کی اولاد سے تھے، اور اُن کی اُم الامہات کیکروپس کی بیٹی اگلاؤروس تھی۔ ایلیوسس کے خاندانوں میں سے یومولپوسی خاندان بھی تھا جس کے افراد بعض کے نزدیک شاہ یومولپوس کی اور بعض کی رائے کے مطابق تریپتولیموس کی اولاد سے تھے۔ دو خاندان یعنی یوریساکیدی اور فلائیوسی ایاکس ولد تیلامون کے واسطے سے زیوس کی اولاد سے تھے، جن میں سے پہلے خاندان کا تو الکبیادیس رکن تھا، اور دوسرے خاندان سے ملتیادیس اور ہسوکلیدیس کا تعلق تھا جو سکیون میں اگاریستہ کے عاشقوں کے زمرے میں نظر آتا ہے۔ کورونیدی اور بیٹری تھوشیدی تسلی کے مشہور لاپی تیون کے اخلاف تھے۔ گیفیریائی خاندان، جس سے ہارمودیس اور ارسطوگیتون کا تعلق تھا، در اصل تھیز سے آیا تھا اور کادموسی الاصل تھا، لیکن ہیرودوٹس کہتا ہے کہ وہ خود اپنا ابرتیریا سے آنا بیان کرتے تھے۔ اب صرف میدونتی خاندان (جس کے رکن سولون اور کریتیاس تھے)، الکمیونی خاندان اور پی سسترا توسی خاندان رہ گئے اور یہ تینوں پیلوسی الاصل تھے۔

مملکت ایتھنز میں صرف یوپاترِدوں ہی کو حقوق شہریت حاصل تھے، اور جملہ عہدہ داروں خصوصاً آرخنوں کا ان ہی میں سے انتخاب ہوتا تھا جن میں سے

---

[1] بعض مورخوں کا بیان ہے کہ خطاب اندوکیدیس خاندان کریکیس کا ایک رکن تھا، لیکن بعض کا قول ہے کہ وہ تیلے ماخوس کی اولاد سے تھا جس نے توزی کا (؟) سے نکاح کیا تھا۔

باب ۱۲

(ارسطاطالیس کے قول کے مطابق) آرخنوں کے عہدوں کو مجلس اریوپاگوس پر کرتی تھی۔ ابتدا میں اسی گروہ کے افراد ماہران قانون تھے، یہی قانون کی تاویل کرتے تھے اور یہی مذہبی رسوم کے خادم تھے، اور چونکہ صرف اعیان ہی قانون کی ماہیت سے واقف تھے اس لیئے دیگر طبقات آبادی اُن کے دست نگر ہو گئے تھے۔ جملہ اقتدار مملکت، نو آرخنوں کے ساتھ وابستہ ہونے کے بعد آرخن اول یا آرخن اپونیموس کا فرض صرف یہ رہ گیا تھا کہ وہ مجلس آرخنی کی صدارت کرتا اور سوداگری کرتا؛ اب قدیم بادشاہوں کے فرائض میں سے دو فرض باقی رہ گئے یعنی (مہا پوجا اور سپہ سالاری) جن کو آرخن بازی لیوس اور پولیمارخ کے سپرد کر دیا کہ باقی ماندہ چھ آرخنوں کو تھس موتھتے تائے یا مقنن کہتے تھے، اور انھیں عوام الناس کے قدیم حقوق کی حد تک اختیارات حاصل تھے[۱۴] ہم اس سے مطلق واقف نہیں کہ ان آرخنوں کی نگرانی امر اکس طرح کرتے تھے یعنی آیا کوئی مجلس سنیات یا مجلس مملکت اُن کی دیکھ بھال کے لیئے قائم تھی یا نہیں[۱۵]، لیکن اغلب امر یہ ہے کہ اس نگرانی کا کام مجلس اریوپاگوس ہی کے سپرد ہوگا۔ ایتھنز کی بعض فوجداری عدالتیں نہایت قدیم تھیں۔ مجلس اریوپاگوس قتل عمد کے مقدمات کی سماعت کرتی تھی، لیکن باقی ماندہ قتل کے معاملات پالادیوم، دیلفی نیوم، فریاتو یا پری تانیوم

---

۱۴ ہمارے نزدیک لفظ "تھس موتھتیس" سے مراد "امیر" یا "حاکم" سے ہے، اور یہ وہی تخیل ہے جس پر رومن "عامل" کے اختیارات مبنی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یونانی قانون عامّہ ابھی بہت کچھ تشریح و توضیح کا محتاج ہے۔

۱۵ ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۲/ ۱۲ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز میں ایک مجلس مملکت تھی جسے سولن نے قائم رکھا تھا، لیکن ارسطاطالیس کے وہ فقرے پڑھے جائیں جو اس سے پہلے لکھے ہیں تو اس کا اشارہ اریوپاگوس کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ پلوٹارک، "سولون" ۱۲ کے مطابق میگا کلیس کا معاملہ تین سو اعیان کے سامنے پیش ہوا تھا۔ ڈنکر کہتا ہے کہ یہ تین سو دراصل اعیانیوں کی ایک مستقل مجلس کے ارکین تھے۔

باب ۱۲

کے سامنے پیش کئے جاتے تھے۔ صرف مقتول کے عزیزوں کو ہی مستغیث کی حیثیت سے عدالت میں جانے کی اجازت تھی، لیکن اُس کے "اہل برادری" کا یہ فرض تھا کہ وہ اُس کی پشت پناہی کریں؛ اور اس طرح شہریوں کے باہمی تعلقات میں مزید یگانگی پیدا ہو گئی ہ۔

عہدۂ آرخنی کے تدریجی ارتقا سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ تبدیلی دستور کی کوشش ہمیشہ جاری رہی ہو گی لیکن عہد زیر بحث میں یہ تحریک صرف اعیانی طبقے ہی میں عام طور سے پائی جاتی تھی ایتھنز کی آئندہ تاریخ میں ایک ایسا دور بھی آیا جب عموم اپنی قوت کو محسوس کر کے حکومت میں دخل دینے کے دعوید ار بن گئے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ عموم کو یہ سیاسی احساس سب سے پہلی مرتبہ سولون کے عہد میں پیدا ہو گا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ساتویں صدی ق م کے جیسے بعید زمانے میں بھی عمومی بے چینی کا حال پڑھنے میں آتا ہے جبکہ بغاوت کے نتیجے کے طور پر خود سری حکومت قائم ہو گئی۔ اس تحریک کا سربراہ کار ایک نوجوان شخص مسمی کیلون تھا جو تھیاگنیس خودسر میگارا کا داماد تھا اور اولمپیا کی دوڑ میں اول آیا تھا۔ دلفیہ کے ایک فرمان کے ذریعے اُسے مذہبی سرپرستی بھی حاصل ہو گئی تھی۔ اس فرمان میں یہ مرقوم تھا کہ بغاوت کے لیئے بہترین موقع زیوس دیوتا کی سب سے بڑی عید ہے۔ لہذا عید اولمپیا کی طرف اشارہ سمجھ کر اُس نے تقریباً سنہ ۶۳۲ ق م میں اپنے خسر کی فوج کی مدد سے اکروپولس پر قبضہ کر لیا۔ غالباً ان میگاری سپاہیوں کی موجودگی کے سبب سے ایتھنزی شہری کیلون کے خودسر بننے کی اس کوشش سے سخت متنفر ہو گئے (جس میں بالآخر بی سسترالوس کامیاب ہوا) چنانچہ انھوں نے قلعے کی ناکہ بندی کر لی۔ ایتھنز کے آرخن اعظم یعنی الکمیونی میگاکلیس نے اس ناکہ بندی کو اور زیادہ سخت کر دیا جس کی وجہ سے کیلون اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر

۱۵؎ کیلون کے لیئے ہیرو ڈوٹس ۵، ۷۱؛ طوسی دیدیش ۱، ۱۲۶؛ پلوٹارک؛ "سولون" ۱۲؛ ارسطاطالیس؛ "دستور ایتھنز" ابتدا۔ نیز رائٹ "کیلون کی صحیح تاریخ" Wright: The Date of Cylon بوسٹن ۱۸۹۲ء۔

باب ۲

فرار ہونے پر مجبور ہوگیا، اُس کی فوج کے سپاہی آخر کار اتھینے کے بت خانے میں چلے گئے جہاں اُنھیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اب ان کے دشمنوں نے اُن سے یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ نکلنا چاہیں تو کوئی ان کا بال بیکا نہ کرے گا لیکن جب وہ اپنی جائے پناہ سے نکلے تو میگاکلیس نے ان میں سے ایک ایک کو مروا ڈالا یہاں تک اُن کو بھی نہ چھوڑا جو (اپنے زعم میں) مقدس دیبیوں یعنی یومنِدیس کے بت خانے میں پناہ گزین تھے۔ جب کیلون کی اس بغاوت کا یہ انجام ہوا تو اس کے ہمنواؤں نے فتنیہ پر اعتراض کیا چنانچہ فال گاہ دلیفی سے یہ جواب ملا کہ کیلون نے فرمان کا مطلب نہیں سمجھا تھا اس لیئے کہ معبود کا اصل مقصد عید اولمپیا سے نہیں بلکہ عید دیاسیا سے تھا! بہر حال اس سازش کا تو خاتمہ ہوگیا لیکن اس قتل عام سے اتیھنریوں کے ماتھے پر گویا ہمیشہ کے لیئے کلنک کا ٹیکا لگ گیا جسے آخر کار اپی منِدیس ساکن کریٹ نے ایک حد تک دور کیا۔ کیلون کے زوال کی وجہ سے اتیھنز اور میگارا کے مابین جھگڑا پیدا ہوگیا، لیکن اس سے پہلے ہی لوگوں کو اس امر کا احساس ہونے لگا کہ قانون میں حسب دلخواہ صراحت نہیں ہے لہذا اس کی ضرورت ہے کہ کم از کم تعزیری قانون کو ایک ضابطے کی شکل میں مرتب کر دیا جائے۔ بالآخر سنہ ۶۲۱ ق-م میں آرخن دراکو نے یہ کام انجام کو پہنچایا[۱۶] قدیم

---

[۱۶] قوانین دراکو، ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۲، ۹، ۹ میں کہتا ہے کہ "گو وہ قوانین جو اُس کے نام کے ساتھ منسوب ہیں اُسی کے مدون کیئے ہوئے تھے، لیکن اس نے انھیں قدیم دستور کے ساتھ منطبق کر دیا، ک، ف، ہرمان: "مقنن ڈراکو" K. Fr. Hermann De Dracones legumlatore. Ind. Sch. Goett. ۱۸۴۹ء سنہ ۱۸۵۰ء۔

ایفے تائے یا عدالتہائے فوجداری کے متعلق لانگے سولون سے پہلے فوجداری کی عدالتیں اور اریوپاگس Lange Die Sphete und der Areopag vor Solon برلن سنہ ۱۸۷۴ء صفحہ ۱۰۹ وغیرہ فلی: "اریوپاگس یا عدالتہائے فوجداری"

باب ۲۶

قانون اٹیکا نہایت سخت تھا، لہذا جب وہ قلمبند کیا گیا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت معلوم ہونے لگا۔ یہی سبب ہے کہ ہمیں جو کچھ معلومات قوانین ڈراکو کے متعلق حاصل ہیں اُن سے اُس کی سختی عیاں ہو جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ خون سے لکھا گیا تھا۔ دراکو کے ضوابط کا ایفیٹائے نامی اہ حادلوں کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ Phihippi Der Areopag und die Spheten برلن ۱۸۷۴ء۔ ارسطاطالیس: "دستور ایتھنز کے مطابق جو کچھ ڈراکو نے ایتھنز کے لئے کیا اُسے میں کئیل Br. Keil (ہفتہ وار رسالۂ لسانیات برلن .Berl. Philol Wochen) کے الفاظ میں ادا کرتا ہوں:- "دراکو نے وہ اختیارات جو اس وقت تک اعیانیوں اور مالدار لوگوں کی ذاتی ملک سمجھے جاتے تھے اُن سب لوگوں کو دے دیئے جن میں اپنے آپ کو مسلح کرنے کی اہلیت تھی۔ آرخنی اور خزانے کے عہدوں کے لیئے صرف وہ شخص مستحق سمجھے جاتے تھے جو اس امر کا ثبوت دے سکتے کہ اُن کے پاس غیر مستغرق جائداد بقدر دس مینائے (تقریباً چھ سو روپے) کے ہے؛ اور جو شخص ستراتگوس یا ہپارخ بننا چاہتا اُسے چھ ہزار روپے کی جائداد اور دس سال سے زیادہ کی عمر کی اولاد دکھانی پڑتی۔ نیچے درجے کے عہدے مسلح شہریوں کے لیئے کھلے ہوئے تھے۔ دراکو نے ایک مجلس یعنی بولے بھی قائم کی جس میں چارسو ایک رکن ہوتے جن کا انتخاب قرعے کے ذریعے سے وہ سب لوگ کرتے تھے جنھیں سیاسی حقوق حاصل تھے۔ اب ادنےٰ درجے کے عہدہ داروں کا بھی انتخاب ہونے لگا۔ اعلیٰ ترین عہدہ دار مثلاً آرخن، مالیاتی عہدہ دار، ستراتےگی اور ہپارخ خیئر دتونیا یعنی دست شماری کے ذریعے سے منتخب ہوتے تھے۔ اُس وقت تک اریوپاگوس کو ان تمام عہدوں کے پُرکرنے کا اختیار تھا، لیکن اب اسمیں معتدبہ کمی ہوگئی۔ باعتبار مدارج حاصلات قوم چار حصوں میں منقسم تھی یعنی پنتاکوزیومدمنی، ہپائس، زیوگیتائے اور تھےٹس، لیکن یہ نہیں معلوم کہ یہ حصے دراکو کے زمانے کے ہیں یا اس سے پہلے سے موجود تھے۔ بالفعل وہ غریب شہری جنھیں خود اپنے اسلحہ خریدنے کی قابلیت نہ تھی سیاسی حقوق سے مستثنےٰ سمجھے جاتے تھے، اور قرض کے سخت قانون کے بموجب جو اُس وقت رائج تھا قرضدار جبراً مالدار لوگوں کے غلام بنا دیئے جاتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دراکو نے اس قانون میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی"۔

باب ۱۲

قیام سے بھی کچھ تعلق تھا، جنھیں موت و زیست کا اختیار حاصل تھا، لیکن ہم یہ وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا یہ عادل دراکو سے پہلے موجود تھے یا نہیں ؛-

یہ قوانین بھی جن پر ارسطاطالیس کے "دستور ایتھنز" سے بالکل نئی وضع کی روشنی پڑتی ہے، ملک کی عام تشویش کا انسداد کرنے کے لیئے ناکافی ثابت ہوئے چونکہ لوگوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ آئندہ جو شخص کسی دوسرے کی صرف جان ہی نہیں بلکہ مال کی طرف بھی محض نظر بد سے دیکھے گا اُسے سزائے موت کا مستوجب گردانا جائے گا، لہذا ان قوانین کی تدوین سے تشویش پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی - اس کا اصلی سبب یہ تھا کہ ایتھنزیوں کی غربت حد سے بڑھ گئی تھی، اور ساتھ ہی مملکت کو خارجی معاملات میں بھی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو رہی تھی - بلاشبہہ اسی زمانے میں، یا اس کے ذرا بعد انھیں ایک معاملے میں ضرور کامیابی ہوئی، جس کا یہاں ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے - تقریباً ۶۱۰ ق م میں اُنھوں نے سی گیوم پر جو ہیلیس پونٹ کی ایک راس پر واقع تھا، قبضہ کر لیا؛ لیکن چونکہ یہ اراضی ایولیائی تھی اس لیئے متی لنہ والوں نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ اس غاصبانہ قبضے کے روادار نہ ہوں، اور وہ اُسی نواح میں ایک جدید قلعہ اخی لیوم تعمیر کر کے ایتھنز کے مقابلے کے لیئے تیار ہو گئے - اب فریقین میں ایک طویل تنازعہ شروع ہوا جس میں کبھی ایک کو اور کبھی دوسرے کو کامیابی ہونے لگی یہاں تک کہ آخر کار پری اندر نے بیچ میں پڑ کر یہ طے کیا کہ حالت سابقہ قائم رہے جس کے بعد ایتھنز سی گیوم پر مستقلاً قابض ہو گیا[۱۲] اس قلعے کی ابتدا کی بابت بعض امور قابل غور ہیں - سی گیوم کی نوعیت معمولی یونانی نو آبادی کی مانند نہ تھی، یعنی بجائے اس کے کہ وہ اپنی اصل یا در بلد سے بے تعلق ہو جائے، وہ رومن نو آبادیوں کی طرح ایک غیر ملک میں گویا ایتھنزی قلعے کا کام دیتا تھا - یہ قلعہ ایتھنز سے ٹھیک ناک کی سیدھ تقریباً ایک سو اسی میل پر واقع تھا، یعنی اُس میں اور ایتھنز میں اتنا ہی بُعد تھا جتنا ایتھنز اور جزیرۂ کریٹ کے درمیان - ہمارا خیال ہے کہ کسی اور یونانی

[۱۲] ہیروڈوٹس، ۵، ۹۴، ۹۵؛ استرابو ۱۳، ۵۹۹، ۶۰۰ ؛-

بلدیئے کے قبضے میں اس قدر مسافت پر کوئی ایسا قلعہ نہ تھا جس کے نواح میں اُس کی حفاظت کے لئے باضابطہ نوآبادیاں موجود نہ ہوں۔ یہ امر نہایت درجہ قابل توجہ ہے کہ نہ صرف اُس کے قریب میں کوئی ایتھنزی نوآبادی موجود نہ تھی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کسی مقام پر ایتھنز نے کوئی ایسا شہر آباد نہیں کیا جسے ہم یونانی معنی میں نوآبادی کا لقب دے سکیں۔ اس پر یہ اعتراض ممکن ہے کہ ایشیا کے ایونی شہروں کا جن میں ملطیہ کو خاص امتیاز حاصل تھا، ایک اعتبار سے ایتھنزی نوآبادیوں میں شمار کیا جاسکتا ہے، لیکن اس سے کوئی مطلب براری نہیں ہوتی اس لیئے کہ ایتھنز اور ان مقامات کے مابین جو تعلقات بیان کئے جاتے ہیں اُن کی بنا محض افسانوں پر ہے جس وقت کورنتھ، میگارا، رھوڈز اور ملطیہ جگہ جگہ اپنی اپنی نوآبادیاں قائم کر رہے تھے اُس وقت ایتھنز نے اس تحریک میں مطلق کوئی حصہ نہیں لیا، بلکہ اسکی بجائے ایک دور دراز مقام پر تلواسی کیوم تعمیر کیا اور اُس کے نواح میں جو طاقتور دشمن رہتے تھے اُن کی دست بُرد سے برابر اس کی حفاظت کرتا رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایتھنزی اپنی قوت ایک مرکز پر جمع کرنا چاہتے تھے، لیکن نوآبادیاں قائم کرنے والی مملکتوں کی قوت میں انتشار پیدا ہو جاتا تھا۔ ایتھنز کا ارادہ تھا کہ اپنی قوت میں اضافہ کر کے بعید ترین مقامات پر بھی اپنا سکہ جما لے، چنانچہ اُس نے کسی ایسی تحریک میں حصہ لینے سے قطعاً انکار کر دیا جس سے اُس کی قوت و اقتدار میں کمی ہونے کا اندیشہ تھا۔ اپنے مقصد کی تکمیل میں اسے جو سہولت اور آسانی حاصل ہو گئی اُس کے دو سبب تھے، یعنی ایک تو اُس کے رتبے کی حیثیت یونانی ممالک میں ممتاز ترین تھی اور دوسرے اُس کی آبادی ایسے طبقے میں منقسم نہ تھی جس میں سے ایک دوسرے پر عادتاً ظلم و ستم کیا کرتا ہو۔ ظاہر ہے کہ ہیلیس پونٹ پر اپنی قوت و اقتدار کے ساتھ پہنچنے کے لیئے اس کی ضرورت تھی کہ ایتھنز کا نہ صرف ایک قوی بیڑا ہو بلکہ اُس کے نواح میں اس بیڑے کے لیئے ایک مرکز عمل بھی ہو، اور یہ اُس قریبی تعلق کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے جو اُس کے اور ملطیہ کے ساتھ تھا جب

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ملطیہ نے حسب معمول اپنی حمیت اور وفاداری کا ثبوت دیا تو یہ ہماری سمجھ میں آسکتا ہے کہ کس طرح ایک سو اسی میل کی مسافت طے کر کے ایتھنز ہیلیس پونت کو اس قدر فوج روانہ کرسکا کہ متی لنہ، جو بڑا اعظم سے صرف دس میل کے فاصلے پر واقع تھا اُسے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ الغرض ایتھنز ان ابتدائی ایام ہی میں اس تیاری کی ابتدا کرتا ہے جس کے باعث اُس نے پانچویں اور چھٹی صدی ق۔م میں ایک عہدیت کا افسر اعلیٰ بن کر اپنی دشوار گزار اور درخشاں تاریخ میں چار چاند لگا دیئے[۱۹]

لیکن وطن سے قرب وجوار ایتھنزیوں کو زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی، یعنی انھیں جزیرہ سالامس پر سے قبضہ اُٹھا لینا پڑا۔ گو یہ جزیرہ بہ نسبت ایتھنز کے میگارا سے قریب تر تھا، لیکن چونکہ افریقا کے ایک اہم حصے کا تجارتی مال اس میں ہو کر گزرتا تھا اس لیئے ایتھنز سے اُسکا ایک خاص رشتہ تھا، چنانچہ اُس کے نکل جانے کی وجہ سے اس کی عظمت وسطوت میں بیّن فرق پیدا ہوگیا۔ جب اس کی واپسی کی کوششوں میں بار بار ناکامی ہوئی تو ایتھنزی

---

[۱۹] مہم ہیلیس پونت ایتھنز کے وسیع کارناموں میں سب سے پہلا کارنامہ ہے اور اسمیں وہ اپنی اول درجے کی بحری قوت کا ثبوت دیتا ہے۔ مقابلہ کرو تیوب فر "مسائل پسستراتوسیہ" Toepffer Quaestiones Pisistrateae ویورپ میلٹ ۱۸۸۶ء صفحہ ۳، ۷ وغیرہ محض اس بنا پر کہ ہمیں ایتھنز کی تیاریوں کی بابت بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں، ہم اس واقعی سے انکار نہیں کرسکتے۔ غالبًا وہ زمیندار و اعیان، جو صدیوں سے ایتھنز پر برسر اقتدار تھے اتنے عظیم الشان خارجی مہمات بھیجنے کے موافق نہ تھے، چنانچہ اس مہم سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی ایسا اندرونی ہیجان پیدا ہوا ہوگا جس میں عمومی فریق کو خارجی معاملات پر اثر ڈالنے کا موقع مل گیا ہوگا۔ واضح ہو کہ ساتویں صدی ق۔م میں بھی ایتھنز کی تجارت کا ایک خاص رتبہ جسمیں تیل اور مٹی کے برتنوں کو خاص امتیاز حاصل تھا؛ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اسی عہد میں لوریون کی کھانوں سے چاندی نکالنے کی ابتدا کی گئی ہو جس سے شہر کی مدمحفوظ میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا:۔

سیاستی رہبروں نے بالآخر یاوس ہو کر یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ جو شخص سالامس کی واپسی کی تحریک پیش کرے گا وہ سزائے موت کا مستحق سمجھا جائے گا۔ اس حکم سے مملکت کی جو توہین و تذلیل ہوئی اس کا احساس میدونتی خاندان کے ایک رکن یعنی سولون سے زیادہ کسی اور کو نہ تھا۔ ایک روز وہ جمعیت عوام میں سر ڈھانکے ہوئے کچھ اس انداز سے آیا کہ گویا وہ کسی سفر سے واپس آ رہا ہے۔ اور آتے ہی اس نے مرثیہ نما بحر میں ایک نظم پڑھی جس میں اس نے اپنے کو سالامس کا نقیب ظاہر کیا اور کہا کہ اتھنزی اب یہ ذلت گوارا نہیں کر سکتے کہ ان کے ملک کی حیثیت سلی نوس اور یو سے گنڈروس جیسے چھوٹے چھوٹے جزیروں کی طرح گئی گزری ہو جائے اس کے بعد یہ اتھنزیوں کو مخاطب کر کے چلا اٹھا کہ اے اتھنز والو اسیو! اٹھو اور سالامس کو از سر نو فتح کر لو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی حالت دیوانوں کی سی

۵۲ جنگ سالامس کی بابت جو حالات ہم تواریخ قدیم میں پڑھتے ہیں انمیں اور زمانۂ حال کے خیالات میں فرق پایا جاتا ہے۔ پلوٹارک: "سولون" ۱۲ کے مطابق میگاریوں نے سالامس پر دو مرتبہ قبضہ کیا۔ پی سسٹراٹوس نے جنگ میں میگارا کے خلاف جو حصہ لیا اس کے حالات میں بھی اختلاف ہے۔ ہیروڈوٹس (۱، ۵۹) کہتا ہے کہ بلاشبہ پی سسٹراتوس نے اپنی خودسرانہ حکومت کی ابتدا سے ذرا پہلے سپہ سالار افواج اتھنز کی حیثیت سے نسائیا پر قبضہ کر لیا۔ پلوٹارک: "سولون" ۱۸ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ مابعد کے مورخوں نے یہ واقعہ بیان کرنے میں غلطی کی کہ اس نے سولون کی مہم میں بھی حصہ لیا تھا۔ ان اسباب کی بنا پر اغلب امر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ صرف سولون نے اور دوبارہ محض پی سسٹراتوس نے جزیرۂ سالامس پر قبضہ کیا ہوگا۔ لیکن حال ہی میں بہت سے مورخ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ایک قصہ دوسرے کی صرف ایک نقل ہے لہذا سولون کی فتح کی وقعت ایک افسانے سے زائد نہیں رہ جاتی۔ مقابلہ کرو مائن ہولڈ: معاملات سالامس **Meinhold : De rebus Salaminiis** گریفز برگ ۱۸۷۹ء ڈنکر ۶، اور ٹیپفر سن: "تاریخ اقوام اٹیکا" **Historia gent Atticae** ٹیلسوگ ۱۸۸۸ء صفحہ ۱۰۱ وغیرہ۔

باب ۲۶

اس لیئے بنائی تھی کہ وہ سزائے موت سے بچ جائے، لیکن یہ دیوانہ پن بالکل فتنیہ کی کسی پجارن کا سا تھا۔ الغرض اتھنزیوں نے پانچ سو رضا کاروں کو سالامس جانے کی اجازت دے دی' جنھوں نے نہایت سرعت و تدبر کے ساتھ جزیرے پر قبضہ کر کے اُسے مسخر کر لیا۔ یہ واقعہ ۶۰۰ق۔م کا ہے'، اور اگر اسی اثنا میں اتھنزی ہیلیسپونت پر بھی نہایت شان و شوکت کے ساتھ نمودار ہوئے، تو ہم اپنے اس خیال کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتے کہ میگارا سے اُس کے جو تعلقات تھے اُنکی بنا محض مایوسی پر نہیں بلکہ عقلمندی و تدبر پر تھی ۔

لیکن اس کے راستے میں طرح طرح کی مشکلات حائل تھیں۔ میگاکلیس کے بھیانک فعل سے اتھنز کے سر قتل کا عظیم الشان الزام عائد ہو گیا تھا اور قربانی کے شگون برابر مخالف ہی نکلتے رہتے تھے۔ میگاکلیس کو چاہیئے تھا کہ اپنے قصور کی پاداش برداشت کرتا لیکن اُس نے اس سے قطعی انکار کر دیا۔ آخر کار معاملات کو روبراہ کرنے کی غرض سے سولون طلب کیا گیا، اور اُس نے آتے ہی میگاکلیس کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ تین سو اعیانیوں کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دے[۱]۔ ان کا فیصلہ بہت کچھ ملائم تھا۔ اول تو جن آرخنوں سے حرکت شنیعہ سرزد ہوئی تھی اُنھیں دیس نکالا دیدیا گیا۔ اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ بت خانوں کی جو بے ادبی کی گئی ہے اور ملک سے جو گناہ سرزد ہوا ہے اس کا کفارہ کیا ہو گا۔ اس گتھی کے سلجھانے کے لیئے اتھنزیوں نے کریٹی اپی منیدیس کو طلب کیا جسے ان معاملات میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اُس نے فوراً حکم دیا کہ ایری نیس کی قربان گاہوں کی از سر نو تقدیس کی جائے؛ نیز اریوپاگوس سے بہت سے جانور مختلف حصص ملک کی طرف چھوڑ دیئے جائیں اور جس جس مقام پر وہ بیٹھیں وہیں اُن کی قربانی کر دی جائے۔ اس کے احکام پر حرف بحرف عمل کیا گیا جن کا اثر حسب دلخواہ ہوا اور عوام الناس میں امن و امان قائم ہو گیا۔ اس کارنمایاں کے معاوضے میں اپی منیدیس کو ایک نقرئی تالنت (یعنی تقریباً ؎) بطور انعام کے دینا تجویز ہوا لیکن اُس نے اُسکے

---

[۱] میگاکلیس کی بابت فیصلہ، پلوٹارک،" سولون" ۱۲ ۔

باب ۲

لینے سے انکار کر دیا اور مقدس زیتون کی ایک ڈالی کے علاوہ اپنے ساتھ کچھ نہیں لے گیا[۱۲۲]۔

عوام الناس میں امن وامان تو قائم ہو گیا تھا، لیکن ملک کی معاشری حالت خراب ہونے کی وجہ سے حقیقی اطمینان ہنوز مفقود تھا۔ چونکہ کاروباری ترقی کے ساتھ ساتھ قانون میں تبدیلی نہیں کی گئی تھی اس لیئے قانون میں بہت سے نقائص باقی رہ گئے جن کا غریبوں کے طبقے پر نہایت بُرا اثر پڑا اور اُن کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ قانون قرضہ نہایت سخت تھا اور ملک کے اعیان وکبار اُس کا نفاذ بلا رورعایت کرتے تھے۔ بیچارے غریبوں کے پاس بعض مرتبہ تخم ریزی کے لیئے بھی اناج نہ ہوتا تھا لہٰذا اُنھیں روپے کی ضرورت پڑتی جس کے لیئے وہ اپنی اراضی کو ساہوکار کے پاس رہن رکھ دیتے۔ اس قرضے کی ادائی کوئی آسان کام نہ تھا، اس لیئے کہ اول تو سود کی مقدار دس فی صدی سے کم نہ ہوتی، پھر حساب سود بالائے سود دیر لگایا جاتا، جس کے باعث ساہوکار بہت جلد اراضی کا مالک بن جاتا تھا۔ اسکے بعد یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اکثر بے دخل شدہ کاشتکار ہی کو اس سیر کا انتظام سپرد کر دیا جاتا لیکن اسکے شرائط بھی نہایت درجہ سخت ہوتے تھے[۱۲۳]۔ ان قواعد ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ

---

۱۲۲ بیان کیا جاتا ہے کہ اپی منیدیس ستاون برس تک ایک غار میں سوتا رہا اور اس مدت میں اُس کی غذا محض خطمی اور سوسن پر مشتمل تھی۔ ڈنکر نے اپنے دماغ پر زور ڈال کر اور اپنے قیاس کو کام میں لا کر اُس کی سکونت اسپارٹا کے حالات بیان کئے ہیں۔ اس کے برعکس نیزے Niese اور روڈے Rohde اُس کے حالات کو قصہ کہانی سے زیادہ وقعت نہیں دیتے؛ اور لیوشکے Loeschcke رسالہ "ترقی جامعہ دوریات" Dorpater Universitaetsprog (دسمبر ۱۸۸۳ء) میں حکیم افلاطون کی کتاب "النوامیس" Plat leg ۱ ۶۴۲ کا اتباع کرتے ہوئے اُس کا زمانہ ۵۰۰ ق م کا بتاتا ہے۔ میں نے اسکی بابت اپنی رائے باب ۲ کے حاشیے نمبر ۵ میں دی ہے۔

۱۲۳ ایتھنزیوں کا مقروض ہونا، پلوٹارک: سولون ۱۳، ۱۵۔ کہا جاتا ہے کہ یکتے مورد تی مالگزاری کا چھٹا حصہ ادا کرتے تھے یا اپنے پاس رکھتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے اپنے ہی پاس رہنے دیتے تھے۔ سنی زاختلیا کیلئے دیکھو ہرمان تونزر Hermann–Thumser کا ملخص ۶۶ :-

چند دیگر قوانین بھی جو ایسی سختی میں بہت بڑھے ہوئے تھے، نافذ کئے گئے، مثلاً یہ کہ کسی دیوالیئے کا جسم اُس کے قرضے کی ضمانت تھا لہٰذا قرضخواہ اُس سے بطور غلام کے کام لے سکتا یا کسی غیر ملک میں فروخت کرسکتا تھا۔ ہمارے لئے یہ صورت حال دو اعتبار سے سبق آموز ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سے ہمیں اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ اُس زمانے میں اٹیکا میں ایسے طبقے مثلاً زمیندار یا پے ایوئکی نہ تھے جنکو دیگر طبقوں سے زیادہ حقوق حاصل ہوں اس لیئے کہ یہ عام قاعدہ ہے کہ جس ملک میں نظام جاگیر رائج ہو وہاں کے امرا عادتاً غریبوں کی دولت سلب کرنے کے درپے نہیں رہتے؛ دوسرے یہ کہ نوآبادیوں کے نہ ہونے کا ایک بدنما پہلو یہ تھا کہ دوسری مملکتوں کی طرح ایتھنز اپنی آبادی کا وہ حصہ جو اس طرح گویا نظم معاشرت سے نکال دیا گیا تھا، کسی نوآبادی میں نہیں بھیج سکتا تھا۔

ان خرابیوں پر غور کرکے سولون کو اصلاح کی خواہش پیدا ہوئی، اور ساتھ ہی ساتھ عوام الناس کو یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے کہ وہی ایتھنز کی نجات کا باعث نہ ہو۔ جو کچھ اس وقت تک اُس نے کیا تھا اس سے یہ صاف ظاہر تھا کہ نہ صرف وہ ملک کی بہتری کا خواہاں تھا بلکہ قدرت نے اُسے لوگوں کو اپنا طرفدار بنانے کی بھی قابلیت عطا کی تھی۔ شریف النسل ہونے کے باوجود وہ دولتمند نہ تھا، اور شاید سوداگر کی حیثیت سے اُس نے اپنی نوعمری کے زمانے میں مختلف ممالک کا سفر بھی کیا تھا۔ ان اسباب کی بنا پر وہ شہر کے مختلف گروہوں اور فریقوں سے بالاتر سمجھا جاتا تھا، بلکہ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اُسے کسی نہ کسی شکل میں مملکت کا حاکم اعلیٰ بنا دیا جائے تو بہتر ہی ہوگا۔ اس کے لیئے اُنھوں نے دلفی سے استفسار کیا، اور (جس حد تک اس فال گاہ کے امکان میں صاف گوئی تھی) وہاں سے یہ جواب ملا کہ اُسے عنان خودسری فوراً اپنے ہاتھ میں لے لینی چاہئے۔ اس موقع پر دو وجہوں سے خود اعیانی گروہ شاید اسکی مخالفت نہ کرتا، یعنی ایک تو سولون کے غالباً کوئی اولاد نہ تھی[۴۲]، اور دوسرے اسکی

[۴۲] پلوٹارک (سولون ۶) کا بیان ہے کہ سولون کے ایک بیٹا تھا، لیکن اس ضمن میں اسکے بیانات عام طور پر ناقابل وثوق ہیں۔

باب ۲۶

ذاتی وجاہت اور سیرت کی وجہ سے ہر شخص کا خیال تھا کہ وہ شہر کی مختلف شقوں کے مابین امتیاز نہ کرے گا۔ لیکن خود سولون کو خود سر بننے کی خواہش نہ تھی، لہذا اُس نے یہ اعلان کر دیا کہ مملکت کے لیئے صرف جدید قوانین کی ضرورت ہے چنانچہ سنہ ۵۹۴ ق۔م (اولمپیاد ۴۶، ۳) میں اُس کو خاص اس مقصد کے لیئے آرخن اعظم منتخب کیا گیا کہ وہ مختلف گروہوں میں مفاہمت کی صورت پیدا کرے اور نئے قانون ترتیب دے[۲۵] یہ امر ظاہر تھا کہ مفاہمت کی شکل صرف اُسوقت ممکن تھی کہ قرضداروں کے ساتھ رعایت کی جائے اور اُن کی ذات کی ضمانت کے اصول کو منسوخ کر دیا جائے یعنی دوسرے الفاظ میں قرضے کی وجہ سے قرضدار کے گلے سے طوق غلامی نکال کر پھینک دیا جائے۔

بہر حال قدیم مصنف ان اصلاحات کی تفصیل کی بابت متفق الرائے نہیں ہیں۔ بعض بیانات کے بموجب جملہ قرضہ جات زر منسوخ کر دیئے گئے، بعض کہتے ہیں کہ محض سود میں کمی کر دی گئی اور ساتھ ہی زر رائج الوقت کی قیمت میں بھی تبدیلی کر دی گئی اس طرح کہ ایک مینا میں بجائے ایک سو درہم کے صرف ۷۳ درہم کافی مقرر کر دیئے گئے جس کی وجہ سے ہر ساہوکار کو گویا ۲۷ فی صدی کا نقصان اُٹھانا پڑا۔ ظاہر ہے کہ ان اصلاحات کے ہوتے ہوئے کسی نئے سکے کی ضرورت نہ پڑی ہوگی، لیکن یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ۱۰۰ اور ۷۳ کی باہمی مناسبت اجی گینا

---

[۲۵] اولمپیاد ۴۶، ۳ میں سولون کی آرخنی، دیوجانس لیرتیس ۱، ۶۲، ۱۵ پلوٹارک (: "سولون" ۱۶، ۱۴) کہتا ہے کہ سولون دو مرتبہ نوموتھیتس مقرر ہوا، لیکن فقرے کی عام روش سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری مرتبہ جو ذکر ہے وہ پہلے میں شامل ہے (یعنی سولون دراصل صرف ایک ہی مرتبہ منتخب ہوا تھا۔ بہر حال ڈنکر اس رائے سے متفق نہیں ہے۔

سائی زاختیا یا قرضوں سے سبکدوشی کا بیان پلوٹارک: سولون ۱۵ میں ہے جس کا اتباع کرتے ہوئے اکثر مورخ (جن میں Phot. Suid مطابق فلوخوروس بھی شامل ہے) اُس قانون کو "استرداد جملہ قرضہ جات" کا مترادف تصور کرتے ہیں، لیکن اندروتیون کہتا ہے کہ اسکے ذریعے سے شرح سود میں کمی کر دی گئی اور زر کی قیمت میں اضافہ کر دیا گیا۔

باب ۱۱

اور یوبیہ کے معیار کی باہمی مناسبت کے تقریباً مساوی ہے، لہذا ہم یہ فرض کر سکتے ہیں[۵۲۶] کہ سولون ہی نے ایتھنز میں بجائے ائی گینی معیار کے یوبیائی معیار رائج کیا، جسے بعد میں کورنتھ نے اور پھر دوسرے بلدیات نے بھی اختیار کر لیا۔ سولون نے زمینداری اصول میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ اراضی کی از سر نو تقسیم کی ضرورت بھی نہیں سمجھی[۵۲۷]۔ خود اُس نے پانچ یا شاید پندرہ تالنت، جو مختلف لوگوں کو قرض دیئے تھے، معاف کر دیئے۔ ساتھ ہی اُس نے یہ حکم نافذ کیا کہ کوئی شخص ایک خاص مقدار اراضی سے زیادہ کا مالک نہیں بن سکتا، لیکن افسوس ہے کہ ہمیں اس حد کی بابت مطلق کوئی معلومات حاصل نہیں۔ ان تمام قوانین (یعنی شرح سود اور قرضے کی تعداد میں کمی، قرضے کی وجہ سے اصول حلقہ بگوشی کی تنسیخ اور مقدار اراضی مملوکہ کی تحدید) کو ایتھنزی سسی زاختیا یا "گلوخلاصی" کہتے تھے۔ یہاں یہ امر ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کا نفاذ محض موجودہ خرابیوں کے فوری انسداد کے لیئے کیا گیا تھا، اور آئندہ نقائص کو رفع کرنے کے لیئے بالکل جدید قوانین کی تدوین لازمی تھی:۔

قوانین سولون کی بنا اُس زمانے کے اس سیاسی نظریئے پر تھی کہ بہترین طرز حکومت وہ اعیانیت ہے جس کے اختیارات محدود ہوں؛ اور گو عالمگیر سیاسی مساوات کا اصول تسلیم نہیں کیا جاتا تھا لیکن محض طبقۂ ادنیٰ کا فرد ہونے سے سیاسی حقوق کا فقدان لازم نہ آتا تھا۔ اُس زمانے کا رائج الوقت خیال یہ تھا کہ سیاسی حقوق کیلیئے تنہا معیار ذاتی املاک ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ "اصول کبار یہ" کا نفاذ قابل اطمینان

---

۵۲۶ پرسی گارڈنر: "انواع Percy Gardnes : Types" سولون کے زمانے کے ایتھنزی سکوں کی بابت ہماری معلومات اتنی ہی قابل وثوق نہیں ہیں جتنا آجکل کے مرتب کردہ کتابچوں سے ظاہر ہوتا ہے:۔

۵۲۷ پلوٹارک: سولون ۱۵ میں سولون کے دوستوں کا ذکر ہے جو اُس کی تدبیروں سے واقف ہونے کی وجہ سے زمینداریوں اور دیگر کفالتوں میں اپنا روپیہ لگاتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی ترکیبیں زمانۂ حال ہی میں ایجاد نہیں کی گئیں:۔

باب ۳

طریقے سے نہیں کیا گیا بلکہ "طبقہ" کی جگہ "دولت" نے لے لی اور ظاہر ہے کہ اس تبدیلی سے موجودہ انتظامات میں کوئی خاص اصلاح نہیں ہوئی۔ جب تک ملک میں دو بڑے بڑے طبقے موجود تھے ان میں باہمی تنفر ممکن تھا اور مستقل مفاہمت خارج از بحث تھی۔ سولون نے صاحب املاک کے طبقے کی فوقیت کو قابل برداشت کرنے کے لیئے سیاسی اہلیت کو چار مختلف مدارج میں تقسیم کر دیا اور یہ اصول مقرر کر دیا کہ ہر طبقے پر جو بار عائد کیا جائے وہ اُس کے سیاسی حقوق کی مناسبت سے ہو۔ واضح ہو کہ ارسطاطالیس کہتا ہے کہ خود دراکو کے عہد میں بھی یہ چاروں طبقے موجود تھے)[۵۲]۔ طبقۂ اولیٰ میں وہ لوگ شامل تھے جن کی املاک سے ایک سال میں

---

[۵۱] دستور سولون کی بابت مختلف مشاہدات کیلئے ہرمان ٹومزلی کتاب "مملکت قدیمہ" کی جدید اشاعتوں کا مقابلہ کیا جائے جو ارسطاطالیس نے "دستور ایتھنز" کی دریافت کے بعد شائع ہوئی ہے۔ نیز گلبرٹ اور بزوسولٹ کی تصانیف اور ریب کمپیل کی کتاب "دستور سولون" کا ذکر ارسطاطالیس کے دستور ایتھنز میں:
Keil: Die solonische Veryassung in der arıstbtelisehen Br.
Veryassungs geschichte ۱۸۹۲ء

[۵۲] سولون کے چاروں طبقوں کے لیئے ارسطاطالیس کا اقتباس جو "Harp Hippas" میں دیا ہوا ہے "سولون" نے عموم ایتھنز کو چار طبقوں میں تقسیم کیا اور ان کے نام پنتاکوریومڈی ہیپیاس، زیوگی تاس اور تھیتاس رکھے۔ مقابلہ کرو پلوٹارک "سولون" ۱۸۔ زیوگتے تائے کے لیئے ۱۵۰ کے عدد کی بنیاد اُس قانون پر ہے جس کا اضافہ Dem ۴۳، ۵۴ کے فقرے میں کیا گیا ہے۔ پلوٹارک میں دو سو کا ذکر ہے (پلوٹارک: ارسطیدس و کاتو کا موازنہ)۔ بوئخ Boeckh نے اس طریقے کی بابت جس سے مختلف طبقے اپنے اپنے محاصل ادا کرتے تھے، نہایت عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مقابلہ کرو گلبرٹ: "مملکت قدیمہ" Gilbert: St-A. جلد ۱ صفحہ ۱۳۳۔

اریوپاگوس کی ترکیب کے لیئے پلوٹارک: "سولون" ۱۹۔

متقدمین کے کتابچوں پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم اریوپاگوس کے افسانہ آمیز اختیارات کی توثیق واقعات سے کس قدر کم کر سکتے ہیں۔ مقابلہ کرو گلبرٹ "مملکت قدیمہ" جلد ۱ صفحہ ۴۲۶۔ ڈنکر (۶، ۱۶۷/۱۴۴) نے اریوپاگوس کی ایک سطحی تصویر اپنی خواہش کے مطابق

پانچ سو مدمنی (= تقریباً ساڑھے ۹ من) جو یا اتنی ہی شراب پیدا ہوتی، چنانچہ ان کا نام ۲۶ب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کھینچی ہے۔

چارسو اراکین کی بوسے کے لیئے پلوٹارک: "سولون" ۱۹۔

جمعیت عوام کے اختیارات، ارسطا طالیس: "سیاسیات" ۲، ۹، ۴: "سولون" کی بابت بعض لوگوں کی رائے ہے کہ وہ ایک نہایت اعلیٰ پائے کا مقنن تھا جس نے حدیدیت کی علمداری کا خاتمہ کیا، عموم کو آزادی دی، قدیم اثیغنزی عمومیت کا از سر نو احیاء کیا اور مختلف عناصر مملکت کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کر دیا۔

ارسطا طالیس: "سیاسیات" میں ہیلیایا کی بابت یہ فقرہ درج ہے کہ "اس نے قانونی عدالتوں میں تمام شہریوں کو شامل کر کے عمومیت کی بنیاد ڈالی" (۲، ۹، ۲)۔ ہیلیایا کے لیئے مقابلہ کرو فرینکل: "اثیغنز میں جیوری کی عدالتیں" Fraenkel Die attischen Geschworenen geschichte

نوکراریوں کے لیئے: "نوکراریا"، اور گلبرٹ: "مملکت قدیمہ"۔ پلوٹارک: "سولون" ۲۱ کے مطابق سولون نے "نیوک" Exodos Gynaikon کا قانون رائج کیا۔ ڈنکر ۶، فصل ۲، حصہ ۱۳ میں سولون کے قوانین عامہ و قوانین خانگی دونوں کو نہایت تفصیل سے بیان کرتا ہے۔

مثلث یا مدور تختیوں والے قوانین کے لیئے پلوٹارک: "سولون" ۲۵، اور ہرمان: "مملکت قدیمہ" Hermann St A. ۱۰۷، ۱، جس میں ذرا تفصیل کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ قانون شرکت، پلوٹارک: "سولون" ۲۰۔ ہرمان: "مملکت قدیمہ" ۱۰۶ میں سولون کے حالات زندگی اور کام کی بابت بعض قدیم مورخوں کے اقتباسات اور زمانۂ حال کے مصنفوں کی کتابوں کے حوالے دیئے ہوئے ہیں۔ مقابلہ کرو بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۱، ۵۱۹ وغیرہ۔ سولون کا سب سے جوشیلا معترف ڈنکر ہے جو اسے زمانۂ قدیم کا فہیم ترین سیاست داں" کا لقب دیتا ہے (۶، ۱۹۸)۔ اس کا خیال ہے (۶، ۱۹۷) کہ اس نے اٹیکائی کاشتکاروں کی حفاظت کر کے انھیں قوم کا پشت و پناہ بنا دیا۔ لیکن خود ڈنکر یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ تجربہ محض جزوی طور پر کامیاب ثابت ہوا۔ ہمیں اس امر میں شبہہ ہے کہ سانی زانختیا کی وجہ سے سولون زمانۂ قدیم کا سب سے عقلمند سیاست داں بن گیا۔

پنتاکوزیومدنی رکھا گیا۔ دوسرے طبقے کو "میارز" کہتے تھے، اور اُن میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ چاہئے تھا کہ اُس کے دستور کے نفاذ کے بعد خود سری حکومت بالکل ناممکن ہو جاتی، لیکن ایسا نہیں ہوا، اور خاندان پی سستراتوس کے زوال کے بعد کلس تھنیس کو اصولی تبدیلیاں کرنی پڑیں۔ الغرض دستور سولون کے نفاذ سے صرف چالیس سال بعد اُس کی وقعت قصۂ پارینہ سے زیادہ نہیں رہی۔

ارسطاطالیس بھی اپنی کتاب دستور ایتھنز باب ۲۳ میں اسی قسم کی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی سولون کی شخصیت ہمیشہ کے لئے نہایت دلچسپ ہے اور تاریخ یونان میں جن اشخاص نے کارہائے نمایاں انجام کو پہونچائے ہیں انکی بھی یہی کیفیت ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خاص سیاسی تحریک ناکام ہو جاتی ہے لیکن اُس کے باوجود محرک کی تنومندی اور جدت کی بابت ہر شخص رطب اللسان ہو بعض فاضل محقق اصل حقیقت کو پہونچنے کے بغیر یونانیوں کے ایسے کارناموں کے دوررسی اور عقلمندی کی تعریف و توصیف کرنے لگتے ہیں جنکی بابت صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے معرکوں کا مقصد اعلےٰ تھا۔ اس طرز عمل سے ایک رجعت قہقری لازم آتی ہے اور بعض مورخ یونانیوں کو اتنا بھی نہیں بڑھاتے جتنے کے وہ مستحق ہیں۔ (مقابلہ کرو شوارتز کی نہایت عمدہ کتاب "عمومیت" Schwarcz: Die Demokratie لائپزگ ۱۸۸۲ء) ۔ گو مجلس اریوپاگوس کی بابت دستور ایتھنز سے ہمیں بہت کچھ واقفیت ہوگئی ہے تاہم ہماری معلومات میں ابھی بہت کچھ ابہام پایا جاتا ہے اس امر پر ہر شخص متفق الرائے ہے کہ عصر قدیم کا سب سے بڑا مقنن سولون اور سب سے عالی شان عدالت اریوپاگوس تھی، اور اگر پانچویں صدی ق م میں سولون کے دستور کا بہت ہی کم اثر باقی رہ گیا تھا، اور اریوپاگوس کا اقتدار بھی کچھ زیادہ قابل لحاظ نہ تھا، تاہم اچھے ایتھنزی شہری ان دونوں کو ہمیشہ اپنے سامنے بطور ایسی مثالوں کے رکھتے تھے جو اپنی نوع کی مکمل مثالیں تھیں، اور یہی تخیل قدیم تہذیب کے لئے عموماً اور ایتھنز کے لئے خصوصاً نہایت درجہ کارآمد تھا۔

وہ لوگ شامل تھے جن کی آمدنی تین سو مدنی (= تقریباً ۳۲ من) ہوتی اور تیسرے طبقے میں وہ لوگ تھے جن کی سالانہ آمدنی دوسو مدنی (= تقریباً ۲۲ من) ہوتی تھی اور جنھیں زیوگے تائی کا لقب اس لئے دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک جوٹ ہل سے زمین جوتتے تھے۔ چوتھے طبقے یعنی تھیتیس میں وہ لوگ شامل تھے جن کی آمدنی اس سے کم تھی یا جو کسی اراضی کے مالک نہ تھے۔ محصولات محض املاک کی مناسبت سے عائد کئے جاتے تھے، لیکن یہ محاصل املاک (یا ائیس فورا) عام طور سے وصول نہیں کئے جاتے تھے اور انھیں مستثنیات سے سمجھے جاتے تھے۔ سیاسی حقوق کی بنا بھی یہی تھی مثلاً نہ تو طبقۂ چہارم پر کوئی محصول عائد کیا جاتا اور نہ اُس کا کوئی فرد مملکت کے کسی عہدے کی امیدواری کر سکتا تھا، بلکہ اُسے صرف یہی ایک سیاسی حق حاصل تھا کہ عمومی عدالتوں کی کارروائی میں حصہ لے۔ اُس کے برعکس صرف طبقۂ ادنےٰ کے افراد ہی ارخنی کے امیدوار ہو سکتے تھے۔ سولون نے مجلس اریوپاگوس کی پرانی عظمت کو از سر نو قائم کر دیا، اُس کی یہ رائے تھی کہ اس مجلس کو مملکت کے جملہ انتظامات کی نگرانی کرنی چاہئے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس نگرانی کا طریقہ کیا تھا، یعنی وہ اپنے حق امتناع کو کس موقع پر کام میں لاتی تھی اور آیا ان کا یہ حق مملکت کے جملہ فیصلہ جات پر محتوی تھا یا نہیں ہم ان سوالوں کا جواب دینے سے قاصر ہیں، بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ خود ایتھنزی بھی زمانہ مابعد میں ان سوالات کا جواب نہیں دے سکتے تھے۔ الغرض چونکہ مجلس اریوپاگوس کے اختیارات مبہم تھے، اور وہ انھیں بہت کم کام میں لاتی تھی اس لئے اس کے اقتدار میں رفتہ رفتہ بہت کچھ کمی ہو گئی بہرنہج اس کا عام اثر ایسا درخشاں تھا کہ اُس کے باعث تفصیلی اختیارات بالکل ماند معلوم ہوتے ہیں۔ جہاں تک ترکیب کا تعلق ہے، اس مجلس اور رومن مجلس سینات میں بظاہر ایک خاص مناسبت معلوم ہوتی ہے، لیکن سولون نے اُس کے علاوہ ایک اور مجلس قائم کر دی اسلئے، یہ مناسبت محض سطحی رہ جاتی ہے۔ اُس نے حکم دیا کہ چاروں کمنوں میں سے سو سو ارکین

منتخب ہوں اور جمیعت عموم میں پیش ہونے سے پہلے جملہ تحریکات پر اس مجلس میں بحث مباحثہ ہوا کرے۔ ارسطا طالیس کہتا ہے کہ ڈراکو نے چار سو ایک اراکین کی ایک مجلس قائم کی تھی، اور اس کے نزدیک جمیعت عموم کو عہدہ داروں کے انتخاب اور ان کی کارگذاری کی بابت مختلف مسائل تصفیہ کرنے کا اختیار حاصل تھا، لیکن ہمارے خیال میں اسے جنگ و صلح کے سے معاملات پر بھی رائے زنی کا حق حاصل ہوگا۔

سولون نے عمومی عدالتیں قائم کرکے عوام الناس کے حقوق کو بہت کچھ وسیع کردیا۔ ان عدالتوں کو ہیلیایا کہتے تھے اور ہر ایک ایتھنزی جو ایک خاص عمر کو پہونچ گیا ہو ان کا رکن سمجھا جاتا تھا۔ اس کے حدود اختیارات نہایت وسیع تھے یہاں تک کہ خود آرخنوں کی بعض تجاویز کا اس میں مرافعہ ہوسکتا تھا اس کے زمانے سے پہلے یہ قاعدہ رائج تھا کہ اگر کوئی شخص بے اولاد مرجائے تو قریب ترین اعزا وارث سمجھے جائیں۔ سولون نے ایسے لوگوں کو وصیت کرنے کا حق دیدیا۔ اس نے بہت سے احکام اس مقصد سے جاری کئے کہ ان سے عام قومی قوت مرتب و منتظم ہوجائے وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کے اخلاق میں بہتری کی صورت پیدا ہوجائے، لہذا اس کے مقاصد قدیم مقننوں مثلاً زالیوکوس، خاروندا س جیسے تھے۔ ہمیں بعض جرائم کی سزاؤں کی بابت بہت کچھ معلومات حاصل ہیں اور ہم اس سے واقف ہیں کہ سولون کے تعزیری قانون میں سزائیں جرمانوں، ضبطی جائداد، دیس نکالے، سلب حقوق مدنیت اور موت پر مشتمل تھیں۔ اس نے لوگوں کے کھانے پینے کے متعلق بھی چند قوانین نافذ کئے گو ہم یہ نہیں پڑھتے کہ اس نے کسی قانون کے ذریعے سے مردانہ لباس کے حد سے بڑھے ہوئے اخراجات کم کردئے ہوں، لیکن کم از کم عورتوں کو اس نے یہ حکم دیا کہ گھر سے باہر نکلنے کے وقت وہ تین کپڑوں سے زیادہ نہ پہنیں، ہاتھ میں ایک گز لانبی سے زیادہ لوکری نہ رکھیں جسمیں ایک ردبول (یعنی ۱/۲) سے زیادہ کا کھانا پانی نہ ہو یا انھیں رات کے وقت صرف گاڑی میں بیٹھکر نکلنے کی اجازت تھی انھیں حکم تھا کہ جب وہ نکلیں تو متعدد مشعلچیوں کو اپنے ساتھ لے لیں

اِس کے اخلاقی قوانین نہایت سخت ہیں، جن سے ایتھنزیوں کی عام اخلاقی کیفیت پر کوئی خوش آئند روشنی نہیں پڑتی بعض قوانین اس قسم کے نافذ کیئے گئے کہ اُس کے ذریعے سے خاص خاص حالات میں اولاد سے والدین کی فرمانبرداری اور اُس کے حقوق کی تعمیل جبراً کرائی جاتی۔ اُس کا اصول یہ تھا کہ جہاں تک ہوسکے جائداد گھر کی گھر ہی میں رہے، چنانچہ اگر کوئی شخص خاندانی املاک کو بیجا طور پر صرف کرتا تو اُس پر عدالت میں استغاثہ دائر کردیا جاتا۔ باپ کو یہ حق حاصل ہوگیا کہ وہ وصیت نامے کے ذریعے سے اپنی بیٹیوں کی منگنی کردے اور اگر باپ صرف ایک ہی بیٹی چھوڑ مرتا تو جائداد کو تلف ہونے سے بچانے کے لئے قریب ترین عزیز کو اس سے نکاح کر لینے کا حق حاصل تھا۔ بلکہ اگر کوئی دوسرا شخص اپنے آپ کو پیش نہ کرتا تو اُسے مجبوراً اِس لڑکی سے شادی کرنی پڑتی ورنہ اپنے شایان شان ایک رقم خطیر بطور جہیز کے لڑکی کے بیاہ پر دینی پڑتی۔ سولون نے حدود اراضی کی حفاظت، جدید نصب کردہ درختوں کی نگہداشت، اور ایسی اشیاء کی برآمد روکنے کے لئے جو خود ایتھنزیوں کے واسطے کارآمد ہوں، نہایت مستقل قواعد منضبط کئے، اور ہر ایتھنزی کو اتنی سختی سے کام کرنے کی ہدایت کی کہ یہ مشہور ہوگیا کہ اُس نے کاہلی اور سستی کی پاداش سزاء موت تجویز کی ہے اُس کا یہ قول تھا کہ اگر باوجود اراضی کے پتھریلی ہونے کے ایتھنزیوں کو ترقی کرنے کی خواہش ہے تو تنازع للبقا میں انھیں اپنی پوری قوت صنعت وحرفت اور تجارت میں صرف کردینی پڑیگی،" چنانچہ اُس کا خیال تھا کہ ہر ایک دستکار کی عزت کرنی چاہئے۔ اِس میں شک نہیں کہ ایتھنز میں ہمیشہ سے اسی قسم کے خیالات رائج تھے، اور ممکن ہے کہ سولون جیسے شخص نے ملک کی عام روش میں ایک خاص جوش پیدا کردیا ہو، لیکن وہ بھی ایتھنزیوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کردینے پر قادر نہ تھا۔ یہی حال تعلیم کا تھا، اور اِس شعبہ میں بھی اُس نے ملک کے عام رجحانات میں ایک خاص کیفیت پیدا کردی۔ اُس نے یہ قاعدہ مقرر کردیا کہ بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں، بربط ساز موسیقی کا سبق دیں جسمیں اخلاقی اور مذہبی پیرایہ بھی ہو، اور ورزش گاہوں میں انسان کی عام تندرستی کے

ارتقا پر زور دیا جائے۔ اُس کے قواعد کے مطابق سن بلوغ کو پہونچنے پر اٹھارہ سال سے بیس سال کی عمر تک ہر ایک نوجوان کو دیہات میں کوتوالی اور سرحد کی حفاظت کا کام انجام دینا پڑتا تھا اور اس سے پہلے اُس کا شمار قوم اور شہری فوج میں نہیں ہوتا تھا۔ سولون نے ایک عجیب و غریب قانون یہ مدون کیا کہ جو شخص تنازعات عامّہ میں کسی فریق کا طرفدار نہ ہو، اُس کے جملہ شہری حقوق سلب کرلئے جائیں۔ بلاشبہہ اس قانون سے ایک صحیح اصول کا اظہار ہوتا ہے، وہ یہ کہ مملکت کو احساس عامّہ کے فقدان سے زیادہ کوئی چیز نقصان نہیں پہونچاتی لیکن چونکہ اِس قسم کا قانون عملاً ناقابل نفاذ تھا، اور واقعاً بھی اس کا نفاذ کبھی نہیں ہوا۔ اس لئے یہ اپنی طرز کا بالکل انوکھا قانون ہے، اگر سولون کے جملہ قوانین کو عملی پہلو سے دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے ذریعے سے شہریوں کو دولتمند طبقے کے ظلم و ستم سے نجات مل گئی، اور جیساکہ قانون وراثت سے ظاہر ہوتا ہے اُن سے خاندانی تعلقات میں ایک قسم کی حد بندی کردی گئی۔ ہم ان امور سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اُس کا اثر بہ نسبت سیاسیات کے ملک کی معاشری حالت پر زیادہ پڑا۔ اس کی اصلاحات کا ایک سطحی پہلو یہ ہے کہ اُن سے چھٹی صدی ق م سے تعلیم یافتہ طبقے کے بہترین حوصلوں اور آرزؤں کا اظہار ہوتا ہے ان لوگوں نے اپنا یہ نصب العین قرار دیا تھا کہ وہ اپنے شہر والوں کی بہتری کے لئے کوشاں ہونگے اور ایمانداری اور تزکیۂ نفس کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرینگے۔ نیز انھیں اس کی امید بھی تھی کہ اگر دولتمند غربا پر ملائمت اور باضابطگی سے حکومت کریں تو ان تخیلات کے حصول میں نسبتہً آسانی اور سہولت پیدا ہوجائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قوانین عہد عقلائے سبعہ کے شایان شان تھے اور ہم یہ فرض کرسکتے ہیں کہ جن اصول پر وہ مبنی تھے اُن کا عمدہ اثر اُس زمانے میں بھی برابر پڑتا رہا جب پی سسترا توس اور اُس کے بیٹوں کے عہد میں دستور سولون کی حیثیت محض خواب و خیال سے زیادہ نہ رہی تھی۔ جیسا اکثر ہوا کرتا ہے، یہاں بھی وہ جماعتیں بالکل بے کار ثابت ہوئیں جنھیں نہایت ہوشیاری سے مرتب و منظم کیا گیا تھا لیکن جن اصول پر وہ مبنی تھیں وہ بھی سیاسی ادارات کو متاثر کئے بغیر نہ رہے۔ یہی وجہ تھی کہ

سولون کو یونانی ہمیشہ عزت و محبت کی نظر سے دیکھتے تھے، اور چونکہ وہ شاعر و فیلسوف بھی تھا اس لئے ان کو اس کی شخصیت اور بھی اکمل نظر آتی تھی۔ اس کے اشعار سے، جو مرثیہ نما بحریں ہیں، اس کے سیاسی اور عاشری خیالات ظاہر ہوتے ہیں، اور ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر زندگی کا لطف کماحقہ اٹھاتا ہے لیکن اسے اس کی اصلی ماہیت کی بابت مطلق کوئی دھوکا نہیں اس لئے کہ وہ ہر قسم کی مبالغہ آمیزی سے احتراز کرتا ہے۔ وہ قدیم نظم کا بہت معترف نظر آتا ہے چنانچہ اس نے حکم دیا کہ مختلف مواقع پر ہومری نظمیں بہ آواز بلند پڑھی جایا کریں لیکن یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ناٹک کو، جو اس کی ضعیف العمری میں رواج پا رہا تھا، مطلق پسند نہ کرتا تھا۔

ان جدید قوانین کے نفاذ میں متعدد سال لگ گئے ہونگے جن میں ایتھنز کو خارجی معاملات پر توجہ کرنے کی بھی ضرورت پڑی۔ ہم اس سے قبل پڑھ چکے ہیں کہ سولون کے کہنے سے ایتھنز جنگ مقدس میں شامل ہوا تھا[٢٩] اور اسی کے اشارے سے اس نے ہیلیس پونٹ پر اپنا اقتدار قائم رکھا تھا۔ ساتھ ہی سلامس کے وجہ سے ایتھنز اور میگارا میں ہمیشہ جھگڑے رہتے تھے، سالامس کا یہ

---

(٢٩) جنگ مقدس کے لئے .Schol Pind. Pyth. Arg استرابو ٩، ٨، ٣؛ پلوٹارک "سولون" ١١، پرسانیاس ٣، ٩، ٦؛ ١٠، ٧، ٣، ٣ وغیرہ، پولی انے نوس ٣، ٥؛ ٦، ١٣۔ کالس تھنیس کا اقتباس "دستور ایتھنز" ١٣، ٥٦٠ (ج) ۔ مقابلہ کرو میولر، "جنگ کریسا" Moeller : D. Kriskrieg جریدۂ مدرسہ ڈانتزگ Prog. d. Dauz Real sch. ١٨٦٦ء؛ نیزسے کا مضمون "تحقیقات تاریخی" Niese in Histore Untersuchungen A. Schaeffer میں جسے اے۔ شیفر کے نام معنون کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ دہ سالہ مدت کا تعین محض افسانہ ہی افسانہ ہے۔ تھسالویوں اور فوکیوں کی ازلی دشمنی کا بھی اس جنگ پر بہت بڑا اثر پڑا۔ مقابلہ کرو بوسولٹ "تاریخ یونان"، Busolt · Gr. G. جلد ا صفحہ ٤٨٩۔

ایتھنزی قبضہ ہونے کے بعد میگارا نے پھر اسے فتح کر لیا۔ بالآخر پی سسترا توس کی ایک چال کے ذریعے سے ایتھنز کا اس پر قبضہ ہوگیا۔ ہوا یہ کہ اس نے میگارا کے بندرگاہ نسائیہ پر ایتھنزی لشکر اتار دیا، اور اس طرح ایتھنزیوں کو سالامس کے معاوضہ میں گویا ایک یرغمال ملگیا۔ میگارا زچ ہوکر اس پر رضامند ہوگیا کہ اسپارٹا فریقین کے جھگڑے کا تصفیہ کردے۔ سولون نے اسپارٹا کے سامنے ایتھنزی دعووں کو ٹھیٹ یونانی انداز سے پیش کرتے ہوئے فالگاہ دیلفی کے احکام نقل کئے جن میں جزیرہ سالامس کو ایونی اراضی بتایا گیا تھا، اس نے یہ دلیل بھی پیش کی کہ آیاکس کے بیٹوں یعنی فلائیوس اور یوری ساکیس نے سالامس ایتھنزیوں کے حوالہ کر دیا تھا، اور اس جزیرہ میں مردے بالکل اٹیکائی طرز پر دفن کئے جاتے ہیں۔ فریقین کے بیانات سنکر اسپارٹا نے یہ فیصلہ کیا کہ ایتھنز نسائیہ تو میگارا کے حوالہ کردے اور اس کے معاوضہ میں جزیرۂ سالامس پر قبضہ کرلے۔

باب ۲۷

پی سستراتوس اور اسکے بیٹوں کے عہد میں ایتھنز کی حالت

سولون نے بعض روایات کے مطابق دس سال اور بعض کے مطابق ایک صدی کی مدت اس لئے مقرر کر دی تھی کہ اس زمانہ میں اُس کے وضع کردہ قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کیجائے یا ان دونوں روایات کا موازنہ کیا جائے تو ایک صدی کی مدت تو بالکل لغو معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اُس نے اپنے قوانین کی آزمائش کے لئے دس برس کا زمانہ مقرر کیا ہو تو بعید از قیاس نہیں ہے۔ سولون اپنے قوانین کو نافذ کر کے فوراً ایتھنز سے چلا گیا، لیکن اُسکے غیاب میں مختلف فریقوں کے درمیان اس قدر نزاع بڑھ گئی کہ انکے باعث اُس کے جانیکے پانچویں اور دسویں سال آرخن اعظم کا انتخاب نہ ہو سکا چنانچہ داماسیاس کے دو سال متواتر آرخن رہنے کی وجہ سے آئندہ سال نو کی جگہ دس آرخن مقرر کرنے پڑے[۱]۔ شہر میں برائے نام امن وامان قائم ہونے پر تین سیاسی گروہ بن گئے جن میں سے ہر ایک کی رہبری فرائض ایک ایک سرگروہ شہری کے سپرد تھی۔ ان میں سے ایک گروہ دیاکری کا تھا (جنھیں پلوٹارک عمومی گروہ کا لقب دیتا ہے) دوسرا گروہ پے دیائیوں کا تھا جس میں عدیدی شامل تھے۔ اور تیسرے پارالی یا اعتدال پسند تھے۔ پے دیائیوں کا سرگروہ لکتیادیس تھا جو فلائیوسی خاندان کا رکن تھا۔ اور اسکے بعد بوتادی خاندان کا ایک رکن لی کرگوس اسکا جانشین ہوا۔ اسی طرح پارالیئوں کا رہبر ایک الکمیونی میگاکلیس اور دیاکریوں کا پی سستراتوس تھا جو نسطور کی نسل سے اور جس نے نسایئہ کو فتح کر کے اپنی قابلیت کا سکہ

[۱] داماسیاس کے لئے مقابلہ کرو " دستور ایتھنز " ۱۳ اور اُن کتابوں کا جن کا اس سے پہلے کئی مرتبہ حوالہ دیا جا چکا ہے۔

جما دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنز میں عام بےچینی پھیلی ہوئی تھی اور ملک کی حالت ایسی نہ تھی جیسی کسی بڑی اصلاح کے بعد ہوتی ہے۔ اعیان تو یہ سمجھتے تھے کہ اُن کے بہت سے حقوق سلب کر لئے گئے، لیکن عوام الناس کا یہ خیال تھا کہ جو کچھ انھیں ملا ہے وہ کافی نہیں ہے، رہے مختلف گروہوں کے رہبر تو وہ بھی اس بےچینی اور کشاکش سے فائدہ اٹھا کر اپنے ذاتی مقاصد پورے کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سولون نے موجودہ صورت حال کا خوب اچھی طرح سے اندازہ کر کے پہلے تو اپنی نظموں اور پھر اپنی تقریروں کے ذریعے سے سب کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی، لیکن اس میں اسے مطلق کامیابی نہ ہوئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب اپنی نوعمری میں (سالامیس کے معاملے میں) اس نے ایک احمق کا روپ بھرا تھا تو لوگ اُسے بحد عقیل و فہیم سمجھنے لگے تھے، اب جب کہ اُس کی گفتگو عاقلانہ باتوں سے پر تھی تو وہ اُسے طفلانہ کہتے اور جو کچھ اُسکی زبان سے نکلتا اُسکی طرف مطلق توجہ نہ کرتے تھے۔ بہرحال سولون کی پیشنگوئی من و عن پوری ہوگئی۔ ایک روز پی سستراتوس خون سے لتھڑا ہوا ایک گاڑی میں بیٹھ کر جمعیت عوام میں آیا اور مجمع کے روبرو بیان کیا کہ لوگوں نے اُس پر حملہ کر کے اُسے زخمی کر دیا ہے، چنانچہ ارسطون کی تحریک پر عموم نے مجلس کی اجازت سے یہ قرارداد منظور کی کہ اسے اپنی ذات کی حفاظت کے لئے پچاس مسلح آدمیوں کا ایک دستہ رکھنے کی اجازت دیجائے۔ پی سستراتوس نے انکی تعداد میں از خود اضافہ کر کے فوراً قلعے پر قبضہ کر لیا اور اس طرح جو بات کیلون انجام کو نہ پہنچا سکا تھا وہ کر دکھائی یعنی ایتھنز کا خود سر بن گیا[۵۵]۔ سولون نے

---

[۵۵] ابتداء عہد پی سستراتوس، ہیرو ڈوٹس ۱، ۵۹، پلوٹارک: "سولون" ۲۹، ۳۰؛ ارسطاطالیس "سیاسیات" ۵، ۹، ۲۳ . Marm. par. کے مطابق ۵۶۰ق م سے ۵۲۸ ق۔م تک کے ۳۳ سال میں پی سستراتوس نے صرف ۱۷ برس حکومت کی، اس لئے کہ وہ پہلی مرتبہ پانچ سال کے لئے اور دوسری بار ۱۱ سال (ہیرو ڈوٹس ۱، ۶۲) کیلئے جلاوطن کیا گیا۔ تسلسل سنین کے لئے ڈنکر ۶، ۴۵۴؛ انگر: سالیانہ لسانیات قدیمہ (Unger:Jahrbuch f. class Phil ۱۸۸۳ء۔ بوسولٹ ("تاریخ یونان" Busolt: Gr. G. جلد ۱ صفحہ ۵۵۱) مفصلۂ ذیل تواریخ کا تعین کرتا ہے:-

اس تحریک کی آخر تک مخالفت کی تھی لیکن اوائل زمانہ میں اس میں جو قوت تھی وہ ذائل

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - پہلی خود سری ۵۶۰ق م تا ۵۵۵ ق م - جلاوطنی ۵۵۵ ق م تا ۵۵۰ ق م - دوسری خود سری ۵۵۰ ق م تا ۵۴۹ ق م - جلاوطنی ۵۴۹ ق م تا ۵۳۹ ق م - ارسطاطالیس کے "دستور ایتھنز" میں جو تسلسل واقعات مندرج ہیں وہ اسکی کتاب "سیاسیات" کے تسلسل سے مختلف ہے، جسکی وجہ سے اس خود سر کے حالات کی سنویت کی بابت پہلے سے بھی زیادہ مشکلات پیدا ہو گئی ہیں - ایتھنزی دستور کے بحث پر مختلف کتابوں کا مقابلہ کرو - جنکا حوالہ دیا جا چکا ہے، نیز تیو یفر کی کتاب "مسائل پی سستراتوسیہ" Toepffer Quaestiones peisistrateae - (ڈیورب فیلڈ ۱۸۶۶ء صفحہ ۱۴۱ء)؛ کانر: میگارا اور ایتھنز میں سیاسی فرقہ بندی اور سیاسیات کی حالت Caner parteien und potiliker in megara und Athen (ٹیوبنگن ۱۸۸۰ء)۔

پی سستراتوس کی حکومت، ہیرو ڈوٹس ۱، ۶۰ وغیرہ؛ "دستور ایتھنز" ۱۴، ۹۰؛ ہیرو ڈوٹس ۶، ۳۴ وغیرہ - اسکی حکومت کے خصوصیات، طوسی دیدیس ۶، ۵۴؛ ارسطاطالیس: "دسیاسیات" ۵، ۹، ۲۱ - بانی اولمپیوم، ارسطاطالیس "سیاسیات" ۵، ۹، ۴؛ بانی پی تھیوم Suid؛ "پی تھیون"؛ بانی لی کیوم، تھیوپمپوس جسکا اقتباس Harpocr کی "لی کیوم" میں دیا ہوا ہے - ایتھنز کی مزید تزئین کے لئے طوسی دیدیس ۲، ۱۵؛ پوسانیاس ۱، ۱۴، ۱؛ اس کا کتاب خانہ، "دستور ایتھنز" ۱، ۳ (الف) ہومری نظموں کی نظر ثانی کیلئے فون ولامو وتز میولینڈورف تحقیقات ہومر von willamowitz-moellendorf Homerische untersuchungen Schol. Aristid 823 Dind آغاز پان ایتھنیا حکومت پی سستراتوس کی تشبیہ طلوس کی ابتدائی میدیچیوں سے دیجا سکتی ہے - حقیقت یہ ہے کہ بہ نسبت ظاہری خود سری کے ملک کو پوشیدہ خود سری سے کہیں زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔

ہپیاس کے عہد حکومت اور ہپارخوس کے قتل کیلئے طوسی دیدیس ۱، ۲۰؛ ۶، ۵۴-۵۹؛ ہیرو ڈوٹس ۵، ۵۵-۵۶؛ ۶۲-۶۵ - ارسطاطالیس کی کتاب "دستور ایتھنز" میں تھاموس برادر ہپیاس وہپارخوس کی طرف وہ افعال منسوب کئے گئے ہیں جو اس سے پہلے کے بیانات ہپارخوس کے ساتھ منسوب کرتے تھے، لیکن اسکے پڑھنے سے اسکی سچائی کا یقین نہیں ہوتا۔

ہو چکی تھی۔ اس نے یہ دکھانے کے لئے کہ اب وہ بالکل بے پناہ ہے، اپنے ہتھیار اپنے دروازے سے باہر نکال کر رکھ دئے، لیکن پی سسٹراتوس کی رعایا بننے سے انکار کر دیا، بلکہ اسکی بجائے وہ ایتھنز چھوڑ کر قبرص چلا گیا جہاں آخر کار اسکا انتقال ہو گیا، اور ایک روایت کے بہ موجب اپنے مرنے سے پہلے اس نے یہ وصیت کی کہ اسکی راکھ کو سالامس لیجا کر ہوا میں اڑا دیا جائے۔ اسکے قدم بقدم دیگر سرآوردہ اشخاص بھی ایتھنز چھوڑ کر دیگر ممالک کو چلے گئے۔ ان میں سے ملتیادیس کی بابت یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ تھریسی خرسونیز کی دولونکی قوم کے بعض افراد اپنے ہمسایوں یعنی اپسینتھیون کے خلاف دست استمداد پھیلانیکی غرض سے ایتھنز آئے، اور جب وہ شہر میں ہو کر نکل رہے تھے تو ملتیادیس نے جو اپنے دروازے کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، انھیں اپنے گھر میں لا کر مہمان رکھا۔ اس سے پہلے ہی انھیں فالگو سے یہ معلوم ہوا تھا کہ ایسا برتاؤ کرنیوالے کو وہ اپنی قوم کا تاج شاہی پیش کریں، چنانچہ انھوں نے ملتیادیس کو اپنا حکمراں بنا لیا، اور جب وہ ایتھنز سے خرسونیز کو چلا تو بہت سے ایتھنزی اس کے ہمراہ ہو لئے اپنی نئی سلطنت میں پہنچکر نہ صرف وہ دولونکیوں کا بادشاہ بن گیا بلکہ جو یونانی شہر ساحل پر واقع تھے انکی عنان خودسری بھی ہاتھ میں لے لی۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایتھنز کے ان سیاسی جھگڑوں کی بنیاد کسی اصول پر نہ تھی بلکہ لوگ ان میں صرف اپنی ذاتی قوت و اقتدار بڑھانیکی غرض سے حصہ لیتے تھے، اور اگر پی سسٹراتوس میں ایتھنز کا خودسر بننے کی اہلیت تھی تو ملتیادیس بھی اپنے آپ کو خرسونیز کا حکمراں بننے کے قابل سمجھتا تھا، خود پی سسٹراتوس بھی اپنی حکومت کے استحکام کے لئے اس امر کو ایک فال نیک تصور کرتا تھا کہ اسکے مخالف اسکی راجدھانی کو چھوڑ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ علاوہ ازیں خرسونیز کے قبضے کی ایک وجہ اور بھی تھی ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنز سی یوم پر قابض اور تھریسی خرسونیز ہیلیس پونٹ کے عین سرے پر براعظم یورپ میں واقع ہونیکے باعث اس حصۂ ملک پر خاص اثر پڑتا ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز سے چلے جانے پر بھی ملتیادیس اور اسکے ساتھی اپنے آپ کو ایتھنزی ہی تصور کرتے تھے اور اپنے نئے وطن میں بھی اپنے قدیم بلدیے کے مفاد کے ہی درپے رہتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ دولونکیوں کا ملتیادیس کو اپنا بادشاہ منتخب کرنا صرف کسی فالگو کے حکم پر مبنی نہ تھا بلکہ قرائن میں

یقیناً پہلے سے بھی باہمی تعلقات ہوں گے اور دونوں ایک دوسرے کے مقاصد سے واقف ہونگے ۔

ایتھنز کی خودسرانہ حکومت زیادہ دن تک قائم نہیں رہی اس لئے کہ جب اعیانیوں کے سرگروہ لی کرگوس اور میگاکلیس نے آپس میں اتحاد کرلیا تو پی سستراتوس نے سرتسلیم خم کرنا ہی مناسب سمجھا۔ اسکے خارج البلد ہونیکے بعد اسکی املاک منضبط کرکے نیلام کر دی گئی چنانچہ اسے ایک داؤدخوس (مشعل بردار پجاری) مسمی کالیاس نے خرید لیا۔ لیکن کامیاب فریقوں کے مابین جو سمجھوتا ہوا تھا وہ زیادہ دن تک نہیں رہا بلکہ میگاکلیس نے جسے سیاسی دوراندیشی کی بہت کم قابلیت حاصل تھی پی سستراتوس سے اس شرط پر ملاپ کرلیا کہ اگر موخرالذکر اُس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کردے تو وہ اس کی مخالفت سے باز آجائیگا۔ جھگڑے سے بچنے کیلئے یہ چال چلی گئی کہ دیمے پایانیا کی ایک عورت فی اے نامی کو اتھینا دیبی کے کپڑے پہنا کر ایک گاڑی میں پی سستراتوس کے ساتھ بٹھا دیا گیا اور یہ گاڑی لوگوں کی دورویہ صفوں میں ہوتی ہوئی اکروپولس چلی گئی۔

لیکن میگاکلیس بہت جلد اس امر کو محسوس کرنے لگا کہ اسکا درجہ اپنے داماد پی سستراتوس کے درجہ سے کمتر ہے، لہذا وہ از سرنو اعیانیوں سے جاملا جسکے باعث پی سستراتوس کو صرف ایک سال حکومت کرنیکے بعد ایتھنز کو پھر خیرباد کہنا پڑا ۔ وہ ایتھنز فوراً واپس نہیں آیا۔ لیکن جب آیا تو بصد تزک و احتشام اور بصد قوت و سطوت آیا۔ اپنی جلاوطنی کے زمانہ میں اس نے آرگوس، تھسلی اور ایریتریا سے حلف کرلئے تھے اور ساتھ ہی اس نے ناکسوس کے ایک سرفروش تارک وطن لیگداموس سے مدد کا وعدہ کرالیا تھا[۶۳] آخرکار ۵۳۸ ق-م میں وہ ایک فوج سمیت ایٹکا کی اراضی پر بہ مقام ماراتھون نمودار ہوا جسکے قرب وجوار کے پہاڑوں میں اسکے بہت سے قدیم ساتھی یعنی دیاکری رہا کرتے تھے۔ اسکے برخلاف اسکے مخالف یعنی ایتھنز کے برسراقتدار فریق لڑائی کیلئے کماحقہ تیار نہیں تھے۔ بہرحال فریقین کی افواج کوہ پنٹے لیکون کے جنوب مشرقی ڈھال پر بہ مقام پے لینے

---

[۶۳] لیگداموس کیلئے ارسطاطالیس "سیاسیات" ۵، ۵، ۱؛ پولی ائے نوس ۱، ۲۳، ۲. (Plut Ap Lac).

[۶۴] ہیروڈوٹس ۱، ۶۴ کے مطابق وہ ناکسوس میں پی سستراتوس کا نائب تھا۔

جنگ آزما ہوئیں، اور جب ایتھنزی لشکر دوپہر کا کھانا کھانیکے بعد قیلولہ کر رہا تھا تو اُسوقت پی سستراتوس نے اُن پر حملہ کرکے انھیں فرار ہونے پر مجبور کردیا اس نے بیکار کشت وخون کرنے سے پرہیز کیا اور مفتوح فوج کو لیکر فاتحانہ انداز سے ایتھنز میں داخل ہوگیا جس پر فریق ثانی میں سے بعض اعیانی شہر چھوڑ کر چلے گئے اور جو باقی رہے انھیں فاتحوں کو یرغمال حوالہ کرنے پڑے۔ پی سستراتوس نے تینوں اعلےٰ ترین سولونی طبقوں کے افراد پر انکی سالانہ آمدنی کے بیسویں حصے کے بقدر براہ راست محصول عائد کیا، اور چونکہ چوتھا درجہ اس سے مستثنےٰ کر دیا گیا تھا اور اسی پر پی سستراتوس کا ایک حدتک انحصار بھی تھا۔ اس لئے ادنے ذات کے لوگوں کو اسکا یہ طرز عمل ناپسند نہیں ہوا۔ یہ خودسر اپنے غیر ملکی دوستوں سے کام لنکالنا خوب جانتا تھا۔ اس نے لیگڈاموس کو ناکسوس کا حاکم اعلیٰ بناکر اسکے سپرد تمام ایتھنزی یرغمال کے طور پر کر دئے۔ اُدھر لیگڈاموس کی مدد سے پولیکراتیس ساموس کا خودسر بن گیا، اور ساحل وجزائر کے اس اہم خطے پر جو یورپ سے ایشیا تک بحیرۂ ایجین کے وار پار چلا جاتا ہے، ایونی نسل کے تین خودسر قابض ہو گئے تھے ان میں سے خود پی سستراتوس دریائے ستری مون کے دہانے کے ایک اہم مقام پر قابض تھا اور اُس نے قلعہ سی گیوم پر جو لسبوسیوں اور ایرانیوں کے قبضے میں آگیا تھا، ازسرنو قبضہ کرکے اُس پر اپنی تیسری بیوی کے بیٹے ہیگسستراتوس کو والی مقرر کردیا وہ مذہبی معاملات میں بھی ذوق رکھتا تھا چنانچہ اُس نے بحیرۂ ایجین کے مذہبی مرکز یعنی جزیرۂ دیلوس کی تطہیر، اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ اپولو کے بت خانہ کے نواح میں جتنی قبریں ہوں وہ وہاں سے ہٹادی جائیں۔

پی سستراتوس نے دستور ایتھنز کا ڈھانچا برابر پہلے ہی کی طرح قائم رکھا اور صرف یہی شرط لگانے پر اکتفا کیا کہ مجلس ارخنی میں اسکے خاندان کی نمائندگی ہونی چاہئے۔ اس نے اپنی تدبیر وتدبر سے مجلس اور جمعیت دونوں کی کثرت رائے اپنی طرف کرلی، اور اپنی شخصیت کو عوام الناس کے معیار تک اس حدتک نیچا کردیا کہ ایک مرتبہ وہ اریوپاگوس کے سامنے بحیثیت ایک مدعی علیہ کے حاضر ہوا مگر اثنائے سماعت میں اصل مستغیث نے خوف زدہ ہوکر حاضری سے گریز کیا۔ تمام عقلمند خودسروں کی طرح وہ ہمیشہ لوگوں کی بہتری اور خوشنودی کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ سی گیوم میں درزشگاہ کے قیام

چشمہ کا لی دھوئے میں (جسکا نام بدل کر اینیا کرونوس یا "نو چشمہ" رکھ دیا گیا) نل کا لگانا، دریائے الی سوس کے کنارے پر بت کدۂ اپولو کی تعمیر، قلعے میں پارتھےنون کی تکمیل، ان سب امور سے پی سسترا توس کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ اس نے دریائے الی سوس کے کنارے پر زیوس کے بت خانہ کی بھی بنیاد ڈالی تھی، لیکن وہ مکمل نہیں ہوسکا؛ اسکا خیال تھا کہ اس ایوان کی چھت بیس بیس گز طویل، اور ایک سو بیس پیل پایوں پر قائم ہو، چنانچہ مکمل ہونے پر یہ اپنی عظمت کے اعتبار سے ایونیا کے بت خانوں کا مدمقابل ہوتا۔

پی سسترا توس نے عبادت عامہ کی تزئین کی تحریک میں معتد بہ اہتمام کیا بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس نے چہار سالہ پین اتھے نیا کے میلے کی بنیاد ڈالی اس میلے کے موقع پر ایک جلوس نکالا جاتا تھا جسکے بعد اناج کی بال اور ایک تصویر دار سرخ عبا جسے باکرہ لڑکیاں بنتی تھیں، اتھینے پولیاس پر چڑھائی جاتی تھی۔ پارتھےنون کے سقفی حاشیہ پر اس جلوس کا ایک عام نقشہ بنا ہوا ہے۔ اس تہوار کے موقع پر بھی اولمپیا کی طرح مقابلے ہوتے تھے جن میں درخت زیتون کی ایک شاخ اور تیل کا ایک مرتبان بطور انعام دئے جاتے تھے۔ ان مرتبانوں میں سے چند مرتبان اس وقت تک محفوظ ہیں جن پر مبارز دیبی اتھینے یا دوڑتے ہوئے آدمیوں کی سیاہ تصویریں بنی ہوئی ہیں اور جن پر الفاظ "میں اتھنز کے حاصل کردہ انعامات میں سے ہوں" منقوش ہیں۔

اسی عہد میں بعض دیگر معبودوں خصوصاً دیونی سوس کی پوجا میں وسعت دی گئی زمانۂ قدیم سے ہی اٹیکا میں اس معبود خمر کے اعزاز میں متعدد میلے ہوا کرتے تھے جن میں سے شاید سب سے اہم میلا آخری زمانۂ خزاں کے ماہ پوسیڈون میں لگتا تھا جسے دیہاتی دیونی سیا کہتے تھے۔ اس میلہ میں دیہاتی لوگوں کو محظوظ کرنیکی غرض سے قربانیاں کیجاتیں، اور جلسے اور ناچ منعقد ہوتے تھے، جن میں سے اس ناچ سے لوگ ازحد مسرور ہوتے تھے جو شراب کی کھالوں پر ناچا جاتا تھا۔ اسی طرح لینایا یا عید باکھوس سے چند ہفتے بعد یعنی ماہ گامے لیون میں اکر دیونس کے جنوبی سمت میں منائی جاتی تھی اور انتھس تیریا کا تہوار فروری میں درختوں کے شگوفے پھوٹنے کے وقت منعقد ہوتا تھا ان میں سے آخری میلا

ڈیونی سیا عظمی کا تھا جو نقطۂ اعتدال ربیعی کے موقع پر منعقد ہوتا تھا اور جسکی شان و شوکت میں روز افزوں ترقی ہو رہی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ چھٹی صدی ق م میں ناٹک کے فن کا آغاز ڈیونی سوس کے ان میلوں سے ہی ہوا۔ اس معبود کی سرفروشیوں کے اعزاز میں مختلف قصائد گائے جاتے تھے جن میں سے ایک سنگیت مختلف واقعات بیان کرتا جس پر دوسرے سنگیتے اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ مذہب ڈیونی سوس کا مخصوص وطن ضلع اکاریا تھا اور یہ وہی جگہ تھی جہاں ڈیونی سوس نے اپنے ساتھی اکاریوس کو انگور کی کاشت کا طریقہ بتایا تھا جس پر گنواروں نے اُسے جان سے مار ڈالا اور اسکی بیٹی ایری گونے نے اپنے پھانسی لگالی۔ یونانی تھس پس کو اول ترین حزنیہ نویس سمجھتے تھے اور یہ بھی اسی ضلع میں پیدا ہوا تھا۔ اس قسم کے کھیل تماشے دیہاتی ڈیونی سیا سے شہری میلوں، خصوصاً لے نائیا اور بڑے ڈیونی سیا کی طرف منتقل کر دئے گئے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان میں صرف ڈیونی سوس کی جانبازیوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہوگا بلکہ دوسرے سورماؤں کی سرفروشیوں کے تماشے بھی کئے جاتے تھے۔ ان میلوں پر سنگیت مختلف ناٹکوں میں روپ بھرتے تھے، اور جو سنگیت سب سے اچھا تصور کیا جاتا اُسے ایک تپائی انعام میں ملتی تھی۔ لیکن جو لوگ ان تپائیوں کو جیتتے تھے وہ اُنھیں اپنے پاس رکھنے کی بجائے کسی پبلک موقع پر رکھ دیتے تھے تاکہ ان مقابلوں کی مستقل یادگار قائم ہو جائے۔

لیکن اٹیکا کا تعلق صرف اتھینے اور ڈیونی سوس ہی سے نہیں بلکہ دیمیتر اور پرسی فونی سے بھی تھا، اور اس مناسبت سے ارض یونان کا کوئی مقام شہر ایلیوسس کا مدمقابل بننے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ اسی مقام کو دیمیتر اپنی بیٹی کی تلاش میں آئی تھی، یہیں اُس نے کےلیوس کے مکان میں ملازمت کر لیکی کوشش کی تھی کہ اس کے بیٹے ڈیموفون کو حیات ابدی حاصل ہو جائے۔ اسکے بعد اُس نے اپنی اصلیت ظاہر کر کے لوگوں سے اپنی پوجا کرانی چاہی، اور جب اُسکا غصہ ذرا فرو ہوا تو اُس نے ایلیوسس کے فرمانرواؤں یعنی ترپٹولیموس، یومولپوس، دیوکلیس اور کےلیوس کو اپنے مقدس اسرار کی حقیقت سے آگاہ کیا (جنھیں اصطلاح میں "حالت مدہوشی" کا لقب دیا جاتا تھا) اور یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ صرف وہی لوگ اس سے آگاہ ہونیکے اہل سمجھے جائیں جنکا داخلہ باضابطہ عمل میں آچکا ہو۔

اسکی تعلیم کے اصول پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکے یہ معنی نکلیں گے کہ جس طرح پرسی فونے دنیائے زیریں سے اپنی ماں کے پاس واپس آگئی اسی طرح سے صرف بویا ہوا بیج ہی نہ اگ آئیگا بلکہ انسان بھی آخر کار موت پر غلبہ پا جائیگا۔

دمیتر اور باکرہ (پرسی فونے) کے خرافے کے ساتھ ہی ایک اور خرافے کا ذکر پڑھنے میں آتا ہے، وہ یہ کہ زیوس اور پرسی فونے کا ایک بیٹا دیونی سوس تھا جسے تیتانون نے اسی طرح پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا جیسے تیفون نے اوسیرس کو اور اسی کی طرح وہ بھی از سر نو زندہ کر دیا گیا۔ ایتھنز میں اس دیونی سوس کو یاکھوس کا لقب دیا جاتا تھا، اور ایلیوس میں وہ دمیتر اور باکرہ دیوی کا ہم نشین تھا۔ ان ہی اسباب کی بنا پر عید ایلیوسی نیا ایک ایسا تہوار بن گئی جسکا تعلق مخصوص طور پر دنیائے زیریں سے تھا۔ یہ عید ماہ بوئے دروميون میں آرخن بازی لیوس کے زیر اہتمام اور یومولپوسیون، داد وخیون اور کیریکیون کی موجودگی میں منائی جاتی تھی، اور اسی مہینے کی انیسویں تاریخ کو ہزاروں آدمی یاکھوس کے بت کے ہمراہ ایتھنز سے ایلیوسس کو جلتے تھے۔ یہاں پہنچکر سب سے پہلے تورات کے وقت اون لوگوں کا ناچ کرایا جاتا تھا جنھیں اسرار عبادت باضابطہ طور پر بتا دئے گئے ہوں، اور اس کے بعد عید کی مخصوص رسوم انجام دیجاتی تھیں جن میں سب سے اہم یہ تھی کہ اول تو سب غٹ غٹ شراب کے خم چڑھا جاتے اور پھر چند اشیا الماری سے نکال کر ٹوکریوں اور ٹوکرے سے نکال کر الماری میں رکھتے۔ اُن لوگوں کا یہ گمان تھا کہ اگر تاریکی میں کوئی تیز شعاع نمودار ہو تو یہ نو آموزوں کے لئے ایک نہایت عمدہ شگون ہے۔ ان اسرار کی شہرت تمام دیار یونان میں پھیل گئی۔ اور چھٹی صدی ق م میں فلسفی شعرا نے انکے تشبیہی معنی کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ ان میں سے ایک شاعر اونوماکریتوس تھا جس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اپنی نوع انسان کو تیتانان کی خشونت سے نکل کر دیونی سوس کی روحانیت کی طرف جانا چاہئے، اُسکے نزدیک اورفیوس اور دیونی سوس کا انجام ایک ہی طرح پر ہوا۔ چنانچہ اونوماکریتوس نے اپنی نظمیں اورفیوس کے نام پر موسوم کی ہیں۔ انکے علاوہ دوسری نظمیں بھی رائج تھیں، جو قدیم بھاٹ موزائیوس کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ ان سب باتوں کو عوام الناس نہایت پسند کرتے تھے، اپنے قدیم مذہب کے

نقائص کا احساس ہونیکی وجہ سے ہر شخص اس کمی کو اپنی ضروریات کے مطابق ان نئے اسرار عبادت کے رسوم سے، یا فلسفیانہ علم الٰہیات سے ورنہ دونوں کے ذریعے سے پورا کرنے لگا، اور یونان میں نیم مذہبیانہ، نیم فلسفیانہ مسالک پیدا ہونے لگے؛ مثلاً اورفیوسی مذہب والے بہ نسبت فلسفے کے مذہب پر زیادہ زور دیتے تھے لیکن فیثاغورسی بہ نسبت مذہب کے فلسفے کو اہم تر گردانتے تھے۔ سرکاری مذہب میں اضافے کے یہ طریقے عہد بت پرستی کے اختتام تک مسلسل جاری رہے، اور گو ابتدا میں ان کی بنا واقعی سچے جذبات پر ہوئی ہوگی، لیکن امتداد زمانہ سے ان میں حشو و زوائد مستزاد کر دئے گئے، اور رفتہ رفتہ ان ہی کا اثر غالب ہوگیا۔ مثلاً دیونی سوس، ائی سس، متیھرا اور افراجی ام الآلہہ یعنی دیمیتر کے حرکات کو جو معنی پہنائے گئے اُن سے حقیقی مذہبی جستجو کا انکشاف ہوتا تھا، لیکن ان ہی کو جھوٹے دعویداروں نے اپنے ذاتی اغراض کے حصول کے واسطے استعمال کیا۔ لیکن پی سسترا توس مذہبی معاملات میں اتنا منہمک نہیں تھا کہ وہ شعر و شاعری کو بھول جاتا، چنانچہ ایک طرف تو وہ اونوماکریتوس کا سرپرست تھا، اور دوسری طرف اُس نے حکم دیا کہ پین اتھنے نیا کی عید کے موقع پر ہومری نظمیں بہ آواز بلند پڑھی جایا کریں؛ روایت کے بموجب اس نے ایک مامور یہ بھی مقرر کی جسکے اراکین اونوماکریتوس، اورفیوس ساکن گروتونا اور زوپی روس ساکن ہرقلیہ تھے، اور اسے ہومری نظموں پر نظر ثانی کرنیکا حکم دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس موقع پر ہومری نظموں میں بعض اشعار ایتھنز کی تعریف و توصیف میں بڑھا دئے گئے۔

پی سسترا توس نے ۵۲۷ ق م میں وفات پائی جسکے بعد اسکی پہلی بیوی کے بیٹے ہیپیاس اور ہپارخوس تخت پر بیٹھے۔ انھوں نے بھی اپنے باپ کے اصول حکومت کو برقرار رکھا اور اُسی کی طرح وہ بھی ملک کی دماغی ترقی کے خواہاں رہے، چنانچہ لاسوس ساکن ہرمیونی بھی دیگر شعرا کی طرح دربار میں بلا لیا گیا۔ اس شاعر نے آتے ہی یہ ثابت کر دیا کہ جب پی سسترا توس کے حکم سے اونوماکریتوس نے موزائیوس کے اشعار کو یکجا کیا تھا تو اس نے ان میں چند اشعار کا اضافہ کر دیا تھا؛ اس کے بعد سے لاسوس کا ستارہ عروج پر آگیا اور اونوماکریتوس کا زوال شروع ہونے لگا۔

انکے علاوہ دو شاعر اور یعنی سمونیدیس ساکن کیوس جو اس عہد کے بعد بہت کچھ مشہور ہوا، اور اناکریون ساکن تیوس جو ایتھنز آنے سے پیشتر پولیکراتیس خودسر ساموس کے دربار کا ایک رکن تھا، ہپارخوس کی سرپرستی میں ایتھنز رہنے لگے۔ ہپارخوس کا یہ حکم مشہور ہے کہ عید پین اتھینیا کے موقع پر ہومری نظمیں ترتیب اور سلسلے کے لحاظ سے پڑھی جایا کریں، اور اسی نے ایٹیکا کے مختلف مقامات پر ہرمیس کے بت رکھوائے۔ ظاہر ہے کہ برسراقتدار خاندانوں کے مخالفوں کی بھی کچھ کمی نہ تھی، اور فلائیوسیوں کے ساتھ انکے جو تعلقات تھے ان میں مدوجزر کی کیفیت نمایاں تھی۔ مثلاً ۵۲۸ھ ق.م میں کیمون کو، جو ملتیادیس کے رشتہ کا ایک بھائی تھا، اس لئے ایتھنز واپس آنیکی اجازت مل گئی اس نے اولمپیا کی ایک دوڑ میں اول آکر اپنے بجائے پی سستراتوس کا نام کامیاب شدہ امیدواروں کی فہرست میں لکھوا دیا تھا۔ لیکن جب وہ ۵۲۴ھ ق.م میں پھر اول آیا اور میر کی حیثیت سے خود اسکا نام پکارا گیا تو ہپیاس نے اسے جان سے مروا ڈالا لیکن ساتھ ہی مقتول کے چھوٹے بیٹے کو اسکی تھریسی جاگیر پر قابض رہنے دیا، اور یہی وہ شخص تھا جس نے آخر کار ماراتھون کی جنگ کے موقع پر اپنا نام ہمیشہ کے لئے صفحۂ تاریخ پر آب زر سے لکھوا دیا۔ خاندان پی سستراتوس اور فلائیوسیوں کے باہمی تعلقات میں بے ربطی اس لئے معلوم ہوتی ہے کہ خودسروں کے نزدیک الکمونی اپنی ہمت، شجاعت اور مرفہ الحالی کی وجہ سے اُن سے کہیں زیادہ خطرناک تھے۔ ساتھ ہی وہ روپیہ خرچ کرنے کے موقع و محل کو خوب سمجھتے تھے، اور یہ صفت ایسے دولتمند خاندانوں میں شاذ ہے جو سیاسی اقتدار حاصل کرنیکے خواہاں ہوں۔ مثال کی طور پر یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ویلفی کے بت خانے پر انھوں نے تین سو تالنت خرچ کرنیکا ذمہ لیا۔ لیکن جب انھوں نے اس میں تخمینے سے زیادہ سنگ مرمر لگایا تو اس سے انکی اور انکے وطن یعنی ایتھنز کی شہرت میں چار چاند لگ گئے اور ساتھ ہی ویلفی کے پجاری بھی گویا ان ہی کا کلمہ پڑھنے لگے۔ پی سستراتوسیوں کو ۵۲۲ھ ق.م میں اسپارٹا اور کورنتھ میں لیگڈاموس کی شکست اور پولیکراتیس ساکن ساموس کی موت کے باعث بہت نقصان پہنچا، لیکن اس سے بھی زیادہ ناقابل تلافی وہ نقصان تھا جو اس گروہ کو ہپارخوس کی موت سے پیش آیا

ہوا یہ کہ دو نبیلوں یعنی ہارمودیوس اور ارسطوگی تون کو کسی خانگی سبب کی بنا پر انتقام کی خواہش ہوئی، چنانچہ انھوں نے ایک سازش کی جس میں انھوں نے یہ طے کیا کہ پین اتھے نیا کے موقع پر دونوں خود سروں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ لیکن انھیں یہ غلط خبر ملی کہ ہیپیاس کو انکی سازش کا علم ہوگیا ہے، چنانچہ انھوں نے صرف ہپارخوس پر وار کرکے اُسے قتل کر دیا۔ میلے کے موقع پر تمام شہری اپنے اپنے ہاتھوں میں نیزے لئے ہوئے تھے، اور ہیپیاس نے نہایت دور اندیشی کے ساتھ ان سب کے نیزے رکھوا لئے تاکہ خود اسکی جان محفوظ ہو جائے، اور اپنے باقی ماندہ عہد میں مالیات اور دیگر شعبہ جات حکومت میں سختی کرکے اپنی خود سری میں پہلے سے بھی زیادہ تشدد کی کیفیت پیدا کر دی۔[۵] غالباً اسی زمانہ میں الکیمونی کلس تھنیس نے زنجیرۂ پارنیز کے جنوب میں لیپسدریون پر قبضہ کرنیکی کوشش کی، لیکن اس میں وہ ناکام ہوا اور اُسے بہت نقصان اٹھانا پڑا۔[۶] ہیپیاس نے غیر ممالک سے جو تعلقات قائم کر لئے تھے انکے باعث ماہو دساموس اور ناکسوس نکل جانے سے اسکے اثر میں کچھ زیادہ کمی نہیں ہوتی تھی۔ مثلاً شمال میں تھسالوی حکمرانوں

---

[۴] اس نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ جو شخص اپنے مکانوں میں سرراہ برساتیاں یا پیش طاق بنانا چاہے اسے ایک رقم دیکر اسکی باضابطہ اجازت لینا چاہئے۔ ساتھ ہی اُن سکوں کی قیمت میں اضافہ ہوگیا جو خزانے میں واپس آ گئے تھے۔ اور یہ قاعدہ مقرر کر دیا گیا کہ ایک مقررہ رقم داخل کرنے پر خدمت عامہ معاف کر دی جائے۔

[۵] جس طرح پی سستراتوسیوں کی خود سری سے ابتدائی میدیچیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اسی طرح ہارمودیوس اور ارسطوگی توں کی سازش سے گروہ پاتسی کی سازش یاد آتی ہے جبیں ہیپیاس کی طرح لورنتزو نے اپنے حواس قائم رکھ کر اپنی جان بچالی تھی۔ ادھر ایتھنز میں تو ایک بڑے تہوار کے موقع پر ہپارخوس مارا جاتا ہے، اُدھر فلورنس میں قتل کے لئے بڑے گرجا میں عین نماز کا موقع تلاش کیا جاتا ہے۔ لیکن زمانۂ مابعد میں دونوں سازشوں پر جو رائے قائم کیگئی ہے وہ ایک دوسرے سے مختلف ہے، اور گو اُس اہمیت کے جو ایتھنزی سازشوں کو دیجاتی ہے اسباب سمجھ میں آسکتے ہیں، لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ وہ ضرورت سے زیادہ بڑھا دیگئی ہے۔

[۶] ہیرودوٹس ۵، ۶۲۔

اور شاہ مقدونیہ سے اسکے تعلقات نہایت دوستانہ تھے، اسکا بھائی ہگِسِس ترا توس اب بھی سیگیوم کا نائب تھا۔ علاوہ ازیں ہپوکلوس خود سر لمپساکوس رشتے میں اس کا سمدھی تھا، اور چونکہ اُس کے ایران سے نہایت خوشگوار تعلقات تھے اس لئے ہیپیاس کو یہ امید بندھ گئی کہ وہ انکے ساتھ دوستی پیدا کرکے خود اپنی حیثیت کو برقرار رکھ سکے گا۔

آخر کار اسپارٹا کی مداخلت کی وجہ سے ایتھنز کو زوال نصیب ہوا چھٹی صدی ق م میں اسپارٹیوں میں پہلے کی سی قوت جسمانی و اقتدار سیاسی موجود تھا، لیکن ساتھ ہی نہ تو انکے خارجی طرز عمل میں استقلال پایا جاتا تھا اور نہ وہ عام سیاسی کیفیات کو کماحقہ سمجھ سکتے تھے جسکا اصلی سبب یہ تھا باوجود اعیانی حکومت کے دور دورے کے انکی تعلیم و تربیت میں صرف ایک ہی پہلو پر زور دیا جاتا تھا حقیقت یہ ہے کہ جو قوم تاریخ میں نام پیدا کرنا چاہتی ہے وہ اپنے عہد کے مہذب کن میلانات و رجحانات کو نظر انداز نہیں کرسکتی۔

اگر اپنی بڑھتی ہوئی قوت کے ساتھ اسپارٹا کورنتھ اور کریسوس کی باہمی جنگ میں مداخلت کرتا تو یقین ہے کہ جنگ کا خاتمہ ہوگیا ہوتا؛ لیکن اُس نے صرف احکام صادر کرنے پر قناعت کی اور یہ دیکھنے کی ضرورت نہ سمجھی کہ ان احکام کی کماحقہ پابندی بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اُنھوں نے نہ صرف یہی کیا بلکہ نصف صدی تک ایرانیوں کے ساتھ نہایت عمدہ تعلقات برقرار رکھے۔ اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ جہاں تک خود انکے ملک کی حفاظت کا تعلق تھا، وہ ایشیائی معاملات سے بآسانی بے تعلق رہ سکتے تھے۔ نہ صرف وہ جزیرہ نما پیلوپونیز کے ایک تہائی حصے کے بلا شرکت غیرے مالک تھے بلکہ آرگوس کی شکست اور آرکیڈیا کے بیشتر حصے کی فتح کے بعد وہ ایسی عہدیت کے سربراہ کار تھے کہ جسکی طرف سے ہزار ہوپلیت میدان جنگ میں آسکتے تھے، عام طور پر تو ان سپاہیوں کو کسی خاص مقصد کے اظہار کے بغیر مجتمع کیا جاسکتا تھا لیکن اہم معاملات پیدا ہونیکی شکل میں ارکین عہدیت کے جلسے اسپارٹا میں ہوتے اور جملہ معاملات کثرت رائے سے طے پایا کرتے تھے؛ لیکن اس کثرت رائے سے خود اسپارٹا پر مطلق کوئی اثر نہ پڑتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس لیگ میں اسپارٹا کو اقتدار اعلیٰ حاصل تھا۔ اسپارٹا اصولاً خود سری حکومتوں کے مخالف اور اعیانیتوں کے موافق

رہتا تھا، لیکن جہاں اسے اپنا نفع اس طرز عمل کی مخالفت میں نظر آتا تو وہاں وہ فوراً محض اصول کو نظر انداز کرنے میں پس و پیش نہ کرتا تھا۔[۵۸]

سارہوس کے معاملات میں ناکام مداخلت کے تقریباً ربع صدی بعد اسپارٹا نے جزائر کے معاملات میں بھی دخل دینا چاہا، لیکن اسے اس میں بھی زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ ۵۳۷ ق م میں ساموس کے اعیانیوں میں سے ایک مسمی پولیکراتیس نے ہیرا کے تہوار کے موقع پر تمام غیر مسلح شہریوں کو تہ تیغ کرنے کے بعد عنان خودسری اپنے ہاتھ میں لیکر لیگداموس کی مدد سے مزید مخالفت کا خاتمہ کر دیا۔[۵۹] اسکے بعد اسکے اقتدار میں روز افزوں ترقی ہونے لگی۔ اس نے اپنی تمام تر قوت جہازوں کو بہت بڑا تیار کرنے میں صرف کر دی جسکے ذریعے سے اس نے نہ صرف چند جزائر کو بلکہ ایشیاء کوچک کے بعض بلدیات کو بھی اپنا مطیع و منقاد بنا یا۔ اس نے لسبوس اور ملطہ کے خلاف نہایت کامیابی کے ساتھ فوج کشی کی اور اسکی قوت و اقتدار میں اس درجہ ترقی ہوئی کہ لوگ اسکا سرقوسہ کے خودسروں سے مقابلہ کرنے لگے۔ اسکا حکم تمام بحیرۂ ایجین پر چلتا تھا اور اس سمندر میں صرف اسکی یا اسکے حلیف ناکسوسیوں اور ایتھنزیوں کی تجارت ہو سکتی تھی۔ اس نے جزائر رہینیا خاص طور پر دیلوسی اپولو کے نام پر معنون کر دیا اور ظالم آرکےسی لاوس سوم کو سرنہ کا والی بنا کر بھیجا۔ اسکے تعلقات اماسس شاہ مصر کے ساتھ بھی دوستانہ تھے۔ اسے تعمیر کا بہت شوق تھا خواہ وہ محض زیبائش کے لئے ہو یا کام کے لئے ہو اور اسکا محل جسکی مرمت اور از سر نو تعمیر کا خود شہنشاہ کالی گولا کو بھی خواب نظر آیا کرتے تھے، چار دانگ عالم میں مشہور تھا۔ اس نے اپنے جزیرے میں

---

[۵۸] بوسولٹ: "لاکدمونی اور انکی عہدیت" Busolt: DeLakedarmonice undihre Bundesgenossen جلد (۱) لائپزگ ۱۸۷۸ء۔ مختلف ریاستوں کے شمول کی تاریخ کا ٹھیک تعین نہیں کیا جاسکتا۔

[۵۹] پولیکراتیس خودسر ساموس کے لئے ہیروڈوٹس ۳۔ ۳۹۔ ۶۰! ۱۲۰۔ ۱۲۵! دیودوروس ۱۰/ ۱۵! ارسطاطالیس "سیاسیات" ۵/ ۹/ ۴ تسلسل واقعات کے لئے ڈنکر ۶/ ۵۱۲! بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۱/ ۱۰۲۔

غیر ملکی جانوروں کو لا کر آباد کیا، ساتھ ہی اُسے قلمی نسخوں اور نادر اشیا کو جمع کرنے کا بھی بہت شوق تھا۔ اسکی مہر دار انگشتری، جسپر ربط کی شبیہہ کندہ تھی نہایت ہی خوبصورت تھی۔ اس نے اپنے دربار میں دیموکیدیس جیسے طبیبوں، اور ابی کوس ساکن ریگیوم اور اناکریون ساکن تیوس جیسے شاعروں کو جگہ دی، جن میں سے آخر الذکر کو عشق و عاشقی، شراب و کباب پر نظمیں لکھنے میں خاص مہارت حاصل کی۔ اُسکے ظلم کی کوئی حد و غایت نہیں تھی، یہاں تک کہ اس نے اپنے ایک بھائی کو جان سے مروا ڈالا اور خود اپنے دوستوں کا مال غصب کر کے انھیں یہ پیام دلوایا کہ اگر یہ مال انھیں واپس ملجائے تو انھیں اسکا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اس تمام ظلم و ستم کے ذریعے سے اُس نے کچھ عرصے کے لئے اپنی تمام مشکلات کو حل کر لیا۔ یہ زمانہ ایران کے عروج کا زمانہ تھا چنانچہ کابیز (کیکاؤس) نے پولیکراٹیس کے حلیف یعنی مصر پر حملہ کر دیا۔ جب خود سر ساموس نے دیکھا کہ ایران ہی کو کامیابی حاصل ہونیوالی ہے تو اُس نے موقع و محل کے اعتبار سے اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کر دی، اور کابیز کے سامنے اپنا بیڑا پیش کرتے ہوئے یہ پیام بھیجا کہ جس طرح ایران نے لسبوس اور چیوس سے مدد طلب کی تھی اسی طرح اس سے کیوں نہیں مطالبہ کیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے کابیز سے التجا کی کہ وہ اُن جہازوں کو جنھیں ساموسی ملاح چلا رہے تھے واپس نہ ہونے دے۔ باوجود اسکے جب یہ جہاز کارپاتھوس پہنچے تو ساموسی ملاحوں نے غدر کر دیا اور واپس گھر پہنچنے پر پلیکراٹیس کو اپنے ہی قلعے میں محصور کر لیا۔ خود سر مذکور کے ہاتھوں شکست ملنے پر انھوں نے اسپارٹا کے سامنے دست التجا پھیلایا اور اس میں انکی تائید کورنتھیوں نے کی۔ چونکہ تجارت ہی کورنتھی مملکت کی گویا جان تھی لہذا اسکے لئے پولیکراٹیس کا اثر زائل کرنے میں بہت سے فائدے تھے۔ اس وقت تک ساموس ہمیشہ کورنتھ کا اتباع کیا کرتا تھا، لیکن اب وہ ایتھنز کے ساتھ ساتھ بحیرۂ ایجین میں بحری قزاقی اور لوٹ مار میں مصروف ہو گیا۔ قصہ مختصر ایک فوج جس میں اسپارٹی کورنتھی اور خارج البلد ساموسی تھے، جزیرۂ ساموس کے سامنے نمودار ہوئے لیکن اس موقع پر بھی پولیکراٹیس کی قسمت نے اسکا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور جب اسپارٹی شہر میں داخل ہو رہے تھے تو دو اسپارٹیوں نے اپنی مملکت کی خاطر لڑتے لڑتے جان دیدی

اور حلیف بغیر حصول مقصد کے واپس چلے گئے۔ اب پولیکراتیس کا ستارہ اوج پر تھا، اور جب اسکا وقت آیا تو اس نے آخر کار خود اپنی ہی حماقت سے اپنی جان دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مگنیشیا (بہ کنارۂ دریائے میاندر) کا والی عرصۂ دراز سے بے ادب اور گستاخ یونانیوں کا خاتمہ کرنیکے درپے تھا، چنانچہ اس نے ایک جال پھیلا کر یہ ظاہر کیا کہ وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہے لیکن اسکے پاس ایک بہت بڑا خزانہ ہے جس میں سے پولیکراتیس کو بھی کچھ ملیگا، اور چونکہ روپیہ پیسے کا معاملہ ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ خود وہی آکر اسے اپنے قبضہ میں لے لے۔ پولیکراتیس نے پہلے تو اپنے معتمد علیہ میاندریوس کو خزانہ لینے کے لئے روانہ کیا جسے منزل مقصود پر پہنچکر صندوقوں کی اشیا کی بابت سخت دھوکا ہوا؛ اسکے بعد خود پولیکراتیس مگنیشیا گیا جہاں ایرانیوں نے اسے گرفتار کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔ ظاہر ہے کہ پولیکراتیس جیسے ذی وجاہت شخص کیلئے سونے سے بھرے ہوئے آٹھ صندوق لینے کے واسطے جانا اور ایرانیوں کے جال میں پھنس جانا انتہا درجہ کی حماقت تھی، لیکن مثل کے مطابق سیانے کوّے نجاست خور ہوتے ہیں، اور چالاک آدمی بھی کبھی ایسی کمزوری کا ثبوت دیتے ہیں کہ دوسروں کے جال میں پھنس جانا انکے لئے آسان ہوتا ہے[۵۹] جب پولیکراتیس جا رہا تھا تو اس نے اپنی جگہ میاندریوس کو ساموس کی حکومت سپرد کر دی تھی، اور اب موخر الذکر نے چند شرائط پر باشندگان ساموس کی آزادی کا از سر نو احیاء کرنیکا وعدہ کیا۔ لیکن ساموسیوں نے اسکی شرائط منظور نہیں کیں، چنانچہ کچھ عرصے تک میاندریوس خود سربنا رہا۔ اسی دوران میں داریوش تخت ایران پر بیٹھ گیا؛

---

۵۹ ناعاقبت اندیش ہونے میں پولیکراتیس دیونی سوس کا مد مقابل ہے۔ بلکہ اپنے دوستوں کا مال غصب کرنے میں وہ اس سے بھی سبقت لیجاتا ہے۔ اسکے انجام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محض معمولی درجہ کا آدمی تھا۔ دیونی سوس کو اپنی قوم کو فائدہ پہنچانیکی اتنی ہی کم خواہش تھی جتنی پولیکراتیس کو تھی، لیکن وہ سوخرا الذکر سے کہیں زیادہ چالاک مدبر تھا۔ پولیکراتیس کے کارناموں کی اہمیت محض وقتی تھی وہ بحری قزاقی میں کاریانیوں کا جانشین تھا۔ لیکن ساتھ ہی وہ حسن اور خوبصورتی کا بھی دلدادہ تھا۔

اُس نے فوراً اوروئی تیس کو قتل کر کے پولیکراتیس کے بھائی سی لوسون کو ساموس کا خود سر بنا دیا اور میاندریوس کو جزیرے سے بھگا دیا[۱۰]

ایرانیوں کو مغربی ایشیاء کوچک میں جو فوقیت حاصل تھی اس میں اسکیتھیوں کے خلاف مہم سر ہونے کی وجہ سے بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ خود داریوش تو ایشیا واپس ہو گیا لیکن اُس کے حکم سے اسکے نائب میگا بیزو نے اپنی فتوحات جاری رکھیں۔ اس نے تھریس کے یونانی شہروں کو مغلوب کر کے مقدونیہ پر حملہ کر دیا اور اسکے بادشاہ امینتاس کو شکست دیکر اپنے لڑکے کا عقد جبراً اسکی لڑکی سے کر دیا۔

ایران نے یونانیوں کے جنوبی ممالک کے معاملات میں بھی اسی طرح مداخلت کی۔ پولیکراتیس کی مدد سے آرکےسی لاؤس حاکم سرنہ بن گیا تھا؛ اس نے اور اس کے خسر الازیر والی برقہ نے پساملیق سوم شاہ مصر کو ایرانیوں کے خلاف مدد دی تھی؛ لیکن کامبیز کے فتوحات کے بعد آرکےسی لاؤس اور الازیر دونوں نے ہتھیار ڈالدئے اور یہ دونوں برقہ میں قتل کئے گئے۔ ایرانیوں نے برقہ سرنہ اور یوہس پری دیس کو فتح کر کے ان مقامات کو ایرانی صوبۂ مصر میں شامل کر دیا، لیکن انکی ماتحتی میں باتوس چہارم اور آرکےسی لاؤس چہارم برابر سرنہ پر حکومت کرتے رہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آرکےسی لاؤس اور اسکی ماں فےرےتیمے بدترین قسم کے خود سر تھے، لیکن ایرانیوں کی تسخیر کے بعد بھی ان ممالک کی حالت خود سری حکومت سے کچھ زیادہ بہتر نہ ہوئی ہوگی[۱۱]

اب میاندریوس نے اسپارٹا کو ایران کے خلاف اُبھارنا شروع کیا۔ اس زمانہ میں منجملہ دونوں اسپارٹی بادشاہوں میں کلیومنیس کا اقتدار بہت بڑھا ہوا تھا۔ چونکہ اسکے باپ اناکساندریہ اس کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوتی تھی لہذا اُس نے ایفوروں کے حکم سے ایک دوسرا نکاح کیا جس سے یہ کلیومنیس پیدا ہوا۔ اسکی ولادت کے بعد پہلی بیوی سے اول تو دوریوس اور پھر لیونیداس اور کلیومبروتوس پیدا ہوئے اسی طرح دوسرے خاندان کے بادشاہ ارسطون کو بھی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے

---

[۱۰] سی لوسون، ایرانی جزیرۂ ساموس میں، میاندریوس کا ورود اسپارٹا، کلیومنیس، ہیروڈوٹس ۳، ۱۳۹-۱۴۹، ۶۰ نگائیوس، ہیروڈوٹس ۳، ۱۲۲-۱۲۸۔

[۱۱] آرکےسی لاؤس سوم کے زمانے تک کی تاریخ سرنہ کیلئے دیکھو ہیروڈوٹس ۴، ۱۵۹، ۱۶۷

اپنی بیوی کو طلاق دیکر ایک اور عورت سے شادی کرنی پڑی جس سے دیماراتوس
پیدا ہوا۔ یہ اور کلیومنیس دونوں اپنے اپنے باپوں کے بعد تخت پر بیٹھے اور دونوں کو
اپنی زندگی میں ہی تخت سے دست بردار ہونا پڑا۔ جب کلیومنیس تخت نشین ہوا تو
اسکا سوتیلا بھائی دوریوس ملک چھوڑ کر پہلے تو سیرنیس گیا، لیکن وہاں افریقہ میں
قرطاجنیوں نے اسے آرام نہ لینے دیا چنانچہ وہ سسلی چلا گیا جہاں آخر کار اسکا انتقال ہوگیا۔[۱۲]
اسپارٹا پہنچکر ہیا مذریوس نے کلیومنیس کو چند بیش قیمت ظروف دکھائے
تھے، لہذا کامنیس کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں اسپارٹی ایرانی سے کچھ رشوت نہ لے لیں،
چنانچہ اس نے ایفوروں سے کہہ کر اس خطرناک غیر ملکی کو اسپارٹا سے نکلجانے کا حکم
دیدیا۔ اصل میں وہ یورپی سیاسیات کی طرف زیادہ متوجہ تھا۔ اسی زمانہ میں میگارا کی
اعیانی حکومت جسے کچھ عرصہ پیشتر زوال ہو گیا تھا، پھر از سر نو قائم ہو گئی تھی۔ اس اعیانی فریق کا
ایک رکن تھیوگنس نامی شاعر تھا جس نے اپنی اور میگارا کی اعیانی حکومت کی تصویر
اپنی مخصوص مرثیہ نما بحر میں کھینچی ہے۔ لیکن میگارا میں اعیانی حکومت کے دور دورے
کی وجہ سے اسپارٹا کی خوفناک قوت گویا ایتھنز کے دروازے پر ہی آگئی،
جس سے ہیپیاس نہایت خوفزدہ ہو گیا تھا۔ گو اصولاً اسپارٹی جنگ کے شوقین
نہ تھے، لیکن انھیں اس بات کا سچا فخر تھا کہ جب کبھی انھیں موقع ملا تھا وہ خودسرانہ
حکومتوں کے زوال کے باعث ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے ہیپیاس نے خوفزدہ ہوکر
اسپارٹا سے دوستانہ محالفہ کر لیا[۱۳] لیکن اس محالفے سے اسکے دشمن مایوس نہیں ہوئے
بلکہ الکمیونیوں نے ولیفی کے چڑھاووں میں اضافہ کر دیا جسکی وجہ سے جب کبھی اسپارٹی
مملکت یا اسپارٹی شہری اس سے کوئی خواہش کرتے تو وہاں سے ہمیشہ یہی جواب
ملتا تھا کہ پہلے ایتھنز میں خودسری حکومت کا خاتمہ ہو جانا چاہئے۔ خود اسپارٹا میں بعض سربرآوردہ شخص

---

[۱۲] انا کساندریداس، اسکے بیٹوں اور دوریوس کیلئے ہیروڈوٹس ۵، ۳۹ - ۴۸۔
[۱۳] پلسسترا توسیوں اور اسپارٹا کا محالفہ، ہیروڈوٹس ۵، ۶۳ و ۹۱۔ ذکر (۶، ۳۵۵) کا
خیال ہے کہ انھوں نے آخر تک اسپارٹا سے محالفہ نہیں کیا۔ لیکن اس قسم کا نظریہ ہمارے مقاصد
کیلئے بے ضرورت ہے۔ خودسران ایتھنز کے زوال کا بیان ہیروڈوٹس ۵، ۶۲ - ۶۵ میں مذکور ہے۔

ایسے تھے - جنکا یہی مقصد تھا - الغرض اسپارٹیوں نے ان تمام اثرات اور تنبیہوں کے سامنے سر تسلیم خم کر کے انکی مولیوس کی سرکردگی میں ایک چھوٹی سی فوج اٹیکا روانہ کر دی اور یہ کالیروم پر اتر گئی - ہپیاس کے پاس ایک ہزار کا تھسالوی سوارہ بطور امداد کے آ گیا تھا، چنانچہ اسے لیکر اس نے اسپارٹیوں پر دھاوا بول دیا اور انھیں شکست دیدی - اسکے بعد اسپارٹیوں نے اپنی عزت بچانیکی غرض سے خود شاہ کلیومنیس کی سرگروہی میں ایک زبردست فوج اٹیکا روانہ کی جہاں اس نیں وہ ایتھنزی مل گئے جنھیں خود سروں نے جلاوطن کر دیا تھا - تھسالیوں کو شکست ملنے پر تو وہ اپنے ملک کو چلے گئے اور اسپارٹیوں نے ہپیاس کو قلعے میں محصور کر لیا - لیکن اسکے پاس سامان رسد افراط سے تھا، اور اگر اسپارٹیوں کو غیبی امداد نہ پہنچ جاتی تو انھیں واپس جانا پڑتا - ہوا یہ کہ ہپیاس کے بچے جنھیں وہ حفاظت کی غرض سے ملک سے باہر بھیج رہا تھا، دشمن کے قبضے میں آ گئے اور انھیں بچانیکے لئے اُس نے ہر ایک بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا - آخر کار وہ قلعہ چھوڑ کر سی گیوم چلا گیا -

---

باب ۲۸

چھٹی صدی ق م کے آخری دس سال میں ایتھنز کی حالت

الغرض سنہ ۵۱۰ ق م میں یعنی تقریباً اسی زمانہ میں جب رومنوں نے شاہی خاندان ٹارکوئین کو نکالا تھا، ایتھنز کو از سر نو آزادی حاصل ہوگئی۔ اسوقت تک ان دونوں شہروں یعنی ایتھنز و روما کی کیفیات ترقی ایک دوسرے سے مماثل تھیں، یعنی اگر ہم غور کریں تو شاہ سروی اس تولی اس گویا روما کا سولون ہے اور تارکوئی نس سوپربس اور خاندان پی سسٹراتوس کا انجام ایک ہی سا ہوتا ہے، لیکن اس سال کے بعد ان دونوں بلدیات نے علیحدہ علیحدہ راستے اختیار کر لئے۔

کلیو منیس کے چلے جانیکے بعد ایتھنزیوں کی حالت کچھ قابل رشک نہ تھی۔ بیوتی بلدیات تھبز کی سیادت کو عام طور پر پسند نہیں کرتے تھے، لیکن پلاٹیہ والے جنکو تھبزی اس زمانے میں بہت کچھ پریشان کر رہے تھے، اس رتبے سے جو تھبز کو حاصل تھا، سخت متنفر تھے۔ پلاٹیہ والوں نے کلیو منیس سے یہ درخواست کی کہ اسپارٹا انھیں اپنی حمایت میں لے لے، لیکن وہاں سے انھیں یہ جواب ملا کہ دونوں مملکتوں کے درمیان اسقدر مسافت ہونیکی وجہ سے انکی درخواست قبول نہیں کیجاسکتی بلکہ اسکی بجائے انھوں نے پلاٹیہ والوں کو یہ رائے دی کہ وہ انھیں فوراً ایتھنز کے زیر حمایت آجانا چاہئے۔ اصل میں کلیو منیس یہ نہیں چاہتا تھا کہ بیوتی شہروں کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا الزام اُسکے سر تھوپا جائے، بلکہ اسکی یہ خواہش تھی کہ اس کے ارتکاب کی جوابدہی کا بار ایتھنز ہی کے کندھوں پر رہے۔ پلاٹیہ کے باشندوں نے اس صلاح پر کاربند ہوکر نہایت سنجیدگی کے ساتھ ایتھنز سے درخواست کی کہ وہ انھیں اپنی حمایت میں لے لے، جسے ایتھنزیوں نے قبول کرلیا۔ یہ سنکر تھبز نے فوراً اعلان جنگ کردیا

اور جب فریقین نے کورنتھ کو پنچ بنایا تو موخر الذکر نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ بیوتیہ کے وہ باشندے جو بیوتی لیگ کے رکن رہنا نہیں چاہتے اُس سے علٰحدگی اختیار کرسکتے ہیں۔ تھیبز اس فیصلے کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا، لیکن جب اس نے ایتھنز پر حملہ کیا تو اُسے ہی شکست ہوئی، جسکے بعد دریائے اسوپوس تھیبز کے اراضی اور ایتھنز کے حلیفوں یعنی پلاٹیہ اور ہیسیائی کے درمیان سرحد قرار پایا[۱]۔

ایتھنز میں عمومیت اور اعیانیت کے مابین جو فرق پہلے سے موجود تھا وہ ان واقعات کے بعد وسیع تر ہوگیا۔ لیکن ان دونوں اصول کے مابین جو تنازعہ برپا ہوا اسکا تصفیہ روما کی طرح دو سو سال میں ہونیکی بجائے صرف دو سال اور چند ماہ ہی میں ہوگیا، جسکی وجہ یہ تھی کہ الکمیونی کلس تھنیس عوام الناس کی مدد کا خواہاں تھا۔ کلس تھنیس ہی نے گویا پی سسترا توسیوں کو تخت سے اتروایا تھا، لیکن ۵۰۸ق م میں اسکی بجائے ایک اور امیر، ایواگوراس جس نے ترک وطن نہیں کیا تھا، ۵۰۷ق م میں ارخن اول مقرر ہوگیا۔ اس پر کلیومنیس کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایتھنز کی جو خدمت اُس نے کی ہے اگر اسکا یہی معاوضہ ہے، تو اسے کیا غرض و مطلب کہ دستور عمومی رہے یا نہ رہے۔ کلس تھنیس کے ذاتی اطوار اپنے نانا کے اطوار سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں جب کبھی وہ اقتدار کے حصول کا خواہاں ہوتا اور یہ اقتدار ملک کے اعیان و کبار سے ملکر حاصل نہیں ہوسکتا، تو اسکے پاس بس چارۂ کار یہ رہ جاتا کہ وہ عمومیوں سے ملکر انکا رہبر بن جائے اسکی اصلاحات سے دستور ایتھنز میں ایک عمومی رنگ پیدا ہوگیا[۲] لیکن ہمیں انکی بابت

---

[۱] پلاٹیہ، ایتھنز اور کلیومنیس ؛ ہیروڈوٹس ۶، ۱۰۸، تھوسی دیڈس (۳، ۶۸) کے قول کے مطابق پلاٹیہ اور ایتھنز کے مابین ۵۱۹ق م میں اتحاد ہوا ہوگا۔ لیکن گروٹ (Grote) کی تاریخ کی اشاعت کے بعد یہ نظریہ مسترد کر دیا گیا ہے، اس لئے کہ کلیومنیس اتنا پہلے بیوتیہ نہیں گیا چھٹی صدی ق م کے اختتام اور ۴۹۰ق م کی اہم مہر نوش تک تاریخ یونان کے سنوی تسلسل دریافت کرنیکا طریقہ صرف یہی ہے کہ مختلف واقعات کو یکجا کر لیا جائے، لیکن انکا براہ راست کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔

[۲] کلس تھنیس کیلئے ہیروڈوٹس ۵، ۶۶، ۶۹ وغیرہ قبیلوں کے نام، پولی وو، دس ۸، ۱۰۰ واقعات

مطلق واقفیت نہیں ہے کہ اس نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے کیا کیا طریقے اختیار کئے بالآخر اسکی تحریکات کو جنھیں ویلفی والوں نے پہلے سے تسلیم کر لیا تھا، عوام نے منظور کر لیا۔

کلس تھنیس کی اصلاحات کی گویا بنیاد عوام الناس کے از سر نو تقسیم پر تھی۔ اس وقت تک ایتھنز کی چار مختلف کثمون میں منقسم تھے، اور چونکہ اعیان ہی مقامات مقدسہ پر حاوی تھے اس لئے انکے اقتدار کو دوسرے طبقات آبادی پر زیادہ فوقیت حاصل تھی۔ مجلس چار صد میں ان ہی طبقوں کے اراکین نشست کرتے تھے۔ نیز اس وقت یہاں قوم کی سیاسی تنظیم کی بنا پر اس مجلس کے مختلف افراد کے باہمی تعلقات پر تھی۔ لیکن یہ سب اصول عمومیت کے بالکل منافی تھا، بلکہ بقول ارسطاطالیس یہ بدرجہا بہتر ہوتا اگر مختلف افراد قوم میں حتی الامکان اختلاط و اتفاق ہو جاتا[۵۳] کلس تھنیس نے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ایتھنز، اسپارٹا کی مداخلت اسکی افواج کی واپسی، تھبزیوں اور خالکیسوں کی شکست، تھبزیوں کا ائی گنیون کے سامنے دست استمداد پھیلانا، ہیروڈوٹس کی ۵، ۷۰-۸۱- ۱ (Arist: Lys ۲۷۸ اور (Scholia) کے بیانات میں مبالغہ آمیزی معلوم ہوتی ہے۔ ہیروڈوٹس کلس تھنیس کو ایک فرقی رہبر اور خود غرض فرد تصور کرتا ہے۔ ائی گینا اور ایتھنز کے باہمی تعلقات ۵، ۸۲-۸۹-

۵۳ ارسطاطالیس۔ "سیاسیات" ۶، ۲، ۱۱-۳، ۱۰ وہ کہتا ہے کہ کلس تھنیس نے بہت سے غیر ملکیوں، غلاموں اور ان لوگوں کو جو شہر میں آباد ہو گئے تھے مختلف قبیلوں میں شامل کر لیا۔ کلس تھنیس نے اوسترا کزم کا بھی طریقہ رائج کیا (فلوخوروس جز و ۷۹ میولر جلد ۱)۔ ارسطاطالیس ("سیاسیات" ۳، ۸، ۶) اسکی بابت کہتا ہے کہ یہ طریقہ "ان لوگوں کے لئے رائج تھا جو دوسرے شہریوں سے زیادہ ممتاز ہو گئے ہوں (فون ولاموو ٹز میولینڈرف Von Willamowitz-moellendorff) کلس تھنیس کے کام کی بہت کچھ تعریف و توصیف کرتا ہے۔ زمانۂ حال میں یہ امر تقریباً مسلم ہے کہ ایتھنز میں کلس تھنیس کے اصلاحات کے بعد بھی ایتھنز میں چار روں قدیم ایونی کثم خانگی رسوم کی غرض سے حسب حال رہنے دیئے گئے تھے۔

اس حقیقت کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر کے اپنی جدید سیاسی تنظیم کی بنیاد مکانات کے مجموعوں، "دیمون" یا گاؤں کو قرار دیا، اور انھیں حقوق رائے دہی کی نگرانی وغیرہ کے وہ جدید اختیارات تفویض کیے جو اُس وقت تک مختلف خاندانوں کو حاصل تھے۔ اس طرح ان سیاسی مسائل کی نگہداشت جنکا تعلق لوگوں کی انفرادی حیثیت سے تھا، مقامی شخصیتوں کے سپرد کردی گئی۔ لیکن ان معاملات کا دارومدار جو مملکت سے براہ راست متعلق تھے، کسی چھوٹے سے رقبے کے لوگوں کی رائے پر نہ تھا۔ آئندہ بھی کٹم قائم رہے، لیکن بجائے اسکے کہ ہر ایک کٹم میں صرف ہمسایہ دیہے شامل ہوں اسکے اراکین منتشر کر دئے گئے، اور مجلس کے انتخاب کا حق ایسے لوگوں کی جمعیتوں کے سپرد کر دیا گیا جنکے لئے ایک دوسرے کا ہمسایہ ہونا لازمی نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ دیمون کی تنظیم اور انکی مختلف قبیلوں میں تقسیم خود کلس تھنیس کا ہی کام تھا، جسکے لئے فالگاہ دیلفی سے باضابطہ اجازت حاصل کرلی گئی، اور قدیم کٹمون کی طرح نئے قبیلوں کو بھی مشہور اتھنزی سورماؤں کے زیر حمایت رکھ کر انکا اقتدار وسیع کر دیا گیا۔ مثلاً ایتھنز کے مشہور ترین بادشاہوں یعنی کیکروپس، ایرِختھیوس، پاندیون اور ائےگیوس کے نام پر چار قبیلوں کے نام لیکروپس ایرختھائس، پاندیونس اور ائےگیس رکھے گئے۔ اسی طرح سے اکاماس ولد تھےسیوس کے نام پر اکامانتس، لیوس کے نام پر (جسکی بیٹیوں نے اپنے آپ کو ملک پر قربان کر دیا تھا) لیونتس ہیوتھواون حکمراں ایلیوسس کے نام پر ہیوتھواونتس، انطاکوس ولد ہرقل کے نام پر، جو ماراتھون کا سورما تھا، انطاکس اوئےنیوس ولد پاندیون کے نام پر اوئےنئیس اور ایاکس باشندہ سالامس کے نام پر ایانتس قبیلوں کے نام رکھے گئے۔ یہ بھی قرار پایا کہ امرائے قبیلہ اپنے اپنے کاروبار کے انجام دہی کی غرض سے ایتھنز میں مجتمع ہوں، اور ہر قبیلہ مجلس کے پچاس اراکین کا انتخاب کرے، جنکی مجموعی تعداد بجائے چارسو کے آئندہ سے پانچسو ہو۔ کلس تھنیس نے بہت سے غیر ملکیوں اور آزاد شدہ غلاموں کو حقوق شہریت عطا کر کے گویا اپنے اعلیٰ اختیارات کا ثبوت دیا۔ نئے قبیلوں کی اہمیت اس لئے اور بھی بڑھ گئی کہ سال کے دسویں حصے کی مدت میں مملکت کی حقیقی حکومت کا کام ہر ایک قبیلے کے پچاس اراکین باری باری سے انجام دیتے تھے۔ ان اراکین پر یہ لازم تھا کہ

اپنی مدت عہدہ کے (یعنی ۳۵ سے ۳۹ دن تک) برابر ایک دوسرے کے ساتھ رہیں اور انھیں مجموعی طور پر پری تانیس کا لقب دیا جاتا تھا۔ اس مختصر مجلس کی صدارت روز بروز تبدیل ہوتی تھی اور جو شخص اسکا صدر مقرر ہوتا وہی جمعیت عموم کی بھی صدارت کرتا تھا۔

جو اصلاحات کلس تھنیس کی طرف منسوب کیجاتی ہیں انکی بابت ہمارے پاس براہ راست کوئی اطلاع نہیں پہنچی۔ لیکن ہم یہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے ایک بدعت ضرور کی، وہ یہ کہ اُس نے اصول عمومیت کو محفوظ کرنیکے لئے اوستراکزم یعنی دیس نکالے کا طریقہ رائج کیا۔ ہر سال عموم اتیھنز سے دریافت کیا جاتا تھا کہ آیا وہ کسی کو دس سال کے لئے ملک بدر کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اگر انکا جواب اثبات میں ہوتا تو یہ طے کرنیکے لئے یہ سزا کس کو دیجائے اوسٹراکزم پھر رائے لیجاتی، اور یہ قاعدہ تھا کہ اگر شہریوں میں سے کم از کم چھ ہزار افراد رائے دینے کیلئے تیار ہوتے تو اُسی شخص کا اخراج عمل میں آتا تھا جسکے مخالف کثرت رائے ہوتی۔ گو اس قانون کا اصل مقصد یہ تھا کہ ملک کو خودسری حکومت سے محفوظ رکھا جائے لیکن اس سے اور بہت سے مقاصد بھی پورے کئے جاتے تھے، مثلاً کم از کم ارسطیڈیز پر تو خودسرانہ حکومت کی آرزو کا شبہہ بھی نہیں ہوسکتا تھا، تاہم اسے بھی دس سال کے لئے نکال دیا گیا۔ اصل یہ ہے کہ یہ طریق اخراج فرقی سیاسیات کا ایک زبردست آلۂ کار بن گیا اور رفتہ رفتہ اس سے کسی خطرناک شخص مخالف کا منھ بند کرنیکا کام نکالا جانے لگا بہرحال کسی زاویۂ نگاہ سے کیوں نہ دیکھا جائے، اس قانون کی مناسبت اور واجبیت میں ہمیں بہت کچھ شبہہ ہے۔ کسی شخص کو محض غیر دستوری ارادے کی بنا پر ملک سے نکال دینا، وہ بھی ایک ایسے زمانے میں جب صرف اُسی ملک میں انسان اپنی زندگی اچھی طرح سے گزار سکتا تھا ایک نہایت غیر منصفانہ کارروائی تھی؛ اور اگر کسی سیاسی گروہ کی مخالفت کا خاتمہ صرف اُسکے سربرآوردہ اراکین کے اخراج سے ہوسکتا تھا، تو اس میں اور جبر و تشدد میں کوئی بیّن فرق باقی نہیں رہتا۔ بہرحال ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس قانون کی ایجاد کا سہرا ایک ایسے شخص کے سر ہے جو شاید خود اصول عمومیت کا دل سے معتقد نہ تھا[1]

[1] قدیم زمانے میں بھی صرف آرگوس، میگارا، مسلطہ اور سرقوسہ (پتاسموس) میں اتیھنز اوستراکزم کی

یہ امر قرین قیاس نہیں کہ کلس تھنیس نے ان تمام اصلاحات کو بہ یک وقت نافذ کر دیا ہو، اور قانون اخراج کا نفاذ غالباً اُسوقت تک نہیں ہوا ہوگا جب تک اسکے دیگر قواعد کی وجہ سے اعیانیوں میں ردّ عمل شروع نہ ہوگیا ہوگا۔ جب اس گروہ کو اپنی بے لبسی اور کس مپرسی کا ثبوت ملگیا تو انھیں چاروں طرف دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اسپارٹا ہی ایسی قوم تھی جو یہ محسوس کرتی تھی کہ ان اصلاحات کی وجہ سے خود انکے اقتدار پر ایک کاری ضرب لگی ہے، چنانچہ ایتھنز اعیانیوں نے اسپارٹا سے مدد کی درخواست کی۔ بہرحال اسپارٹا نے مداخلت کے لئے مذہب کی آڑ پکڑی چنانچہ ایک نقیب نے ایتھنز جا کر یہ مطالبہ کیا کہ اُن تمام شہریوں کو جنکی پیشانی پر مذہبی لعنت کا ٹیکہ لگا تھا فوراً ملک بدر کر دیا جائے۔ ان میں سے خود کلس تھنیس ہی ایک تھا اس لئے کہ وہ بھی اُسی میگاکلیس کا پوتا تھا جس سے کیلون کے قتل کا فعل بد سرزد ہوا تھا۔ اصل میں ایتھنزیوں کے گناہ یا اسکے کفارے کے معاملات سے اسپارٹا کو براہ راست کوئی خاص تعلق نہ تھا، لیکن نہ صرف یہ کہ وہ یونان کی سب سے بڑی مملکت تھی بلکہ اُسکے اس امتیاز کو دیگر مملکتیں تسلیم بھی کرتی تھیں۔ آخر کار کلس تھنیس کو اپنا سر جھکانا پڑا۔ؔ چنانچہ اساغورس نے سات سو ایتھنزیوں کی ایک فہرست

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نقل کی گئی، لیکن ہمیں اسکا علم نہیں کہ ان مقامات پر اسکا کیا نتیجہ نکلا۔ ارسطاطالیس ("سیاسیات" ۶/۸/۳) سچ کہتا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ ملک میں اس قسم کے قوانین کا سرے سے نفاذ ہی نہ ہو۔ شاید اوستراکزم کلس تھنیس کے مصنوعی دستور کے لئے نہایت مناسب تھا۔ ظاہر ہے کہ آجکل خود وہ لوگ بھی جو اسے ایتھنز کیلئے پسند کرتے ہیں، اپنے ممالک میں اس کے رواج کے روادار نہ ہونگے۔ لیکن ہم یونانیوں کی بابت یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ انھوں نے قانون اور سیاسیات کو جس سانچے میں ڈھالا وہ ہمارے خیالات سے مختلف تھا۔ حق یہ ہے کہ اُنکی اس خاص ذہنی کوشش سے بھی انکی عظمت کا پتا لگتا ہے۔

ؔ کیلونی کفارے کا جن جن امور سے تعلق ہے وہ سب کے سب مشتبہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آخر یہ گناہ کس سے سرزد ہوا تھا اور اپی منیدیس نے کیوں اس معاملے کو طے نہیں کیا تھا، اور وہ کیا اسباب تھے جنکی وجہ سے الکیمونی ڈیلفی جا کر اپنے ماتھے سے کلنگ کا ٹیکہ نہیں چھٹا سکتے تھے۔ گناہ سرزد ہونیکے بعد ہی

پیش کرکے اُنکے اخراج کا مطالبہ کیا اور کلیومنیس نے، جسے اسپارٹیوں نے ایک لشکر کثیر لیکر ایتھنز بھیج دیا تھا، اسکی تعمیل کی، ساتھ ہی جدید مجلس پنج صد کی جگہ ایک جدید مجلس سہ صد ترتیب دی۔ لیکن یہیں سے اسپارٹی ناکامی کا دَور شروع ہوگیا۔ مجلس پنجصد نے برخاست ہونے سے انکار کردیا اور لوگوں میں ہیجان پیدا ہوجانیکی وجہ سے اساغورس نے قلعے کو اسپارٹیوں کے حوالہ کردیا۔ جب کلیومنیس ایرختھیوم میں داخل ہوگیا تو ایتھنز کے مہاپجارن نے اسکے پاس یہ پیام بھیجا کہ چونکہ کسی دوریائی کو اس مقدس ایوان میں داخل ہونیکی اجازت نہیں اس لئے اُسے فوراً اس سے نکل جانا چاہئے، لیکن اس حکم کو کلیومنیس نے یہ کہہ کر نظر انداز کردیا کہ "میں اے پجارن میں دوریائی نہیں بلکہ اکائیائی ہوں" اور جس کسی کا ہرقل اور اسکی اولاد کے وجود کا یقین رکھتا تھا وہ کلیومنیس اکائیائی ہونے کو باور کرسکتا تھا۔ گو کلیومنیس موزائیوس کے قانون کا ایک پلندہ اپنے ساتھ لے گیا، لیکن وہ ایتھنزیوں کو مغلوب نہیں کرسکا، چنانچہ ایتھنزیوں نے قلعے کا محاصرہ کرکے تین روز کے اندر اندر اسپارٹیوں کو سیدھا کردیا۔ آخر کار انھوں نے ہتھیار رکھ دئے اور علاوہ اساغورس کے اپنے جملہ ایتھنزی حلیفوں کا ساتھ چھوڑ کر ملک کو خیر باد کہا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سب کارروائی اسپارٹیوں کے لئے نہایت درجہ توہین آمیز تھی، لیکن اتنی نہیں جتنی بظاہر معلوم ہوتی ہے۔ اسپارٹیوں کو اپنی بہادری کا ثبوت دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی لہذا اس قسم کے معاملات میں وہ عملی پہلو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی وہ انتقام لینے پر بھی تلے رہتے تھے، اور اپنی شکست کے بعد انھوں نے نہ صرف

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ایتھنزی فنتیہ کو خوش نہیں رکھ سکے۔ اُنھوں نے حتی الوسع گناہ کا کفارہ برداشت کیا، لیکن اسکے طریقے کا ہمیں علم نہیں۔ فنتیہ اپنے نظر انداز کئے جانیکو کبھی نہیں بھولی، اور موقع آنے پر اس نے ایتھنز کی اس غلطی سے اپنا کام نکال لیا۔ زمانۂ مابعد میں خود الکیمونی خاندان کے افراد اپنے مورثوں کی حماقت کا جرم دھو نہیں سکے، اس لئے کہ فنتیہ اپنے اقتدار کے مظاہرے کا ایسا نفیس موقع ہاتھ سے نکل جانا پسند نہیں کرتی تھی۔ زمانۂ مابعد میں ایتھنزیوں نے اس مشکل کو حل کرنیکی غرض سے یہ مشہور کردیا کہ مشہور و معروف ایپی مینڈیس نے اس معاملے کو اسی وقت طے کرلیا تھا، لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس عہد میں اس نام کا کوئی شخص ایتھنز میں رہا بھی تھا یا نہیں۔

اسپارٹی شہری اور اپنے پیلوپونیزی حلیفوں کو اکٹھا کیا بلکہ تھیبنزیوں اور خالکسیوں کو بھی جمع کیا۔ یہ اجتماع دیکھ کر عین وقت پر ایتھنزی فوج میں سراسیمگی کے آثار پیدا ہوگئے، اور گو انھوں نے کلس تھنیس کو واپس بلالیا تھا، لیکن اب انھیں یہ معلوم ہونے لگا کہ صرف ایک شخص یعنی شہنشاہ ایران ہی انکی مدد کرسکتا ہے، چنانچہ انھوں نے ارتا فرنیز صوبہ دار ساردس کے پاس اپنے سفیر روانہ کئے۔ ارتا فرنیز نے یہ شرط پیش کی کہ کسی قسم کی مدد سے پہلے انھیں ایرانیوں کی مکمل اطاعت کا اصول تسلیم کرلینا چاہئے، جسے سنکر ایتھنزی سفیروں نے فوراً منظور کرلیا لیکن خود سر ایتھنز میں قومی خودداری کا احساس بالآخر غالب ہوگیا اور ایتھنزیوں نے جنگ کا تہیہ کرہی لیا۔

غالباً ۵۰۶ ق م میں دشمن نے اٹیکا کی سرحد کو عبور کرلیا، اور ادھر ایتھنزی اپنی تمامتر قوت کے ساتھ میدان جنگ پہنچ گئے۔ اٹیکا پہنچنے پر دشمن نے الیوسس کا مقدس باغیچہ کاٹ ڈالا اور وہاں کے حرم محترم کو برباد کردیا، لیکن باوجود ان تمام باتوں کے فریقین میں کوئی باضابطہ وارے نیارے کی لڑائی نہیں ہوئی بلکہ اسپارٹا کے حلیف رفتہ رفتہ ایک دوسرے سے علحدہ ہونے شروع ہوگئے۔ اول تو کورنتھیوں نے جنھوں نے اس سے پہلے بھی پلاٹیہ کے معاملے میں ایتھنزیوں کے ساتھ دوستی کا ثبوت دیا تھا، پیش قدمی کی۔ اصل یہ ہے کہ اسپارٹیوں نے حلیفوں کی فوج کسی مقصد کے اظہار کے بغیر مجتمع کی تھی، اب جب کورنتھیوں کو معلوم ہوا کہ اسپارٹا کا اصل مطلب یہ ہے کہ وہ ایتھنز کا خاتمہ کردے تو انھوں نے فوراً اپنے اصلی خیالات کا اظہار کردیا۔ اسپارٹیوں کے واپس ہونیکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انکے دوست کورنتھی تخریب الیوسس کی وجہ سے سخت پریشان ہوگئے تھے۔ اسپارٹی فوج کی کمان کلیومنیس اور اس کے ساتھی دیمارانوس کے ہاتھ میں تھی؛ اصل میں تو ان دونوں میں باہمی بغض وعناد پہلے سے تھا، لیکن بظاہر دیمارتوس کے واپس جانیکی یہ وجہ تھی کہ اس نے یہ کہا کہ وہ ایسی مہم میں شریک نہیں رہنا چاہتا جس میں کامیابی کی مطلق کوئی امید نہ ہو دیماراتوس اور کورنتھیوں کے جانیکے بعد تمام پیلوپونیزی فوج نے گھر کی راہ لی اور خود کلیومنیس بھی دیماراتوس کے حرکت سے غصے میں بھر کر اسپارٹا واپس چلا گیا۔ ہم اس مہم کے انجام کا سبب صرف اسوقت سمجھ سکتے ہیں جب ہم یہ فرض کرلیں کہ الکمیونیوں نے اپنے مخالفوں کو رشوتیں دی ہونگی۔

اب ایتھنزیوں کا مقابلہ کرنیکے لئے صرف بیوٹی اور خالکسی رہ گئے تھے جنھیں انھوں نے میدان جنگ میں شکست دیدی حقیقت یہ ہے کہ خالکسی اپنی اور دوسروں کی حماقت کا شکار ہوئے اور شکست کے بعد وہ اپنے دستور کو عمومی سانچے میں ڈھالنے اور اپنے ملک کا بیشتر حصہ اپنے حریف ایتھنزیوں کے سپرد کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہ جنگ فی الجملہ ایتھنز کے لئے سودمند ثابت ہوئی اور انھیں جو فوائد حاصل ہوئے وہ ان فائدوں کے تقریباً برابر تھے جو اسپارٹا کو جنگ مسینیہ میں ہوئے تھے۔ مفتوحہ خالکسی آراضی چار ہزار ایتھنزیوں میں تقسیم کردی گئی جنھیں کلیروخی کہتے تھے، لیکن ان میں اور قدیم یونانی مستعمروں میں یہ فرق تھا کہ انھیں ایتھنز سے چلے جانیکے بعد بھی اپنے حقوق شہریت برابر حاصل رہے۔

یہ امر نہایت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے کہ عین اسوقت جب ایتھنزی اقتدار روبہ ترقی تھا تو ایک چھوٹی سی ریاست کو اسکے خلاف مظاہرہ کرنیکی جرأت پیدا ہوئی۔ تھبزی اپنی شکست کو صبر و اطمینان کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتے تھے بلکہ وہ کسی نہ کسی حلیف کی تلاش میں تھے، چنانچہ انھوں نے فوراً ڈیلفی کی طرف رجوع کیا جسکا جواب یہ ملا کہ انھیں اپنے "قریب تر" کو تلاش کرنا چاہئے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس "قریب تر" سے کون مراد ہے؛ اسکے جواب میں ایک نہایت ہوشیار تھبزی نے یہ کہا کہ چونکہ یہ الفاظ دیوتا کی زبان سے نکلے ہیں اس لئے ہو نہ ہو اس سے عہد رزمیہ کے کسی رشتہ دار سے مراد ہوگی، اور چونکہ تھیبے اور ائی گینا دونوں اسوپوس کی لڑکیاں تھیں اسلئے تھبز کو ائی گینا سے ہی مدد طلب کرنی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ خود تھبزیوں کی بھی یہی خواہش ہوگی کہ انھیں جزیرۂ ائی گینا کو ایتھنز کے مخالفت پر کسی نہ کسی طرح سے آمادہ کریں۔ اول تو ائی گینیوں نے تھبزیوں کا ترکی بہ ترکی جواب دیا اور کہا کہ ائی گینا کا بیٹا متقی و پرہیزگار ایاکوس تھا جسکے بیٹوں کے نام پے لیوس اور تیلامون تھے؛ لہذا اسی سلسلے سے "قریب تر" رشتہ دار پے لیوس اور ائی لیس، تیلامون اور ایاکس ہوئے، چنانچہ انھوں نے ان ہی قدیم سورماؤں کے مجسموں کو تھبز بھیجنے پر اکتفا کیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ محض مجسموں سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا[۵۶]۔ تھبز کے بے اطمینانی کا سبب یہ بھی ہوگا کہ ایاکس کا تعلق بہ نسبت تھبز کے

[۵۶] اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہیروڈوٹس نے جو (۵، ۷۹، میں) "لہ بعد اناں" کا لفظ استعمال کیا ہے

ایتھنز سے زیادہ تھا لہذا ائی گینا کی مدد تھبزیوں کو مشتبہ معلوم ہوئی ۔ بہرحال تھبزیوں نے مجسمے تو واپس کر دیئے اور انکی جگہ انسانوں کو طلب کیا جسے آخرکار ائی گینا نے منظور کر لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس جزیرے میں ایک فریق ایسا بھی تھا جو ایتھنز سے جنگ کا خواہاں تھا لیکن چونکہ مذہبی خانہ پری کے بغیر لوگ جنگ کیلئے رضامند نہیں ہوتے اس لئے یہ بھی اس رسمی سوال و جواب میں شامل ہو گئے۔ علاوہ ازیں اس سے پیشتر بھی ائی گینا اور ایتھنز کے مابین اسی قسم کے مجسموں کی بابت جھگڑا ہو چکا تھا۔

چونکہ ائی گینا کی نوآبادی ایپی دوریس کی طرف سے ہی ہوئی تھی اس لئے ان دونوں شہروں کے باہمی تعلقات ابتدا میں نہایت دوستانہ تھے لیکن ابتدائے زمانہ سے ان تعلقات میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہو گئی ۔ ایک مرتبہ ایام قحط میں کسی نے ایپی دوریوں کو یہ رائے دی کہ انھیں دامیا اور اوکسے سیا کے اعزاز میں زیتون کے لکڑی کے مجسمے نصب کرنے چاہئیں چونکہ مقدس ترین زیتون کی لکڑی اٹیکا ہی میں دستیاب ہو سکتی تھی اس لئے انھوں نے اسکے واسطے ایتھنز سے اجازت طلب کی، جس پر ایتھنز نے انکے پاس مطلوبہ لکڑی اس شرط پر روانہ کی کہ وہ ہر سال اکروپولس پر جاکر ایتھنے پولیاس اور ایرختھیوس کے نام پر قربانی چڑھایا کریں۔ انھوں نے ابتدا میں تو اس شرط پر عمل کیا، لیکن جب ان میں اور ائی گینا والوں میں جنگ ہوگئی اور موخرالذکر ان مجسموں کو اپنے ساتھ اٹھا لے گئے تو ایپی دوریوں نے اعلان کر دیا کہ اب ان پر موعودہ قربانی لازم نہیں ہے لہذا اب ایتھنزیوں کو چاہئے کہ ائی گینا سے اسکا مطالبہ کریں۔ جب ایتھنز نے ائی گینا یہ کہلوایا کہ وہ مجسموں کو بہرحال واپس کر دیں تو ائی گینا کی طرف سے صاف انکار ہوا، چنانچہ فریقین میں لڑائی ٹھن گئی جس میں آرگوس نے ائی گینا کا ساتھ دیا۔ ایتھنزی جزیرے میں اتر کر اسکے قلب تک پہنچ گئے اور وہاں یہ مجسمے نصب کر دئے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ اس میں اس سے غلطی سرزد ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ہی تھبزیوں کے پاس ایاکس کے بت آئے ہونگے (Ael-var. Hist.) ٦٫ اسکے مطابق خالکس میں صرف دو ہزار ایتھنزی کلیروخ آباد کئے گئے تھے۔

لیکن ایک کمینگاہ سے نکل کر ائی گینیوں نے حملہ کر دیا اور اپنے تمام دشمنوں کا قلع قمع کر دیا۔[۵۴]
رفتہ رفتہ ائی گینا ایک اہم تجارتی مملکت بن گئی۔ یہاں کے باشندے بحیرۂ اسود سے تجارت کرتے تھے، نوکراتس میں خود انکی نو آبادی موجود تھی[۵۵] اور فوکیہ کے زوال کے بعد اسی جزیرے نے اُس شہر کی تجارت بحیرۂ اڈریاٹک اور تارتےسوس کے ساتھ جاری رکھی۔ اس تجارت سے روز بروز انکی مرفہ الحالی میں اضافہ ہوگیا اور وہ اپنے غلاموں کے تعداد کی وجہ سے مشہور ہو گئے۔ نیز اُنھوں نے مصنوعات اور فنون لطیفہ میں بھی بہت کچھ ترقی کی اور اسی سہ طبقہ جہازوں کا ایک بڑا بھی تیار کر دیا۔ ائی گینا اور ساموس کے درمیان زمانۂ دراز سے نقیض چلا آتا تھا۔ لیکن جب ساموسی اعیانیوں کی یہ کوشش کہ کسی طرح اسپارٹا اور کورنتھ کی مدد سے وہ اپنے وطن مالوف واپس پہنچ جائیں، ناکام ثابت ہوئی تو وہ سیدھے کریٹ چلے گئے اور وہاں سے شہر کیدونیہ پر قبضہ کر کے آباد ہو گئے۔ اب ائی گینی آگے بڑھے اور سمندر پر اُنھیں شکست دیکر خود کیدونیہ پر قبضہ کرلیا اور اُنھیں غلام بنا بنا کر فروخت کر دیا۔ ائی گینا والوں کی کارروائیوں سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے ملک کے نہایت مختصر ہونیکی وجہ سے اُنھوں نے جو کچھ کیا اس میں ہمیشہ نتائج سے قطعاً بے نیازی اور بے پروائی دکھائی۔ فنون لطیفہ میں جو قابلیت اُنھیں حاصل تھی وہ بت خانہ اتھینا کے بیس ستونوں سے ظاہر ہوتی ہے جو اس جزیرے کے مشرقی سمت میں آج تک کھڑے ہوئے ہیں۔ انکے سر شلشوں کے مجموعے جو سالہ ۱۸۱۱ء میں دستیاب ہوئے اس وقت میونخ کے عجائب خانے کو زینت دے رہے ہیں، اور اگرچہ عام کیفیت اور چہرے کی ساخت سے ایک قسم کی سختی ظاہر ہوتی ہے، لیکن ان سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ انکے بنانیوالوں کو جسم انسانی کا چربہ اتارنے میں ایک خاص قابلیت حاصل تھی۔
جزیرۂ ائی گینا مرفہ الحال تھا، اور سمندر پر اسکی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، لیکن اسکے

---

[۵۴] ڈنکر اس واقعہ کو ۵۶۸ ق۔م میں ہونا بیان کرتا ہے میرے نزدیک تبدیلی لباس کے قصے اور ..... سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ اس سے بھی پہلے ہوا ہو۔

[۵۵] ائی گینا کی تجارت کے لئے ہیروڈوٹس ۲، ۱۷۸ و ۱۷۸؛ استرابو ۸، ۶، ۱۶۔ ائی گینا و ساموس، ہیروڈوٹس ۳، ۵۹ تا ۵۹۔

ایتھنز سے اسکے تعلقات اچھے نہ تھے، چنانچہ اُس نے تھبزیوں کا کہنا مانکر اپنے حریف کو نقصان پہنچانیکی حتی الامکان کوشش کی۔ معمولی اعلان جنگ کے بغیر وہاں کے بیڑے نے ساحل اٹیکا پر حملہ کر کے بندرگاہ فالیروم اور بہت سے دوسرے مقامات برباد کر دئیے۔ اس پر ایتھنزیوں نے ویلفی کی طرف رجوع کیا، جہاں سے یہ جواب ملا کہ تیس سال مسلسل انتظار کرنیکے بعد اُنھیں ایاکوس کے اعزاز میں ایک بت کدہ تعمیر کرنا چاہئے جسکے بعد انکا حملہ یقیناً کامیاب ہوگا۔ اگر اُنھوں نے فی الفور حملہ کر دیا تو گو بالآخر فتح اُن ہی کو ہوگی لیکن اس سے پہلے اُنھیں بہت سی شکستوں کا منھ دیکھنا پڑیگا۔ یہ جواب پاکر اُنھوں نے فوراً کچھ اراضی ایاکوس کے نام پر وقف کر دی اور جنگ کی نہایت تیزی سے تیاری کرنے لگے۔ لیکن قبل اسکے کہ وہ میدان جنگ میں ای گینا سے دوچار ہوں، اُنھیں ایک نہایت قوی دشمن کے حملہ کی مدافعت کرنی پڑی۔

اسپارٹا میں معاملات کی صورت حال کچھ اس قسم کی ہوگئی تھی کہ اس کی وجہ سے ایتھنزیوں کا مستقبل تاریک نظر آنے لگا تھا۔[۵۹] یہاں کے لوگ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ قدشیہ کے کہنے سے اُنھوں نے عیش پسند پی سسترا توسیوں کی مخالفت کرنے میں جلد بازی کی ہے اور الکمیونی جنکی اُنھوں نے مدد کی تھی پی سسترا توسیوں سے بھی بدتر ثابت ہوئے ہیں۔ نیز اُنھوں نے ایتھنز سے جو لڑائی چھیڑی تھی اُس میں بھی اُنھیں کوئی بڑی فتح یا بیش قرار فائدہ نہیں ہوا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اب کیا کیا جائے اور جب ایتھنز مغلوب ہو جائے تو وہاں کا حکمراں کون ہو۔ اُنھیں بہترین تدبیر یہ معلوم ہوئی کہ ہیپیاس کو تخت پر بٹھا یا جائے، چنانچہ اُنھوں نے اسے جلا وطنی سے واپس بلاکر اراکین لیگ سے اوسکا تعارف کرایا۔ اُنھوں نے معذرت چاہی کہ جھوٹی فالوں کی وجہ سے ان سے سخت غلطی سرزد ہوگئی تھی جسکے بعد ایتھنزیوں نے انکے ساتھ نہایت ناشکری کا برتاؤ کیا اور بیوتیوں اور خالکسیوں کے ساتھ بری طرح پیش آئے، چونکہ اُنکی یہ خواہش تھی کہ اس قسم کے واقعات کا اعادہ ممکن نہ ہو اس لئے یہی مناسب تھا کہ ہیپیاس ہی تخت پر بیٹھے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اسپارٹا کی جتنی حلیف ریاستیں تھیں اُن سب میں اعیانی طرز حکومت رائج تھی، اور اب

---

۵۹ اسپارٹا اور ہیپیاس: ہیرو ڈوٹس ۵، ۹۰ تا ۹۳۔

اسپارٹا ان سے یہ امید کرتا تھا کہ نہ صرف کسی خود سری کی حکومت قائم رہنے دیں
بلکہ ایک معزول خود سر کو از سرِ نو تخت پر بٹھانے میں ممدّ و معاون ہوں۔ سب سے
پہلے تو کورنتھیوں نے جو ہیروڈوٹس کے بیان کے بموجب اس مسئلے کو اخلاقی مطمحِ نظر سے
دیکھتے تھے۔ اس طرزِ عمل سے اختلاف کیا انھوں نے کہا کہ اگر اسپارٹی قوم خود سرانہ
حکومت کے قیام میں مدد دیگی، جس سے بدتر دنیا میں کوئی چیز نہیں تو زمین و آسمان
تھرّا اٹھینگے اور مخلوقِ عالم تہ و بالا ہو جائیگی۔ اس جوشیلے بیان کے بعد کورنتھیوں کے
نفسِ ناطقہ سوسکلیس نے کیپ سی لوسیوں کے گناہ شمار کرنے شروع کئے جسکی وجہ سے
لوگوں کے خیالات اس قدر پلٹ گئے کہ جب ہیپیاس اس مسئلے کے عملی پہلو شمار کرنے لگا تو
کسی نے اسکی طرف توجہ تک نہ کی، اور اسپارٹا کو اسکی تائید و طرف داری سے باز آنا پڑا۔
آئندہ سے ہیپیاس صرف ایرانی سطوت و جبروت پر تکیہ کرسکتا تھا، اور اب ایران ہی
وہ مملکت تھی جو ایتھنز کی مخالفت پر سب سے زیادہ تلی ہوئی تھی۔

ان واقعات کے بعد جنگ ایران کے ابتدا تک تاریخ یونان کی بابت صرف یہ کہنا
باقی ہے کہ آرگوس کی قسمت پلٹ پڑی اور غالباً یہی وہ زمانہ تھا جب ملطہ کا بھی خاتمہ ہوگیا
لیکن آرگوس کی شکست کے بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اُسکا ایران و یونان کے باہمی
محاربے سے کوئی تعلق تھا، بلکہ اسکا ذکر یہاں صرف یونان کی تصویر کو مکمل کرنے کی
غرض سے کیا گیا ہے [سله]

مدت سے آرگوس کا ستارہ زوال پر تھا اور رفتہ رفتہ اسے اپنی سیادت سے
دست بردار ہونا اور اسپارٹا کے لئے راستہ صاف کرنا پڑا تھا۔ "تین سو کی لڑائی" کے
باعث ضلع تھریا نکل چکا تھا، لیکن اب فی نفسہ مملکت آرگوس کا وجود ہی معرضِ خطر میں آگیا۔
اس جنگ کی بابت، جسکے فوری اسباب کا ہمیں علم نہیں، صرف یہی معلوم ہے کہ اس میں

سله آرگوس و اسپارٹا کا ہیروڈوٹس ۶، ۷۶ تا ۸۳؛ Plut-Apophth Lac. cleom؛ ۳، ۴، ۱۷؛ (Mul. virt) (Plut) ۷؛ پولی آئے نوس ۸، ۱۳؛ Telesilla؛ (Suid)؛ پوسانیاس ۳، ۴، ۱؛ ۲، ۲۰، ۸ مقابلہ کرو بوسولٹ "لکدمونیا" (Busolt: Die Laked) صفحہ ۳۳۲ وغیرہ

باب ۲۲

شاہ کلیومنیس خود اسپارٹی فوج کا کماندار تھا۔ فتیہ نے ایک طرف تو یہ پیشینگوئی کی تھی کہ کلیومنیس آرگوس پر قبضہ کرلیگا اور دوسری جانب آرگوسیوں کو حسب معمول مبہم سا جواب دیدیا تھا۔ کلیومنیس ابتدا میں تو خشکی کے راستے سے آرگوس پر حملہ کرنا چاہتا تھا، لیکن جب فوج دریائے ایراسی نوس کے کنارے پر پہنچی تو قربانی کے شگون خراب نکلے، چنانچہ اُس نے سکیون اور آلی گینا سے (وہاں کے باشندوں کی مرضی کے خلاف) جہاز منگوا کر ترنزا اور نئوپلیا کے قریب اپنی فوج اتاردی جب آرگوسیوں نے اسپارٹی نقیب کو کھانے کے بگل بجاتے سنا تو خود وہ بھی کھانا کھانے میں مصروف ہوگئے چنانچہ عین اُسوقت اسپارٹیوں نے اُن پر حملہ کر کے اُنھیں شکست دیدی۔ اسکے بعد بہت سے آرگوسی ایک باغیچے میں جو آرگوس نامی سورما کے نام سے منسوب تھا، بھاگ گئے، لیکن کلیومنیس نے اس میں بھی آگ لگادی اور چھ ہزار آرگوسیوں کو بھسم کردیا۔ اب کلیومنیس سمجھا کہ فتیہ کی پیشینگوئی پوری ہوگئی یعنی باغیچہ "آرگوس" فتح ہوگیا، اور وہ شہر آرگوس پر قبضہ نہیں کرسکیگا، چنانچہ وہ اسپارٹا واپس آگیا اور ایفورون کے سامنے اپنے طرز عمل کی تائید میں تقریر کی۔ اسکے برعکس آرگوسیوں نے یہ مشہور کیا کہ کلیومنیس نے شہر پر حملہ کردیا تھا لیکن اسے آرگوسی عورتوں کے ہاتھوں شکست اُٹھانی پڑی تھی۔ اسی اسپارٹی شکست کی یادگار میں آرگوس میں ایک نئی عید منائی جانے لگی جس کا نام ہیبرستی کا رکھا گیا اور جس میں مرد عورتوں اور عورتیں مردوں کا بھیس بدلتی تھیں۔ بہرحال آرگوس عرصۂ دراز کیلئے بالکل بے دست وپا ہوگیا، اور یہ امر جنگ ایران کے زمانہ میں یونانیوں کے لئے نہایت مبارک ثابت ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ یونان قدیم

جلد دوم

دیباچہ مصنف کتاب ہذا

پہلی جلد کی طرح دوسری جلد میں بھی یہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ تین مختلف امور پر یعنی قدیم اور قابل اعتبار نوشتوں پر، ایسے بیانات پر جنھیں جانبدار ہم عصروں اور زمانہ مابعد کے مورخوں نے اضافہ کیا، اور زمانہ حال کی تحقیقات پر زور دیا جائے۔ میری یہ کوشش رہی ہے کہ جو فرق قیاسات اور واقعات کے مابین ہے اسے واضح کروں اور میں اپنے نقادوں کا عموماً اور انگریز نقادوں کا مخصوص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے میری اس کوشش کی داد دی ہے۔ پانچویں صدی ق م کی تاریخ منضبط کرنے میں اس کی ضرورت تھی کہ ایک جانب تو ہیرودوٹس، طوسی دیدیس اور زینوفون اور دوسری طرف ہم عصر جانب داروں اور زمانۂ مابعد کے مورخوں کی تصانیف کی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ کیا جائے اور ناظرین کو خود معلوم ہو جائیگا کہ میں نے نہایت آزادی سے ان خیالات اور حالات کا اثر نفس تاریخ پر پڑنے دیا ہے۔

اس جلد کے مدوّن کرنے میں میری یہ خواہش رہی ہے کہ پانچویں صدی ق م میں یونانی قوم نے جو ترقی کی اسے ایک ایسے بیان سے واضح کروں جس کی بنیاد واقعات پر ہو۔ اس کام کی تکمیل میں میں بہت سے ایسے نتائج پر پہونچا ہوں جو

بعض مسلمہ خیالات سے مختلف ہیں مثال کے طور پر مفصلۂ ذیل کا ذکر کافی سمجھتا ہوں۔ ارشتیشس اور تسطاکلیس کی انفرادی حیثیت، فارقلیس کا نصب العین، ایتھنز کی جمعیت عوام میں کسی قرار داد کے محرک کی ذمہ داری کی اہمیت، ایتھنزی خصائل کے خصوصیات، ایتھنز میں امرا اور غربا کی تمدنی حیثیت کی یکسانی، دنیائے یونان میں تہذیب و تمدن کی شاہراہیں۔ ان میں سے اکثر معاملات میں ان خیالات سے جو اوکمن نے اپنی نہایت قابل قدر تصنیف "ایتھنز اور یونان" میں ظاہر کئے ہیں متفق ہوں۔ لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ ان واقعات کا میرے دل پر خود بخود انکشاف ہوا اور جہاں تک مجھے علم ہے میں نے اس کتاب سے کوئی خاص بات اخذ نہیں کی۔

میرا فرض ہے کہ میں ج۔ پ ہلکس صاحب کا شکریہ ادا کروں کہ انھوں نے اس جلد کے باب ۱ کے حاشیہ ۲ کی تصحیح کی۔ ان کے بیان کے بموجب اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یوبلتھون کے سکے بلاشبہ چھٹی صدی ق م کے ہی ڈھلے ہوئے ہیں اور اگر ہم انھیں اسی بادشاہ کی طرف منسوب کریں جس کا ہیرو ڈوٹس ذکر کرتا ہے تو ہم حق بجانب ہوں گے۔ ساتھ ہی باب ۷ حاشیہ ۱ میں اس بات کا اضافہ کر لیا جائے کہ سلطنت ایتھنز کے غیر ایتھنزی چاندی کے سکے نہایت کمیاب ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ گو سسلی کے سکوں کی تاریخ ایک حد تک معین ہو چکی ہے لیکن مشرقی یونان اور خاص اقلیم یونان کے سکوں کی بہت کچھ تحقیقات کرنا ابھی باقی ہے۔

میری آرزو یہ ہے کہ جسطرح میرے نقادوں نے پہلی جلد کی تنقید مہربانی آمیز پیرائے میں کی ہے اسیطرح وہ اس جلد کیساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کریں پہلی جلد کے جن تبصروں سے میں واقف ہوں انھوں نے مجھے اور بھی زیادہ ثابت قدم کر دیا ہے لیکن ساتھ ہی مجھے اپنے نقائص بھی معلوم ہو گئے ہیں جن کا ازالہ کرنے کی میں نے اس جلد میں کوشش کی ہے۔ بلاشبہ اس جلد میں بھی چند در چند تفصیلی نقائص ہونگے، مگر مجھے یقین ہے کہ اُن سے اس کی قدر و قیمت میں بٹہ نہیں لگے گا۔

یادداشت

انگریزی مترجموں کی یہ خواہش ہے کہ ان تصحیحوں و اضافہ جات کا شکریہ ادا کریں جو مصنف نے کی ہیں ساتھ ہی وہ فریڈرک کلارک صاحب کے ممنون ہیں جو انھیں انگریزی ترجمہ کی نظر ثانی اور پروف کی تصحیح میں دقت اٹھانی پڑی ہوگی۔

باب (۱)

بغاوت ایونیہ

اس باب اور چند دیگر ابواب میں ہم ناظرین کے سامنے تاریخ دنیا کے بعض اہم ترین واقعات پیش کریں گے۔ ہم اس وقت مشرق اور مغرب کے اس عظیم الشان محاربے تک پہونچ گئے ہیں جسے عام طور پر جنگ ہائے ایران کا لقب دیا جاتا ہے اور جو ان لڑائیوں میں سب سے پہلی ہے جو دول مشرق نے مغرب کے مقابل ہو کر لڑیں۔ اس جنگ کا ایک اور عظیم الشان محاربے سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے جو ازمنہ وسطےٰ میں اسلام اور عیسویت کے پیرؤں کے درمیان برپا رہا۔ یہ حملہ صرف ایک ہی مرکز سے نہیں کیا جاتا ہے بلکہ مشرق دو مختلف محاذوں یعنی ایشیا اور افریقہ سے مغربی تمدن پر اثر ڈالا جاتا ہے۔ بلاد یونان کی نظر میں ۵۰۰ ق م کے قرطاجنہ اور سوس کو بعینہ وہی رتبہ حاصل تھا جو عیسوی دیار کی نگاہ میں دسویں صدی عیسوی کے بغداد اور قیروان کو۔ مگر ایک خاص امر میں یہ دونوں دور ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ازمنہ وسطےٰ میں دول متخاصمہ ایک دوسرے کے ہم رنگ ہیں۔ دونوں کے رگ و پے میں تعصب سرایت کئے ہوئے ہے، دونوں جانب کے جنگجوؤں کی تعداد تقریباً مساوی ہے، دونوں طرف کے سپہداروں کو فن حرب کے اصولوں سے بخوبی واقفیت حاصل ہے، لیکن جس جنگ کا ہم اس وقت بیان کر رہے ہیں اس میں یہ سب نہیں پایا جاتا بلکہ فریقین میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا

ہے۔ ابتدائے جنگ میں مشرق کے پاس ہر قسم کے وسائل اور قوت موجود ہے مگر اس کے برعکس یوناں کی ظاہری شکل وصورت محض غریبانہ ہے۔ مشرق کے پاس لاتعداد سپاہی اور بہترین سامان حرب موجود ہے اور اس کے عظیم الشان لشکر ایک ہی مرکز کے اشارے سے کٹھ پتلیوں کی طرح اِدھر اُدھر حرکت کرتے نظر آتے ہیں خواہ وہ مرکز شخصی ہو یا عدیدی۔ اس کے برعکس مغرب میں جنگ کی للکار کا جواب ایک ایسی قوم دیتی ہے جو مجتمع ہونے کے بجائے متفرق ہے۔ اس کے افراد کی تعداد نہایت ہی کم ہے مگر ان میں خود اپنے اوپر پوری طور پر اعتماد ہے اور وہ نہایت تندہی سے اپنے جنم بھوم کے خاطر لڑنے مرنے کو تیار ہیں۔ جس چیز سے انھیں دلی نفرت ہے وہ شخصی حکومت ہے اور انھیں اپنی قوت بازو اور اپنے گھریلو دیوتاؤں پر پورا بھروسہ ہے وہ ایک ایسی قوم کے منتخب شدہ افراد ہیں جو ابھی اپنے عنفوان شباب ہی میں ہے اور جسے خداوند تعالے نے اعلیٰ ترین صفات سے سرفراز کیا ہے مگر ساتھ ہی جس میں بہت سے نقائص بھی ہیں اور جو خوبصورت چیز کو دیکھتے ہی جوش میں بھر جاتے ہیں ان کا ادراک نہایت ارفع واعلےٰ ہے مگر ساتھ ہی بعض اہم معاملات میں ان کی رائے بہت جلد جلد تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ وہ ایسی ملتوں میں منقسم ہیں جو مشکل سے ایک دوسرے کے ساتھ ملکر امن چین سے اوقات بسر کرسکتے ہیں اور ان کے مابین ہر موقع پر تفرقے اور تنازعے برپا رہتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود یورپ ہی کا بول بالا ہوتا ہے اور بالآخر عقل مادے پر، قوت تادیب تعداد محض پر اور حقیقی زندگی ترتیب کار کے اصول پر غالب ہوجاتی ہے۔

مشرق اور مغرب کے مابین جو تنازعات وقتاً فوقتاً برپا ہوئے ان سب کا مقصد ایک ہی تھا لیکن ان کا ایک دوسرے سے کچھ زیادہ تعلق نہیں تھا اور اگر ہم ان کی ترقی کے مدارج سمجھنا چاہیں تو دو مختلف میدانوں میں تگ و دو کرنا پڑیگی۔ خاص اقلیم یونان کے مدمقابل تو ایرانی تھے اور سرتوسیوں اور اکراگاسیوں کے خلاف قرطاجنی۔ ان دونوں میں سے پہلا میدان دوسرے سے کہیں زیادہ دلچسپ اور شاندار رہے مشرق میں دونوں فریق صریحاً ایک دوسرے کے مخالف نظر آتے ہیں۔ جھگڑا اور تنازعہ تمدن اور تہذیب کے دو اہم قائم مقاموں کے درمیان ہے اور جو اقوام دیگر قوموں سے زیادہ ممتاز ہیں وہی اس میں حصہ لیتی ہیں۔ لیکن مغرب میں فریقین کی

باب

نوآبادیوں کا تصادم ہوتا ہے۔ ایک طرف یونانی قوم کی شاخیں صف آرا ہیں دوسری جانب فنیقی قوم کے مستعمرات ایستادہ ہیں اور یہ ایران کے دست نگر ہیں مغرب میں محض یہ مسئلہ درپیش نہیں کہ یونانی اصول مشرقیوں کو شکست دیدیں، وہاں فاتح و ناصر فریق کا ہر ایک خودسر ہے مگر وہ خودسر ایسا ہے جو اپنے صنف میں سب سے ہردلعزیز ہے اور جس سے زیادہ بلادِ یونان کی خدمت کسی نے انجام نہیں دی۔

یونان اور ایران کے باہمی مناقشے کا اصل باعث بغاوت ایونیہ تھی جو دراصل یونانی شخصی حکمرانوں کی لامتناہی اور مسلسل آرزوؤں کی وجہ سے پھیلی۔ شہنشاہ داریوش نے جب اسکیث قوم کے خلاف مہم سر کی ہے تو اس نے دریائے ڈینیوب کو عبور کرنے کے بعد ایونی بلدیات کے خودسروں کو اپنے تعمیر کردہ کشتیوں کے پل کی نگہبانی کے لئے چھوڑ دیا تھا۔[1] ہمیں ہیروڈوٹس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممتاز خودسر دافنیس والی ابی دوس، ہپوکلوس والی لیپساکوس، ہیروفانتوس والی پاریوم، مترودوروس والی پروکونے سوس، ارسطاغورس والی کیزکوس، ارسطون والی بائی زنطہ، ملتیادیس والی خرسونیز،

---

[1] اسکیث قوم پر داریوش کی فوج کشی اور اس قوم کے عام حالات کے لئے ہیروڈوٹس ۴، ۱ تا ۱۴۴ کا مطالعہ کیا جائے۔ ڈنکر (۴ [۴]، ۱۹۱) اور بوسولٹ (۲، ۱۲) اس کی تاریخ کا تعین ۵۱۲ق م میں کرتے ہیں۔ اسکیتیہ کی عام حالت کے لئے نوئی مان کی کتاب "اسکیتیہ میں یونانی" دیکھنا چاہئے۔ نوئی مان اور دیگر مورخوں کے نزدیک اسکیتی مونگول (مغل) کی نسل سے ہیں مگر تسونس وغیرہ انھیں آریائی بتاتے ہیں۔ اس مسئلہ کے لئے بوسولٹ ۲، ۱۵ دیکھنا چاہئے۔ ہیروڈوٹس کے عجیب وغریب بیان کی مفصل تنقید کے لئے ڈنکر ۴ (۴)، ۹۸ کا مطالعہ سودمند ہوگا اس کی رائے ہے کہ داریوش مشرق کی طرف نہیں بلکہ شمال کی جانب چلا اور دریائے پروت کے کنارے کنارے ہوتا ہوا دریائے دنیسٹر کی دلدلوں تک پہونچ گیا۔ زمانۂ حال کی تصانیف میں سے گ، مائر کا مضمون "ملک اسکیتیہ و مہم داریوش"، دیکھا جائے ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ یہ پل مندرکلیس ساکن ساموس نے داریوش کے لئے تیار کرایا تھا۔ ۱۲

سترانس والی خیوس، ایاکیس والی ساموس لاؤداماس والی فوکیا، ہستیائیوس والی ملطہ اور ارسطاغورس والی یکیے تھے۔ داریوس کی روانگی کے بعد اسکیت قوم کے چند افراد ان کے پاس آئے اور کہا کہ پل پر قبضہ کرنے کا موقعہ آگیا ہے اگر ہم نے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیا تو شہنشاہ کا راستہ بالکل مسدود ہو جائیگا اور یونانی آزاد ہو جائیں گے۔ ملتیادیس کی رائے تھی کہ اس تحریک پر عمل کیا جائے لیکن دیگر والیان بلدیات نے ہستیائیوس کی رائے کے مطابق یہ طے کیا کہ شہنشاہ کا وفادار رہنا ہی مناسب ہے اور محض ظاہر داری کے لئے انھوں نے پل کا وہ حصہ جو اسکیتی کنارے پر پڑا ہوا تھا علیحدہ کر دیا + اب اسکیتیوں نے طویل و عریض صحرائے روس پر ایرانیوں کا تعاقب کیا لیکن وہ انھیں پکڑ نہ سکے اور آخر کار ایرانی پل تک پہونچ گئے۔ مگر رات زیادہ ہوگئی تھی اور چونکہ انھیں اندھیرے میں پل بالکل نظر نہ آیا اس لئے وہ بہت متردد ہوئے۔ ان کی فوج میں ایک بلند آواز مصری بھی تھا اور وہ نہایت زور سے ہستیائیوس کا نام لیکر پکارا جس پر وہ فوراً آموجود ہوا اور ٹوٹے ہوئے پل کی مرمت کردی + اگر یہ قصہ حقیقت پر مبنی ہے تو داریوش کو ہستیائیوس کا بدل ممنون و شکر گذار ہونا چاہئے تھا۔ ہستیائیوس خود پل کی حفاظت کرتا ہے؛ دریا کے کنارے ایرانی ایسے آموجود رہتے ہیں جیسے مفرور سوارے کا کوئی دستہ، اور بے کار اس پل کی تلاش کرتے ہیں جس کے ساتھ ان کی حفاظت کا مسئلہ وابستہ ہے۔ اگر بالفرض اس افسانہ آمیز بیان میں واقعات ایک دوسرے کے ساتھ ویسے ہی پرو دئے گئے ہیں جیسے شکسپیر کے کسی منظر میں، اور اگر ایرانی فوج کو اس قدر خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑا جتنا ہیروڈوٹس بیان کرتا ہے اور بالفرض یہ بھی غلط ہو کہ یونانیوں کو اس کا یقین تھا کہ اگر وہ پل کو توڑ ڈالیں گے تو ایرانیوں کو سخت زک پہونچے گی، پھر بھی اس تمام قصے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایونیوں میں جو شخص داریوش کا سب سے بڑا دوست تھا وہ ہستیائیوس ہی تھا۔ اسے انعام کے طور پر داریوش نے مرکینوس نامی مقام جو دریائے استرمون کے کنارے واقع تھا عطا کیا اور اس نے اسے قلعہ بند کر لیا۔ لیکن میگابیزوس نے جو یورپی صوبہ جات ایران کا صوبہ دار تھا داریوش سے کہا کہ یہ قلعہ بندی دولت ایران کے لئے خطرے سے خالی نہیں ہے، جس کے جواب میں ہستیائیوس کو شہنشاہ نے

سوس طلب کیا اور یہ ظاہر کیا کہ دربار ایران میں ہستیائیوس کی خدمات کا اعتراف کیا جائیگا
فی الحقیقت اس کی غایت یہ تھی کہ ہستیائیوس کو بالکل بے دست و پا کر دے اور آخر کار
وہ اپنی خواہش کے خلاف دربار ایران میں حاضر رہنے پر مجبور ہوا۔ اس نے یہ بھانپ لیا کہ
جب تک مغربی ممالک میں بے چینی کے آثار نمودار نہ ہوں گے اس وقت تک اس کا
سوس سے ہٹنا ناممکن ہے اور اگر بغاوت ہوئی تو شہنشاہ لامحالہ اسی کو بغاوت فرو کرنے
کی غرض سے بھیجے گا۔ اب چونکہ بغاوت کا خود بخود پیدا ہونا دشوار تھا اس لئے وہ اس کے
بھڑکانے کی فکر میں لگ گیا اور اس بیچ اسے ایک اور شخص نے مدد دی جو چند
دیگر اسباب کی بنا پر ایونیہ کو مشتعل کر دینا چاہتا تھا۔[۵۲]

ہستیائیوس کے قائم مقام کی طور پر اس کا ایک داماد ارسطاغورس ملطہ
پر حکومت کرتا تھا۔ ناکسوس کے چند جلا وطن اعیانی اس کے پاس آکر اس سے مدد کے
ملتجی ہوئے۔ ارسطاغورس نے سوچا کہ اگر اس نے انھیں مدد دی تو وہ خود ناکسوس کا
خود سر حاکم بن بیٹھے گا اور ابتدا میں اس نے ناکسوسیوں کی استدعا کو منظور کرنا چاہا۔
لیکن غور کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ ملطہ کا اقتدار اس مہم کے لئے بالکل ناکافی ہے۔

---

۵۲ بغاوت ایونیہ۔ ہیروڈوٹس ۵، ۲۸ تا ۶، ۴۲ + دائیسن بورن: "بغاوت ایونیہ"
یے نا ۱۸۴۴ء ۶، ۲، ۸ وغیرہ + مقابلہ کیا جائے پوسیلٹ: "داریوش کے زمانے میں مغربی
ایشیائے کوچک کی حالت"، کیونگز برگ ۱۸۷۹ء کروم بولتس: "ایشیائے کوچک کا ایرانی صوبہ"
لائپزگ ۱۸۸۳ء + ڈنکر کے نزدیک واقعات کا تسلسل مفصلہ ذیل ہے:۔

۵۰۰ء ق م۔ ناکسوسیون کا معروضہ۔	۴۹۶ء ق م جنگ لادے۔
۴۹۵ء ق م۔ تسخیر ملطہ۔	اس کے برعکس بوسوئٹ کے نزدیک:۔
۵۰۰ء ق م۔ ناکسوسیون کا معروضہ۔	۴۹۷ء ق م۔ جنگ لادے (بوسونٹ ۲، ۲۹)۔
۴۹۴ء ق م۔ تسخیر ملطہ۔	ہمارے نزدیک صرف ایک امر کا تعین

ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ بغاوت کی ابتدا سے چھ سال کے بعد ملطہ مسخر ہوا ہے۔
منجملہ دیگر مورخوں کے ڈنکر نے بھی ۷، (۵)، ۴۴ میں یہ دکھایا ہے کہ یہ معروضہ
ناقابل اعتبار ہے کہ میگاباتیس نے سازش کی خبر دی تھی۔

باب

لہذا اس نے ایرانی قوت وجبروت سے کام نکالنا چاہا اور تمام معاملہ بے کم و کاست سارد س کے صوبہ دار ارتافرنز کے سامنے پیش کردیا۔ اس نے اسے یقین دلایا کہ جزیرہ ناکسوس کو ایک سو جنگی جہاز مسخر کرسکتے ہیں اور اگر اس مہم میں کامیابی ہوئی تو ممکن ہے کہ جزیرہ یوبیہ بھی فتح ہوجائے۔ ارتافرنز نے اس کی اطلاع شہنشاہ ایران کو کرکے اس کی منظوری حاصل کرلی اور اپنے عزیز میگا باتیس کو مہم سر کرنے کے لئے مقرر کیا۔ لیکن راستے میں میگا باتیس اور ارسطاغورس میں نقیض پیدا ہوئے جسکی وجہ سے مہم میں خرابی پڑگئی اور بالآخر انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا میگا باتیس نے اس تمام سازش کا حال ناکسوسیوں کو بتلادیا جنھوں نے تیاریاں مکمل کرکے چار ماہ محصور رہنے کے بعد بالآخر حملہ آوروں کو شکست دیدی۔ جب ارسطاغورس ملطہ واپس آیا تو اسے اپنی مشکلات محسوس ہونے لگیں۔ اسے مالی نقصان تو کچھ زیادہ نہیں پہونچا تھا لیکن اس نے خیال کیا کہ وہ اس وعدے کا ایفا نہیں کرسکا جو اس نے ایرانیوں سے کیا تھا اس لئے ممکن ہے کہ اس پر ایرانی الزام لگائیں یا اسے خودسرانہ حکومت سے معزول کردیں۔ اور وہ یہ سوچنے لگا کہ شاید بغاوت کرنے سے جملہ مشکلات رفع ہوجائیں۔ جب وہ اس قسم کے خیالات میں مستغرق تھا تو ہستیائیوس کے پاس سے ایک غلام آیا اور ارسطاغورس کے سامنے اپنی حجامت بنانے کی خواہش کی جب اس کا سر مونڈا گیا تو اس پر یہ پیغام گدا ہوا نظر آیا کہ ارسطاغورس کو فوراً علم بغاوت بلند کردینا چاہئے اس نے اپنے دوستوں کے سامنے یہ واقعات بیان کردئے اور ان سے بھی شرکت بغاوت کی استدعا کی جس پر مورخ ہکاتائیوس کے علاوہ باقی سب نے آمادگی کا اظہار کیا۔ اس نے یہ کہا کہ اگر وہ درحقیقت بغاوت پر کمربستہ ہیں تو انھیں کم از کم برانکی والے کے اپولو دیپی کے مندر کے نزانے پر قبضہ کرلینا چاہئے۔ اس مسئلے پر اتفاق بالکل ناممکن تھا اور تخالف آرا کے باوجود علم بغاوت بلند کردیا گیا + ارسطاغورس عامۃ الناس کو اپنا جانب دار کرنے کے لئے خودسری سے مستعفی ہوگیا اور اپنی رعایا کی آزادی کا اعلان کردیا۔ لیکن اس بیڑے کے جہازوں پر جو ناکسوس سے واپس آرہا تھا چند خودسر ایسے بھی تھے جو ایرانیوں کے مداح تھے مثلاً اولیاتوس والے سیلاسا، ہستیائیوس والے ترمرا، کوئیس والے متی لنہ، ارسطاغورس والے تیکھے وغیرہ: ان سب کو باغیوں نے گرفتار کرکے اپنے اپنے

اب ا

شہروں کے باشندوں کے حوالہ کر دیا۔ ان میں سے کوئیس تو تیتی لینیوں کے ہاتھوں سنگسار ہوا، باقی سب بچ گئے۔

اب باغیوں کو حلیف پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ارسطاغورس سب سے پہلے اسپارٹا گیا۔ وہاں سب سے بارسوخ شخص شاہ کلیومینس تھا جس کا ذکر اس کتاب کی پہلی جلد کے ستائیسویں باب میں آچکا ہے اس کے سامنے ارسطاغورس تانبے کی ایک تختی لایا جس پر ملک، دریا اور سمندر بنے ہوئے تھے، اور ہمیں اس میں شبہ نہیں کہ یہ علامہ دہر سکاتائیوس کا بنایا ہوا نقشہ تھا۔ ارسطاغورس نے کہا کہ ایونیوں کے لئے غلامی کی زندگی بسر کرنا سخت ترین توہین ہے جسے یونانی ہرگز برداشت نہیں کرنا چاہتے۔ اسپارٹی اپنی بہادری میں دیار یونان میں سب سے ممتاز ہیں اور وہ اس قوم کے رہبر بھی ہیں اور اس کے برعکس ایرانی نہ تو بہادر ہیں اور نہ ان کے پاس عمدہ اسلحہ ہیں اس لئے انھیں اسپارٹی بہ آسانی مغلوب کر سکتے ہیں۔ اب اس نے ان اقوام کا حال بیان کیا جو سمندر اور پائے تخت ایران یعنی سوس کے درمیان آباد تھے اور کہا کہ اگر یونانی کامیاب ہوگئے تو سوس کا عظیم الشان خزانہ ان کے ہاتھ لگ جائے گا۔ کلیومینس نے اس کے جواب کے لئے تیسرے دن کا وعدہ کیا اور اس قدر دریافت کیا کہ آخر سوس کا کتنے روز کا راستہ ہے۔ گو ایونی بہ آسانی غلط جواب دے سکتا تھا (اور ہیرودوطس کا خیال ہے کہ اسے صحیح جواب نہیں دینا چاہئے تھا) لیکن اس کے بجائے اس نے یہ سچا جواب دیا کہ اسپارٹا سے سوس تین مہینے میں پہونچتے ہیں۔ یہ سن کر کلیومینس اچھل پڑا اور کہنے لگا کہ اگر سوس اتنا ہی دور ہے تو پھر اسپارٹا ایونیوں کی کسی طرح مدد نہیں کر سکتا۔ اب ارسطاغورس نے ملتجیانہ انداز سے کلیومینس کی خوشامد کی کہ وہ اسے ایک مرتبہ اور باریابی کا موقعہ دے اور باریابی پر ملتجی خود سرنے روپیہ پیش کر کے کلیومینس کو اپنی طرف کرنا چاہا۔ اس نے پہلے تو دس تالنت نکالے اور پھر رفتہ رفتہ اس رقم میں اضافہ کرتا گیا۔ جب اس کی تعداد پچاس تالنت تک پہونچ گئی تو کلیومینس کی چھوٹی لڑکی گورگو (جس کی بعد میں لیونی داس کے ساتھ شادی ہوئی) اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگی کہ ابا جان اگر آپ اسی وقت یہاں سے نہ چلے گئے تو یہ اجنبی آپ کو ورغلا لے گا۔ اس پر کلیومینس ایک دوسرے کمرے میں چلا گیا

باب

اور ارسطاغورس کو مجبوراً اسپارٹا کو خیر باد کہنا پڑا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس جگہ بھی واقعات کو ذرا چٹ پٹا کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہم یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ پردے کے پیچھے اصل میں کیا کیا ہو رہا ہے۔ اغلب ہے کہ بعض اسپارٹی شہری ایسے بھی ہونگے جو اس مہم کے خلاف نہ تھے مگر چونکہ ان کی تعداد کم تھی اس لئے مہم کا سر کیا جانا ناممکن تھا۔ محض ایک شخص ارسطاغورس کا بیان اس بات کی ضمانت نہ تھی کہ حملہ آوروں کو ایشیا میں کسی قسم کی مدد مل سکیگی۔ جو مملکت اسپارٹا کے اصولوں کا دم بھرتی ہو اس کے لئے سوس کا خزانہ بطور مال غنیمت مل جانا ہرگز کافی نہ تھا۔ اور ہم پہلی جلد میں دیکھ چکے ہیں کہ کلیومنیس سمندر پار کی مہمات کو کچھ زیادہ پسند نہ کرتا تھا + بدیں وجوہ اس گفت وشنود کو ختم کرنے کے لئے جو ایونیہ اور اسپارٹا کے مابین شروع ہوگئی تھی ایک بہانہ تلاش کیا گیا اور وہ بہانہ یہ ملا کہ چونکہ سوس یونان سے بہت دور ہے اس لئے اسپارٹا مدد نہیں دے سکتا۔ یہ ایک نہایت لغو بات تھی! اگر سپارٹیوں کا مقصد محض ایران کے خزانے پر قبضہ کرنا ہی تھا تو یہ کوئی اعلیٰ مقصد نہ تھا۔ رہے ایونیہ کے باشندے، سو وہ اس مسافت کو عبور کئے بغیر ہی آزاد ہوسکتے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ بے چارے ایونیوں کی آزادی کا خیال نہ تو ارسطاغورس ہی کو تھا نہ اسپارٹیوں کو + ۵۳،

جب ارسطاغورس کو اسپارٹا میں ناکامی ہوئی تو اس نے ایتھنز کا رخ کیا + لیسوس کے زمانے سے یہاں کے حالات بالکل بدل گئے تھے۔ اس سے بھی پہلے تو اسپارٹا کے

---

۵۳ ارسطاغورس کی تقریر کے ابتدائی فقرے (ہیروڈوٹس ۵، ۴۹) جس میں ایونیوں کی آزادی کا مسئلہ پیش کیا گیا ہے، ایک ایسے خود سر کی زبان سے جو حال ہی میں جزیرہ ناکسوس کو مطیع کرنے کی فکر میں لگا ہوا تھا نہایت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں! لیکن ارسطاغورس کی حکمت عملی کی اس تبدیلی سے ہم ان قومی حوصلوں اور آرزوؤں کے معترف ہوتے ہیں جو یونانیوں کی تھیں +

ڈنکر (۷، ۴۰) اسپارٹا پر اس کے غیر جانب دارانہ طرز عمل پر حملہ کرتا ہے اور اسے بزدل اور کوتاہ اندیش کا لقب دیتا ہے۔ لیکن اگر اسپارٹا راضی ہو جاتا تو اسے یہ تہیہ کر لینا چاہئے تھا کہ وہ تن تنہا ایران سے لڑیگا۔ اس لئے کہ ارسطاغورس جیسے حلیف پر کسی حالت میں بھروسہ نہیں کیا جاسکتا +

ہی سامنے دست استدعا پھیلایا تھا اور اسے یونانی قوم کے سردار کا لقب دیکر اس کی چاپلوسی کی تھی لیکن اسپارٹیوں نے اُسے خوش آمدید کہا تھا لیکن اس مرتبہ ارسطاغورس کے عرفقے کا کسی نے لحاظ بھی نہیں کیا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ اسپارٹیوں کو جن میں عمل پسندی کی صفت امتیاز تھی ان دونوں میں کسقدر فرق محسوس ہوا ہوگا! جب کرئیسوس نے اسپارٹا سے مدد چاہی تھی تو وہ (مغربی) دنیا کا سب سے دولتمند حکمراں تھا۔ لیکن اب جو شخص مدد کے لئے ہاتھ پھیلا رہا تھا وہ ایک معزول خود سر تھا اور بالکل ممکن تھا کہ جیسے اس نے ایرانیوں کی غداری کی ویسے ہی یونانیوں کی مخالفت کرنے لگے۔ مگر ایتھنز کی صورت حال ذرا مختلف تھی۔ ایتھنز اور ایران میں ہمیشہ نقیض رہتے تھے۔ اور ہیپیاس (جو اس وقت تک سگیوم اور لمپساکوس میں پڑا ہوا تھا) اور ایران کے تعلقات اچھے تھے بلکہ سارڈس کے صوبہ دار ارتافرنز نے ایتھنزیوں سے یہ درخواست بھی کردی تھی کہ وہ ہیپیاس کو پھر تخت پر بٹھا دیں۔ خاندان پی سستراتوس کی مسلسل سازشوں کا ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ ہپارکوس کو جو اس خانداں کے قرابت داروں میں سے تھا جلا وطن کر دیا۔ اس کے علاوہ ایتھنزی ایونیوں کو اپنے ہم قوم آباد کار سمجھتے تھے۔ اسی لئے ایتھنز اور ملطہ میں بہت گہرے تعلقات تھے۔ غرض یہ ہے کہ ایتھنز نے مطلوبہ مدد کا وعدہ کر لیا اور میلانتھیوس کی سرکردگی میں بیس جہاز روانہ کئے جن میں سے بیس تو ایتھنز کے اور پانچ ایریٹریا کے تھے (جس کے ایتھنز اور ملطہ سے گہرے تعلقات تھے)۔ میدان کارزار گرم ہو گیا۔ ارسطاغورس اپنی فوج کو افی سوس اور کوہ تمولوس ہو کر سارڈس کی طرف چلا اور علاوہ خاص قلعے کے (جہاں ارتافرنز نے اس کا مقابلہ کیا) پورے شہر پر یونانی قابض ہو گئے۔ لیکن شہر میں آگ لگ گئی اور اس کے باشندوں نے چوک میں جمع ہو کر پوری قوت سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور آخر کار انھیں شکست دیکر نکال دیا۔ اب مغربی ایشیائے کوچک میں جو ایرانی فوج تھی وہ سب متحد ہوگئی۔ اس نے افی سوس تک یونانیوں کا تعاقب کیا اور وہاں پہونچ کر انھیں سخت شکست دی اور آخر کار ایتھنزیوں کو مایوس ہو کر وطن واپس آنا پڑا۔ غرض یہ ہے کہ ایونیہ کے مسائل میں سخت برہمی پیدا ہوگئی تھی اور اگر ایونیوں کو ایسے حلیف نہ

سے ہیروڈوٹس ۵، ۹۶ +

مل جاتے جن میں ایرانی لشکر کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک کھینچ لانے کی قوت ہو تو ایسی حالت میں ایونیوں کو کسی قسم کی امید باقی نہ رہتی - لیکن انھیں آخر کار ایسے حلیف مل گئے - معاملات میں یکسوئی پیدا ہونا شروع ہو گئی اور اس خیال سے کہ اب یونانی جوا کندھوں سے اتار کر پھینک دینے کا وقت آ گیا ہے یونانیوں اور نیم یونانیوں میں جوش و خروش کی کیفیت پیدا ہونی شروع ہو گئی + شمال میں بائی زنطہ اور بعض دیگر شمالی بلدیات اور جنوب میں کاریہ کے شہر بھی (جہاں کے حکام ایرانیوں کے اس قدر تابع نہ تھے جتنے ایونی) اس بغاوت میں شریک ہو گئے یہاں تک کہ شہر اماتھوس کے علاوہ جزیرہ قبرص کے جملہ بلدیات نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا + یہاں قبرص میں دو فریق تھے، گورگوس شاہ سالامس تو ایران کا جانب دار تھا مگر اس کا بھائی اونے سیلوس باغیوں کا سرگروہ تھا +

اس بغاوت کا حال سن کر داریوش آگ بگولا ہو گیا، اس نے ایتھنزیوں کو بہت برا بھلا کہتے ہوئے دعا کی کہ زیوس دیوتا ایتھنزیوں کو اس کا عوض دے اور ایک شخص کو خاص اس کام پر متعین کیا کہ وہ ہر کھانے کے وقت بہ آواز بلند ایتھنزیوں کے حرکات قبیحہ کی یاد تازہ کیا کرے[ف] + اس نے ہستیائیوس کو طلب کر کے اس کے سامنے بغاوت کا حال بیان کیا اور اسے مورد الزام گردانا - اس کے جواب میں ہستیائیوس نے یہ جواب دیا کہ اس بغاوت کا اصلی سبب یہ ہے کہ وہ خود موقعہ واردات پر موجود نہ تھا ورنہ وہ ضرور باغیوں کو باز رکھتا، اور یہ دعویٰ کیا کہ اگر شہنشاہ اسے روانہ کر دے تو وہ نہ صرف بغاوت کو فرو کر دے گا بلکہ نئے نئے ممالک اور خاص جزیرہ ساردینیا بھی (جو اس زمانہ میں گویا زریں ملک سمجھا جاتا تھا) ایران کے لئے فتح کرا دے گا - یہ سنکر پہلے تو شہنشاہ نے اسے بغاوت فرو کرنے کے لئے مقرر کیا مگر پھر اپنی رائے پلٹ دی اور اسے برخواست کر دیا -

اسی اثنا میں معاملات نے ایران کے موافق صورت اختیار کر لی تھی جنگ کی ابتدا جزیرہ قبرص میں ہوئی جہاں چند ایونی پہونچ کر قبرصیوں کو مدد دے رہے تھے - لیکن سلیسیہ سے ایرانی کمک پہونچ گئی اور لڑائی میں نہ صرف

[ف] داریوش کے غصے کی کیفیت ہیروڈوٹس ۵، ۱۰۵ میں دی ہوئی ہے +

باب ۱

قبرسیوں کو شکست ہوئی بلکہ ادنے سیلوس بھی کام آیا۔ بہر حال ایونیوں کو ایک بحری لڑائی میں کامیابی ہوئی اور وہ اپنے گھر واپس آگئے۔ غرض یہ ہے کہ ایک سال تک آزادی کا لطف اٹھا کر قبرسی پھر ایران کی رعایا بن گئے اور ایرانیوں نے سالامس کے تخت پر گورگوس کو بٹھا دیا[1]+ بلاد شمال میں بھی صورت واقعات کچھ اسی قسم کی تھی۔ داریوش کے ایک داماد داؤری سیس نے داردانوس، ابی دوس، پرکوتے، لمپ[illegible]کوس اور پئے سوس پر قبضہ کرلیا۔ وہاں سے اسے یہ خبر ملی کہ کاریہ والوں نے ایرانیوں سے قطع تعلق کرلیا۔ وہ نہایت بہادری سے لڑے اور دو مرتبہ شکست کھانے کے بعد انھوں نے ہرقلیدیس ساکن میلاسا ئی ماتحتی میں ایرانیوں کو شکست دی اس کے بعد ایرانیوں کی تسخیر ملطہ تک کاریہ برابر آزاد رہا[2]۔ لیکن اس کا جنگ کے تمام حالات پر بہت کم اثر پڑا۔ ایرانی سپہ سالاروں یعنی ہی مائی ایز، ارتافرنز اور اوتانیز (جو میگا بازو کی جگہ مقرر ہوا تھا) باسفورس کے بعض مقامات اور جزائر لیمنوس اور امبروس پر قابض ہوگئے تھے اور اب انھوں نے ایونیہ کے شہروں اور کلازومے نائے پر قبضہ کرلیا+ ارسطاغورس بالکل مایوس ہوگیا تھا اور اس نے سربرآوردہ ایونیوں سے آیندہ کی بابت مشورہ کیا خود اس کی رائے تھی کہ انھیں سارد ینیا یا تھریس چلا جانا چاہئے۔ ہکاتا یوس نے یہ رائے دی کہ وقتی طور پر ملطہ کو ایرانیوں کے سپرد کرکے سب کے سب برائی[illegible] کے مقابل جزیرہ لیروس

---

[1] قبرص نے کیکاوس کے سامنے ہتھیار ڈالدئے تھے؛ اور داریوش کے عہد حکومت کے بعد وہ ایران کے صوبہ پنجم کے ماتحت تھا جس میں فنیقیہ اور شام بھی شامل تھے+ گورگوس یو لتھون کے بعد تخت پر بیٹھا (ہیرودوٹس ۵، ۱۰۴) اور ایک حکمران مسمی یو لتھون کے سکے اسوقت تک موجود ہیں (ہیڈ "تاریخ سکہ جات" ۶۲۵)؛ مگر یہ یو لتھوں گورگوں کا پیشرو نہیں بلکہ زمانۂ مابعد کا حکمران معلوم ہوتا ہے+ (اس امر کے متعلق فاضل مصنف کا دیباچہ دیکھا جائے جس میں نظرئے کی تصحیح کی گئی ہے۔ مترجم اردو)

[2] کاریہ کے حالات۔ ہیرو ڈوٹس ۵، ۱۲۱ اور ۶، ۲۵۔ اس کا بوسولٹ ۲، ۴۳ سے مقابلہ کیا جائے+

چلے جائیں اور موقعہ پاکر ملطہ واپس آجائیں۔ لیکن اس کی بات پر کسی نے توجہ نہیں کی اور آخر کار یہ ہی قرار پایا کہ کچھ نہ کیا جائے۔ اس پر ارسطاغورس میدان عمل چھوڑ کر تھریس چلا گیا جہاں اس نے کچھ دن تک ایک لٹیرے اور ڈاکو کی سی زندگی بسر کی اور آخر کار کسی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ہستیانیوس پہلے تو سارڈس اور ایونیہ گیا اور ایرانیوں سے سازشیں کرنی شروع کر دیں؛ لیکن اسے ہر جگہ سے نکالا گیا۔ بالآخر اس نے متی لنہ کے باشندوں سے آٹھ سہ طبقہ جہاز لئے اور بائی زنطہ کو اپنا مرکز بنا کر وہاں سے بحری رہزنی شروع کر دی۔

اس طریقے سے بائی یونانیوں نے اپنے ناقص عناصر کو نکال کر پھینک دیا۔ لیکن اس کے بعد بھی انھیں کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ ایونی اور لسبوسی متفق اور متحد تھے اور اس میکالے پر تمام حلیفوں نے جمع ہو کر یہ طے کیا کہ ملطہ کی تو صرف ملطی ہی حفاظت کریں، مگر سمندر پر جملہ حلفاء متحد ہو کر ایرانیوں کا مقابلہ کریں اس لئے کہ ایرانی بیڑے میں فینیقی، قبرصی، سلیسی اور مصری شامل ہیں۔ یونانی بیڑا جزیرہ لادے میں جو ملطہ کے مقابل واقع ہے مجتمع ہوا؛ اس میں ملطہ کے اسی، پری اینے کے بارہ، میوس کے تین، تیوس کے سترہ، خیوس کے سو، ایریتھرائیے کے آٹھ، فوکیہ کے تین، لسبوس کے ستر، ساموس کے ساٹھ؛ غرض یہ کہ کل تین سو ترپن[۳۵۳] جہاز تھے اور اس سے ان بلدیات کے تمول اور قوت کا پتہ لگتا ہے۔ ان کے مقابل ایرانیوں کے پاس چھ سو جہاز تھے۔ ایرانی سپہ سالاروں کو یہ یقین تھا کہ وہ محض قوت و جبروت سے یونانیوں کو نیچا نہیں دکھا سکتے اس لئے انھوں نے اپنے خود سروں کے ذریعے سے علیحدہ علیحدہ یونانی دستوں سے گفت و شنود شروع کی ابتدا میں تو انھیں اس میں کچھ کامیابی نہیں ہوئی، بلکہ اس کے برعکس یونانیوں نے یہ کوشش شروع کر دی کہ اپنے بیڑے کو حقیقی معنے میں آلہ حرب بنا دیں اور فوکیہ کے تنومند رہبر دیونی سیوس نے اپنی خدمات تمام جہازوں کے ملاحوں کو فن حرب سکھانے کے لئے پیش کیں جس کے ایک ہفتہ بعد تک جہازوں میں نہایت جوش و خروش رہا۔ لیکن ہر کام کی ابتدا میں لوگوں کو ایک خاص لطف آیا کرتا ہے اور اس جوش کے ساتھ علاوہ تکان اور اضمحلال کے احساس کے دیگر احساسات کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ ہر امر محض رضا و رغبت پر منحصر تھا اور عامۃ الناس

باب

کو اس کی کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوئی کہ اس بلدیہ کا ایک فرد جس نے سب سے کم مدد دی تھی کیوں فوج کا سپہ سالار مقرر کیا جائے۔ غرض یہ ہے کہ ان باتوں سے متاثر ہو کر ملاحوں نے (بجائے قواعد وغیرہ کے) موسم گرما کے ایام ساحل پر بسر کرنے کو ترجیح دی + جب یہ باد مخالف چل ہی رہی تھی تو ایک لڑائی ہوئی جس میں ساموسیوں نے اپنے گیارہ جہازوں کو چھوڑ کر اپنے حلیفوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور میدان سے روانہ ہو گئے۔ اصل یہ ہے کہ ان پر خفیہ طور سے ان کے خود سر آیا کیس نے ایران کے موافق اثر ڈالا تھا اور وہ اس عاقلانہ نتیجے پر پہونچ گئے تھے کہ جب انکا بیڑا اس درجہ بے سروسامانی کی حالت میں ہے تو اس سے یقیناً کچھ نہیں ہو سکتا۔ ساموسیوں کی دیکھا دیکھی لسبوسیوں نے بھی وہی کیا۔ باقی جہاز اور خاصکر خیوسی دستہ نہایت بہادری سے لڑا۔ لیکن ایسی حالت میں یونانیوں کی شکست ناگزیر تھی اور سب سے زیادہ خیوسیوں کو ہی مصیبت کا منھ دیکھنا پڑا۔ انھوں نے اپنے جہاز تو راس میکالے پر چھوڑ دیے اور خشکی کے راستے سے شمال کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن جب وہ افِسُوس کے علاقے سے ہو کر گذر رہے تھے تو وہاں کے باشندوں نے (جنھوں نے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا) انھیں چور اور ڈاکو سمجھا اور انھیں اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ ان کے ملک میں کہیں ان عورتوں کی عصمت دری کرنے کو تو نہیں آئے ہیں جو تھسموفوریا* کے تہوار میں مشغول تھیں، اور ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا +

اس کے برعکس دیونی سیوس نے یہ دکھا دیا تھا کہ جب حالات اور واقعات مخالف ہوں تب بھی بہادری اور جانبازی کیا کچھ کر سکتی ہے۔ وہ تین فنیقی جہاز لے کر فنیقیہ گیا جہاں اس نے چند تجارتی کشتیاں گرفتار کیں۔ وہاں سے وہ سسلی چلدیا جہاں کے مغربی سمندر میں اس نے قرطاجنیوں اور اٹیرریوں کے خلاف چھاپے مارنا شروع کیے + غرض یہ ہے کہ خود غرض ہستیائیوس اور محب وطن دیونی سیوس دونوں نے اپنے

* تھسموفوریا ایک زنانہ تہوار تھا جو دیمیتر دیوی اور اس کی بیٹی پرسی فونے کے اعزاز میں اکتوبر کے اواخر میں ماہ پیانپسیون کی گیارہویں تاریخ کو منعقد ہوتا تھا۔

(مترجم اردو)

باب

مقاصد میں ناکامی کے بعد اپنی باقی ماندہ زندگی لوٹ مار میں صرف کی۔ اب ملطہ نے ہتھیار رکھدئے اور بغاوت کے چھٹے سال ایرانیوں نے اس پر قبضہ کر کے سب مردوں کو تہ تیغ کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو دریائے دجلہ کے کنارے پر شہر ایمپے بھیج دیا اور دیدیما کا حرم برباد و ویران کر دیا۔ ملطہ کے قدیم دوستوں اور خاصکر ایتھنزیوں کو اس کے زوال سے بے حد قلق ہوا اور جب شاعر فری نخوس نے اپنا درویہ "دتسخیر ملطہ" ایتھنزیوں کے سامنے پیش کیا اور اس کے ذریعے سے ان پر اس قدر اثر ڈالا کہ ان کے دل بھر آئے تو چونکہ اس نے ان کے غم و اندوہ کی یاد تازہ کی تھی اس لئے انھوں نے اس پر ایک ہزار درہم جرمانہ کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس بات سے شرمندہ تھے کہ انھوں نے ملطیوں کی کافی و شافی مدد نہیں کی تھی۔ ہستیایئوس نے چند روز اور ڈاکہ زنی جاری رکھی اور خیوس اور ایولیہ کو تباہ و ویران کر دیا۔ اس کے بعد اسے یونانیوں نے پکڑ لیا اور ارتافرنز اور ہرپاگوس نے جنھوں نے اسے گرفتار کیا تھا بمقام سارڈس اسے مصلوب کر کے اس کا سر داریوش کے پاس بھیج دیا۔ مگر داریوش کو ان کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور یہ کہہ کر کہ یہ ایک ایسے شخص کا عضو رئیس ہے جو ایران کے محسنوں میں سے تھا اسے مناسب اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کر دیا۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ ایرانی سیادت ایونیہ کا ہی مخالف تھا یا صرف چند صوبوں سے ہی اسے پرخاش تھی[؎۶۰]۔ جس سال ملطہ کی تسخیر عمل میں آئی ہے اس کے دوسرے سال ایرانیوں نے تمام ایونی قلیمی بلدیات پر قبضہ کر کے ان میں آگ لگا دی اور ان کے باشندوں کو غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ منجملہ جزائر کے

---

۵۸ اس بت خانے میں ایولو کا جو تانبے کا بت رکھا تھا جسے کاناخوس نے ڈھالا تھا اُسے ایرانی اپنے ساتھ ہمدان لے آئے۔ پوسانیاس ۱، ۱۶، ۳ اور دیگر کتب میں اس کا حوالہ دیا ہوا ہے۔

۵۹ ہیروڈوٹس ۶، ۲۱

۶۰ ہیروڈوٹس ۶، ۳۰ یہ خیال پیش کرتا ہے کہ ہستیایئوس صرف ارتافرنز کے ہی خلاف تھا۔

باب

لسبوس، تینیڈوس اور خیوس کا بھی بجنسہ یہی حشر ہوا۔ یہاں مردوں کو جانوروں کی طرح شکار کیا گیا اور ایرانیوں نے وہاں کے باشندوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جیسا حال کے زمانے میں ترکوں نے کیا ہے*۔ صرف ساموس اس لئے بچا رہا کہ اس نے ایران کی خدمات انجام دی تھیں مگر اسے بھی ایاکیس کو اپنا خود سر تسلیم کرنا پڑا +

ہم نے اس بغاوت کے بیان میں ہیروڈوٹس کا اتباع کیا ہے اور واقعات کی جو تاویل اس نے کی ہے اسے ہو بہو نقل کر دیا ہے۔ اس نے یہ قصہ نہایت عمدہ طرز سے ناٹک کے پیرائے میں بیان کیا ہے اور مختلف اشخاص کے ذاتی خصائل پر بہت زور دیا ہے + اگر ہم بعض حوالہ جات اور اشارات کو پیش نظر رکھیں جو اس کی تاریخ میں پائے جاتے ہیں اور خاص طور پر ہیکاتایوس کے حالات کو نظر انداز نہ ہونے دیں تو ہم اندرونی تاریخ کا مفصلہ ذیل تسلسل پائیں گے:- ایونی بلدیات میں ایک وطن پرست فریق تھا جس کا نصب العین یہ تھا کہ اپنے ملک کے کندھوں سے ایران کا جوا اتار کر پھینک دے۔ اس گروہ کا مرکز شہر ملطہ تھا اور اس کے بہت سے قائم مقام تعلیم یافتہ دائروں میں موجود تھے۔ انھیں اپنی قومی تاریخ کے واقعات خوب یاد تھے اور ان کی وہ قدر کرتے تھے۔ انھیں سلطنت ایران کی کمزوریوں کا بخوبی علم تھا اور ان کا سب سے ممتاز رکن ہیکاتایوس تھا + مگر یہ لوگ نہایت ہوشیار تھے اور ان کا خیال تھا کہ ایسی بغاوت کرنا جس کی کامیابی کی امید نہ ہو بالکل بے کار ہے + اس کے علاوہ بلدیات کی زمام حکومت خود سر حاکموں کے ہاتھ میں تھی جن کے تعاون اور ہم کاری کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا تھا بلکہ جن کا مفاد اسی میں مضمر تھا کہ ایرانی اقتدار قائم رہے + یہ محض ایک اتفاقی امر تھا کہ تمام خود سروں میں سب سے زیادہ ملطہ کے خود سر ایرانیوں سے متنفر تھے اور انھوں نے اپنے خودغرضانہ مقاصد کو پورا کرنے کی غرض سے محبان وطن کے گروہ سے بات چیت شروع کر دی + خود سر ارسطاغورس میدان تدبر میں کچھ مہارت رکھتا تھا۔ اس نے بلدیات کی آزادی کے مسئلے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور ساتھ ہی حلیف جمع کرنے شروع کئے۔ ابتدا میں تو اس نے جنگ کا تمام و کمال کام اپنے ذمہ لیا، لیکن اس نے اس کی نگرانی حسب دلخواہ نہیں کی اور جب یونانی افواج کی پسپائی کے بعد ایرانی سپاہ نے ایونی بلدیات پر حملہ کیا تو دفعتہً انتظام اس کے قابو سے باہر ہو گیا اور

* اگر فاضل مصنف بجائے "ترکوں" کے "یونانیوں" کا لفظ لکھتا تو یقیناً واقعات کے مطابق ہوتا۔ مترجم اردو

باب

اس نے اور ہیکاتایوس نے بحری قزاقی کے میداں میں پناہ لی۔ اب جنگ کی صورت پہلے سے ذرا پھر بہتر ہو گئی، مگر بد قسمتی سے فوج میں تادیب و ترتیب کا نام بھی نہ رہا تھا۔ غرض یہ ہے کہ اس لڑائی کا نتیجہ یونانیوں کے حق میں مضر ثابت ہوا اور سب سے پہلے جنھوں نے ہتھیار رکھے وہ جنوبی حلیف یعنی قبرسی تھے۔ اس کے بعد ایران نے اپنی تمام قوت ایونیہ کے خلاف صرف کر دی۔ جس وجہ سے آخر کار پانسہ ایرانیوں کے موافق پلٹ گیا وہ ایک تو یونانیوں کی نااتفاقی تھی اور دوسرے یہ بات تھی کہ یونانی فوج میں معمولی قابلیت کا بھی کوئی کماندار نہ تھا۔ الغرض بدانتظامی رفتہ رفتہ غداری کی صورت میں تبدیل ہو گئی اور ساموس کی علٰحدگی کے بعد ایونیہ کا خاتمہ ہو گیا۔

ایرانیوں نے ہیلیسپونت، بحیرہ مرمرہ اور باسفورس کے بلدیات کو تسخیر کیا؛ بائی زنطہ اور کالکیدون کے باشندے میسیمبریا بھاگ گئے اور ایرانیوں نے ان شہروں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ ان واقعات سے کچھ عرصہ پیشتر ملتیادیس نے ایتھنزیوں کے نام سے لیمنوس اور امبروس پر قبضہ کر لیا تھا لیکن اب اسے ان جزیروں کو چھوڑ کر ایتھنز بھاگ آنا پڑا[11]۔ ادھر ارتافرنز نے مفتوحہ اضلاع کا انتظام ترتیب دیا اور ہیرو ڈوٹس کے بیان کے بموجب چند نہایت مفید قوانین جاری کرائے۔ اس نے جملہ بلدیات کو ایک دوسرے سے ایسے معاہدے کرنے پر مجبور کیا جن کی رو سے انھیں آیندہ باہمی تنازعات پنچوں کے سپرد کرنے پڑے۔ اس کے علاوہ اس نے تمام ممالک کی پیمائش کرا کر خراج کا تعین کیا اور ہیرو ڈوٹس کا بیان ہے کہ اس کے زمانے میں خراج کی یہی تعداد تھی۔ ان سب اصلاحوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ اندرونی آزادی کے اعتبار سے ان کی حالت پہلے سے بھی بہتر ہو گئی۔ ایرانی حکومت نے یونانی ساحلی بلدیات کے برتاؤ میں ترتیب دہی اور تنظیم آوری کا ثبوت دیا، اور حقیقت یہ ہے کہ بعض امور میں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھیں ایونیوں کا مفاد خود ایونیوں سے

---

[11] ہیرو ڈوٹس ۶، ۱۴۰ اور ۶، ۱۴۳، ۱۴۴۔ ان جزیروں کی فتح کی تاریخ کا ہنوز تیقن نہیں ہوا۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ایونیائی معیار کی قدیم طرز کی جو درہمی جو تھریسی خرسونیز میں برآمد ہوئی ہے جس کے ایک جانب محافظ دیبی کی شبیہ کندہ ہے اور جس کا ذکر ہیڈ نے صـــ۲۲۲ پر کیا ہے وہ دراصل ملتیادیس کی حکومت کی یادگار ہے۔ ہیڈ اس سکے کو ۵۱۵ ق م سے ۴۸۰ ق م تک کا خیال کرتا ہے۔

باب۱ بھی زیادہ ملحوظ تھا +

جس طرح ایرانیوں نے بلاد شمالی کو اپنا مطیع کر لیا تھا اسی طرح جنوب میں بھی اپنا اثر پیدا کیا + سرنہ کے خاندان باتیس کا فرماں روا شاہ آر کے سی لاؤس سوم شہنشاہ کیکاؤس کا مطیع ہو گیا، اور جب کسی نے اسے برقہ میں قتل کر دیا تو اس کی والدہ فیرے تیمے نے مصر کے ایرانی صوبہ دار اریاندزے سے مدد کی درخواست کی[۱] آخر کار برقہ پر قبضہ ہو گیا، فیرے تیمے کے دشمنوں کا نہایت بے رحمی سے خاتمہ کر دیا گیا، اور ایرانی فوج برابر یوسس پیریدیس تک بڑھتی چلی گئی + باتیس کے خاندان نے پانچویں صدی ق م کے وسط تک سرنہ پر ایران کی برائے نام ماتحتی میں حکومت کی +

نوٹ باب ۱

اس باب کے واقعات کے لئے ہماری سند ہیروڈوٹس ۵، ۲۸ تا ۶، ۴۲ ہے لیکن ساتھ ہی ہمیں تنقید کے اس اصول کا اتباع کرنا چاہئے جس سے بیانات زباں زدعام میں سے قصے کہانیوں کو حقیقی واقعات سے جدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے + لیکن اگر ہیروڈوٹس کسی خاص شخص کے مقاصد کا حال نہیں بھی بیان کرتا پھر بھی ہمیں اس شخص کے مقاصد کی طرف اپنا ذہن منتقل کرنا چاہئے + ممکن ہے کہ ہیروڈوٹس کے بیان کا ایک جزو خود ہکاتایوس کی اطلاع پر مبنی ہو + دیودوروس کے جزد ۱۰، ۲۵ میں چند دلچسپ واقعات کا اعادہ کیا گیا ہے + جو واقعات اس کتاب کے پہلے باب سے ساتویں باب تک آئے ہوئے ہیں ان کے لئے کوکس: "یونانی مدبروں کی سوانح عمریاں" جلد ۱ (لندن ۱۸۸۵ء) کا مطالعہ کیا جائے +

[۱] سرنہ کے واقعات کے لئے ہیروڈوٹس ۴، ۱۴۵ تا ۱۶۷ اور ۲۰۰ تا ۲۰۵، اور پوسولٹ ۲، ۱۲ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے + برقہ کی ایرانی پیش قدمی زیادہ سے زیادہ ۵۱۶ ق م کے موسم خزاں میں ہوئی ہوگی +

باب (۲)

ماراتھون

ایرانیوں نے یونانیوں کے خلاف انتقامی جنگ بہت جلد شروع کردی۔ انھوں نے بری فوج کو ہیلسپونٹ روانہ کیا۔ اور داریوش کا نوجوان داماد مہرنوش اندرون ایشیائے کوچک سے سلیسیہ آکر بذات خود ایرانی بیڑے کو ایونیہ لے گیا اور وہاں پہونچتے ہی خودسر حکومتوں کی جگہ جمہوریتیں قائم کرکے (سنہ ۴۹۳ ق م میں) سیدھا مقدونیہ جاکر[۱] اس ملک کو اپنا مطیع و فرماں بردار کرلیا۔ اس سے پیشتر بھی میگا بازو نے مقدونیہ کو ایران کا دست نگر کرنے کی کوشش کی تھی مگر چونکہ ایرانی سفیر سختی اور تیز مزاجی سے پیش آئے تھے اس لئے اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی اور سکندر ولی عہد مقدونیہ نے ایک چال چلکر تمام ایرانی ترکیبوں کو برباد کردیا تھا[۲]۔ اس جدید مہم کا ظاہری مقصد یہ تھا کہ ایرانی اتیھنز اور ایریتریا کو اپنے کردار کی سزا دیں۔ لیکن درحقیقت ایران کی یہ خواہش تھی کہ اپنا حلقۂ اثر وسیع کرے۔ ہیروڈوٹس اپنی کتاب کے تیسرے مقالے میں بیان کرتا ہے کہ جب داریوش نے اسکیتھیہ پر حملہ کیا ہے اسی وقت سے اس کی نگاہیں یونان کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ اور

---

[۱] مہرنوش کی کارگذاریوں کے عام حالات پر ڈنکر شبہ کرتا ہے (۷، ۵، ۶۹)۔ لیکن ایک ہوشیار ایرانی کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ مختلف یونانی بلدیات کو ایران کا دست نگر رکھے اور طرز حکومت کی مطلق پروا نہ کرے۔ ابتدائی دور کے ایرانیوں میں مہرنوش ہی ایسا تھا جو یونانی خیالات کی سب سے زیادہ رعایت کرتا تھا۔

[۲] ہیروڈوٹس ۵، ۱۷، ۲۲۔

باب

کرتوتوں کے طبیب ڈیموکیدیس نے جس کا دربار ایران میں بہت کچھ رسوخ تھا پہلے تو اپنے آپ کو دیار مغربی میں جاسوس مقرر کرا یا اور جب جنوبی اٹلی پہونچا تو یک لخت ایران کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہی وجہ تھی کہ مہرنوش نے سب سے پہلے دولتمند جزیرہ تھاسوس پر حملہ کیا جس نے ایرانیوں کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کی تھی۔ لیکن اس مہم کا بہت جلد خاتمہ ہوگیا۔ جب بیڑا راس کوہ آتھوس کا چکر لگا رہا تھا تو اسے ایک طوفان نے آگھیرا جس میں اس کے تین سو جہاز برباد ہوگئے۔ اس مہم میں ایرانی فوج کے کل بیس ہزار سپاہی مارے گئے اور سیکڑوں کو مچھلیاں کھا گئیں۔ اُس طرف بری فوج پر بریگی قوم نے حملہ کردیا اور خود مہرنوش ان سے لڑتے ہوئے زخمی ہوگیا اور گو بریگی ہی مغلوب ہوئے لیکن مہرنوش مزید اقدام کا خیال چھوڑ کر خود ایشیا واپس چلا گیا۔ ان واقعات کے دو سال بعد (یعنی ۴۹۱ ق م میں) ایرانیوں نے تھاسوس کی مکمل تسخیر کرلی اور اس طرح ان کے ہاتھ ایک ایسا جزیرہ آگیا جس کی سونے کی کانوں ہی سے دو سو تین سو تالنٹ* سالانہ کی آمدنی تھی اور ان کانوں میں سے بعض تو خاص جزیرے میں اور بعض مقابل کے ساحل پر واقع تھیں۔ ایرانیوں نے تھاسوسیوں کو اپنی فصیلیں منہدم کرنے اور اپنے جہاز ابدیرا روانہ کرنے پر مجبور کیا۔ تھریس میں ایرانی قلعہ جات تعمیر کئے اور اس طرح مقدونیہ تک تمام ملک کو اپنا باج گذار بنالیا۔

اب داریوش نے ایک جدید حملے کی تیاریاں شروع کیں۔ اس نے ایک طرف تو ایران میں ایک نیا لشکر آراستہ کیا اور دوسری جانب اپنے قاصد یونانیوں کے پاس روانہ کئے تاکہ اطاعت اور فرماں برداری کی نشانی کی طور پر ان سے مٹی اور پانی کا مطالبہ کریں۔ اس کے جواب میں اقلیم یونان کے بہت سے باشندوں اور تمام جزائری یونان نے (جن میں آئی گینا کے باشندے شامل تھے) سر تسلیم خم کردیا۔ لیکن جب یہ سفیر ایتھنز اور اسپارٹا پہونچے تو ان کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ انھیں ایک گڑھے میں ڈھکیل دیا گیا اور ان سے یہ کہا گیا کہ بہتر ہے تم اپنے

ڈیموکیدیس کے لئے ہیروڈوٹس ۳، ۱۲۹ تا ۱۳۸۔

* ایک تالنٹ = تقریباً ۱۴۶۳ روپیہ۔ (مترجم اردو)

باب ۲

آقا کے لئے مٹی اور پانی یہیں سے لے جاؤ گے۔ اس موقع کو غنیمت جان کر اتھنزیوں نے اسپارٹیوں سے (جو یونانی قوم کے گویا سردار تھے) آئی گینا کی غداری کی شکایت کی اور شاہ کلیومینیس سرغنہ لوگوں کو گرفتار کرنے کی غرض سے خود آئی گینا گیا۔ لیکن آئی گینیوں نے اس کا مقابلہ کیا اور ان میں سے ایک شخص کریوس نے یہ دلیل پیش کی کہ اول تو کلیومینیس کو اتھنزیوں نے رشوت دیدی ہے دوسرے انھیں اس کی ضرورت نہیں کہ وہ اسپارٹا کے صرف ایک ہی بادشاہ کے احکام کو کافی سمجھیں حقیقت یہ ہے کہ آئی گینیوں کے دل میں جس شخص نے یہ خیالات ڈالے تھے وہ خود اسپارٹا کے بادشاہ کلیومینیس کا ساتھی دیمارا توس تھا ان حالات کا اندازہ لگا کر کلیومینیس نے اسپارٹا واپس جانا ہی قرین مصلحت سمجھا لیکن ساتھ ہی اس نے یہ تہیہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ دیمارا توس سے ضرور انتقام لے گا+ اسپارٹا پہونچ کر اس نے لوگوں کو ایک پرانہ قصہ پھر یاد دلایا وہ یہ کہ دیمارا توس شاہ ارسطون کا بیٹا نہیں بلکہ ملکہ کے پہلے شوہر کی اولاد ہے+ اس سے پہلے بھی یہ قصہ اسپارٹیوں کی زبان پر تھا لیکن کسی شخص نے اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا تھا۔ اب لیوتی کدیس نے جو یوری پونتد خاندان کی شاخ اصغر کا سرگروہ تھا حلف لے کر اسے بیان کیا اور ڈلفیہ ہی سے اصل حال دریافت کیا گیا تو اس نے بھی یہی تجویز کیا کہ دیمارا توس کسی نہایت معمولی شخص کا بیٹا ہے+ غرض کہ اسپارٹیوں نے دیمارا توس کو تخت سے اتار کر اس کی جگہہ لیوتی کدیس کو بادشاہ بنا دیا اور دیمارا توس کو ایران بھاگ جانا پڑا+ ادھر کلیومینیس اور لیوتی کدیس دونوں نے آئی گینا کا رخ کیا اور غالباً ۴۹۱ ق م میں) وہاں کے دس امراء کو بطور یرغمال گرفتار کر کے اتھنزیوں کے حوالے کر دیا[۵۰]

---

[۴۹] ہیرو ڈوٹس ۷، ۱۳۳۔ اس پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ڈنکر (۷، ۵، ۱۰۰) اور بعض دیگر مورخوں کا خیال ہے کہ اتھنزیوں نے قاصدوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا، لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ ثبوت نہیں دیا جاتا +

[۵۰] ہیرو ڈوٹس (۶، ۵۰ وغیرہ) کے بیان سے آئی گینا کے بیچ در بیچ واقعات کی ترتیب ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ اس موضوع کے لئے اس کتاب کے تیسرے باب کا مطالعہ کیا جائے +

باب ۲

داریوش نے اپنے بھتیجے ارتافرنز اور داتس باشندہ مدیہ کو اس مہم کا سربراہ کار مقرر کیا اور یہ چھ سو نئے جہاز لیکر روانہ ہوئے[1]۔ اس مرتبہ فوج ساحل کے کنارے کنارے نہیں بلکہ براہ راست جزائر کیکلادیس کی طرف چلی اس لئے کہ جیسا ہیروڈوٹس کا خیال ہے اول تو ایرانیوں نے یہ مناسب ہی نہیں سمجھا کہ اپنے پچھلے تجربے کے بعد بھی کوہ آتھوس کا دورہ کریں اور دوسرے اس نئے راستے سے وہ اپنے مطمح نظر یعنی اقلیم یونان بہت جلد پہونچ سکتے تھے۔ راستے میں انھوں نے جزیرہ ناکسوس کو تسخیر کرکے اس کے باشندوں کو غلام بنا لیا۔ لیکن جب وہ جزیرہ دیلوس پہونچے تو اسے انھوں نے ہاتھ نہیں لگایا اس لئے کہ یہ جزیرہ اپولو اور ارتیمس کا جنم بھوم تھا[2]۔ آخرکار ایرانی جزیرہ یوبیہ میں لنگرانداز ہوئے۔ یہاں کے شہر کارستوس نے جو ایتھنز اور ایرتریا کا حلیف تھا کچھ تامل کے بعد ان کا ساتھ دیا۔ لیکن ایرتریا خود متواتر ان کے خلاف رہا۔ ایرتریا میں تھوڑی سی ایتھنزی امدادی فوج موجود تھی مگر ایسکینیس کے کہنے سے وہ بھی چھوڑ کر چلی گئی تاکہ شہر کی تسخیر کے بعد (جو ناگزیر تھی) یہ دستہ بھی مشکلات میں نہ پھنس جائے۔ ایرتریا نے چھ روز متواتر مقابلہ کیا لیکن اس کے بعد یوفوربوس اور فلاگردس ایرانیوں سے مل گئے اور ان کی مدد سے ایرانیوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ شہر تاراج کر دیا گیا اور باشندوں کے گلوں میں غلامی کے طوق ڈال کر انھیں سوس کے قریب شہر اردریکا منتقل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ایرانی آبنائے کو عبور کرکے اٹیکا آئے اور ہپیاس کے کہنے سے (جو ان کے ساتھ تھا) ماراتھون پر لنگرانداز ہوئے۔ یہاں انھیں ایک بڑا فائدہ تھا، وہ یہ کہ یہ حصہ ملک بالکل مسطح تھا اور وہ اپنی سواری سے بخوبی کام نکال سکتے

---

[1] ڈنکر (۷، (۵)، ۱۱۴) کا خیال ہے کہ اس مہم میں ستر ہزار ایرانی سپاہی اور نوے ہزار ملاح شریک تھے۔ لیکن بوسولٹ سپاہیوں کی تعداد ساٹھ ہزار بتاتا ہے۔ اور ویلبروک (ص۱۱) کا تخمینہ ہے کہ فوج میں دس سے پندرہ ہزار تک تیرانداز، اور ایک ہزار سوار تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ موخرالذکر تخمینہ واقعی تعداد سے بہت کم ہے۔

[2] ممکن ہے کہ ایرانیوں نے اپولو کو روشنی کے دیوتا کا قائم مقام سمجھا ہو۔ لیکن وہ اس کا بھی ہمیشہ لحاظ نہ کرتے تھے، اور انھوں نے دیلوس کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ان کے تدبر و تدبیر پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

باب ۵

تھے۔ ساتھ ہی یہاں خاندان پی ستراتوس کے بہت سے ساتھی موجود تھے اور ایرانیوں کو ان سے ہمدردی کی اُمید تھی ۵۹

۵۹ جنگ ماراتھون کا اولین حال ہیروڈوٹس ۶، ۱۰۲ تا ۱۲۰ میں دیا ہوا ہے ۔ مگر نیپوس کی سوانح عمری ملتیا دیس میں جو ذکر ہے وہ ہیروڈوٹس سے مختلف ہے اور غالباً اس کا دارومدار ایفوروس پر ہے ۔ جسٹن کی کتاب موسومہ "خطابات" ۲، ۹ میں جو تذکرہ ہے وہ بالکل بے کار ہے ۔ اس امر کو کہ ہیروڈوٹس اس کا ماخذ سمجھا جائے ھر' سوبووا نے اپنے مضمون "روایات متعلق جنگ ماراتھون" (مطالعہ جات وائنا" ۱۸۹۴ء) میں بالکل صاف کر دیا ہے + حال میں جنگ ماراتھون پر بہت غور و خوض کیا گیا ہے اور مخصوص طور پر چار نقطہ ہائے نظر کو ملحوظ رکھا گیا ہے یعنی اسناد کی تنقید، واقعات مردی کو ملحوظ رکھ کر قیاس غالب اور جغرافی اور جنگی زاویۂ نگاہ + اس موضوع پر جو تصانیف اہم ترین ہیں وہ مفصلہ ذیل ہیں:۔

کرتیوس:۔ تاریخ یونان" جلد ۲ +

کامپ:۔ جنگ ماراتھون" ۱۸۶۷ء +

دیوو:۔ "یادداشت متعلق جنگ ہائے مدیہ" (کارروائی انجمن شاہی بلجیم - جلد ۱۴)۔ بروسلز ۱۸۷۵ء +

دیکلائن:۔ "روایات جنگ ایران" میونخ اکاڈمی ۱۸۷۶ء +

لیولنگ:۔ ماراتھون کے جغرافی حالات ۱۸۷۶ء +

نیوتھے:۔ جنگ ماراتھون" ۱۸۸۱ء +

کاساگراندی:۔ جنگ ماراتھون" جنوا ۱۸۸۲ء

فلائش مان:۔ "جنگ ماراتھون"

لیور:۔ "سالیانہ لسانیات قدیمہ" جلد ۱۲۷ +

ڈنکر:۔ تاریخ یونان جلد ۷ +

ڈنکر:۔ ملتیادیس کا طرز جنگ آزمائی اور حرکات حربی" روئداد برلن اکاڈمی ۱۸۸۶ء

باب ۵

جب ایتھنزیوں نے سنا کہ ایرانی فوج ساحل پر اتر پڑی ہے تو وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے دس سپہ سالاروں کی سرکردگی میں آگے بڑھے جن میں سے ایک ملتیادیس بھی تھا۔ جب وہ خرسونیز میں خودسر تھا تو اس نے دریائے ڈینیوب پر داریوش کی مخالفت کی تھی اور اسے محض ایرانیوں کی پیش قدمی کے سبب سے اپنا تخت چھوڑ دینا پڑا تھا۔ جب وہ ایتھنز واپس ہوا تو اس کے طرز حکومت کی بنا پر اس پر مقدمہ دائر کیا گیا اور جو الزام اس پر لگایا گیا تھا اگر وہ ثابت ہو جاتا تو یقیناً اسے سزائے موت برداشت کرنی پڑتی، لیکن غالباً چونکہ اس میں اور ایرانیوں میں باہمی عداوت تھی اور اس نے ایتھنز کے لئے جزائر امبروس و لیمنوس فتح کئے تھے اس لئے اسے رہا کر دیا گیا۔ اب چونکہ وہ ایرانیوں کے خصائل سے بخوبی واقف تھا اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۵

ویلبروک:۔ جنگ ایران و جنگ برگنڈی" برلن ۱۹۰۳ء

اسناد کے مسئلہ کے علاوہ ان تصانیف پر مفصلہ ذیل امور پر بحث کی گئی ہے: (۱) جب ایرانیوں نے ماراتھون کے میدان کا محض اسی لئے انتخاب کیا تھا کہ ان کا سوار جب دلخواہ کام دے سکے (ہیرودوٹس ۶، ۱۰۲) تو پھر اس سوارے نے اس جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا؟ کرتیوس کہتا ہے کہ غالباً اس کی وجہ ہوگی کہ وہ اسی وقت ساحل پر اترے تھے۔ ڈیو و غالباً ایسوکراتیس کا اتباع کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس وقت تک سوارہ ساحل پر اترا ہی نہیں تھا، ویلبروک ص۶۰۔ (۲) جنگ دراصل کس جگہ ہوئی؟ اس کے لئے لولنگ اور اشٹین برگ کا خاص طور پر مطالعہ کیا جائے۔ (۳) کیا ایفوروس کا اتباع کرتے ہوئے نیپوس نے جنگ کا حال اپنے پیشرو سے بہتر قلمبند کیا ہے (ویلبروک ص۶۵) (ایرانی حملے کی یونانیوں نے آخری لمحے پیش بندی کر لی تھی) اس کے بعد چند ثانوی اہمیت کے مسائل باقی رہ جاتے ہیں۔ (۴) ایتھنزی سپہ سالاروں نے کب اور کہاں مشورہ کیا اور اس مشورے کا کیا نتیجہ نکلا؟ دیکھو بوسولٹ ۲، ۵۸۰، (۵) مختلف فیولے (قبیلے) کس ترتیب سے کھڑے کئے گئے تھے؟ (دیکھو بوسولٹ ۲، ۱۰، د)، (۶) ڈھال کے اشارہ کا کیا مطلب تھا؟ (دیکھو کوس۔ د۔ مدبران یونان" ۲، ۶۳، وغیرہ)۔ (۷) ایتھنزی ایتھنز کی طرف کیوں پسپا ہوئے؟ (دیکھو میولر اشٹروبنگ:۔ جریدہ لسانیات قدیمہ" ۱۹۱۱۔ ص۴۴۲ وغیرہ)۔

اپنی جنگی قابلیت کا سکہ جما چکا تھا اس لئے اسے دس سپہ سالاروں (استراتی گور) میں شامل کرلیا گیا (اگرچہ وہی ملتیادیس ہے جو ۵۲۴ق م میں ارخن اعلیٰ تھا تو ۴۹۰ق م میں اس کی عمر کم از کم ۶۵ سال کی ہوگی)۔ سپہ سالاروں میں جو شخص سب سے ذی اثر تھا وہ پولیمارخ کالی ماخوس تھا۔ ہم آگی لینا کے معاملے کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنز نے اسپارٹا کی سیادت عملی طور سے تسلیم کرلی تھی اور فوج وغیرہ ایتھنز ہی میں تھی کہ ایک تیز رو ہرکارہ فلیپیدیس مدد طلب کرنے کی غرض سے اسپارٹا روانہ کیا گیا جب وہ کوہ پار تھے نیون پر پہونچا جو تگیا کے قریب واقع تھا تو اُسے پان دیوتا کی آواز آئی کہ ایتھنزی اس کی مدد پر بھروسہ کرسکتے ہیں۵ اور جب ایتھنز کو فی الواقع فتح نصیب ہوئی تو انھوں نے اس دیوتا کے اعزاز میں اکروپلس کے پائیں ایک بت کدہ تعمیر کردیا۔ فلیپیدیس دوسرے دن اسپارٹا پہونچ گیا اور ایتھنز کا پیام اسپارٹیوں کو پہونچا دیا۔ اس کے جواب میں اسپارٹیوں نے مدد کا وعدہ کرلیا لیکن فوری امداد سے اپنی معذوری ظاہر کی اور کہا کہ چودھویں رات کے چاند سے پیشتر وہ کسی قسم کی مدد نہیں کرسکتے۔ جس کی وجہ آخر کار بلا اسپارٹی امداد کے ہی ایتھنزیوں کو ایرانی حملے کی مدافعت کرنی پڑی + لیکن جب وہ ماراتھون کے قریب ہرقلیس کے مقدس حرم میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو ان کے پاس ایسی سمت سے کمک پہونچی جس کی انھیں قطعاً امید نہ تھی یعنی پلاٹیہ نے اپنا تمام و کمال لشکر جس میں ایک ہزار سپاہی تھے ایتھنزیوں کی مدد کے لئے بھیجدیا اور ان کے آنے کے بعد (اسناد مابعد کے مطابق) ان کے پاس دس یا گیارہ ہزار کی جمعیت ہوگئی۔ ایتھنزی کوہ

---

۵ ہیرو ڈوٹس ۶، ۱۰۶ مع حواشی اشٹائن + اسپارٹی اس اصول سے واقف تھے کہ مذہبی رسوم و فرائض کو دنیوی مقاصد کے لئے کس طرح استعمال کرنا چاہئے۔ لیکن جب کبھی ان کے یہاں کوئی مذہبی تہوار ہوتا تو اس وقت وہ ایسے مہمات سے بھی باز رہتے تھے جن سے فائدہ کی امید تھی (تسخیر پیلوس۔ طوسی دیدش ۴، ۵ اور ۵، ۷۵) + پھر ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ جب انھوں نے دیکھا کہ مہم تہوار سے زیادہ اہم ہے تو انھوں نے تہوار کو ملتوی کردیا (طوسی دیدش ۵، ۸۲) + اسی طرح کورنتھیوں نے ایک مرتبہ ایک مہم کو خاکنائے کے میلے کی وجہ سے ملتوی کردیا (طوسی دیدش ۸، ۹) + مقابلہ کرو بوسولٹ ۲، ۶۹ +

باب ۲ پہنتے لیکوس کی شمالی چوٹیوں سے گذرتے ہوئے (جہاں سے وہ یوبیہ کے پہاڑوں اور ایرانی فوج اور بیڑے کو دیکھ سکتے تھے) مارا تھون کے میدان میں پہونچ کر اسی گھاٹی میں رک گئے جہاں دونوں طرف چٹانیں ہونے سے وہ محفوظ تھے۔ یہ گھاٹی غالبًا وہی ہے جسے اب اوبونا کہتے ہیں اور جو ورانا سے شمال کی جانب چلی گئی ہے۔ ایرانی پڑاؤ ان کے مشرق کی طرف تھا اور ان کی پشت پر جو دلدل تھی اس کا رخ سمندر کی جانب تھا؛ اس طرح وہ ایتھنزیوں کے بالکل مقابل نہیں بلکہ ترچھے کھڑے ہوئے تھے۔ جب ایتھنزیوں نے اس کا اندازہ کیا کہ ایرانی ان سے تعداد میں زیادہ ہیں تو ان کے دل میں طرح طرح کے شبہات پیدا ہو گئے اور وہ سوچنے لگے کہ ان کے لئے وہاں جنگ کرنا مناسب ہے یا نہیں۔ سپہداروں میں اختلاف رائے ہو گیا اور پانچ حملے کے موافق اور پانچ خلاف ہو گئے گویا کہ کثرت رائے حملے کے موافق نہیں تھی[۱]۔ ملتیادیس کی یہ رائے تھی کہ اس قسم کا حملہ ناگزیر ہے اور اس نے اپنی رائے کا اظہار فورًا پولیمارخ کے پاس جاکر کیا اور کہا ہر شخص کی فلاح و بہبودی اسی میں ہے کہ ایرانیوں پر فورًا حملہ کر دیا جائے ورنہ ایتھنز میں فساد برپا ہو جانے کا اندیشہ ہے اور ممکن ہے کہ جو لوگ محبان وطن نہیں ہیں وہ شہر کو اغیار کے قبضے میں دے دیں + جب مجلس جنگ میں یہ مسئلہ پیش ہوا تو کالی ماخوس نے حملے کے موافق رائے دی اور حالات موجودہ کے اعتبار سے اسی کی رائے کے مطابق قرار داد منظور ہوئی۔ چونکہ ہر سپہدار ایک ایک دن کمان کرتا تھا

---

[۱] دراصل یہ مسئلہ مجلس جنگ میں پیش ہی نہیں کیا گیا۔ صرف یہ امر زیر بحث تھا کہ خود حملہ کیا جائے یا دشمن کے حملے کا انتظار کیا جائے۔ ملتیادیس کا خیال تھا کہ حملہ کرنے میں نقصان ہی نقصان ہے بمقابلہ کیا جائے، ڈنکر، (۵) ۱۲۵ حاشیہ ۱ + ملتیادیس نے اس خطرے کو جو ایرانی سواروں کے حملے سے پیش آتا فورًا جارحانہ کارروائی شروع کر کے رفع کیا + ہیرودوٹس (۶، ۱۱۲) ہمیں اس واقعے کا علم کہ ایرانی لشکر کے ایک جزو کو یونانیوں نے دلدل میں بھگا دیا؛ پوسانیاس کی اس تصویر سے ہوتا ہے جو "ایوان بوقلموں" میں تھی (۱، ۱۵، ۳) + ڈلبریوک کا خیال ہے کہ دس سے پندرہ ہزار تک یونانی پندرہ ہزار ایرانی تیراندازوں اور ایک ہزار سواروں کے خلاف لڑے، اور اسے اس بات کا یقین نہیں ہے کہ آٹھ استادیا متواتر

باب

اس لئے ان سپہ داروں نے جو ملتیادیس کے ہم خیال تھے اپنی اپنی کمان کا حق اسی کو منتقل کر دیا۔ لیکن ملتیادیس نے اپنی باری کے دن کا انتظار کیا اور جب وہ دن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۸

یلغار کی گئی ہو۔ وہ یہ فرض کر لیتا ہے کہ ایرانیوں نے یونانیوں پر (جو ایک محفوظ مقام پر تھے) حملہ کرنے کی غرض سے پیش قدمی کی۔ اور یونانیوں نے ان کی پیش بندی کرکے ان پر دوہرے جیوش میں یلغار کی (''جس کے معنی یہ ہیں کہ جنگ مافعا نہ تھی کہ لیکن لشکر کے بازو آگے بڑھے ہوئے تھے'' صفحہ ۸۶)۔ لیکن اس کے علاوہ ''یلغار کرکے'' حملہ کرنے کی اور بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ مثلاً زینوفون کی کتاب ''اقدام کورسش'' (۱، ۸، ۱۸) میں ذکر ہے کہ جنگ کوناکسا کے موقع پر (جو میدان میں واقع ہوئی تھی) لشکر آہستہ چلتے چلتے دوڑنے لگا۔ اور طوسی ویدیس (۶، ۹۶) کہتا ہے کہ سرقوسہ میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ بلاشبہ کوئی اس بات سے واقف نہ تھا کہ دشمن سطح مرتفع پر ہے جہاں یلغار کرکے پہونچ سکتے ہیں (۶۔ ۷، استنادیا)۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ماراتھون کا حملہ قابل یادگار رہے گا۔ بہر نوع دو امور قابل تذکرہ ہیں۔ اول تو یہ کہ دوڑنے میں یونانیوں کا کوئی ثانی نہ تھا اور اولمپیا میں گرمی کے انتہائی شدت کے زمانے میں دوڑیں لگائی جاتی تھیں۔ دوسرے اس موقع پر کم از کم کچھ دور تک یونانی نشیب کی طرف دوڑے اور اس واقعہ کا ڈیلبریوک نے کافی لحاظ نہیں کیا ہے۔ بدیں وجہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ یونانیوں نے ضرور جد و جہد کی ہوگی۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمیں اس کا علم نہیں کہ وہ کس تیزی سے دوڑے۔ ڈیلبریوک کہتا ہے کہ اس دوڑنے سے سپاہی تتر بتر ہو گئے۔ مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ ایرانیوں نے محض تیراندازی پر اکتفا کیا اس لئے انھوں نے یونانیوں کے قریب آنا ہی نہیں چاہا اسی وجہ سے یونانیوں کو اتنا موقع مل گیا کہ وہ اپنے جیش کو از سر نو مرتب کر لیں۔

میں ان مورخوں سے متفق نہیں ہوں جو محض اس وجہ سے کہ قدیم

باب ۲ آپہونچا تو اسی وقت حملے کے لئے تیاری شروع کی + رواج کے مطابق پولیمارخ واہنے بازو پر تھا' دس قبیلے ترتیب سے ایک دوسرے کے برابر کھڑے ہوتے تھے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۹ ملاحظہ ہو

وقائع و اخبار میں ایرانی سوارے کا ذکر نہیں طرح طرح کے شکوک کو اپنے دل میں جگہ دیرہے ہیں۔ جنگ پلاتیہ کی تفاصیل سے واضح ہوتا ہے کہ عام طور پر ایرانی سوارہ یونانیوں کے خلاف بالکل بے کار رہتا۔ اور ماراتھون میں یونانیوں نے اس تیزی کے ساتھ پیش قدمی کی کہ ایرانی تعجب وتحیر میں ہی میں رہے اور جلدی میں ضروری احکام بھی نہ دے سکے جس کی وجہ سے وہ اپنے سوارے کو کافی سرعت کے ساتھ میدان جنگ میں نہ لاسکے' اور ظاہر ہے کہ جب دست بدست لڑائی شروع ہوئی تو پھر سوارے کے کام میں لانے کا وقت نکل چکا تھا + ڈیلبریوک نے اپنی تحقیقات سے جو نتائج سوارے کی عام قابلیت اور اہلیت کے متعلق اخذ کئے ہیں ان میں ہمیں کچھ ترمیم کردینی پڑے گی سو اسے ممکن سمجھتا ہے کہ سوارہ یونانی جیوش (Phalanxes) کو عقب اور جناح سے معتد بہ نقصان پہونچا سکتا ہو' درانحالیکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ سوئیزرستان کے سپاہی اپنی فوج کو بہ شکل مستطیل ترکیب دے کر ہر طرف سے مدافعت کرنے کے عادی تھے + بلاشبہ ان دونوں صورتوں میں فرق ضرور ہے۔ لیکن اگر یہ واقعہ ہے کہ سب سے زیادہ قابل اعتماد سپاہی بازوؤں پر کھڑے کر دئے جاتے تھے تو اس کی وجہ یہ ہی ہے کہ وہ فوجی تادیب کے اصول کے ماہر تھے اور اپنے نیزوں کے ذریعے سے جناحی حملوں کی ہر وقت مدافعت کرسکتے تھے۔ ایسی حالت میں ڈیلبریوک کا یہ قیاس کہ ایرانی سوارہ باترتیب و باتادیب یونانیوں کے لئے اتنا ہی خطرناک ثابت ہوتا جتنا معمولی سپاہیوں کے لئے' بالکل غلط ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہر سپہ سالار اپنے وسائل کو عمدہ طور پر استعمال کرتا تو واقعات ڈیلبریوک کے قیاس کے مطابق رونما ہوتے۔ لیکن نہ تو یہ ہمیشہ ہوا اور نہ جنگ یونان و ایران سے اس کی مثالیں ہی ملتی ہیں۔ بہ نسبت اس زمانے کے سپہ سالاروں کے آجکل کا سپہ سالار ہر قسم کے ممکنات کو پیش نظر رکھ سکتا ہے اور چونکہ انھیں کسی قسم کی نظری تعلیم نہیں ہوتی تھی اس لئے

باب

پلاٹیہ کے سپاہی بائیں بازو پر متعین تھے + دشمن غالباً ۸ استادیا (تقریباً ایک میل) کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا، اور یونانیوں کے عین مقابل ہونے کی غرض سے اس نے اپنا رُخ جنوب و مغرب سے غرب ہی کی طرف پھیر لیا تھا۔ جب نقیب ایتھنزیوں اور پلاٹیوں کی فتح و کامرانی کی دعا مانگ چکے تو (ہیروڈوٹس کے قول کے مطابق) یونانیوں نے اس کی طرف یلغار کرنا شروع کی + ایرانی اسے خلل دماغ سمجھتے تھے کہ انسانوں کی اتنی قلیل تعداد جن کے پاس نہ تو سوار ہوں نہ تیرانداز یورش کرکے ان پر حملہ کریں۔ لیکن وہ اپنے دشمن کے واقعی حال سے بہت جلد آگاہ ہو گئے + اس میں شبہ نہیں کہ ان کے قلب نے جہاں شہنشاہ کے بہترین سپاہی ایرانی اور شک قوم کے افراد (جو امور دریا کے ملک کے باشندے تھے) یونانی قلب کو شکست دی۔ لیکن دونوں بازوؤں پر یونانیوں ہی کو فتح ہوئی اور جب انھوں نے دشمن کے فوج کے بعض اجزا کو دلدل اور بعض کو ساحل کی طرف بھگا دیا تو وہ خود گھوم کر قلب کی طرف آ گئے، اسے بھی سخت شکست دی اور بالآخر ایرانیوں کو اپنے جہازوں پر پناہ لینی پڑی۔ لیکن یونانی انھیں فرار ہونے سے نہ روک سکے اور انھوں نے صرف سات ایرانی جہاز گرفتار کئے + اور یونانی بہت سے ایرانیوں کا برابر اس دلدل تک تعاقب کئے گئے جو اس میدان کے شمال میں تھی + اس لڑائی میں بعض یونانیوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے مثلاً یوفوریون کے بیٹے کیونے گیروس نے (جو اُس ایسکلوس کا بھائی تھا) ایک ایرانی کشتی کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لیا اور جب تک اس کا ہاتھ نہ کاٹ ڈالا اس وقت تک اس نے اُس کشتی کو نہ چھوڑا + ایرانیوں کے کل ۶۴۰۰ اور یونانیوں کے ۱۹۲ سپاہی کام آئے جن میں سے خود پولیمارخ اور سپہدار استے سی لیوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۰ غالباً ان کا طرز عمل آجکل کے عام طرز عمل سے جداگانہ تھا۔ اور اگر کوئی شخص ایسا نکل آتا تھا جو تمام مشکلات کا اندازہ کر سکتا نہیں بہ آسانی عبور کر لیتا تو اس سے صرف اس کی فراست، دانائی، اور دوراندیشی ثابت ہوتی ہے۔ میرے نزدیک ملتیادیس میں یہ صفات پائی جاتی تھیں + مقابلہ کیا جائے رسالہ اتھنیوم ۱۸۹۲ء ۳۳۳۸ صفحہ ۱۸۶ +

باب ۲

بھی تھے + اب ایرانی راس سونیوم کا دورہ کرکے مغرب کی طرف چلے تاکہ یک بیک ایتھنز پہونچکر اس پر قبضہ کرلیں + ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ جب وہ اپنے جہازوں پر سوار ہو گئے تو انھوں نے کوہ پینٹے لیکوس پر ایک ڈھال لگی ہوئی دیکھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ ڈھال کسی خاص نشان کے لئے لگادی گئی ہوگی؛ لیکن نہ تو ہمیں یہ معلوم کہ وہ کس نے لگائی اور نہ یہ کہ وہ کیوں لگائی گئی + یونانی فاتح ایرانیوں سے پیشتر ہی موقع پر پہونچ چلے تھے؛ وہ برابر ماراتھون سے بلاکسی قسم کے وقفے کے کینوسارگوس تک بڑھے چلے آئے اور جب ایرانیوں نے فالیرم آکر دیکھا کہ ایتھنز مدافعت کے لئے بالکل تیار ہے تو انھوں نے اپنے پیش نامے میں تبدیلی کردی اور اترنے کا خیال چھوڑ کر ایشیا چلدیئے + چودھویں رات کے چاند کے بعد دو ہزار اسپارٹی بھی یلغار کرکے ایتھنز آگئے۔ انھوں نے تین دن میں ایک ہزار دو سو اسٹادیا (یعنی تقریباً ایک سو چالیس میل طے کئے تھے اور اس خیال کو پیش نظر رکھ کر کہ یونانی سڑکوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی اس کارگزاری کو ایک معجزہ سمجھنا چاہئے۔ لڑائی تو ختم ہو چکی تھی اس لئے اسپارٹیوں نے مردے دیکھنے کی خواہش کی اور انھیں دیکھ کر ایتھنزیوں کی بہت تعریف وتوصیف کی اور وطن واپس چلے گئے +

ہیروڈوٹس کی "تاریخ یونانیوں کے عظیم الشان کارناموں میں سے ایک نہایت سیدھا سادہ بیان ہے اور اس تصنیف کے سب سے ممتاز اور قابل لحاظ امور وہ ہیں جن کا ابھی ذکر آیا ہے + بلاشبہ اس بیان میں بہت سی باتوں کی فروگذاشت ہو گئی ہے مثلاً فریقین کی تعداد کتنی تھی؟ ایرانی سوارے نے جنگ میں کیوں حصہ نہیں لیا؟ لیکن اسکا مؤلف واقعات بیان کرنے میں استاد ہے؛ وہ کہتا ہے کہ یونانیوں کی ایک چھوٹی سی فوج نے ایرانیوں کے عظیم الشان لشکر پر حملہ کیا اور انھیں شکست دیکر ان کے جہازوں تک ان کا تعاقب کیا اور پھر اٹھارہ میل چل کر اپنے اپنے مقام پر واپس آگئے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ سفر انھوں نے دوسرے ہی دن جب ہر طرف سے دشمن کے حملے کا خوف لگا ہوا تھا شروع کیا ہوگا + زمانۂ مابعد میں اس واقعہ کے مختلف پیرائے بیان کئے گئے اور ہر شخص نے اپنے فریق اور اپنی رائے کے مطابق اس جنگ کو اہم یا غیر اہم ثابت کرنے کی کوشش کی + بعض کا خیال

تھا کہ جب محض مدافعت کا مسئلہ پیش ہوا تو ایتھنزیوں نے کسی قسم کا تامل نہیں کیا بلکہ اس کے بجائے ہر شخص بجلی کی طرح اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے تیار ہو گیا (ہیروڈوٹس کا خیال ہے کہ بعض نے تامل کیا)؛ اس کے برعکس بعض دیگر مورخوں کے نزدیک ماراتھون پر کوئی اہم جنگ ہی نہیں ہوئی بلکہ فریقین میں محض ایک چھوٹی سی مڈبھیڑ ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کسی مورخ کا بیان قابل وثوق نہیں؛ بلکہ اُن کے بجائے ہمیں اولین سند یعنی ہیروڈوٹس کا بیان ہی پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اور وہ صاف صاف کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کے استقلال، چلت پھرت اور تیزی اور ملتیادیس کی قابلیت سے ہی فتح کا سہرا یونانیوں کے سر رہا + ہمیں پُوسانیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتولوں کے لئے میدان جنگ میں ایک قبر کھودی گئی اور ایتھنزی اور پلاٹوی علٰحدہ علٰحدہ دفن کئے گئے[۱] + دوسری صدی عیسوی میں ایتھنزی مقبرہ تیس فٹ بلند تھا اور آج تک ایک مخروطی شکل کا اسی بلندی کا تودہ جسے اب بھی "سعوروس" ("تابوت") کہتے ہیں اس مقام پر نظر آتا ہے؛ لیکن جب یہ کھودا گیا تو اس میں صرف پتھر کے پیکان نکلے + اُس زمانے کے بہترین شعراء جن میں سیمونیدیس کا نام نہایت ممتاز ہے مقتولوں کی جرأت اور بہادری کی مدح سرائی کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے تھے + ایتھنزیوں نے مال غنیمت کا دسواں حصہ ڈیلفی کی اپولو اور ایتھنز کی ارتمیس دیبی کے نام پر چڑھایا + جو ایتھنزی اس لڑائی میں شامل ہوئے تھے انھیں "ماراتھونوماخیس" ("نبرد آزمائے ماراتھون") کا معزز خطاب دیا گیا، اور ملتیادیس کو بہت اعزاز کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا؛ اس کے دو بت نصب کئے گئے ایک ایتھنز کے

---

[۱] پُوسانیاس ا، ۳۲، ۳۔ مقابلہ کیا جائے ڈنکر، ۳۴۴، ۳۴۵ جہاں جنگ کے بعض واقعات پر جن کا ہیروڈوٹس میں تو ذکر نہیں لیکن جن کا پتا زمانہ قدیم کے بعض دیگر مورخوں سے چلتا ہے بحث کی گئی ہے + حسنش کا خیال ہے (اور ظاہر ہے کہ ایفوروس کا قیاس بھی ہے) کہ بیپیاس میدان ماراتھون میں ہی کام آیا + تودے کے لئے بوسولٹ ۲، ۸۲ کا مطالعہ کیا جائے + یہ لڑائی غالباً اگست ۴۹۰ق م میں ہوئی ہوگی (بوسولٹ ۲، ۸۳) +

باب ۲۲ پری تانیوم میں اور دوسرا دیلفی میں۔ لیکن بدقسمتی سے وہ اپنی ہی غلطی کی وجہ سے ان اعزازوں سے زیادہ دن تک مستفید نہ ہو سکا۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ اگر وہ ستر جہاز یا ایک لشکر اور ضروری رقم اس کے سپرد کر دیں تو وہ ان کے واسطے ایک ایسے مقام کو فتح کر دے گا جس سے انھیں معتد بہ مالی فوائد حاصل ہو جائینگے، اور چونکہ وہ لوگوں کو بہت عزیز اور ان کا معتمد علیہ تھا اس لئے جو کچھ اس نے مانگا وہ اسے مل گیا + غرض یہ ہے اس نے ایک لشکر کو لیکر جزیرہ پاروس پر (جس کے باشندوں نے داتیس کی امداد کے لئے ایک جہاز روانہ کیا تھا) تاخت کی اور اس سے ایک سو تالنت کا مطالبہ کیا۔ لیکن پاروسیوں نے اس مطالبہ تسلیم کرنے پر مدافعت کو ترجیح دی اور اس خوبی سے لڑے کہ ملتیادیس کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا (واضح ہو کہ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ اسے ان واقعات کا علم صرف پاروسی اسناد سے ہوا۔ ملتیادیس نے یہ ترکیب چلی کہ ایک باندی سے جس نے عالم اسفل کی دیبیوں کے بت خانے کی (جو شہر سے باہر واقع تھا) خدمت کی تھی کچھ سمجھوتہ کیا اور اس باندی نے اسے کوئی صلاح دی (جس کی اصلیت سے ہم مطلق واقف نہیں ہیں) جس پر عمل کر کے وہ رات کے وقت خاص دیمیتر کے حرم کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اس دیبی کے مجسمے پر قبضہ کرے تا کہ اسے شہر پر قابض ہو جانے میں آسانی ہو جائے۔ لیکن واپسی میں جب وہ اس بت کدہ کو چھوڑ کر گھبراہٹ میں ایک دیوار پر چڑھ رہا تھا تو اس کے پاؤں میں کسی قسم کی چوٹ آئی اور آخر کار وہ چھبیس روز محاصرہ کرنے کے بعد اس سے دست بردار ہو گیا + جب وہ ایتھنز واپس آیا تو عوام نے اس پر اس بنا پر مواخذہ کیا کہ اس نے شہریوں کو دھوکا دیا ہے، اور اس کی سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا[۱] اس استغاثہ کا گویا روح رواں

---

[۱] ڈنکر (۷) (۵)، ۱۵۴ وغیرہ مخصوص طور پر ایتھنزیوں اور زانتھی پوس کے خلاف ہے + کوکس "مدبران یونان" ۱، ۱۳ وغیرہ ملتیادیس کے خاتمے سے سردالٹر رالے کے خاتمہ سے مقابلہ کرتا ہے اور اس کی رائیں قابل غور ہیں + میرا ارادہ ہے کہ میں کسی آیندہ موقع پر یونانی مدبروں کی ذمہ داری کے مسئلے پر بحث کروں جس کے بعد یہ مسئلہ اور بھی صاف ہو جائیگا + ایتھنزیوں کے لئے کسی مدبر کے ساتھ

باب

زانتھی پوس تھا جو کلس تھینس کی بیٹی اگاریستا کا شوہر اور الکمونی خاندان کا ایک فرد تھا + ملتیادیس کا زخم برابر بڑھ رہا تھا۔ اور اس کی طبیعت بہت ناساز تھی، اس لئے وہ مقدمے میں خود پیروی نہ کر سکا، بلکہ اثنائے مقدمہ میں وہ ایک پلنگ پر پڑا رہتا، اس کی جگہ اس کے دوست اس کی بریت ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور وہ خدمات یاد دلاتے جو اس نے مارا تھون کی لڑائی اور لیمنوس کی فتح کے مواقع پر انجام دی تھیں + بہرحال عوام نے اسے فریب دہی کے جرم کا مرتکب گردانا لیکن بجائے سزائے موت کے (جس کی اس کے دشمنوں کو خواہش تھی) صرف پچاس تالنت جرمانے پر ہی اکتفا کیا گیا + لیکن ملتیادیس اس رقم خطیر کے ادا کرنے سے قاصر تھا اور اس مقدمہ کے چند روز بعد ہی اپنے زخموں کی تکلیف میں راہی ملک عدم ہوا۔ لیکن اس کی موت کے بعد اس کے بیٹے کیمون نے یہ جرمانہ ادا کر کے اپنے خاندان کے عزت و وقار کو از سر نو قائم کر دیا +

ہم یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ آیا وہ اس سزا کا مستوجب تھا یا نہیں، جو شخص اس مواخذے میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا وہ زانتھی پوس تھا جس کا الکمونی خاندان سے گہرا تعلق تھا اور جس پر یہ الزام لگایا جا چکا تھا کہ اس نے جنگ مارا تھون میں غداری کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمے کی بنا فرقہ بندی پر تھی اور ممکن ہے کہ ملتیادیس کو اس کے جرم کے اندازے سے زیادہ سزا دی گئی ہو، لیکن اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں کہ پاروس کی مہم میں اسے سخت ناکامی ہوئی اور ایتھنزیوں کے قاعدے کے مطابق ملتیادیس ضرور سزا کا مستحق تھا۔ اس ضمن میں ایتھنزیوں کا اصول رومن اور ہمارے اصول سے مختلف تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱ اس قسم کا برتاؤ کرنا ایک معمولی سی بات تھی۔ اور جن لوگوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ پبلک زندگی میں نمایاں حصہ لیں وہ اس سے واقف تھے کہ خاص خاص امور کے پیش آنے پر ان کا کیا حشر ہوگا یعنی ان پر جرمانہ کیا جائے گا یا انھیں جلا وطن کر دیا جائیگا یا سزائے موت برداشت کرنی پڑے گی + ملتیادیس کے جرمانے کے لئے منجملہ دیگر مورخوں کے ڈنکر، ۷(۵)، ۱۵۹۔ اور بوسولٹ "لاکے دیمون" ۱، ۲، ۷ م کا مطالعہ کیا جائے۔

باب ۲

اور وہ اہم معاملات کے محرکوں کو پورا ذمہ دار گردانتے تھے؛ اس لئے اگر کسی شخص کو سزا دینی تھی تو وہ علاوہ ملتیادیس کے اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا + ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مملکت ایتھنز کے حق میں یہ ہی بہتر تھا کہ ملتیادیس کی کوشش ناکام رہے اور اسے اس ناکامی کی سزا ملے، اس لئے کہ اگر ہمیشہ ہر سپہ سالار کو بیڑا اور فوج دے دی جایا کرتی اور اس سے یہ بھی نہ دریافت کیا جاتا کہ وہ اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے تو پھر ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہی ہوتا کہ ایتھنز میں خودسری پھر عود کر آتی + ملتیادیس کے لئے بدرجہا بہتر ہوتا اگر وہ اس قسم کے مطالبے سے باز رہتا، اور بہرصورت لوگوں نے اس مطالبے کو منظور کرنے میں سخت غلطی کی +

نوٹ

ہیرڈوٹس (۶، ۹۴) وغیرہ پھر اس باب کی سند ہے + خارون ساکن لمپساکوس نے اپنی کتاب پرسیکا میں بھی مہرنوش کی پہلی مہم کا حال بیان کیا ہے + زمانۂ مابعد کے مورخوں میں نیپوس کی تصنیف "ملتیادیس" میں ایفوروس کے بیان کے اجزاء اور ایک نوشتے (میولر ۱۶۷) سے تھیوپومپوس کے خیالات کا پتہ لگتا ہے؛ ان میں سے اول الذکر نے تو ایتھنزیوں کی تعریف و توصیف میں مبالغہ آمیزی اور ثانی الذکر نے ان کے کارناموں کی بے قدری اور تذلیل کی ہے + سٹوبو دا نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہیرڈوٹس سے بہتر کوئی سند نہیں ہے (اس باب کا حاشیہ ۸ دیکھا جائے)- خود ویلبر یوک بھی "جنگ ایران و جنگ برگنڈی" برلن ۱۸۹۶ء) بھی جو ایفوروس کے بیان کی تصدیق کرنے کی کوشش کرتا ہے یہ ثابت کرنا نہیں چاہتا کہ ایفوروس کو ایک ابتدائی سند کی اہمیت حاصل ہے ؛ وہ صرف اس قول پر اکتفا کرتا ہے کہ جو رائے اس کی تھی اس کا چوتھی صدی قبل میں بھی وجود تھا - ویلبر یوک نے اسناد کا جو آخری تبصرہ کیا ہے (صفحہ ۲۵۷ تا ۲۵۹) اس سے ہمیں اتفاق ہے + ہماری رائے میں نیپوس اور پلوٹارک ("تمسطاکلیس وارسطیدس") کو ہم ہیرڈوٹس کے ضمیمے کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں مگر ان سے اس کی تردید نہیں کر سکتے + نیپلس میں نام نہاد "ظرف داریوش" پر ایرانیوں کے اندھا کرنے کی جو مثالی تصویر ہے وہ قابل غور ہے - کرتیوس اور بعض دیگر مورخوں

نے اس کا لحاظ کیا ہے۔ اور اب بٹومیسٹر اس پر اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ (۱۴۰۸ھ۔ تصویر ۶)+ ایفوردس (نوشتہ ۱۰۷) میں ملتیادیس کے آخری زمانہ کا جو حال درج ہے وہ بالکل مختلف ہے' اور نیپوس اپنی سوانح عمری ملتیادیس" (۷، ۸) میں اسی کا اتباع کرتا ہے +

باب سوم

۴۸۹ ق م تا ۴۸۱ ق م

اینھنریوں کی اس ممتاز کامیابی کے بعد یونانی مملکتوں اور بلدیات میں از سرنو باہمی نزاعات پیدا ہو گئے۔ اسپارٹا میں کلیومنیس نے حال ہی میں اپنے ساتھی اور حریف دیمارا توس پر غلبہ حاصل کرکے اسے معزول کردیا تھا لیکن اب صورت حال میں تبدیلی ہو چلی تھی۔ جس شخص نے دیمارا توس کے خلاف فتنہ مشتعل کیا تھا وہ دیلفی کا باشندہ مسمی کوبون تھا۔ اب دیلفی میں کلیومنیس کے مخالفوں کو تفوق حاصل ہو گیا اور انھوں نے نہ صرف کوبون کو جلا وطن کردیا بلکہ فتیہ دیبی کو بھی ہٹا دیا۔ ظاہر ہے کہ اس انقلاب سے اسپارٹا متاثر ہوئے بغیر نہ رہا اور آخرکار کلیومنیس اپنے وطن کو خیرباد کہنے اور تھسلی میں پناہ لینے پر مجبور ہوا تھسلی سے اس نے آرکیڈیا جاکر ایک آرکیڈی لیگ کی بنیاد ڈالی اور اس لیگ کے شرکا نے ستیکس کے مقدس پانی کی قسم کھائی کہ جو کچھ وہ کہے گا اسی کے مطابق عمل پیرا ہوں گے۔ اسپارٹیوں کو بھی اس طرف سے خطرہ محسوس ہونے لگا اور انھوں نے کلیومنیس کے ساتھ بجنسہ وہی برتاؤ کیا جو وہ زمانہ مابعد میں پئوسانیاس کے ساتھ کرنے والے تھے، یعنی اس شخص کو جسے وہ اپنے حق میں نہایت خطرناک سمجھتے تھے انھوں نے اسپارٹا طلب کیا تاکہ وہ اس کی کما حقہٗ نگرانی کرسکیں۔ اس نے قوم کے حکم کی تعمیل تو فوراً کی یعنی اسپارٹا آ گیا لیکن یہاں

باب ۳۱

پہونچکر اس نے بالکل پاگلوں کی سی حرکتیں کرنی شروع کیں، مثلاً جو شخص بھی اسے ملتا اسے وہ اپنی چھڑی سے مارتا، اور آخر کار اس کی ان حرکتوں سے تنگ آ کر خود اعزا و اقربا نے اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ وہاں اُسے کہیں سے ایک چاقو مل گیا اور اس سے اس نے اپنا پیٹ پھاڑ کر خودکشی کر لی + یونانیوں کے خیال کے مطابق جو شخص خودکشی کا مرتکب ہوتا تھا وہ اپنے ناپاک اعمال کی پاداش کو پہونچ جاتا تھا لیکن کلیومنیس کے ایسے کون سے ناپاک اعمال تھے، اس کے متعلق ہر شخص کی رائے جدا گانہ تھی اس لئے کہ وہ اپنی زندگی میں اتنی بدافعالیوں کا مرتکب ہوا تھا کہ کسی شخص کو اس خاص فعل کا علم نہ تھا جو دیوتاؤں کو ناپسند ہوا ہو + کلیومنیس کی طبیعت عجیب و غریب تھی۔ وہ چالاک، مغلوب الغضب اور انوکھے مزاج کا شخص تھا اور یہ بالکل ممکن ہے کہ اپنی زندگی کے اواخر میں اس کا دماغ چل گیا ہو + اس نے ایسے وقت میں جب خود اس کی مملکت اس سے مشتبہ ہو گئی تھی ایک قوم کی قوم سے اپنی وفاداری کا حلف لوایا، اور اگر ایسے ہوشیار اور مدبر شخص کا دماغ صحیح رہتا تو کبھی وہ اسپارٹا کی طرف رُخ نہ کرتا۔ وہ ان حوصلہ مند لوگوں میں سے تھا جن کے لئے اسپارٹا کے حدود نہایت تنگ تھے۔ اور خواہ وہ صحیح الدماغ ہو یا نہ ہو کبھی نہ کبھی اس کے اور اس کے ہم وطنوں میں مڈبھیڑ ہونی لازمی تھی + وہ پوسانیاس، آگس اور کلیومنیس اصغر کے طرز کا آدمی تھا۔ بلاشبہ ایک سچے اسپارٹی کا فرض تھا کہ ہمیشہ ذی اقتدار عمال یعنی الفوروں کے ہم خیال اور ہم تدبیر رہیں، لیکن یہ چار اسپارٹی ایسے تھے جو مملکت پر خود حکومت کرنا اپنا فرض تصور کرتے تھے[1] اور اس سبب سے یہ امر قرین قیاس ہے کہ جس ہیلوت نے کلیومنیس کو چاقو دیا تھا اس کے خلاف لوگوں میں کسی قسم کی ناخوشی نہ پھیلی ہوگی + کلیومنیس کے بعد اس کا بھائی لیونیداس ۴۸۸ ق م میں تخت پر بیٹھا۔

کلیومنیس کا تو اس طرح خاتمہ ہو گیا۔ اب اسپارٹیوں کی یہ خواہش ہوئی کہ اس کے دوست لیوتی کدیس کو بھی نیچا دکھائیں جس نے کلیومنیس سے ملکر آئی گینا کے یرغمال ایتھنز کے حوالے

---

[1] بالکل یہی حال وینس کے دوجوں (ڈیوکوں) فالی ایرو اور فوسکاری کا تھا +

باب ۳

گئے تھے۔ اب اس کا ستارہ زوال پر تھا۔ آئی گینا کے باشندوں نے اس کا مطالبہ کیا کہ یرغمالوں کے معاوضے میں خود وہ ان کے حوالے کر دیا جائے؛ اور بالآخران کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ اسپارٹیوں نے خیال کیا کہ اگر انھوں نے اسے منتقل کر دیا تو شہر کو اس سے چھٹکارا مل جائے گا۔ لیکن ایک اسپارٹی نے خفیہ طور پر آئی گینیوں کو یہ اطلاع دی کہ اسپارٹا کے کسی بادشاہ کو گرفتار کرکے لے جانا کوئی آسان کام نہیں اس لئے کہ گو یہ ممکن ہے کہ اسپارٹی اسے اپنی خوشی سے حوالے کر دیں مگر اسپارٹیوں کی رائے پلٹ جانا بالکل ممکن ہے' اور اگر ایسا ہی ہوا تو آئی گینیوں کو ہی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ غرض یہ ہے کہ آئی گینا والوں نے یہی مناسب سمجھا کہ لیوتی کدیس کی اس تحریک کو منظور کرلیں کہ وہ خود ایتھنز جائے اور یرغمالوں کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لئے تیار رہے۔ ایتھنز پہونچ کر اس نے نہایت عمدہ عمدہ تقریریں کیں' اس نے یرغمالوں کو امانت زر سے تشبیہ دی اور کہا کہ جس طرح مطالبے پر امانت واپس کر دینی چاہئے بالکل ویسے ہی یرغمال بھی واپس کر دیئے جائیں؛ لیکن اس کا بہت کم اثر ہوا اور ایتھنز یوں نے یرغمال واپس کرنے سے صاف انکار کر دیا[1]۔ اب آئی گینیوں نے ایک مقدس کشتی گرفتار کرلی؛ جس میں چند نہایت مقتدر ایتھنزی بھی بیٹھے تھے۔ اس کے جواب میں ایتھنز یوں نے ایک آئی گینی مسمی نکودرموس سے یہ طے کیا کہ وہ جزیرے کو کسی نہ کسی ترکیب سے ان کے حوالے کر دے گا؛ لیکن اس میں وہ ناکام رہے اس لئے کہ ایتھنزی کمک وقت پر نہیں پہونچی۔ بہر حال ان سب باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ فریقین میں منافرت اور بغض کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی اور اس خانہ جنگی کا بے چارہ آئی گینا خاص طور پر شکار رہا۔ یعنی وہاں کے اعیانی گروہ نے سات سو عمومیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور دیمتر دیوتا

[1] ایتھنز اور آئی گینا کے باہمی جنگ کے لئے بوسولٹ "تاریخ یونان" ۲' ۶۲ دیکھی جائے۔ اس لڑائی کا ہیرودوٹس ۶' ۸۷ تا ۹۳ میں ذکر ہے؛ اور بوسولٹ کا قیاس ہے کہ علاوہ ان واقعات کے جن کا باب ۹۰ میں اعادہ کیا گیا ہے باقی واقعات ۴۹۰ ق م (یعنی جنگ ایران سے) پہلے ہی پیش آچکے تھے؛ لیکن یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔ نیز ملاحظہ ہو کرتیوس: تاریخ یونان" ۲ (۶) ' ۸۰۹۔

باب۱۲

کے بت کدے کی بے حرمتی کے بھی مرتکب ہوئے[۳] + ان واقعات کے بعد باہمی مجادلے کی نوبت آ گئی اور اس میں اول تو ایتھنز یوں نے آئی گینا کو بحری لڑائی میں شکست دی لیکن جب آرگوسی رضا کار موخر الذکر کی مدد کو آ گئے تو سمندر پر اور خاص جزیرے میں کبھی ایک فریق جیتنے لگا کبھی دوسرا اور ایک بحری معرکے میں ایتھنز کو سات جہازوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا +

گو ایتھنز میں کسی قسم کی خانہ جنگی نہیں ہوئی لیکن وہاں کے باشندوں میں کسی اتحاد عمل کی صورت بھی نہیں تھی + شہر میں دو ذی اثر مدبر تھے۔ لیسما خوس کا بیٹا ارسطیدش جو ایک اچھے خاندان کا فرد تھا اور کلس تھنیس کا ساتھ دے چکا تھا اور دوسرے نیو کلیس کا بیٹا تمسطا کلیس جو باپ کی جانب سے تو قدیم و نجیب خاندان لیکو میدائے کا رکن تھا لیکن چونکہ اس کی ماں یونانی نژاد نہ تھی اس لئے اسے اکادمی[*] کے مدرسے میں شریک نہیں کیا گیا بلکہ اسے کینو سار گیس کے مدرسے پر ہی اکتفا کرنا پڑا[۴] + ارسطیدش

---

[۳] اس قسم کی سفاکی کی مثالوں سے آیندہ جنگ پیلو پونیز کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ (ہیروڈوٹس ۶، ۹۱) + اس وقت کورنتھیوں نے محض اس وجہ سے آئی گینا کے خلاف ایتھنز کو مدد دی کہ اول الذکر کے مقابلے میں اسے نسبتاً زیادہ خطرہ تھا۔ لیکن جب ایتھنز نے آئی گینا کو تہس نہس کر دیا اور مغربی سمندروں پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا تو کورنتھی بھی ایتھنز سے دلی نفرت کرنے لگے +

[*] اکادیمیا ایک باغیچہ کا نام تھا جہاں ورزشی کرتب ہوتے تھے اور جہاں زمانۂ مابعد میں افلاطون نے درس دینا شروع کیا + کینو سار گیس اور اکادیمیا کے مدرسوں میں یہ فرق تھا کہ اول الذکر میں وہ لوگ بھی شریک کئے جاتے تھے جو پدری اور مادری دونوں طرف سے ایتھنزی نہ تھے + (مترجم اردو)

[۴] ارسطیدش طبعاً نہایت ایماندار تھا اس کے خصائل نہایت عمدہ تھے اور وہ اپنی جماعت کے قابل ترین ارکان میں سے تھا۔ تمسطا کلیس طبعاً خود رائے اور جدت پسند تھا۔ تمسطا کلیس کے لئے ۲ باوئر کا وہ مضمون جس کا اس باب کے "نوٹ" میں ذکر کیا گیا ہے اور اس کی کتاب "تنقید ماخذ سوانح عمری

ب ۳
طبعاً خاموش تھا اور ہمیشہ قدیم شاہ راہ پر ہی قدم اٹھانے کو افضل و اولیٰ تصور کرتا تھا۔ اس کے برعکس تمسطاکلیس کی طبیعت میں بے چینی بھری ہوئی تھی، وہ ہمیشہ اصلاحات کی دھن میں رہتا تھا اور اپنے مقاصد کے حصول میں وہ اپنے ضمیر کی پیروی کو ضروری خیال کرتا تھا۔ حق یہ ہے کہ دونوں مدبروں کے سیاسی مقاصد ایک ہی تھے، صرف فرق یہ تھا کہ دونوں ان کے حصول کے لئے مختلف تدابیر استعمال کرتے تھے اور مختلف حالات اور واقعات کو مختلف طرز سے اپنے کام میں لاتے تھے۔ دونوں عمومیت پسند تھے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے ارسطیدس تمسطاکلیس کے طرز عمل کا مخالف نہ تھا اور یہ وہ طرز عمل تھا جس کی وجہ سے یونان بچ گیا اور ایتھنز ایک مشہور آفاق سلطنت بن گیا۔ لیکن اس مقصد کی تکمیل کے لئے ارسطیدس نے کوئی عملی کارروائی نہیں کی، اور ممکن ہے کہ اسی وجہ سے تمسطاکلیس نے اُسے اپنا مدمقابل سمجھا ہو +

جب ۴۹۳ ق م میں تمسطاکلیس "آرخن ایپونیموس" (ارخن اول) مقرر ہوا تو اُس نے پریؤس کے چاروں طرف ایک فصیل تعمیر کرائی جو اس کی زندگی کی سب سے اہم کارگذاری تھی۔[۵] اس وقت تک خلیج فالیرم ہی سے ایتھنز کے بندرگاہ کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ تمسطاکلیس مولفہ "پلوٹارک" (لائپزگ ۱۸۸۴ء) دیکھنا چاہیئے + پلوٹارک ("تمسطاکلیس ا") اور نیپوس (تمسطاکلیس ا) کے مطابق اس کی ماں تھریس یا کاریہ یا اکارنانیہ کی رہنے والی تھی۔ اس میں سے اکارنانیہ ہی زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس سے تمسطاکلیس اور مغربی یونان کے تعلقات بہ آسانی سمجھ میں آسکتے ہیں +

[۵] اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ ۴۹۳ ق م کا آرخن مشہور تمسطاکلیس ہی ہے اس کا کوئی اور ہم نام نہیں ہے تو اس کا ذکر "تمسطاکلیس" ا' ۹۲ میں ہے + ک' و' گرلوکر کے اتباع میں بہت سے مورخوں کا قیاس ہے کہ تمسطاکلیس ۴۸۲ ق م میں ارخن تھا لیکن بلاشبہ اس سے پیشتر ہی اس نے بیڑے کی تیاری شروع کردی ہوگی پھر کیا یہ ممکن ہے کہ اسے بیڑے کی آراستگی سے پہلے ہی بحری بندرگاہ کا خیال نہ آیا ہو؟ دیکھو بوسولٹ ۲' ۱۲۶ ۔ اور گرنیوس ۲ (۶)' ۸۱۱ اور ۸۱۶ +

کام لیا جاتا تھا۔ لیکن اس خلیج کا ساحل نہایت طویل تھا اور طوفان یا حملے کے وقت اس میں پناہ نہیں لی جا سکتی تھی۔ اس کا حصہ جنوب و مغرب کی طرف بالکل کھلا ہوا تھا اور دو راسوں یعنی فالیرم اور پرئی اوس میں سے (جو اس کو دونوں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں) صرف پرئی اوس کی طرف سے اس کی کچھ تھوڑی بہت حفاظت ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کی حیثیت بہت سے دیگر یونانی بندرگاہوں سے کچھ ممتاز نہ تھی اور گو وہ ضرورت کے وقت تجارتی جہازوں کے لئے کار آمد ہو لیکن بحیثیت ایک جنگی بندرگاہ کے وہ بالکل بے کار تھا۔ پھر بھی اس کے نواح میں ایک اور بندرگاہ بھی تھا جو اس سے بہتر تھا۔ پرئی اوس کے ناہموار جزیرہ نما کی مشرقی جانب یعنی خلیج فالیرم کی طرف دو بالکل محفوظ گودیاں تھیں اور اسی طرح اس کی مغربی جانب ایک بڑی گودی تھی جس کا دہانہ تنگ تھا اور اس سے بہ آسانی ایتھنز کا مخصوص بندرگاہ کا کام لیا جا سکتا تھا۔ اس جزیرہ نما کے مشرق میں جو چھوٹی چھوٹی گودیاں یعنی مونی خیا اور زیا تھیں۔ ان کا تعلق فالیرم سے زیادہ تھا اس لئے کہ ان گودیوں کے دہانے اسی طرف کو تھے۔ لیکن اگر جزیرہ نما کو اندر کی جانب سے ایک فصیل سے گھیر دیا جاتا تو ایسی حالت میں یہ گودیاں بھی بڑی مغربی گودی یعنی پرئی اوس کے متعلق ہو جاتیں۔ یہی تمسطاکلیس کی خواہش تھی چنانچہ گو یہ کام اس نے فوراً شروع کرا دیا لیکن اس کی تکمیل زمانہ دراز تک نہ ہو سکی۔

پرئی اوس کو محفوظ کرنے سے ایک اعلیٰ درجہ کا بندرگاہ ایتھنز کے ہاتھ آ گیا۔ اگر ایتھنز یونان میں ممتاز بننا چاہتا تھا تو اس کے لئے بحری قوت حاصل کرنا ازبس ضروری اور لابد تھا اور یہ اس وقت تک بالکل ناممکن تھا جب تک وہ ایک عمدہ بندرگاہ کا مالک نہ بن جائے۔ تمام ایتھنزی مدبروں میں تمسطاکلیس ہی ایسا تھا جس کے یہ امر خوب اچھی طرح سے ذہن نشین ہو گیا تھا اور اسی نے ان تدابیر کا خاکہ کھینچا جن کی تکمیل اس کے جانشینوں نے کی۔ اپنے وطن کی جو خدمت اس نے کی اس کے نتائج یونانیوں کے لئے عموماً اور ایتھنزیوں کے لئے خصوصاً پانچویں صدی ق م میں اس قدر بدیہی تھے کہ یونانی ان سے متاثر ہو کر یہ کہنے لگے کہ اسی نے ایتھنزیوں کو فن ملاح گری سکھایا۔ لیکن بلاشبہ یہ مبالغہ آمیزی ہے اور حق یہ ہے کہ انھیں

باب ۲۱

ایک زمانۂ دراز سے سمندر سے لگاؤ تھا اور جو کچھ تمسطاکلیس نے کیا وہ صرف یہ تھا کہ پرئی اوس کو مستحکم کر کے انھیں اس قابل کر دے کہ وہ اپنے قدیم فن کو کار آمد بنا سکیں۔
جب ۴۹۰ ق م میں ایرانیوں نے اٹیکا پر حملہ کیا تو اس دیوار کی تعمیر میں کچھ زیادہ ترقی نہیں ہوئی تھی اور جب ایرانیوں کو ہزیمت پہونچی تو تمسطاکلیس نے چاہا کہ ایک اور طرح اپنی عظیم الشان تدبیر کو مکمل کرے۔ پرئی اوس کے استحکام کا منشا یہ تھا کہ ایتھنزی بیڑے کے لئے کوئی جائے پناہ بن جائے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ بیڑا بہت ہی مختصر تھا اور اس کا خیال ہوا کہ برخلاف دیگر یونانی مملکتوں کے جن کے بیڑے ہمیشہ گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔ ایتھنز کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس ایک مستقل بیڑا ہو جائے۔ اس کے لئے اُسے یہ دقت پیش آئی کہ یونان میں مستقل بیڑے کے تخیل ہی کا وجود نہ تھا۔ اس لئے عموم ایتھنز کو سمجھانا اور انھیں اپنا ہم خیال بنانا نہایت دشوار تھا۔[۱]

---

[۱] ہمارا خیال ہے کہ تمسطاکلیس کا کارنمایاں یہ ہی تھا کہ اس نے ایتھنز کے لئے ایک مستقل بیڑا تعمیر کیا۔ اس وقت تک عام طور پر یونانیوں (یہاں تک کہ کورنتھ اور آئی گینائے باشندوں) کے پاس صرف زمانہ جنگ میں بقدر ضرورت جہاز ہوتے تھے۔ تمسطاکلیس ہی پہلا شخص ہے جس نے ایتھنز کے لئے ایک مستقل بیڑے کا انتظام کر کے ایتھنز کے اقتدار اور قوت میں چار چاند لگا دئے۔ اس کے علاوہ مشرقی یونان میں ایتھنز ہی پہلی مملکت تھی جس میں سلح خانوں اور گودیوں کا رواج ہوا۔ اس سے پیشتر یہ طریقہ رائج تھا کہ بری جانب کشتیوں کے چاروں طرف لکڑیوں کی باڑ لگا دی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے خلیج فالیرم ایتھنز کے لئے صرف کافی ہی نہ تھی بلکہ چونکہ جہاز اتھلے پانی میں بہ آسانی کنارے پر کھینچ جا سکتے تھے اس لئے وہ گہرے پانی کے ساحل سے بدرجہا بہتر تھی۔ میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے تمسطاکلیس نے ہی یہ ترکیب نکالی کہ ایسی عمیق گودیاں بنائی جائیں جن میں جہاز آ جا سکیں اور جن میں بہ آسانی وہ خوبیں حفاظت کے لئے ٹھیر سکیں۔ تقریباً اسی زمانے میں سرقوسہ کے خود سر گیلون نے اپنی قلمرو میں اسی قسم کی اصلاحات کیں۔

باب ۳

بہرحال اس نے پیچ در پیچ طریقے سے اپنا خیال عوام کے ذہن نشین کرایا اور ایسے مقاصد کو جن کی اس کے نزدیک محض ثانوی اہمیت تھی بظاہر پیش پیش رکھ کر ایتھنزیوں سے کہا کہ قابل نفرت آئی گینا سے جو جنگ ہو رہی ہے اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایتھنز کے پاس ایک مستقل بیڑا ہونا چاہئے۔ حقیقت یہ تھی کہ خود اس کے نزدیک ایتھنز کو ایران کی طرف سے جس خطرے کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہ آئی گینا کی جنگ سے کہیں زیادہ اہم تھا مگر اس کا اثر عوام ایتھنز پر نہایت مشکل سے پڑ سکتا تھا۔ دوسرے یہ مسئلہ ہنوز زیر بحث تھا کہ جنگ ایران میں بیڑا کار آمد بھی ہوگا یا نہیں۔ بلاشبہ تمسطاکلیس نہایت وثوق سے یہ کہہ سکتا تھا کہ ایرانی ضرور واپس آئیں گے اور یہ بھی یقینی امر تھا کہ وہ پہلے سے زیادہ کیل کانٹے سے تیار ہو کر آئیں گے۔ جب یہ دونوں باتیں مسلمہ تھیں تو پھر وہ مفصلۂ ذیل طرز سے استدلال کر سکتا تھا:- اگر ایرانی براہ راست سمندر کو عبور کر کے آئے تو انھیں سمندر پر شکست دینے کے لئے ایک بڑے بیڑے کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس وہ مہرنوش کی طرح تھریس ہو کر آئے تو ایسی حالت میں ایرانی بیڑا ایرانی فوج کو مدد دے سکے گا اور ان کے قبضہ میں ایک نہایت مفید آلہ حرب ہوگا اور اگر وہ کسی طرح سے برباد ہو گیا تو ان کی بڑی سے بڑی فوج بھی معرض خطر میں پڑ جائے گی + لیکن ان دلائل کا یہ جواب دیا جا سکتا تھا کہ اگر ایرانی تھریس اور مقدونیہ ہو کر آگے بڑھے تو ایسی حالت میں یونان کو بڑی ساز و برگ سے بچایا جا سکتا ہے۔ اور اگر ان کی تمام تر قوت بیڑے کے آراستہ کرنے میں صرف ہو گئی تو پھر بری جنگ میں کامیابی ممکن نہیں + پلوٹارک کہتا ہے کہ[۵] تمسطاکلیس کی یہ شکایت کی گئی کہ اسی کی کوششوں کی وجہ سے بجائے نیزے اور ڈھال کے ایتھنزی شہری کے ممتاز نشانات گدے دار بیٹھکیں اور چپو بن گئے تھے۔ اس میں تو شبہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایتھنز (بری اور بحری) دونوں شعبوں میں یکتا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر اس نے دونوں میں سے ایک یعنی بیڑے کو ترجیح دی تو پھر ہوپ لیٹوں کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہونا یقینی اور لابدی تھا +

---

۵ پلوٹارک: تمسطاکلیس ۴ + پلوٹارک افلاطون کا اقتباس دیتا ہے اور اسے اصل میں

۳۱ ب

ایسے لوگوں کے دلائل جنھوں نے تمسطا کلیس کے خلاف آواز بلند کی بظاہر کافی وشافی تھے اور انھیں تجربہ ماضیہ سے اور بھی زیادہ تقویت پہونچی تھی ۔ مثلاً ماراتھون کے معرکے پر ایتھنز کو بیڑا نہیں بلکہ ہوپ لیت ہی ایتھنز کی نجات کا باعث ہوئے تھے ۔ ایتھنزیوں کو آخرایسی کیا ضرورت تھی کہ وہ تمام تجربوں کو بالائے طاق رکھ کر ایک نئی روش اختیار کر کے ایک یقینی امر کو مشتبہ کر دیں ؟ یہی سبب تھا کہ تمسطا کلیس کو قدیم خیال کے لوگوں کے ملانے میں سخت ترین دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو شخص اس کی بحری اصلاحات کا مخالف تھا وہ اس کا مشہور مدمقابل ارسطیدس تھا؛ اس رائے کے موافق بہت سے دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں اور یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں ؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ گو قدیم مورخوں کو اس واقعہ کے ضبط تحریر میں لانے کا کافی موقع تھا مگر ہم کسی جگہ اس کا اعادہ نہیں پاتے ؛ بلکہ اس کے برعکس پلوٹارک یہ کہتا ہے کہ ان تحریکات کا مخالف ملتیادیس تھا ۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ملتیادیس نے مخالفت کی بھی تو وہ چند ہی روز میں ختم ہو گئی[۹] ۔ ممکن ہے کہ ارسطیدس ہی کی وجہ سے تمسطا کلیس

بقیہ حاشیہ

"کتاب النوامیس" ۴، ۴، ۷ وغیرہ کا خیال ہے ۔ لیکن اس موقع پر جنگ سالامس کی اہمیت کو نہایت بری طرح نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔ افلاطون کوئی مورخ یا سیاس تو تھا ہی نہیں اور اسے ایسے معاملات میں سند کا درجہ ہرگز حاصل نہیں ہے ۔ تمسطا کلیس کے درخشاں کارناموں اور جنگ سالامس کے حالات سے قدما اور موجودہ زمانے کے بہت سے مورخ اس امر کو بالکل بھول گئے ہیں کہ ایتھنز ہیلیسپونٹ میں سولن کے زمانے ہی سے صاحب اقتدار تھا اور چھٹی صدی ق م میں اعلےٰ درجے کی بحری طاقتوں میں شمار ہوتا تھا ۔

۵۹ پلوٹارک "تمسطا کلیس" ۴ ۔ بحوالہ استمبروتوس ۔ ملتیادیس فاتح ماراتھون تھا اسی لئے اُسے لوگ بری فوج کا پشت پناہ اور وکیل سمجھتے تھے ۔ ہیروڈوٹس (۸، ۷۹) تمسطا کلیس اور ارسطیدس کے باہمی نزاع کا محض سرسری طور پر ذکر کرتا ہے

کی تحریکات کو عملی جامہ پہنانے میں اس قدر دیر لگ گئی ہو۔ مگر قدیم مورخوں کا یہ قول صریحاً غلط ہے کہ ملتیادیس نے نہیں بلکہ ارسطیدش نے اس کی براہ راست

بقیہ حاشیہ

اور پلوٹارک بھی (''ارسطیدش'' ۲ اور ''تمسطاکلیس'' ۳) محض عام رائے زنی پر اکتفا کرتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ پلوٹارک اپنی ''سوانح عمری'' ارسطیدش'' میں ارسطیدش کو اعیانی کہکر پکارتا ہے۔ مگر وہ خود ہی کہ اٹھتا ہے کہ ارسطیدش کلس تھنیس کا دوست تھا۔ اور گو پلوٹارک اپنی ''سوانح عمری کیمون'' (۱۵) میں اسے بھی اعیانی کا لقب دیتا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ کچھ وہ اعیانیت پسند نہ تھا۔ ساتھ ہی وہ کہتا ہے کہ ارسطیدش لائی کرگس کا مدح خواں تھا، اور کلس تھنیس اور لائی کرگس کے امتزاج سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سیاسی تعریفات میں کوئی اصول مدنظر نہیں رکھا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کلس تھنیس نے ایتھنز میں جس عمومیت کا بیج بویا تھا اسے ارسطیدش نے بار آور کیا۔ یہ امر کہ تمسطاکلیس عمومی اور ارسطیدش اعیانی تھا، یہ سب ان مورخوں اور مخصوص طور پر تھیوپومپوس کی بلاغت اور نکتہ سنجی کے نتائج ہیں جو ایسے قواعد کی اصولاً پیروی کرتے تھے جن کے مطابق ہر واقعے اور ہر شخص کے ساتھ خاص خاص صفات محمول کی جاتی تھیں۔ ان قواعد کے مطابق منصف مزاج ارسطیدش اعیانی گروہ کا رکن تھا اور تمسطاکلیس جو بادی النظر میں نتائج سے بالکل لاپروا رہتا تھا عمومی تھا۔ حقیقت حال بالکل مختلف تھی۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ ارسطیدش نے تمسطاکلیس کی بحری طرز عمل کی تائید نہیں کی لیکن اس کا بھی ثبوت نہیں ملتا کہ اس نے اس کی تخریب کی کوشش کی ہو، اور اس کی عدم تائید سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ کسی اور سیاسی گروہ کا رکن تھا۔ چونکہ وہ اس تحریک میں دلچسپی نہیں لے سکتا تھا اس لئے مناسب تھا کہ وہ چندر وز کے لئے ایتھنز سے چلا جائے۔ اس رائے میں (جسے میں درست سمجھتا ہوں) کہ تمسطاکلیس نے ایتھنز کی توجہ خاص کر بحری اصلاحات کی طرف مبذول کی (پلوٹارک، تمسطاکلیس'' ۴ و ۱۹) بہت جلد مبالغہ آمیزی ہونے لگی (مثلاً ہیروڈوٹس ۷، ۱۴۴ اور طوسی دیدش ۱، ۹۳ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزی ملاح گری اور جہازرانی میں اتنے ہی ماہر سمجھے جاتے تھے جتنے خود کورنتھی اور آئی گینی)۔ لیکن اگر پلوٹارک کا بیان

باب ۲

مخالفت کی تھی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اس نے اپنے مدمقابل کے تحریکات کی تائید نہیں کی تھی اور بس۔ اس وقت تک وہ محصول جو لاؤریون کی چاندی کی کانوں پر لگایا جاتا تھا ایتھنزی شہریوں میں تقسیم ہو جاتا تھا؛ اب تمسطاکلیس نے یہ تحریک کی کہ اس کی بجائے وہ جنگی جہازوں کی تیاری میں صرف کیا جائے [۹] ایتھنزیوں کے پاس صرف ستر جہاز تھے [۱۰] اور ان میں کورنتھی کشتیاں شامل نہیں۔ تمسطاکلیس نے یہ تجویز پیش کی کہ جہازوں کی تعداد بڑھا کر دو سو کر دی جائے اور لاؤریون کے کانوں کا محصول جس سے ۴۸۳ ق م سے پیشتر ۵۰ تالنت سالانہ آمدنی ہوئی تھی [۱۱] بجائے

بقیہ حاشیہ (تمسطاکلیس ۲) صحیح ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مبالغہ آمیزی کا اصل باعث خود تمسطاکلیس ہی تھا۔ پلوٹارک کہتا ہے کہ تمسطاکلیس اکثر شیخی بھرے الفاظ زبان سے نکالتا تھا اور ایسی حالت میں بلاشبہ بہت سے ایتھنزی ایسے ہوں گے جو اپنے دل ہی دل میں اس کا متین اور باتمیز ارسطیدیس سے مقابلہ کرتے ہوں گے + اگر ہمارا خیال درست ہے اور سیاسی فریق بندی کی روایتی خصائص کا مبدأ تھیوپومپوس ہی ہے تو پھر ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ واقعات اور حالات کے باوجود موجودہ زمانے کے مورخوں نے ان پر زور دینے میں غلطی کی ہے' اور انھیں اس کی توجیہ کرنے میں کہ آخر اعیانیت پسند ارسطیدیس عمومی کس طرح ہو گیا؟ بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے عمومیت کا ہی دلدادہ تھا +

[۹] ہیرودوٹس ۷، ۱۴۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے تک یہ محصول تقسیم کر دیا جاتا تھا +

[۱۰] ہیرودوٹس ۶، ۸۹، ۱۳۲ +

[۱۱] ہیرودوٹس ۷، ۱۴۴ مع حواشی اشٹائن - پولی انوس ۱، ۳۰، ۲ ارسطاطالیس کی تصنیف "سیاسیات اٹیکا" کے ایک فقرے کا اتباع کرتا ہے جو غیر مکمل حالت میں ہمارے پاس تک پہونچا ہے۔ اس کے مطابق ایک سو دولت مند ترین اشخاص کو ایک ایک تالنت ملتا تھا اور ان پر یہ لازم تھا کہ وہ ایک سہ طبقہ جہاز تیار کریں لاؤریون سے پچاس تالنت کی آمدنی کچھ زیادہ رقم نہیں ہے؛ ان سے تھاسوس کی کانوں کا

باب ۱۳

شہریوں میں تقسیم کر دینے کے جہازوں کی آراستگی پر لگایا جائے۔ یہ رقم ایک بڑے بیڑے کی تیاری کے لئے بالکل کافی تھی۔ پانچویں صدی ق م اور اس کے بعد تک ایک سہ منزلہ کشتی تقریباً ایک تالنت میں تیار ہو جاتی اور مملکت ایک اور تالنت اس کے آراستہ کرنے میں صرف کرتی تھی۔ اس طرح اگر ہر سال پچاس تالنت صرف کئے جاتے تو چار سال میں ایک سو جنگی کشتیاں تیار ہو سکتیں اور ۴۸۰ ق م میں اتھنز کے پاس ایک سو اسی جہازوں کا ایک بیڑا ہوتا۔ یہ اعداد و شمار صرف یہ دکھانے کے لئے پیش کئے گئے ہیں کہ تسطاکلیس کی ترکیب ممکن تھی۔ ظاہر ہے کہ ان کی بنا قیاس پر ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو حالات اس باب میں درج کئے گئے ہیں ان میں یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ قدما کے بیانات پر قیاس کا اضافہ کیا جائے۔

تسطاکلیس کے تدابیر کی کامیابی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ارسطیدش کو ۴۸۳ ق م میں ملک بدر ہونا پڑا۔ جب ارسطیدش اتھنز میں تھا تو اس نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ جب کبھی اس کا مدمقابل کوئی تحریک کرتا تو وہ نفی میں محض اپنا سر ہلا دیتا۔ اور اگر تسطاکلیس کے تدابیر کو کامیابی ہونا تھی تو یہ بہتر تھا کہ ارسطیدش اتھنز سے کچھ فاصلے پر ہی ہو۔ مشہور ہے کہ جب رائے لی گئی تو ایک شہری کی طرف سے ارسطیدش کو خود جلا وطنی کے لئے اپنا ہی نام لکھنا پڑا اور جب اس نے اس شہری سے یہ دریافت کیا آخر ارسطیدش میں کونسا ایسا نقص ہے جس کی وجہ سے وہ جلا وطنی کا مستحق ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں لوگوں کی زبان سے اسے منصف مزاج سنتے سنتے تھک گیا ہوں۔ بدقسمتی سے یہ شخص سچ کہہ رہا تھا اور اس موقع پر اتھنز اور یونان کو اتنے منصف مزاج رہبر کی ضرورت نہ تھی جتنی ایک قابل رہبر کی۔[۱۱۵]

(بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱۴) مقابلہ کیا جائے۔ لیکن یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اس کے لئے ڈنکر، ۷ (۵) ۱۸۲، حاشیہ ۱ کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ اور بوسولٹ اور کریتوس کی صحیح رائے کا جیسے اس نے "تاریخ یونان" ۲ (۲) ۸۱۴، ۸۱۵ میں اظہار کیا ہے مقابلہ کرنا چاہئے۔

۱۱۵ اسی زمانہ میں فارقلیس کے باپ زانتھی پوس کو بھی جلا وطن ہونا پڑا۔

باب ۱۳

نوٹ

اس باب کے لئے سب سے بڑی سند ہیروڈوٹس ۶، ۱۳۱ وغیرہ اور ساتویں مقالے کی ابتدا ہے۔ لیکن ہم ہیروڈوٹس ہی پر اکتفا نہیں کر سکتے اس لئے کہ وہ دو نہایت اہم معاملات پر مطلق بحث نہیں کرتا یعنی ایتھنزیوں کی ایران کے خلاف جنگی تیاریاں اور ایتھنز کے اندرونی تنازعات۔ اسی لئے سوانح عمریوں سے بھی کام لینا پڑے گا اور ان میں سے پلوٹارک کی سوانح عمری ارسطیدش و تمسطاکلیس خاص طور پر قابل ذکر ہیں، لیکن یہ بھی سنہ ۴۹۰ق م سے سنہ ۴۸۰ق م تک کے حالات کے لئے محض ناکافی ہیں؛ اول تو اس دور کے ہمعصروں نے بہت ہی کم مواد چھوڑا ہے اور دوسرے زمانۂ مابعد کے مورخوں نے تاریخ میں بالکل غلط نظریئے شامل کر دیئے ہیں اور یہ ا،باؤئر نے اپنی کتاب "تمسطاکلیس" (میرزے برگ سنہ ۱۸۸۱ء) میں واضح کر دیا ہے۔ نیز مقابلہ کیا جائے حواشی باب ۷، کتاب ہذا۔ اس ضمن میں تھیوپومپوس نے اصل واقعات کی حقیقت کو خاص طور پر بدل دیا ہے۔

باب (۴)

سنہ ۴۸۰ ق م

اس شکست کے بعد ایران نے یونان کی طرف رخ کرنے میں امید کے خلاف دیر کی داریوش کی خواہش تھی کہ وہ اس مرتبہ یونان پر بصد تزک واحتشام حملہ آور ہو چنانچہ وہ سنہ ۴۸۹ ق م سے سنہ ۴۸۶ ق م تک نہایت وسیع تیاریوں میں مصروف رہا لیکن سنہ ۴۸۶ ق م میں مصر باغی ہو گیا اور یونان پر حملہ کرنے سے پیشتر داریوش کو گھر کی بغاوت فرو کرنی ضروری تھی۔ اس کے علاوہ اسی زمانے میں اس کے بیٹوں کے درمیان وراثت تخت وتاج کے معاملے میں نقیض پیدا ہوئی۔ سب سے بڑا لڑکا ارتوبازان یہ کہتا تھا کہ میں ہی وارث تخت و تاج ہوں۔ مگر داریوش نے زرکسنر کی ماں اتوسہ سے جو کورش کی بہن تھی اپنی تخت نشینی کے بعد شادی کی تھی اسی لئے زرکسنر اپنا حق فائق بناتا تھا۔ آخر کار اتوسہ ہی کی خواہش پوری ہوئی اور سنہ ۴۸۵ ق م میں داریوش کے انتقال کے بعد زرکسنر ہی تخت نشین ہوا۔ اس نئے فرمانروا نے سب سے پہلے یعنی سنہ ۴۸۴ ق م میں ہی مصر کی بغاوت فرو کر دی اور اس کے بعد یونان کا رخ کیا۔ ہیروڈوٹس کی کتاب میں تمام ایرانی عمائدین کی ایک مجلس شوریٰ کا ذکر ہے جس میں خاندان شاہی کے افراد، ساتھ بڑے بڑے امراء کے قریب ترین رشتہ دار اور مختلف صوبوں کے والی شریک تھے۔ اس میں زرکسنر نے حاضرین کے سامنے اپنا پیش نامہ بیان کیا اور منجملہ اور باتوں کے یہ کہا کہ اُس کا ارادہ ہیلسپونٹ پر ایک پل بنا کر اپنا لشکر یونان لے جانے کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زرکسنر پُر شوکت

کا اتباع کرکے بری راستہ ہی اختیار کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خوشامد نوشں نے بھی تائید کی
بلکہ شاید وہی اس مرتبہ بھی اس تدبیر کا بانی مبانی تھا اور چاہتا تھا کہ اپنے پہلے
کارنامے کا ایک وسیع پیمانے پر اعادہ کرے۔ مگر زرکسنر کا چچا یعنی داریوش کا بھائی
ارتابان سرے سے اس مہم کے ہی خلاف تھا۔ اس کا یہ قول تھا کہ بروبحر دونوں پر یونانی
نہایت بہادر ثابت ہوئے ہیں اور ایرانی کسی حالت میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اس مخالفت
سے شہنشاہ مارے غصے کے کانپ اٹھا لیکن اس کے چچا نے اس خوبی سے اپنے
دلائل داستدلال پیش کئے کہ اس کے استقلال میں کچھ تھوڑا سا فرق آہی گیا لیکن
اسے دو مرتبہ ایک ہی خواب نظر آیا جس میں اسے مہم سر کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اور
جب شہنشاہ کے حکم کی چار و ناچار تعمیل کرکے ایک روز ارتابان شاہی خلعت زیب تن
کئے ہوئے شاہی مسند پر بیٹھا اور اس کے بعد شاہی بستر پر جاکر لیٹا تو اسے بھی وہی
طویل القامت خوبرو جوان نظر آیا جو زرکسنر کو نظر آیا تھا اور اس نے اسے زرکسنر
کو غلط راہ بتانے پر بہت سخت و سست کہا۔ غرض یہ ہے کہ ارتابان نے آخرکار
اپنی رائے بدل دی[1] اور اس مہم کے لئے جس کا ثانی تاریخ عالم میں ملنا دشوار
ہے تیاریاں شروع ہوگئیں۔ جو ہیرڈوٹس کے بیان کے مطابق متواتر تین سال
یعنی ۴۸۳ ق م سے ۴۸۱ ق م تک ہوتی رہیں۔ اول تو والیان صوبہ جات کو خود بھی اس
کی بے حد خواہش تھی کہ ان سے جن افواج کا مطالبہ ہوا ہے وہ عمدہ طور پر آراستہ
و پیراستہ ہوں اور جس قدر جلد ممکن ہوسکے مہیا کی جائیں، اس پر جب انعام واکرام
کے وعدوں کا اضافہ بھی ہوا تو ان کے جوش کی انتہا نہ رہی۔ اسی زمانے میں زرکسنر
نے ایک ایسا کام شروع کیا جو اس کے نزدیک بہت ہی اہم اور ضروری تھا اور جس سے

---

[1] یہ صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ طول وطویل اور غیر ضروری استدلال کو ایک جگہ مجتمع
کردیا گیا ہے۔ اصل میں ہوا یہ ہے کہ ایشیائے کوچک میں لوگوں نے ایک دوسرے
سے یہ قصے بیان کئے اور ہیرڈوٹس نے انھیں ہو بہو نقل کردیا۔ دیگر امور میں یہ سب
ایشیائی رنگ میں رنگا ہوا ہے اور اس سے وہی مشرقی استبدادیت عیاں ہوتی
ہے جس کی جھلک "عہد نامہ عتیق" میں بھی پائی جاتی ہے۔ ۱۲

معلوم ہوتا ہے کہ اس مہم کی ابتدا مہرنوش ہی کی تحریک سے ہوئی ہوگی، یعنی اس نے کوہ
آتھوس اور تھریس کے درمیان ایک نہر کھدوانی شروع کی تاکہ جہازوں کو اُس
راس کا دورہ نہ کرنا پڑے جو داریوش کے زمانے میں اس درجہ نقصان رساں ثابت
ہوئی تھی۔ یہ نہر بارہ اسٹادیا (تقریباً ڈیڑھ میل) لانبی اور (ایک مورخ مابعد کے
بیان کے بموجب) ایک سو فٹ چوڑی تھی؛ اور اس کے تعمیر کرنے میں فنیقیوں نے
اپنے کمال کے جوہر خوب ہی دکھائے تھے۔ ساتھ ہی دریائے استریمون
کے عبور کرنے کے مشکلات کو ملحوظ رکھ کر اس دریا پر پل باندھنے کے تدابیر
کئے گئے۔ لیکن جو بات سب سے زیادہ اہم تھی وہ لشکر کے سامان رسد کا مسئلہ تھا؛
اس لئے یہ طے کیا گیا کہ مختلف شاہراہوں پر یعنی لیوکے اکتے (پروپونٹس)،
تیرودزا (ملک پرتھوس)، دورسکوس (میدان وہانہ دریائے ہبروس) اور خلیج
تھرمے (مقدونیہ) پر غلہ وغیرہ جمع کر دیا جائے۔ آخرکار بری افواج بمقام کرتیالا
(کاپادوسیہ) جمع ہوئیں اور وہاں سے کیلائناے ہوتی ہوئی ساردس آئیں۔ یہاں آتیس
کا بیٹا پی تھیوس جو شاید شاہ کریسوس کا پوتا یا نواسہ تھا مقیم تھا؛ اس کے پاس
بے شمار دولت تھی یعنی علاوہ غلاموں اور جائداد منقولہ کے وہ دو ہزار نقرئی تالنت اور
چالیس لاکھ طلائی استاتر (تقریباً چھ کروڑ روپیہ) کا مالک تھا؛ اور جب یہ لشکر ساردس
پہونچا تو اُس نے زرکسیز اور تمام ایرانی سپاہ کی دعوت کی۔ شہنشاہ نے ساردس
سے علاوہ ایتھنز اور اسپارٹا کے باقی تمام یونان کو اپنے سفیر بھیجے جن کے ذریعہ سے
اس نے یونانیوں کی اطاعت کی دعوت دی اور ان سے مٹی اور پانی طلب کیا۔[۵۲]

---

[۵۲] ہیرو ڈوٹس ۷، ۲۲، ۲۴۔ اس مسئلہ کے متعلق کہ آیا یہ نہر کبھی مکمل ہوئی یا نہیں (جس کا بہت سے مورخوں کو شبہ ہے) ڈنکر ۷ (۵)، ۱۹۹ دیکھا جائے +

[۵۳] ہیرو ڈوٹس ۷، ۱۳۲۔ اس سلسلے میں پلوٹارک "سوانح عمری تمسطاکلیس" کا مطالعہ کرنا چاہیے جہاں یہ ذکر ہے کہ جس شخص نے ایرانی پیغام کی ترجمانی کی تھی اسے تمسطاکلیس کی تحریک پر قتل کر ڈالا گیا اور ارتھمیوس ساکن زیلیا کے شہری حقوق اس لئے سلب کرلئے گئے کہ وہ ایرانی روپیہ (رشوت کی غرض سے) یونان میں لایا تھا +

باب ۲

اس کے بعد اس نے موسم بہار ۴۸۰ق م کے اوائل میں ہیلسپونٹ کا رخ کیا جس پر ابی دوس اور سستوس کے درمیاں پل باندھ دیا گیا تھا۔ پہلا پل تو ایک طوفان کی نذر ہوا جس سے شہنشاہ کو بیحد غصہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ پانی پر لاٹھیوں کی ضربیں لگائی جائیں اور سزا کے طور پر ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈالی جائیں؛ آخر الامر پچاس چھوٹی کشتیوں اور سہ طبقہ جہازوں کے دو پل بنائے گئے ایک میں تین سو ساٹھ اور دوسرے میں ۳۱۴ جہاز کام آئے۔ اول تو کشتیوں کے لنگر ڈال دئے گئے۔ اور ان پر دو نہایت دبیز رسے جن کی موٹائی تیس انچ (تقریباً ۱۳ گرہ) سے زیادہ تھی باندھ کر ان پر شہتیر، تختے اور مٹی ڈال دی گئی۔ اس طرح دو مکمل سڑکیں تیار ہوگئیں اور ان کے دو رویہ بلند کٹہرے لگادئے گئے۔ زرکسز نے ابی دوس پہونچ کر اپنے لئے سنگ مرمر کا ایک تخت بچھوایا اور اس پر بیٹھکر اپنی فوج اور بیڑے کا معائنہ کیا۔

اس پل کو بخیر و خوبی عبور کرکے فوج پہلے تو شمال و مشرقی سمت تھریسی خرسونیز میں ہوکر پھر جنوب و مغربی جانب بحیرۂ تھریس کے کنارے کنارے چلی۔ جب یہ لشکر جرار ہبردس ندی کے پار دورسکوس کے میدان میں پہونچا تو اسے شمار کرنے کی غرض سے شہنشاہ نے حکم دیا کہ ایک مربع آراضی میں دس ہزار آدمی کھڑے کردیئے جائیں۔ اسی طرح بار بار یہ قطعہ سپاہیوں سے بھرا گیا تاکہ شمار کرنے کی زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ یہ قطعہ ایک سو ستر بار بھرا گیا اور خالی کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگجوؤں کی تعداد ستر لاکھ تھی۔ ہمارے مورخ کو یہ علم نہیں کہ ہر صوبے سے کتنے کتنے آدمی آئے تھے لیکن وہ اس عظیم الشان لشکر کی ظاہری شکل و صورت کا نہایت دلچسپ حال بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں مفصلہ ذیل عناصر موجود تھے:۔

سب سے پہلے تو ایرانی اور مددی تھے جو نیزوں، کمانوں اور تلواروں سے مسلح تھے؛ ان کے بعد کسیانی، ہیرکانی اور اشوری پیتل کے خود پہنے ہوئے اور علاوہ دیگر اسلحہ کے ہاتھ میں لکڑی کے گرز لئے ہوئے جن پر لوہے کی ٹوپیاں تھیں؛ بختیاری جن کے ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے بھالے اور تبر تھے؛ ہندوستانی اپنے سوتی لباس

میں کمانوں اور سرکنڈے کے تیروں سے مسلح "آریہ" پارتھی" خوارزمی" سوگدیانا اور گندھارا کے باشندے جو تقریباً بختیاریوں ہی کی طرح مسلح تھے" بحر خزر کے اطراف کے باشندے سموری لباس زیب تن کئے ہوئے" سارنگے رنگین کپڑے اور اونچی ایڑی کے جوتے پہنے ہوئے" پاکتی" اوتیانی" میکیانی" اور پاریکانی تھے۔ ان کے علاوہ اس فوج کے عرب ڈھیلی ڈھالی عبائیں پہنے ہاتھوں میں کمانیں لئے تھے" افریقہ کے حبشی شیروں اور چیتوں کی کھالیں اوڑھے ہوئے اور ہاتھوں میں لمبی کمانیں اور پتھر کے سروں کے تیر (جن پر بیل گائے کے سینگ لگے تھے) اور خاردار گرز لئے تھے اور ان کے آدھے جسم سرخ اور آدھے سفید رنگے تھے۔ اس فوج میں ایشیائی حبشی (یعنی بلوچستان کے براہوئی) بھی تھے جو بجائے خود دوں کے گھوڑوں کی پیشانی کا حصہ سروں پر پہنے تھے اور سارس کے چمڑے سے ڈھال کا کام لیتے تھے" لبیہ والے بھی تھے جن کے نیزوں کی نوکیں آگ میں تپا کے سخت کر دی گئی تھیں" پفلاگونیہ والے بھی تھے جو اونچی ایڑی کے جوتے پہنے تھے اور لیگیائی" ماتی نیانی" ماریاند ینیانی شامی افروجی اور ارمن بھی تھے۔ وہاں اریہ کے باشندے یونانیوں کی طرح مسلح تھے" میزیہ کے باشندے نظر آتے تھے" تھریسی لومڑی کی کھال کی ٹوپیاں" رنگین کپڑے اور ہرن کے چمڑے کے جوتے پہنے تھے" ایشیائی تھریسیوں کے بازوؤں پر رنگین کپڑا لپٹا ہوا اور وہ سروں پر پیتل کے خود پہنے ہوئے تھے جن میں کان اور سینگ بنانے والے نے اپنی صناعی کا نمونہ دکھایا تھا۔ ان کے دوش بدوش لسونیانی" ملیائی" موسکیانی" طیرے نیانی" مکرونیائی" موسی نوئیکی اور ماریس تھے۔ اور وہیں کولکسی بھی تھے" جن کے سروں پر لکڑی کے خود اور ہاتھوں میں گائے کے چمڑے کی ڈھالیں تھیں! اور الارودیانی" ساسپیریانی" اور جزائر خلیج فارس کے باشندے بھی تھے۔ ہر دس سو" ہزار اور دس ہزار سپاہیوں پر ایک ایک افسر متعین تھا اور ہر قبائلی دستہ ایک ایک ایرانی امیر کے ماتحت تھا۔ تمام پیادہ سپاہی مہرنوش تری تان تانگ تیس ولد ارتابان سمرودین" ماسس تیس برادر زرکسنر گرگیس اور میگابیزو ولد زپیروس کے زیر کمان تھے۔ صرف دس ہزار چیدہ چیدہ سپاہی یعنی نام نہاد "تشون جاودانی" ہمیشہ پورے طور پر مسلح رہتے تھے" ان ہی کے پاس بہترین ہتھیار تھے اور یہی اپنے ساتھ

میدان جنگ میں اپنی بیویاں، لازم اور دیگر سامان تعیش لے جا سکتے تھے۔ ان کا کماندار ہیدارنیز تھا۔ یہ سب ایرانی پیدل سپاہ کی تفصیل ہوئی۔
ان کے علاوہ ایرانی فوج میں اسی ہزار سوار تھے۔ جن میں پاریکانی اور عرب شتر سوار شامل نہ تھے۔ اسپ سواروں میں آٹھ ہزار ایرانی گوپھنئے جن کے ہاتھ میں لمبی پھندے دار رسیاں بھی تھیں، مدوی اور کسیانی جو جنگی رتھوں میں سوار تھے، اور باختر اطراف بحیرۂ خزر اور لبیہ کے باشندے بھی تھے۔ ان سب کے کماندار داتس کا بیٹا ارامتھریس اور ٹی تھایوس تھے۔
ایرانی سہ طبقہ جہاز (جن کی تعداد ایک ہزار دو سو سات تھی مختلف اطراف و اکناف سے مفصلۂ ذیل تناسب سے آئے تھے:- فنیقیہ اور فلسطین ۳۰۰، مصر ۲۰۰، قبرص ۱۵۰، سلیسیہ ۱۰۰، پمفیلیہ جہاں کے باشندوں کے اسلحہ یونانی وضع کے تھے) ۳۰، لسیہ ۵۰، ایشیائی دوریانی ۳۰، کاریہ ۷۰، ایونیہ ۱۰۰، جزائر ۱۷، ایولیہ ۶۰، ہیلیسپونٹ ۱۰۰۔ ان کے علاوہ اس بیڑے میں تین ہزار کشتیاں، گھوڑوں کی بار برداری کی کشتیاں، اور تیس اور پچاس چپو کے جہاز اور تھے۔ بیڑے کے امیر البحر داریوش کے دو بیٹے اریابگنز اور ہخامنز اور پرگراسپیز اور میگابازو تھے، اور ان کے ماتحت مختلف اقوام کے ملاح تھے جن میں سے سب سے ممتاز ایک عورت ارتمیزیا تھی جو اُسی لیگداموس کی بیٹی تھی جس نے ہالی کارناسوس، کوس، نسی روس اور کالیدنوس سے پانچ جہاز مہیا کئے تھے۔ قومی سپاہ کے علاوہ ۳۶۲۱۰ ایرانی، مدوی اور شک قوم کے ملاح ۳۰ نفر فی جہاز کے حساب سے تمام جہازوں میں تقسیم کر دیئے گئے تھے تاکہ وہ حسب دلخواہ نگرانی کر سکیں۔ ان کے علاوہ فی جہاز ۲۰۰ ملاحوں کے حساب سے ۱۲۰۷ جہازوں میں ۲۴۱۴۰۰ قومی سپاہ تھی اور تین ہزار دیگر کشتیوں میں ۲۴۰۰۰۰ اور سپاہی تھے۔ غرض یہ ہے کہ اگر اس میں ۱۷۰۰۰۰۰ پیدل، اسی ہزار اسپ سوار اور بیس ہزار رتھ سواروں کا اضافہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایشیا سے کل ۲۳۱۷۶۱۰ سپاہی آئے تھے۔
ہیروڈوٹس جنگ تھرموپلی کے جنگ کے سلسلے میں کہتا ہے کہ اس کے علاوہ یورپ میں بھی ایک کثیر التعداد فوج اس میں ملائی گئی جس میں تین لاکھ تھریسی سپاہی

باب ۴

۱۲۰۷ جہاز اور چوبیس ہزار ملاح تھے۔ اس طرح ایرانی فوج میں جنگجوؤں کی تعداد ۲۶٬۴۱٬۶۱۰ ہوئی اور اگر بقول ہیروڈوٹس فی کس ایک ملازم بھی رکھا جائے تو نان بائیوں، باورچیوں اور دیگر ملازموں کو نظرانداز کرنے پر بھی ایرانی فوج میں گویا کل ۵۲٬۸۳٬۲۲۰ آدمی ہوئے۔ کچھ عجب نہیں کہ اس عظیم الشان لشکر کے لئے فی یوم ایک لاکھ دس ہزار شل (تقریباً ۴۸ ہزار من) اناج درکار ہوتا تھا اور پانی کا اس قدر خرچ تھا کہ دریا کے دریا خشک ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ ان اعداد و شمار میں بے حد مبالغہ آمیزی برتی گئی ہے ہیروڈوٹس نے جو تعداد اس لشکر کے افراد کی ہمارے سامنے پیش کی ہے اس کے لئے اس چھوٹے سے پہاڑی ملک میں ہرگز کافی جگہ نہیں نکل سکتی تھی۔ دوسرے بہت سے سپاہیوں کے پاس ایک ملازم بھی نہ تھا اور اگر افسران بالاتر کے پاس فی کس ایک ملازم سے زیادہ تھے تو بھی ان کی مجموعی تعداد ہرگز اتنی نہیں ہو سکتی جتنی ہیروڈوٹس بیان کرتا ہے۔ اسی طرح ملاحوں کی تعداد بھی بڑھا کر بیان کی گئی ہے۔ بلاشبہ اس لشکر میں جو دریائے ہیردس سے تھرمو پلی آیا کبھی تین لاکھ سپاہی نہیں ہو سکتے بلکہ اس میں زیادہ سے زیادہ تیس ہزار سپاہی ہوں گے۔ بہرحال اگر بڑی بڑی منہائیاں بھی عمل میں لائی جائیں تو بھی یہ حملہ دنیا کی تاریخ کے عظیم الشان حملوں میں سے شمار ہوگا۔ وہ ایک سیدھا سادھا ٹڈی دل تھا جس کا واحد نصب العین یہ تھا کہ یونان کو چٹ کر جائے۔ [۱]

---

[۱] ہیروڈوٹس کے تخمینہ کی تنقید ڈانکر، ۵، ۱، ۲۰۶ میں کی گئی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس لشکر جرار میں آٹھ لاکھ پیدل اور سوار، دو لاکھ باربرداری دار اور ڈھائی لاکھ ملاح تھے اور ان کے علاوہ تیس ہزار مقدونوی اور تھریسی بھی تھے۔ مصنفین مابعد خصوصاً کتے سیاس، ایفورس (از روئے اقتباسات دیودورس) نیپوس اور جسٹن کا خیال ہے کہ اس لشکر میں کل سات لاکھ سپاہی تھے اور نیپوس (تھمسٹاکلیس ۲) چار لاکھ سپاہیوں کا اضافہ کرتا ہے۔ مقابلہ کیا جائے بوسولٹ ۲، ۶۴۳۔ بلاشبہ جہاز ۱۲۰۷ ہی تھے۔ لیکن ڈیلبروک کا خیال ہے کہ یہ تعداد بھی حقیقت سے زائد ہے۔ اس کے نزدیک جنگجوؤں کی تعداد ۴۵ سے ۵۰ ہزار تک اور باربرداری والوں کی تعداد ایک سے دو لاکھ تک ہوگی۔ اس کا خیال ہے کہ

باب ۱۲

شہنشاہ زرکسیز نے دورسکوس سے جزیرہ نمائے اتھوس کے ابتدائی شہر اکانتھوس کی طرف رخ کیا اور وہاں پہونچ کر اس نے یہ حکم صادر کیا کہ اس کا عظیم الشان لشکر تین حصوں میں آگے بڑھے اور خلیج تھرما پر از سر نو متحد ہو جائے۔ جب وہ تھرما پہونچا تو اسے جنوبی افق پر تھسلی کے پہاڑ نظر آئے اور اس نے پہلی مرتبہ کوہ اولمپوس اور کوہ اوسا کو دیکھا جن کے درمیان مشہور آفاق دریائے پے نیوس بہتا تھا۔ چونکہ فوج کو وادی ٹمپے میں ہو کر جانے کے بجائے پہاڑوں کو عبور کرنے کا حکم تھا اور اس کی خواہش اس وادی کو اپنی آنکھ سے دیکھنے کی تھی اس لئے وہ سمندر کا راستہ اختیار کر کے وہاں پہونچا۔ اور تھسلی کے متعلق جس نے اس کی اطاعت کا اقرار کر لیا تھا، معلومات حاصل کر کے ان مخبروں کی رپورٹیں سنیں جنھیں اس نے یونان روانہ کیا تھا۔ انھوں نے اسے اطلاع دی کہ اس کی سیادت تھسالویوں، دولوپیون، آئے نیانیوں، پرھائے بیون، لوکریون، مگنے تیون، ماسیون، فطیہ کے اکائیاتیون اور (سوائے تھسپیا) اور پلاٹیہ کے بیوتیہ کے تمام بلدیات نے تسلیم کر لی ہے۔ یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ یہی وہ اقوام ہیں جنھیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۷۔ فیصلہ کن واقعہ یہ ہے کہ سپاہیوں کی اس عظیم الشان تعداد کی قواعد اور ان کی خورونوش کے انتظام کے لئے ہرگز جگہ نہ تھی اور اس کے نزدیک جو تعداد اس نے مقرر کی ہے وہ بھی رقبے کے حدود کو مدنظر رکھ کر زیادہ سے زیادہ ہے۔ لیکن غالباً اس میں بھی مبالغہ آمیزی ہے۔ اس کی کس کو پرواہ تھی کہ باربرداری والوں کے پاس سامان خورونوش ہے یا ان کی نقل و حرکت کے لئے کافی جگہ موجود ہے۔ اور جنگجوؤں کی جس تعداد کا اس نے تخمینہ کیا ہے اُس سے دوگنی تعداد (یعنی ۹۰ ہزار سے ایک لاکھ تک) کی نگرانی اور سامان خورونوش کا انتظام کیا جاسکتا تھا۔
جہاں تک طرز شمار کا تعلق ہے اس کی وہی قیمت ہے جو کسی تماشہ گاہ پر بہروپئے سپاہیوں کی ہوتی ہے ممکن ہے کہ شہنشاہ کو خوش کرنے کے لئے افسر ایک ہی سپاہی کو بار بار حلقۂ شمار میں بھیج دیتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ اگر صحت درکار تھی تو بہتر ہوتا اگر ہر رسالے کے سپاہی شمار کر لئے جاتے۔ لیکن ایسی صورت میں سپاہیوں کی تعداد بڑھا کر بتانا بالکل ناممکن ہو جاتا۔

باب ۱۲

"لیگ ہمسایگاں"* میں رائے دینے کا بھی حق حاصل تھا اور چونکہ لیگ کے ارکان کی جملہ تعداد صرف بارہ تھی اور جیسا اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے علاوہ بیوتیہ کے ایک جزو کے صرف تین ہی (یعنی نوکسیوں، اور دوریائیوں اور ایونیائیوں) کا نام اس میں نہیں پایا جاتا اس لئے انھیں ریاستوں کو ۲/۳ کا غلبہ آرا حاصل تھا ۵ـ ان ریاستوں میں سے جن کا نام اس

---

* "امفک ٹیونک لیگ"۔ ایک انجمن تھی جس کا مستقر انتھیلا تھا اور جس میں تمام یونانی ممالک کے نمایندے شریک ہوتے تھے۔ اس کا تعلق ڈیلفی کے مشہور بت خانے سے تھا +

(مترجم اردو)

---

(۵) ہیروڈوٹس (۷، ۱۳۲) اُن اقوام کا ذکر کرتا ہے جنھوں نے ایرانیوں کے سامنے سر اطاعت خم کیا اور ان میں وہ صرف "انجمن ہمسایگان" کے اراکین شمار کرتا ہے ہمیں یہ بھی علم ہے کہ اس زمانے میں ڈیلفی کی کاہنہ کا طرز عمل اصول وطنیت کے بالکل منافی تھا، اور ان دونوں باتوں سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ یونان کے ایران پسند فریق کی (جس کا اس زمانے میں یقیناً وجود تھا) یہ کوشش تھی کہ ڈیلفی کی انجمن اور اس کی کاہنہ کے ذریعے سے اپنا ملک دشمن کے حوالے کر دیں۔ اس سے اس زمانے کی اخلاقی حالت کا پتہ چلتا ہے کہ بارہ رایوں میں سے نو تو ایران کے موافق اور صرف تین مخالف نکلیں۔ اور ان تین ارباب رائے میں سے صرف دو ہی ایسے تھے جو قطعی طور پر اس کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ ڈیلفی کے پجاریوں کو اتنی جرات تو نہ تھی کہ اپنے جذبات کا علی الاعلان اظہار کریں، لیکن انھوں نے اپنے پیچیدہ طرز عمل سے اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ جو تقاریر ڈیلفی کی دیبی کی طرف منسوب کی جاتی ہیں وہ بعد میں بنا لی گئی ہوں لیکن اگر ڈیلفی سرد مہری کا برتاؤ نہ کرتا تو یہ تقریریں دیبی کی طرف بھی منسوب کی جاتیں یہ یونانیوں کی مستحفظ طبیعت اور مذہبی جذبات کی قوت کا بدیہی ثبوت ہے کہ انھوں نے اس سخت آزمائش کے بعد بھی "انجمن ہمسایگان" اور ڈیلفی کی کاہنہ کو اپنی اپنی جگہ قائم رکھا اور گو آخر الذکر کا اخلاقی اقتدار افسانہ ماضی ہو چکا تھا مگر اسے کوئی ظاہری نقصان نہیں پہونچایا گیا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یونانی محبان وطن نے اپنی عین چالاکی سے کاہنہ کی ظاہری مخالفت سے باز رکھا ورنہ وہ یونانی محبان وطن کو سخت ترین ایذا پہونچاتی۔ جو یونانی خاکنائے پر جمع تھے

باب ۱۹

فہرست میں نہیں ہے۔ دوریانی اور ایونیائی یعنی اسپارٹی اور اتھنزی ہی سب سے اہم تھے اور وہ اس حصۂ یونان کے گویا پھول تھے جن میں حب وطن کا گہرا رنگ بھرا ہوا تھا اور جنھیں یہ حق حاصل تھا کہ خود اپنے آپ کو "ارض یونان" کا لقب دیں۔ ان مملکتوں کی لیگ کا مرکز خاکنائے کورنتھ تھا۔ انھوں نے یہ طے کیا کہ جب ان کی قوم کو اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق کامیابی حاصل ہو جائے گی تو ان یونانیوں کو جنھوں نے ایرانی حملہ آوروں کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے دلیفی کے دیوتا کے سامنے خراج پیش کرنا پڑیگا۔ گو محب وطن یونانیوں میں دوریانی تعداد میں بہت زیادہ تھے لیکن پرجوش مدافعت کا مبدا اور منبع ایونیائی یعنی اتھنزی تھے[۵]

بلاشبہ ایرانیوں کا وار براہ راست اتھنز ہی پر تھا، لیکن یہ بعید از قیاس نہیں کہ اگر وہ چاہتے تو ایرانیوں سے ایسا معاہدہ کر لیتے جس کی رو سے وہ تو محفوظ رہتے مگر باقی ماندہ یونان کو سخت نقصان پہونچتا اور اس میں کلام نہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۹۔ انھوں نے یہ تجویز کیا کہ اگر انھیں آیندہ محاربے میں فتح ہو گئی تو وہ دلیفی کے لئے ایک بہت بڑا انعام تجویز کرتے ہیں! اور گو یہ انعام کسی کو دیا نہیں گیا لیکن یونانیوں کا مقصد حاصل ہو گیا۔ اول تو پجاریوں کو سبز باغ دکھائے گئے دوسرے ابتدا میں دلیفی اور ایرانیوں کا تعلق بھی منقطع ہو گیا تھا۔ غرض یہ ہے کہ پجاریوں نے وطنیت کا جامہ پہن لیا اور اس کے مطابق دیوی سے کرامات ظہور میں آنے لگے۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ پجاریوں کو ان کا مقررہ عشر نہیں ملا، اس لئے کہ یونانیوں کی یہ عادت تھی کہ جب اپنے قسموں اور حلفوں کی تاویل کرتے تو اس میں سب سے زیادہ اپنا مفاد ملحوظ رکھتے اور ساتھ ہی پجاریوں کو اس کا خیال رکھنا پڑتا کہ وہ کسی قسم کی شکایت کا لفظ بھی اپنی زبان پہ نہ آنے دیں۔ زمانۂ مابعد میں اسپارٹیوں نے "انجمن ہمسایگان" کی اصلاح کرنے کی کوشش کی مگر اتھنزیوں نے انھیں اس اصلاح سے باز رکھا۔

[۵] اب بوسولٹ ان قرار دادوں پر حرف زنی نہیں کرتا ("تاریخ یونان" ۲، ۱۲۹) جو خاکنائے پر منظور ہوئی تھیں۔ ہیرڈوٹس ۷، ۱۳۲۔ مقابلہ کیا جائے کرتیوس ۲ (۲) ۸۱۷ +

باب ۵

کہ ہیروڈوٹس کا یہ قول کہ اتھنز ہی مدافعت ہی کی وجہ سے یونانی آزادی محفوظ رہی بالکل درست ہے۔ ۷ - اگر زرکسیز اپنے وسائل کو حسن وخوبی کام میں لاتا تو محض کثرت تعداد کی بنا پر ہی وہ یونانیوں کو بری لڑائی میں ضرور شکست دیدیتا' خاصکر اگر ایرانی بیڑا جنابی حرکت کرکے اور عقب میں حملہ کرکے یونانیوں کا خیال مرکز سے ہٹا دیتا۔ غرض یہ کہ یونانی آزادی کا دارو مدار بیڑے پر تھا اور اس ملک میں نہ صرف بہترین جہاز اتھنز ہی کے پاس تھے بلا امیر البحر کے پاس بھی کافی تعداد میں تھے۔ ایتھنزیوں میں تمسطاکلیس ہی سب سے زیادہ تعریف کا مستحق تھا - اسی نے پرئی اوس کے استحکامات درست کرائے' اسی نے جہازوں کی تعداد بڑھائی اور اب جب فتیہ دیبی حتی المقدور ایتھنزیوں کو بد دل کرنے اور ایرانی فتح کو نسبتاً آسان بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتی تھی تو اسی نے کاہنہ دیلفی کی تقریروں کو توڑ مروڑ کر ان کی ایسی تاویلیں کرنی شروع کیں کہ اس سے عوام متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اس کے مخصوص تجاویز کو مدد ملی۔ مثلاً جب فتیہ نے کہا کہ "صرف چوبی دیواریں ہی باقی رہ جائیں گی" تو اس کے جواب میں تمسطاکلیس فوراً بول اٹھا کہ یہ چوبی دیواریں ہمارے جہاز ہی ہو سکتے ہیں - اس پر کاہنہ بولی کہ "اے آسمانی سالامس تو زن نژادبچوں کو تباہ و برباد کردے گا" جس کا بادی النظر میں صرف ایک ہی مطلب نکل سکتا تھا' وہ یہ کہ یونانیوں کو بحری جنگ میں شکست ملے گی۔ مگر تمسطاکلیس نے یہ کہا کہ کاہنہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے اور وہ یونانیوں کو نہیں بلکہ غیر یونانیوں کو خطرے سے آگاہ کرتی ہے اس لئے کہ اگر یونانیوں کو خطرے سے آگاہ کرنا مقصود ہوتا تو یقیناً کاہنہ سالامس کو "آسمانی" نہ کہتی بلکہ اسے "بدشگون" کے لقب سے مخاطب کرتی - ظاہر ہے کہ فتیہ کو یہ کسی طرح پہلے سے معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ لڑائی سالامس پر ہی ہو گی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشینگوئی کا یہ حصہ آخری وقت بڑھایا گیا ہو گا - یہاں بھی حسب معمول اس دیبی نے ابہام سے کام لیا اور اگر تمسطاکلیس دیلفی کے پجاریوں کی جماعت سے زیادہ چالاک نہ ہوتا تو وہ ضرور اپنی ترکیبوں سے ایتھنزیوں کو دل برداشتہ کر دیتے۔

---

۷) ہیروڈوٹس (۷' ۱۳۹) نے اس زمانے میں ایتھنزیوں کی تعریف و توصیف کی ہے جب عام طور پر لوگ ان پر ظلم و ستم اور خود سری کا الزام رکھتے تھے +

جب زرکسنر ساردوس ہی میں تھا تو محب وطن یونانیوں نے اپنے قائم مقام (پرُوبولی) خاکنائے کورنتھ بھیجے اور ان کی ایک مجلس نے یہ تصفیہ کیا کہ ہر ایک اندرونی نقیض (خاصکر ایتھنز اور آئی گینا کا باہمی جھگڑا) بالائے طاق رکھ دیا جائے اور آرگوس، کورکا یرا، کریٹ اور گیلون والی سرقوسہ کو یونانیوں کے دوش بدوش لڑنے کے لئے مدعو کیا جائے +

انھوں نے پرچہ نویس اور جاسوس بھی ایران روانہ کئے، لیکن وہاں پہونچتے ہی ایرانیوں نے انھیں گرفتار کرلیا مگر ساتھ ہی شہنشاہ نے انھیں خاص طور پر یہ اجازت دیدی کہ جو کچھ انھوں نے دیکھا ہو اس کی اطلاع اپنے وطن روانہ کردیں ؂۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے خداوند تعالیٰ نے کافی عقل و فراست عطا فرمائی تھی، مثلاً جب وہ ابی دوس میں تھا تو اس نے دیکھا کہ چند جہاز جن میں اناج بھرا ہوا تھا پیلو پونیز اور آئی گینا جارہے ہیں لیکن اس نے یہ کہا کہ دراصل یہ اناج ہمارے ہی لئے جارہا ہے اور ان جہازوں کی مطلق مزاحمت نہیں کی۔ اس نے آرگوسیوں کے پاس ایک پیام روانہ کیا اور انھیں شرکت جنگ کی دعوت دی، لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ ہرقلیس کے برادرزادوں نے ایران کی مخالفت کا اعلان کردیا اور کہا کہ ہمیں اس کی مطلق پرواہ نہیں کہ ہمیں اس مہم کا افسر اعلیٰ بنایا جائیگا یا نہیں، ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا اور اسپارٹا کا درجہ مساوی ہو اور اس کی ضمانت کے طور پر اسپارٹا ہم سے تیس سال کے لئے صلح کرے۔ اس پچھلی شرط کو تو اسپارٹیوں نے قبول کرلیا لیکن جہاں تک اعلےٰ ترین کمان کا تعلق ہے وہ ایک جو بھی پیچھے ہٹنا پسند نہ کرتے تھے آخر یونانیوں کے قاعدے کے مطابق انھوں نے بال کی کھال نکالنا شروع کردی، مثلاً انھوں نے یہ کیا کہ ہم اس کے لیے تیار ہیں کہ شاہ آرگوس کو وہی اختیارات حاصل ہوں جو اسپارٹا کے دو بادشاہوں کو حاصل تھے جس کے معنی یہ ہوے کہ آرگوس کے خلاف ہمیشہ کثرت رائے رہیگی۔ آرگوسی اس رمز کو سمجھ گئے اور انھوں نے اُسے نامنظور کردیا۔ آرگوس کے طرز عمل سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ آرگوس اور زرکسنر کے درمیان گفت و شنود شروع ہوگئی ہے اور زرکسنر نے اپنے سفیر آرگوس

ؔ ؂ ہیروڈوٹس ۷، ۱۴۵ وغیرہ +

باب ۲

روانہ کر دیئے ہیں۔ لیکن کم سے کم آرگوسیوں نے آنے والی جنگ میں ظاہر طور پر ایران کا ساتھ نہیں دیا اور یہی یونانیوں کے لئے ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ یونانیوں نے جو سفارت سسلی روانہ کی وہ بھی ناکام واپس آئی اور یہاں بھی قطعی انکار کے بجائے گیلون نے اپنی طرف سے مطالبات پیش کیے۔ اس نے اس پر اپنی رضامندی ظاہر کی کہ وہ بیس ہزار ہوپ لیت' دو ہزار سوار' دو ہزار تیر انداز' دو ہزار گوپھنئے' دو ہزار ہلکے پیدل' دو سو سہ طبقہ جہاز اور تمام یونانی فوج کا سامان رسد مہیا کرے گا بشرطیکہ اسے تمام یونانی افواج کا سپہ سالار اعظم بنا یا جائے۔ اور جب اسپارٹی سفیر نے اسے منظور کرنے سے صاف انکار کر دیا تو اس نے کہا کہ یہ نہیں تو مجھے کم سے کم بری یا بحری افواج کی کمانداری ہی سپرد کر دی جائے۔ اسپارٹیوں نے اس شرط کو بھی قبول کرنے سے انکار کیا تو (ہیروڈوٹس کے بیان کے بموجب) اس نے انھیں خدا حافظ کہکر چلتے وقت اپنا خیال ظاہر کیا کہ اگر وہ اس کی مدد کے بغیر اپنا کام چلا سکے تو وہ سمجھیگا کہ امسال موسم بہار ہی نہیں آیا ۹ے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرقوسہ کے خودسر کو اس کا مطلق اندازہ نہ تھا کہ کسی قوم کے بہار کے کیا معنی ہیں بعض مورخون کا خیال ہے کہ گیلون نے ابھی سے یونان کو مدد دینے کا تہیہ کر لیا تھا مگر اسی زمانے میں قرطاجنیوں نے اس کے ملک پر حملہ کر دیا اس لئے وہ کسی قسم کی امداد نہ دے سکا۔ اگر ایرانی سفیر جنگ ہمرا کے بعد آیا تھا تو ایسی حالت میں گیلون یہ کہہ سکتا تھا کہ میں نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا' اور اگر ہمرا کی لڑائی ۳۸۰ق م تک نہیں ہوئی تو بھی اس میں شبہ نہیں کہ اس نے اپنا فرض غایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ جب خود سسلی میں طرح طرح کے جھگڑے اور مناقشے برپا تھے تو وہ یونان کی براہ راست مدد کس طرح کر سکتا تھا؟ جس مقام سے سب سے زیادہ امید افزا وعدے آئے تھے وہ کورکائرا تھا؛ وہاں کے باشندوں نے

۹ے (Ar. Rhet) ۱' ۷ اور ۳' ۱۰ کے مطابق بجنسہ یہی مثال فارقلیس نے جنازے کی تقریر کے موقع پر بیان کی تھی۔ اور اس وقت اس کے کچھ معنے بھی تھے۔ لیکن اگر ایسا ہی ہو تو بھی اسے گیلون کی طرف غلط طور سے منسوب کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ ممکن ہے کہ اس کا عام گفتگو میں آزادی سے حوالہ دیا جاتا ہو +

باب ۱۲

حکم دیا کہ فوراً ساٹھ جہازوں کا ایک بیڑا روانہ ہو جائے؛ لیکن جب وہ راس مالیا پر پہونچا تو اسے روک لیا گیا تاکہ اگر بالفرض یونانیوں کو ہی شکست ہو جائے تو بھی وہ ایرانیوں کا ساتھ دینا شروع کر دیں [۱۰]۔ اب کریٹی باقی رہ گئے اور چونکہ ڈیلفی کی کاہنہ نے اپنی ایک پیشینگوئی سے انھیں ڈرا دیا تھا اس لئے وہ بھی ایرانیوں کی مخالفت کا اعلان کرنے سے باز رہے۔ [۱۱]

تھسالویوں نے مجبوراً ایرانیوں کا ساتھ دیا تھسلی میں ایلوادائے خاندان جو سب سے زیادہ ذی اقتدار تھا ایران کے طرفداروں میں سے تھا؛ لیکن عوام کو یہ طرز عمل پسند نہ تھا اور انھوں نے ان پر دبولوں کے پاس جو خاکنائے پر جمع تھے استمداد کی درخواست بھیجی۔ اس پر یونانیوں نے دس ہزار سپاہی اسپارٹی یوائے نیٹوس اور اتھنزی تھسٹاکلیس کی سرکردگی میں تمپے روانہ کئے [۱۲]۔ لیکن وہ بہت کم قیام کرنے پائے تھے کہ ان کے پاس سکندر شاہ مقدونیہ کے سفیر آ گئے جنھوں نے انھیں اطلاع دی کہ ایرانیوں کا لشکر عظیم الشان ہے اور (ہیروڈوٹس کے بیان کے بموجب جو زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے) یہ بھی کہا کہ ایرانی پہاڑوں کو عبور کر کے جناحی حرکت کریں گے اور انھیں بہ آسانی مغلوب کر لیں گے۔ غرض یہ کہ آخرالامر تھسالوی ایرانیوں سے جا کر مل گئے۔ [۱۳]

یہ اب بھی ممکن تھا کہ یونانی تھسلی کے جنوبی سرحد پر دشمن کا مقابلہ کریں

---

[۱۰] مقابلہ کرو بوسولٹ: "لاکے ڈیمون" ۱، ۴۰۳ +

[۱۱] ڈیلفی کی دیوی نے جو حکم کریٹیوں کو دیا وہ اپنی (مثلث الوزن) بحر کی وجہ سے مشتبہ ہے؛ لیکن اس کے لئے اسی باب کا پانچواں حاشیہ دیکھا جائے۔ اگر ہم اس امر کا لحاظ کریں کہ پیلو پونیز کے اکائیائیوں تک میں کسی قسم کا جوش و خروش نہ تھا (ہیروڈوٹس ۸، ۳، ۷) اور خود ارکیڈی بھی دل سے اس قصے میں شریک نہیں تھے تو اس سے اسپارٹیوں اور اتھنزیوں اور ان کے حلیفوں کی اور بھی قدر ہوتی ہے۔

[۱۲] بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۲، ۱۴۷ +

[۱۳] جنگ کے دوران میں پردبولوں کی جگہ مختلف ممالک کے قائم مقام اسٹرانی گو متقرر ہو گئے

باب ۴

اور انھوں نے اسکا تہیہ کر لیا؛[۱۴] یہ وہ مقام تھا جہاں خشکی اور سمندر دونوں پروہ اپنا بیڑا اور فوج کھڑی کر سکتے تھے یعنی بیڑا تو راس ارتی میزیوم کے قریب اور فوج درہ تھرموپلی پر قیام کر سکتی تھی۔ دریائے سپرکائیوس کے جنوب میں انتھیلا کے بت خانۂ دمیتر کے قریب ہی زنجیرۂ اتیا اس مقام پر جہاں زمین سے گرم چشمے نکلتے ہیں ساحل کے بالکل قریب آجاتا ہے یہاں ایک درہ تھا اور اس سے انتھیلا کے مشرق اور مغربی جانب دو نہایت تنگ راستے نکلے تھے جن میں ہوکر تھسلی اور وسطی یونان کی واحد شاہراہ جاتی تھی۔ اس درے میں یہ خوبی تھی کہ اس میں ایک مٹھی بھر آدمی کھڑے ہوکر ایک بڑی فوج سے لڑ سکتے تھے۔ واضح ہو کہ جزیرہ یوبیہ جنوب سے شمال کی طرف ٹھیک اسی جگہ تک آتا ہے اور شمال و مشرق میں راس ارتی میزیوم پر آکر ختم ہو جاتا ہے۔ جو ماکن نیس کے ملک کے چوڑے چکلے جنوبی میدان اور کوہ پیلیون کے مقابلے میں واقع ہے۔ یونانیوں کے لئے یہ آبنائے بحری جنگ کیلئے نہایت مناسب تھی اس لئے کہ اگر یہاں لڑائی ہوئی تو وہ ایرانی بیڑے کو تھرموپلی جانے اور بری جنگ میں حصہ لینے سے باز رکھ سکتے تھے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ کوئی شخص ایرانیوں کو اسی جگہ جنگ آزمائی کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا، اور یہ بالکل ممکن تھا کہ اُن کے جہاز ارتی میزیوم اور یوبیہ دونوں کو چھوڑ کر جزیرے کا طواف کرنے لگیں۔ لیکن مسئلۂ زیر بحث یہ تھا کہ اگر یونانیوں نے ایرانی فوج کا تھرموپلی پر انتظار کیا تو کیا یہ ممکن تھا کہ بیڑا اسے چھوڑ کر چلا جائے؟ اس کے برعکس بیڑے کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ بری افواج کا ساتھ دے ہر شخص کو اس کا خیال تھا کہ ایرانی ارتی میزیوم میں ہوکر بڑھنے کی کوشش کریں گے اس لئے یونانیوں نے تھرموپلی اور ارتی میزیوم دونوں پر قبضہ کر لیا۔ لیکن فرق یہ تھا کہ ایک طرف تو تمام و کمال یونانی بیڑا ارتی میزیوم پر پڑا ہوا تھا اور دوسری جانب فوج کا محض ایک جزو تھرموپلی پر قابض تھا۔ بیڑے کی نگرانی اتھنزیوں کے سپرد تھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲۴ (بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۲، ۱۳۹ و ۱۴۰) یہ ضرورت کے وقت اپنی مجلس مشورت منعقد کیا کرتے تھے۔

[۱۴] ہیروڈوٹس ۷، ۱۷۵۔

باب ۳

لیکن اس میں انھیں بہت سی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اسپارٹی بری فوج کے قائد تھے اور وہ اپنے خیالات اور عمل دونوں میں یکتا تھے۔ یہ اس صورت حال کا خاکہ ہے جو اگست ۴۸۰ ق م کے اختتام پر تھی ؎۱

یونانیوں نے دریافت حال کے لئے تین کشتیاں روانہ کیں یعنی ایک کورنتھ کو دوسرے آئی گینا کو اور تیسرے ایتھنز کو لیکن شومیٔ قسمت سے یہ تینوں برباد ہوگئیں اور کورنتھ اور آئی گینا والے جہازوں کے تو ملاحوں تک کا پتہ بھی نہیں ملا۔ اب یونانیوں نے کالکس کا رخ کیا جہاں خاکنائے ذرا کم چوڑی ہے تاکہ حملے کی دونوں جانب سے مدافعت ہوسکے۔ جب ایرانی بیڑا اس ارتی میزیوم کے مقابل پہونچا تو اسے ایک شدید طوفان نے گھیر لیا جو تین روز مسلسل رہا۔ اس سے ایرانیوں کو خطیر نقصان اٹھانا پڑا یعنی ان کی بے شمار باربرداری کی کشتیاں اور چارسو جنگی جہاز اس طوفان کی نذر ہوئے۔ اس کے برعکس یونانیوں کو کسی قسم کا گزند نہیں پہونچا۔ اور اپنے معبود بوریاس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ ارتی میزیوم چلے گئے۔ ایرانیوں نے افی تائے کے قریب خلیج پیگاسائے میں پناہ لی مگر یونانیوں نے ان کے پندرہ جہاز گرفتار کر لئے +

اب ہم ہیروڈوٹس کا اتباع کرتے ہوئے بری معاملات کی طرف رجوع ہوتے ہیں ہم تھرموپلی کی جغرافی حالت بیان کر چکے ہیں، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ امتداد زمانہ سے اس نواح کی شکل و صورت میں بہت تبدیلی ہوگئی ہے اور دریائے سپرکائیوس جو مٹی اپنے ساتھ لاتا ہے اس کی وجہ سے ایسے مقامات کے درمیان جہاں ۴۸۰ ق م میں سخت مٹی تک نہ تھی اب چار میل کا فاصلہ ہے۔ زرکسز درے کے مغرب اور یونانیوں نے اس درے کے تنگ ترین حصے میں آکر پڑاؤ ڈالا۔ ان کے لشکر میں تین سو اسپارٹی، ایک ہزار تگیا اور مین تی نیہ کے باشندے ایک سو بیس آرکیڈی اور خومینوس کے شہری، چارسو کورنتھی سپاہی، دوسو فلیوس اسی می کے نائے، سات سو تھسپیائے کے شہری تھے اور ان کے ساتھ چارسو تھبزی بھی تھے

؎۱ بوسولٹ (۲، ۱۴۵) اس قول کو نقل کرتا ہے کہ پیش قدمی کارنیا اور اولمپیا کے تہواروں کے سبب سے رکی ہوئی تھی اور ان تاریخی اور سنوی نتائج کا جواز دیتا ہے جو اس واقعے سے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہمیں ان اقوال پر اس قدر وثوق نہیں ہونا چاہئے کہ ان سے ہم کسی تاریخ کے تعین کا استدلال کریں ٭

جنھیں یونانیوں نے یرغمال کے طور پر گرفتار کر لیا تھا۔ اس جمعیت کے علاوہ لوکرس
اوپنتیا کی تمام فوج (جس کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں ہو سکا) اور ایک ہزار فوکسی بھی
شامل تھے۔ غرض یہ کہ علاوہ لوکرسیوں کے اس فوج کی مجموعی تعداد پانچ ہزار دو سو تھی
اور یہ سب لیونیداس شاہ اسپارٹا کی زیر کمان تھے۔ ممکن تھا کہ اسپارٹی اس سے
زیادہ فوج روانہ کر دیتے۔ لیکن چونکہ کارنیا* کی عید سر پر تھی اس لئے انھوں نے یہ
طے کیا کہ اس کے بعد تمام اسپارٹی سپاہ میدان کارزار کی طرف چلد سے۔ اور اسی
طرح دیگر اطراف و اکناف یونان کے افواج اولمپیا کے میلے کی وجہ سے زیادہ تعداد
میں نہ پہونچ سکی + یونان کی تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ اپنا ملک بچانے کے لئے
یونانیوں نے اپنے مذہبی جذبات کو قربان کر دیا ہے اور ان میلوں کو نظر انداز کرنے
میں ایسی کوئی بڑی قباحت نہ تھی اس لئے کہ ان کا خیال تھا کہ اپنے ملک کے معبودوں
کو بیرونی زد سے بچانا ہی بہترین عبادت ہے۔ اصلی واقعہ یہ تھا کہ پیلوپونیز کے اکثر
یونانی یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ یونان متوسط کے شمالی سرحد پر جا کر لڑیں بلکہ ان کی
یہ رائے تھی کہ پیلوپونیز اور اس کے ساتھ ساتھ تمام یونان کی حفاظت خلیج کورنتھ
پر کی جا سکتی ہے اور تمام یونانیوں کو جو اس حفظ مدافعت کے دوسری جانب ہیں اپنی اپنی
قسمت پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اصل میں اسپارٹیوں نے صرف تین سو سپاہی روانہ
کئے۔ اول تو ان کے ہمسایہ حلیفوں کی یہ خواہش نہ تھی کہ تھرموپلی میں مدافعت کی جائے
بلکہ خود انھیں بھی اس کا یقین نہیں تھا کہ وہاں کسی قسم کی مدافعت کی ضرورت بھی ہے
دوسرے تھرموپلی پر بجنسہ وہی اعتراضات ہو سکتے تھے جو درۂ ٹیمپے پر۔ ساتھ ہی اسپارٹا
کی شان کے یہ بھی شایاں نہ تھا کہ اس کی لیگ کے جو ارکین تھرموپلی جا کر لڑنا چاہیں
ان کا ساتھ چھوڑ دے اس لئے انھوں نے کمال بہادری اور انتہائی تنگ نظری سے
یہ طے کیا کہ صرف تین سو چیدہ چیدہ سپاہی بہ قیادت شاہ لیونیداس شمال کی طرف
روانہ کر دئیے جائیں اور یہ تین سو اپنے وطن کو اسپارٹا چھوڑ دیں تاکہ اگر بدقسمتی سے

* اپولو کارنیوس کے اعزاز میں میلہ ہوتا تھا جو بھیڑ بکریوں کا محافظ دیوتا تھا +
(مترجم اردو)

باب ۱۷

سب کے سب بھی کام آئیں تو بھی وہ وارث آیندہ ملک کی حفاظت کر سکیں۔ اگر تھرموپلی میں اسی طرح ایک لشکر جرار ایرانیوں کے مقابلے کے لئے ہوتا جیسا ایک سال بعد پلاٹیہ میں تھا تو زرکسنر کا وسطی یونان پہونچنا محال ہوجاتا؛ اس لئے کہ یہ لشکر اس درے پر نہایت استحکام سے قابض ہوجاتا جس پر ہوکر ایفیالتیس* ایرانیوں کو لایا۔ اور اگر یونانی زیادہ دیر تک مدافعت کرتے تو انہیں اپنی غیر منظم حالت کی وجہ سے ضرور پسپا ہونا پڑتا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حملے کی شدت اور زور کی وجہ سے یونانی ہماری طرح اطمینان کے ساتھ غور نہیں کر سکتے تھے؛ اور اگر ایرانی یوریپوس+ میں شمال و مشرق کی طرف سے داخل ہوتے تو وہ یونانیوں کے عقب میں اپنی فوج اتار کر تھرموپلی کے یونانی لشکر گاہ پر قبضہ کر سکتے تھے ۱۵۶۔

---

* اس کا مشہور ایتھنزی مدبر سے خلط بحث نہیں کرنا چاہئے۔ یہ ایفیالتیس مالس کا باشندہ تھا اور اسی نے ایرانیوں کو تھرموپلی کا راستہ بتایا تھا۔

(مترجم اردو)

+ یوبیہ اور بیوتیہ کے درمیانی آبنائے کا ایک حصہ ہے۔

(مترجم اردو)

۱۵۶ اس مسئلہ پر کہ تھرموپلی میں اس قدر کم یونانی فوج کیوں تھی بوسولٹ ۲، ۶۸۱ کا مطالعہ کیا جائے۔ اسپارٹا کم از کم اپنے "نیک منصوبوں" کا ثبوت دینے پر تو مجبور تھا۔ "حقیقت میں لیونیداس محض ایک امید موہوم پر روانہ کیا گیا تھا اور اسے ایفوروں نے اسپارٹا کے پیلوپونیزی طرز عمل پر گویا قربان کر دیا" (بوسولٹ ۲، ۶۹۱)۔ دیکھو گرٹیوس "تاریخ یونان" ۲ (۶)، ۲۸۱۔ ڈیلبروک اسے تسلیم کرتا ہے کہ اگر جنگی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یونان نے بددلی سے تھرموپلی کی حفاظت کرنے میں غلطی کی اور چونکہ دشمن اس مقام کو بہ آسانی محصور کر سکتا تھا اس لئے یہ بالکل غیر محفوظ تھا۔ لیکن اسپارٹی کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہتے تھے۔ اور لیونیداس نے اس طرز عمل کو جسے ڈیلبروک (صفحہ ۹۰) "کوتاہ اندیش شجاعت" کا لقب دیتا ہے انتہا کو پہونچا دیا۔ اس کی یہ رائے خلاف انصاف نہیں ہے لیکن اگر وہ ان واقعات پر بھی جو حقیقت میں "کوتاہ اندیش شجاعت" کے لقب کے

باب

زرکسنر نے پہلے تو یونانی قیام گاہوں پر ایک نگاہ ڈالی۔ اسے یہ اطلاع ملی کہ بجائے اس کے کہ اسپارٹی ایرانی حملے کی وجہ سے ذرا بھی ہراساں یا خوفزدہ ہوں وہ اپنی ورزشوں اور بناؤ سنگھار میں اس طرح مشغول ہیں جیسا اپنی کسی عید کے موقعہ پر۔ آخر اس نے چار روز انتظار دیکھ کر حکم دیا کہ حملہ کیا جائے۔ سب سے پہلے تو مددی اور کسیانی یونانیوں پر حملہ آور ہوئے لیکن انھیں شکست ملی؛ اس کے بعد قشون جاودانی میدان میں کود پڑے لیکن اول تو ان کے نیزے یونانیوں کے نیزوں سے چھوٹے تھے اور قبل اس کے کہ وہ اپنے دشمنوں کو زخمی کر سکیں خود ان کے بدن زخموں سے چور ہو گئے؛ دوسرے اسپارٹی غضب کے قواعد داں تھے اور انھوں نے اس قسم کے حرکات کئے کہ ایرانیوں کو یقین ہو گیا کہ وہ میدان سے بھاگ رہے ہیں اور اس کے بعد مڑ کر انھوں نے ایرانیوں پر ایک کاری زخم لگایا؛ بہرحال قشون جاودانی کو بھی شکست ہوئی۔ زرکسنر اپنے تخت پر بیٹھا ہوا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ صورت حال سے اس درجہ خوفزدہ ہوا کہ اچھل اچھل پڑا۔ دوسرے دن بھی صورت واقعات کچھ اسی قسم کی رہی اور شہنشاہ بے حد پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ ایک مالسی جس کا نام ایفیالتیس تھا اس کے پاس آیا اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ ایرانیوں کو ایک کوہستانی راستے پر ہو کر یونانیوں کے عین عقب میں پہونچا دیگا۔ یہ سن کر زرکسنر نے ہیدارنیز اور اس کا دستہ اس کے ساتھ کر دیا۔ انھیں ساتھ لے کر یہ رہنما مغرب کے وقت چلا اور علی الصباح درے کی چوٹی پر پہونچ گیا جس کی حفاظت ایک ہزار فوکسی کر رہے تھے؛ لیکن انھوں نے کسی قسم کی مدافعت نہیں کی بلکہ اپنا مقام چھوڑ کر قلۂ کوہ پر چلے گئے۔ ایرانیوں نے بھی اس کی مطلق پروا نہیں کی اور خود اپنی جناحی حرکت پوری کر کے رُکے۔ جب اس کی اطلاع یونانیوں کو ہوئی تو انھوں نے آیندہ کا پیش نامہ تیار کرنے کے لئے ایک مجلس مشورت منعقد کی۔ مباحثے کے بعد اکثر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲۸۔ ستحق تھے اس کا اطلاق کرتے تو مناسب تھا۔ کیا اس کا یہ خیال درست ہے کہ تھرموپلی پر تو یونانی "کوتاہ اندیش" اور "دو شجاع" تھے لیکن مارا تھون اور پلاٹیہ کے مقامات پر جو کچھ انھوں نے کیا وہ رموز فن حرب کے مطابق تھا؛ اور کیا انھوں نے یہاں فریقین کی قوت کا پہلے اندازہ کر لیا اور اس کے بعد جارحانہ یا مدافعانہ طرز عمل اختیار کیا؟

باب ۱۴

یونانی اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے صرف اسپارٹی اور تھسپیائے کے سپاہی اپنی خوشی سے رہ گئے اور انھوں نے جبراً تھبزیوں کو بھی روک لیا[17] جس لشکر کی ایفیالتیس قیادت کر رہا تھا وہ تو ابھی فاصلے پر تھا۔ ان یونانیوں نے اس کے آنے کا راستہ دیکھے بغیر خود پیش قدمی کر کے حملہ کر دیا۔ اس معرکے میں ان کے نیزے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، لیونیداس کام آیا، اور آخر کار ایرانیوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مگر وہ بہادر لڑتے ہی گئے! اور ایک چھوٹے سے ٹیلے پر کھڑے ہو کر تلواروں، ہاتھوں اور دانتوں سے ایسی لڑائی جاری رکھی جس کی کامیابی کی انھیں کسی حالت میں امید نہ تھی۔ یہاں تک کہ ایک ایک یونانی نے اپنی جان قربان کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک اسپارٹی سپاہی دئے نکیس سے کسی نے یہ شکایت کی کہ ایرانی اس کثیر تعداد میں تیر چلا رہے ہیں کہ ان سے آسمان تک سیاہ ہو رہا ہے تو اس نے برجستہ جواب دیا کہ یہ تو شکر کا مقام ہے اس لئے کہ ایسی حالت میں ہم سائے میں لڑ سکیں گے[18] اس کے برعکس ارسطودیموس کو آنکھ کی کوئی شکایت تھی اس لئے وہ میدان جنگ سے قریب مقام الپینی میں رہ گیا تھا۔ اس بزدلی پر وہ بہت مطعون کیا گیا؛ مگر آخر کار اس نے بھی پلاٹیہ کی لڑائی میں اپنی جان قربان

[17] ڈنکر (۷، ۵-۷، ۲۵) کا خیال ہے کہ تھبزی جبراً نہیں روکے گئے بلکہ وہ وطن کی طرف سے لڑنے کے لئے رضاکار تھے۔ "اگر وہ اپنی خوشی سے نہ رہتے تو لیونیداس انھیں روک بھی نہیں سکتا تھا اس لئے کہ یہ ناممکن تھا کہ وہ بجائے ایرانیوں کے تھبزیوں سے برسرپیکار ہوتا۔" لیکن واقعہ یہ تھا کہ شاہ اسپارٹا کا صرف ایک حکم ہی تھبزیوں کے رکنے کے لئے بالکل کافی تھا اور چار سو تھبزی جن کا ضمیر صاف نہ تھا کبھی تین سو اسپارٹیوں سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ اس کا یقین نہیں آسکتا کہ تھرموپلی کو بچانے کے لئے تھبز سے رضاکار آئے جب اسپارٹی بھی محض اپنی خودداری اور قومی عزت کے بچاؤ کی خاطر سے اس کی حفاظت کرتے تھے۔ بدیں وجوہ ہیرودوٹس کا بیان (جو بوسولٹ ۲، ۱۴۰ کے خلاف ہے) یقیناً صحت پر مبنی ہے۔

[18] اس مقولے میں جو دئے نکیس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اندرونی معنی بھی نکلتے ہیں۔ یونانی زرہ بکتر پہنے تھے اس لئے ان کے جسموں پر ایرانی تیر کچھ کارگر نہ تھے۔

باب ۸

کردی - لکھا ہے کہ جب دست بدست جنگ میں شدت ہوئی تو تھبزیوں نے میدان سے ہٹکر ایرانیوں سے رحم کی درخواست کی - مگر لڑائی کی گڑبڑ میں بعض تو مارے گئے اور باقی ماندہ مع اپنے سپہ سالار لیون تیادیس کے اپنے ماتھوں پر کلنگ کا ٹیکہ لگا کر فرار ہو گئے - لڑائی ختم ہونے پر زرکسز نے نعشوں کے ڈھیر کا معائنہ کیا اور جب لیونی داس کی نعش اسے دکھائی گئی تو اس نے حکم دیا کہ اس کا سر کٹوا کر صلیب پر چڑھا دیا جائے - اس لڑائی کے بعد ایرانیوں کو کسی قسم کی رکاوٹ کا خطرہ نہیں رہا ۵۱۹

اس سے پیشتر ہی سمندر پر چند نہایت اہم واقعات ظہور پذیر ہو چکے تھے - یونانی بیڑے میں ۱۲۷ ایتھنز کے جہاز، ۴۰ کورنتھی، ۲۰ مگاری، ۲۰ کالکسی، ۱۸ ایگینی، ۱۲ سکیونی، ۱۰ لاسے دیمونی، ۸ اپی دورسی، ۷ اریتیری، ۵ تروے زینی، ۲ اسٹیرا کے، دو پچاس چپو والے کیوس کے اور سات پچاس چپو والے لوکرس کے جہاز تھے - غرض کہ کل ۲۷۱ جہاز اور نو پچاس چپو والی کشتیاں تھیں اور یہ سب اسپارٹی امیر البحر یوری بیادیس کے زیر کمان تھیں - مناسب یہ ہوتا کہ یہ بیڑا کسی ایتھنزی امیر البحر کی ماتحتی میں رکھا جاتا - مگر حلیفوں نے (جن میں تعداد اغلب دوریانیوں کی تھی) ایک ایتھنزی کا حکم ماننے سے انکار کر دیا؛ اور ایتھنزیوں میں حب وطن کا اتنا مادہ موجود تھا کہ وقت پر اپنے مسلمہ حقوق کو پس پشت ڈالنے اور یونانی مفاد کو مقدم گردانتے کے لئے وہ تیار ہو جاتے تھے - جب حلیفوں نے یہ دیکھا کہ ایرانی بیڑے میں بے شمار جہاز ہیں تو ان میں سے بعض کو واپس جانے کی خواہش ہوئی؛ ظاہر ہے کہ اگر یہ واپس چلے جاتے تو یوبیہ کو بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا اسی لئے یوبیوں نے یوری بیادیس

---

۵۱۹ اس کی تاریخ کے لئے ڈنکر ۷، (۵)، ۱۴۹ اور بوسولٹ ۲، ۱۵۴ دیکھنا چاہیئے +

تھرموپلی کے تین دن کے میدان کارزار سے ایک روز پیشتر ہی ارتی میزیوم کی سہ روزہ جنگ شروع ہو گئی تھی۔

تھرموپلی کے نقصانات کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا اس کے لئے ڈنکر ۷، (۵)، ۱۵۲ + ہیروڈوٹس کا خیال ہے کہ اس میں بیس ہزار ایرانی اور چار ہزار یونانی کام آئے + بوسولٹ ("لاسے دیمون" ۴۲۹) نے اسپارٹی قربانی کے اخلاقی سبق پر زور دیا ہے +

سے التجا کی کہ وہ وہیں قیام کرنے کا حکم دیدے۔ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ انھوں نے تمسطاکلیس کو تیس تالنت رشوت دے کر اس سے وعدہ لے لیا کہ جو وہ چاہتے ہیں وہی ہوگا۔ اور اس میں سے یوری بیادیس کو پانچ تالنت اور ادی مانتوس کو (جس نے واپسی کے لئے سب سے زیادہ شور مچایا تھا) تین تالنت ملے۔ تمسطاکلیس نے اس رقم کا بیشتر حصہ اپنے ہی پاس رہنے دیا اور جن جن کو اس نے روپیہ دیا وہ برابر اسی خیال میں رہے کہ وہ ایتھنز کی خزانۂ عامرہ سے برآمد ہوا ہے! بہر حال یونانی اپنی جگہ برابر ثابت قدم رہے۔ اب ایرانیوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ تمام یونانی بیڑے کو بہ یک وقت گرفتار کر لینا چاہئے اس لئے انھوں نے دو سو جہاز یوبیہ کا دور کرنے کے لئے روانہ کئے اور یہ جہاز بجائے محض یوبیہ کا چکر لگانے کے جزیرۂ اسکیا تھوس کے بھی چاروں طرف گھوم آئے۔ یونانیوں کو یہ خبر ایک غوطہ خور نے دی اور انھوں نے اسی وقت یہ تہیا کر لیا کہ وہ ان جہازوں سے جا کر ضرور لڑیں گے مگر اس سے پیشتر وہ ان جہازوں سے قسمت آزمائی کریں گے جو پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس لڑائی میں انھوں نے اپنی مہارت جنگ کا اس طرح ثبوت دیا کہ پہلے تو اپنے جہازوں کا ایک دائرہ بنایا اور ان کے "آگے بھاگوں" کا رخ اوپر کی طرف کر کے دشمن کے جہازوں پر جو انھیں گھیرے ہوئے تھے ایک ایک کر کے حملہ کیا۔ اور اسی طرح تیس جہاز گرفتار کر لئے۔

نوٹ۱۔ اس قول کی تنقید کے لئے کہ تمسطاکلیس کو رشوت دی گئی تھی ڈنکر ۷ (۵)، ۲۴۹ کا مطالعہ کیا جائے۔ ممکن ہے کہ اس نے باقی ماندہ رقم ایتھنز کے خزانے میں داخل کر دی ہو۔

نوٹ۲۔ ڈنکر (۷، ۵)، ۲۴۲، ۵ ہیروڈوٹس پر دیودورس کے بیانات (۱۱، ۱۲) کو ترجیح دیتا ہے۔ مگر مجھے اس میں نہ تو کوئی نیا واقعہ ملا ہے اور نہ کوئی نیا طرز استدلال دیودورس نے ہیروڈوٹس کے بیان کا محض اعادہ کیا ہے اور اس پر لسانی اور لفاظی کا رنگ چڑھا دیا ہے۔ اس کے لئے بوسولٹ ۲، ۱۵۵ کا مطالعہ بھی سود مند ہوگا۔

باب ۷

رات کے وقت ایرانی جہازوں کو جو یوبیہ کا دور کر رہے تھے ایک طوفان نے آگھیرا اور انھیں بالکل برباد کر دیا۔ اس کی خبر یونانیوں کو ان ۵۳ ایٹیکائی جہازوں سے ملی جو آب آکر ان میں شامل ہوئے۔ دوسرے دن ایرانیوں نے پھر قسمت آزمائی کی لیکن کوئی فیصلہ کن نتیجہ نہ نکلا۔ اور اس جنگ میں الکبیادیس کے باپ کلی نیاس نے جس نے از خود ایک جہاز آراستہ کیا تھا اور اس پر دو سو جہازراں مقرر کئے تھے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مگر یونانیوں کو معتد بہ نقصان پہونچا اور ایتھنزیوں کے جہازوں میں سے نصف کام آئے۔ غرض یہ ہے کہ تھرموپلی کی خبر پہونچنے سے پہلے ہی واپسی کی گفتگو شروع ہو گئی تھی اور اب جہازوں نے فوراً وطن کا رخ کر دیا۔ واپسی میں تِمسطاکلیس نے حکم دیا کہ یوبیہ کے ساحل پر جہاں جہاں چشمے ہوں اور جس جس مقام پر ایرانی لشکر قیام کرنے پر مجبور ہو وہاں کی چٹانوں پر ایونیوں اور کاریوں کے لئے ایک دعوت نامہ کندہ کر دیا جائے کہ وہ آئیں اور یونانیوں کے ساتھ تعاون کریں۔ اس کا خیال تھا کہ اگر بالفرض انھوں نے اس دعوت کو نامنظور بھی کیا پھر بھی ایرانی ان سے مشتبہ ضرور ہو جائیں گے۔ مگر اس چال میں اسے مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔

جنگ ارتی میزیوم کے بعد زرکسز تمام ملاحوں کو تھرموپلی کے میدان میں لایا جہاں اس نے ایک ہزار کے علاوہ تمام نعشیں چھپا دی تھیں اور اسی جگہ کا واقعہ ہے کہ اس نے دریافت کیا کہ اب یونانی کیا کر رہے ہوں گے؟ جس کا اسے یہ جواب دیا گیا کہ وہ اولمپیا کا تہوار منانے میں مشغول ہیں جہاں سب سے کامیاب مقابلہ کرنے والے کو صرف پتوں کے ایک گھیرے پر قناعت کرنا پڑتی ہے۔ اس کے بعد فوج نے جنوب کا رخ کیا۔ چونکہ تھسالوی ایرانیوں سے مل گئے تھے اس لئے ان کے دشمنوں یعنی فوکیوں نے وطن پرستوں کی طرفداری کی تھی۔ اب تھسالوی ایرانیوں کو دوراس میں ہو کر فوکس لے گئے اور اسے تاراج کیا، مگر وہ دلفی کے بت خانے کو برباد کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور جب ان کی فوج اتھینے پرونویا ("دور اندیش") کے مندر پر پہونچی تو طرح طرح کی کرامات ظہور پذیر ہونے لگیں، مثلاً کوہ پارناسوس کی چٹانیں گر پڑیں۔ غرض یہ ہے کہ دشمن کو فرار ہوتے ہی بن پڑی اور دو شخصوں یعنی فیلاکوس اور اوتونوس نے جنھیں بعد میں الوہیت کا رتبہ دیا گیا بہت سے مفروروں کو ملک عدم کا راستہ

باب ۱۲

دکھا دیا۔ اس کے بعد ایرانیوں نے اپنا قدم اٹیکا کی طرف بڑھایا[۲۱]

چونکہ ایتھنز یوں کا یہ خیال تھا کہ ایرانی پیش قدمی کو بیوتیہ میں روک دیا جائے گا' اس لئے انھوں نے اپنے شہر کی حفاظت کا مطلق انتظام نہیں کیا تھا۔ اب انھوں نے یہ التجا کی کہ یونانی بیڑا اسیدھا سالامس آجائے[۲۲] اور اپنی حفاظت کا خود ہی انتظام کرنے پر مجبور ہوئے۔ وہ ایرانی حملے کی تاب کسی طرح نہیں لاسکتے تھے اس لئے نہ تو ان کی خواہش تھی اور نہ یہ ان کے امکان میں تھا کہ وہ حملہ آوروں کا انتظار کریں چنانچہ وہ اپنی عورتوں اور بچوں کو ٹروائے زین' آئی گینا اور سالامس روانہ کرکے خود جہازوں پر سوار ہو گئے۔ انھیں اپنا عزیز وطن چھوڑنے میں جو روحانی صدمہ ہوا ہوگا اس میں ایک خاص وجہ سے کمی ہو گئی' یعنی اتھینا دیوی کے پجاریوں نے یہ اعلان کر دیا کہ قلعے کا مقدس سانپ بھی اپنا ریٹھان چھوڑ کر چلا گیا ہے اور اسے جو غذا ملتی تھی وہ ویسی کی ویسی ہی پڑی رہ گئی ہے[۲۳] الغرض سالامس پر جو یونانی بیڑا مجتمع ہوا وہ ارتی میزیوم کے بیڑے سے بھی بڑا تھا یعنی لاکے دیمون سے چھ جہاز' کورنتھ سے ۴۰' سکیون سے ۱۵' اپی دوروس سے ۱۰' ٹروائے زین سے ۵' ہرمیونے سے ۳' ایتھنز سے ۱۸۰' مگارا سے ۲۰' امبریسیا سے ۷' لیوکاڈیا سے ۳' آئی گینا سے ۳۰' کالکس سے ۲۰' ایریتریا سے ۷' کیوس سے ۲' ناکسوس سے ۴' استیرا سے ۲' اکتھنوس سے ۱' اور کرو تون سے ایک جہاز (جو

---

[۲۱] زرکسز کو دیلفی کے حملے سے مطلق سروکار نہ تھا۔ (ہیروڈوٹس ۸' ۳۵) + بوسولٹ (۲' ۱۶۱) نے اس مہم کے متعلق زمانۂ حال کے مورخوں کے قیاسات درج کر دیئے ہیں ۔ ۱۲

[۲۲] دیگند نے اپنی کتاب "بیوتیہ میں ایرانیوں کی شکست کے زمانے میں پلاٹیہ کا حال" میں ارتی میزیوم کے بعد شہر پلاٹیہ کے انجام کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جس سے ہم متفق نہیں ہیں +

[۲۳] شگونوں اور رفالوں کی تاویل میں کس درجہ لچک تھی! ممکن ہے کہ دیوتاؤں کے شہر سے چلے جانے کے برے معنے لئے جاتے +

فتیہ کے کھیلوں کے میری فائے لوس کے زیر کمان تھا) غرض یہ کہ کل ۳۱۸ جہاز اور مالسیون، سفی نیون اور سیری فیون کے پاس سے پچاس چپو کی کشتیاں جمع ہوئیں۔ آخرالامر ایرانیوں نے ایتھنز پر قبضہ کرلیا۔ بعض لوگ چوبی دیواروں والے فال کی تاویل کرکے قلعے میں رہ گئے اور ایرانیوں کا اس وقت تک متواتر مقابلہ کرتے رہے جب تک انھوں نے اگراؤلوس کے غار کے قریب (جو قلعے کے شمال کی طرف تھا) چڑھ کر صدر دروازے کو اندر کی جانب سے کھول نہیں دیا۔ ایرانیوں نے اب قلعے پر قبضہ کرکے جو لوگ اس میں ملے انھیں تہ تیغ کیا اور بت خانوں کو آگ دیدی۔ بہرحال ایتھنز کے لئے یہ ایک نہایت نیک شگون تھا کہ ایرکتیوم کے مقدس زیتون کے درخت میں سے (جو جل گیا تھا) ایک سبز شاخ برآمد ہوئی اور دو روز کے قلیل عرصے میں سوا گز لانبی ہوگئی!

جب بیڑے کو ایتھنز کی تسخیر کی خبر پہونچی تو اس کے ملاحوں نے اُس خطرناک مقام سے جہاں وہ پڑے ہوئے تھے چلا جانا چاہا اس لئے کہ انھوں نے سوچا کہ اگر سالامس اور آئی گینا کے درمیان شکست ہوئی تو پھر وہ بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ روایت ہے کہ خود تمسطاکلیس بھی اس سے مایوس ہوگیا کہ وہ یونانیوں کو وہاں ٹھیرنے کی ترغیب دے سکے گا یہاں تک کہ اسی کے دیسے کے ایک شہری مستی منے سفی لوس نے اس کا دل بڑھایا اور اسے ہمت مرداں مدد خدا کا سبق دیا[۱۵]۔ اب یوری بیادیس کی صدارت میں ایک مجلس جنگ منعقد ہوئی اور اس میں اس نے یہ دلیل پیش کی کہ بلاشبہ ایرانیوں کے جہازوں کی تعداد زیادہ ہے اور اس کا اثر سالامس جیسے مقام پر اتنا نہیں پڑے گا جتنا کھلے سمندر پر۔ دوسرے یہ کہ پیلو پونیز دیگر یونانیوں کے لئے بھی نہایت قیمتی ہے اور اس کی حفاظت یقیناً سالامس بہتر کسی اور جگہ سے نہیں کی جاسکتی۔ اس کے علاوہ یہاں سے وہ میگارا اور آئی گینا کی بھی حفاظت کرسکتے ہیں۔ اس پر کورنتھی ادی مانتوس نے یہ کہا کہ

---

[۱۵] ہیروڈوٹس ۸، ۵۷۔ لیکن اب کوئی منے سفی لوس کے اثر کو باور نہیں کرتا۔ بوسولٹ ۲، ۶۹۱۔

باب ۱۲

ایتھنزیوں نے اپنا ملک دوسروں کے حوالے کر دیا ہے اس لئے انھیں اس معاملے میں مداخلت کرنے کا مطلق استحقاق نہیں، مگر یوری بیادیس نے نہایت قابلیت کے ساتھ اس کا یہ جواب دیا کہ اگر ایتھنزی اٹلی کے ضلع سرتیس میں چلے گئے جس کی انھیں یقیناً آزادی حاصل ہے تو بہت سے یونانی ایسے نکلیں گے جو اس نقصان کو محسوس کریں گے۔ الغرض ایتھنز نے صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ اس وقت تک اس نے جو تحمل اور بردباری دکھائی ہے اس کی انتہا کر کے وہ اپنے آپ کو نقصان نہیں پہونچانا چاہتا۔ بالآخر یوری بیادیس نے وہیں قیام کرنے کا حکم دیدیا۔

ادھر ایرانی بھی چاہتے تھے کہ سالامس میں ہی تمام معاملات کا تصفیہ ہو جائے اور انھیں اس کے متعلق کسی قسم کا شک وشبہ نہ تھا، صرف ارتیمیزا ہی اس کے خلاف تھی اور اس کی یہ رائے تھی کہ اگر شہنشاہ خاکنائے پر ہو کر بری فوج کے ہمراہ بڑھے اور یونانی بیڑے کی پروا نہ کرے تو ایسی حالت میں یونان نسبتاً آسانی سے فتح ہو جائے گا۔ مگر زرکسز کے نزدیک ایرانی بیڑے کی شکست کا کوئی سوال ہی نہ تھا اور اس نے یہ تہیہ کر لیا کہ جنگ کا فوراً چھڑ جانا ہی مناسب ہے۔

اس وقت تک یونانی لشکر گاہ میں کسی قسم کا تصفیہ نہیں ہوا تھا۔ پیلوپونیزی افواج کا سپہ سالار لیونی داس کا بھائی کلیومبروتوس تھا، اس نے خاکنائے پر قابض ہو کر اسے مستحکم کر لیا اور اس کی حفاظت کے لئے اسپارٹا، آرکیڈیا، الیس، کورنتھ، سکیون، ایپی دورس، فلیوس، تروئے زین، اور ہرمیونے کے سپاہی متعین کئے۔ پیلوپونیزی جہاز رانوں کو اپنے وطن کی فکر لگی رہتی تھی، اس لئے انھوں نے آخری مرتبہ کوشش کی کہ کسی طرح جہاز خاکنائے چلے جائیں، اور اگر تمسطاکلیس ایک چال نہ چل دیتا تو وہ ضرور اپنی ترکیب میں کامیاب ہو جاتے۔ اس نے اپنے خدمتگار سکی نوس کے ذریعے سے (جسے اس نے بعد میں تھسپیائے کے حقوق شہریت دلوا دئے) ایرانیوں سے یہ کہلوایا کہ یونانیوں کا میدان چھوڑ کر بھاگنے کا ارادہ ہے اور اب اس کا موقع ہے کہ ایرانی حملہ کر کے انھیں بالکل تہ و بالا کر دیں۔ زرکسز کو یہ تو معلوم تھا کہ یونانی اپنے ملک اور قوم کے خلاف اکثر غدارانہ حرکات کرتے ہیں، چنانچہ اس نے اس شخص کی اطلاع کو باور کر کے اپنے

باب ۲

بیڑے کو جو خلیج فالیرم میں پڑا ہوا تھا۔ لڑائی کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا۔ بیڑے کے تین حصے کئے گئے۔ ایک حصے سے تو مونی کیا سے تقریباً سالامس تک تمام سمندر گویا پاٹ دیا۔ دوسرا حصہ جس میں اکثر فینیقی ملاح تھے اٹیکائی ساحل کے متوازی شمال کی جانب کوہ آئے گالیوس تک (جو اتھنز اور الیوسس کے درمیان سمندر میں کو نکلا ہوا ہے) ڈال دیا اور تیسرے حصے کو یہ حکم ملا کہ وہ جزیرۂ سالامس کا دور کر کے یونانیوں کی پسپائی میں حتی المقدور مخل ہو (واضح ہو کہ اس سالامس والے بیڑے کا ہیروڈوٹس نے کہیں ذکر نہیں کیا۔ اور اس کے متعلق جو کچھ معلومات ہمیں حاصل ہیں اُن سب کا ماخذ ائس خیلوس ہے)۔ اس ناکہ بندی کی اطلاع ارسطیدش نے کی جو حال ہی

۵۲؎ سالامس کی لڑائی کے لئے ہیروڈوٹس ۸، ۹۳-۹۶ کے علاوہ ائس خیلوس کا بیان ("ایرانیان" ۶، ۳۷ وغیرہ) اور دیودوروس ۱۱، ۱۷ وغیرہ میں الفوروس کے اقتباسات دیکھے جائیں۔ میری قطعی رائے ہے کہ موخر الذکر بالکل صحیح روایت نقل کرتے ہیں۔ اور الفوروس کی تحریر کے مطابق مصری جہازوں نے ضرور سالامس کا دورہ کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ اول تو یہ خیال بالکل فطری اور قدرتی تھا اور دوسرے اس سے پہلے بھی ارتی میزیوم کی لڑائی کے موقع پر اس پر عمل کیا گیا تھا۔ بوسولٹ (۲، ۶۷۱) کا خیال ہے کہ جنگ ۲۰ ستمبر کو نہیں بلکہ اسی مہینے کے اواخر میں ہوئی ہوگی۔ ڈنکر (۷، (۵)، ۲۸۴) نے فریقین کے بیڑوں کے متعلق ایک نظریہ قائم کیا ہے جسے میں تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس کا خیال ہے کہ اتھنز کی مغربی جانب الیوسس تک پھیلے ہوئے تھے (ص ۲۸۹)۔ اس کے ثبوت میں جن فقروں کا اس نے حوالہ دیا ہے ان میں اس کا پتہ بھی نہیں۔ اس کا اندازہ ہے کہ ہر جہاز ۱۵۰ فٹ جگہ میں آتا تھا اور اگر بیڑے میں تین سو جہاز تھے تو گویا ۴۵ ہزار فٹ طویل جگہ درکار ہوگی۔ لیوشکے (: "مطالعہ الفوروس" جلد ۱، ۱۸۷۷ء) کا خیال بالکل درست ہے کہ ایرانی جنوب سے یعنی کھلے سمندر کی جانب سے آگے بڑھے۔ لیکن چونکہ یونانی مغرب کی طرف یعنی جزیرہ سالامس کے مقابل میں تھے اس لئے یونانی مغربی بازو پر جو لڑائی ہوئی اس کا

باب ۲

میں اپنی جلاوطنی سے واپس بلا لیا گیا تھا۔ سب سے پہلے تو اس نے ثمسطاکلیس کو اس کی خبر دی؛ ثمسطاکلیس کے ذریعہ سے باقی ماندہ سپہ سالاروں کو بھی اس کا علم ہو گیا اور اس کی تصدیق تینے دوس کی ایک کشتی کے ملاحوں نے کی جو اسی وقت آئے تھے۔ یونانی بیڑے میں تین سو اسی جہاز تھے اور ایرانی جہازوں کی تعداد اس سے کم از کم دو گنی ہوگی۔ دونوں بیڑے اس طرح صف آرا ہوئے کہ بائیں بازو پر ایتھنزی فینیقیوں کے مقابل اور دائیں بازو پر پیلو پونیزی ایونیائیوں کے سامنے کھڑے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳۷۔ رخ مغرب سے مشرق کی طرف کو تھا + دیودوروس (۱۱، ۱۹) کا یہ خیال غالباً صحیح ہے کہ ایرانیوں کے مغربی بازو پر جو ایونیائی تھے انھوں نے سب سے زیادہ دیر تک یونانیوں کا مقابلہ کیا۔ جنگ سالامس کی تفصیل کے لئے مفصلہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا جائے:۔

(۱) برائی ٹنگ: "جریدہ سالانہ لسانیات قدیمہ" ۱۲۹، ۸۵۹ وغیرہ +

(۲) باؤئر: "جنگ سالامس میں ایونیائیوں کا حصہ" N Rh. Mus ۲۹، ۲۲۴ وغیرہ

(۳) لولنگ: "علم توصیف البلدان Topography کا تعلق تاریخ اور فلسفے سے"

(۴) جہازوں کی تعداد کے لئے بیلوخ: "آبادی دنیائے یونان و روما" ص ۵۰۸ وغیرہ (میری نظر سے گڈون کی کتاب "جنگ سالامس" (مضامین مدرسہ امریکانی ایتھنز) ابھی تک نہیں گذری)۔

میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ اس وقت تک یہ امر پورے طور پر پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچا کہ اس لڑائی کی ابتدا میں یونانی جہاز کس ترتیب سے کھڑے کئے گئے تھے۔ ویکلائن "ثمسطاکلیس اور سالامس کی بحری جنگ" روئداد انجمن علمیہ بیویریا ۱۸۹۲ء ص ۱) نے اب یہ ثابت کر دیا ہے کہ زرکسز نے اپنے تمام تدابیر سے محض ثمسطاکلیس کے پیام کے باعث روگردانی کر کے جنوب کی جانب سے اس لئے حملہ کیا کہ یونانی کہیں فرار نہ ہو جائیں۔ اس سے پیشتر ایک مورخ کو مختلف واقعات کی جہت سمجھانے میں جو مشکلات پیش آئی تھیں ان کا اب سامنا نہیں کرنا پڑتا +

باب ۱۴

ہوئے۔ یہ لڑائی تو غالباً ۲۷ یا ۲۸ ستمبر ۴۸۰ ق م کو ہوئی اور اس میں بھی یونانیوں کی تادیب اور تہذیب کی حالت ایرانیوں سے بہتر تھی؛ دونوں میں سب سے بڑا فرق یہ تھا کہ ایک طرف تو یونانی اپنی اور اپنے مذہب کی آزادی کی خاطر لڑ رہے تھے اور گو دوسری جانب ایک شخص بادشاہ کے حکم سے مختلف النوع اقوام مجتمع ہو گئی تھیں لیکن انھیں متحد الخیال کرنے کے لئے کوئی جبل متین موجود نہ تھی۔ پھر بھی چونکہ خود شہنشاہ اس جنگ میں حصہ لے رہا تھا، لہذا (ہیروڈوٹس کے قول کے مطابق) بہ نسبت ارتی میزیوم کے ایرانیوں نے کہیں زیادہ جوہر دکھائے۔ جنگ کے تفصیلی واقعات کے متعلق ہمیں بہت کم معلومات حاصل ہیں؛ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یونانی امیر البحر نے بہت زیادہ حکم احکام نافذ کئے ہوں بلکہ ہر شخص نے حتی الوسع اپنی جودت دکھائی اور کارہائے نمایاں انجام دینے کی کوشش کی۔ بلاشبہ ارتی میزیوم کی طرح یونانی مرکز سے محیط کی طرف لڑے اور انھیں تدبر حربی کے فقدان کی وجہ سے نقصان پہونچا؛ لیکن اس کی تلافی ان کے جوش و خروش نے کر دی۔ آخر کار یونانیوں نے ایرانیوں کو شکست دی اور موخرالذکر فالیروم کی طرف پسپا ہو گئے۔ اس سے قبل انھوں نے جزیرہ پسی تالیا پر جو سالامس اور اقلیم یونان کے درمیان واقع ہے قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن اس کا محافظ لشکر سالامس کی پسپائی کی وجہ سے ایرانی فوج سے علیحدہ ہو گیا؛ اور ارسطیدش نے جزیرہ پر اتر کر اس کا خاتمہ کر دیا۔

یونانی جزیرۂ سالامس کے کنارے پر شب باش ہوئے اور دوسرے دن جنگ جاری رکھنے کی فکر میں لگ گئے؛ مگر صبح ہونے پر انھوں نے دیکھا کہ ایرانی بیڑے کا پتہ بھی نہیں۔ ہوا یہ کہ لڑائی کے خاتمے پر زرکسیز نے ایک جنگی مجلس طلب کی جس میں مہرنوش نے یہ تحریک کی کہ شہنشاہ بیڑا لے کر فوراً ایشیا واپس چلا جائے اور ساتھ ہی چونکہ بری لشکر سے کوئی خاص فائدہ نہیں پہونچا اس لئے اس کے بیشتر حصے کو بھی وطن واپس کر دے۔ آخر میں اس نے صرف یہ مطالبہ کیا کہ صرف تین لاکھ سپاہی ملک تسخیر کرنے کے لئے اس کی قیادت میں چھوڑ دئے جائیں۔ ارتی میزیا نے بھی اس تحریک کی تائید کرتے ہوئے ایسے دلائل بیان کئے جن سے شہنشاہ کی چاپلوسی مدنظر تھی؛ چنانچہ زرکسیز نے فوراً یہ حکم دیا کہ بیڑا واپس ایران روانہ

باب ۱۴

ہو جائے[۵۲۷]۔ جب یونانیوں نے دیکھا کہ بیڑا میدان چھوڑ کر چلا گیا ہے تو انھوں نے فوراً ایرانیوں کا تعاقب کرنا شروع کیا؛ لیکن ایرانی اُن کے ہاتھ نہیں آئے اور جب وہ اندروس پہنچے تو انھوں نے بھی ایک مجلس جنگ منعقد کی تھی جس میں تمسطاکلیس نے یہ تحریک کی کہ انھیں چاہیئے کہ وہ فوراً ہیلیسپونٹ جا کر پل توڑ ڈالیں؛ لیکن یوری بیادیس نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے یہ دلیل پیش کی کہ انھیں ایسی کوئی کارروائی نہیں کرنی چاہیئے جس سے ایرانی بالکل ہی مایوس ہو جائیں۔ آخر کار تمسطاکلیس نے سر تسلیم خم کیا بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی ظاہر کیا کہ یونانیوں نے ایرانیوں کے تعاقب کا خیال در اصل اُسی کی تحریک سے چھوڑ دیا ہے؛ اور ایک شخص (جو بعض کے نزدیک سکی نوس تھا اور بعض کے خیال کے مطابق ارناکیس) ایک مرتبہ اور زرکسر کے پاس (جو اس وقت تک اٹیکا ہی میں تھا) یہ مطلع کرنے کیلئے روانہ کیا کہ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی تمسطاکلیس نے شہنشاہ کی یہ خدمت انجام دی ہے[۵۲۸]۔ تمسطاکلیس جیسے شخص کی باتوں

---

۵۲۷ ڈنکر اور بوسولٹ (۲، ۱۰۰) یہ فرض کر لیتے ہیں کہ بیڑا آئندہ شب تک نہیں چلا۔ مجھے اس کا مطلق یقین نہیں اس لئے کہ اگر ایسا ہوا تھا تو یہ امر بحث طلب رہ جاتا ہے کہ آخر یونانیوں نے دوسرے روز تمام دن کیا کیا؟ گو ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ مجلس جنگ جزیرۂ اندروس میں منعقد ہوئی تھی مگر یہ دونوں مورخ اس کا انعقاد سالامس ہی میں فرض کر لیتے ہیں۔

۵۲۸ ہیروڈوٹس ۸، ۱۰۹۔ ڈنکر {۷، (۵)، ۲۹۶} اور بوسولٹ (۲، ۱۸۲) کو اس کا یقین ہے کہ جب تمسطاکلیس نے زرکسر کو اس امر سے مطلع کیا کہ یونانی ہیلیسپونٹ نہیں جائیں گے تو اس کا اصلی مطلب یہ تھا کہ شہنشاہ کو اُس کے برعکس یقین ہو جائے اس لئے کہ اس سے بیشتر ایک مرتبہ تمسطاکلیس زرکسر کو دھوکا دے چکا تھا۔ اس کا حقیقت میں چال چلنے سے یہ مقصد تھا کہ زرکسر فوراً واپس چل دے اور ایسا ہی ہوا۔ مگر میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ شہنشاہ کو اس کا کیوں یقین آتا کہ تمسطاکلیس نے پہلی مرتبہ اُسے دھوکا دیا؟ اس پیغام کا لب لباب یہ تھا کہ یونانی فرار ہونا چاہتے ہیں اور یہ بالکل صحیح تھا

باب ۴۲

سے روگنٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ اپنے دشمن کو ایک مرتبہ نیچا دکھا کر فوراً اس کی رضامندی ازسرنو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ہیروڈوٹس کا یہ بھی بیان ہے کہ اس نے دھمکیاں دیکر کارستوس پاروس اور شائد بعض دیگر جزائر کے باشندوں سے مختلف رقوم وصول کرلیں مگر اندروسیون نے روپیہ دینے سے صاف انکار کردیا اور چونکہ انھوں نے ایران کی طرفداری کی تھی اس لئے انھیں محصور کرلیا گیا + ۲۹ھ

نوٹ

اس باب کے لئے اولین سند ہیروڈوٹس مقالہ ۷ و ۸ ہے۔ اس کے بعد دیودوروس ۱۱، ۱-۲۶، پلوٹارک کی سوانح عمری تمسطاکلیس وارسطیدس، ائس خیلوس کا ناٹک "ایرانیاں" اور سموندیس کے چٹکلے آتے ہیں + ۴۸۰ ق م کے واقعات بیان کرنے میں ہیروڈوٹس نے یہ کوشش کی ہے کہ روایت عامہ کے مطابق ایران کی قوت وجبروت کا اندازہ کرنے میں مبالغہ آمیزی سے کام لے؛ اسی لئے جو اعداد و شمار اس نے دئے ہیں وہ قابل وثوق نہیں + دیودوروس لفاظ اور لسان ہے اور الیفوروس کا اتباع کرکے بہت ناقابل یقین قصوں کا اضافہ کرتا ہے اس قسم کے افسانوں کی ایک مثال باب میں ہے جہاں اس نے لیونی داس کی آخری کشمکش کا ذکر کیا ہے میں یہ بھی تسلیم نہیں کرسکتا کہ الیفوروس نے اس خوبصورتی سے واقعات کو مقامی راویوں سے اخذ کیا ہے کہ اسے ہم ہیروڈوٹس سے بھی قابل اعتبار سمجھنے لگیں۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود ممکن ہے کہ دیودوروس (الیفوروس) کسی خاص واقع کو ہیروڈوٹس سے زیادہ صداقت سے بیان کرے؛ مثلاً جنگ سالامس کے بعض واقعات کو جو اس نے بیان کئے ہیں ہم ہیروڈوٹس کے تذکرے کا تتمہ سمجھ سکتے ہیں۔ میں نے بہت سے ایسے واقعے بیان کرنے میں جو غیر مصدقہ بلکہ بعض تو غلط محض ہیں ہیروڈوٹس کا اس لئے اتباع کیا ہے کہ وہ یونانیوں کے عام روایات کا اعادہ کرتے ہیں؛ اس قسم کے روایات کی جھلک پلوٹارک کے بہت سے مقولوں میں بھی پائی جاتی ہے، اور یہی سال ۴۸۰ ق م وہ زمانہ ہے جب یونانی سورماؤں کے جسم میں گویا پہلی مرتبہ جان ڈالی گئی ہے اور محض افسانے کے بجائے انھیں جیتے جاگتے انسانوں کا جامہ پہنا یا گیا ہے۔ ۱۲

۲۹ھ ہیروڈوٹس (۸، ۱۱۲) ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ شائد تمسطاکلیس نے اپنی جیب بھرنے کے لئے یہ رقوم وصول کیں؛ لیکن اگر اس نے ان ہی پیام رسانوں کے ذریعہ سے روپیہ وصول کیا جنھوں نے سرکاری اعلان بھی مشتہر کئے تو پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا مقصد روپیہ کو اپنے تصرف میں لانے کا کیسے ہوسکتا تھا +

باب ۵

پلاٹیہ اور میکالے

ان واقعات سے چند روز بعد زرکسز اپنی فوج کو لے کر اٹیکا سے ایران کی طرف چلدیا۔ مہرنوش اس کے ساتھ تھسلی گیا؛ وہاں پہونچکر اس نے اپنے مطلوبہ تین لاکھ سپاہی منتخب کئے جن میں قشون جاودانی، ایک ہزار ایرانی سوار مع دیگر ایرانی سپاہ کے مددی، شک اور ہندوستانی شامل تھے۔ شہنشاہ اسی راستے سے ہو کر واپس گیا جس سے وہ آیا تھا، مگر اس کے لشکر کو طرح طرح کی بیماریوں نے گھیر لیا جس سے اس کو معتد بہ نقصان اٹھانا پڑا۔ ان واقعات کی تفصیل سے یونانی اس قدر لاعلم تھے ہیروڈوٹس جن امور کا اپنی کتاب میں اعادہ کرتا ہے ان کا خود اسے بھی پوری طور پر یقین نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ زرکسز دریائے استریمون سے سمندر کے راستے چلا، لیکن اس کے جہاز کو طوفان نے آگھیرا، اور جہاز کو ہلکا کرنے کی غرض سے اس نے چند ایرانی امرا کو جہاز سے کود پڑنے کے لئے حکم دیا جس کی انھوں نے فوراً تعمیل کی۔ شہنشاہ نے جہاز کے کپتان کو اس کا انعام دیا کہ اس نے اسے بحفاظت تمام صحیح و سلامت پہونچا دیا مگر اس کے بعد یہ الزام لگا کر کہ اسکی رہبری کے دوران میں اتنے معصوم ایرانیوں کی جانیں گئی ہیں اسے قتل کرا دیا۔ ایرانی استبداد اور شخصیت کے متعلق یونانیوں میں طرح طرح کے افسانے مشہور تھے اور یہ قصہ ان کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ [۱]

[۱] زرکسز کی پسپائی کے لئے بوسولٹ ۲، ۱۸۴ اور سورج گرہن کے لئے ۲، ۱۸۶ کا مطالعہ کیا جائے۔

ابتدا میں تو یونانی ایرانیوں کی پسپائی میں سدّراہ ہونا چاہتے تھے مگر چونکہ ۲ اکتوبر ۴۸۰ ق م کو سورج گرہن پڑ گیا اس لئے یونانی فوج نے جو کلیومبروتوس کی سرکردگی میں تھی اس خیال کو ترک کر دیا اور اس کے بجائے کارستوس کے ملک کو تاراج اور اندروس کی تسخیر کی بے سود کوشش کر کے بیڑا مال غنیمت کو فراغت سے تقسیم کرنے کی غرض سے سالامس روانہ ہو گیا۔ وہاں یہ طے کرنے کے بعد کہ دیلفی کے بت خانے کے لئے پندرہ گز طویل مجسمہ روانہ کیا جائے وہ قیمتی مال بانٹنے کے لئے خاکنائے گئے۔ جب رائے دہی کی تختیاں جو تبرکاً پوسئیدون کی قرباں گاہ پر رکھی گئی تھیں شمار کی گئیں تو معلوم ہوا کہ ہر سپہ سالار نے پہلا انعام تو اپنے لئے اور دوسرا تمسطاکلیس کے لئے تجویز کیا ہے[۱]۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آج کل کے زمانے میں اس قسم کے معاملات میں جو منافقت برتی جاتی ہے اس کے وہ قائل نہ تھے اور انھیں اپنے اعزاز و احترام کا جو شوق ہوتا تھا اس کا بے غل و غش اظہار کرتے تھے۔

اس کے بعد تمسطاکلیس اسپارٹا گیا جہاں اس کی بہت قدر و منزلت کی گئی۔ اسے اور یوری بیادیس کو زیتون کے پتوں کا ایک ایک گجرا ملا اور اسپارٹیوں نے اس کو اپنے شہر کی بہترین گاڑی نذر کی اور جب اس نے شہر کو خیرباد کہا تو تین سو اسپارٹی سوار لقونیہ کی سرحد تک اس کے جلو میں گئے۔ ادھر ارتاباز و بھی زرکسز کے ساتھ ہیلیسپونٹ گیا تھا وہاں سے وہ مہرنوش کے ساتھ واپس ہو گیا اور راستے میں اولنتھوس پر قبضہ کر کے اس شہر کو خالکدیسیوں کے حوالے کر دیا۔ لیکن جب وہ پوتیدیہ پہونچا تو گو اس سے وہاں کے بعض شہریوں نے عہد و پیمان کر لئے تھے مگر وہ اس پر قبضہ نہ کر سکا۔ اب ایرانی بیڑا ایونیہ کی حفاظت کرنے کی غرض سے جزیرۂ ساموس پر مجتمع ہوا۔ یونانیوں کے پاس صرف ایک سو جہاز تھے اور ان کا بیڑا بھی شاہ لیوتی کدیس کی سرکردگی میں پہلے آئی گینا میں جمع ہوا؛ اس میں جو اتھنزی جہاز تھے ان کا کماندار تمسطاکلیس کا مد مقابل زانتھی پوس تھا اور اتھنزی بری فوج ارسطیدیس کے زیر کمان تھی[۲]۔ یہاں چند ایونیا نیوں

[۱] مقابلہ کیا جائے بوسولٹ ۲، ۱۸۹؛ اسی طرح دیودورس ۱۱، ۲۷ کے بموجب تمسطاکلیس کو اس لئے پس پشت ڈال دیا گیا کہ اتھنزیوں کو اس امر کا یقین ہو گا کہ اسے اسپارٹا نے رشوت دے دی ہے۔
[۲] غالباً تمسطاکلیس کی اب بھی یہی خواہش تھی کہ اتھنزی افواج برابر سمندر پر مجتمع رہیں اور اگر بالفرض ثبوت کا

باب ۵

سے جن میں سے اکثر جزیرۂ خیوس کے باشندے تھے یونانی امیرالبحروں کے پاس آکر ان سے التجا کی کہ وہ خیوسیوں اور ان کے ایشیائی بھائیوں کو آزاد کرا دیں، مگر انھیں یہ مایوس کن جواب ملا کہ ساموس پہونچنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا "فیلیا ہائے ہرقل" (جبل الطارق) پہونچنا۔ (۵۳ھ)
اس کے بعد بیڑا مشرق کی طرف چلا مگر چونکہ یونانی بظاہر ایرانیوں سے خوف زدہ تھے اس لئے وہ بیڑے کو دیلوس سے آگے نہیں لے گئے۔ خوش قسمتی سے جو ایرانی ساموس میں تھے وہ خود یونانیوں سے ڈرتے تھے +

مہرنوش نے اپنے راستے میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر یونانیوں سے گفت و شنود شروع کر دی۔ اس نے کاریہ کے ایک باشندے کی وساطت سے آیندہ واقعات کے متعلق کاہنوں کی رائے طلب کی اور عملی میدان میں سکندر شاہ مقدونیہ کے ذریعے سے (جسے عام طور پر ایتھنز کا مہمان اور مربی سمجھا جاتا تھا) ایتھنزیوں سے کہلوایا کہ ایتھنز اور ایران کے باہمی تعلقات خوش گوار ہونے چاہئیں، اور ان سے دریافت کرایا کہ وہ ایران سے مفاہمت کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں + جب اسپارٹیوں نے یہ سنا تو انھوں نے اس کی تردید کے لئے اپنی سفارت بھی ایتھنز روانہ کی۔ اس پر ایتھنزیوں نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ اس کا اعلان کر دیا کہ جب تک آفتاب اپنے راستے پر قائم ہے اس وقت تک وہ ارض یوناں کے مفاد کے لئے برابر لڑے جائیں گے، اور ان معبودوں اور سورماؤں کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴۳ - الزام غلط ہو پھر بھی اس تدبیر سے ایتھنز کو بجائے فائدے کے نقصان ہی پہونچتا اس لئے کہ مہرنوش کو شکست دینے کے لئے اب اس کی اشد ضرورت تھی کہ وہ بری جنگ آزمائی کے لئے تیار ہو جائے۔ ہم جنگ میکالے کے حال میں دیکھتے ہیں کہ اگر مہرنوش کی شکست سے پہلے ایرانی بیڑا برباد ہو جاتا تو بھی اس سے ایتھنز کو کوئی فائدہ نہ پہونچتا + بہر حال ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ اسپارٹا نے تمسطاکلیس کو صرف اس لئے رشوت دی کہ وہ ایتھنزی فوج کو تمام و کمال سمندر پر روانہ کر دے +

۵۳ھ ہیروڈوٹس ۸، ۱۳۲ + یونانی ساموس کے فاصلے سے خوب واقف تھے اور یہ صرف اندرون ملک کے باشندوں کا خیال ہو سکتا تھا۔ ہیروڈوٹس یہاں طعنہ آمیز معلوم ہوتا ہے +

باب ۵

نام کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں گے جن کے حرموں کو ایرانیوں نے اس بے دردی کے ساتھ نذر آتش کر دیا ہے۔ اسپارٹا نے یہ وعدہ کیا کہ اگر ایتھنز کو پھر جنگ آزمائی کرنی پڑی تو وہ ان تمام باشندوں کو جو جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے اپنی پناہ میں لے لے گا۔ لیکن ایتھنزیوں نے اس پر زور دیا کہ اس کے بجائے یہ بدرجہا بہتر ہوگا کہ اسپارٹی وقت پر اپنی سپاہ بیوتیہ پہونچا دیں اور لڑائی کے لئے فوراً تیار ہو جائیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر اسپارٹی جنگ ایران میں ٹھیک موقع پر آجایا کرتے تو ان کے حلیف کو اس قدر اذیت نہ پہونچتی۔

موسم بہار ۴۷۹ق م میں مہرنوش جنوب کی طرف چلدیا۔ بیوتیوں کی خواہش تھی کہ اسے اپنے ملک میں ٹھیرالیں مگر وہ خود پھر ایک مرتبہ ایتھنز پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ہیلیسپونت کے ایک باشندے مسمّٰی موری خدیس کے ذریعے سے ایتھنزیوں کو اطاعت کی دعوت دی اور ایتھنز ہی ایک شخص مسمّٰی لیکدیس نے یہ تحریک بھی کی کہ ایسے موقع پر ایتھنزیوں کے لئے اطاعت ہی مناسب ہے۔ مگر شہریوں کو اس پر اس درجہ غصہ آیا کہ انھوں نے اسے سنگسار کر ڈالا اور ایتھنز کی عورتیں اس کی بیوی بچوں پر ٹوٹ پڑیں اور انھیں بھی ملک عدم پہونچا دیا۔[۱] آخر کار ایتھنزی جس طرح پہلے اپنا شہر چھوڑ کر سالامس چلے گئے تھے ویسے ہی اس مرتبہ بھی چلے گئے اور جزیرے میں پہونچ کر انھوں نے اپنے پیام رساں اسپارٹا روانہ کئے تاکہ وہ ایتھنز، میگارا اور پلاٹیہ کی طرف سے اس کی متفقہ درخواست پیش کریں کہ اسپارٹی فوج فوراً ایرانیوں کے خلاف بھیجدی جائے لیکن اسپارٹی اور دیگر پیلوپونیزی خاکنائے پر ایک فصیل تعمیر کرنے میں مشغول تھے اس لئے انھوں نے جواب کو معرض التوا میں ڈال کر یہ کہا کہ وہ عید ہیاکنتھیا کی وجہ سے اپنا لشکر فوراً روانہ نہیں کر سکتے۔ آخر الامر کئے لیوس نے جو تگیا کا باشندہ تھا اور جو اسپارٹا میں بہت ہر دلعزیز تھا اُن سے کہا کہ مزید تعویق نہایت نامناسب ہے اور بہتر یہ ہے کہ اسپارٹی فوراً ایک لشکر شاہ پلیستارخوس (ولد لیونی داس) کے رشتہ کے بھائی اور متولی سلطنت پوسانیاس کی ماتحتی میں روانہ کیا جائے۔ اس پر اسپارٹیوں نے اس تعویق کو چھپانے اور اپنا اثر برابر قائم رکھنے کی غرض سے ایک اور ترکیب چلی۔ انھوں نے ایتھنزی سفیروں کی درخواست کو پھر ایک مرتبہ سن کر

[۱] ہیرودوٹس ۹، ۵

جواب دیا کہ جس فوج کے لئے وہ کہہ رہے ہیں وہ تو سرحد تک پہونچ بھی گئی۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس لشکر کی تیاری اور اس کی روانگی کس قدر جلد عمل میں آئی تو اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹی فوج اور سامان حرب کس درجہ مکمل تھا۔ اس سے ایک اور فائدہ بھی ہوا، یعنی آرگوسیوں کو (جو اسپارٹا کے دشمن تھے) اس فوج کے جانے کا علم تک نہ ہوا اس لئے وہ اس کے سد راہ نہ ہو سکے، بلکہ جب انھیں معلوم ہوا کہ فوج نکل بھی گئی اس وقت مہرنوش کو اس واقعے کی محض اطلاع پر اکتفا کرنا پڑا۔ اب مہرنوش نے ایتھنز میں جو کچھ باقی تھا وہ بھی تباہ و برباد کر دیا اور میگارا پر جناحی پیش قدمی کر کے (جس کا خواہ یہ مقصد تھا کہ لکدمونیوں کے ایک رسالے کو مرکز سے علیحدہ کر دے یا یہ کہ اس کی پسپائی کا حال ظاہر نہ ہو) آخر کار بیوتیہ واپس چلا گیا، جہاں اس کے سوارے کو اپنے کارہائے نمایاں دکھانے کے لئے ایک وسیع میدان موجود تھا۔ اس نے اپنا پڑاؤ پلاٹیہ کے مغرب میں دریائے اسوپوس کے کنارے پر ڈال دیا اور یونانی اس کے بالکل مقابل ایریتھرائے کے قریب ٹھیر گئے۔ واضح ہو کہ ایرانی فوج میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جنھیں آیندہ لڑائی کے متعلق حسن ظن نہ تھا اور ایک دعوت میں جو تھبز کے ایرانیوں کو اتاگی نوس نے دی تھی۔ ایک ایرانی نے اورخومینوس کے ایک باشندے سے جو اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا اپنے خطرے کا اظہار کیا اور کہنے لگا کہ بیوتیہ کی ایرانی فوج میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جو اس لڑائی میں کام آئینگے۔ ہیرودوتس کا بیان ہے کہ مہرنوش کو ایک خاص موقع پر ایرانی خصائل سے واقف ہونے کا موقع ملا۔ ایک ہزار فوکسی سپاہوں کو ایرانی فوج میں مجبوراً شامل ہونا پڑا تھا، مہرنوش کے سوارے نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور یہ معلوم ہوا کہ گویا وہ انھیں جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں، لیکن اس سے ان میں کسی قسم کا خوف و ہراس پیدا نہیں ہوا بلکہ وہ نہایت خاموشی سے لڑائی کی تیاری میں مشغول رہے، اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایرانیوں کو ان کے قدیم دشمنوں یعنی تھسالویوں نے اُن کے خلاف اکسایا ہے۔ اس پر مہرنوش نے یہ جواب دیا کہ سوائے اس کے اس کا کوئی اور مقصد نہ تھا کہ وہ اس موقع پر اپنی بے باکی اور جرأت کا ثبوت دے سکیں۔ (بالکل اسی قسم کا اثر زمانۂ مابعد میں "دس ہزار" نے ایشیا میں پیدا کیا)۔

باب ۵

یونانیوں کا پہلا معرکہ ایرانی سواروں کے ساتھ ہوا۔ اور اس لڑائی میں ایرانی سرگردہ ماسس تیوس بھی کام آیا جس کی وجہ سے ایرانیوں میں بہت ہراس پیدا ہو گیا۔ اب یونانی نقل مکان کر کے مغرب کی طرف چلے اور چشمۂ گارگافیہ کے جنوب و مغرب کی سمت میں کھڑے ہو گئے۔ اس وقت اُن کی فوج مفصلۂ ذیل عناصر پر مشتمل تھی:۔ دائیں بازو پر اسپارٹی تھے، اور ان میں دس ہزار ہوپ لیت تھے جن میں سے پانچ ہزار خاص اسپارٹی شہری تھے اور ان کے ساتھ ۳۵ ہزار مسلح ہیلوت بھی تھے ان کے علاوہ ۱۵۰۰ سپاہی تگیا سے پانچ ہزار کورنتھ سے تین سو پوتیدیہ سے چھ سو

---

۵ بوسولٹ (۲، ۱۹۷) کے مطابق پلاٹیہ کی لڑائی اواخر جولائی یا اوائل اگست ۴۷۹ ق م میں ہوئی اور اس کے تذکرے میں میں نے ہیروڈوٹس ۹، ۲۸ - ۸۹ کا اتباع کیا ہے۔ اس کا بوسولٹ ۲، ۱۹۷ تا ۲۱۴ سے مقابلہ کیا جائے۔ مقامات کے لئے فیشر "یونان کی یاد اور اس کے اثرات" صفحہ ۳۵ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ جس "جزیرے" کا ہیروڈوٹس ۹، ۵۱ میں ذکر کرتا ہے اس کا مطلق پتہ نہیں چلتا۔ ایتھنز سے تھبز کو سڑک جاتی ہے وہ درۂ "رؤس ثلاثہ" یا "رؤس البلوط" میں ہو کر گذرتی ہے جسے اب درۂ گیفتو کاسترو کہتے ہیں۔ دیکھو بیڈیکر، "یونان"۔ طبع دوم صفحہ ۱۸۱ + بعض کا خیال ہے کہ ہیروڈوٹس (۹، ۵۲، ۵۴، ۵۹) لاکے دیمونیوں اور دیگر یونانیوں کے ساتھ بہت سختی کا برتاؤ کرتا ہے اور بوسولٹ (۲، ۲۰۲) کہتا ہے کہ وہ (باب ۴۸ میں) تھبزیوں کے ساتھ بھی سختی کے ساتھ پیش آتا ہے لیکن یہ مسئلہ نہایت دقیق ہے کہ یہ سلوک انصاف پر مبنی ہے یا نہیں۔ ویکلائن اور ڈیلبریوک صفحہ ۱۰۱ دونوں پئوسانیاس کی سپہ سالاری اور فن حرب میں مہارت کی تعریف کرتے ہیں اور ڈیلبریوک ہیروڈوٹس کے بیان کو باور کرنے میں مشکلات بتاتا ہے اور صحیح جنگی اصول کو مدنظر رکھ کر فوجی نقل و حرکت کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ وہ (خصوصاً صفحہ ۲۶۵ میں) یہ فرض کر لیتا ہے کہ مردونیش اور پئوسانیاس نے دفاعی تدابیر اختیار کر کے اچھی مہارت حربی کا ثبوت دیا۔ مگر ہمیں مفصلۂ ذیل نکات بھی ملحوظ رکھنے چاہئیں:۔

ماراتھون، پلاٹیہ اور زمانہ مابعد میں سکندر اعظم کی مہمات میں دراصل جن امور کا مقابلہ تھا اس میں ایک طرف تو مہارت فن حرب، تادیب اور لوازمات جنگی اور دوسری جانب قوت حیوانی اور

آرکیڈی اور خومینوس سے چار سو میکے نائے اور ترنز سے ایک ہزار فلیئوس سے تین ہزار سکیون سے، آٹھ سو اپی دورس سے، ایک ہزار تروزے زین سے تین سو ہرمیونے سے، ۶۰۰ اریتریا سے، ۴۰۰ خالکدیس سے، ۵۰۰ امبریسیہ سے، ۸۰۰ لیئوکاس اور اناکتوریوم سے، ۵۰۰ آئی گینا سے، تین ہزار میگارا سے ۶۰۰ پلاٹیہ سے، ۲۰۰ پالے اور کیفالے نیا سے اور ۸۰۰۰ ایتھنزی شہری اس لشکر میں شامل تھے جن میں سے ایتھنزی ارسطیدش کی ماتحتی میں مغربی بازو پر استادہ تھے۔ اس لشکر میں ایک ہزار آٹھ سو غیر مسلح باشندگاں تھسپیائے اور ۱۰۸۲۰۰ مسلح جنگ جو تھے جن میں سے ۳۸۷۰۰ ہوپ لیت اور ۶۹۵۰۰ ہلکے ہتھیاروں والے سپاہی تھے۔ ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ مہرنوش کی فوج میں پچاس ہزار یونانی اور تین لاکھ غیر یونانی تھے اور دونوں فوجیں اس انداز سے پڑی ہوئی تھیں کہ ایرانی لکدمونیوں کے مقابل اور یونانی (جو ایرانی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴۷ - نالائق سپہ سالار تھے؛ گویا ایک مہذب قوم کا نیم وحشیوں سے مقابلہ تھا + ڈیلبرپوک یچ کہتا ہے کہ ایرانی تیراندازوں اور سواروں پر انحصار کرتے تھے، درانحالیکہ یونانیوں کی فوج کا بیشتر حصہ بھاری ہتھیار بند پیدل سپاہ پر مشتمل تھا۔ دراصل یہی اس کا راز ہے کہ پلاٹیہ کی لڑائی کا کوئی معتدبہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ یہاں ایرانی اتنے آگے بڑھ آتے ہیں کہ دشمن تک ان کے تیر پہونچ سکیں اور اس کے بعد رک کر خندقیں کھود لیتے ہیں یہاں تک کہ دشمن ان پر حملہ کرکے انھیں تہ تیغ کر دیتا ہے۔ حملے کے ابتدا ہی میں ایرانی سواروں کو کم از کم اسپارٹی عقب پر ٹوٹ پڑنا چاہئے تھا، لیکن ان سے یہ بھی نہ ہوسکا + اصل یہ ہے کہ ایرانی صرف کسی چھوٹے موٹے دستے پر اپنے تیروں کی بوچھار کے ذریعے سے خوف طاری کرسکتے تھے لیکن جب تک تجربہ نہ ہوجائے اس وقت تک کوئی شخص بھی اس کی رمز سے واقف نہ تھا" اور ہم یونانیوں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انھوں نے اپنے دشمن کی پرواہ تک نہ کی جس سے وہ مطلق واقف نہ تھے اور جس کی قوت و جبروت زبان زد عام تھی۔ ایرانیوں سے ڈرنے کے بجائے یونانیوں نے اس کی کمزوریوں کا اچھی طرح سے اندازہ کرلیا اور آخرکار ایتھنزیوں نے تو ماراتھون کے میدان میں نہایت سرعت سے حملہ کرکے اور اسپارٹا نے پلاٹیہ پر بہ اطمینان تمام مدافعت کرکے انھیں نیچا دکھایا +

فوج میں تھے (مثلاً بیوتی، لوکری، مالسی، تھسالوی اور فوکسی) اتھنزیوں کے سامنے تھے۔
غرض یہ کہ فریقین نے شگون لئے اور دونوں کو یہ صلاح دی گئی کہ بالفعل دفاعی تدابیر ہی بہتر ہیں اس لئے حملے کے لئے دونوں نیک ساعت کے منتظر رہے۔ علاوہ مہرنوش کے جو کیتھے ریون کی طرف چھاپہ مار کر ایک یونانی بدرقہ کا سدراہ ہوا دونوں میں سے کسی نے بھی نقل و حرکت نہیں کی اور دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل متواتر دس روز تک پڑی رہیں۔ گیارھویں دن ارتا بازو کی رائے کے خلاف مہرنوش نے جنگ آزمائی کا تہیہ کر لیا۔ رات آنے پر سکندر شاہ مقدونیہ نے (جو ایرانی لشکر میں وہی چالیں چلنے میں استاد تھا جو تھمسطاکلیس یونانی لشکر میں چلا کرتا تھا) اتھنزیوں کو آیندہ واقعات کی اطلاع دیدی اور اتھنزیوں نے تمام یونانی لشکر میں مشہور کر دیا کہ ایرانی حملہ ہونے والا ہے۔ جب پوسانیاس کو اس کا علم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اتھنزی اور اسپارٹی اپنی اپنی جگہ ایک دوسرے سے تبدیل کر لیں تاکہ وہ یونانی جو ایرانی طریق جنگ سے واقف ہوں وہ ایرانیوں کے ہی مقابل آجائیں۔ جب مہرنوش کو اس کا علم ہوا تو اس نے بھی اسی اصول کے مطابق اپنی فوج کو حرکت کرنے کا حکم دیا جس پر پوسانیاس نے پھر اتھنزیوں اور اسپارٹیوں کی جگہ تبدیل کر دی۔ اس کی خبر پانے پر مہرنوش نے اپنا پچھلا حکم منسوخ کر کے دستوں کو پھر از سرنو اپنی اپنی اصلی جگہ پہونچا دیا۔ اب مہرنوش نے ایک نقیب کو حکم دیا کہ وہ اسپارٹیوں کو لڑنے کے لئے للکارے؛ مگر اس للکار کا کسی فرد بشر نے جواب نہیں دیا۔ ایرانیوں نے گارگافیہ کے چشموں کو بھرت ڈال کر بھر دیا تھا اس لئے یونانیوں کو پانی کی کمی محسوس ہونے لگی اور انھوں نے از سرنو اپنا مقام بدلنے کا ارادہ کر کے یہ چاہا کہ ایک مقام پر جسے "جزیرہ" کہتے تھے اور جو شہر پلاٹیہ کے کوہستانی دروں کے قریب تھا چلے جائیں۔ لیکن لشکر کے قلب نے جس میں سپاہیوں کے چھوٹے چھوٹے دستے شامل تھے یہ حرکت اتنی بری طرح کی کہ ابتدائی خیال کے برعکس فوج جنوب و مغرب کی طرف ذرا زیادہ ہٹ گئی۔ یہ دیکھ کر پوسانیاس اپنے اسپارٹی سپاہیوں کو لے کر ادھر ہی کی طرف چلا مگر وہ بھی جتنا تیز جانا چاہتا تھا اتنا تیز نہ چل سکا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اسپارٹی اموم فارےتوس نے جو ایک فوجی قسمت کا کماندار تھا دشمن کے

ب رو برو پیچھے ہٹنے کو سخت توہین آمیز خیال کیا اور عرصۂ دراز تک تعمیل حکم سے قطعی انکار کرتا رہا۔ مگر آخرکار اسے بھی اپنے سپاہیوں کو ساتھ لے کر جانا پڑا + اب ایتھنزیوں نے بھی اسپارٹیوں کے قریب جانے کی خواہش کی تاکہ پئوسانیاس کی خواہش کے مطابق وہ اس جوف کو بھر دیں جو قلب کی غلط حرکت کی وجہ سے ہوگیا تھا؛ لیکن انھیں اسپارٹی فوج آخر تک نہ ملی اور آخرالامر وہ میدان ہی میں رہ گئے۔ جب مہرنوش کو اس کا علم ہوا کہ اسپارٹی اپنے قدیم مقام پر موجود نہیں تو وہ ان کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا پئوسانیاس نے ایتھنزیوں سے کہلوا بھیجا کہ انھیں سپاہیوں کی مدد کے لئے فوراً پہونچنا چاہیئے۔ مگر اُن کے آنے سے پیشتر ہی لڑائی شروع ہو گئی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ ایرانیوں نے اسپارٹیوں پر حملہ کر دیا تھا اور چونکہ شگون ناموافق تھے اس لئے نہایت استقلال کے ساتھ بغیر کسی قسم کا جواب دئے ہوئے وہ بہت دیر تک دشمن کے تیروں کی بوچھار کو برداشت کرتے رہے اور جب انھوں نے ایرانیوں پر لہ کیا تو ایرانی اپنی ڈھالیں ایک دوسرے کے برابر برابر رکھ کر کھڑے ہوگئے۔ اس وقت ایرانیوں کی حالت نہایت قابل رحم تھی، اس لئے کہ ایک طرف تو ان کے ہتھیار ناقص تھے اور دوسری جانب انھیں ایک بہادر مسلح اور پھرتیلے دشمن کا مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا۔ آخرکار ایرانیوں کو شکست ہوئی اور خود مہرنوش بھی میدان کارزار میں کام آیا۔ بعض ایرانی تو وقتی طور پر ایک چوبی استحکام کے پیچھے جو ایک ٹیلے پر بنا ہوا تھا چلے گئے، باقی تھبز بھاگ گئے۔ ارتا بازو بہت سے سپاہیوں کو ساتھ لے کر اول تو براہ راست فوکس گیا اور وہاں سے بہ سرعت تمام ایشیا کا رخ کیا + یہ سب تو اسپارٹی محاذ میں ہو رہا تھا؛ ادھر ایران کے یونانی حلیفوں کو بھی ایتھنز کے ہاتھوں شکست ملی ہی تھی۔ چونکہ کورنتھی میگاری اور فلیوسی غلطی سے جنوب کی طرف ذرا زیادہ بڑھ کر پلاٹیہ کے قریب ہرائیوم تک پہونچ گئے تھے اس لئے ایرانیوں پر جو فتح ہوئی اس میں حسب دلخواہ حصہ نہیں لے سکے، بلکہ بعض ایرانی دستوں نے انھیں پیچھے بھی ہٹا دیا۔ ایرانی اس وقت تک برابر چوبی استحکام میں چھپے ہوئے تھے اور چونکہ بغیر محاصرے کے ان کی تسخیر ناممکن تھی اور ایتھنزی ہی اس فن میں ماہر تھے اس لئے پہلے ایتھنزیوں نے اپنا مفوضہ کام ختم کیا اس کے بعد از سر نوجاں فروشی کے لئے تیار ہو کر استحکام پر قبضہ

باب ۵

کر لیا۔[۵۵] ہیروڈوٹس کا بیان ہے کہ اُن ۲۶۰۰۰۰ ایرانیوں میں سے جنھوں نے اس لڑائی میں حصہ لیا تھا تین ہزار بھی باقی نہیں بچے؛ ان کے برعکس اُن یونانیوں میں سے جن کے سر فتح کا سہرا تھا صرف ۹۱ اسپارٹی، ۱۶ ٹگیائی اور ۵۲ ایتھنزی کام آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ نویس نے صرف ہوپ لیتوں کا ہی شمار کیا ہے[۵۶]۔ یہ ضرور ہے کہ قدیم زمانے میں فاتح اور مفتوح کے نقصانات میں عظیم الشان تفاوت ہوتا تھا اور جس طرح الیاڈ کے دور میں دشمن کے سپاہی زندہ گرفتار نہ کیے جاتے تھے اسی طرح اب بھی یہی قاعدہ جاری تھا؛ اور یہ بھی عیاں ہے کہ فن حرب میں یونانیوں کو ایرانیوں سے زیادہ مہارت حاصل ہو گی۔ یونانیوں کے ہاتھ لاتعداد مال غنیمت لگا؛ ایشیائی رواج کے مطابق ایرانیوں کی جنگ آزمائی کا واحد مقصد یہ تھا کہ انھیں مال غنیمت ملے، ساتھ ہی وہ جنگ میں بھی عیش و عشرت اور تزک واحتشام کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے چنانچہ جو کچھ زر و جواہر ایرانی لشکر گاہ میں تھا وہ سب فاتحوں کو مل گیا۔ اس میں سے یونانیوں نے اس کا ایک حصہ دیوتاؤں اور سپہ سالار پوسانیاس کے لیے وقف کر دیا؛ باقی میں سے جو کچھ انفرادی جعل و فریب کی زد سے بچا اُسے آپس میں تقسیم کر لیا۔ مثلاً آئی گینا والوں کو تجارت میں مہارت تامہ حاصل تھی، ان پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے ہیلوٹوں سے جو مال غنیمت کو یکجا کر رہے تھے سونے کی ایک بہت بڑی مقدار خفیہ طور پر تانبے کے داموں

---

۵۶ ایتھنزیوں نے آخر اس فن میں کیسے مہارت حاصل کی؟ ہیروڈوٹس کے حواشی میں اشٹائن کہتا ہے کہ چونکہ لکدمونیوں کے پاس کوئی قلعہ نہ تھا اس لئے محاصرہ کرنے کے فن سے وہ بالکل نابلد تھے۔ مگر دیگر حلیفوں کے ممالک میں تو قلعے بھی تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزیوں نے اس خاص فن میں ایسے مواقع پر مہارت پیدا کی ہو گی جن کا ہمیں پتہ بھی نہیں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ عروج ایتھنز کے ارتقا کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں اور جنگ آزادی کے واقعات نے تمام واقعات پیشیں کو بالکل تاریک کر دیا ہے۔ ۱۲

۵۵ ہیروڈوٹس ۹، ۷۰؛ پلوٹارک "ارسطیدیس" ۱۹) کے نزدیک ۱۳۶۰ یونانی کام آئے؛ اس کے متعلق بوسولٹ کہتا ہے کہ یہ اطلاع کلی دیموس سے اخذ کی گئی ہے ۱۲

خرید لی ۵۔ یونانیوں نے ایک طلائی تپائی جو ایک ایسے فیلپائے پر نصب تھی جس کے چاروں طرف تین تانبے کے سانپ لپٹے ہوئے نظر آتے تھے ویلفی روانہ کی۔ اس فیلپائے کو قسطنطین اپنے آباد کردہ "روما سے جدید" میں لے آیا اور وہ آج تک دارالخلافت عثمانیہ "ات میدان" میں نصب ہے اور اس وقت بھی اس پر ان یونانی بلاد کے نام کندہ ہیں جنھوں نے اسے ویلفی کے دیوتا کی نذر کیا تھا۔ اس پر پوسانیاس نے اپنا نام بھی کندہ کرایا تھا لیکن بعد میں اسپارٹیوں نے اسے مٹوا دیا۔ اس جنگ کی یادگار کے طور پر پوسانیاس نے پلاٹیہ میں ایک نئے میلے کی بنیاد ڈالی جس کا نام اس نے ایلیئوتھے ریا* رکھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اس میلے کی وجہ سے پلاٹیہ کی بھی اولمپیا کی طرح ایک غیر جانبدارانہ حیثیت ہو گئی۔ یہ شہر تھبز زمانۂ دراز تک یونانی جیوش کا مقابلہ کرتا رہا

۵ لامپروس اپنے مضمون "جنگ پلاٹیہ کے بعد کے واقعات" ("مطالعہ تواریخ" ایتھنز ۱۸۸۸ء) میں آئی گینوں کو اس الزام سے بری کرتا ہے + ۱۲

۹ چڑھاووں کے لئے بوسولٹ ۲، ۱۰۲) دیکھنا چاہئے

* = "آزادی" +

۱۰ پلوٹارک، "ارسطیدش ۱۲ + جنگ پیلوپونیز کی ابتدا میں پلاٹیہ والوں نے اس غیر معمولی اہمیت کا حوالہ دیا جو انھیں واقعات زیر بحث کی وجہ سے حاصل ہو گئی تھی (طوسی دیدش ۲، ۷۱ و ۷۲ + ۳، ۶۸) اگر غالباً وہ مبالغہ آمیزی سے کام لے رہے تھے + مجتمع شدہ یونانی جیوش ضرور قابل تکمیل وعدے کر سکتے تھے لیکن انھیں ہیں قومی معاہدے کرنے کا ہرگز اختیار نہ تھا + بوسولٹ ("لا کے دیمون") کی رائے کے باوجود میرا خیال نہیں کہ کوئی ایسی یونانی لیگ قائم ہوتی ہو جس کا مرکز پلاٹیہ ہو اور اس کی کتاب "تاریخ یونان" ۲، ۳۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس نظریہ کا موئد نہیں رہا + ممکن ہے کہ فتح و نصرت کے جوش میں کسی نے اس قسم کی تحریک کی ہو اور نعرۂ مسرت کے ساتھ اسے منظور بھی کر لیا گیا ہو۔ مگر جب یہ جوش و خروش جاتا رہا تو کسی نے اس کا خیال بھی نہیں کیا۔ بہر حال پلوٹارک نے اسطیدش اور اپنے وطن مالوف بیوتیہ کے موافق جتنا مواد ہو سکتا ہے وہ سب جمع کر دیا ہے۔

مگر آخر کار اسے بھی ہتھیار ڈال دینے پڑے، اور علاوہ اتاگینوس کے (جو فرار ہو گیا) باقی تمام رہبروں کو کورنتھ میں تہ تیغ کر دیا گیا۔

قدیم راویوں اور افسانہ نویسوں کو اس بات سے بہت مسرت ہوتی ہے کہ فلاں فلاں واقعات بہ یک وقت پیش آئے، اور بیان کیا جاتا ہے کہ جس روز زرکسز کے لشکر کا پلاٹیہ کے میدان کارزار میں خاتمہ ہوا اسی روز ایشیائے کوچک کے ساحل پر عظیم الشان ایرانی بیڑے کا بھی کام تمام ہو گیا[۱۱]۔ ہمیں اس کا علم ہے کہ لیوتی کدیس کی ماتحتی میں یونانی بیڑا دیلوس میں اور ایرانی ساموس میں تھا اور ان دونوں کے قریب ہی ایک ایرانی فوج راس میکالے پر پڑی تھی جس کی تعداد ساٹھ ہزار بیان کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی صرف یہ چاہتے تھے کہ ان کے عزیز شہر کو مہرنوش کی طرف سے جو خطرہ ہے وہ باقی نہ رہے اور ان کی یہ خواہش ہرگز نہ تھی کہ مہرنوش کی شکست دینے سے پیشتر وہ ایرانی بیڑے پر حملہ آور ہوں، ورنہ ان کا خیال تھا کہ اگر ایرانی بیڑے کا خطرہ باقی نہ رہا تو چونکہ بری فوج کی پیلو پونیزیوں کو زیادہ پرواہ نہ تھی اس لئے اسپارٹی خاکنائے سے بڑھ کر ایرانی سپاہ پر حملہ کرنے میں لیت و لعل کریں گے؛ اور یہ ظاہر ہے کہ بحری معاملات میں ایتھنزی خواہشات اور ان کی رائے ہی وزنی سمجھی جاتی تھیں[۱۲]۔ اسی اثنا میں ساموسیوں نے اپنے سفیر یونانیوں کے پاس ان کی مدد چاہنے کے لئے روانہ کئے جس کے جواب میں لیوتی کدیس بیڑا لے کر مشرق کی طرف چل دیا، اور یہ سن کر ایرانی فوراً ساموس چھوڑ کر راس میکالے چلے گئے جہاں انہوں نے خندقیں بنالیں۔ اب یونانیوں نے ان کا تعاقب کیا، اور انھیں شکست دے کر خندقوں پر قابض ہو گئے اور ایرانی جہازوں کو آگ لگا دی۔ اس معرکے میں ایتھنزیوں نے مخصوص طور پر کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

ساموس کا مقصد تو حاصل ہو گیا تھا۔ اور اب اسے اور خیوس،

---

[۱۱] غالباً میکالے کی لڑائی جنگ پلاٹیہ کے چند روز بعد ہوئی ہوگی۔ بوسولٹ ۲، ۱۴۲۔

[۱۲] مقابلہ کیا جائے کج: Rh. Mus. ۲۷، ۲۵۸ وغیرہ۔ بوسولٹ ۲، ۱۹۰۔

باب ۵

لسبوس، اور بعض چھوٹے چھوٹے جزیروں کو محالفے میں شامل کر لیا گیا ان[۱۳] کے علاوہ جو یونانی بلاد ایشیائی ساحل پر تھے وہ بھی لیگ میں شامل ہونا چاہتے تھے، لیکن اکثر یونانی ان سے بے تعلق ہی رہنا مناسب سمجھتے تھے اس لئے کہ انھیں ہمیشہ ایرانیوں کی طرف سے خطرہ لگا رہتا تھا۔ اسپارٹیوں کی یہ رائے تھی کہ ایشیائے کوچک اور جزائر کے ایونیائیوں کی فوجی ہستی کو محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ انھیں نقل مکان کرنے کی صلاح دی جائے اور جن شہروں کے باشندے پچھلی جنگ میں ایرانیوں سے مل گئے تھے انھیں نکال کر ان کی جگہ انھیں آباد کر دیا جائے۔ لیکن ایتھنز نے اس تحریک کی مخالفت کی اور آخر الامر اس کا نفاذ نہیں کیا گیا۔ ایتھنزی اپنے آپ کو اپنے ایونیائی ہم نسلوں کے قدرتی محافظ تصور کرتے تھے اور یہی ان کے افعال سے ظاہر ہوتا تھا؛ لیکن اس معاملے میں ایونیائیوں کا ساتھ دیگر انھوں نے اپنے جانی دشمن یعنی تھبزیوں کو بچا لیا۔ ہم عنقریب ایک اور بحث کے سلسلے میں بیان کریں گے کہ اسپارٹیوں نے پھر ایک مرتبہ دشمنان ملک یونانیوں کو سزا دینی چاہی مگر پھر ایتھنزی سدراہ ہوتے۔ اس کے بعد اسپارٹیوں نے ان معاملات میں مداخلت کرنا چھوڑ دیا اور تھبزیوں کے گہرے دوست بن گئے۔

ان واقعات کے بعد پلوپونیزی تو بقیادت لیوتی کدیس اپنے وطن واپس چلے گئے۔ لیکن ایتھنزیوں نے اپنی توجہ ہلیسپونٹ کی طرف مبذول کی انھوں نے ایونیائیوں اور ہلیسپونٹیوں کے ساتھ مل کر زانتھی پوس کی سیادت میں ایرانیوں کے خلاف جنگ جاری رکھی اور آگے بڑھ کر سستوس پر قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد ہیروڈوٹس اپنی غیر فانی تصنیف ختم کر دیتا ہے [۱۴]۔

---

[۱۳] ہیروڈوٹس ۹، ۱۰۶۔

[۱۴] ہیروڈوٹس ۹، ۱۱۴۔ طوسی دیدِش ۱، ۸۹۔ سستوس کی تسخیر موسم بہار ۴۷۸ ق م میں عمل میں آئی۔ ملاحظہ کیا جائے بوسولٹ ۲، ۳۲۱۔ جنگ ایران کا بیان ختم کرنے کے وقت ہم چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ پھر یہ بتا دیں کہ اگر بالفرض ان روایات سے جو زبان زد عام تھیں اور جنھیں ہیروڈوٹس نے نقل کیا ہے یہ ثابت نہ بھی ہو کہ یونانیوں سے ایرانی تعداد میں بدرجہا زیادہ

باب ۵

نوٹ باب ۵

۴۷۹ ق م کے لئے مخصوص سند ہیروڈوٹس ۸، ۱۱۳ اور ۹، اوغیرہ ہے؛ اس کے مقابلے میں نہ تو دیودورس ۱۱، ۳۰-۳۴ اور نہ پلوٹارک کی سوانح عمری ارسطیدیس کی کچھ اہمیت ہے اس لئے کہ دیودورس نے تو ایفورس کی نقل کی ہے اور ایفورس نے صرف یہ کیا ہے کہ ہیروڈوٹس کا بیان اپنے سامنے رکھ کر اس میں لفاظی اور لسانی کا عنصر اضافہ کردیا - ملاحظہ کیا جائے یادر: جریدۂ لسانیات قدیمہ" تتمہ ص ۱ ۳۲۰ + ہم نے آگے چل کر باب ۷ میں پلوٹارک کی سوانح عمری ارسطیدیس کی تنقید کی ہے - پلوطارک نے جنگ پلاٹیہ کا جو حال لکھا ہے اس کے خاص واقعات جنگ کے لئے بہت کم قیمت ہیں اور اس سے صرف بیوتی نقطۂ نظر اور مقامی تاریخ معلوم ہوجاتی ہے + پوسانیاس چڑھاوے کے مضمون پر کچھ روشنی ڈالتا ہے + روس نے "نوشتہ ہائے یونان قدیمہ" ص میں قسطنطنیہ کے اژدہا دار فیلپائے کا کتبہ نقل کیا ہے، اور اس کی تصحیح فابریکیوس نے "جریدۂ انجمن آثار قدیمہ" ۱، ۱۷۵ وغیرہ میں کی ہے - ڈلبریوک (ص ۱۶۳ و ص ۱۶۴) یہ فرض کرلیتا ہے کہ یونانی فوج میں ۳۵ سے ۴۰ ہزار تک جنگجو تھے اور مہرنوش کی فوج میں اس سے ذرا زیادہ تھے؛ اور ہیروڈوٹس کی خاموشی کو بطور دلیل کے پیش کرتا ہے، اسی لئے وہ قاطع و ناطق نہیں؛ مگر اس جگہ پر تفصیلی بحث نہیں کی جاسکتی +

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵۴ - (جس پر ڈلبریوک خاص طور پر زور دیتا ہے) پھر بھی اس واقعے سے کہ ایرانی فوج ایک قومی جمعیت تھی جس میں اجیر سپاہی نہ تھے، یہ اغلب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد زیادہ ہوگی - اگر شہنشاہ ایران جیسے حکمراں نے اپنی فوج میں اجیر سپاہیوں کو بھرتی نہیں کیا تھا تو بھی وہ محض تعداد پر انحصار کرنے پر مجبور ہو گیا ہوگا + یہ مسئلہ کہ فوج میں پانچ لاکھ سپاہی تھے یا تیس لاکھ محض غلبۂ شہادت سے طے ہوسکتا ہے + اسی زمانے میں قرطاجنی سسلی کے یونانیوں پر حملہ آور ہوئے لیکن ان کی فوج میں اجیر سپاہی تھے؛ اور وہ ایرانی فوج سے بالکل مختلف تھی - اس دور میں جس کا ہم ذکر کررہے ہیں اور زمانۂ مابعد میں تین قسم کے لشکر ہوتے تھے: (۱) غیر مرتب اور غیر منظم قومی لشکر (ایران) - (۲) باترتیب و قواعد داں قومی لشکر (یونان) - (۳) اجیر سپاہیوں کا لشکر (قرطاجنہ)

باب ۵

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸... یونان میں بھی قومی لشکر کے تستے کے طور پر جیسے سپاہیوں سے کام لیا جاتا تھا) + لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زرکسز نے اس ٹنڈی دل سے آخر کیا کام لیا؟ تھرموپلی میں بہترین ایرانی فوج یعنی مدوی اور کسیائی دستے (جن کا ہیروڈوٹس ۷، ۶۱ و ۶۲ میں سب سے پہلے بیان ہے) ابتدا میں میدان جنگ کو روانہ کروئے گئے اور ان کے بعد ایرانیوں اور قشون جاودانی کو بھیجا گیا + اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ خوش پوش اور نمائشی قبائل بے کار ثابت ہوئے، اور قریب تھا کہ زرکسز کی فوج کا بالکل ہی قلع و قمع ہو جاتے۔ لطف یہ ہے کہ اسے ہزاروں کی تعداد میں جو فوج یورپ سے ملی اس کا کہیں ذکر ہی نہیں اور لاکھوں سپاہیوں نے جنگ میں کسی قسم کا حصہ نہیں لیا + تاریخی مقاصد کو مد نظر رکھ کر ہم مفصلۂ ذیل نتائج پر پہونچتے ہیں:۔ فوجی نقطۂ نظر سے اس ٹنڈی دل نے جو روایت کے بموجب زرکسز کے ساتھ یورپ گیا تھا بالکل کچھ بھی نہیں کیا۔ جو تعداد بیان کی جاتی ہے نہ تو اس کی کوئی سند ہے اور نہ وہ قرین قیاس ہی ہے لیکن چند خاص امور ہیں جن کی بنا پر ہم مجبور ہوتے ہیں کہ ڈیلبریوک کی طرح (ص ۱۳۹ وغیرہ) روایتی تعداد میں زیادہ قطع و برید کریں ہیروڈوٹس (۸، ۱۱۳) کا بیان ہے کہ مرڈونیس نے ایرانی لشکر میں سے صرف مدویوں، مشکوں، بختیاریوں، اکثر ہندوستانیوں اور بعض دیگر اقوام کے سپاہیوں کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے منتخب کیا، تو کیا ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ موخرالذکر اقوام کے صرف چند ہی افراد ہوں گے؟ اس کے علاوہ یہ واقعہ ہے کہ زرکسز برابر تھرموپلی تک بڑھتا چلا گیا اور اس کا کسی نے مقابلہ نہیں کیا، تو کیا یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس کی فوج یقیناً مرعوب کن ہوگی؟ آخری بات یہ ہے کہ ص ۱۳۹ اور ص ۱۴۳ پر ڈیلبریوک نے جو استدلال کیا ہے وہ حلیمیانی طریق جنگ پر صادق آتا ہے، مگر ہم جانتے ہیں کہ مشرقی اقوام کے عام خیال کے بموجب زرکسز اس پر مجبور تھا کہ محض کثرت تعداد سے اپنے مقاصد پورے کرے۔ ڈیلبریوک تفصیل کی تنقید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایرانیوں کی تعداد کبھی اتنی زیادہ نہیں ہو سکتی جتنی بیان کی جاتی ہے، ورنہ وہ کسی حالت میں اس قدر جلد اتنا فاصلہ نہیں طے کر سکتے تھے جو ہیروڈوٹس ان کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اسی بنا پر ڈیلبریوک نے قیاس کے مطابق زرکسز نے اسکیتھیوں کے خلاف جو مہم سر کی تھی اس میں اس کے ساتھ صرف پانچ ہزار نفوس تھے۔ وہ کہتا ہے کہ پل پر پہنچنے کے وقت زیادہ تعداد سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بہرحال یہ سب تفصیلیں افسانہ آمیز ہیں اور ان کی مدد سے دیگر روایات کی تنقید نہیں کی جا سکتی۔ برگنڈی کی فوج کی تعداد میں بلاشبہ مبالغہ آمیزی برتی گئی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارا شک و شبہ درست ہے اور ہمیں اس تعداد کا جو ہم تک پہونچی ہے یقین نہیں کرنا چاہئے: مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایرانی تو زیادہ تعداد میں اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور تھے اور برگنڈی والے زیادہ تعداد میں آ ہی نہیں سکتے تھے +

باب ۶

سسلی اور قرطاجنہ

جب زرکسیز نے یونانیوں پر مشرق میں حملہ کیا ہے اُسیوقت یا تقریباً اُسی زمانے میں سسلی کے یونانیوں پر قرطاجنی حملہ آور ہوئے، اور مشرق کی طرح مغرب میں بھی مشرقی اقوام کے حملے کو پسپا کر دیا گیا۔ لیکن ان واقعات کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے اس کی ضرورت ہے کہ ہم تاریخ سسلی کا پہلے سے مطالعہ کریں:

سنہ ۵۰۰ ق م کے قریب سوائے بلدیۂ سرقوسہ کے باقی اہم ترین شہروں پر خودسر حکمرانوں کا تسلط ہو گیا تھا، اور سرقوسہ کی قسمت میں بھی آخر کار اسی قسم کا انقلاب لکھا تھا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ خاص ارض یونان میں خودسری کبھی کی مفقود ہو چکی تھی، مگر سسلی میں ایک آزاد شہر بھی باقی نہ رہا تھا۔ یہ دراصل سسلی کے بلاد کی مخصوص ترتیب کا نتیجہ تھا، یعنی ایک طرف تو انکی آبادی مخلوط تھی اور اسمیں مختلف النسل یونانی اور دیسی باشندے شامل تھے، دوسری جانب قدیم یونانی بلاد کو روایات کا پاس و لحاظ کرنا پڑتا تھا، مگر سسلی کے شہر جدید تھے اور انھوں نے صرف مصلحت وقت کی پابندی کر کے اپنے دستور مرتب کئے تھے۔ اسی لئے جزیرے میں غیر یونانی عنصر کی زیادتی کی وجہ سے بعض مرتبہ ایک قابل شخصی حکمراں کا وجود مفید ثابت ہوتا تھا۔ سنہ ۵۰۵ ق م میں کلیاندروس گیلا کے تخت پر بیٹھا مگر اُسے لوگوں نے سنہ ۴۹۸ ق م میں قتل کر دیا، اور اُس کے بعد اُس کا بھائی بقراط گدی نشین ہوا۔ بقراط میں مشکل اور دقیق امور کو سر کرنے کی صلاحیت تھی، چنانچہ اُس نے اپنی حکومت کے حدود شمال اور شمال و مشرق کی طرف وسیع کر کے کالی پولس، ناکسوس، لیون تی نی اور خاص زانکلے تک (جو آبنائے کی گویا کنجی تھی) سر کر لیا۔ زانکلے میں اُس نے ایک شخص مسمی سکی تھیس کو اپنا قائم مقام مقرر کیا جس نے ملطہ کی

باب ۱۵

تاراجی کے بعد ایونیائیوں کو سسلی کے شمالی ساحل کے مقام کالے اکتے پر ایک نوآبادی قائم کرنے کی دعوت دی - اس دعوت کو ساموس اور ملطہ کے بعض باشندوں نے قبول کرلیا مگر یہاں آنے کے بعد رھیگیوم کے خودسر اناکسی لاس کے کہنے سے وہ اپنے محسن کے خلاف ہوگئے - اُس نے انھیں یہ رائے دی کہ وہ کالے اکتے کے ساتھ خاص شہر زانکلے پر بھی قابض ہوجائیں؛ اور جب سکی تھیس کہیں غیر حاضر تھا تو وہ زانکلے پر چڑھ آئے اور قبضہ کرلیا - اب سکی تھیس اپنے آقا بقراط سے مدد کا طالب ہوا؛ مگر مدد دینے کی بجائے موخر الذکر نے زانکلے ساموسیوں کے ہاتھ فروخت کرکے خدمات ماضیہ کے گویا معاوضے کے طور پر سکی تھیس کو زنداں میں ڈال دیا؛ گر وہ بہت جلد قید سے نکل کر داریوش کے پاس بھاگ گیا - اب اناکسی لاس نے ایک چال چل کر زانکلے پر قبضہ کرلیا اور اس کے بعد شہر کا نام میسینے پڑگیا جو رفتہ رفتہ مسانا ہوگیا - یہ اسی مسلکیے کی مثال ہے کہ اُس زمانے میں جو شخص نتائج سے خائف رہتا تھا اُسے اسی شخص کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا تھا جو بالکل بلا غل وغش کام کرسکتا تھا - اناکسی لاس نے جو آبنائے کی دونوں طرف کی اراضی پر قابض تھا، اپنی اس حیثیت سے ایک مفید کام نکالا، یعنی سکی لالیوم پر ایک فوجی بندرگاہ تعمیر کیا اور وہاں سے ایٹروریا کو آبنائے میں گزرنے سے روکتا رہا، جس کی وجہ سے جنوبی ممالک اُن کی تہذیب سے نسبتہ محفوظ ہوگئے ؏

بقراط اپنے بہت سے مقاصد میں کامیاب ہوگیا تھا مگر ایک مقصد میں جسے وہ سب سے زیادہ مفید سمجھتا تھا وہ ناکام رہا؛ اور وہ مقصد سرقوسہ کی فتح تھی - اُس نے سرقوسیوں کو دریائے ہیلوروس کے کنارے شکست بھی دیدی مگر کورنتھ اور کورکائرا کی مداخلت کی وجہ سے وہ شہر پر قبضہ نہ کرسکا اور اُسے صرف کامارینا کے قبضے پر (جو سرقوسہ کی ایک نوآبادی تھی) قناعت کرنی پڑی - بالآخر جب وہ سقالی شہر ہیبلا کے خلاف جنگ میں مارا گیا تو اُس کی جگہ اُس کا بہترین سپہ سالار گیلون گیلا کی مسند خودسری پر بیٹھا اور یہ اپنی ترکیبوں سے بلاکسی قسم کے کشت وخون کے سرقوسہ پر قابض ہوگیا - ہوا یہ کہ اس شہر میں

امرا اور طبقۂ ادنیٰ کے درمیانی جھگڑے اور مناقشے پیدا ہو گئے تھے اور موخر الذکر نے امرا کو شہر سے نکال دیا تھا، اس پر امرا کی درخواست پر گیلون نے سَرقُوسہ کے معاملات میں مداخلت کی اور اُس نے ترکیب عمل کر نہ صرف امرا کو شہر میں داخل کر دیا بلکہ خود بھی اُن کے ساتھ سَرقُوسہ جا کر ۴۸۵ ق-م میں وہاں کا خودسر بن بیٹھا۔

اب گیلون نے سَرقُوسہ کو ایک ایسی سلطنت کا پایۂ تخت بنا لیا جس میں گیلا اور کامارینا کے علاوہ، سَرقُوسہ کے شمالی حصص یعنی یوبیہ اور میگارا کے سے مقامات بھی شامل تھے، اور (اسی کے ساتھ) جزیرے کا جنوبی و مشرقی ثلث بھی وابستہ تھا۔ اپنے جدید پایۂ تخت کی آبادی بڑھانے کے لئے اس نے گیلا کے نصف باشندے، کامارینا کے جملہ باشندے اور یوبیہ اور میگارا کے امرا کو ترک وطن کر کے سَرقُوسہ میں آباد ہونے کا حکم دیا اور موخر الذکر دونوں مقامات کے ادنیٰ درجے کے باشندوں کو نخاس میں فروخت کرا دیا لطف یہ ہے کہ خودسروں میں گیلون سب سے نیک طبیعت کا شمار کیا جاتا تھا یہاں تک کہ بجائے "خودسر" کے اُسے بعض "بادشاہ" کہہ کر پکارتے تھے۔ اور تعجب ہے کہ ایسے شخص نے شہروں اور انسانوں کے ساتھ اس درجہ سخت برتاؤ جائز رکھا!! بہرحال سَرقُوسہ پہلے سے بہت وسیع ہو گیا اور گیلون نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا جس میں اکثر آرکیڈی نیزہ بردار تھے اور ساتھ ہی جہازوں کا ایک بیڑا بھی تیار کیا۔ یہ فوج اور یہ بیڑا زمانۂ مابعد میں نہایت کارآمد ثابت ہوا۔

اناکسی لاس اور گیلون کے علاوہ جزیرے میں دو اور خودسر بھی تھے یعنی تیریلوس والیٔ ہمرا اور تھے رون والیٔ اکراگاس (جو ۴۸۸ ق-م سے حکمراں تھا) (اول الذکر خودسر ریگیوم کا اور ثانی الذکر گیلون کا خسر تھا)۔ تیریلوس اور تھے رون میں سخت دشمنی تھی اور ہمیشہ باہمی نقیض پیدا رہتی تھی۔ آخر کار اول تو تھے رون نے ہمرا کے خودسر کو اُس کے شہر سے نکال باہر کیا جس کے بعد تیریلوس اور اناکسی لاس نے یہ سمجھ کر کہ سَرقُوسہ اور اکراگاس کے حکمرانوں کا وہ تنہا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے قرطاجینوں کو اپنی مدد کے لئے بُلا لیا۔

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ جزیرے کا مغربی حصہ ساًمیون کے قبضے میں تھا اور ان کے مرکز قدیم قرطاجنی نوآبادیاں یعنی موتیہ، پانورموس اور سولوس تھے چھٹی صدی ق م میں قرطاجنیوں نے ان مغربی نوآبادیوں کے چاروں طرف ایک صوبے کی بنیاد ڈالی اور اس کے بعد ان کی حفاظت کا دارومدار اسی پر ہوگیا۔ اسی صدی کے اختتام پر شاہ اسپارٹا کے بیٹے دوری اوس نے کو ایرکس کے ضلع میں اُس اراضی پر جو عام طور سے ہرقل کے ورثائی ملکیت سمجھی جاتی تھی ایک سلطنت تعمیر کرنیکی کوشش کی، مگر قرطاجنیوں، فنیقیوں اور ایلی میون نے اُسے شکست دیدی اور ایک معرکے میں خود وہ بھی کام آیا۔ اس کامیابی سے قرطاجنیوں کے دل بڑھ گئے اور وہ یونانی آبادیوں پر حملے کرنیکے لئے موقع کی تاک میں رہے، جس زمانے کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں اس میں انھیں اسکا موقع مل گیا، یعنی ایک تو دوخود سروں نے قرطاجنیوں سے مدد چاہی اور دوسرے زرکسیز نے یورپی یونانی پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کی خبر ان فنیقیوں کے ذریعے سے جو شہنشاہ کی رعایا تھے قرطاجنہ پہنچی اور انھوں نے وہاں کے حکام سے درخواست کی کہ اگر وہ سسلی پر حملہ کرینگے تو ایرانیوں کو خاطر خواہ مدد پہنچ جائے گی[1]۔

روایت ہے کہ اس مہم کی تیاری میں قرطاجنیوں کو تین سال یعنی اتنی ہی مدت درکار ہوئی جو زرکسیز کو اپنی تیاریوں میں ہوئی تھی، اور اس کے نتائج بھی اسی کے مطابق اور متناسب تھے۔ کہا جاتا ہے کہ قرطاجنہ کے باشندے سسلی کے حملے کے لئے جو فوج لائے اس میں تین لاکھ نفوس تھے اور اس میں بحیرۂ روم کی ہر ایک قوم کے افراد مثلاً ہسپانیہ، غالیہ، لیگوریا، سارڈینیا، کورسیکا اور افریقہ کے باشندے شامل تھے اور جس

[1] ایفوروکس قطعہ ۱۱۱ – ڈیودوروس ۱۱، ۲۰۔ ان واقعات کا بیک وقت ظہور میں آنا اس قدر بدیہی اور قدرتی امر ہے کہ ان پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ بجنسہ اسی طرح قرطاجنیوں نے ۴۰۹ ق م میں پھر سسلی پر حملہ کیا اور اس حملے کا بھی ایرانیوں کی مداخلت سے جو اس سنہ میں ہوئی گہرا تعلق ہے۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ ایرانیوں کا جو قرطاجنیوں نے ساتھ دیا اس کی اصلی صورت کیا تھی، آیا ایرانیوں نے احکامات صادر کئے تھے یا محض استدعائی تھی۔ اہل ایٹروریہ بھی لیگ میں شامل تھے مگر وہ ۴۷۴ ق م مسخر نہیں ہوے۔

بیڑے میں وہ قرطاجنہ سے سلی گئے اُس میں ۲۰۰ جنگی جہاز اور تین ہزار سے زائد بار برداری کے جہاز تھے۔ اس تمام لشکر کا کماندار قرطاجنہ کے دو بادشاہوں میں سے ایک یعنی ہانو کا بیٹا ہملکار تھا + یہ فوج پانورموس میں اتر کر فوراً ہمسایہ بلدۂ ہمرا کی طرف روانہ ہوئی جس کی تھیرون حفاظت کر رہا تھا، مگر چونکہ وہ نہ تو قابلیت میں اور نہ اقتدار میں کسی طرح قرطاجنیوں کا مقابلہ کرسکتا تھا اس لئے اس نے گیلون کے سامنے دست طلب دراز کیا جس نے نہ صرف عین وقت پر پچاس ہزار پیدل اور پانچ ہزار سوار روانہ کردیئے بلکہ عجیب وغریب مہارت فن حرب کا ثبوت دیا، یعنی اول تو اس نے چند چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں دشمن کو شکست دی اور پھر ایک عظیم الشان جنگ میں اُسے سخت ہزیمت دیکر اسکی بڑی فوج اور بیڑے کو (جسکے ملاح برّی فوج کی مدد کے لئے خشکی پر اتر پڑے تھے) بالکل تہ وبالا کر دیا + ہملکار نے دیوتاؤں کا غصہ فرو کرنیکی غرض سے آگ روشن کی تھی، مگر جب واقعات اسکے خلاف رونما ہوئے تو وہ خود اس میں کود کر بھسم ہوگیا + فوج میں سے چند سپاہیوں نے قرطاجنی فنیقی صوبے میں پناہ لی اور بیڑے میں سے بیس جہاز جن کے ملاح خشکی پر نہیں اتارے گئے تھے افریقہ واپس چلے گئے۔ لیکن شومئی قسمت سے راستے میں ایک طوفان نے انھیں آگھیرا اور ایک کشتی کے علاوہ سب کے سب اسکی نذر ہوگئے + پنڈار نے جنگ ہمرا کی اہمیت پلاٹیہ اور سالامس کے برابر ٹھرائی ہے اور سرقوسیوں کو اُسی تاج ظفرمندی کا مستحق گردانا ہے جو خود ایتھنزیوں اور اسپارٹیوں کو اُس نے دیا تھا۔ اس میں وہ قطعاً حق بجانب ہے، لیکن وہ یہ بھول جاتا ہے کہ چونکہ گیلون کی فوج میں بہت سے اجیر سپاہی تھے اس لئے فن حرب میں مہارت اور عمدہ تہذیب وترتیب فوج، جوش وطنیت سے زیادہ اس فتحیابی کے اصلی اسباب تھے۔

مشرقی اور مغربی محاربوں کے نتائج بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

مشرق تو وطنی تحریک پلاٹیہ اور میکالے کے بعد بھی برابر جاری رہی یعنی فریقین میں کسی قسم کی صلح نہیں ہوئی، بلکہ یونانی جہاں ایونی بغاوت سے پیشتر تھے وہاں سے بھی انھیں ہٹا دیا گیا۔ مگر مغرب میں گیلون اور قرطاجنیوں میں باہمی صلح ہوجانیکے باعث قبل از جنگ حدود کرائی اور قرطاجنیوں کو صرف دو ہزار تالنت بطور خرچہ تاوان جنگ ادا کرنے پڑے۔ اصل میں گیلون اس نتیجہ پر پہنچ گیا تھا (اور وہ حق بجانب تھا) کہ جزیرے کے مغرب میں

باب

بہت سی غیر یونانی رعایا کا وجود سسلی کے یونانیوں کے مفاد کے خلاف ہے جو مال غنیمت سونا، چاندی، ہتھیار اور غلام یونانیوں کو ملا اس کی تعداد عظیم الشان تھی، اور وہ یقیناً پلاٹیہ کے مال غنیمت کے برابر ہوگا + جنگ میں کوئی شخص گرفتار نہیں کیا گیا، مگر جو لوگ بھاگ سکے انھیں یہ امید ہوگئی کہ ممکن ہے کہ انھیں غلام بنانے پر اکتفا کیا جائے۔ اس طرح اکراگاس کے بہت سے باشندوں کے پاس پانچ پانچ سو غلام ہوگئے جن کی قیمت کا اندازہ کم سے کم ساٹھ ساٹھ ہزار روپیہ کیا جا سکتا ہے + سرقوسہ اور اکراگاس کے باشندوں کے ہاتھ جو غلام اور روپیہ اس طرح لگا اُسے انھوں نے امور عامہ مثلاً بت خانوں، آب رسانوں وغیرہ کے بنانے پر وقف کر دیا۔ گیلون کی شہرت میں اس کی بیوی داماریتے کا بھی حصہ ہے، یعنی ایک سکہ جو غالباً چاندی کی دو درہمی تھی اس واقعہ کی یادگار کے طور پر مسکوک ہوا اور اس کا نام داماریتے کے نام پر داماریتیوم رکھا گیا۔ اس سکے کے چند نمونے اس وقت تک موجود ہیں۔ گیلون نے ڈیلفی میں چڑھانے کے لئے پلاٹیہ کی تپائی کے جواب میں ایک تپائی بھیجی اور پنڈار کی طرح سمونڈیس نے اس پر ایک کتبہ کندہ کرایا جس میں اس نے ہمرا کے فاتحوں کو سالامس اور پلاٹیہ کے فاتحوں کا ہمسر بنا دیا +

قرطاجنہ کی شکست کی وجہ سے سرقوسہ میں گیلون کا اقتدار پہلے سے بھی زیادہ ہوگیا۔ اگرچہ وہ خالص طور پر شخصی حکمرانوں کا سا تھا اور اس نے بہت سے شہریوں کے املاک اور مکانات ضبط کرکے دس ہزار اجیر سپاہیوں میں تقسیم کر دئے جنھیں اس نے حقوق شہریت بھی عطا کئے۔ اس کی حرکت قدیم شہریوں کو نہایت بری معلوم ہوئی؟ لیکن جب ایک مرتبہ مسلح شہریوں کے ایک مجمع کے روبرو وغیر مسلح کھڑا ہو کر اس نے اپنے افعال کا من وعن حساب بتایا تو اس کا شہریوں پر اتنا اچھا اثر پڑا کہ انھوں نے نعرہ ہائے مسرت بلند کرکے اُسے بادشاہ کا لقب دیدیا[1] اور جس طرح لیوپولڈ شاہ بلجیم نے ۱۸۴۸ء میں عوام کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرکے اپنی منزلت حیثیت قائم رکھی بالکل یہی طرز عمل گیلون نے بھی اختیار کیا۔

[1] غالباً دس ہزار اجیر سپاہی مناسب طور سے ذی اقتدار شہریوں کی جماعتوں میں تقسیم کر دیئے گئے ہوں گے۔

باب ۵۲

وہ طبعاً خوش خلق تھا اور اُسکی عام سج دھج سپاہیانہ تھی۔ اس میں اور اسکے بھتیجے کیمون میں (اور غالباً ملتیادیس میں بھی جو خود ایک خود سر بن چکا تھا) بہت سی باتیں مشترک اور ملتی جلتی تھیں۔ اُس کا انتقال ۴۶۷ ق م میں ہوا اور سرقوسی قوم نے اُس کے جنازے کے موقع پر اپنے جذبات وفاداری و اطاعت شعاری کا ایک اور ثبوت دیا۔

گیلون کے بعد اُس کا چھوٹا بھائی ہیئے رون تخت نشین ہوا اور اُسے یہ موقع مل گیا کہ اطمینان سے گیلون کے کارنامائے نمایاں کے نتائج سے مستفید ہو۔ وہ شعرا اور فضلا کا سرپرست تھا اور اُسکا دربار اپنی درخشانی اور تزک و احتشام کیلئے چاردانگ عالم میں مشہور تھا۔ گیلون اور ہیئے رون کا ایک چھوٹا بھائی پولی زیلوس بھی تھا مگر چونکہ ہیئے رون نے اُسے معاملات مملکت میں حصہ نہیں لینے دیا، اور آپس میں مناقشہ برپا ہو گیا اسلئے پولی زیلوس تھیرون والئ اکراگاس کے پاس بھاگ گیا جسکی وجہ سے دونوں کے درمیان تنازعات پیدا ہوتے ہوتے رہ گئے۔ اُدھر ہمراوالے تھے رون سے باغی ہو گئے تھے اور اگر جنگ ہوتی تو ممکن تھا کہ وہ ہیئے رون کو امداد دینے کیلئے تیار ہو جاتے، مگر دونوں حکمرانوں نے آخرکار معاہدہ کر کے اپنے اپنے باغیوں کو واپس کر دیا۔

ہیئے رون کی سیاسی حیثیت اتنی ارفع و اعلیٰ نہ تھی جتنی گیلون کی، اور چونکہ وہ نمائش اور دکھاوے کا بہت دلدادہ تھا اسلئے وہ اس حیثیت پر قانع نہیں رہا بلکہ اسکی یہ آرزو تھی کہ وہ ایک بڑی مملکت کی بنیاد رکھے اور ایک سورما کی طرح مشہور ہو جائے۔ اس نصب العین تک

۵۲ بدقسمتی سے ملتیادیس کے خصائل کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ اسکی سپہ سالاری میں اُسکی شخصیت بالکل چھپ گئی ہے اور ماراتھون اور پاروس کے واقعات کے سامنے ان سے پیشتر کے حالات بالکل تاریک ہو گئے ہیں۔ ویسے تو عام طور پر اس زمانے کے "چٹکلوں" سے تاریخ پر بہت روشنی پڑتی ہے لیکن تعجب ہے کہ اتھنز میں ان کی تحریر ۴۸۰ تک شروع نہیں ہوتی۔ ایک حد تک یہی وہ زمانہ ہے جس سے پہلے یونانیوں کو عموماً اور اتھنزیوں کو خصوصاً جوش نہیں آیا تھا، اور جسکے بعد انھوں نے بجائے محض خود سروں اور فلسفیوں کے خصائل کے عام انسانی خصائل کا مطالعہ شروع کیا۔ اس سے پیشتر عام جمہوری شہری کو مشکل سے کوئی انفرادی اہمیت دی جاتی تھی۔

باب ۳

پہنچنے کیلئے اُس نے ایک سیدھا سادہ طریقہ اختیار کیا یعنی کتانا کے باشندوں کو شہر بدر کرکے اُن کے تمام املاک و مکانات دس ہزار نئے شہریوں کو دید ئے جنمیں بعض سرقوسی اور بعض پیلوپونیزی تھے اور اس نئے کتانا کا نام ایتنا رکھا۔ پندار نے نئے روزن کی تعریف نہایت عمدہ اور چیدہ الفاظ میں کی ہے اور بیان کیا ہے کہ ہئے رون ہی وہ شخص تھا جس نے اسلئے بلدئے میں ہلوس* (یعنی دوریائیوں) کے ادارات رائج کئے۔ اس خودسر کے تلوّن کا حال اُسکے سکّوں سے ظاہر ہوتا ہے ۵۴۔ وہ ہمیشہ مشکوک و مشتبہ رہتا تھا اور چاپلوسی کو پسند کرتا تھا، مگر اسکے اطالوی کارناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی طبیعت میں عمق بھی تھا۔ اسلئے اُس نے اپنی قوت و جبروت کا مظاہرہ لوکری اور کیمے میں کیا اور حقیقت میں اُسنے موخر الذکر بلدئے میں یونان کیلئے نہایت مفید کام انجام دئے ؞

اول تو اُس نے لوکری کو، جسکے تعلقات سرقوسہ سے اچھے رہتے تھے، رھیگیوم اور زانکلے کے خودسر اناکسی لاس سے ۴۷۷ ق م میں بچایا اور پندار اس کا حوالہ اپنے دوسرے اولمپیائی قصیدے میں دیتا ہے لیکن اس سے بھی اہم اور قابل لحاظ وہ سرپرستی تھی جو اُسنے بلدۂ کیمے میں کی۔

مفصلۂ ذیل واقعات اولمپیاد ۷۶ یعنی ۴۷۴ ق م میں پیش آئے: کیمے کے خلاف (جو اٹلی میں یونانی تہذیب و تمدن کے گویا ہراول کا کام دیتا تھا) وہ غیر یونانی جو کم و بیش شہر کے نواح میں رہتے تھے آپس میں متفق الرائے ہو گئے۔ دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسس لکھتا ہے کہ اس مخالفے میں جملہ ترسینائی یعنی اٹروری، امبریائی اور دوریائی شامل تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے اصل باشندے بھی نوآباد کار اٹروریوں کے ساتھ ہو گئے تاکہ کیمے کے یونانیوں کا قلع قمع کر دیں۔ واضح ہو کہ کیمے والوں کے پاس صرف ساڑھے چار ہزار پیدل اور چھ سو سوار تھے، اور دراں حالے کہ حلیفوں کے پاس

* ہرقل کا ایک بیٹا۔

۵۴ یہ وہی سکے ہیں جنھیں کرتیوس اپنی "تاریخ یونان" ۲ (۶) ۳ ۸۶ میں لیک کا اتباع کر کے ایتنا ای نسا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ مگر دراصل وہ ہئے رون کے زمانے کے کتانا کے سکے ہیں مقابلہ کیا جائے بحوالہ "کتانا" (لیوبک ۱۸۸۳ء) صفحہ ۲۴ و ۴۴ اور ہیڈ "تاریخ سکہ جات" صفحہ ۱۲۳

کم سے کم پانچ لاکھ پیدل اور اٹھارہ ہزار سوار ہوں گے[5] لیکن باوجود اس کے یونانیوں کو ہی فتح ہوئی[6] اور ارسطو دیموس (عرف مالاکوس) نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے یہاں تک کہ وہ اس اعیانی مملکت کے عمومی فریق کا سرگروہ ہو گیا[7]۔ اس لڑائی

---

[5] اوسکن قوم کا وطن کمپانیا تھا اور ایٹروری، امبریائی اور دونیائی ان سے بالکل علیحدہ تھے مگر کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ موخر الذکر بھی کیمے کے دشمنوں سے مل گئے ہوں گے، غالباً دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس نے (جس نے ان لڑائیوں کے واقعات چھوڑے ہیں) یہ حالات تمایوس سے نقل کئے ہوں گے۔

[6] باوجود اس کے بلدیات سوئے سولا اور نولا جنھوں نے یونانی طرز معاشرت اختیار کر لی تھی اب غیر یونانیوں کے مطیع ہو گئے۔

[7] دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس ۷، ۴ میں "دیموں پروستاتیس ("رہبر عوام") کا ذکر ہے دیون کاسیوس کا اقتباس (I,on) ۷، ۵ میں دیا ہوا ہے اور اس میں رومن ٹریبیون کو اپروستاتاس کا لقب دیا ہے۔ یہ ناممکن نہیں کہ رومن اور ات پر کیمے کے ادارات کا اثر پڑا ہو، اس لئے کہ رومنوں کو ہمیشہ خود سری کا خوف لگا رہتا تھا اور اس زمانے میں وہ بجائے "رہبر عموم" کے دیمارخوں کی ایک مجلس قائم کرنا چاہتے تھے۔

بوسولٹ ۲، ۲۷۵ اور (سنویت کے لئے) شوئیگلر: "تاریخ روما" ۲، ۱۹۲ وغیرہ اور ۲۵۰ وغیرہ کا مقابلہ کیا جائے۔ جنگ کیمے غالباً ۵۲۴ق.م میں اور جنگ اریکیا ۵۰۴ق.م میں ہوئی + رومن سفرا کیمے، ارسطو دیموس کی حکومت کے چودھویں سال (دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس ۷، ۱۲) یعنی ۴۹۱ق.م یا ۴۹۲ق.م میں آئے + دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس کے بیان کے مطابق (۷، ۹۔ "بابت اولاد مقتولین") ارسطو دیموس نے تقریباً ۲۰ سال حکومت کی اس لئے اس کی موت کے وقت مقتولین کی اولاد میں سے بعض کی عمر تقریباً ۲۰ سال کی تھی۔ لیکن بیس سال کی مدت کو دہرایا گیا ہے اس لئے یہ حصہ یہاں ذرا مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح روما کے "ٹریبیون عوام" اور "دیموں پروستاتیس" میں مناسبت ہے اسی طرح "فوجی ٹریبیون مع اقتدار کانسل" اور اصل ایتھنزی استراتی گو کی ہی قانونی شکل تھی۔ دونوں میں صرف فرق یہ تھا کہ رومن ایتھنزیوں سے زیادہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اپنے دستوری خیالات کو معروف و مصدوق کر دیں۔

باب ۶

کے بیس سال گئے بعد اریکیا کے باشندوں نے پورسینا کے بیٹے ارنس کے خلاف اس بلدیے سے مدد کی درخواست کی۔ اب چونکہ اعیانی گروہ کسی نہ کسیطرح سے ارسطودیوس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے اسے دو ہزار سپاہیوں کو ساتھ لیکر لاطینی ساحل کی طرف روانہ کیا۔ اور جب وہ مظفر و منصور کیمے واپس آیا تو وہاں کی حکومت کو اپنے قبضے میں کرکے وہاں کا خود سر بن بیٹھا۔ جب ٹارکوئی نس سپرس جھیل ریگی لس کی لڑائی کے بعد روما سے نکالا گیا ہے تو اس نے اس خودسر کے دربار میں آکر پناہ لی اور اسی کو اپنا والی و وارث مقرر کیا۔ دیونی سیوس نے جو کچھ اس خودسر کے بارے میں لکھا ہے اس میں تعصب اور جانبداری کوٹ کوٹ کر بھری ہے، اور اس کا بیان ہے کہ اس نے نہایت سختی سے شخصی طرز پر حکومت کی، بالآخر تقریباً ۴۸۵ق۔م میں مقتول اعیانیوں کے ورثا نے جو پہاڑوں میں جا گھسے تھے نکل کر اسے شکست دی اور قتل کر دیا۔ اس کے بعد ہم پڑھتے ہیں کہ ان واقعات کے دس سال بعد ایٹروریوں نے کیمے پر پھر دباؤ ڈالنا شروع کیا ان تمام واقعات کی بھول بھلیوں میں سے ہوکر نکلنا ذرا دشوار ہے، مگر ہمیں دو مفروضات قائم کرنے پڑیں گے اول تو یہ کہ غیر یونانی اقوام خواہ وہ ایٹروری ہوں یا اطالوی ہمیشہ اسی کوشش میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح سے کیمے پر قابض ہو جائیں؛ دوسرے یہ کہ ارسطودیموس کے خاتمے پر جب اعیانیت ازسر نو عود کر آئی اسوقت ایٹروریوں نے یہ سوچا ہوگا کہ اب حملے کے لئے موقعہ بہت اچھا ہے اسلئے کہ ایک تو انقلابات نے کیمے کو بہت کمزور کر دیا ہے۔ دوسرے وہ بہ نسبت عمومیت کے اعیانی حکومت کو بآسانی مغلوب کر لیں گے۔ غرض انھوں نے کیمے کو دبانا شروع کیا جس پر اس نے ہیرون سے مدد چاہی اور اس نے ۴۷۴ق۔م میں ایٹروریوں کو ایک بحری جنگ میں جو کیمے کے قریب لڑی گئی تھی شکست دیدی۔ اس فتح کا راگ پنڈار نے اپنے پیتھوی قصیدے میں گایا ہے۔ اسکے علاوہ اس فتح کی ایک اور یادگار بھی موجود ہے؛ وہ تانبے کا ایک خود ہے جو ہیرون نے ایٹروری مال غنیمت سے تیار کرکے اولمپیا بھیجا تھا اور جو اب تک عجائب خانہ برطانیہ میں محفوظ ہے۔ کیمے کی لڑائی سے ایٹروری اقتدار بہت کم ہو گیا اور وہ اس پر مجبور ہو گئے کہ رومنوں سے چالیس سال کے لئے ایک ایسا معاہدہ کر لیں جس سے خود انھیں کسی قسم کا فائدہ نہ تھا۔ اس کے بعد یونانی بلاد یا یونانی تجارت کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ اس فتح کے بعد ہیرون نے بمقام آئی ناریا (اسکیا)

جو غالباً کیمے والوں نے اُسے بطور تحفے کے نذر کیا تھا، ایک قلعہ تعمیر کرایا، مگر زلزلوں اور آتش فشانیوں کی وجہ سے اُسے اس جزیرے کو بہت جلد خیرباد کہنا پڑا +

جس کام کی گیلون نے ہمرا میں ابتدا کی تھی اُسے ہیئرون نے اس طرح کیمے پر تکمیل کو پہنچایا + مغرب میں یونانیوں کے سب سے بڑے دشمن قرطاجنی اور ایٹروری ہی تھے، اور اس کی مثال کے لئے ہم صرف ایک واقعے کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ فوکیہ کے آبادکاروں کے لئے یہ بالکل ناممکن ہو گیا تھا کہ ان دونوں اقوام کے مقابلے میں وہ شہر الالیہ میں رہ سکیں زر کیثیر کے خواہشات کے مطابق سسلی کے یونانیوں پر قرطاجنی آپڑے چنانچہ اس موقع کو غنیمت جانکر ایٹروری بھی یونانیوں پر حملہ آور ہوئے اور بالآخر ملتیادیس، لیونی داس اور تمسطاکلیس نے جس خطرے سے مشرقی یونانیوں کو نجات دی تھی اُسی سے گیلون اور ہیئرون نے مغربی یونانیوں کو بچایا + فرق یہ تھا کہ مغربی یونانی مختلف الجنس تھے اور ان کے خصائل کے اعتبار سے مغرب میں تو ہشیار اور دوراندیش خودسروں، اور مشرق میں محب وطن رہبروں کی جاں فروشیوں کی وجہ سے یہ نتائج مترتب ہوئے۔

ہیئرون نے اٹلی کے معاملات میں جو آخری مداخلت کی اُسکا ذکر کرنے سے پیشتر ہمیں اس دوران کی مختصر تاریخ سسلی کا بیان کرنا چاہیے ۔ ۴۷۶ق م میں اناکسی لاس والی مسانا وار ہیگیوم کا انتقال ہو گیا اور اس کے نابالغ بیٹوں کا متولی اُسکا آزاد شدہ غلام مکوس مقرر ہوا ابتدا میں تو اس کی وجہ سے کسی قسم کی پیچیدگیاں نہیں پڑیں اور بالکل اسطرح تھے ہیئرون کی موت پر بھی (جو ۴۶۷ق م میں ہوئی) کامل سکون اور امن قائم رہا۔ تھے ہیئرون کے بعد اسکا نااہل اور ظالم بیٹا تھراسی داکوس تخت نشین ہوا اور اس نے از راہ حماقت ہیئرون سے لڑائی ٹھان لی؛ مگر اس میں وہ خود ہی مغلوب ہوا جسکے بعد اہل ہمرا کیطرح اکراگاس کے باشندے بھی آزاد ہو گئے۔ اسی لئے پنداراس نے ہمرا کے فاتح کی شان میں جو قصیدہ لکھا ہے (اولمپیائی قصیدہ ۱۲ اس میں وہ آزادی بخش معبود کی تعریف کرتا ہے + آزاد شدہ شہر ہیئرون کے زیر اثر امن میں آگئے اور اس نے اپنے نسبتی بھائیوں یعنی اناکسی لاس کی اولاد کے ملک کو بھی اپنی ہی حفاظت اور حمایت میں لے لیا + روایت ہے کہ ۴۷۳ق م میں یاپی گیون نے تارنتم اور راھگیوم کے متفقہ لشکر کو شکست دینے کے بعد خاص بلدۂ راھگیوم پر حملہ کر دیا اور اس کے ملک میں گھس آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز یونانیوں کو اقتدار تامہ حاصل نہیں تھا۔ مگر چونکہ یاپی گیون کیطرف سے کوئی خاص خطرہ

باب ۶

خطرہ نہ تھا اسلئے ان لڑائیوں کا کوئی مستقل نتیجہ نہیں نکلا + اب ہیئے رون نے اپنے نسبتی بھائیوں کو بھی عقوبس سے صاحب فہمی کی صلاح دی جس پہ اس نے انھیں بائی بائی کا جواب دیدیا، اس کے بعد وہ اس ملک کو خیرباد کہہ کر یونان چلا گیا اور بالآخر ۴۶۶ ق م میں تگیا میں اسکا انتقال ہوگیا + ہیئے رون بھی اسی سال یا اس سے اگلے سال مرگیا + جو واقعات سسلی اور سرقوسہ میں اس کی موت کے بعد پیش آئے انھیں کسی آئندہ باب میں بیان کیا جائے گا۔

نوٹ باب ۶

علاوہ بعض نوشتوں کے جنھیں بوسولٹ (۳، ۲۱۸) شمار کرتا ہے اس باب کے ہمعصر یا تقریباً ہمعصر اسناد وہ قصائد ہیں جو پنڈار نے ہیئے رون (اولمپیائی ۱، فیثوی ۱، ۲، ۳) تھے رون (اولمپیائی ۲، ۳)، خرومیوس (نیمیائی ۱، ۹)، زینوکراتیس (فیثوی ۶، فاکتائی ۲) کی تعریف و توصیف میں لکھے تھے، اور ساتھ ہی وہ حاشیہ نویس بھی ہیں جن کا تاریخی ماخذ تمائیوس ہے۔ ان کے علاوہ ہیرودوٹس میں بھی بعض بعض جگہ چند واقعات دیے گئے ہیں اور طوسی دیدیس کے مقالہ ۶ میں (جہاں وہ غالباً انطاکوس کا اتباع کرتا ہے) کچھ تھوڑا سا مواد موجود ہے + انطاکوس اور اس کے ہم وطن مورخوں فلستوس اور تمائیوس کی تحریروں کے صرف اجزا ہی سے ہم واقف ہیں۔ دیودوروس (مقالہ ۹) نے جو کچھ سسلی کے متعلق لکھا ہے اس میں سے اکثر کا ماخذ تمائیوس ہی ہے، لیکن اس نے ایفوروس کے تحریرات سے بھی

---

۵ میں پھر ایک مرتبہ اس اہم تباین کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ مشرق میں تو ایک قومی لشکر کا مقابلہ ایک اور قومی لشکر نے کیا؛ لیکن مغرب میں خود سروں اور اجیر سپاہیوں نے اجیر سپاہیوں سے جنگ آزمائی کی۔ مغرب میں فریقین کے لشکروں کی ترتیب و تنظیم تقریباً ہم شکل تھی؛ مشرق میں یونانی لشکر ایرانی سے کہیں زیادہ آراستہ اور موودب تھا اور اس میں ایرانی لشکر سے کہیں زیادہ جوش و خروش تھا + بدیں اسباب میری رائے ہے کہ زرکسیز مجبور تھا کہ ایک عظیم الشان لشکر کو ساتھ لیکر یونان پر حملہ آور ہوا۔

باب

مددلی ہے + اسکے علاوہ پولی ائے نوس نے بھی چند واقعات کا اعادہ کیا ہے۔ مگر جسٹینوس نے تروگوس، پومپی اوس کے جو اقتباسات دئے ہیں اُن سے بہت کم سودمند باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں + حال کے مورخوں میں سے مندرجہ ذیل کا مطالعہ کیا جائے :-

(۱) ہوم : "تاریخ سسلی قدیمہ" ۱، ۱۷۱ وغیرہ

(۲) ا، میلتہ زر : "تاریخ قرطاجنہ" ۱، ۱۴۲ وغیرہ

(۳) بوسولٹ : "تاریخ یونان" ۲، ۲۱۸ وغیرہ خاص کر صفحہ ۱۴۹ وغیرہ

موخر الذکر نے قدیم مورخوں کے اقتباسات دیتے ہوئے زمانہ حال کے مورخوں کی آراء کو جمع کیا ہے جس سے معاملات کے سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اس نے ۲، ۲۶۵ میں جس رائے کا اظہار کیا ہے اُسکے خلاف یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمائیوس کی اس کے خاص سسلی کا باشندہ ہونیکی وجہ سے اہمیت ہے + نیز مقابلہ کیا جائے کرتیوس : تاریخ یونان ۲ (۶، ۱۰، ۸۶۱ وغیرہ۔ سسلی کے سکوں پر جو کتبے منقوش ہیں (جنکا ذکر اسکے صفحہ ۸۶۳ پر ہے) اور جو در اصل پانچویں صدی تک کے ہیں اُن پر واسل نے نہایت مدلل بحث کی ہے +

اس میں شبہہ نہیں کہ قرطاجنی فوج کی تعداد میں بہت کچھ مبالغہ آمیزی کی گئی ہے +

*

اصطلاحات

جلد اول

تاریخ ، سیاسیات وغیرہ

Autocracy	شخصی حکومت
Aetiology	بدئیات
Antiquarianism	قدامت شناسی
Archon	آرخن
Cheirotonia	دست شماری
Chronology	سنویات
Commissary, Commissioner	مامور
Commission	ماموریہ
College (of ephors, of Cardinals)	حلقہ
Directory	نظامت
Dictator	آمر مطلق
Discipline	تادیب
Eponym	مورث اعلی
Ethnography	نسلیات
Epigraphy	کتبیات
Homogeneous	ہم جنس ، ہم نسل
Indo-European	ہند و یورپی

Interpellation	استیضاح
Logography	وقائع نگاری
Legend	افسانہ
Myth	خرافہ
Mythology	وثنیات
Muses	ملکات ، میوز
Mysteries	اسرار دیوتائی
Nomoiagraphoi	غیر مکتوب قوانین
Numismatics	مسکوکات
Oracle	فال ، فالگاہ ، فالگو
Patronyn	جدی نام
Phylae	کٹم
Phratria	برادری
Polemarch	سپہ سالار
Political Crisis	سیاسی بحران
Synchronism	ہم زمانگی
Tyrannis	خود سری حکومت
Thesmothetes	مقنن

فلسفہ وغیرہ

Antithesis	تضاد
Anthromorphism	تشبیہ
Chaos	خرابئ ہیئت

Enhemerism	یوھمریت
Objective	ظہوری، معروضی
Polytheism	ارباب پرستی
Rationalism	عقلیت
Subjectivity	مضمونی، موضوعی

ادبیات وغیرہ

Antistrophe	جوابی دور
Aesthetics	جمالیات
Comedy	سروریہ
Dithyramb	مستانہ نظم
Didactic	پند آموز
Erotic	عشقیہ
Elegiac	مرثیہ نما
Gnomie	پند آموز
Gymnasium	ورزش گاہ
Hexameter	شش رکنی بحر
Hymn	مناجات
Iambic verse	وزن اوتادی
Lyric	مزماری
Narrative Poetry	بیانیہ نظم
Pentameter	پنج رکنی بحر
Rhapsodist	قصہ خوان

Satire	هجو
Strophe	دور

فن تعمير

Capital	تاج
Entablature	حاشیہ
Peristyle	مطار
Portico	پیس طاق
Plastic art	فن پیکر تراشی
Rosette	پھول
Trigyliph	تریکھا
Volute	لہریہ

دیگر علوم و فنون

Basin of a river	طاس
Ceramics	خذفیات
Colour Scale	لوح الالوان
Geology	ارضیات
Metrology	مقیاسیات
Topography	توصیفیات

فہرست اعلام تاریخ یونان قدیم جلد اول و دوم

A

Abantes	ابانتیز، اباسی
Abas	اباس
Abron	ابرون
Abu Simbel	ابوسمبل
Abydos	ابی دوس
Acarnania	اکارنانیہ
Acamas	اکاماس
Acamantis	اکامنتس
Acarnania	اکارنانیہ
Achaia	اکائیہ
Achaeans	اکائیائی
Acharnae	اکارنائے
Achemenidae	ہخامنشی
Achilleirium	اخی لائم
Achilles	اکیلیس
Achradina	اخرادینا
Acrae	اکرائے
Acroceraunian Mountains	کوہ اکروسکےرونیہ
Acrisius	اکریزیوس
Acrocorinthus	اکروکورنتھوس
Acropolis	اکروپلس
Acte	اکتے
Acusilaus	اکوزی لاوس
Admetus	ادمی توس
Adrastus	ادراستوس
Adramyttium	ادرامی تیوم
Adriatic	بحیرۂ اڈریاٹک
Adonis	ادونس
Adyattes	ادیاتیس
Aeacus	ایاکوس
Aeetes	ائےتیس
Aegae	ائےگے
Aegean Sea	بحیرۂ ایجین
Aegis	ائی گس
Aegeis	ائی گیس
Aegeus	ائےگیوس
Aegialeus	ائےگیالیوس
Aegialeia	ائےگیالیا
Aegialii	ائےگیائی
Aegina	ائےگینا
Aegimius	ائےگیمیوس
Aegira	ائےگیرا
Aegium	ائےگیوم
Aegyptus	ائےگپتوس
Aenantae	ائےنان ٹے
Aenaria	ائےناریہ
Aeinanes	ائےنیانی

Aenus	آئے نوس
Aeolid	ایولسی
Aeolidae	ایولسی
Aeolis	ایولس
Aepytiae	اے پی توسی
Aepytus	اے پی توس
Aesymnates	اے سم نے تیس
Aethleus	ایتھلیوس
Aethra	ایتھرا
Aetolia	ایتولیہ
Aetolian	ایتولوی
Aetolus	ایتولس
Aetion	اے تیون
Agaeus	اگائیوس
Agamemnon	اگامیم نون
Agariste	اگارستے
Agenor	اگے نور
Agesilaus	اگے سی لاؤس
Agis	اگس
Agoge	اگوگے
Ajax	ایاکس
Akaiwasha	اکائی واشا
Akragas	اکراگاس
Alalia	الالیہ
Alazeir	الازیر
Alcaeus	الکائیوس
Alcenor	الکی نور
Alcinous	الکی نوؤس
Alcmene	الک مینے
Alcon	الکون
Aletes	اے لیتیس
Aleuas	الیوئس
Aleus	الیوس
Almus	الموس
Alpheus	الفیوس
Althaemenus	التھائے مینس
Alyattes	الیاتیس
Amasis	اماسس
Amathus	اماتھوس
Ambracia	امبراکیہ ۔ امبریسیہ
Ambros	امبروس
Amiantus	امیان توس
Amorgos	امورگوس
Amphictyones	امفکیتونیز
Amphictionic League	انجمن ہمسایگان
Amphidamas	امفی دماس
Ampheia	امفیا
Amphimnestus	امفمنس توس
Amphion	امفیون

English	Urdu
Argoshippium	ارگوس ہی پیم
Argyrippe	آرگی رپے
Ariadne	اریادنے
Arion	آریون
Aristion	ارسطیون
Aristocles	ارسطوکلیس
Aristocrates	ارسطوقراطیس
Aristodemus	ارسطودیموس
Aristomachus	ارسطوماخوس
Aristomenes	ارسطومنیس
Ariston	ارسطون
Aristotle	ارسطاطالیس
Aroania	اروانیہ
Arne	آرنے
Artemis	آرتیمیس
Aryan	آریائی ۔ آریہ
Asclepius	اسکلے پیوس
Ascra	اسکرہ
Asine	ازینے
Asius	ازیوس
Asopus	اسوپوس
Assurbanipal	اشور بنی پال
Assurhaddon	اشور ہدون
Assyrian	اشوری
Astarte	استارتے
Astyages	استیاژ ۔ ازدالیا
Astypalaea	استی پالیا
Atabyrius	اتابیریوس
Atalanta	اتالانتا
Athamas	اثاماس
Athene	اتھینا ۔ اثینی
Athene Itonia	اثینی ۔ اتونیہ
Athenis	اتھینس
Athens	ایتھنز
Athos	اتھوس
Atreidae	اتریوسی
Attica	اٹیکا
Atyadae	اتیسی
Atys	اتیس
Augeias	اوگیاس
Aulis	اولس
Autolycus	اوتولیکوس
Aurora	اورورا
Auxesia	اوکسی زیہ
Auxo	اوکسو
Azania	ازانیہ

B

English	Urdu
Babylon	بابل
Bacchus	باکھوس
Bapheium	بافیوم

برقہ	Barca
بازی لی کاتا	Basilicata
باتوس	Battus
باتھیکلس	Bathycles
بیلے رو فون	Bellerophon
بیاس	Bias
بسالتے	Bisaltae
بسانتھے	Bisanthe
بتھی نیا	Bithynia
بتون	Biton
بوئے بائس	Boebeis
بوئے درومیون	Boedromion
دہانۂ بول بی تی نوم	Bolbitic Estuary
بوریاس	Borias
بوریس تھینیس	Borysthenes
باس فورس	Bosporus
برانخی دائے	Branchidae
برین تے سیون	Brentesion
برین ویزی	Brindisi
بنار باشی	Bunarbaschi
بوپالس	Bupalis
بورا	Bura
بوتا دائے	Butadae
بکزن تیوم	Buxentium
بوزی گائے	Buzygae
بیبلوس	Byblos
بیزنطہ	Byzantium

C

کابے یری	Cabeire
کادموسی	Cadmean
کادموس	Cadmus
کادیس	Cadys
کالابری	Calabri
کالا بریا	Calabria
کالاماتا	Calamata
کالوریا	Calauria
کالخاس	Calchas
کالیدونی	Caledonian
کالی گولا	Caligula
کالیاس	Callias
کالی خوروس	Callichorus
کالی نوس	Callinus
کالی پولس	Callipolis
کالی رہوئے	Callirrhoe
کالستے	Calliste
کالونداس	Calondas
کالورے	Calore
کالیکے	Calyce
کالیدون	Calydon

Calymnos	کالیمنوس
Camarina	کامارینا
Cambyses	کامبیز۔ کیکاؤس
Camerus	کامیروس
Campania	کمپانیا
Canaan	کنعان
Candaules	کانداؤلیس
Cappadocia	کپادوسیا
Capri	کاپری
Cardia	کاردیہ
Carian	کاروی۔ کاریانی
Carneius	کارنیوس
Carpathos	کارپاتھوس
Carthage	قرطاجنہ
Caryae	کاریائے
Carystus	کاریس توس
Casmenae	کازمے نائے
Casos	کاموس
Castalia	کستالیہ
Castor	کاستور
Catana	کتانہ
Caucones	کاؤکونیس
Caulonia	کاؤلونیہ
Cayster	کیسٹر
Cecrops	کیکروپس
Cemeus	کئی نیوس
Ceisus	کئی سوس
Celeus	کے لیوس
Cenchreae	کنکریائے
Centaur	قنطور
Centriadae	کنتریا دائے
Ceos	کیوس
Cephallenia	کیفالے نیہ
Ceryces	کیری کیز
Chaeronia	خیرونیا
Chalcidice	خالکدیس۔ خالکی دیکے
Chalcedon / Chalchedon	خالکے دون
Chalcis	خالکس
Chalcon	خالکون
Chalybus	خالی بس
Chaonian	خاؤنیانی
Charilaus	خاری لاؤس
Charites	خاری تیس
Charon	خارون
Charondas	خاروند اس
Cheilon	خئی لون
Cheiromache	خے روماخے
Cheiron	خیرون

کریسائی	Crisaean
کریسوس	Croesus
کروتون	Croton
کریپتیا	Crypteia
کیومانا	Cumana
کیوریتیس	Curetes
کیوریوم	Curium
کیارتیوس	Cyaretus
سیاوش ۔ سیاکزا	Cyaxarcs
کئی بیلے	Cybele
کیلادیس ۔ جزائر مدور	Cyclades
کیکلوپی ۔ کیکلوپیز	Cyclopes
کیکلوپس	Cyclops
کیدونیہ	Cydonia
کیلون	Cylon
کیمے	Cyme
کین تھوس	Cynthus
کی نوریا	Cynuria
قبرسی	Cypriote
قبرص ۔	Cyprus
کیپ سی لوس	Cypselus
کیپ سی لوی	Cypselidae
سیرینہ	Cyrene
کورش	Cyrus
کیتھرا	Cythera
کیتھیروس	Cytherus
کیتھنوس	Cythnus

D

داکتی لی	Doctyli
دے والداسئے	Daedalidae
دائے دالوس	Dacdalus
داماسخ تھون	Damasichthon
داماسوس	Damasus
دامیہ	Damia
دامون	Damon
داناؤسی	Danne, Danaids
دانائی	Danai
داناؤس	Danaos
دافنوس	Daphnus
داردانہ	Dardana
داردانی	Dardani
داریوس ہستاسپس	Darius Hystaspus
داسکی لیوم	Dascylium
داسکی لوس	Dascylus
داؤلس	Daulis
دونا وا	Daunava
داؤنسی	Daunian
داؤنوس	Daunus
دیانیرہ	Deineira
دی فونتس	Deiphontes

Delos	ڈیلوس
Delphi	ڈیلفی
Delphinium	ڈیلفی نیوم
Demaratus	ڈیمارا ٹوس
Demeter	ڈیمیٹر
Demodocus	ڈیموڈوکوس
Demonax	ڈیموناکس
Demophon	ڈیموفون
Demiurgi	ڈیمیورگی
Deucalion	ڈیوکالیون
Deumedes	ڈیومیدیس
Diacrii	ڈیاکرئی
Diactorides	ڈیاک توری ڈیس
Diaina	ڈیئے نا
Diasia	ڈیاسیہ
Dicaearchia	ڈکائے ارخیا
Didymeus	ڈڈی میوس
Dindymene	ڈنڈی مینے
Diomedes	ڈیومیدیس
Dione	ڈیونے
Dionysia	ڈیونی سیہ
Dionysus	ڈیونی سوس
Dioscuri	ڈیوسکوری
Dioscurias	ڈیوسکوریاس
Dipoenus	ڈیوئے نوس
Dipolia	ڈپولیا
Dipylon	ڈپیلون
Dirce	ڈرکے
Djakkaru	جکارو
Dodona	ڈوڈونا
Dolonci	ڈولونکی
Dolopes	ڈولوپیس
Dontas	ڈونتاس
Doreius	ڈوریوس
Dorian	ڈوریانی
Doridas	ڈوریداس
Dorissus	ڈوریسوس
Dorus	ڈوروس
Dorycleidas	ڈوری کلائی داس
Dotadas	ڈوتاداس
Draco	ڈراکو
Dryopes	ڈریوپیس
Dryopian	ڈریوپی
Durazzo	ڈوراتسو
Dyme	ڈیمے
Dynames	ڈی نامیس
Dyrrachium	ڈیراخیوم
Dyspantium	ڈیس پونتیوم

E

Ecbatana	ہمدان

یوپاترڈ	Eupatridae
یوفائیس	Euphaes
یوریپڈیس	Euripides
یوریپوس	Euripus
یوروپا	Europa
یوروتاس	Eurotas
یوری پون	Eurypon
یوری پونتڈئی	Eurypontidae
یوری ساکدائے	Eurysacidae
یوری ساکی دیس	Eurysacides
یورس تھینیس	Eurysthenes
یورس تھیوس	Eurystheus
یوری تاس	Eurytas
یوری توس	Eurytus
اکشین	Euxinus
ایکسوپولس	Exopolis

G

گامے لیون	Gameleon
گارگانوس	Garganus
گیلا	Gela
گیلاس	Gelas
گیومورؤی	Geomoroi
گیورگی	Georgi
گیفیرائی	Gephyraeans
گرگی تھائے	Gergithae
گیرون تیس	Gerontes
گیروزیا	Gerousia
گے ریونیس	Geryones
جی لیو	Gilio
گلاؤکوپیس	Glaucupis
گلاؤکوس	Glaucus
گنوری موے	Gnorimoi
شاخ زرین	Golden Horn
گومفی	Gomphi
گوردیوس	Gordius
گورگون	Gorgon
گورتین	Gortyn
گراس	Gras
گولاس	Gulas
گیاروس	Gyaros
گی گیس	Gyges
گی لپوس	Gylippus
گیم نیتیس	Gymnetes
گیرتون	Gyrton

H

ہیے موس	Haemus
ہالیارتوس	Haliartus
ہالی کارناسوس	Halicarnassus
ہالوس	Halus
ہالیس۔ قزل ارماق	Halys

Haoma	ہاوما
Harmonia	ہارمونیہ
Harmost	ہارموسٹ
Harpagus	ہارپاگوس
Hebrus	ہیبردس
Hecatonesus	ہیکاتونیسوس
Hegesicles	ہیگے سکلیس
Hegesistratus	ہیگےسس ترا توس
Heliadae	ہیلیوسی
Heliartus	ہیلی آرتوس
Helice	ہیلی کے
Helicon	ہیلی کون
Helios	ہیلیوس
Hella	ہیلا
Hellanicus	ہیلانی کوس
Hellen	ہیلین
Hellenus	ہیلے نوس
Hellespont	ہیلس پونٹ
Hephaestus	ہفائیس توس
Hera	ہیرا
Heracleia	ہرقلیہ
Heraeum	ہیرایوم
Herakles	ہرقل
Heraklidae	ہرقلی۔ ہرقلیان
Hermes	ہرمس
Hermione	ہرمیونی
Hermus	ہرموس
Herodotus	ہیرودوتس
Hesiod	ہیسیود
Hesiodic	ہیسیودی
Hestia	ہستیا
Hestiaeotis	ہستیایوتس۔ ضلع ہستیا
Hesychidae	ہیسی خیدائے
Hexaminus	ہکزامی نوس
Hittite	حطّی
Himera	ہیمرا
Hipparchus	ہپارخوس
Hippias	ہپیاس
Hippobotae	ہپوبوتائے
Hippocleides	ہپوکلی دیس
Hippoclus	ہپوکلوس
Hippodamia	ہپوداميا
Hipponax	ہپوناکس
Hipponicus	ہپونیکوس
Hipponion	ہپونیون
Hissarlik	حصارلک
Hippothoon	ہپوتھوون
Hippothoontis	ہپوتھوونتس
Hippys	ہپیس

ہومر	Homer
ہومری	Homeric
ہیاکنتھیا	Hyacynthia
ہیاکنتھوس	Hyacinthos
ہیامیسا	Hyamea
ہیانتھی داس	Hyanthidas
ہیبلا	Hybla
ہیبلون	Hyblon
ہیڈریا	Hydreai
ہیدروس	Hydrus
ہیئے لے	Hyele
ہی لیس	Hylles
ہیلوس	Hyllus
ہی پانس	Hypanis
ہی پاتا	Hypata
ہی پرم نسترا	Hypermnestra
ہیرنیتھو	Hyrnetho
ہی سیائے	Hysiae

I

یاکھوس	Iacchus
یالی سوس	Ialysus
یافی گیا	Iaphygia
یافی گی	Iaphygian
یاپیکس	Iapyx
ابی کوس	Ibicus
اکاریوس	Icarius
اکوس	Icos
ایدا	Ida
اوالیوم	Idalium
اواس	Idas
ادومے نیوس	Idomeneus
الیاد	Iliad
الیوم	Ilium
الیریا	Illyria
الیریائی	Illyrian
امبراسوس	Imbrasu
امبروس	Imbros
اناخوس	Inachos
ہندویوروپی	Indo-European
اینو	Ino
یو	Io
یولکوس	Iolcus
یولے	Iole
ایونیائی	Ionian
یوس	Ios
افی گے نیا	Iphigenia
افی توس	Iphitus
اساغورس	Isagoras
اسخیا	Ischia
اسمے نوس	Ismenus

استھمیوس	Isthmius
استروس	Istrus
اطالوس	Italus
اتھاکا	Ithaca
اتھومے	Ithome
اتون	Iton
J	
یاسون	Jason
یےوانا	Jevanna
K	
خطیان	Khetas
خومائے	Khomae
L	
لابدہ	Labda
لبداکوس	Labdacus
لابوتاس	Labotas
لابی نےتوس	Labynetus
لابیرنتھ	Labyrinth
لاکی ڈیمونی	Lacedemonian
لقونیہ	Laconia
لاکری نیس	Lacrines
لایوس	Laius
لاؤمیدون	Laomedon
لاؤس	Laos
لافانیس	Laphanes
لافیس تیوس	Laphystius
لاپی تھی۔ لاپی تھائے	Lapithae
لاریسا	Larissa
لاریمنا	Larymna
لاسوس	Lasus
لاطینی	Latin
لیباویہ	Lebadeia
لیبےدوس	Lebedos
لیخائیوم	Lechaeum
لیدا	Leda
لیکا	Leka
لیلانتی	Lelantian
لیلیگی لیلیگیس	Leleges
لیلیگی	Lelegic
لیلیکس	Lelex
لیمنوسی	Lemnian
لیمنوس	Lemnos
لےنایا	Lenaea
لیوبوتاس	Leobotas
لیوکیدیس	Leocedes
لیون	Leon
لیونیداس	Leonidas
لیون تی نی	Leontini
لیونتس	Leontis
لیوس	Leos

میدیا	Medea
میدوی	Medes
میدما	Medma
میدون	Medon
میگابیز	Megabysus
میگاکلیس	Megacles
میگالوپولس	Megalopolis
میگاراہیبلایا	Megara Hyblaea
مئےلی خیوس	Meilichius
میلانی پوس	Melanippus
میلانتھوس	Melanthus
میلاس	Melas
میلیاگر	Meleager
میلی کرتیس	Melecertes
میلیس	Meles
میلستا	Melissa
میلیتے	Melite
ملکارث	Melkarth
میلوس	Melos
میم فیس	Memphis
مین دے	Mende
مینے لاؤس	Menelaus
مینفتا	Menephta
مینس تھیوس	Menestheus
مینی دی	Menidi
مرمنادی	Mermnadae
میروپس	Merops
میسامبریا	Mesambria
میسولا	Mesola
مسانا	Messana
مساپی	Messapi
مساپین	Messapian
میسینے	Messene
میسینہ	Messina
میسینوی	Messenian
میسینیہ	Messinis
متاگنیس	Metagenes
متاپونتوم	Metapontum
میتھیمنا	Methymna
مکیادیس	Micciades
میداس	Midas
ملطی	Milesian
ملط	Miletus
ملو	Milo
ملتیادیس	Miltiades
ممنرموس	Mimnermus
میناسی .مینائے	Minayae
منوا	Minoa
منوتور	Minotaur
مینوس	Minos

نسی روس	Nisyros
نوبیہ	Nubia
نیکتیوس	Nycteus

O

اوخا	Ocha
اوقیانوس	Oceanus
اودیسوس	Odessus
اودےسیوس	Odysseus
اودیسی	Odyssey
اوئے خالیہ	Oechalia
اوئے دیپودیہ	Oedipodeia
اوئے دیپوس	Oedipus
اوئے لیکوس	Oelycus
اوئے نیس	Oeneis
اوئے نیوس	Oeneus
اوئے نوماؤس	Oenomaus
اوئے نوپیون	Oenopion
اوئے نوتری	Oenotrian
اوئے نوس	Oenus
اینا۔ ایتہ	Oeta
اوئے لیوس	Oileus
اولبیا	Olbia
اولے نوس	Olenus
اولمپوس	Olympus
اومفالے	Omphale
اوم فالوس	Omphalos
اونیا تائے	Oneatae
اونوماکریتوس	Onomacritus
اونوماس تس	Onomastus
اوفیلیاتس	Opheltas
اوفل تیس	Opheltes
اوپن تی	Opuntii
اوپوس	Opus
اوربی تلیس	Orbitellis
اورخومینوس	Orchomenus
اورسکی ای	Oresc ii
اوریس تیس	Orestes
اورستھازی	Oresthesians
اورنیاتی	Orneatae
اوروی تیس	Oroities
اورفیوس	Orpheus
اورفی کی	Orphici
اورتاغورس	Orthagoras
اورتھیا	Orthia
اورتی گیا	Ortygeia
اوسکانی	Oscan
اوسا	Ossa
اوتھریاداس	Othryadas
اوتھریس	Othrys
اوکسی لوس	Oxylus

وکسین تاس	Oxyntas
وزولی لوکری	Ozolian Locrian

P

پیداسا	Padasa
پایان	Paean
پایانیا	Paeania
پایونی	Paeonidae
پایستوم	Paestum
پگاسائے	Pagasae
خلیج پاگاسائے	Pagasaic Gulf
پالامادیس	Palamades
پالاتسولی	Palazzoli
پالرمو	Palermo
پالادیوم	Palladium
پالاس	Pallas
پالے نے	Pallene
پامی سوس	Pamisus
پمفی لیا	Pamphylia
پان	Pan
کوہ پانائے تولیکم	Panaetolican Mountains
پاندیون	Pandion
پان دیونس	Pandionis
معادن پانگیوس	Pangaic Mines
پان تھے نیا	Panathenaea
پنوپیوس	Panopeus
پانوپوس	Panopus
پانورموس	Panormus
پنتالیون	Pantaleon
پانتی کاپیوم	Panticapaeum
پاپارے تھوس	Paparethus
پافوس	Paphus
پارالی	Parali
پاروسی	Parian
پارناسوس	Parnassus
پارنون	Parnon
پاروس	Paros
پارتھے نیائے	Parthenii
پارتھے نون	Parthenon
پارتھے نوپے	Pathenope
پاسی فائے	Pasiphae
پاترائے	Patrae
پاتروکلوس	Patroclus
پاؤسانیاس	Pausanias
پیداسوس	Pedasus
پے دیائے	Pediaei
پے گائے	Pegae
پیگاسوس	Pegasus
پی دونوموس	Peidonomus
پی ریا	Peiria

پی ریے نے	Peirene
پیلا سگیا	Pelasgia
پیلا سگی	Pelasgians
پیلاس گیوتس	Pelasgiotis
پیلا سگوس	Pelasgus
پے لیوس	Peleus
پے لیاس	Pelias
پے لیون	Pelion
پیلے نے	Pellene
پیلو پیسی	Pelopidae
پیلوپس	Pelops
پیلو پونیز	Peloponisus
پے نیوس	Peneius
پینے لوپے	Penelope
پنیستی	Penestae
پنٹا کوزیو مڈنی	Pentacosiomidimni
پنٹے لیکون	Pentelicon
پین تھیوس	Pentheus
پنتھی لوس	Penthilus
پری آندر	Periander
پارکلیس	Pericles
پری ایرس	Perieres
پرنتھوس	Perinthus
پے ریوئکی	Perioici
پرہابی	Perrhaebi
پرسیوسی	Perseidae
پرسیز	Perses
پرسیوس	Perseus
پیسی نوس	Pessinus
پیوسے تی	Peucetians
پیوسے تیوس	Peucetius
فی بس	Phæbus
فالارس	Phalaris
فالکس	Phalces
فالیریوم	Phalerium
فاناگوریا	Phanagoria
فارائے	Pharae
فریاتو	Phareatto
فارسالوس	Pharsalus
فاسے لس	Phaselis
فاسس	Phasis
فی دون	Pheidon
فے نیوس	Pheneus
فے رائے	Pherae
فیری کیدیس	Pherecydes
فیری تیمے	Pheretyme
فگالیا	Phigalia
فلوگینس	Philogenes
فلولاؤس	Philolaus
فلومیلا	Philomela

Procles	پروکلیس
Procne	پروکنے
Proitidae	پروئے توسی
Proitus	پروئے توس
Prometheus	پرومے تھیوس
Pronoia	پرونویا
Propontis	پروپونتس
Prytanis	پری تانس
Prytaneum	پری تانیوم
Psammeticbus	پسامیطیق
Psophis	پسوفس
Pterii	پیتے ری
Pulesta	پولیستا
Pylagorae	پیلاگورائے
Pyirhos	پیرہوس
Pylian	پی لوسی
Pylos	پی لوس
Pyraechmes	پی رائخ میس
Pyrrha	پیرہا
Pythagoras	فیثاغورس
Pythermos	پی تھرموس
Pythia	فیثیہ
Pythian	فیثوی
Pythias	پی تھیاس
Pythe	فیثو
Pyxos	پکیسوس

R

Rameses	رامسیس
Rhadamantus	رہاداما نتوس
Rhea	رہیا
Rhegians	رہے گیوسی
Rhegnidas	رہیگنی داس
Rhegium	رہے گیوم
Rheneia	رہے نیا
Rhetra	رھیترا
Rhium	رھیوم
Rhoecus	رھوے کوس
Rhodes	رھودس
Rhypes	رھی پیس
Rome	روما

S

Sadyattes	سادیاتیس
Salamis	سالامس
Salermo	سلرمو
Sallentini	سالن تی نی
Salmoneus	سالمونیوس
Salyes	سالی ایز
Same	سامے
Samos	ساموس
Samothrace	ساموتھریس

سامیہ	Samia
سانے	Sane
سانگاریوس	Sangarius
سافو	Sappho
ساردس ۔ سارد	Sardis
خلیج سارون	Saronic Gulf
سارپیدون	Sarpedon
سکاماندر	Scamander
سکوےنوس	Schoenus
سکریپو	Scripu
سکیاتھوس	Scyathus
سکی لے تیون	Scylletion
سکی لس	Scyllis
اسکیتھی	Scythian
سیبوستوپول	Sebastapol
سی زاختیا	Seisachteia
سلینے	Selene
سلی نوس	Selinus
سیلمبریا	Selymbria
سیمیلے	Semele
سامی	Semitic
سیری فوس	Seriphos
سرویس تولیس	Servius Tullius
سیتی	Seti
شاکلشا	Shakalsha
شاردانا	Shardana
سکانی	Sicani
سکانی	Sicanian
صقالی	Sicel
سسلی	Sicily
سیکون	Sicyon
سیدا	Sidon
سگیوم	Sigeium
سگیوم	Sigeum
سنگوس	Singos
اسنوف	Sinope
سفنوس	Siphnos
سپی لوس	Sipylos
سیرس	Siris
سیسی فوس	Sisyphos
ستھونیا	Sithonia
سماےتھوس	Smaethus
سمندریداس	Smindridas
سمرنا ۔ ازمیر	Smyrna
سولی	Soli
سولون	Solon
سولوس	Solus
سولی گیوس	Solygeius
سوما	Soma
سوفسطائی	Sophists

تیلوس	Tellus
تیلیس	Telys
تیمے نیوم	Temeneum
تیمے نوس	Temenus
تیمیسا	Temesa
تیمپے	Tempe
تیمپسا	Tempsa
تینے دوس	Tenedos
تینوس	Tenos
تیوکری	Teocri
تیوس	Teos
ترینا	Terina
ترپاندر	Terpander
تیرا دی اوترانتو	Terra di Otranto
تیرا نووا	Terranova
تھالو	Thallo
طالیس	Thales
تھاپسوس	Thapsus
تھاسوس	Thasos
تھیاگینیس	Theagenes
تھیابیس	Thebais
تھیبز	Thebes
تھیوکلیس	Theocles
تھیودوروس	Theodorons
تھیودوسیا	Theodosia

تھیوگنس	Theognis
تھیوپومپوس	Theopompus
تھےرا	Thera
تھیراس	Theras
خلیج تھرمائے	Thermaie Gulf
تھےسیوئی	Theseidae
تھےسیوس	Theseus
تھیسموفورس	Thesmophorus
تھیسپیس	Thespis
تھیسپیائے	Thespiae
تھسالیوتس	Thessaliotus
تھسالوس	Thessalus
تھستیوس	Thestius
تھسلی	Thessaly
تھےتس	Thetis
تھورناکس	Thornax
توتمیس	Thothmes
تھریسی	Thracian
بحیرہ تھریس	Thracian Sea
تھراسی بولوس	Thrasybulus
طوسی دیدش	Thucydides
تھوری ای	Thurii
تھی اس تیس	Thyestes
تھی موئے تاس	Thymoitas
تھی ریا	Thyrea

Tibareni	تباریني
Timaeus	تمائیوس
Timandra	تمندرا
Tiryns	ترنز
Tisamenus	تسامینوس
Titormus	توترموس
Torone	تورونے
Torrhebus	تورہیبوس
Trapezus	ترا پی زوس
Triacades	تریاکادیس
Tricca	تریکا
Triopas	تریوپاس
Triopian Promontary	راس تریوپیوم
Triopium	تریوپیوم
Triphylia	تری فیلیا
Triphylian cities	بلدیات تری فالیہ
Triptolimus	تریپتولیموس
Tritaea	تری تایا
Troizene	تروئے زینے
Trojan	ترویانی
Troy	ترواے
Tursha	ترشا
Tydeus	تی دیوس
Tyndaridae	تین داریوسی
Tyndarius	تین داریوس
Tyras	تیراس
Tyre	صور
Tyrian	صوری
Tyrtaeus	تیرتائیوس
U	
Umbrian	امبریائی
V	
Velia	ویلیہ
Vesta	ویستا
Via Popilia	ویا پوپی لیا
Vibo	ویبو
X	
Xanthus	زانتھوس
Xenophanes	زینو فانیس
Xuthus	زوتھوس
Z	
Zacynthus	زاکینتھوس
Zaleucus	زالیوکوس
Zancla Messana	زانکلے مسانا
Zanes	زانیس
Zephyrium	زیفیریوم
Zethus	زیتھوس
Zeugitae	زیوگی تائی
Zeus	زیوس
Zophyrus	زوفیروس

صحت نامہ

تاریخ یونان قدیم

جلد ۱ و جلد ۲ باب ۱ لغایت ۶

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱۶	تو موجود تھے ہی نہیں	موجود نہیں تھے	۱۹	۱۱	رکھاہے اور یہ	رکھا۔ یہ
۹	۸	عیسویت، کی	عیسویت کی	۲۰	۱	متحد	متفق
۱۰	۱۴	باوجودیکہ مشرق	مشرق میں تو	〃	۲۳	Griechioche	Griechische
		مں مطلق۔	مطلق۔	۲۱	۱۹	اور	
۱۰	۱۷	پھر بھی	اس کے برعکس	۲۲	۱۰	اپچ	اُنچ
۱۱	۳	دیں، تو	دیں تو	〃	۱۷	Daremburget-	Daremburg et-
〃	۲۲	اسی کمی کی	اسی کی	〃	〃	Saglic	Saglio
۱۲	۱۰	میں (۳۴۳ق	(۳۴۳ق م تا	۲۳	۱۶	Alter thunwi-	Alterthumwi-
		م تا ۳۳۵ق م)	۳۳۵) میں	〃	〃	seen-schaft	ssen Schaft
۱۷	۱۳	ڈونگہ	ڈُونکر	۲۳	۲۰	Bibbotheca	Bibliotheca
۱۸	۴	Problem	Problems	۲۴	۲	کا تو سرے	کا سرے
〃	۱۲	Thirll-wall	Thirlwall	〃	۱۲	اشٹائن	اِشٹارئن
〃	۱۳	دیو، ریو، لی	دیوریوئی	۲۵	۸	گو	×
۱۹	۵	شائع ہوئی ہے	ہوئی ہے	۱۶	۱۶	Moyer	Meyer
〃	۶	کلیشن	کلنشٹن	۲۷	۱۱	کرم	گرم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸	۸	برائے نام	نام نہاد
۲۹	۱۷	Xui	xvi
۳۹	۱	خالکریس	خالکِدیس
۴۲	۴	میں	کی طرف
〃	۱۷	ظروف کوہی	کوہی طاس
۴۴	۲	Geographic	Géographie
〃	۱۱	ادلمپیا ہیکاتئے	اولمپیا، ہیکے تائی
〃	۱۵	Lcake	Leake
〃	۱۷	اکلرفس	اُلرِخس
〃	۲۱	ہیین سین	ہَین سن
۴۹	۲۳	Willanowitz	Williamowitz
〃	۴	Honerische	Homerische
〃	〃	Unterswchun	Untersuchun-
〃	۵	gen	gen
۵۰	۲۰	اخبار	وقائع
۵۱	۲۵	آباواجداو	آباد واجداد
۵۵	۲۴	Sfamme	Stamme
۵۶	۲۰	ہے؛ ایولیانی کسی کو	ہے یا ایولیانی۔ کسی کو
〃	۲۳	ہیں آپ	ہیں۔ آپ
۶۲	۱۵	الہ پرستی	ارباب پرستی
۶۳	۱۶	یاگاسائے	پاگاسائے
〃	۱۹	صورے	صوَر
〃	۲۰	کادمیائیوں	کاڈموسیوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۴	۵	تھارکی لیس	تھا۔ اکی لیس
〃	۱۲	کیکلوپس	کیکلوپس
۶۶	۲۳	نکیا ویلی	سکیا ویلی
۶۷	۲۴	کی	کیا
۶۸	۲۳	اُن کا	اُن کے قیام کا
۶۹	۲۰	قیضبہ	قبضہ
	〃	ہیلوبیوں	ہیلوہیوں
۷۱	۹	بیلوس	نیلوس
	۱۴ اور ۱۶	بیئوسانیاس	پیئوسانیاس
۷۳	۲۳	Ethek	Ethik
۷۵	۱۰	لائینزگ	لائپزگ
〃	۱۵	Staatsalter-	Staatsalter-
〃	〃	thiimes	thuemer
۷۷	۱۱	اپائرس	اپیائرُوس
〃	۱۴	نے جو	نے (جو
〃	۱۶	میردڈوٹس	ہیروڈوٹس
〃	۲۱	Keepert	Kiepert
۷۸	۴	پیشرِاس رودس	اس کے پیشروؤں
۸۰	۱۰	لے پیگیس اورایک	لے لیگیس ایک
۸۳	۹	اپنی تضییع اوقات کی	گویا تجسس کیا
۸۴	۱۲	بیلاسکی	پیلاسگی
۸۵	۱۷	پیوسانیاس	پیئوسانیاس
۸۶	۶	کیپرٹ	کیپرٹ
۸۷	۷	پیوسانیاس	پیئوسانیاس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۷	۱۹	کورتیں	کورسے تیں
۹۱	۲۳	اور	×
"	۲۴	اور	یا
۹۲	۱۸	کی ایک	کی یہ ایک
۹۳	۲۱	بُزرگمان	بُزرجمہران
۹۵	۱۳	واقعتہً	واقعاً
"	۲۰	میں	نے
۹۶	۱۳	بڑھنے	پڑنے
۹۷	۷	گئیں	گئی ہوں
"	۱۷	تضا	تضاد
۹۸	۱۷	اس بات	اسباب
۹۹	۱۳	Nnach	nach
۱۰۴	۱۸	L,ile	l'île
۱۰۷	۹	کے	میں
۱۱۰	۸	اور،	یا
۱۱۱	۱۵	اپنی کتاب	اپنے مضمون
۱۱۳	۱۳	بعص	بعض
۱۱۴	"	Murray's Hand-book	Hand-book
۱۱۵	۷	کیکلوئیں	کیکلوپیں
۱۱۶	۱۳	برآمد	درآمد
۱۱۷	۱۶	غلی ان	غلی یان
۱۱۸	۱۲	ہرجگہ	غرض ہرجگہ
۱۲۰	۶	پیداسا، اور یہ وتا	پیدا ہوا، لیے دقا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۳	۲۱	L. Ort	l'art
۱۲۴	۱۶	narrs	Narr.
"	۱۷	اتھنا	اتھینا
۱۲۵	۲۰	یائی زنطیوس	بیزانطیوس
۱۲۷	۲۴	لامپروس کے	لامپروس کو
۱۳۱	۱۲	کردیا ہوا اور تھبنر	کردیا ہو۔ تھبنر
۱۳۳	۱۱	وابسے	وابھے
۱۳۵	۶	چند خاص حصے	×
۱۳۶	۸	دا۔ ناؤس	داناؤس
۱۳۶	۱۴	اکری سیوس	اکری زیوس
۱۳۹	۱۵	اتھی	ان ہی
۱۴۵	۱۹	آثارمات	آثاریات
"	۲۲	گیا ہے جلا وطنی	گیا ہے کہ جلا وطنی
۱۴۶	۲۴	Rovue des	Revue des
"	"	eludes	études
"	"	grecrues	grecques
۱۴۸	۱۸	اوراس پوجا	اور کیا اِس پوجا
۱۵۰	۱۳	یئن واریوسی دیوسکوری	یئین واریوسی یا دیوشکوری
۱۵۱	پیشانی	جلد دوم	جلد اول
۱۵۲	۷	سوُزر	سوُر
۱۵۳	۱	ہونگے اوران کا	ہونگے، لہذا اُن کا
۱۵۴	۳	اور چونکہ	نیز چونکہ
"	۱۷	کانی دون	کالی دون

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۵	۶	کوئی بندرگاہ بھی	خیالی بندگاہ بآسانی
″	۱۴	مینائیوں	مینیائیوں
″	۱۵	ارکو	آرگو
۱۵۷	۱۳	غیر فانی ہیں	غیر فانی ہوگئی ہیں
۱۶۱	۴	تمہار سعبود بھی	تمہار بھی
″	۱۷	اسی طرح	اسی طرح وہ
۱۶۳	۵	زیوس تو	زیوس
″	۶	تھا	ہے
۱۶۵	۲۵	"ایش"	رولنس
۱۶۹	۲	پجاری	پجارنیں
۱۷۰	۱	تھا	ہے
۱۷۶	۲۳و۲۴	پئوساٹناس	پئوسانیاس
۱۷۷	۸	مینےلاؤس	میینےلاؤس
″	۱۲	اٹلس	الیس
۱۷۸	۶	فوراً اسیکلائی کو	فوراً اسیکلائی کو جو ذرا
۱۷۹	۳	کرینگے اس	کرینگے کہ اس
″	۱۲	برائے نام	نام نہاد
″	۱۴و۱۵	فراری یعنی پیلوپی کے نیلیوس	فراری نے جو پیلوپی نیلیوس
″	۱۷	دوروداس	دوریداس
″	۲۴	Dur ۸۰	۸۰ Dur.
″	رر	کورنتھوگا	کورنتھ" کا
۱۸۰	۹	آپپی دوردس	اپپی دوروس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۱	۲۰	فیلوزنیوٹن	فیلوز، نیوٹن،
۱۸۲	۷	ارگیڈیا	آرکیڈیا
″	۱۲	۲، ۱۱۲، ۲	۲، ۱، ۲، ۲
″	۱۵	ہیلوتاس	میلوناس
″	۲۴	Allerthums	Alterthums
۱۸۳	۲	سیوس	لسبوس
۱۸۴	۱۲	کاریائیوں کے	کاریائیوں سے
رر	۲۳	پئوساٹناس	پئوسانیاس
۱۸۵	۱۸	″	″
″	۲۳	اشترابو	اشترابو
۱۸۶	۶	Milot	Milet
″	۸	گرلوفیلوس	کرلوفیلوس
″	۹	استرابو	استرابو
″	۲۴	Prienonsium	Prienensium
۱۸۸	۲	کولوفون	کولوفون
۱۸۹	۱۲	اکفورٹ	فرانکفورٹ
۱۹۰	۱۹	کرنیوس	کرتیوس
	۲۱	۷، ۴، ۷، ۶	۷، ۴، ۶، ۷
۱۹۲	۲۴	اولمپیاروں	اولمپیادوں
۱۹۳	۱۰	Gotterdiencte	Gotterdienste
″	۱۱	Vorgesch.	Vorgesch. von Rh.
۱۹۴	۲و۴	پوستیدون	پوسئیدون
۱۹۵	۲۰	لقوتیہ	لقونیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۷	۶	خیتومم	خی تیوم	۲۱۲	۹	وہ	ایونیانی
″	۱۸	Ohnelalsch	Ohnefalsch	۲۱۴	۲	اور	×
″	۲۳	Richtr.	Richter	۲۱۵	۸	کہ عامۃ الناس بےعزتی	کہ یہ عامۃ الناس کو بےعزتی
۱۹۸	۲	گویا	گایا	″	۱۱	شلومان	شیومان
	۱۳	زیگرمنٹر	زیگرمنڈ	″	۵	Homershe	Homerische
۱۹۹	۲۱	Wandeung	Wanderung	۲۱۷	۱۰	پڑھے	پڑھتے
۲۰۲	۱۷	کارڈنر	گارڈنر	۲۲۰	۱۸	تھے	ہیں
۲۰۳	۵	ہوتے ہیں	ہوں	۲۲۲	۱۸	استعمال نہ	استعمال نہیں
″	۱۹	کیبیے یا ونڈی آمینے کی	کیسلیے یا ونڈی آمینے کی	″	۱۱	جو آجکل	آجکل
				″	۱۵	سوتون	سولون
۲۰۴	۱۰	by Kishe	lykische	″	۱۷	پئوساںناس	پئوسانیاس
″	۱۷	Bendorf	Benndorf	۲۲۳	۲۲	کارآور	بارآور
″	″	Rericht	Bericht	۲۲۴	۱۸	Handle:	Handb.
″	″	Expeditionem	Expeditionen	۲۲۵	۴	شہرکہ	شہرکو
″	۱۸	nache	nach	″	۱۲	رہتے تھے	ہوتے تھے
	۲۱	اشٹٹگارٹ	اشٹٹگارٹ	۲۲۶	۲۱	ینائی	می نیائی
	۲۴	ٹیوبنگس	ٹیوبنگس	۲۲۷	۴	پولی ڈیکتوس	پولی ڈیکتوس
۲۰۵	۱۸	ہومرکے	ہومری	″	۹	پیرتانس	پری تانس
۲۰۶	۲۳	Hufi	Aufl.	۲۲۸	۱۷	لیکرگوس	لیکرگوس
۲۰۸	۱۸	Enturckelung	Entwickelung	۲۲۹	۱۸	Moellendorff	Mœllendorff
″	۲۳	زنگلے پس	زینگلے بش	″	۲۳	لائے دیون	لاکے دیون
۲۰۹	۶	اور	×	۲۳۱	۴	اپوتو	اپولو
″	″	بلکہ ایک ہی	بلکہ درحقیقت ایک ہی	″	۲۱	جقدار	حقدار
۲۱۰	۸	دوسرے یہ کہ	علاوہ ازیں	۲۳۲	۳	باوی	بانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۲	۴	اور	بلکہ
//	۱۹	برعکس پ	برعکس ہے۔ پ
۲۳۴	۱	کرسکتے ہیں	کرسکیں گے
//	۲	تسلط	متسلط
۲۳۶	۱۴	Crwerb	Erwerb
//	۲۴	Buselt	Busolt
۲۳۷	۲۲	۲۳۴۷،۷	۲۳۴،۷
۲۳۸	۱۰	اور	بلکہ
۲۳۹	۱۷	اُن	اِن
//	۲۱	uuber	ueber
۲۴۲	۷	بادشاہ سامنے رکھکر	بادشاہ اس کے سامنے ہوکر
۲۴۳	۲	موسیقی کی تعلیم	موسیقی
//	۱۰	کو	×
۲۴۶	۴	فائدہ اٹھایا اور	فائدہ اٹھاکر
۲۴۷	۵	پے ریوٹگی	پے ریوٹگی
۲۵۰	۲۳	پیزا پنتا لیون	پیزاوالے پنتا یون
۲۵۲	۵	اخترع	اختراع
//	۱۱	سیپوتاس	سیپوتاس
//	۱۳	دائیتا	اندانیسہ
۲۵۶	۳۱	یئوسانیاس (۲،۱ ۳)	پئوسانیاس (۳،۲،۱)
۲۵۷	۳	بھی	×

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۷	۲۲	۴،۱۶،۶۴۰۴	۴، ۱۶، ۶۴، ۴
۲۵۹	۵	اب	یہاں
//	۲۱	سرماری	منرماری
۲۶۱	۲۲	ازپینے	ازینے
۲۶۲	۱	مرکز حکومت	مرکزی پہلو لئے ہوئے
//	۹	اکنے	اکیتے
//	۲۲	ریتزلاؤ	بریزلاؤ
/	/	سوو ریانی	دو ریانی
۲۶۳	۲۱	نیشوی	فیشوی
۲۶۴	۹	اگر	آکر
۲۶۷	۹	میڈونی	فیڈونی
۲۷۳	۲۴	بوسولٹ پر	بو، سولٹ:
۲۷۴	۵	یادرکھنا چاہئے	یادرکھنا چاہئے کہ
//	۹	پرگنے	پرگنے
۲۷۵	۲۳	لاکے دبونیان	لاکے دیمونیان
۲۷۷	۲	خبریں	ضربیں
۲۷۹	۱۹	بوسولٹ	بوُ سولٹ
۲۸۳	۱۷	میں پائے جاتے ہیں	پائے جاتے ہیں
۲۸۴	۲۳	رتبے	حیثیت
۲۸۵	۱۲	مثالب	معائب
۲۸۷	۱۱	بن گیا؛	بن گیا،
//	۱۸	رکھی گئی۔ یا اینہمہ	رکھی گئی، با اینہمہ
۲۸۸	۵	جاتا ہے۔	جاتا ہے،
۲۹۰	۲۳	اعمال	افعال

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۱	۱۵	زوُتھرس	زوُتھوس
۲۹۵	۱۱	خیال کی یہ	خیال کی کہ یہ
۲۹۸	۳	جمع ہونے	جمع ہوتے تھے
//	۱۶	ایتوئی	ایتالیٔ
//	۲۲	۲۰ ہیلوس	۲۰۔ ہیلوس
//	دد	کیمونوس	کیمولوس
۳۰۰	۴	معلوم ہوتا ہے	×
۳۰۱	۱۱	۲ ۷ ۴	۲، ۴
//	۱۶	۶ ۷ ۷ ۵	۶، ۷ ۵
//	۱۹	۲ ۲۲۱/۲۵۰	۲، ۲۲۱/۲۵۰
۳۰۲	۲۱	ترجمان گئے	"ترجمان" کے
//	۲۳	راستے	واسطے
۳۰۳	۱۵	سیروودہ	سپروودہ
۳۰۴	۱۲	کرلیا تھا	کرلیا ہوگا
//	۱۴	کرنے گے	کرنے لگے ہونگے
۳۰۵	۵	جاتا	جاتا
//	۱۴	آفریقیہ	افریقیہ
۳۰۹	۳	جنہیں	انہیں
۳۱۷	۲۳	Olmpia	Olympia
۳۲۳	۲۲	اورتی گیا	اوڑتی گیا
۳۲۴	۱۷	اکپانویں	اکیاون ویں
//	۲۴	۲ ۷ ۷ ۹	۲، ۷ ۹
۳۲۷	۲۴	دو مختلف	مختلف
۳۲۷	۱۳	۲۵ ۷	۲۷
۳۳۳	۲ و ۹	؟	!
//	۱۶	Sehaeffe	Schaeffe
//	۲۲	۱ ۷ ۴	۱، ۴
۳۳۴	۲۳	ہندی پجاری	پجاری
۳۳۵	۱۵	۶ ۷ ۴ ۷ ۸	۶، ۴، ۸
//	۲۳	ولیبا ڈلزن	ولیپاڈن
۳۳۶	۲۴	باکھوس	باکھوسی
۳۵۳	۱۹	۵ ۷ ۷ ۷	۵، ۷ ۷
//	۲۳ و ۲۴	سنال گرہ) ۱،	سال گرہ ۱،
//		کرتیوس	کرتیوس
۳۵۴	۱۸	Cyclaes	Cyclades
۳۶۰	۱۷	اسکیشیہ	اسکیتھیہ
۳۶۰	۱۹	بوسفوروس یونانی	بوسفوروس کے یونانی
۳۶۴	۱۷	("خیمہ گاہ تھا")	"خیمہ گاہ" تھا۔
۳۶۵	۲۱	اور پہلے	اور اول الذکر نے پہلے
۳۶۶	۳	ستری ہون	ستری سون
//	۲۳	chaleidieac	Chalcidicae
۳۶۸	۱۸	Monatsher.	Monatschr.
//	۲۳	Mordthmand	Mordtmann
۳۷۱	۱۳ و ۱۵	بحیرۂ اسود سے میسامبریا تک واقع تھی	بحیرۂ اسود پہ نو آبادی میسامبریا واقع تھیں
۳۷۳	۱۷	پالی یولی	پالی پولی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷۸	۲	ہی	ہیں
۳۸۰	۲۱	Corcys	Corcyr.
۳۸۴	۱	بیر	بکیر
۳۸۵	۷	Debaco	Debacq
۳۸۸	۱۲	میتاپوتوم اور سپبارس	میتا پوتتوم اور سیبارس
۳۹۰	۲۴	Aquitie	Apulie
۳۹۴	۲۳	سالیانہ	سالنامہ
۳۹۸	۲۱	" تاریخ	"تاریخ سرنہ"
۴۰۱	۲۴	« Ser Mim	"Ser Num" میں
۴۰۲	۱۶	۲ ش	۲۴
۴۰۵	۱۶	یہیبنا	مے تھیمنا
۴۰۷	۵و۷	دُولفن	ڈُولفن
۴۱۰	۱۲	امیدوار ازدواج	امیدوران ازدواج کے
۴۱۲	۲	تھنزیوں	تھبنزیوں
۴۱۳	۵	الکیمونی	الکمیونی
۴۱۴	۱۲	منگارا	میگارا
۴۱۵	۲۰	Peliquiae	Reliquiae
″	۲۲	سیگاری	میگاری
۴۱۶	۲	لیریہ اور ایران	لیدیہ وایران
۴۱۷	۸	شوقین	شوقین تھے
″	۲۴	مملکت کی شہرت ...	مملکت کیلئے ایک
		......مناسب تھی	تھسالوی کی بہ نسبت
			ایک لادوی زیادہ
			موزون ومناسب تھا
۴۱۹	۱۷	Kaenige R. Schubert; Geschichte der on Lydier	R. Schubert: Geschichte der koenige von Lydier
۴۲۱	۲۲	لیا	لیا ہو
۴۲۳	۴	خیوسلیوں	خیوسیوں
۴۲۵	۲۱	Mcyer	Meyer
۴۳۱	۱۷	سشلہ ۱۸۸	سنہ ۱۸۸۳
″	۲۱	Eveis	Evers
″	۲۳	انیوں	یونانیوں
۴۳۴	۱	مندوی	میدوی
۴۳۹	۲۰	ہاریاکوس	ہارپاگوس
۴۴۰	۲۵	ہے	رہے
۴۴۲	۵	کے	کر
″	۱۰	ان کی تہذیب و تمدن کے وہ یادگا تھے اس حیثیت سے	اپنی قومی تہذیب و تمدن کی پشت پناہی کرکے ۔
۴۴۹	۱۱	ہیلیس پونتر.....	ہیلیس پونٹ.....
″		آخرکار پتاکوس	پتاکوس
	۱۵	اسی اثنا میں	X
۴۵۲	۲۵	جوئے	خوائے
۴۵۹	۲۵	ثانیہ	ثانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶۳	۱	شکلیں	شکلیں
۴۷۰	۴	یونان کبیری اور سسلی	یونان کبیر و سسلی
//	۱۰	گروتونا	کروتوں
۴۷۶	۱۴	حکومت اکابر	اماریت
//	۱۶	لیون تی نے	لیونتی نی
۴۷۷	۱	لیون تی نی	//
۴۸۱	۱۳	Panly	Pauly
//	۱۵	کبیرے	کبیر
۴۸۵	۱۵	ہنر	ہند
۴۹۳	۱۲	شوازتز	شوارتز
//	۱۴	آئین	ہمیں
//	۲۲	پئوسائناس	پئوسانیاس
۴۹۴	۱۱	athens	Athens
//	،	Wochsmith	Wachsmuth:
//	//	stadtges-	Stadtges-
//	//	cluchte	chichte
۴۹۵	۱۷	کیکرو پیں	کیکروپس
۴۹۶	۱	ہی تاریخی	ہی کم تاریخی
۴۹۸	۴	اراتھون	ماراتھون
//	۱۷	طبقے	طبقہ
۴۹۹	۱۶	ئے	کہ
		....	کہ کیکروپس کے
		....	زمانے میں اور
		....	تھے سیوس تک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		....	ابتدائی بادشاہوں
		....	کے عہد میں ملک اٹیکا
		....	مختلف بلدیات میں
		....	منقسم تھا۔
۵۰۰	۴	مالکتوں	مملکتوں
۵۰۴	۲۴	Lugehil	Lugebil:
۵۰۵	۲۴	تیو پیفر	تیوپیفر
۵۰۶	۱۳	ہیوکلئی دیس	ہیوکلئی دیس
	۲۳	توزی کا آ	نوزی کا آ
۵۰۹	۲۴	فلی	فلیپی
۵۱۰	۵	Phihippi	Philippi
۵۱۳	۲۲	رتبہ	رتبہ تھا
۵۱۶	۲۰	Platleg	Plat. Leg
۵۱۷	۳ و ۴	تھا	ہے
//	۹	پے ایوکی	پے رلیوکی
۵۱۸	۲۳	سطابق	کے مطابق
//	//	percy	Percy
		-Gardenes	Gardner
۵۲۰	۹	ٹومز	ٹومزر
//	۱۲	Veryassung in	Vervassung
//	//	der aristh-	in der aris-
//	//	lelisehen	totelischen
//	//	Br. Veryas-	Vervassungs
		sungs	

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۲۴	۲۳	رویول	اوبول
۵۲۷	۱۶	پرسانیاس	پئوسانیاس
″	۲۰	ا۔ تیفر	ا، شیفر
			A. Schaeffer
۵۲۹	۱۲	رہبری فرائض	رہبری کے فرائض
۵۳۱	۸	پتوپفر	تیوپفر
″	۲۳و۲۴	ہپارقوس	ہپارخوس
۵۳۳	۱۷	حلفت	مخالفہ
۵۳۷	۹	تمناتون	تمناتول
″	۱۲	یاکھوس	باکھوس
۵۳۸	۹	افراجی	افروجی
۵۳۹	۱	سمونیدیس	سموندیس
″	۱۹	دلیفی	دیلفی
۵۴۰	۱	ارسطوگی نون	ارسطوگی تون
″	۱۱	ماہود	باوجود
″	۱۲	۵۶	×
۵۴۱	۱۹	ارگوش	آرگوس
۵۴۲	۳	ساروس	سائروس
″	۱۹	Lakedar-monice	Lakedae-monier
″	۲۳	۴۷	۴
۵۴۳	۱۳	جنوس	خیوس
	۱۷	لیکراتیس	پولی کراتیس
۵۴۹	۳	اسکیشیوی ا	اسیکیئون
۵۴۵	۲۲	۶۰۱۴۹ گائیوس	۴۹۔ باگائیوس
۵۴۷	۳	کالیروم	فالیروم
۵۴۸	۶	سوپرلیس	سوپرلس
۵۴۹	۱۱	ایوانئورس	ایواغورس
″	۱۸	تھوسی ویدش	طوسی ویدش
۵۵۱	۱۴	لیکرویس	کیکرویس
۵۵۲	۲۴	مسلط	سلطہ
۵۵۳	۶	ایتھنز	ایتھنزی
۵۶۰	۲۲	Telesilla	Suid ;
″	″	(Suid)	Telesilla
۵۶۴	۲	ارشطیدش	ارسطیدش
۵۶۵	۲۲	بن	میں
۵۶۶	۱۲	ارستطون	ارسطون
۵۶۷	۲	روانکی	روانگی
۵۷۱	۱۰	اسپار ما	اسپارٹا
۵۷۴	۱۱	سارکوس	ہپارکوس
۵۷۵	۲۱	گورگول	گورگوس
۵۷۶	۱۵	میں کہیں ان	میں ان
۵۷۷	۱۲	ٹلہ	سلہ
۵۷۹	۲	ذرا پھر بہتر	ذرا بہتر
″	۲۲	جو درہمی	چودرہمی
۵۸۳	۲۴	صنوع	موضوع
۵۸۵	۹	قصوص	مخصوص
۵۹۳	۲۲	حسٹن	جسٹن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۹۵	۲۰	۳۱	۵۹۴
۵۹۶	۶	پھر	x
۶۰۰	۱	+	؛
	۱۳	ائی گیتوں	ائی گی نیوں
۶۰۳	۱۵	۳۸	۶۰۱
۶۰۴	۹	ہیں۔	ہیں،
۶۰۶	۴	لیا	کیا
۶۰۸	۸	ہوئی	ہوتی
۶۱۵	۶	تھر	پتھر
″	۱۲	ماتی نیانی	ماتی نیانی
″	۲۰	ہروس	ہروس
۶۱۶	۲۲	۶۱۰۔ ۱۷، ۲۳	۶۱۰، ۱۷، ۲۳
۶۱۷	۱۳	ہیروس	
″	۲۱	نیوس	نیبوس
۶۱۸	۱۱	اکائیاٹیوں	اکائیائیوں
۶۲۰	۸	سیح	قبیح
″	۲۰	ہمسائکان	ہمسائگان
۶۲۳	۵	گو پھنے	گو پھنے
۶۲۵	۱۰	ماکن نیس	ماگن تیس
۶۳۴	۱۰	ریشھال	ریشھان
۶۳۹	۵	متحدامنیال	متحدالخیال
۶۴۰	۶،۱۸،۲۴	تسطاکلیس	تمسطاکلیس
۶۴۹	۱۸	گارگانیہ	گارگافیہ
۶۵۳	۱۱	ورنہ	اور نہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۵۴	۱۱	سبحث	مبحث
″	۱۷	زاقتھی پوس	زانتھی پوس
۶۵۵	۶	یاونر	باؤنر
۶۵۶	۱	۶۸	۶۵۵
″	۱۵	حلیانی	حکیاتی
۶۶۴	۱۸	؟	؟
۶۶۵	۱۸و۱۹	مالی کارناسوس	ہالی کارناسوس
″	۱۱	Lon	Dion
″	۱۷	دیولی سیوس	دیونی سیوس
.	۲۴	استرالی گوس	استراتی گوس
۶۶۶	۵	سپرس	سپیرس
۶۶۷	۹	تسطاکلیس	تمسطاکلیس
″	۱۱	خضائل	خصائل
″	۱۳	مسالات	معاملات
″	۵	ساناوارھیگیوم	مسانا و رھیگیوم
″	۲۳	یانی گیوں	یانی گیوں
″	۲۴	راھگیوم	رھیگیوم
۶۶۸	۱۰	ناکنائی	خاکنائی